

تحقیقاتِ نادرہ پر مشتمل عظیم الشان فقہی انسائیکلو پیڈیا



الْعَمَلَايَا النَّبَوِيَّةُ فِي
الْفُتُوَى الرُّضَوِيَّةِ

فتاویٰ رضویہ



جلد 7
مع تخریج و ترجمہ عربی عبارات

تیسرے ایڈیشن: اعلیٰ حضرت، مجدد امام احمد رضا

ALAHAZRAT NETWORK

اعلیٰ حضرت نیٹ ورک

www.alahazratnetwork.org

فہرست مضامین

باب الجماعة

آٹام کے لئے وسط مسجد میں کھڑا ہونا سنت متوار ہے
تو اب حقیقی، عرب مصری، مسجد شتوی، مسجد صیفی
کامیاب۔

آٹام کو درمیں کھڑا ہونا مکروہ ہے۔
مشغول اور مصروف طلبہ کو احیاء البشرا اٹارک جہات
کی اجازت ہے۔

مسجد کی غلّی کی وجہ سے صوفِ اول کے مقتدی امام سے متصل ہوں تو کراست ہے، ہا نہیں۔

صفت میں فرج منہج ہے اس کے متعلق احادیث
آئمہ زہر بس کا لڑکا مردوں کی صفت میں کھڑا ہو سکتا
ہے جبکہ ایسے ہر اس کو ہٹا کر اس کی جگہ پر دوسرے
کا کھڑا ہونا گناہ ہے۔

کسی درجہ سے نماز کا اعادہ کیا جائے تو نیا آدمی شریک ہو سکتا ہے۔

مستبوق اپنی فوت شدہ نماز جہرے پڑھے یا آہستہ
قصائے عمری کے ادا کرنے کا ایک اختراعی طریقہ کار

۳۷ | تشدد میں اسلام سے پہلے شریک ہو جانے سے جمعہ مل جاتا ہے۔

۳۵ مقتدی نے اقیات چوری نہیں کی تھی کڑام کھڑا ہو گیا یا سسٹم پھیر دیا تو مقتدی اقیات ضرور چوری کرے۔

۳۰ ایک شخص تنہا فرض پڑھ رہا ہے اور دوسرا آئے
 تو اس کے ساتھ اسے ملنا ضروری ہے یا نہیں۔

۳۹ کوئی بد مذہب ایک مسجد پر نماز پڑھ رہا ہو تو دیکھ کر اسی مسجد پر فوراً نماز شروع کر سکتا ہے۔

۴۰ جماعت ثانیه باز ہے۔

۴۱۔ ایسی جماعت جو کہ بہت تحریر پر مشتمل ہو اس میں شریک ہونا چاہئے یا نہیں۔

۵۱ امام کے ساتھ ایک مقتدی ہو اور دوسرا آئے
 تو مقتدی کو پیچھے لائے خواہ نیست باندھنے کے بعد
 یا بیٹے۔

٥٢ ○ رسالة القلاذنة المصممة في نحو

۵۲ الاجوبۃ الاسبوعية (مولوی اشرف علی تھانوی کے چار

۵۲ فتووں کا اردو۔

- سوال اول و چہارم کا جواب
 ۶۹ پاؤں سے بلند شخص کا حکم جو اذان سے قبل ایک شخص
 کو ساتھ لے کر اقامت کے ساتھ جماعت کرا لیتا ہے۔
 ۸۳ طرف سے صدقہ ہے۔
 ۶۹ عذر ساقط و جب جماعت ہے نہ کہ ساقط جواز۔
 ۸۴ زیادہ محبوب ہے۔
 ۸۵ جواب سوال سوم
 ۶۹ کسی شئی کے حقیقتاً ہونے اور نہ ہونے میں بہت
 فرق ہے۔
 ۸۵ حدیث تواتر ہے کہ سورۃ اخلاص کا ثواب مثل قرآن
 مجید کے برابر ہے۔
 ۶۹ حدیث مبارکہ کہ نماز عشاء یا جماعت نصف شب
 اور نماز فجر یا جماعت کامل شب کے قیام کے مساوی
 ۸۵ حدیث مبارکہ ما اچن لک مرخصۃ کا معنی اور
 مصنف کی تحقیق۔
 ۶۹ پاؤں کا عذر عذر فی المحذور ہے نہ عذر علی حاضر
 بعض لوگوں نے مسجد میں اقامت کہہ کر یا جماعت غلہ
 پڑھ لی پھر تواتر امام اور دوسرے لوگوں نے جماعت
 کرائی تو جماعت مستحبہ دوسری ہے پہلی جماعت مکروہہ
 ۸۴ جواب سوال دوم
 ۸۱ تہجد فوت ہو جانے کے خوف سے ترک جماعت
 جائز نہیں۔
 ۸۶ تہجد کے بارے میں صرف ترغیبات ہیں جبکہ ترک جماعت
 پر ہولناک وحیدیں۔
 ۸۸ آئندہ کسی سنت کے فوت ہو جانے کے خوف سے
 فی الحال کسی سنت کا ترک ناجائز ہے۔
 ۸۹ برقیہ تہجد سونے والا اگر تہجد نہ بھی پاسکے تو
 ثواب تہجد پاتا ہے اور اس کی نیند اللہ تعالیٰ کے
 ۸۱ ۶۹ ۸۴ ۸۵ ۸۶ ۸۸ ۸۹ ۹۰ ۹۱ ۹۲ ۹۰ ۹۰

- ۱۱۶ حنفی کے شافعی کی اقتدار میں نماز پڑھنے کی شرائط
۹۱ آخر مسجد محلہ میں اہل محلہ نے باذان و اقامت بڑبڑ
سنت، امام موافق المذہب، سالم العقیدہ،
۹۲ حنفی، مسائل و ان، صحیح خوں کے ساتھ جماعت
اولیٰ خالیہ میں اگر اہل ادا کر لی پھر باقی ماندہ لوگ
۹۵ آئے انھیں تکرار جماعت باعادۃ اذان ہمارے
۹۹ نزدیک منوع و بدعت ہے اور بلا اعادۃ اذان
۱۰۰ جائز ہے۔
۱۲۵ قراب میں جماعت ثانیہ مکروہ اور محراب سے ہٹ کر
۱۰۱ بلا کر اہت جائز ہے۔
۱۲۸ جماعت چوری ہے تو الگ نماز پڑھنا گناہ ہے۔
۱۲۹ امام کے انتظار میں مقتدیوں کی بیٹھا ہوا ضروری نہیں
۱۳۱ جماعت کا تارک کون؟
۱۳۱ حلال غور جماعت میں شریک ہو سکتا ہے اور
۱۰۲ جہاں جگہ ملے کھڑا ہو سکتا ہے اسے جماعت سے
۱۱۰ روکنا گناہ ہے۔
۱۳۲ جو بلا ضرورت جماعت میں شریک نہ ہو سنت
۱۳۴ گنہگار ہے (یہ جواب پورا دستیاب نہ ہوا)
۱۳۸ امام کے ساتھ ایک مقتدی ہوا اور دوسرا آئے
تو بہتر ہے کہ مقتدی پیچھے رہے۔
۱۳۸ امام کا مصطفیٰ صفت سے طار ہے یا الگ اور الگ
۱۴۰ رہے تو کتنا۔
۱۴۱ جماعت ہونے سے پہلے کچھ لوگ نماز پڑھ لیں تو ان کا
کیا حکم ہے۔
۱۴۲ جماعت یعنی کثیر بر ثواب زیادہ ہوگا۔
جماعت اولیٰ پر تہجد کی ترجیح باطل محض ہے کیونکہ
مستحب واجب کے برابر نہیں ہو سکتا۔
ہمارے ائمہ کے نزدیک تمام سنن روایت تہجد سے اہم
اور آگے ہیں۔
تہجد اور سنن روایت کی افضلیت سے متعلق وارد
احادیث میں تطبیق، (سامعین)
جماعت، سنن روایت اور تہجد میں دیجات کی ترتیب
ترک اولویت میں حکم کر اہت نہیں۔
مؤلف علیہ الرحمۃ کے رسالہ حسن البراءۃ فی تنقید حکم
الجماعۃ کا خلاصہ۔
حکم جماعت کے بارے میں ہمارے ائمہ کرام کے یہ
چند اقوال ہیں، فرض عین، فرض کفایہ، واجب عین
واجب کفایہ، مثبت ترکہ، مستحب۔
حضر علیہ الصلوٰۃ والسلام کا تارک جماعت پر لکھا
غیظ و غضب۔
سنت و وجوب کیجئے ثابت ہوتے ہیں۔
مطلق منطقی اور مطلق اصولی کی نوعیت اور ان میں
فرق۔
مسجد طریق جس کا امام و مؤذن معین نہیں اس میں
ہر جماعت جماعت اولیٰ ہوتی ہے لہذا جو گروہ
آئے اپنی اذان و اقامت سے جماعت کر آئے۔
○ رسالہ القطوف الدانیۃ لمن احسن
الجماعۃ الثانیۃ (جماعت ثانیہ کے ثبوت میں)
تکرار جماعت کے جواز و افضلیت کی بات صورتیں۔
جماعت ثانیہ کے جواز سے متعلق ضابطہ

- جماعت ثانیہ سے متعلق سوال ۱۴۴ جماعت کی جماعت کو ملائیں گے یا نہیں۔ ۱۹۳
- بروقت ضرورت محراب میں کھڑا ہونا مکروہ نہیں۔ ۱۵۰
- غیر مقلدین صف میں ہوں تو قطعاً صف ہوگا۔ ۱۵۰
- امام آئیں بالجہ اور رفع یدین کرے تو حنفی اس کی ۱۹۳
- اقدار میں نماز پڑھ سکتا ہے یا نہیں۔ ۱۵۱
- جماعت ثانیہ سے متعلق سوال ۱۵۲
- وسط مسجد میں امام کا کھڑا ہونا مسنون متواتر ہے ۱۴۴
- محراب بنانے کی حکمت ۱۴۲
- حدیث اذا اجتمعت الصلوة فوجدت الناس ۱۴۳
- فصل معهم کے متعلق ایک علی سوال ۱۴۳
- عمل اختلاف علماء میں غلات کی مراعات بالجماع ۱۸۶
- مستحب ہے جبکہ مکروہ کا ارتکاب نہ ہو۔ ۱۸۶
- حدیث وان كنت قد صليت اور آیر کی طرف ۱۸۹
- تطوع خیرا فہو خیر لہ کی بحث۔ ۱۸۹
- فجر کی جماعت ہو رہی ہے اور کوئی آئے تو سنت ۱۹۱
- پڑھ کر جماعت میں شریک ہو یا بغیر پڑھے۔ ۱۹۱
- جماعت کے اکثر لوگوں کو کوئی ضرورت ہو تو مستحب ۱۹۱
- وقت سے پہلے جماعت کی جاسکتی ہے۔ ۱۹۱
- ہجڑامی کو مسجد سے روکا جائے یا نہیں۔ ۱۹۲
- غسل کی ضرورت ہو اور غسل کرنے میں فجر کا وقت ختم ۱۹۲
- ہو جانے کا اندیشہ ہو تو تیمم کر لے نماز پڑھ لے پھر ۱۹۲
- اعادہ کرے۔ ۱۹۲
- نتیجہ کہ درکوع میں شامل ہو جانے سے جماعت میں ۱۹۲
- شرکت ہوگی یا نہیں۔ ۱۹۲
- لوگ تنہا تنہا فرض پڑھیں جماعت سے نہ پڑھیں تو ۱۹۸
- وہ نماز کی جماعت کہلائیں گے یا نہیں۔ ۱۹۳
- ہارمی منہ سے صف اول ہی میں کیوں نہ ہوں نہیں ۱۹۳
- پٹانا منع ہے۔ ۱۹۳
- پانچوں نمازیں جماعت سے مسجد میں پڑھنا واجب ہے ۱۹۳
- وظیفہ یا تلاوت وغیرہ کے سبب جماعت چھوڑنا ۱۵۱
- جائز نہیں۔ ۱۵۲
- جماعت ثانیہ کے لئے اذان کا اعادہ ناجائز ہے ۱۴۴
- تکبیر میں عرج نہیں۔ ۱۴۲
- بلا وجہ شرعی کسی مسلمان کو جماعت سے الگ کرنا شدید ۱۹۳
- ظلم ہے۔ ۱۴۳
- مغرب کے علاوہ دوسری نمازوں میں اذان کے بعد ۱۹۵
- انتظار کرنا ضروری ہے کہ لوگ ضرورت سے فارغ ہو کر ۱۸۶
- آجائیں۔ ۱۸۹
- مکان چھوڑ کر آنے سے خطر ہو تو ترک جماعت کھینچ ۱۸۹
- یہ عذر ہو سکتا ہے۔ ۱۸۹
- ہجڑامی کے باعث جماعت میں انتشار ہوتا ہو تو ۱۹۱
- اسے تحریری نماز پڑھنا چاہئے۔ ۱۹۱
- جو دباہیہ کے عقائد سے واقف ہو کر انہیں مسلمان بنائے ۱۹۱
- اس کی وجہ سے صف میں قلیل ہوگا۔ ۱۹۲
- امام یا مقتدی کا دھرم جاتا ہے تو باہر کس طرح لائے ۱۹۲
- دباہیہ کی جماعت ہو رہی ہو اسی وقت کشتی اپنی ۱۹۲
- جماعت کر سکتے ہیں جبکہ قتل نہ ہو۔ ۱۹۲
- ایک مسجد میں ایک وقت میں ایک فہرست میں کی ۱۹۲
- دو جماعتیں منع ہیں۔ ۱۹۲
- جماعت ثانیہ سے متعلق سوال ۱۹۸

- ایک شخص پر دو چار آدمی الگ الگ فرض پڑھ سکتے ہیں یا نہیں۔
- ۱۹۹ جماعت کے لئے اوقات کا تعین گھڑی سے کیا جاسکتا
- ۲۰۰ کسی خاص شخص کے انتظار میں تاخیر جائز ہے جبکہ وقت میں گنجائش ہو۔
- ۲۰۰ سنت مڑکھ کی تعریف
- کسی مالدار کی محض مالدار کی سبب رعایت کرنا جائز نہیں مگر جبکہ رعایت نہ کرنے میں فتنہ ہو۔
- ۲۰۰ مقتدی ایک ہی ہو تو امام کے برابر دینی طرف گھڑا ہو اور پاؤں کا لگنا امام کے لگنے سے آگے نہ رکھے۔
- ۲۰۱ مسجد میں دو طرح کی ہوتی ہیں عام اور خاص، جماعت کے لحاظ سے دونوں کا الگ الگ حکم ہے۔
- چند آدمی ایک مسجد میں ایک وقت میں ایک ہی فرض فردا فردا پڑھیں تو کیا حکم ہے۔
- ۲۰۲ امام کے انتظار میں جماعت میں تاخیر جائز ہے یا نہیں
- ۲۰۵ ترک جماعت یا مسجد میں نہ آنے کا جو عادی ہے کما فاسق ہے۔
- جماعت کو واجب یا سنت مڑکھ نہ جاننا فعلی ہے
- ۲۰۶ جماعت ثانیہ کے متعلق سوال
- ایک مصیبت پر چند آدمی فردا فردا فرض پڑھیں تو فرض ادا ہوگا یا نہیں۔
- ۲۰۷ حور تون کا امام مرد ہو سکتا ہے یا نہیں اور عورتیں لقوہ سے سکتی ہیں یا نہیں۔
- متون شروع فتاویٰ سے حوالے دئے جاسکتے ہیں
- ۲۱۰ جماعت ثانیہ کے متعلق سوال
- ۲۱۳
- امام کے لئے صحتی ہونا اور مقتدیوں کے لئے نہ ہونا اگر اس لئے ہے کہ دونوں میں امتیاز رہے تو بڑا سہ اور
- ۲۱۸ اگر امام کے اور امام کے لئے ایسا ہے تو ٹھیک ہے۔
- ایک ایسی صورت کا بیان جس میں کسی شخص پر کسی جماعت کا وارو ملتا ہو۔
- ۲۱۸ صفت کے سلسلہ میں تین باتوں کا حکم دیا گیا جس کو لوگوں نے آج کل چھوڑ رکھا ہے۔
- ۲۱۹ مڑکھ کے چار مسئلوں کو ناجائز بنانے والے کا حکم
- ۲۲۵ امام پر مقتدی حکم نہیں کر سکتا۔
- ۲۲۹ کھانا تیار ہو اور جماعت بھی تیار تو پہلے کیا کرے۔
- ۲۲۹ جماعت کا وقت ہو گیا ہے ابھی کچھ لوگوں نے وضو نہیں کیا ہے تو ان کے انتظار میں جماعت میں تاخیر کی جاسکتی ہے یا نہیں۔
- ۲۳۰ امام کے ساتھ ایک مقتدی ہو تو اسے پیچھے کھینچنا چاہئے یا نہیں۔
- ۲۳۱ مسجد کا چلا فقہ مردوں کے لئے اور چھت عورتوں کے لئے مخصوص کر دیا جائے تو جائز ہے یا نہیں۔
- ۲۳۱
- فصل المسبوق**
- ۲۳۲ جس کو مغرب کی تیسری رکعت مل ہو وہ جب چھوٹی ہوئی نماز پڑھے تو دوسری رکعت میں قعدہ کرے یہی صحیح ہے۔
- ۲۳۳ جو رکعت میں شامل ہو وہ نیت کے بعد بغیر ہاتھ باندھے جماعت میں شریک ہو جائے۔
- ۲۳۵ مسبوق چھوٹی ہوئی نماز کس ترتیب سے پڑھے۔
- ۲۳۵

- ۲۵۲ خلیفہ کو ہٹا کر خود امام نہیں ہو سکتا۔
- ۲۵۳ **باب مفسدات الصلوٰۃ**
- ۲۳۶ مسبق جاحت میں شامل ہو جائے اگرچہ امام سجدہ سہو میں ہوا قضا درست ہوگی۔
- ۲۳۷ امام التحیات میں ہوا کس وقت سنتیں پڑھنا اور جاحت میں شریک نہ ہونا کیسا ہے۔
- ۲۳۸ امام کے قعدہ اخیرہ میں مسبوق تشہد کی تکرار کرے اور اگر السلام علیک سے تکرار کرے تو کوئی مانع نہیں
- ۲۳۹ مسبوق سجدہ سہو میں امام کی متابعت کرے گا سلام میں نہیں ورنہ نماز فاسد ہوگی۔
- ۲۴۰ امام مسافر ہو اور مقتدی مقیم اور مقتدی ایکٹ دونوں رکعت نہ پائے تو امام کے سلام کے بعد مقتدی کس طرح نماز پوری کرے۔
- ۲۴۱ مسبوق اپنی فوت شدہ نماز میں فاتحہ اور سورت دونوں پڑھے گا مگر مسافر امام کا مقتدی اپنی فوت شدہ نماز میں ساکت رہے گا۔
- ۲۴۲ مسبوق جس کی تین رکعتیں چھوٹ گئی ہوں صرف ایک رکعت مل ہو وہ کس طرح نماز پوری کرے۔
- ۲۴۳ اقتدائے مقیم بالمسافر پر ایک شبہ کا ازالہ
- ۲۴۴ **فصل الاستخلاف**
- ۲۴۵ امام کا وضو جاتا ہے تو کیا کرے۔
- ۲۴۶ امام نے ایک امامی خلیفہ بنایا اور اس نے دوسرے کو نماز درست ہوگی یا نہیں۔
- ۲۴۷ امام جو سورت پڑھ رہا تھا خلیفہ نے اس کے علاوہ کوئی دوسری سورت پڑھی نماز ہوگی یا نہیں۔
- ۲۴۸ امام وضو کرنے کے بعد خلیفہ کی اقتدا میں نماز پڑھے
- ۲۵۰ خلیفہ کو ہٹا کر خود امام نہیں ہو سکتا۔
- ۲۵۱ امام کی جگہ پر کسی نے وضو کر لیا تو نماز فاسد ہوگی یا نہیں۔
- ۲۵۲ امام کی جگہ پر کسی نے وضو کر لیا تو نماز فاسد ہوگی یا نہیں۔
- ۲۵۳ امام کی جگہ پر کسی نے وضو کر لیا تو نماز فاسد ہوگی یا نہیں۔
- ۲۵۴ امام کی جگہ پر کسی نے وضو کر لیا تو نماز فاسد ہوگی یا نہیں۔
- ۲۵۵ امام کی جگہ پر کسی نے وضو کر لیا تو نماز فاسد ہوگی یا نہیں۔
- ۲۵۶ امام کی جگہ پر کسی نے وضو کر لیا تو نماز فاسد ہوگی یا نہیں۔
- ۲۵۷ امام کی جگہ پر کسی نے وضو کر لیا تو نماز فاسد ہوگی یا نہیں۔
- ۲۵۸ امام کی جگہ پر کسی نے وضو کر لیا تو نماز فاسد ہوگی یا نہیں۔
- ۲۵۹ امام کی جگہ پر کسی نے وضو کر لیا تو نماز فاسد ہوگی یا نہیں۔

باب مکروہات الصلوٰۃ

- ۲۹۱ نماز پڑھنے میں عرج نہیں۔ ۲۰۲
- ۲۹۱ تستون کے درمیان امام کا کھڑا ہونا مکروہ ہے۔ ۲۰۵
- ۲۹۱ امام کی جگہ مقتدیوں سے تین گزہ اونچی ہو تو کیا حکم ہے۔ ۲۰۵
- ۲۹۱ سجدہ گجائے ہوئے پانچوں کو گھٹنے سے اوپر چڑھالینا یا کہنیاں کھلی رہنے سے نماز مکروہ ہوتی ہے۔ ۲۰۶
- ۲۹۱ نماز میں ٹوپی گر جائے تو اٹھا لینا افضل ہے۔ ۲۰۷
- ۲۹۱ کسی کے واسطے امام نے قرأت یا رکوع دراز کیا تو کیا حکم ہے۔ ۲۰۸
- ۲۹۱ دھو بی بدل کر دوسرے کپڑے دے جائے تو انھیں پہن کر نماز جائز نہیں۔ ۲۰۹
- ۲۹۱ جو ٹرا بانہ کر عورتیں نماز پڑھ سکتی ہیں۔ ۲۱۰
- ۲۹۱ چادر سر سے اڑ کر نماز پڑھنی چاہئے صرف کندھے سے ہو تو نماز مکروہ ہوگی۔ نماز میں سر سے ڈھلکا کر کندھے پر آجائے تو اشارہ سے سر پر رکھ لینا چاہئے۔ ۲۱۱
- ۲۹۱ سر پر رومال یا بلا ٹوپی کے رومال بانہ کر نماز پڑھنے سے مکروہ ہوگی۔ ۲۱۲
- ۲۹۱ جبکہ نہ دخول ہو نہ منی نکلے غسل واجب نہیں تا وقتِ وغیرہ کر سکتا ہے۔ ۲۱۳
- ۲۹۱ پتلون پہنتا مکروہ اور نماز بھی مکروہ ہوگی، ٹیوں ہی گھونپنا رومال، پگڑی وغیرہ جس سے پیشانی چھپی ہو نماز مکروہ ہوگی۔ ۲۱۴
- ۲۹۱ درمیں کھڑا ہونا مکروہ ہے۔ ۲۱۵
- ۲۹۱ حجاب یا عورت میں نماز جائز ہے۔ ۲۱۶
- ۲۹۱ مزار کے روضہ کا دروازہ بند ہو تو اس کے سامنے نماز پڑھنے میں عرج نہیں۔ ۲۰۲
- ۲۹۱ قرع، واجب، سنت، مؤکدہ وغیرہ کے احکام۔ ۲۰۵
- ۲۹۱ پائیس میں تمباکو ہو تو نماز ہو جائے گی اور اگر اس میں بدبو ہو تو مکروہ ہوگی۔ ۲۰۵
- ۲۹۱ چادر وغیرہ کی گھوکی بنا کر نماز پڑھنے سے نماز مکروہ ہوگی۔ ۲۰۶
- ۲۹۱ ریشمی کپڑے مردوں کے لئے حرام ہیں اور ان میں نماز مکروہ۔ اور اگر امام ہو تو سب کی مکروہ۔ ۲۰۷
- ۲۹۱ انگریزی وضع کے کپڑے حرام اور ان میں نماز مکروہ۔ ۲۰۸
- ۲۹۱ گھنٹی کھلی رہنے سے نماز مکروہ ہوتی ہے۔ ۲۰۹
- ۲۹۱ ستاری یا دھوتی پیچھے سے بندھی ہو تو نماز مکروہ ہوگی۔ ۲۱۰
- ۲۹۱ جہاں ان کا پھٹنے کا رواج نہ ہو وہاں ان کا پہننا بھی مکروہ۔ ۲۱۱
- ۲۹۱ گتے سے نیچے تہ بند مکروہ ہے۔ ۲۱۲
- ۲۹۱ میٹھ کر نماز پڑھنا اکب جائز ہے۔ ۲۱۳
- ۲۹۱ جو تیاں سامنے رکھ کر نماز پڑھنا منع ہے، بڑے کمان رکھے جائیں۔ ۲۱۴
- ۲۹۱ وردی میں نماز مکروہ ہے ٹوٹتی دھوتی میں۔ ۲۱۵
- ۲۹۱ چشمہ لگا کر نماز پڑھائے تو کیا حکم ہے۔ ۲۱۶
- ۲۹۱ در کے متعلق مفصل بیان۔ ۲۱۷
- ۳۰۱ ○ دسالہ تیجان الصواب فی قیام الاضاحہ فی الصواب (محراب کے معانی اور اس میں کھڑے ہونے کی تحقیق) ۳۰۱

- تکروادباس کسی دفع تو ہر یاں کیلئے لکھا ہے اگرچہ وہ کام
سنت بلکہ واجب ہو۔ ۳۲۸
- متانی وجوب ترک سے نفی حرج ہے نہ کفر سے۔ ۳۲۰
- علاقہ مرثامی کے کلام میں متانی کا رفع۔ ۳۲۱
- محراب کے معنی اور اس میں قیام کے بارے میں
مصنف علیہ الرحمۃ کی تحقیق ۳۲۴
- موجودہ صورت میں محراب کی تعمیر کا آغاز ولید بن الولید
کے عہد خلافت میں حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ تعالیٰ
عنه نے فرمایا۔ ۳۲۶
- ردائے مشکل میں نماز صحیح ہے۔ ۳۵۵
- قرآن مجید قصداً خلافت ترتیب پڑھنا سنت گنا ہے
لیکن خلافت ترتیب سے نہ سجدہ سجدہ واجب ہوگا
نہ نماز کا اعادہ۔ ۳۵۷
- دلائل، چادر وغیرہ خلافت معتاد اور نہ یا نہیں کر نماز
پڑھنے سے نماز مکروہ ہوتی ہے۔ ۳۵۸
- بقیر ٹوپی کے گلوبند سر پہ باندھ کر نماز پڑھنا
خلافت سنت ہے۔ ۳۶۰
- مسجد کے اندر اور اس کے صحن دونوں میں جماعت
کرنی جائز ہے۔ ۳۶۲
- جو تے ہیں کہ نماز پڑھنے کی تحقیق (یہ جواب ہے) پورا
دستیاب نہ ہو سکا ۳۶۲
- حق، بیڑی وغیرہ کی بدبو منہ میں ہو تو نماز مکروہ
ہوگی، ایسی حالت میں مسجد میں جانا بھی حرام۔ ۳۸۳
- نماز میں کھلی معلوم ہو تو ضبط کو سے ورنہ ایک یا دو
بار کھلے اس سے زیادہ نہیں۔ ۳۸۴
- تہجد کے نیچے منگولٹ پہنا مارم میں ڈاٹ ہو یا
جیب میں روپیہ پیسہ ہو نماز صحیح ہوگی یا نہیں۔ ۳۸۴
- نکاح میں پشکا ہو تو نماز صحیح ہے۔ ۳۸۵
- شیر وانی، اگر کے وغیرہ کے من گھنڈی رنگے ہوں تو
نماز ہوتی ہے یا نہیں اس کا مفصل بیان ۳۸۵
- جہاں تصویریں ہوں وہاں نماز پڑھنے کا حکم ۳۸۷
- کس تصویر سے کراہت پیدا ہوتی ہے۔ ۳۸۷
- بچے سے نیچے ازار ہو تو نماز مکروہ ہوگی۔ ۳۸۸
- بچے سر نماز پڑھنے کا حکم ۳۸۹
- آید کریم محمد رسول اللہ والذین معہ کو من کر
مقتدی نے قصداً یا سہواً صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
کہا تو نماز کا کیا حکم ہے۔ ۳۹۰
- جو تے ہیں کہ مسجد میں جانا غلافناہ ہے۔ ادب
کی بنا عرف پر ہے۔ ۳۹۲
- کسی نے پہلی رکعت میں لا یکن الذین کفروا
اور دوسری میں سورۃ دہر پڑھی تو اس سے دو
کراہتیں پیدا ہوں گی۔ ۳۹۳
- تہجد کے حجرہ میں نماز جائز ہے۔ ۳۹۳
- جو بڑا مذہب شری مسجد میں نماز نہ پڑھتا ہو وہ غاسق
اور مردود الشہادۃ ہے۔ ۳۹۳
- مسجد کچھڑوں میں نماز مکروہ ہوگی۔ ۳۹۴
- اقام کا مہ باندھے اور مقتدی بڑا عمامہ کے ہوں تو
نماز میں کوئی غرابی نہیں۔ ۳۹۴
- نماز جنازہ پڑھانے میں جو جائے نماز ملتی ہے اس کا
کڑنا وغیرہ بنانے میں کوئی حرج نہیں نہ اس میں نماز نکلا۔ ۳۹۵

باب الوتر والنوافل

جو فرض پڑھ چکا ہے اور اسی فرض کی جماعت قائم ہوئی تو وہ بیزیت نفل شریک ہو جائے۔

نئے کپڑے یا نئے جوتے میں نفل جائز ہے جبکہ انگلیوں کے پیٹ زمین سے لگنے میں جوتے مانع نہ ہوں۔

رمضان شریف میں وتر باجماعت مسجد میں پڑھنا افضل ہے یا گھر میں تنہا، اس میں علماء کا اختلاف ہے۔

وٹرا جماعت سے پڑھی ہو تو وتر جماعت سے پڑھ سکتا ہے یا نہیں۔

تہجد سنت مستحبہ ہے اور تمام مستحب نمازوں افضل۔ تراویح و تہجد مسجد کے علاوہ تمام نوافل خواہ رات بھر یا غیر رات بھر میں پڑھنا افضل ہے۔

نفل کی جماعت تداعی کے ساتھ مکروہ ہے، کسوف وغیرہ کا بھی یہی حکم ہے۔

رمضان شریف کے اخیر جمعہ میں قضا سے عری کئے جو طریقہ اختیار کیا گیا ہے وہ غلط اور بدعت فقہیہ ہے۔

ایام ماشورہ میں نماز پڑھنا بہترین عبادت ہے۔ وتر کی نیت کس طرح کی جائے۔

طویل قیام کی وجہ سے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاسے مبارک میں درم ہونا حدیثوں سے ثابت ہے۔

عشا کی آخری نفل جیٹھ کر پڑھنا حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خصوصیت ہے۔

تہجد پڑھنے والا تراویح کے بعد وتر پڑھ سکتا ہے۔ تراویح کی کچھ رکعتیں جماعت سے چھوٹ گئی ہوں تو

ان کو وتر سے پہلے یا بعد پڑھ لے۔

جمعہ سے پہلے کی سنتیں چھوٹ جائیں تو جمعہ کے بعد وقت کے اندر پڑھ لے اور اس میں شمار ہوں گی قضا میں نہیں۔

فجر کے فرض پڑھنے اور سنتیں نہ جائیں تو سورج بلند ہونے کے بعد پڑھے اس سے پہلے نہیں۔

فجر کی جماعت ہو رہی ہے اور سنت پڑھنے کا موقع نہ ہو تو جماعت میں شریک ہونا ضروری ہے۔

نفل اور سنتیں جماعت سے پڑھنا مکروہ ہے رمضان شریف کے علاوہ وتر کی جماعت اچانا ہو جائے تو صحیح نہیں۔

تراویح، کسوف اور استسقاء کے علاوہ تمام نوافل جماعت سے جائز ہیں جبکہ تداعی کے ساتھ نہ ہو ورنہ مکروہ۔

تداعی کے معنی

صلوۃ التسبیح پڑھنے کی ترکیب اور وقت۔ تراویح یا نوافل ایک نیت سے چار رکعت،

قدہ اولیٰ میں درود شریف، اذان وغیرہ اور تیسری میں شاد پڑھنا جائز ہے۔

بالح کی نماز نابالغ کے بچے جائز نہیں خواہ نفل ہی ہو۔

نماز غنمی اور نماز چاشت ایک ہی ہے۔

شرعی معنوں میں جدت اچھی نہیں۔

تہجد کم از کم دو رکعت ہے۔

کچھ سونے کے بعد تہجد پڑھنا چاہئے۔

- صلوۃ التسلیم، وتر اور سنت فجر میں گونا گون سی
سورتیں پڑھی جائیں۔ ۴۶۶
- سنتیں پڑھنے کے بعد اور فرض پڑھنے سے پہلے باتیں کہنے
سے سنتوں کا ثواب تو کم ہو جاتا ہے مگر باطل نہیں بنتی
نہ فرض میں نقصان آتا ہے یاں سنتوں کا اعادہ بہتر
مسجد سے بغیر نماز پڑھے چلے جانا منع ہے۔ ۴۶۷
- تراویح کی دس رکعتیں ایک سلام سے پڑھنا جائز
ہے مگر مکروہ۔ ۴۶۸
- اچھا یہ ہے کہ بالفوں کی نماز نا بالفوں کے چلے صحیح
نہیں۔ ۴۶۹
- تراویح سنت مکرہہ ہے اس کو سنت عمری کہہ کر
بدعت کہنا جہالت ہے۔ ۴۷۰
- تراویح میں ایک بار پورا قرآن مجید پڑھنا سنت مکرہہ ہے
قیم قرآن کے بعد بھی تراویح پڑھتے رہنا سنت مکرہہ ہے
صرف سورۃ فاتحہ اور اخلاص سے تراویح پڑھنا بھی
جائز ہے مگر سورۃ بقل سے پڑھنا بہتر ہے جیسا کہ
عام طور پر رائج ہے۔ ۴۷۱
- تراویح میں قیم قرآن میں ایک بار پھر سے بسم اللہ
پڑھنا چاہیے۔ ۴۷۲
- آئمہ نزکیف سے تراویح جائز ہے، ہر ترویج کے بعد
دُعا مانگنا بھی جائز۔ ۴۷۳
- ایک حافظ ایک مسجد میں بارہ رکعت اور دوسری
میں آٹھ رکعت پڑھائے ایسا جائز ہے یا نہیں۔ ۴۷۴
- بلا عذر شرعی تراویح کی جماعت چھوڑنا منع ہے۔ ۴۷۵
- ایک شخص ایک جگہ میں رکعت پڑھائے اور دوسری
- جگہ بھی میں رکعت پڑھائے ایسا جائز ہے یا نہیں۔ ۴۷۶
- تشیع کا حکم ۴۷۷
- عشا کی نماز تنہا پڑھنے والا وتر کی جماعت میں شریک
نہیں ہو سکتا۔ ۴۷۸
- ایک مسجد میں دو حافظ دس دس رکعتیں تراویح
پڑھائیں اور پہلے نے جو پار سے پڑھے ہیں وہی دوسرا
بھی پڑھے ایسا جائز ہے یا نہیں۔ ۴۷۹
- عشا کی نماز تنہا پڑھنے والا تراویح کی جماعت میں شریک
ہو سکتا ہے لیکن وتر کی جماعت میں شریک نہیں
ہو سکتا۔ ۴۸۰
- قیم قرآن کے دن بیسویں رکعت میں آئمہ تامنظون
اور چند دوسری آیتیں مثلاً عا کا کا محمد وغیرہ
پڑھ کر تراویح قیم کرنے میں حرج نہیں۔ ۴۸۱
- تراویح بلا عذر شرعی چھوڑنے والا فاسق ہے جبکہ
اس کا عادی ہو۔ ۴۸۲
- قیم قرآن پر اجرت کی ایک صورت ۴۸۳
- تشیعیت مکرہہ ہے ۴۸۴
- تراویح کی ہر چار رکعت کے بعد ہاتھ اٹھا کر دُعا
مانگنے کا حکم۔ ۴۸۵
- تراویح کے متعلق ایک مشتبہ کا ازالہ ۴۸۶
- تراویح میں ہر سورہ پر چھوٹے بسم اللہ شریف پڑھنے
کا حکم۔ ۴۸۷
- تراویح پڑھنے کا ایک طریقہ ۴۸۸
- سکین کے متعلق ایک سوال ۴۸۹
- سورۃ توبہ پر اعوذ باللہ من النار ومن شر

- انکفار الخ پر حنا ہے اصل ہے بلکہ مہمات عوام سے ہے۔
- ۲۸۱۔ اطلاق و عموم سے استدلال نہ کوئی قیاس ہے نہ مجتہد سے خاص۔ ۲۹۶
- ۲۸۲۔ کتبہ ہستان کی نسبت انہ کرام اور علماء و اعلام کی طرف کرنا گستاخی اور توہین مشان ہے جس پر توبہ لازم ہے۔ ۲۹۷
- ۲۸۳۔ ایک جاہل و باہمی مفتی مصنف ضروری سوال کی تیس جہالتوں کا بیان۔ ۲۹۸
- ۲۸۴۔ قنوت فجر کے بارے میں ہمارے مشائخ کرام تصریح فرماتے ہیں کہ فسوخ ہے، ہاں محل نظر یہ ہے کہ یہاں عموم نسخ ہے یا نسخ عموم۔ ۲۹۹
- ۲۸۵۔ آیر کریریس لك من الاموشی اویتوب علیہم اویض بہم فانہم ظلموہ۔ ۳۰۰
- ۲۸۶۔ شان نزول اور اس کا معنی۔ ۳۰۱
- ۲۸۷۔ انہ کرام اہلسنت کا کوئی مسئلہ مذلت اور فی الان نہیں وہ سب حق و ہدایت اور سبیل جنت ہے۔ ۳۰۲
- ۲۸۸۔ قنوت فجر میں لفظ زعم یعنی مطلق قول اور بمعنی کلام نامحقق آیا ہے۔ ۳۰۳
- ۲۸۹۔ حدیث ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جو قنوت فجر کی نہیں سے متعلق ہے اس میں تیس راوی شدید ضعیف ہیں۔ ۳۰۴
- ۲۹۰۔ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا والد مسعود مسلمان نہیں تھا۔ ۳۰۵
- ۲۹۱۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے سے افضل اہل حق
- ۳۰۱۔ انکفار الخ پر حنا ہے اصل ہے بلکہ مہمات عوام سے ہے۔
- ۳۰۲۔ جو شخص یہ کہے کہ تراویح میں قرآن شریف سننے سے بہتر ذکر و تلاوت شریف سننا ہے ایسے کا کیا حکم و ترکی جماعت چھوڑنے والے کا کیا حکم ہے۔
- ۳۰۳۔ و ترکی تیسری رکعت میں فاتحہ کے ساتھ کوئی بھی سورت طائی جاسکتی ہے سورۃ اخلاص ہی کا ملانا ضروری نہیں۔
- ۳۰۴۔ دعائے قنوت میں سوچنے سے سجدہ سوکسب ہوتا ہے۔
- ۳۰۵۔ و تراکامسبوق اپنی قنوت شدہ نماز میں و تراکامسبوق یا نہیں۔
- ۳۰۶۔ دعائے قنوت یاد نہ ہو اور سورۃ اخلاص تین بار پڑھ لیا جائے تو نماز بزرگی یا نہیں۔
- ۳۰۷۔ ○ رسالہ اجتباب العیال عن فتاویٰ الجہال (قنوت نازل کے بیان میں)
- ۳۰۸۔ نماز فجر میں قنوت پڑھنا جائز نہیں لیکن جب کوئی قنوت یا کسی قسم کی بلا واقع ہو تو نماز فجر میں قنوت پڑھنے میں مضائقہ نہیں۔
- ۳۰۹۔ تحقیق یہی ہے کہ غنیمتوں کے وقت نماز صبح میں قنوت فسوخ نہیں۔
- ۳۱۰۔ نازل ہر سختی زمانہ کو کہتے ہیں جو لوگوں پر نازل ہو۔
- ۳۱۱۔ نکرہ چیز شرط میں واقع ہو تو عام ہوتا ہے۔
- ۳۱۲۔ طاعون و وبا اور ان کی مثل ہر بلا عام کے لئے قنوت صبح حدیثوں کے اطلاقات سے ثابت ہے۔

- پر امامت سمجھتے تھے مگر ظاہر قصاص میں عثمان رضی رضی اللہ عنہ تھے۔
- ۵۰۷ صاحب اشباہ و نہد اللہ علیہ کا وصال ہشتم رجب ۹۰ھ کو ہوا۔
- ۵۰۸ متصنف "ضروری سوال" کی طرف سے واقع ہونے والی تعصیف اغلاط۔
- ۵۱۲ متصنف "ضروری سوال" کی اغلاط ترجمہ۔
- ۵۱۵ متصنف "ضروری سوال" کی اغلاط روایت۔
- ۵۱۶ ایک روایت میں آٹھ غلطیاں ہیں۔
- ۵۱۷ شہداء بتر معونہ کو قراءت کھنے کی وجہ کیا ہے۔
- ۵۱۸ ان شہداء کو شہید کرنے کی سازش کرنے والا عامر بن طفیل کفر پر ہوا۔
- ۵۱۹ حضرت حرام بن عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قاتل اسلام لے آیا تھا۔
- ۵۲۰ متصنف "ضروری سوال" کی عوام کو فریب دہی۔
- ۵۲۱ متصنف مذکور کی اپنے ہی توبہ نامہ کی متعدد جگہ سے مخالفت۔
- ۵۲۲ متصنف مذکور کی تحریر سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ اولیٰ نمبر کی روایت اور غیر مقلدی ہے، اور یہ کہ وہ اپنی قدیم روایت پر قائم ہے۔
- ۵۲۳ خلاصہ کلام و تقریب مرام۔
- ۵۲۴ جابل کو مفتی بننا حلال نہیں، نہ اس کے فتویٰ پر اعتماد جائز۔
- ۵۲۵ فجر کی دوسری رکعت کے رکوع کے بعد دعائے قنوت یا دوسری دعائیں یا تہناتھا کر بلند آواز سے پڑھنا جائز ہے یا نہیں۔
- ۵۲۶ نماز کے علاوہ فجر میں دعائے قنوت پڑھنا مکروہ۔
- ۵۲۷ نماز میں تلاط حرم و دبا و غیرہ میں دعائے قنوت پڑھنا جائز ہے۔
- ۵۲۸ نماز نماز میں فجر میں دعائے قنوت پڑھی جائے باقی نمازوں میں نہیں۔
- ۵۲۹ قنوت نماز کے متعلق چند سوال۔
- ۵۳۰ تسبیح و ترکس طرح پوری کرے۔
- ۵۳۱ تراویح پوری ہے اور کچھ لوگ آئے جنہوں نے عشا نہیں پڑھی ہے یہ لوگ عشا کی جماعت کر سکتے ہیں، اس حکم پر ایک مشیر اور اس کا ازالہ۔
- ۵۳۲ جس نے عشا تنہا یا جماعت سے پڑھی ہو مگر تراویح پڑھانے والے امام کے پیچھے عشا نہ پڑھی ہو وہ تراویح کے امام کی اقتداء کر سکتا ہے یا نہیں۔
- ۵۳۳ وتر کی جماعت، جماعت قرض کی تابع ہے یا نہیں، اس کا مفصل بیان۔
- ۵۳۴ تراویح کی دوسری رکعت میں بیٹھا بٹھول گیا اور تیسری میں بیٹھا اور سجدہ سر کیا نماز ہوئی یا نہیں۔
- ۵۳۵ ان رکعتوں میں جو قرآن پڑھا گیا اس کا اعادہ ہے یا نہیں۔
- ۵۳۶ تراویح کی جماعت ہو رہی ہے وہاں عشاء کی جماعت کی جاسکتی ہے۔
- ۵۳۷ سر سالہ انتقاد الافوار من یم صلوٰۃ الاسواد (نماز غشیہ کے ثبوت میں)۔
- ۵۳۸ صلوٰۃ الاسواد یعنی نماز غشیہ مبارکہ، مشائخ عظام

- کا معمول اور قضائے حاجات و معمولی معاملات کے لئے عمدہ طریق مقبول ہے۔
- ۵۷۱ نماز خوشیہ سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے جس کو اکابر علما نے اپنی تصانیف میں روایت فرمایا۔
- ۵۷۱ نماز خوشیہ کی ادائیگی کا طریقہ
- ۵۷۲ نماز خوشیہ کی اجازت دینے اور اجازت لینے کا بیان شیخ وجیہ الدین علوی احمد آبادی کا تصارف اور مناقب۔
- ۵۷۲ نماز خوشیہ کی مداومت اولیاء طریقہ قادریہ کے آداب میں سے ہے۔
- ۵۷۳ مصنف بیہتہ الاسرار امام ابو الحسن فور الدین علی شطنوفی کے فضائل۔
- ۵۷۳ کتاب بیہتہ الاسرار کتاب عظیم و مشہور ہے
- ۵۷۵ اکابر کی روایات کو بے وجہ وجہ روکن جہالت یا غیبت و ضلالت ہے۔
- ۵۷۶ کسی خاص عبارت کو الحاقی ثابت کرنے کے دو طریقے ہیں۔
- ۵۷۶ شیخ ابن عربی کی تصنیف فتوحات مکیہ کے ایک نسخے کا تذکرہ جو شیخ علیہ الرحمۃ کے اپنے دستخط سے مزین ہے۔
- ۵۷۷ نماز خوشیہ کو قرآن و حدیث کے خلوت بتانا محض بہتان و افتراء ہے۔
- ۵۸۱ جن باتوں کا ذکر قرآن و حدیث میں نہ ملے وہ ہرگز ممنوع نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی معافی میں ہیں۔
- ۵۸۲ قاعدہ نفیسہ کہ قرآن و حدیث سے جس چیز کی بھلائی یا برائی ثابت ہو وہ بھلی یا بُری ہے اور جس کی نسبت کچھ ثابت نہ ہو وہ معاف و جائز و مباح ہے۔
- ۵۸۳ فعلی جواز کی دلیل ہے اور عدم فعلی کمانعت کی دلیل نہیں۔
- ۵۸۳ محبوبانِ خدا سے تو تسلط قطعاً محمود اور ہرگز مباح و توکل کے خلاف نہیں۔
- ۵۸۳ استشفاع و توسل پر متعدد احادیث و آثار عثمان بن خالد بن عمر بن عبد اللہ متروک الحدیث ہے جس سے ابن ماجہ کے سوا کتب ستر میں کہیں روایت نہیں بلکہ عثمان بن عمر بن فارس عینی بصری فقہ ہیں جو بخاری و مسلم وغیرہ تمام صحاح کے رجال سے ہیں۔
- ۵۸۸ عقبہ بن غزوہ ان رقاشی طبقہ ثالثہ سے ہیں جن کو تقریب میں بھول الحال کہا گیا جبکہ حضرت عقبہ بن غزوہ بن جابر مغربی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جلیل القدر صحابی اور بدوی ہیں جو سترہ ہجری میں شہید ہوئے۔
- ۵۹۰ نماز خوشیہ کے اضافی پر کلام
- ۵۹۲ محبوبانِ خدا کی تعظیم اہم و احیات اور اعظم قرأت سے ہے۔
- ۵۹۲ محبوبانِ خدا کے لئے جو توضیح کی جاتی ہے وہ درحقیقت خدا ہی کے لئے واضح ہے۔
- ۵۹۵ توضیح لغیر اللہ جو کہ ممنوع ہے اس کی شکل یہ ہے کہ کسی کافرا دنیا دار غنی کیلئے اُس کے سبب توضیح ہو۔

حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ احمدی میں
صحابہ کرام رضوان تعالیٰ علیہم اجمعین اور اولیاء و
علماء کا شوق و حضور۔

حضرت امام مالک جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام
کا ذکر کرتے تو رنگ بدل جاتا اور جھک جاتے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مزار مقدس پر
حاضری کے آداب۔

بوقت توسل محبوبانِ خدا کی طرف منہ کرنا چاہئے
اگرچہ قبلہ کو پیٹھ ہو جائے۔

حضرت امام شافعی اور دیگر علماء و اہل عبادات
حاجت روائی کے لئے امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ

تعالیٰ عنہ کے مزار پر حاضر ہو کر ان سے توسل کرتے
نکاتِ خاصہ کہ محبوبانِ خدا سے توسل کا مستحسن

طریقہ کیا ہے۔

روضہ اقدس پر حاضری کے وقت منہ قبلہ کی طرف
ہو یا مواجہہ شریف کی طرف، خلیفہ ابو جعفر منصور

کے سوال پر امام مالک علیہ الرحمہ کا جواب۔

سوال حاجت سے پہلے دو رکعت نماز کی تعظیم
مناسب ہے۔

خدا ہر جگہ مستمنا ہے اور ہر سبب مغفرت
فرماتا ہے مگر ارشاد یوں ہوتا ہے کہ گنہگار بندہ

تیری خدمت میں حاضر ہو کر مجھ سے عذاب بخشش کریں
علامہ متقیین و متاخرین نے آیہ کریمہ ”وَلَوْ أَنَّهُمْ

أَذْهَبُوا أَنْفُسَهُمْ جَاءُوكَ“ کو نہایت حیات و
وفات سے سیر عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں عام

اور حاضری مزار مبارک کو حاضری مجلس اقدس
کی مثل سمجھا۔

عجبو بانِ خدا کی طرف جانا اور بعد وصال ان کی قبور
کی طرف چلنا یکساں ہے۔

توسل میں توجہ باطن ضروری ہے اور ظاہر غفلت
باطن لذائذ چلنا مقرر ہوا۔

قضا سے حاجت کیلئے صلوٰۃ کن فیکون اور اس
کے بعد دعا کرنے کا طریقہ۔

نماز استسقاء میں قلبِ ردا کی حکمت
ظاہر مصلح خاطر ہوتا ہے لہذا جس امر میں جمیع

عزیمت و صدقہ امداد کا اہتمام درکار ہو اس
کے مناسب افعال و جوارح دیکھے جائیں۔

تکبیر تحریر کے وقت رخِ یدین اور شمسہ میں
انگشت شہادت سے اشارے کی حکمت۔

جہاں انسان سے کوئی تقصیر واقع ہوئی ہو عمل صالح
و ہاں سے ہٹ کر کہے۔

حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بابت دعا میں
تفادلی پر بہت نظر رکھتے تھے۔

نماز کسوف میں جنت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام
کو دربارِ قبلہ میں نظر آئی تو چند قدم آگے بڑھے۔

نماز کے افعال و احکام میں اسرار اور حکمتیں
نہاری نمازوں میں اختفاء قرأت اور لیلیٰ نمازوں

میں چہر کی حکمت۔

جمہ و عیدین میں نہایت کے باوجود حکمِ جبر
کیوں ہے؟

- نماز کسوف میں حاجت کیلئے کے باوجود حکم جہر کیوں ہے۔
- ۶۱۵ رات کو ایک نیت سے آٹھ رکعت کی اجازت اور دن کو چار سے زائد کی ممانعت کیوں ہے؟
- ۶۱۵ ہر دو رکعت پر جہر کیوں واجب ہے اور اس میں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یاد کیوں واجب ہے؟
- ۶۱۵ قرض نماز میں کچھ رکعتوں میں قرأت کیوں مٹا۔
- ۶۱۵ متفرق پر جہر کے واجب نہ ہونے کی حکمت۔
- ۶۱۵ رکوع، سجود اور قعود میں قرأت کیوں ممنوع ہے
- ۶۱۵ رکوع کے بعد قعود اور دو سجدوں کے درمیان جہر کی حکمت۔
- ۶۱۶ قنبر کے لئے بلند جگہ پر جانے اور اس عمل کی حکمت
- ۶۱۶ برکت حاجت عراق کی طرف چلنے کے لئے گیارہ قنبرا کی تخصیص کی وجہ۔
- ۶۱۶ یا بھلا نماز غوثیہ میں اصلاً کوئی عذر شرعی نہیں ہے
- ۶۱۶ عقائد و بائیس پر اطلاع پانے لوگوں کے مد کے لئے
- ۶۲۰ کن کتابوں کا مطالعہ کرنا چاہئے۔
- ۶۲۰ آسمانی مشائخ میں تجدید و احداث کی ہمیشہ اجازت ہے
- ۶۲۰ اصول تہذیب و بائیس پر شاد ولی اللہ محدث دہلوی مشرک و بدعتی قرار پاتے ہیں جو کہ سنی مجدد ہیں
- ۶۲۲ تاویلی کی ترکیب اور اس دعا کے الفاظ۔
- ۶۲۲ علماء و بائیس سے جملہ فقرہ کے طور پر ایک چمبٹا ہوا سوال۔
- ۶۲۳ ختم خواجگان، ختم مجدد العتباتی اور
- ۶۲۴ دعاء حزب البحر کے فوائد۔
- ۶۲۶ قصہ شیخ کی ترکیب
- سہ ماہی اس ہمارا اکنوار صفت صہبا
- ۶۲۳ صلوٰۃ الاسبغاد (نماز غوثیہ کے نکاح اور طریقہ)
- ۶۲۳ تصنیف علیہ الرحمہ نے مولانا شاہ محمد ابراہیم قادری مدداری کی اسناد پر انھیں نماز غوثیہ کی اجازت فرمائی۔
- ۶۲۴ نماز غوثیہ قضاء حاجات اور دفع اشرار کے لئے
- ۶۲۴ مجرب ہے۔
- ۶۲۴ تصنیف علیہ الرحمہ کا سلسلہ اجازت نماز غوثیہ
- ۶۲۵ سرکار غوث اعظم رضی اللہ عنہ تک متعلقہ پہنچتا
- ۶۲۵ نماز غوثیہ کی ترکیب اور فضیلت کے بارے میں
- ۶۲۵ سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد۔
- ۶۱۶ نماز غوثیہ میں مشائخ قادریہ کے پاؤں و طریقہ ہیں، طریقہ صغریٰ اور طریقہ کبریٰ۔
- ۶۳۸ طریقہ صغریٰ کی تفصیل اور ارشاد و غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شرح۔
- ۶۳۸ نماز غوثیہ سے قبل تازہ دھو کرنا اور صحت کرنا مستحسن ہے۔
- ۶۳۸ نماز غوثیہ کے بعد کن کلمات کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی حمد کرنی چاہئے۔
- ۶۳۹ نماز غوثیہ کے بعد درود و سلام کن الفاظ کے ساتھ پڑھا جائے۔
- ۶۴۱ حمد باری تعالیٰ اور درود و سلام کے بعد معتدل حال

- ۶۴۲ سے بغداد کی طرف گیا یہ قدم چلے۔
 مقتصد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی طرف سے بریلی شہر سے
 ۶۴۳ جہت بغداد اور جہت مدینہ منورہ کا استخراق۔
 ۶۴۴ دعا ایک پرنہ ہے اور درود شریف اس کے پرنہ۔
 ۶۴۵ جس دعا کے اول و آخر درود شریف ہو وہ رو نہیں جاتی ۶۴۹
 ابو جعفر منصور کا حضرت امام مالک سے سوال کہ
 میں قبلہ کی طرف منہ کر کے دعا مانگوں یا رسول اللہ
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف۔
 ۶۴۶ تالیف نفیضہ کو نماز غوثیہ کے بعد عراق کی طرف پہنچنے
 کے حکم میں سرکار غوث اعظم نے گیارہ عدد قدم
 اٹھانے کی تخصیص کیوں فرمائی۔
 ۶۴۷ O رسالہ وصاف الرحیم فی بسملۃ
 التلاویح (ختم تراویح میں بسم اللہ ایک بار پھر
 سے پڑھنا چاہئے)
 ۶۴۸ بسم اللہ شریف قرآن مجید کی ایک آیت ہے تو
 ختم میں ایک بار پڑھی جائے۔
 ۶۴۹ بسم اللہ شریف تراویح میں ایک بار چھ سے پڑھی جائے
 ورنہ سنت ختم ادا نہ ہوگی۔
 ۶۵۰ بسم اللہ شریف سانس قرآن مجید میں صرف ایک گیت
 ہے جو سورتوں میں فصل کے لئے اتاری گئی نہ وہ فاتحہ
 کی جز نہ ہر سورت کی تو قرآن عظیم نام ہے ایک چودہ
 سورتوں اور ایک آیت کا جو کہ بسم اللہ شریف ہے۔
 ۶۵۱ مسئلہ مذکورہ کی تحقیق میں پسندوافادات
 ۶۵۲ بسم اللہ شریف جمہور ائمہ صحابہ اہل البیت کے نزدیک
 کسی سورت کی جز نہیں۔
 ۶۵۳ کسی آیت کے چند بار تازی ہونے سے اس کا چند
 آیتیں ہونا لازم نہیں ہوتا۔
 ۶۵۴ قسم اللہ کا ہر سورت کی جز ہونا حضور علیہ الصلوٰۃ
 والسلام سے متواتر ہونا تو درکنار ثابت بھی نہیں۔
 ۶۵۵ قول جزئیت پر ادا مانے اجماع محض افتراء ہے بلکہ
 صحابہ و تابعین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا تو قدم جزئیت
 پر اجماع تھا۔
 ۶۵۶ تمام قراء کے نزدیک بسم اللہ شریف بقرہ سے تاس
 تک کسی سورت کی جز نہیں تاہم بسم اللہ کے جز فاتحہ
 ہونے میں قراء کا اختلاف ہے۔
 ۶۵۷ جزئیت بسم اللہ شریف ہر جز قلمی نہیں خود قلمی
 جزئیت منکر قطعیت ہیں۔
 ۶۵۸ ختم قرآن عظیم میں کم از کم ایک بار بسم اللہ شریف
 پڑھنے پر قراء کا اجماع ہے۔
 ۶۵۹ سورت براۃ کے سر کسی سورت کے شروع سے ابتدا
 تلاوت جو تو اتنا ہی بطل مجب علیہت پھر ہر دو سورتوں
 کے درمیان اثبات و حذف میں قراء مختلف ہیں۔
 ۶۶۰ غیر مسلمین کی قراءت میں ترکیب بطل تو قطعاً ناجی
 جزئیت ہے اور مسلمین کی قراءت میں اثبات
 بطل ہرگز مثبت جزئیت نہیں۔
 ۶۶۱ اگر مذہب عام جزئیت ہو بھی تو ہم پر ان کی
 اتباع لازم نہیں کیونکہ مذہب میں ہم ان کے مقلد نہیں۔
 ۶۶۲ ایک ہی بار بسم اللہ شریف پڑھنے کی صورت میں
 ختم قرآن ہرگز ناقص نہیں۔
 ۶۶۳ اگر بغرض غلط روایت عام جزئیت ہر سورت

دور صحابہ سے اب تک تعلیم و تدریس قرآن کا طریقہ۔	ہو بھی تو پھر بھی غم تراویح میں ہر بسملہ میں جہر کی اس قدر حاجت نہیں۔
۶۸۹ صحابہ کرام و سب دس آیتیں مع ان کے علم و عمل کے سیکھتے تھے۔	۶۸۷ قرآنہ واحد کی اتباع و عدم اتباع کی تحقیق اگر بغرض غلط جہر بھی متواتر ہو جب بھی مصابیح شریعہ یہاں اخفاء کا حکم فرماتی ہیں۔
۶۹۰ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بارہ سال اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آٹھ سال میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے سورہ بقرہ پڑھی۔	۶۸۸ تالیف قلوب کے لئے ترک اخفاء جائز ہے۔ نماز تراویح میں جہر بسملہ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے متواتر بتانا حضور پُر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر افتراء و حدیث ہے بلکہ کسی نماز میں بھی جہر بسملہ متواتر نہیں بلکہ اس کے ثبوت میں سخت زلزلہ آئمہ دین جہر کو بدعت قرار دیتے ہیں۔
۶۹۱ صحیح روایت پر مدار قراءت ہونے یا نہ ہونے کی تحقیق۔	۶۸۹ حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام اور خلفاء راشدین نماز میں بسم اللہ آہستہ پڑھتے تھے۔
۶۹۲ غلط کلام و تقریب مرام قاری عبد الرحمان پانی پتی اور گنگوہی صاحب کے باقی کلام کا رد۔	۶۸۸ آئمہ دین جہر کو بدعت قرار دیتے ہیں۔ حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام اور خلفاء راشدین نماز میں بسم اللہ آہستہ پڑھتے تھے۔
۶۹۳ قاری عبد الرحمان پانی پتی اور گنگوہی صاحب کے باقی کلام کا رد۔	۶۸۷ بسم اللہ شریف نماز میں باذان پڑھنا گنواہل کی قراءت ہے۔
۶۹۴ گنگوہی صاحب سے پانچ سوال قاری عبد الرحمان پانی پتی پر جسٹس وجہ سے رد۔	۶۸۶ ہمارے علماء نے صاف فرمادیا کہ بسم اللہ شریف کے جہو اخفاء میں امام قراءت کا اتباع بیرون نماز ہے نماز میں آہستہ ہی پڑھے۔
۶۹۵ قاری عبد الرحمان پانی پتی اور گنگوہی صاحب کے سنہین وصال۔	۶۸۵ جہو اخفاء کے بارے میں روایات قراء سب بیرون نماز کی ہیں۔
۶۹۶ قاری عبد الرحمان پانی پتی اور گنگوہی صاحب کے سنہین وصال۔	۶۸۴ قاری عبد الرحمان پانی پتی اور گنگوہی صاحب کے سنہین وصال۔

فہرست ضمنی مسائل

۶۷۸	قرآن و سورہ کی ابتداء و عدم اتباع کی تحقیق	تجوید و استراۃ
۶۷۸	بہرہ و اخفاء کے بارے میں روایات قرآن و سب	تراویح میں ہر سورہ پر چھ بسم اللہ شریف پڑھنے کا حکم۔
۶۷۸	بیرہ نماز کی ہیں۔	وتر کی تیسری رکعت میں فاتحہ کے ساتھ کوئی بھی
	امامت	سورت طائی جاسکتی ہے سورۃ اخلاص ہی طائفا
۱۱۶	حنفی کے شافعی کی اقداد میں نماز پڑھنے کی شرائط	غزوری نہیں۔
۱۱۶	امام آئیں بالجہر اور رفع یدین کرے تو حنفی اس	بسم اللہ شریف تراویح میں ایک بار جہوت پڑھی جاتے
۱۵۱	کی اقداد میں نماز پڑھ سکتا ہے یا نہیں۔	وہ سنت ختم ادا نہ ہوگی۔
۱۵۱	امام کے لئے مصیبتی ہونا اور مقتدیوں کے لئے نہ ہونا	تمام قراء کے نزدیک بسم اللہ شریف بقرۃ سے ناس
	اگر اس لئے ہے کہ دونوں میں امتیاز ہے تو برا	تک کسی سورۃ کی جو نہیں تاہم بسم اللہ کے جو فاتحہ
	ہے اور اگر امام کے اکرام کے لئے ایسا ہے تو	ہونے میں قراء کا اختلاف ہے۔
۲۱۸	ٹھیک ہے۔	ختم قرآن عظیم میں کم از کم ایک بار بسم اللہ شریف
۲۲۹	امام پر مقتدی حکم نہیں کر سکتا۔	پڑھنے پر قرار کا اجماع ہے۔
۲۲۹	امام کا وضو جاتا رہے تو کیا کرے۔	سورۃ براءۃ کے سوا کسی سورۃ کے شروع سے
	امام نے ایک انجی کو غیلنہ کیا اور اس نے دوسرے	ابتداء تلاوت ہو تو آیت الیٰہی بطلہ مج علیہ ہے پھر
۲۵۰	کو نماز درست ہوگی یا نہیں۔	بہر دو سورتوں کے درمیان اثبات و حذف میں
	احکام مسجد	قراء مختلف ہیں۔
	مسجد کا پچلا حقہ مردوں کے لئے اور چھت عمدتوں	

- ۱۹۲۔ ۲۳۱۔ کے لئے مخصوص کر دیا جائے تو جائز ہے یا نہیں۔
مسجد کے اندر اور اس کے صحن و دونوں میں جماعت
کرنی جائز ہے۔
۱۹۳۔ ۲۴۲۔ انھیں ہٹانا منع ہے۔
ایک صفت پر دو چار آدمی الگ الگ مسدود
۱۹۹۔ ۳۸۴۔ ہوگی ایسی حالت میں مسجد میں جانا بھی حرام۔
۲۹۷۔ ۲۹۲۔ جوڑتے ہیں کہ مسجد میں جانا خلاف ادب ہے۔ ادب
کی بناء عرف پر ہے۔
۲۹۸۔ ۳۹۳۔ مسجد کے حجرہ میں نماز جائز ہے۔
۲۹۸۔ ۴۵۰۔ مسجد سے بغیر نماز پڑھے چلا جانا منع ہے۔
مسجد سے بغیر نماز پڑھے چلا جانا منع ہے۔

سجود المسہو

- ۲۹۹۔ ۴۸۳۔ دعا کے وقت میں سوہ ہونے سے سجدہ سوگب
ہوتا ہے۔
۲۹۹۔ ۵۶۷۔ تراویح کی دوسری رکعت میں بیٹھا بھولی گیا اور
تیسری میں بیٹھا اور سجدہ سوگیا نماز چوٹی یا نہیں۔
۳۰۰۔ وغیرہ کر سکتا ہے۔
۳۰۱۔ حجاب یا عوزہ میں نماز جائز ہے۔
۳۱۸۔ چشمہ لگا کر نماز پڑھائے تو کیا حکم ہے۔
۳۵۵۔ دولے مشعل میں نماز صحیح ہے۔
۳۶۰۔ بغیر ٹوپی کے گلابند سر پر باندھ کر نماز پڑھنا
خلاف سنت ہے۔
۳۶۲۔ جوڑتے ہیں کہ نماز پڑھنے کی تحقیق
نماز میں کبھی معلوم ہو تو ضبط کر کے در نہ ایک یا دو
بار کھلے اس سے زیادہ نہیں۔
۳۸۴۔ ۵۱۔ تہبند کے نیچے لنگوٹ ہو یا دارھی میں ڈاٹ ہو

اجارہ

- ۳۷۲۔ ۴۷۲۔ غم قرآن پڑھنے کی ایک صورت۔
۴۷۲۔ ۴۷۲۔ لامت کی خواہش یعنی جائز ہے مگر بچنا بہتر۔

خط و اباحت

- ۳۶۲۔ ۴۷۲۔ نماز کے بعد مصافحہ کرنا جائز ہے۔
۳۸۴۔ ۵۱۔ آٹھ نو برس کا لڑکا مردوں کی صف میں کھڑا ہو سکتا
ہے جبکہ اکیلے ہو، اس کو ہٹا کر اس کی جگہ پر دوسرے
کا کھڑا ہونا منع ہے۔

- ۲۸۴ یا جب میں روپیہ چھپا ہوں نماز صحیح ہوگی یا نہیں۔
- ۲۸۵ اگر میں پشکا ہو تو نماز صحیح ہے۔
- ۲۸۶ شرابی، اگر کے وغیرہ کے من گھڑی نہ گئے ہوں تو نماز ہوتی ہے یا نہیں، اس کا مفصل بیان۔
- ۲۸۷ امام عمامہ باندھے اور معتدی بلاممامہ کے ہوں تو نماز میں کوئی خرابی نہیں۔
- ۲۸۸ نماز جنازہ پڑھانے میں جو جائز نماز ملتی ہے اس کو گناہ وغیرہ بنا سکتے ہیں کوئی حرج نہیں، نہ اس میں نماز مگر وہ۔
- ۲۸۹ بالنگ کی نماز نابالغ کے پیچھے جائز نہیں خواہ فعل ہی ہو۔
- ۲۹۰ تشبیہ کا حکم۔
- ۲۹۱ تشبیہ مکرر ہے۔
- ۲۹۲ سورۃ توبہ پر اعلو ذیالہ ص الفائد من شواکفار پڑھنا بے اصل ہے۔
- ۲۹۳ فوائد فقہیہ
- ۲۹۴ باتوں کا عذر عذر فی الضرر ہے نہ عذر للماضر
- ۲۹۵ تمہد فوت ہو جانے کے خوف سے ترک جماعت جائز نہیں۔
- ۲۹۶ تمہد کے بارے میں صرف ترخیص ہی جبکہ ترک جماعت پر ہولناک وحید ہے۔
- ۲۹۷ خوف وقت تمہد کو ترک جماعت کے لئے عذر بنانا یہودگی ہے۔
- ۲۹۸ قیل و قال وقت ختمہ کبریٰ سے نصف النہار تک ہے
- ۲۹۹ اگر کوئی شخص نویکے نماز عشاء پڑھ کر سو گیا دس
- ۳۰۰ کے اٹھ کر دو رکعتیں پڑھ لیں تو تمہد ہو گیا۔
- ۳۰۱ کسی تمہد کو مقرر کرے کہ وقت جماعت سے پہلے اسکو جگادے
- ۳۰۲ بتا دے اور کے نزدیک تمام سنی روایت تمہد سے اہم اور آگاہ ہیں۔
- ۳۰۳ جماعت پڑھنے روایت اور تمہد میں درجات کی ترتیب
- ۳۰۴ حکم جماعت کے بارے میں ہمارے امام کرام کے یہ اقوال ہیں
- ۳۰۵ فرض نہیں، فرض کفایہ، واجب عینی، واجب کفایہ،
- ۳۰۶ مسنت ترکہ، مستحب۔
- ۳۰۷ رسم المنفی
- ۳۰۸ متون شروع فتاویٰ سے حوالے دئے جاسکتے ہیں۔
- ۳۰۹ جابل کو منفی بنا سکتے ہیں، نہ اس کے قوی پر اعتبار جائز۔
- ۳۱۰ کتب و بہتان کی نسبت از کرام اور علماء اعلام کی طرف کرنا گستاخی اور توہین شان ہے جس پر توبہ لازم ہے۔
- ۳۱۱ از کرام اہلسنت کا کوئی مسئلہ ضلالت اور فی النار نہیں وہ سب حق و ہدایت اور سبیلِ حق ہے۔
- ۳۱۲ آکاہر کی روایات کو بے وجہ وجہ رد کرنا بہالت یا تحریف و ضلالت ہے۔
- ۳۱۳ نماز خوشیہ کو قرآن و حدیث کے خلاف بتانا محض بہتان و افتراء ہے۔
- ۳۱۴ جن باتوں کا ذکر قرآن و حدیث میں نہ نکلا وہ بزرگ ممنوع نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی معافی میں ہیں۔

- قاعدہ فقہیہ کہ قرآن و حدیث سے جس چیز کی بھلائی یا برائی ثابت ہو وہ بھلی یا بری ہے اور جس کی نسبت کچھ ثابت نہ ہو وہ معاف و جائز و مباح ہے۔
 محبوبانِ خدا سے توسل قطعاً محکوم اور ہرگز اختلاص توسل کے خلاف نہیں۔
- استشفاع و توسل پر متعدد احادیث و آثار نماز خوشی کے افعال پر کلام
 محبوبانِ خدا کی تعظیم اہم واجبات اور اعظم قربات سے ہے۔
- عجبوانِ خدا کے لئے جو تراضع کی جاتی ہے وہ درحقیقت خدا ہی کے لئے تراضع ہے۔
- تراضع لغیر اللہ جو کہ منوط ہے اس کی شکل یہ ہے کہ کسی کا فریاد دنیا و آخرت کے لئے اس کے سبب تراضع ہو۔
- حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اور اولیاء و علماء کا خشوع و حضور۔
- حضرت امام مالک جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ذکر کرتے تو رنگ بدل جاتا اور ہچک جاتے۔
- حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مزارِ مقدس پر ماضی کے آداب۔
- بوقت توسل محبوبانِ خدا کی طرف منکرنا چاہئے اگرچہ قبلہ کو پیش ہو جائے۔
- حضرت امام شافعی اور دیگر علماء و اہل حاجات حاجت روائی کے لئے امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ
- تعالیٰ عنہ کے مزار پر حاضر ہو کر ان سے توسل کرتے۔
 نکات غامضہ کہ محبوبانِ خدا سے توسل کا مستحسن طریقہ کیسے ہے۔
- روضہ اقدس پر ماضی کے وقت من قبلہ کی طرف ہو یا موہجہ شریف کی طرف، خلیفہ ابو جعفر منصور کے سوال پر امام مالک علیہ الرحمہ کا جواب۔
- سوال حاجت سے پہلے دو رکعت کی تعظیم مناسب ہے۔
- خدا ہر جگہ سستا ہے اور بے سبب مغفرت فرماتا ہے مگر ارشاد یوں ہوتا ہے کہ گنہ گار بنوے تیری خدمت میں حاضر ہو کر ہم سے دعائے بخشش کریں۔
- عجبوانِ خدا کی طرف جانا اور بعد وصال ان کی قبروں کی طرف چلنا یکساں ہے۔
- منظرہ و رد پر مذہبیاں**
- ایک جاہل و باہمی مفتی مصنف "ضروری سوال" کی تین جہانوں کا بیان۔
- مصنف "ضروری سوال" کی طرف سے واقع ہونے والی تعصبات و غلطی۔
- مصنف "ضروری سوال" کی غلط روایت۔
- ایک روایت میں آٹھ غلطیاں کیں۔
- مصنف "ضروری سوال" کی غلام کو فریب دہی۔
- مصنف مذکور کی اپنے ہی توبہ نامہ کی متعدد وجوہ

سے مخالفت۔

مصنف مذکور کی تحریر سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ

اول نمبر کی وجہ سے اور غیر مقلدی ہے۔ اور یہ

کہ وہ اپنی قدیم وجہ سے قائم ہے۔

حقانہ و بائبر پر اطلاع پانے اور ان کے رد کے لئے

کئی کتابیں کا مطالعہ کرنا چاہئے۔

اصول تہاسبہ و بائبر پر شاہ ولی اللہ محدث دہلوی

مشہور و بدعتی قرار پاتے ہیں جو کہ سستی موجد ہیں۔

مقلد و بائبر سے جملہ معترضہ کے طور پر ایک سو چھ کتابوں

سوال۔

قاری عبد الرحمن پانی پتی اور نگہ می صاحب کے

باقی کلام کا رد۔

نگہ می صاحب سے پانچ سوال

قاری عبد الرحمن پانی پتی پر ہمیں وجہ سے رد۔

قرآن عظیم میں رد افض کے احوالے تحریر۔

تفسیر و علوم قرآن

آیہ کریمہ لیس لك عن الامرشون او توب علیہم

اولیٰ علیہم فانہم ظالمون" کا مشابہ نزول

اور اس کا معنی۔

تعالیٰ متضرعین و متاخرین نے آیہ کریمہ و لیس

انہما ظالمون انفسہم جلد و لیس" کو زمانہ

حیات و وفات سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

میں عام اور ماضی مزل مبارک کہ حاضری مجلس

اقدس کی مثل سمجھا۔

۵۶۳ بسم اللہ شریف سارا سے قرآن مجید میں صرف ایک

آیت ہے جو سور قویٰ میں فصل کے لئے آئی گئی

نہ وہ خاکہ کی جڑ نہ ہر سورت کی، تو قرآن عظیم نام

۵۶۴ ہے ایک سو چودہ سورتوں اور ایک آیت کا جو کہ

بسم اللہ شریف ہے۔

۶۶۲ مسئلہ مذکورہ کی تحقیق میں چند افادات

۶۶۲ بسم اللہ شریف جمہور ائمہ، صحابہ اور تابعین کے

۶۶۲ نزدیک کسی سورت کی جڑ نہیں۔

کسی آیت کے چند بار نازل ہونے سے اس کا

۶۶۴ چند آیتیں ہونا لازم نہیں ہوتا۔

دو صحابہ سے اب تک تعلیم و تدیس قرآن

۶۶۹ کا طریقہ۔

قرآن مجید

حدیث مبارک "ما احدثك من خصبة" کا معنی

۴ اور مصنف کی تحقیق۔

تجدد و رسوخ و اتب کی افضلیت سے متعلق وارد

۹۵ احادیث میں تطبیق۔

حدیث ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جو قنوت فجر

۴۹۹ کی نہی سے متعلق ہے اس میں تین راوی شدید

ضعیف ہیں۔

اسماء الرجال

تجدد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا والد مسعود

۵۰۴ مسلمان نہیں تھا۔

فضائل و مناقب

تہجد سنت مستحبہ ہے اور تمام مستحب نمازوں سے افضل۔ ۲۰۰

حدیث متواتر ہے کہ تہجد اخلاص کا ثواب ملے قرآن مجید کے برابر ہے۔ ۲۰۸

حدیث مبارکہ کہ نماز عشاء یا جماعت نصف شب اور نماز فجر یا جماعت کامل شب کے قیام کے مساوی ہے۔ ۲۰۹

بریت تہجد سونے والا اگر تہجد نہ بھی پاسکے تو ثواب تہجد پاتا ہے اور اس کی نیند اللہ تعالیٰ کی طرف سے عہدہ ہے۔ ۸۳

فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد کہ مجھے جماعت صبح میں حاضر ہونا تمام شب کی نماز سے زیادہ محبوب ہے۔ ۸۴

تہجد عبادت صالحین ہے اور اللہ تعالیٰ کے قریب کرنے والا اور برائیوں کا کفار ہے۔ ۸۵

شیخ وجیہ الدین علوی احمد آبادی کا تعارف اور مناقب۔ ۵۱۸

مصنف بیچہ الاسرار امام ابو الحسن نور الدین علی شہنشاہی کے فضائل۔ ۵۴۲

کتابہ بیچہ الاسرار کتاب عظیم و مشہور ہے۔ ۵۴۵

نماز خوشیہ قضاء حاجات اور دفع اشرار کے لئے محبوب ہے۔ ۶۲۲

عثمان بن خالد بن عمر بن عبد اللہ مہرک الحدیث ہے جس سے ابن ماجہ کے سوا کتب سستہ میں کیسی روایت نہیں جبکہ عثمان بن عمر بن فارس عینی بصری ثقہ ہیں جو بخاری و مسلم و غیرہ تمام صحاح کے رجال سے ہیں۔

عتقہ بن غزوہ ای رقاشی طبقہ ثانی سے ہیں جن کو قریب میں جہول الحال کہا گیا جبکہ حضرت عتبہ بن غزوہ ان ہی جابر مغزی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جلیل القدر صحابی اور ہمدانی ہیں جو سترہ ہجری میں شہید ہوئے۔ ۵۹۰

تاریخ و تذکرہ

توجد و صورت میں محراب کی تعمیر کا آغاز و لیسہ بن عبد الملک کے عہد خلافت میں حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔

صاحب اشباہ رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہشتمہ جب ۹۷۰ ہجری کو ہوا۔

شہداء بزم معونہ کو شہید کرنے کی سازش کرنے والا ناصر بن طفیل کفر پر ہوا۔

حضر حرام بن طعان رضی اللہ عنہ کا قاتل اسلام لے آیا تھا شیخ ابن عربی کی تصنیف "فوتحات مکہ" کے ایک نسخے کا تذکرہ جو شیخ علیہ الرحمہ کے اپنے دستخط سے تریں ہے۔ ۵۷۷

مصنف علیہ الرحمہ کا سلسلہ اجازت نماز خوشیہ حکمران غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک متصل پہنچا ہے بقض اللہ مجتہدین اور قراء کے سنیین وصال۔ ۱۰۵

نماز خوشیہ کی ترکیب اور فضیلت کے بارے میں

مرکز انوار غوث اعظم رضی اللہ عنہ کا ارشاد

فوائد اصولیہ

3

۶۳۷ قسم اللہ کا ہر سوت کی جڑ ہونا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے متواتر ہونا تو دور کا رشتہ ثابت بھی نہیں۔

۶۶۲

۶۹ قولی جڑیت پر ادعا کے اجماع محض اقرار ہے بلکہ صحابہ و تابعین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا تو

۶۶۵

۶۹ عدم جڑیت پر اجماع تھا۔

۶۶۸

۸۲ جڑیت بسم اللہ شریف ہرگز قطعی نہیں خود قاضی جڑیت منکر قطعیت ہیں۔

۶۶۹

۸۷ خیر مسلمین کی قرأت میں ترک بسم اللہ تو قطعاً ناجی جڑیت ہے اور مسلمین کی قرأت میں

۶۷۱

۹۱ اثبات بسم ہرگز مثبت جڑیت نہیں۔

۶۹۲

۱۰۰ تا لیس قلوب کے لئے ترک افضل جائز ہے۔
۱۱۰ نسبت روایت پر مد قرأت ہونے یا نہ ہونے کی تحقیق۔

سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم

۶۹۳

۲۳۰ حضور و رسول اللہ تعالیٰ علیہ وسلم باہر دعا میں

۶۹۹

۲۹۲ تفاوت پر بہت نظر رکھتے تھے۔

۶۱۳

۴۹۶ نماز کسوف میں جنت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیوار قبلہ میں نظر آئی تو چند قدم آگے بڑھے۔

تصوف و اخلاق

۶۹۹

۴۹۹ قول اور غفلت کی نیند کا علاج یہ ہے کہ تکیہ نہ رکھے، کھانے کے فوراً بعد نہ سوئے، سوتے وقت دل کو جماعت سے خوب متعلق کرے اور

۵۸۳

۵۸۳ قوت فجر کے بارے میں ہمارے مشائخ کرام تصریح فرماتے ہیں کہ منسوخ ہے، یاں محل نظر یہ ہے کہ یہاں غم منسوخ ہے یا نسخ عموم۔
۵۸۳ فعل چار کی دلیل ہے اور عدم فعل جماعت کی دلیل نہیں۔

۶۹ قدر ساقط و جب جماعت ہے نہ کہ ساقط بولے۔
کسی شے کے حقیقتاً ہونے اور نہ ہونے میں بہت فرق ہے۔

۸۲ آئندہ کسی سنت کے فوت ہو جانے کے خوف سے فی الحال کسی سنت کا ترک ناجائز ہے۔

۸۷ تشہد و جماعت میں تعارض نہیں لہذا اللہ میں سے کوئی بھی دوسرے کی توفیق کا داعی نہیں۔

۹۱ جماعت اولیٰ پر تشہد کی ترجیح باطل محض ہے کیونکہ مستحب واجب کے برابر نہیں ہو سکتا۔

۱۰۰ ترک لوہیت میں حکم کراہت نہیں۔
۱۱۰ سنییت و وجوب کیسے ثابت ہوتے ہیں

مطلق منطقی اور مطلق اصولی کی تعریف اور ان میں فسر۔

۲۳۰ منافی وجوب ترک سے نفی حرج ہے نہ کہ فعل ہے۔
۲۹۲ نگوہیز شرط میں واقع ہو تو عام ہوتا ہے۔

۴۹۶ اطلاق و عموم سے استدلال نہ کوئی قیاس سے نہ مجتہد سے خاص۔

۴۹۹ قوت فجر کے بارے میں ہمارے مشائخ کرام تصریح فرماتے ہیں کہ منسوخ ہے، یاں محل نظر یہ ہے کہ یہاں غم منسوخ ہے یا نسخ عموم۔

۵۸۳ فعل چار کی دلیل ہے اور عدم فعل جماعت کی دلیل نہیں۔

- کھانا تھوڑا کھائے۔
 ۹۲۶ تسوے وقت اللہ تعالیٰ سے توفیق جماعت کی دعا کیے
 اور اس پر چھ توکل کرے۔
 ۹۲۷ صلوٰۃ الاسرار میں نماز غوثیہ مبارک نماز، مشائخ عظام
 کا معمول اور قضاے حاجات و حصول مراد است
 کے لئے عمدہ طریق مقبول ہے۔
 ۹۲۸ نماز غوثیہ کی اجازت دینے اور لینے کا بیان
 نماز غوثیہ کی طاعت اولیاء طریقہ قادریہ کے آداب
 میں سے ہے۔
 ۵۰۱ توسل میں توبہ باطن ضروری ہے اور ظاہر عنوان
 باطن لہذا یہ چلنا مقرر ہوا۔
 ۵۰۲ قضاے حاجت کے لئے صلوٰۃ کئی شکوہ اور اس
 کے بعد دعا کرنے کا طریقہ۔
 ۹۰۴ ظاہر مصلح خاطر ہوتا ہے لہذا جس امر میں جمع طریقت
 صدق ارادت کا اہتمام درکار ہو اس کے مناسب
 افعال و جوارح رکھے جائیں۔
 ۵۱۰ جہاں انسانی سے کوئی تفسیر واقع ہوتی ہو عمل صالح
 وہاں سے بہت کرے۔
 ۹۰۹ توبہ کے لئے بلند جگہ پر جانا چاہئے اور اس عمل
 کی حکمت۔
 ۹۱۶ اقبال مشائخ میں تجدید و احداث کی ہمیشہ
 اہانت ہے۔
 ۹۱۵ تادعلیٰ کی ترکیب اور اس دعا کے الفاظ
 ختم خواجگان بخت جمہد العت ثانی اور دعاء
 حزب البحر کے فوائد۔
 ۹۱۴
- تصویر شیخ کی ترکیب
 نماز غوثیہ قضاے حاجات اور دفع اشرار کے لئے
 مجرب ہے۔
 ۹۲۲ نماز غوثیہ میں مشائخ قادریہ کے ہاں دو طریقے
 ہیں، طریقہ صغریٰ اور طریقہ کبریٰ۔
 ۹۳۸ لغت
 ۵۰۱ قنورہ عرب میں لفظ زلم بمعنی مطلق قول اور
 بمعنی کلام نامعقوب آیا ہے۔
 ۵۰۲ ریاضی
 ۹۰۴ تصنیف اللہ تعالیٰ علیہ کی طرف سے بریلی شہر
 سے بہت بلند اور بہت عظیم منورہ کا استخراج
 ۹۲۲ متفرقات
 ۹۰۸ شہداء بر مہموز کو قرار کئے کی وجہ کیا ہے
 کسی خاص حیثیت کو الحاقی ثابت کرنے کے دو طریقے ہیں
 ۵۰۶ نماز استسقاء میں قلب و روا کی حکمت
 ۹۰۹ تکبیر تحریر کے وقت رفع یدین اور تشہد میں انگشت
 شہادت سے اشارہ کی حکمت۔
 ۹۱۶ نماز کے افعال و احکام میں اسرار اور حکمتیں
 ۹۱۵ نمازی نمازوں میں اخفاء قرائت اور ٹیل نمازوں
 میں جہر کی حکمت۔
 ۹۱۵ تجمہ و عمیدین میں نہایت کے باوجود حکم جہر
 کیوں ہے۔
 ۹۱۵

۶۱۵	متنفر پر چہرہ کے واجب نہ ہونے کی حکمت	۶۱۵	نماز رکعت میں جماعت کشی کے باوجود حکم اخصار کیوں ہے۔
۶۱۵	رکوع، سجود اور قعود میں قراعت کیوں متروک ہے۔	۶۱۵	رکعت کی ایک نیت سے آٹھ رکعت کی اجازت اور دلی کو چار سے زائد کی ممانعت کیوں ہے۔
۶۱۵	رکوع کے بعد قمر اور دو سجودوں کے درمیان جلسہ کی حکمت۔	۶۱۵	ہر دو رکعت پر جلسہ کیوں واجب ہے اور اس میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یاد کیوں واجب ہے؟
۶۱۶	تلفیظ نطقہ کہ نماز غوثیہ کے بعد عراق کی طرف چلنے کے حکم میں سرکار غوث اعظم نے گیارہ عدد قدم اٹھانے کی تخصیص کیوں فرمائی۔	۶۱۵	فرض نماز میں پچھلی رکعتوں میں قراعت کیوں معاف۔
۶۵۲			

بابُ الجِماعَةِ (جماعت کا بیان)

مسئلہ ۸۲۶ از میر محمد خیر نگر دروازہ خیر نگر دروازہ کا صحن عراب کے ہر دو
|| رمضان المبارک ۱۳۳۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس صورت میں کہ مسجد خیر نگر دروازہ کا صحن عراب کے ہر دو
جانب میں مساوی نہیں ہے بلکہ دستِ راست کی جانب ۱۱ فٹ بڑھا ہوا ہے گرمی ہر سات وغیرہ میں جب نماز
صحن مسجد میں پڑھی جاتی ہے تو جماعت اس سرے سے اُس سرے تک قائم ہوتی ہے جو عراب کی نسبت سے اُنیں
جانب ۱۱ فٹ متجاوز ہوتی ہے جس کا ایک خاکہ بھی مرسلہ خدمت سے اب دریافت طلب یہ ہے کہ جب صحن مسجد
میں جماعت قائم ہو جائے تو امام کو رعایت وسط صحن کی لازم ہے یا محاذات عراب ضروری ہے منوالہ تو جردا۔
الجواب

امام کے لئے سنت متواترہ کہ زمانہ اقدس رسالت سے اب تک معہود ہے وسط مسجد میں قیام ہے کہ صحن
پوری ہو تو امام وسط صحن میں ہو اور یہی جگہ عراب حقیقی و متواترہ ہے، عراب صوری کہ طاق نما ایک خط وسط دیوار
قبلہ میں بنانا حادث ہے اُسی عراب حقیقی کی علامت ہے یہ علامت اگر غلطی سے غیر وسط میں بنائی جائے اس کا
اتباع نہ ہوگا مگر مراعات تو وسط ضروری ہوگی کہ اتباع سنت و امتثال ارشاد حدیث تو سطوا
الامامہ (امام درمیان میں کھڑا ہو۔ ت) ہو، جس مسجد میں مسافت قصور ہو وہاں یہ عراب صوری ہوتی ہی
نہیں جیسے افضل المساجد مسجد الحرام شریف اور اس میں ہر مسجد کا صحن داخل ہے کہ باختلاف موسم مسجد متقل ہے
فقہائے کرام درجہ مسقفہ کو مسجد شتوی کہتے ہیں اور غیر مسقف کو مسجد صیفی جب ان کے وسط مطابق نہ ہوں تو
ہر مسجد کے لئے اس کا اپنا وسط معتبر ہے پس صورت مستفسرہ میں جبکہ مسجد صیفی مسجد شتوی سے سولہ فٹ جانب
راست زائد ہے تو امام عراب صوری اندرونی کی محاذات سے آٹھ فٹ جانب راست ہٹ کر صحن میں کھڑا ہو

کہ اس مسجد کی محراب میں قیام حاصل ہو۔ در مختار میں ہے :
یصفیٰ اکامہ ووقف وسطاً (امام صفت بنوائے اور درمیان میں کھڑا ہو۔ ت)
درایہ شرح ہدایہ میں ہے :

السنة ان يقوم الامام اشراف وسط الصف
الاترى ان المحارب ما نصبت الا وسط
المسجد وحي قد عينت لمقام الامام
مبسوط۔
سنت یہ ہے کہ امام صفت کے محاذی درمیان میں کھڑا
ہو کیا تم نے ملاحظہ نہیں کیا تمام محراب میں مساجد کے
وسط میں بنائی گئی ہیں اور وہ منقلم امام کا تعین
کوری ہیں، بسوط۔ (ت)

امام کو خواہر زادہ میں ہے :

لوقام في احد جانبي الصف يكثر ولو كانت
المسجد العسفي بجانب الشقوى وامثلاً
المسجد يقوم الامام في جانب المخطط
ليستوى القوم من جانبيه الا اثره شـ
والله تعالى اعلم۔

مسئلہ ۸۴ ازادہ نگلہ ڈاک خانہ چھپرو ضلع آگرہ مستولہ مرسلہ محمد صادق علی خاں صاحب

رمضان شریف ۱۳۴۰ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسجد کے باہر درمیں جو مشرق کی جانب ہوتا ہے اُس میں
”تہا امام کو کھڑے ہو کر نماز پڑھانی کیسی چاہا اکثر مساجد میں باہر کا صحن اندک کے صحن سے بہت نیچا ہوتا ہے
بیٹواتوجروا۔

الجواب

امام کو درمیں کھڑا ہونا مکروہ ہے۔

فی رد المحتار عن معراج الدراية عن رد المحتار میں معراج الدایہ کے حوالے سے ہے کہ

۸۳/۱	مطبوعہ مطبع مجتہدین دہلی	باب الامامہ	لہ در مختار
۲۲۰/۱	مطبوعہ مطبع البانی مصر	بحوالہ معراج الدراية	لہ رد المحتار
"	"	"	لہ "

سیدنا الامام الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 عنہ انی اکبرہ للامام است یقومہ مبین
 سیدنا امام عظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا
 میں اس بات کو مکروہ جانتا ہوں کہ امام دو مستوفیوں
 کے درمیان کھڑا ہو۔ (ت)

پھر امام و مقتدیوں کا درجہ پہلا ہوتا کہ امام درجہ مستفیت میں ہے اور سب مقتدی صحن میں، یہ دوسری کراہت
 ہے حکما فی جامع الرموز (جیسا کہ جامع الرموز میں ہے۔ ت) پھر اگر در کی کسی صحن سے بقدر
 اقیانوس بلند ہوئی تو یہ تیسری کراہت ہے حکما فی الدر المختار و التفضیل فی فتاویٰ (جیسا کہ
 در مختار میں ہے اور اس کی تفصیل ہمارے فتاویٰ میں ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔
 مسئلہ از دعا کرنا گناہ ۱۶ ذی الحجہ ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ طالب علم پر جو طلب علم دین کرتا ہے جماعت نماز پڑھنا واجب
 ہے یا نہیں بہینہ اتوجہروا

الجواب

علمائے طالب و مشتغل علم کو احیاناً ترک جماعت میں معذور رکھا ہے بچہ شراطاً، اسی کا اشتغال خاص
 علم فقہ سے ہو کہ مقصد اصلی ہے نہ خود صحت و لغت و معانی و بیان و ہدایت و غیرہ اگرچہ بوجہ آلیت داخل علم دین ہیں
 اور وہ اشتغال بدرجہ استغراق جو جس کے سبب غمت نہ پائے نہ یہ کہ اشتغال فقہ کا بہانہ کر کے جماعت ترک
 کرے اور اپنا وقت بطلات و فضولیات میں گزارے جیسا کہ بہت طلبائے زاد کا انداز ہے یا حالت ایسی ہو
 کہ کسی وقت اہتمام جماعت کے سبب اس کے کام میں عرج واقع ہو جس کا بند و بست نہ کر سکے نہ دوسرا وقت اس کا
 بدل سکتا ہو مثلاً ایک مجمع طلبہ کے ساتھ فقہ کا درس رکھتا ہے اگر اس جماعت کو جاسے یہ جماعت نہ پاسکے پھر
 بائیں ہو کہ کل نفس کے لئے اس مسئلہ کو حیلہ بنا کر ترک جماعت پر مدامت نہ کرے بلکہ احیاناً واقع ہو ورنہ معذور
 نہ ہوگا بلکہ مستحق تعزیر ٹھہرے گا، در مختار میں دوبارہ اہزار ترک جماعت لکھا

کذا اشتغاله بالفقہ لا یغیرہ کذا اجزم
 بد الباقی تبعا للیہنسی ای الا اذا واطلب
 اسی طرح جو طالب علم فقہ میں مشغول ہو نہ کسی دوسرے فن میں
 اس پر بہنسی کی اتباع میں باقائی نے جزم کیا مگر

۴۷۸/۱	مطبوعہ مصطفیٰ الباب فی مصر	باب ما یفسد الصلوۃ الخ	رد المحتار
۱۹۴/۱	مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران	فصل ~ ~	جامع الرموز
۹۲/۱	مطبع مجتبائی دہلی	باب ~ ~	در مختار

تکاسلا فلا یعذر ویلعذر۔

اس صورت میں جیٹ سستی کی وجہ سے دوام اختیار کرے تو وہ معذور نہ ہوگا اور اس پر تعزیر ہوگی۔ (ت)

نور الایضاح و مرآۃ الفلاح میں ہے،

(و تکرار فقہ) لا نحو و لفقة (بجماعة فتوتہ) ولہرید او مرعل ترکھا۔

(اور تکرار فقہ) نہ کہ نحو و لفقت کا (جماعت کے ساتھ جو فتوے برہائے) اور نہ جماعت کے ترک پر دوام اختیار کرنے والا ہو۔ (ت)

فقہ کے لفظ یہ ہیں،

من لا یحضرہا لاستغراق اوقاتہ فی تکریر الفقہ

جو عیس اوقات میں تکرار فقہ کی وجہ سے حاضر جماعت نہیں ہو سکتا (ت)

علامہ شامی نے فرمایا،

ثم اشتغال لا بغیر الفقہ فی بعض من الاوقات عدل معتبر۔ واللہ تعالیٰ اعلم

بعض اوقات میں اشتغال جو فقہ کے علاوہ میں ہو معتبر عدل نہیں ہے۔ (ت)

۸۲۹ھ از پرنسہ عظیم آباد مرسلہ جناب مرزا نظام قادر جگہ سائب ۲۶ ذی الحجہ ۱۳۰۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر صنف اول کے مقتدی امام کے ایسے متصل کھڑے ہوں کہ ان کے پیچھے امام کی ایڑی کے برابر ہوں یا ایک بالشت امام کی ایڑی سے پیچھے ہوں اس غرض سے کہ دوسری صنف بھی مسجد کے اندر ہو جائے حالانکہ صحن میں بگڑے ہوئے اور صنف اول کا کوئی مقتدی امام کے پیچھے نہ ہو اس صورت میں کراہت ہوگی یا نہیں؟ اگر ہوگی تو کیسی کراہت ہوگی؟ بینوا متوجروا

الجواب

صورت مستفسرہ میں بیشک کراہت تحریمی ہوگی اور ایسے امر کے ترکب آثم و گنہگار کہ امام کا صنف پر مقدم ہونا سنت و ائمہ ہے جس پر حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمیشہ مخالفت فرمائی اور مخالفت و انکرا وکیل و جوب ہے اور ترک واجب و مکروہ تحریمی اور مکروہ تحریمی کا ارتکاب گناہ۔ ہم محسن علی الاطلاق فتح القدیر میں فرماتے ہیں،

سنہ در مختار	باب الامارۃ	مطبوعہ مطبعہ مجتہدانی دہلی	۸۲/۱
سنہ مرآۃ الفلاح مع حاشیۃ الطحاوی	باب الامارۃ	مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی	ص ۱۶۳
سنہ رد المحتار بحوالہ القیصر	"	مصحف ابیانی مصر	۴۱۱/۱
سنہ رد المحتار	باب الامارۃ	مطبوعہ مصطفیٰ ابیانی مصر	۴۱۲/۱

ترك التقدم لاصحاب الرجال محرم وكن اصورح
 الشارح وسماه في الكافي مكرها وهو الحق
 اى كراهة تحريم لان مقتضى الواظبة
 على التقدم منه عليه الصلاة والسلام
 بلا ترك الوجوب فلقد مه كراهة التحريم
 مردوں کے امام کے لئے تقدم کا ترک حرام ہے۔ شارح
 نے بھی اسی کی تصریح کی ہے، کافی میں اسے مکروہ کا
 نام دیا اور یہی حق ہے اور مکروہ سے مراد مکروہ تحریمی
 ہے کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ہمیشہ آگے
 کھڑا ہونا وہ اسے کبھی ترک نہ کرنا وجوب پر دلالت کرتا
 ہے اور وجوب کا ترک کراہت تحریمی ہوتا ہے (مت)

مقتضى فعله صلى الله تعالى عليه وسلم
 التقدم على الكثير من غير ترك الوجوب
 مقتدی کثیر ہونے کی صورت میں حضور علیہ السلام کا
 ہمیشہ آگے کھڑا ہونا اور کبھی ترک نہ فرمانا وجوب کا
 قضا کرنا ہے۔ (ت)

بجرائی میں ہے :
 التقدم واجب على الامة للمواظبة من
 النبي صلى الله تعالى عليه وسلم وترك
 الواجب موجب لكراهة التحريم مقتضية
 للاشم
 امام کا تقدم ہونا واجب ہے کیونکہ اس پر نبی اکرم
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مواظبت فرمائی اور
 واجب کا ترک کراہت تحریمی کا موجب ہے چنانچہ
 مقتضی ہے (ت)

اقول وبالله التوفيق ظاهر ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ تقدم ہمیشہ یونہی تھا کہ
 صفت کے لئے پوری جگہ عطا فرماتے نہ وہ ناقص و قاصر تقدم جو سوال میں مذکور ہوا۔ دلیل واضح اس پر یہ ہے
 کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تکمیل صفت کا نہایت اتمام فرماتے اور اس میں کسی جگہ فرج چھوڑنے کو
 سخت ناپسند فرماتے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو ارشاد ہوتا،

اقیموا صفو فکونوا قاصداً فی انما مکم من
 ویراء ظہری انخرجه البخاری والنسائی
 اپنی صفیں سیدھی کرو اور ایک دوسرے سے خوب
 مل کر کھڑے ہو کہ بیشک میں تمہیں اپنی پیٹھ کے پیچھے سے

سنة في القدير باب العامة مطبوع مكتبة نورية رضوية سکر ۳۰۹/۱

سنة ~ باب العامة ~ ۳۰۹/۱

سنة بجزرائی ~ باب الزايق المنكب بالمنكب الزايق ام سعيد کنبی کراچی ۳۵۱/۱

سنة صحیح البخاری باب الزايق المنكب بالمنكب الزايق قديمی کتب خانہ کراچی ۱۰۰/۱

سنن النسائي احث الامام على رص الصفوف والمقدرة جينها مطبوع مكتبة سلفية بور ۹۳/۱

عن انس بن مالك رضي الله تعالى عنه و
مسلم بلفظ اتصوا بالصوف قافي اسرا سكو
خلعت ظهوري.

دیکھتا ہوں۔ اسے بخاری اور نسائی نے حضرت انس
بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ اور
مسلم شریعت میں ان الفاظ سے ہے، اپنی صفیں نکل
کر دیکھو کہ میں اپنی پشت کے پیچھے بھی دیکھتا ہوں۔

دوسری حدیث میں ہے،

سدوا للخل فان الشيطان يدخل فيكما
بيدكم بمنزلة الخذف يه سوا الامام احمد
عن امامة اله اهل رضي الله تعالى عنه.

یعنی صفت چھد دی نہ رکھو کہ شیطان بھیڑ کے پچھے
کی وضع پر اس چھوٹی ہوئی جگہ میں داخل ہوتا ہے۔
اسے امام احمد نے حضرت ابوالمار باہلی رضی اللہ تعالیٰ
عنہ سے روایت کیا ہے۔

اور یہ مضمون حدیث انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بالفاظ عدیدہ مروی ہوا امام احمد بسند صحیح ان سے راوی سید عالم
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں،

سوا الصوف فان الشياطين تقوم في
الخلل يه

یعنی صفیں خوب گھنی رکھو جیسے رانگ سے درزیں
بھجھ دیتے ہیں کہ فرج رہتا ہے تو اس میں شیطان کھڑا
ہوتا ہے۔

نسائی کی روایات میں ہے،

سوا صوف فكم وقار وما بينهما و حاذوا بالاعتاق
فوالذي نفس محمد بيده كافي لامرئ
الشياطين تدخل من خلل الصوف كانهما
الخذف يه

اپنی صفیں خوب گھنی اور پاس پاس کرو اور گردنیں
ایک سیدھ میں رکھو کہ قسم اس کی جس کے ہاتھ میں
محمد کی باری ہے بیشک میں شیاطین کو رخنہ صوف
میں داخل ہوتے دیکھتا ہوں گویا وہ بھیڑ کے
پچھے ہیں۔

۱۸۲/۱	مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی	باب تسوية الصوف الخ	سید محمد مسلم
۲۶۲/۵	دار الفکر بیروت	حدیث ابی امامہ الباہلی رضی اللہ عنہ	سید محمد احمد بن حنبل
۱۵۴/۳	"	از مسند انس رضی اللہ عنہ	"
۹۳/۱	مکتبہ سلطانیہ لاہور	حدث الامام علي رضي الصوف الخ	سید سنن النسائی

ابوداؤد الطیالسی کی روایت میں یوں ہے ،
 اَقْبَمُوا صَفْوَكُمْ وَتَرَاهُمَا فَوَالَّذِي نَفْسِي
 بِيَدِهِ اَنْ لَّا يَدْرِيَ الشَّيَاطِينُ بَيْنَ صَفْوِكُمْ
 كَانَهَا غَمَّ عَصْرِي

اپنی صفیں سیدھی کرو اور ایک دوسرے سے خوب
 مل کر کھڑے ہو قسم ہے اس کی جس کے ہاتھ میں میری
 جان ہے بیشک میں شیاطین کو تمہاری صفوں میں
 دیکھتا ہوں گویا وہ بکریاں ہیں جھکے رنگ کی ۔

فائدہ : بیٹھ بکری کے چھوٹے چھوٹے بچوں کو اکثر دیکھا ہے کہ جہاں چند آدمی کھڑے دیکھے اور دو شخصوں کے
 بیچ میں کچھ فاصلہ پایا وہ اس فرقہ میں داخل ہو کر دوسرے اوپر چلے گئے ہیں یوں ہی شیطان جب صف میں جگہ خالی
 پاتا ہے وہیں میں دوسرے ڈالنے کو آگھستتا ہے اور جھکے رنگ کی تفصیص شاید اس لئے ہے کہ حجاز کی بکریاں اکثر اسی
 رنگ کی ہیں یا شیاطین اس وقت اسی شکل پر متشکل ہوتے ۔ چوتھی حدیث میں اس تاکید شدید سے ارشاد فرمایا :

اَقْبَمُوا الصَّفْوَةَ فَانَّمَا تَصِفُونَ بَعْضُكُمْ
 الْمَلَائِكَةَ وَحَاضِرًا بَيْنَ الْمَلَائِكَةِ وَسَدِّدًا الْخَلْلَ
 وَلَيَنْتَوِي فِي أَيْدِي أَخْوَانِكُمْ وَلَا تَذَرُوا فُرُجَاتٍ
 لِلشَّيَاطِينِ وَمَنْ وَعَلَ صَفًّا وَصَلَهُ اللَّهُ وَمَنْ
 قَطَعَ صَفًّا قَطَعَهُ اللَّهُ ۔ رواه الامام احمد و
 ابوداؤد والطبرانی في الكبير والحاكم و
 ابن عزيمة وصحاح ابن عمر رضي الله
 تعالى عنهم وعند النسائي والحاكم عنه بسند
 صحيح الفصل الاخير اخيرا حق من قوله
 من وصل الله الحديث ۔

یعنی صفیں درست کرو کہ تمہیں تو ملائکہ کی سی صف بندی
 چاہئے اور اپنے شانے سب ایک سیدھے میں رکھو
 اور صف کے رخنے بند کرو اور مسلمانوں کے ہاتھوں میں
 نرم ہو جاؤ اور صف میں شیطان کے لئے کھڑکیاں
 نہ چھوڑو اور جو صف کو وصل کرے اللہ اسے وصل
 کرے اور جو صف قطع کرے اللہ اسے قطع کرے ۔
 اسے امام احمد ابوداؤد ، طبرانی نے المعجم الکبیر میں ، حاکم
 اور ابن خزیمہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے
 روایت کیا اور ان دونوں نے اسے صحیح قرار دیا ۔ نسائی
 اور حاکم نے انہی سے سند صحیح کے ساتھ آخری جملہ
 من وصل صفا کو فصل کر کے روایت کیا ہے الحدیث ۔

۲۸۲	ص	مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت	۲۱۰۴	سند ابوداؤد الطیالسی حدیث
۹۴/۱		آفتاب عالم پریس لاہور		سنن ابوداؤد باب تسویۃ الصفوف
۹۸/۲		دار الفکر بیروت		مسند احمد بن حنبل از مسند عبد اللہ بن عمر
۲۱۳/۱		" " "		سنن المستدرک علی الصحیحین کتاب الصلوۃ من وصل صفا
۹۴/۱		مطبوعہ مکتبہ سلفیہ لاہور		سنن النسائی کتاب الامامة " " "

عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ کوئی حرمت نہ رہی۔ اسے وحی نے حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے۔

یہ بھی اگر صفت دوم میں کوئی شخص نیت باندھ چکا اس کے بعد اسے صفت اول کا رخصہ نظر آیا تو اجازت ہے کہ عین نماز کی حالت میں پہلے اور جا کر رخصہ بند کر دے کہ یہ مشی قلیل حکم شرع کے احتمال کو واقع ہوتی۔ ہاں دو صفت کے فاصلہ سے نہ جائے کہ مشی کثیر ہو جائے گی۔ علامہ ابن امیر الحاج علیہ میں ذخیرہ سے ناقل،

ان كان في الصف الثاني فرأى فرجة في الاول فمشى اليها لم تفسد صلاته لانه ما مورب بالمراصة قال عليه الصلاة والسلام تراصوا في الصلوة ولو كان في الصف الثالث تفسد

صفتوں میں غریب مل کر کھڑا ہو کر۔ اور اگر نمازی تیسری صفت میں تھا تو اب نماز فاسد ہو جائے گی (ت) علامہ ابن عابدین رد المحتار میں فرماتے ہیں،

ظاهر التعليل بما مر انه يطلب منه المشي اليها تامل به

شہر اقول، واللہ التوفيق یہ احکام فقہ و حدیث باعلیٰ مذاہبنا دی کو وصل صفوف اور ان کی رخصہ بندی اہم ضروریات سے ہے اور ترک فرجہ منوع و ناجائز، یہاں تک کہ اس کے دفع کو نمازی کے سامنے گزر جائے کی اجازت نہ ہوتی جس کی بابت حدیثوں میں سخت نہی وارد تھی یہ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں،

لو يعلم العاصر بين يدي المصل ما ذا عليه لكان ان يقف اربعين خيرا له من ان يصير بين يديه ثلث اخرجه الا نمة احمد و الستة عن ابي جهم رضي الله تعالى عنه قال الحافظ فبلغ المرام ووقع

اگر نمازی کے سامنے گزرنے والا جانتا کہ اس پر گناہ گناہ ہے تو چالیس برس کھڑا رہنا اس گزر جانے سے اس کے حق میں بہتر تھا۔ اسے امام احمد اور ائمہ شیعہ نے حضرت ابو جہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ حافظ نے بلوغ المرام میں کہا کہ مسند بزار

رد المحتار بحوالہ الخلیل باب الامامة مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۴۲۱/۱
صحیح البخاری کتاب الصلوة باب اثم المارین یدی المصلی مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۴۳/۱

میں ایک اور سند سے مروی الفاظ یہ ہیں: چالیس سال۔ میں کہتا ہوں احادیث آپس میں ایک دوسرے کی تفسیر کرتی ہیں۔

فی البزار من وجہ انحرار بعین خرفنا قلت والاحادیث یفسر بعضہا بعضا۔

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم،

لو یعلم احدکم حالہ فی ان یمس بہ یدی اخیہ معتصما فی الصلۃ کانت لک ان یتیم مائۃ عام فیہ لہ من الخطوۃ النقی خطاھا۔ رواہ احمد و ابی ماجہ۔
عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

اگر تم میں سے کوئی جان لے کہ نمازی کے سامنے سے گزرنے پر کیا گناہ ہوتا ہے تو وہ اس ایک دم پہننے سے سو سال تک کھڑے رہنے کو بہتر سمجھے گا۔ اسے امام احمد اور ابن ماجہ نے سنن ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ (ت)

اس میں سنن ابی کثر ہے اس ایک دم رکھنے سے بہتر فرمایا۔

امام طحاوی فرماتے ہیں، پہلے چالیس ارشاد مجوسے تھے پھر زیادہ تعلیم کے لئے سو (سال) فرمائے گئے۔ تیسری حدیث میں ہے،

لو یعلم الناس بین یدی المصلی لاجب ان یشتر فیہ ولا یمس بہ ید یلہ۔
رواہ ابوبکر بن ابی شیبہ فی مصنفہ عن عبد الحمید بن عبد الرحمن منقطعاً۔

اگر نمازی کے آگے گزرنے والا دانش رکھتا ہو تو چاہتا اس کی دان ٹوٹ جائے مگر نمازی کے سامنے سے نہ گزرے۔ اسے ابوبکر بن ابی شیبہ نے مصنف میں شیخ عبد الحمید بن عبد الرحمن سے منقطع طور پر روایت کیا ہے۔

چوتھی حدیث میں ارشاد فرمایا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم،

اذا مصلی احدکم الی شئی یستترہ من الناس فاراد احد ان یجتنب بین یدیہ فلیدفعہ فان ابی فلیقاتلہ فانما ہو شیطان کذاب اخرجه

جب تم میں سے کوئی شخص سترہ کی طرف نماز پڑھتا ہو اور کوئی سامنے سے گزرنے چاہے تو اسے دفع کرے اگر نہ کرے تو اس سے قتال کرے کہ وہ شیطان ہے۔

مطبوعہ مطبع نظامی کانپور (انڈیا) ۱۷۵/

۶۸/ - آفتاب عالم پریس لاہور

۲۸۲/ - ادارۃ القادریہ کراچی

۷۳/ - قدیمی کتب خانہ کراچی

سکے بلوغ المرام مع مسکن الختام باب سترۃ المصلی

سکے سنن ابن ماجہ باب المرد بین یدی المصلی

سکے مصنف ابن ابی شیبہ من کان یکرہ ان یر الرجل

سکے صحیح البخاری باب لیرۃ المصلی من ترہیں یدیر

احمد والبخاری ومسلو والبود اوود والنسائی
عن ابی سعید الخدری رافعی اللہ تعالیٰ عنہ۔ ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔

نظا ہر جہ کہ ایسا شدید امر جس پر یہ تشدیدیں اور سخت تمہیدیں ہیں اُسی وقت رواد رکھا گیا ہے جب دوسرا
اس سے زیادہ اشد اور افسہ تھا کمالا یحقی (جیسا کہ نفی نہیں۔ ت)

ایک دلیل اس وجہ اور فرج رکھنے کی کراہت تحریری پر یہ ہے۔

دلیل دوم امامیث کثیرہ میں صیغہ امر کا وارد ہونا کما سمعت وما ترکتم لیس باقل معاشرت
(جیسا کہ نوٹس میں لیا اور جن روایات کو میں نے ترک کر دیا ہے = بیان کردہ سے کم نہیں ہیں۔ ت) اس لئے
ذخیرہ وعلیہ میں فرمایا:

انه مأمور بالمصاحبة (کیونکہ مل کر کھڑے ہونے کا حکم ہے۔ ت)

فتح القدیرہ بحر الرائق وغیرہا میں فرمایا:

سد الفرجات المأمور بها فی الصفت (صفت کے درمیان رخ کو پڑ گرنے کا حکم ہے۔ ت)

اور اصول میں مبرہن ہو چکا ہے امر مفید وجوب ہے الا ان یصور عند صارف (مگر اس صورت میں
جب اس کے خلاف کوئی قرینہ ہو۔ ت)

دلیل سوم علماء تصریح فرماتے ہیں کہ صفت میں بگڑ چھوٹی ہو تو اور مقام پر کھڑا ہونا مکروہ ہے۔

فی المغانیة والدر المختار وغیرہما = اللفظ
للعلاقی لوصفی علی رفوف المسجد امت
وجد فی صحنہ مکانا کسرة کقیاصہ فی صفت
خلف صفت فیہ فرجۃ۔
خاترہ۔ در مختار اور دیگر کتب میں ہے علاق کے الفاظ
یہ ہیں مگر کسی نے رفوف مسجد میں نماز ادا کی مثال نہ
صحیح مسجد میں بگڑ تھی تو مکروہ ہو گی جیسا کہ ایسی صفت
میں نماز پڑھنا مکروہ ہے جو ایسی صفت کے نیچے ہو
جس میں رخ نہ تھا۔ (ت)

اور کراہت مطلق سے مراد کراہت تحریم ہوتی ہے۔

الاذا دل دلیل علی خلافہ کما نص علیہ
مگر جب اس کے خلاف دلیل موجود ہو جیسا کہ فتح، بحر، جواشی اور

فی الفتح والبحر وحواشی الدر وغیرہما اور دیگر تصانیف علماء عظام میں قصص یہ
من تصانیف الکرام الغر۔ ہے۔ (دست)

دلیل چہارم احادیث سابقہ میں حدیث راہل کے وعید شدید من قطع صفا قطعہ اللہ
(جس نے صفت قطع ک اللہ سے قطع کر کے گات) علامہ طحاوی پھر علامہ شامی زیر عبارت مذکورہ درخت دار
فرماتے ہیں،

قوله کفایہ فی صفت الزہل الکراہۃ قولہ جیسا کہ کھڑا ہونا اس صفت میں الزا اس میں
فیہ تنزیہیۃ او تحریریۃ ویرشد الی الثانی کراہت تنزیہی ہے یا تحریری، حضور علیہ الصلوٰۃ
قوله علیہ الصلوٰۃ والسلام من قطع صفا قطعہ السلام کا ارشاد من قطعہ اللہ الزا کراہت تحریری
اللہ انتہی فافہم۔ کی طرف راہنمائی کرتا ہے انتہی فافہم (دست)

جب یہ امر واضح ہو گیا تو اب صورت مذکورہ سوال میں دوسری وجہ کراہت تحریم کی اور ثابت ہوئی ظاہر ہے
کہ جب امام و صفت اول میں صرف اس قدر صغیر قلیل چیز ثابت ہو یا یقین صفت اول ناقص رہے گی اور امام کے پیچھے
ایک آدمی کی جگہ چھوٹے کی وہ بھی ایسی ہے جو جتنی مقام کوئی بھی نہیں سکے گا تو یہ فعل ایک مکروہ تحریمی کو مستلزم اور
جو مکروہ تحریمی کو مستلزم ہو خود مکروہ تحریمی نہ ہو۔ جس کی لایا طلاق فتح القدر میں بعد عبارت منقولہ صدر جواب کے
فرماتے ہیں،

واستلزم ما ذکر ان جماعۃ النساء تکوہ ذکرہ بات اس کو مستلزم ہے کہ خواتین کی جماعت
کراہۃ تحریمی لایا ملزوم متعلق بالحکم مکروہ تحریمی ہے کیونکہ ملزوم متعلق حکم یعنی فعل معین کا
اعنی الفعل المعین ملزوم لذلك الحکم انتہی اس حکم کو ملزوم ہوتا ہے انتہی۔ (دست)
بحوالہ اس تحقیق اہل حق سے چند مسائل فیض ثابت ہوئے،

اولاً امام کا صفت پر تقدم جو بعض پر ایہ کافی وغیرہ واجب ہے وہ صرف تصور آگے بڑھ جانے سے اور
نہیں ہوتا جب تک پوری صفت کی جگہ نہ چھوٹے۔

ثانیاً ہر صفت میں اول سے آخر تک دوسری صفت کے لئے صفت کامل کی جگہ پناہ واجب ہے۔
ثالثاً کسی صفت میں فرجہ رکنا مکروہ تحریمی ہے جب تک اگلی صفت پوری نہ کر لیں صفت دیگر ہرگز نہ باقی رہے۔

راجاً صورت مذکورہ سوال دوکرابت تحریری پر مشتمل ہے ایک ترک قدم دوسری بجائے فریہ۔

خاصاً اکثر واقع ہوتا ہے کہ امام کے ساتھ ایک مقتدی تھا دوسرا آیا بایں ہاتھ کو کھڑا ہو گیا یہاں تک تو کراہت تنزیہی تھی لہذا السنۃ پھر اور لوگ بھی آتے اور دوسری برابر کھڑے ہو جاتے ہیں امام آگے بڑھتا ہے نہ مقتدی پیچھے ہٹتے ہیں یہ صورت مکروہ تحریمی کی ہے کہ اگرچہ ایک مقتدی کے حق میں سنت یہ ہے کہ امام کے داہنی جانب بالکل اس کے محاذی کھڑا ہو نہ متاخر اور یہ سنت عوام میں صد ہا سال سے متروک ہے کیونکہ امام سے کچھ پیچھے ہٹ کر کھڑا ہوتا ہے۔ امام نسفی کافی شرح دانی میں فرماتے ہیں،

الواحد يقوم عن يمينه أي ان كان مع الإمام
 واحد وقف عن يمين الإمام فلا بد عليه
 الصلوة والسلام على بابن عباس فاقامه
 عن يمينه ولايتاخر عن الامام في ظاهره
 الرواية و عن محمد انه يضع اصابعه عند
 عقب الامام وهو الذي وقع عند الصوامع
 قلت وعوامتهم ما قد تعدوا حتى خرجوا
 عن رواية محمد ايضا كما هو مشاهد -

اکیلا نمازی امام کی دانتیں جانب کھڑا ہو یعنی اگر امام کے
مساتھ ایک مقتدی ہو تو وہ امام کی دانتیں جانب کھڑا
ہو کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ
بن عباس کو نماز پڑھائی تو ان کو آپ نے اپنی دانتیں
جانب کھڑا کیا اور ظاہر روایت کے مطابق وہ امام سے
پچھے کھڑا نہ ہوا۔ امام محمد سے مروی ہے کہ مقتدی اپنے
پاؤں کی انگلیاں امام کی ایڑی کے پاس رکھے اور عوام
میں بھی طریقہ جاری ہے انتہی۔ میں کہتا ہوں جہاں سے
سے بھی نکل گئے ہیں جیسا کہ مشاہدہ میں ہے (دست)
ترسے ہوں گے جس کے باعث امام کو قدر سے تقدم
فرمایا۔

لو توسط اثنین کسے تغزیما و تحریر ادا کثرت
 اگر امام دو مقتدیوں کے درمیان کھڑا ہو تو مکروہ تغزیما
 اور اگر دو سے زیادہ کے درمیان کھڑا ہو تو مکروہ تحریمی ہے (ت)
 اگر نہ بھی مانا جاسکے تاہم اس صورت میں کراہت تحریم ہی رہے گی کہ توسط نہ سہی فرجہ رکھنا اور صفت کامل کی جگہ
 نہ چھوڑنا خود موجب کراہت تحریمی ہے، یہ مسائل واجب الخط ہیں اکثر اہل زمانہ ان سے غافل و غلط لا یجد
 هذا التحقیق الخطیر بهذا الا یضاح والتقریر فی غیر هذا التحسیر (شاید ایسی بہ مثال

سہ کافی شربت کافی

ملکہ درخت

باب الثامن

مطبعة مطبع تحقیقاتی و ملی

22/1

تحقیق اپنی وضاحت و تفصیل کے ساتھ اس تحریر کے علاوہ کہیں نہ ملے۔ (ت) والحمد للہ علی ما علمہ اللہ
سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

منہ علمہ

یکم جمادی الاخری ۱۳۰۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کچھ والی لڑکا آٹھ نو برس کا جو نماز خوب جانتا ہے اگر تہن
ہو تو آیا اسے یہ حکم ہے کہ صفت سے دُور کھڑا ہو یا صفت میں بھی کھڑا ہو سکتا ہے؟ بینوا تو جروا۔

الجواب

صورت مستفسرہ میں اسے صفت سے دُور یعنی بیچ میں فاصلہ چھوڑ کر کھڑا کرنا تو منع ہے

فان صلاة الصبي المميز الذي يعقل
الصلاة صحيحة قطعاً وقد اصر النبي صلى
الله تعالى عليه وسلم بعد الفرج والفرج
في الصفوف ونهى عن خلافته بنهي شديد.

کیونکہ وہ بچہ جو صاحبِ عقل ہو اور نماز کو جانتا ہو اس کی نماز بالیقین
صحیح ہے اور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صفت کے
دُور نہ کوڑ کرنے اور اس میں مل کر کھڑے ہونے کا حکم
دیا ہے اور اس کے خلافت سے سخت منع فرمایا ہے۔

اور یہ بھی کوئی ضروری امر نہیں کہ وہ صفت کے بائیں بیچ کھڑا ہو بلکہ اسے صفت میں آنے اور مردوں
کے درمیان کھڑے ہونے کی صاف اجازت دیتے ہیں۔ (در مختار میں ہے) لو واحد داخل في الصف (اگر
بچہ اکیل ہو تو صف میں داخل ہو جائے۔ ت) مراقی الفلاح میں ہے،

ان لم يكن جمع من الصبيان يقوم الصبي
بين الرجال

بعض بچے علم جو یہ ظلم کرتے ہیں کہ لڑکا پچھلے سے داخل نماز ہے اب یہ آئے تو اسے نیت بندھا ہوا بنا کر
کنارے کر دیتے اور خود بیچ میں کھڑے ہو جاتے ہیں یہ محض جہالت ہے، اسی طرح یہ خیال کہ لڑکا برابر کھڑا ہو تو
مرد کی نماز نہ ہوگی غلط و خطا ہے جس کی کچھ اصل نہیں۔

فتح القدر میں ہے،

اما محاذاة الامرد فهو مردواكل بعدد
افساد الامن شذ ولا متمسك له في
السرواية كما صرحوا به

بچے ریش پچے کے محاذی ہونے پر تمام علماء نے
تصریح کی ہے کہ نماز فاسد نہ ہوگی مگر شاذ طور پر کوئی
فساد نماز کا قائل ہے اور اس کے لئے کوئی دلیل نہ رہا ہے

۸۴/۱ مطبوعہ مطبعہ مجتہدانی دہلی باب الامامة
۱۳۸۸ فصل فی بیان احوال الامامة مطبوعہ دار محمد کاغذ تجارت کتب کراچی ص ۱۳۸

الروایۃ کما صرحوا به ولا فی الدرایۃ۔ میں ہے جیسا کہ فقہانے اسکی تصریح کی ہے اعدہ ہی ذرا میں ہے۔
واللہ تعالیٰ اعلم وعلیہ جل مجدہ اقدس احکم۔

مسئلہ ۵۵۳ حکم از سہرام محلہ دائرہ ضلع آردہ مسئلہ حافظ عمر طویل ۱۶ شوال ۱۳۳۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دینی مسئلہ ہذا میں،

(۱) اگر کوئی نماز کسی وجہ سے دہرائی جائے تو وہ شخص کہ نماز مشکوک میں شریک نہیں تھا وہ جماعت ثانیہ میں شریک ہو سکتا ہے یا نہیں؟

(۲) امام فرض پڑھا رہا ہے ایک مقتدی دوسری یا تیسری رکعت میں ملا تو اسکا جو فرض چھوٹ گیا ہے باؤاز بلند پڑھے یا آہستہ؟

(۳) قضا عمری کو امام و داع بعد کو فجر سے خشاک بھر پڑھا دے تو سب کی عمر بھر کی قضا کیا ادا ہو جائے گی؟

(۴) نماز جمعہ میں اگر کوئی شخص قشہد میں شریک ہو تو نماز ہوگی یا نہیں؟ بینوا تو جودا

الجواب

(۱) نماز اگر ترک فرض کے سبب دہرائی جائے نیا شخص شریک ہو سکتا ہے ورنہ نہیں۔

(۲) علماء تصریح فرماتے ہیں کہ سبوق اپنی پیروی توئی رکعات میں منفرد ہے اور تصریح فرماتے ہیں کہ منقود کو جہری رکعتوں میں جہر جائز بلکہ افضل ہے مگر اس میں یہ وقت ہے کہ منقود کا جہر اور کے شامل ہونے کا داعی ہوگا اور یہ دعوت غیر ہے کہ دونوں کو جماعت مل جائے گی لیکن سبوق کا جہر کہ ناواقف کو شرکت کی طرف داعی ہوا نماز جائز کی طرف داعی ہوگا اور اس کا وہ عمل باطل ہو جائے گا لہذا یہی اصول معلوم ہوتا ہے کہ وہ جہر نہ کرے۔

(۳) یہ قضائے عمری کی جماعت جاہلوں کی ایجاد اور محض ناجائزہ باطل ہے۔

(۴) سلام سے پہلے جو شریک ہو گیا اسے جہد مل گیا۔ واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم
مسئلہ ۵۵۴ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر مقتدی ابھی التبیات پوری نہ کرنے پایا تھا کہ امام کھڑا ہو گیا یا سلام پھیر دیا تو مقتدی التبیات پوری کر لے یا اتنی ہی پڑھ کر چھوڑ دے؟ بینوا تو جودا

الجواب

بہر صورت میں پوری کر لے اگرچہ اس میں کفنی ہی دیر ہو جائے لان التمشہد واجب والواجب

لا یتروک السنۃ والمسننۃ منصوبہ علیہا فی الخانیۃ وغیرہا فی کتب العلماء (تشہد واجب ہے اور واجب کو کسی سنت کی وجہ سے ترک نہیں کیا جاسکتا اس مسئلہ پر خانیہ اور دیگر علماء کی کتب میں نص موجود ہے۔ ت) واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ از فیض آباد در مسئلہ فشی احمد حسین صاحب خرسند نقشہ نویں اسسٹنٹ انجینیر ریلوے

۲ جمادی الاخریٰ ۱۳۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین متین و مفتیان شرع میں اس مسئلہ میں کہ :

(۱) زید مسجد یا خلاف آں نماز فرض پڑھا رہا ہے اور اس کی پہلی رکعت ہے یا کوئی اور رکعت، اور بجز تنہا یا دو شخص داخل ہوئے یا وجود اطلاع ہوئے یا جو جانے کے بجز تنہا یا دونوں شخصوں نے اُسی مقام پر اور اُسی صفت پر علیحدہ فرض پڑھے اور زید کے مقدمہ ہی نہ بنے، کیا حکم ہے ان کی نماز کا؟ یا پہلے ان کو اطلاع نہ تھی نیت باندھنے کے بعد رابع نے باوازی بلند کہہ دیا اب کیا حکم ہے بجز کی نماز کا، آیا ۱۱ نماز درست ہوئی؟ اگر نہیں تو اطلاع پانے تک جس قدر ہو چکی ہے وہیں سے ترک کر دے یا فوری کر کے وہ نماز اعادہ کرے؟ مفصل فرمائیے۔

(۲) اگر بجز یا عورت یا نابالغ یا شیعہ جن کی امامت بالاتفاق ناجائز ہے نماز فرض پڑھ رہا ہے مسجد میں یا باہر اور زید بھی نماز فرض پڑھنا چاہتا ہے آیا اُسی جگہ پر نماز پڑھ سکتا ہے یا نہ؟ کیا اس شخص کی نماز ختم ہونے تک زید کو انتظار لازم ہے یا بیہودہ جبر و ا۔

الجواب

(۱) اگر زید قابل امامت تھا اور انہیں معلوم تھا کہ یہ فرض پڑھ رہا ہے اور انہوں نے اقتداء نہ کی بلکہ ہرجا فرض پڑھے تو اگر جماعت اولیٰ ہو چکی ہے جب تو فضل سے محروم رہے اور اگر یہی جماعت اولیٰ ہوئی تو گنہگار ہو گئے اور اگر زید قابل امامت نہیں اور ان دونوں میں کوئی قابل امامت تھا تو اب بھی وہی احکام ہیں اور اگر ان میں بھی کوئی قابل امامت نہیں تو اصلاً حرج نہ ہوا اور نماز عینوں صورتوں میں مطلقاً ہو جائے گی اور نیت تو روئے صرف جماعت قائم کی تکمیل کے لئے ہے مثلاً ایک شخص نے ظہر کے فرض شروع کئے ایک رکعت یا اُس سے کم پڑھنے پایا تھا کہ جماعت قائم ہوئی نیت توڑ دے، باقی جماعت معذورہ کی تکمیل کے لئے نیت توڑنے کی کہیں اجازت نہیں۔

(۲) پڑھ سکتا ہے اور ختم نماز تک انتظار کرنا کچھ ضرور نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مشتملہ از میرزا کبیرہ دروازہ کارخانہ داروغہ یاد الہی صاحب مرسلہ جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب
۱۲ رمضان ۱۳۰۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جماعت ثانیہ کی نسبت کیا حکم ہے؟ یہاں بعض لوگوں کو
اس کی جماعت میں تشدد ہے جماعت اولیٰ کے بعد آٹھ آٹھ دس دس آدمی جمع ہو جاتے ہیں مگر جماعت نہیں
کرتے برابر کھڑے ہو کر طیوہ طیوہ نماز پڑھتے ہیں یہ کیا ہے؟ بینوا تو جبروا

الجواب

(۱) مسجد اگر شارع عام یا بازار کی ہے جس کے لئے اہل معین نہیں جب تو بالا جماع اس میں تکرار جماعت
بازانہ جدیدہ و تکبیر جدیدہ جائز بلکہ یہی شرعاً مطلوب ہے کہ نوبت بر نوبت جو لوگ آئیں نئی اذان و اقامت
سے جماعت کرتے جائیں۔

(۲) اور اگر مسجد محکمہ ہے تو اگر اس کے غیر اہل جماعت کر گئے ہیں تو اہل محلہ کو تکرار جماعت بلاشبہ جائز۔

(۳) یا اول اہل محلہ ہی سے جماعت کی مگر پہلے اذان پڑھ گئے۔

(۴) یا اذان آہستہ ہی تو ان کے بعد آسنے والے بازانہ جدیدہ بروجر سنت اعادہ جماعت کریں۔

(۵) یا اگر امام میں کسی نقص قرأت وغیرہ یا فسق یا مخالفت مذہب کے باعث جماعت اولیٰ فاسدہ یا مطلقاً
مکروہہ یا باقی ماندہ لوگوں کے حق میں غیر اہل واقع ہوئی جب بھی انھیں اعادہ جماعت سے مانع نہیں۔

یہ سب صورتیں تو قطعی یقینی ہیں اب رہی ایک صورت کہ مسجد مسجد محکمہ ہے اور اس کے اہل بروجر مسنون
اذان دے کر امام نطق موافق المذہب کے پیچھے جماعت کر چکے اب غیر لوگ یا اہل محلہ ہی سے جو باقی رہ گئے

تھے آئے انھیں بھی اس مسجد میں جماعت ثانیہ جائز ہے یا نہیں؟ یہ مسئلہ مختلف فیہا ہے ظاہر الہیہ سے
حکم کراہت نقل کیا گیا اور علامہ محمد اہل مولیٰ خسرو نے دررہ غرر اور مدتی اکمل علامہ محمد بن علی دمشقی حنفی نے

خراتن الاسرار میں فرمایا کہ اس کراہت کا محل صرف اس صورت میں ہے جب لوگ بازانہ جدیدہ جماعت ثانیہ کریں
ورنہ بالا جماع مکروہ نہیں اور اسی طرف درختار میں اشارہ فرمایا اور ایسے ہی جہت وغیرہ میں تصریح کی اور قول محمدی

منع یہ ہے کہ اگر یہ لوگ اذان جدیدہ کے ساتھ اعادہ جماعت کریں تو مکروہ تحریمی ورنہ اگر محراب نہ بدلیں تو مکروہ تنزیہی
ورد اصناف کسی طرح کی کراہت نہیں یہی صحیح ہے لہٰذا یہی ماخوذ لغتہ فی درختار میں ہے۔

یکہ تکرار الجماعۃ باذان و اقامۃ فی
مسجد محکمۃ لافی مسجد طریق او مسجد
لا امام لہ ولا مؤذن لہ

محلہ کی مسجد میں اذان و تکبیر کے ساتھ جماعت کا تکرار مکروہ
ہے البتہ راستہ کی مسجد اور ایسی مسجد میں مکروہ نہیں

جہاں امام اور مؤذن نہ ہوں

رد المحتار میں ہے :

عبارة قوله في الخزائن اجمعه معا هنا و
 نصبها يكره تكرار الجماعة في مسجد محلة
 باذان واقامة الا اذا صلى بهما فيه او لا غير
 اهله او اهله لكن بمخافتة الاذان
 ولو كسر اهله يدونهما او كان مسجد طريق
 جائز اجماعا كما في مسجد ليس له امام
 ولا مؤذن ويصلي الناس فيه فوجا فوجا
 فان الافضل ان يصلي كل فريق باذان
 واقامة عليه كذا في امالي قاض خاں رحمہ
 ونحوه في الدرر والامراء بمسجد المحلة
 ماله امام وجماعة معلومون كما في
 الدرر وغيرهما قال في العتبة والتقيد
 بالمسجد المختص بالمحلة احترام من
 الشايع و بالاذان الشافي احترام
 عماد اصل في مسجد المحلة
 جماعة بغير اذان حيث يباح اجماعا
 ثم قال اعني الشامي بعد ما نقل الدليل
 على الكراهة مقتضى هذا الاستدلال
 كراهة التكرار في مسجد المحلة ولو
 بدون اذان ويؤيده ما في الظهيرية
 لو دخل جماعة المسجد بعد

اس کی عبارت خزان میں یہاں سے زیادہ جامع ہے
 اور اس کے الفاظ یہ ہیں کہ مسجد محلہ میں جدید اذان اقامت
 کے ساتھ تکرار جماعت مکروہ ہے مگر اس ستر میں جب یہاں
 کسی غیر اہل محلہ نے اذان اقامت کے ساتھ نماز پڑھائی ہو یا
 اہل محلہ نے نماز پڑھائی مگر اذان آہستہ دی ہو تو اس صورت
 میں اگر اہل محلہ اذان واقامت کے بغیر تکرار جماعت کریں
 یا مسجد راستہ کی ہو تو بالاتفاق جماعت جائز ہوگی
 جیسا کہ اس مسجد حکم چھس کا امام اور مؤذن مقرر نہیں اور
 لوگ گردہ در گردہ اس میں نماز ادا کرتے ہوں تو یہاں
 افضل یہی ہے کہ ہر فرقی علیحدہ اذان واقامت کے ساتھ
 نماز ادا کرے جیسا کہ امالی قاضی خاں میں ہے اور
 اور اس کی مثل در میں ہے محلہ کی مسجد سے مراد وہ
 مسجد ہے جس کا امام اور جماعت معلوم ہو جیسا کہ در
 وغیرہ میں ہے۔ قیاس میں ہے مسجد کو محلہ کے ساتھ
 مقید کرنا شارع عام کی مسجد سے احترام ہے اور
 اذان ثانی کے ساتھ مقید کرنا اس صورت احترام ہے
 جب مسجد محلہ میں بغیر اذان کے جماعت ہو گئی ہو کیونکہ
 اب بالاتفاق تکرار جماعت جائز ہے اور تکرار اذان پر عمل
 کرنے کے بعد شامی نے فرمایا اس استدلال کا تعاضل یہ
 ہے کہ مسجد محلہ میں تکرار جماعت مکروہ ہے اگرچہ تکرار
 بغیر اذان کے ہو اور اس کی تائید ظہیریہ کی یہ عبارت

ماصلی فیہ اہل یصلون وحدانا وهو ظاہر
 الروایۃ ۱۷ و هذا مخالف لحکایۃ الاجماع
 المارۃ ۱۸ وقال قبل هذا فی باب الاذان
 بعد نقل عبارة الظہیریۃ توفی آخر
 شرح المنیۃ وعن ابی حنیفۃ لوصف انت
 الجماعة اکثر من ثلثة یکرہ التکرار والاخلا
 وعن ابی یوسف اذا لم تکن علی النبیۃ الاولى
 لا تکرر ولا تکرر وهو الصبیح وبالعدول
 عن المحراب تختلف النبیۃ کذا فی البزازیۃ
 ۱۹ وفي الترخانیۃ ۲۰ عن الولوالجیۃ
 وہ ناخذ ۲۱

اسی میں ہے :

بھی کرتی ہے کہ اگر کچھ لوگ مسجد میں اس وقت آئے جب
 اہل محلہ اس میں جماعت کروا چکے تھے تو وہ اکیلے اکیلے
 نماز ادا کریں اور یہی ظاہر روایت ہے اور یہ گزشتہ
 منقول اجماع کے مخالف ہے الخ اس کے پہلے باب الاذان
 میں جماعت طہیریہ کے نقل کرنے کے بعد شامی نے کہا اور شرح
 فیہ کے آخر میں ہے اور امام ابو حنیفہ سے مروی ہے کہ اگر
 افراد جماعت میں سے زیادہ ہوں تو تکرار کر دو ہوگا ورنہ
 نہیں امام ابو یوسف سے مروی ہے جب ہیئت اولی
 پڑھ کر ہو مکروہ نہیں ورنہ مکروہ اور یہی صحیح ہے اور اگر آپ
 سے اعراض کر لینے سے ہیئت مختلف ہو جاتی ہے ،
 برازیہ میں یونہی ہے اور تاتارخانیہ میں ولوالجیر کے
 واسطے سے ہے کہ ہم اس پر حامل ہیں (ت)

قد علمت ان الصبیح انہ لا یکرر ۲۲ آپ جان چکے کہ صحیح یہی ہے کہ تکرار جماعت مکروہ
 الجماعة اذا لم تکن علی النبیۃ الاولى ۲۳ نہیں جبکہ وہ ہیئت اولی پڑھ رہے ہو۔ (ت)

بالجماعت ثانیہ جس طرح عامر بلا دیں رائج و معمول درویش و فرائض شروع معتمد کے طور پر تو
 بالاجماع اور عند التخصی قول صحیح و مفتی پر بلا کراہت جائز ہے کہ دوسری جماعت والے تجدید اذان نہیں کرتے اور
 محراب سے ہٹ ہی کر کھڑے ہوتے ہیں اور ہم پر لازم کہ اگر فتویٰ جس امر کی تزییح و تصحیح فرمائے اُس کا اتباع کریں ۔
 در مختار میں ہے ،

اما نحن فعلمنا اتباع ما راجح وجہ و ما صحیح و
 حکما لوافاقنا فی حیاتہم ۲۴ اور ہمارا معاملہ تو ہم پر اس قول کی اتباع لازم ہے جسے
 ملا دہنے ترجیح دی اور جس کی انہوں نے تصحیح فرمائی ،
 جیسے اس صورت میں ہم پر اس کی پیروی لازم تھی کہ اگر وہ ہمارے زمانہ میں زندہ ہوتے اور فتویٰ دیتے ۔ (ت)

۲۰۹/۱	مطبوعہ مصطفیٰ البانی مصر	باب الامامة	سہ رد المحتار
۲۹۱/۱	~ ~ ~	باب الاذان	سہ ~
۲۹۲/۱	~ ~ ~	~	سہ ~
۱۵/۱	~ مطبع مجتہدی دہلی	مقدمہ کتاب	فیکہ در مختار

پھر خلافت صحیح مذہب اختیار کر کے اسے ناجائز و ممنوع بنانا اور اس کے سبب لاکھوں کروڑوں مسلمانوں کو گنہگار بنانا محض بیجا ہے۔

ثُمَّ اقول حال زمانہ کی رعایت اور مصلحت وقت کا لحاظ بھی مفتی پروا نہیں، علماء فرماتے ہیں،
من لم يعرف اهل زمانه فهو جاهل۔ جو شخص اپنے دور کے لوگوں کے احوال سے آگاہ نہیں
وہ جاہل ہے (ت)

اب دیکھئے کہ جماعت ثانیہ کی بندش میں کوشش و کوشش سے یہ تو نہ ہوا کہ عوام جماعت اولیٰ کا التزام نام کر لیتے، وہ تو وہی کہ کچھ آئے کچھ نہ آئے، ہاں یہ ہوا کہ آٹھ آٹھ دس دس جو رہ جاتے ہیں ایک مسجد میں ایک وقت میں اکیلے اکیلے نماز پڑھ کر توحید و افض سے مشابہت پاتے ہیں حضرات مجتہدین رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کے ذمے میں ایسی مشابہت پیدا ہونا درکنار خود جماعت کی برکات عالیہ ظاہریہ و باطنیہ سے محروم رہنا ایک سخت تازیانہ تھا جس کے دور سے عوام خواہی خواہی جماعت اولیٰ کی کوشش کوئے، اب وہ خوف بالائے طاق اور اہتمام التزام معلوم جماعت کی جو قدر سے وقت نکال رہی ہیں کہ اگر دیکھئے اللہ تنہا پر ہی ایک طرح کی خجالت و ندامت ہوتی ہے جب بفتویٰ مفتیان ہی انداز رہے اور گروہ کے گروہ اکیلے اکیلے پڑھائے تو ایک تو مرگ انہوہ جتنے وارد دوسرے شدہ شدہ عادت پڑ جاتی ہے چند روز میں یہ رہی سہی وقت بھی لفظ سے گزرائے گی اور اس کے ساتھ ہی سستی و کاہلی اپنی نہایت پر آئے گی، اب تو یہ خیال بھی ہوتا ہے کہ خیر اگر پہل جماعت فوت ہوئی ایسی دیر تو نہ کیجئے کہ اکیلے ہی رہ جائیں اور تنہا پڑھ کر محرومی و ندامت کا صدمہ اٹھائیں، جب یہ ہوگا کہ جماعت تو آخر ہو چکی ازل ہو چکی اب جماعت تو ملنے سے رہی اپنی اکیلے نماز ہے جب جی میں آتا پڑھ لیں گے یا پھر مسجد کی بھی کیا حاجت ہے لاؤ گھر ہی میں سہی، لہذا ائمہ فتویٰ رحمہم اللہ تبارک و تعالیٰ کچھ سوچ بچار کر ترجیح و تفسیح فرمایا کرتے ہیں من و تو سے ان کے علوم وسیع و عقول رفیعہ لاکھوں دسے بلند و بالا ہیں روایت و روایت و مصاحح شریعت و زمانہ و حالت کو جیسا وہ جانتے ہیں وہ سہا کیا جانے گا پھر ان کے حضور و خل در معقولات کیسے افاض اللہ الہادی دلی الا یادہ اس مسئلہ میں کلام طویل ہے اور عبد ذیل پر فیض مری عزیز و جلیل، اگر تفصیل کیجئے رسالہ مبسوط ہوتا ہے لیکن

در خاندان اگر کسی است یحرف بس است

(اگر خانہ عقل میں کچھ ہے تو اس کے لئے ایک حرف بھی کافی ہے،)

تنبیہ: مگر یہ اللہ کے لئے ہے جو احیاناً کسی عذر کے باعث حاضری جماعت اولیٰ سے محروم رہے نہ یہ کہ جماعت ثانیہ کے بھروسہ پر قصداً بلا عذر مقبول شرعی جماعت اولیٰ ترک کریں یہ بلا شبہ ناجائز ہے کما حقنا لا فی فتاؤنا (جیسا کہ ہم نے اپنے فتاویٰ میں اس کی تحقیق کی ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۸۵: مسئلہ فراب مولوی سلطان احمد خان صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ

۳ رمضان المبارک ۱۳۱۰ھ

چرمی فرایند علمائے دین دریں مسئلہ کہ دو جماعت
در یک مسجد در یک وقت بلا علی پس نماز مصلین
جماعت ثانیہ جائز است یا نہ؟ بینوا تو جروا
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بغیر علم
ایک وقت میں ایک مسجد میں دو جماعت ہونا کیسا
سہ ۶ پھر دوسری جماعت کے نمازیوں کی نماز جائز ہے
یا نہیں؟ بیان کرو اجر پاؤ۔ (دست)

الجواب

در جواز بمعنی صحت شک نیست اگرچہ باوصف علم
باشد آری بحال علم جواز بمعنی حل نیست مگر آنکہ
امام اول ناشایان امامت باشد۔ واللہ تعالیٰ اعلم
جواز بمعنی صحت میں کوئی شک نہیں (یعنی درست ہے)
اگرچہ جماعت ثانیہ کا باوصف علم ہو البتہ باوصف علم
جواز بمعنی حل لینا درست نہیں مگر اس صورت میں
کہ امام اول امامت کے لائق نہ ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم (دست)

مسئلہ ۸۶: مسئلہ حضرت علامہ صاحب
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ وہ جماعت جو کہ بہت قریبی پر مشتمل ہے جیسے پانچ چھ مقتدا
امام کے برابر کھڑے ہیں یا امام کی استغنین گمنیوں تک چڑھائی ہوئی ہیں یا وہ کلام مجید صحیح نہیں پڑھتا اس میں
شریک ہونا چاہئے یا نہیں؟ بینوا تو جروا

الجواب

غلط خوانی امام اگر تاحد فساد ہے جب تو خاہر کہ اس جماعت میں شرکت نہ کی جائے کہ شرعاً وہ جماعت
نماز ہی نہیں اور اگر صرف اس قدر کہ مشق صرف صحیح تو خوب ادا کر لیتا ہے مگر پورے اوصاف زادہ مثل تعلیم و ترقی
لام و را وغیرہ نہیں ادا ہوتے یا اظہار و اختیاء و قصر و تحقیق و تسبیل وغیرہ ان قواعد تجوید کی رعایت نہیں
کرتا جن کی مراعات اگرچہ تجوید واجب فقہاً صحت نماز کے لئے کچھ ضرور نہیں تو ضرور شریک ہو کہ جماعت کا ترک
یا اس سے اعراض صرف اتنی بات پر ہرگز روا نہیں، یونہی اگر جماعت کہ بہت تحریم پر مشتمل ہو تو شرکت نہ کرے
فان سلب المقاسد اہم من جلب المصالح (کیونکہ مقصودات کو ختم کرنا منسلکات کے حصول سے
زیادہ اہمیت رکھتا ہے۔ ت) اور اگر صرف کراہت تنزیہیہ ہو جیسے امامت فاسق غیر معلن میں تو اگر دوسری
جماعت پاکیزہ ملے اس میں بھی شرکت نہ چاہئے ورنہ شریک ہو جائے کہ ترک جماعت کراہت تنزیہیہ سے اشد
ہے بخلاف کراہت تحریم کہ اس کا مرتبہ قول سنیت جماعت پر ترک جماعت سے بدتر اور مسلک معتدلی یعنی وجوب عبادت

پر ہمسرو برابر ہے،

فی حاشیة الحلبي ثم الشامي على الدر المنجاة
واجبة فتقد مرطب ترك كراهة التزنية اه
وفيه في المعراج قال اصحابنا لا ينبغي
ان يقتدى بالفاسق الا في الجمعة لانه
في غيرها يجد اما ما غيره اه قال في
الفتح وعليه فيكره في الجمعة اذا تعددت
اقامتها في المصر على قول محمد المفتي به
لانه بسبيل الى التحول اه وفي الدر
النهر عت المحيط على خلف فاسق او
مبتدع نال فضل الجماعة اه في رد المحتار
افاد ان الصلاة خلفهما اولى من الافراد اه
وفيه لو اتظر امام مذهب بعيد عن
الصفوف لو يكن اعراضا عن الجماعة
للعلم بانه يربيد جماعة اكمل من
هذه الجماعة . والله تعالى اعلم

حاشیہ حلبي پھر شامی علی الدر المنجی ہے کہ جماعت
واجب ہے پس یہ کہ بہت تنزیہی کے ترک پر مقدم
ہوگی اور اسی میں معراج کے حوالے سے ہے کہ
ہمارے اصحاب احکامات نے فرمایا ہے کہ نماز جمعہ
کے علاوہ کسی نماز میں فاسق کی اقتداء نہیں کرنی چاہئے
کیونکہ غیر نماز جمعہ میں دوسرے امام کو پایا جاسکتا
ہے اور فرمایا فتح میں ہے کہ اس دلیل کی بناء پر
امام محمد کے مفتی پر قول کے مطابق جمعہ میں بھی فاسق کی
اقتداء کر وہ ہوگی جبکہ شہر میں متعدد جگہ پر جمعہ قائم ہوتا ہو
کیونکہ اس صورت میں دوسری جگہ نماز جمعہ کا میسر آنا
ممکن ہے اور درمیں شہر اور اس میں عقیقہ کے
حوالے سے ہے کہ فاسق اور بدعتی کے پیچھے نماز ادا
کرنے سے جماعت کا ثواب مل جاتا ہے اور رد المحتار
میں ہے اس سے یہ بات ثابت ہو رہی ہے کہ ان
کے پیچھے نماز ادا کرنا تنہا نماز ادا کرنے سے اولیٰ ہے اور
اور اسی میں ہے کہ اگر کوئی شخص مسفرن سے دور کھڑے ہو کر اپنے ہم مذہب امام کا انتظار کرتا ہے تو یہ جماعت سے
اعراض شمار نہیں ہوگا یہ بات معلوم ہے کہ وہ تو اس جماعت سے اعلیٰ جماعت کے ارادے میں ہے . والله
تعالیٰ اعلم (ت)

۴۱۹/۱	مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر	باب الامامة مطلب في الاقترار بشافعي	رد المحتار
۴۱۴/۱	"	"	"
۴۱۳/۱	"	"	"
۴۱۲/۱	"	"	"
۴۱۱/۱	"	"	"
۴۱۰/۱	"	"	"
۴۰۹/۱	"	"	"
۴۰۸/۱	"	"	"
۴۰۷/۱	"	"	"
۴۰۶/۱	"	"	"
۴۰۵/۱	"	"	"
۴۰۴/۱	"	"	"
۴۰۳/۱	"	"	"
۴۰۲/۱	"	"	"
۴۰۱/۱	"	"	"
۴۰۰/۱	"	"	"
۳۹۹/۱	"	"	"
۳۹۸/۱	"	"	"
۳۹۷/۱	"	"	"
۳۹۶/۱	"	"	"
۳۹۵/۱	"	"	"
۳۹۴/۱	"	"	"
۳۹۳/۱	"	"	"
۳۹۲/۱	"	"	"
۳۹۱/۱	"	"	"
۳۹۰/۱	"	"	"
۳۸۹/۱	"	"	"
۳۸۸/۱	"	"	"
۳۸۷/۱	"	"	"
۳۸۶/۱	"	"	"
۳۸۵/۱	"	"	"
۳۸۴/۱	"	"	"
۳۸۳/۱	"	"	"
۳۸۲/۱	"	"	"
۳۸۱/۱	"	"	"
۳۸۰/۱	"	"	"
۳۷۹/۱	"	"	"
۳۷۸/۱	"	"	"
۳۷۷/۱	"	"	"
۳۷۶/۱	"	"	"
۳۷۵/۱	"	"	"
۳۷۴/۱	"	"	"
۳۷۳/۱	"	"	"
۳۷۲/۱	"	"	"
۳۷۱/۱	"	"	"
۳۷۰/۱	"	"	"
۳۶۹/۱	"	"	"
۳۶۸/۱	"	"	"
۳۶۷/۱	"	"	"
۳۶۶/۱	"	"	"
۳۶۵/۱	"	"	"
۳۶۴/۱	"	"	"
۳۶۳/۱	"	"	"
۳۶۲/۱	"	"	"
۳۶۱/۱	"	"	"
۳۶۰/۱	"	"	"
۳۵۹/۱	"	"	"
۳۵۸/۱	"	"	"
۳۵۷/۱	"	"	"
۳۵۶/۱	"	"	"
۳۵۵/۱	"	"	"
۳۵۴/۱	"	"	"
۳۵۳/۱	"	"	"
۳۵۲/۱	"	"	"
۳۵۱/۱	"	"	"
۳۵۰/۱	"	"	"
۳۴۹/۱	"	"	"
۳۴۸/۱	"	"	"
۳۴۷/۱	"	"	"
۳۴۶/۱	"	"	"
۳۴۵/۱	"	"	"
۳۴۴/۱	"	"	"
۳۴۳/۱	"	"	"
۳۴۲/۱	"	"	"
۳۴۱/۱	"	"	"
۳۴۰/۱	"	"	"
۳۳۹/۱	"	"	"
۳۳۸/۱	"	"	"
۳۳۷/۱	"	"	"
۳۳۶/۱	"	"	"
۳۳۵/۱	"	"	"
۳۳۴/۱	"	"	"
۳۳۳/۱	"	"	"
۳۳۲/۱	"	"	"
۳۳۱/۱	"	"	"
۳۳۰/۱	"	"	"
۳۲۹/۱	"	"	"
۳۲۸/۱	"	"	"
۳۲۷/۱	"	"	"
۳۲۶/۱	"	"	"
۳۲۵/۱	"	"	"
۳۲۴/۱	"	"	"
۳۲۳/۱	"	"	"
۳۲۲/۱	"	"	"
۳۲۱/۱	"	"	"
۳۲۰/۱	"	"	"
۳۱۹/۱	"	"	"
۳۱۸/۱	"	"	"
۳۱۷/۱	"	"	"
۳۱۶/۱	"	"	"
۳۱۵/۱	"	"	"
۳۱۴/۱	"	"	"
۳۱۳/۱	"	"	"
۳۱۲/۱	"	"	"
۳۱۱/۱	"	"	"
۳۱۰/۱	"	"	"
۳۰۹/۱	"	"	"
۳۰۸/۱	"	"	"
۳۰۷/۱	"	"	"
۳۰۶/۱	"	"	"
۳۰۵/۱	"	"	"
۳۰۴/۱	"	"	"
۳۰۳/۱	"	"	"
۳۰۲/۱	"	"	"
۳۰۱/۱	"	"	"
۳۰۰/۱	"	"	"
۲۹۹/۱	"	"	"
۲۹۸/۱	"	"	"
۲۹۷/۱	"	"	"
۲۹۶/۱	"	"	"
۲۹۵/۱	"	"	"
۲۹۴/۱	"	"	"
۲۹۳/۱	"	"	"
۲۹۲/۱	"	"	"
۲۹۱/۱	"	"	"
۲۹۰/۱	"	"	"
۲۸۹/۱	"	"	"
۲۸۸/۱	"	"	"
۲۸۷/۱	"	"	"
۲۸۶/۱	"	"	"
۲۸۵/۱	"	"	"
۲۸۴/۱	"	"	"
۲۸۳/۱	"	"	"
۲۸۲/۱	"	"	"
۲۸۱/۱	"	"	"
۲۸۰/۱	"	"	"
۲۷۹/۱	"	"	"
۲۷۸/۱	"	"	"
۲۷۷/۱	"	"	"
۲۷۶/۱	"	"	"
۲۷۵/۱	"	"	"
۲۷۴/۱	"	"	"
۲۷۳/۱	"	"	"
۲۷۲/۱	"	"	"
۲۷۱/۱	"	"	"
۲۷۰/۱	"	"	"
۲۶۹/۱	"	"	"
۲۶۸/۱	"	"	"
۲۶۷/۱	"	"	"
۲۶۶/۱	"	"	"
۲۶۵/۱	"	"	"
۲۶۴/۱	"	"	"
۲۶۳/۱	"	"	"
۲۶۲/۱	"	"	"
۲۶۱/۱	"	"	"
۲۶۰/۱	"	"	"
۲۵۹/۱	"	"	"
۲۵۸/۱	"	"	"
۲۵۷/۱	"	"	"
۲۵۶/۱	"	"	"
۲۵۵/۱	"	"	"
۲۵۴/۱	"	"	"
۲۵۳/۱	"	"	"
۲۵۲/۱	"	"	"
۲۵۱/۱	"	"	"
۲۵۰/۱	"	"	"
۲۴۹/۱	"	"	"
۲۴۸/۱	"	"	"
۲۴۷/۱	"	"	"
۲۴۶/۱	"	"	"
۲۴۵/۱	"	"	"
۲۴۴/۱	"	"	"
۲۴۳/۱	"	"	"
۲۴۲/۱	"	"	"
۲۴۱/۱	"	"	"
۲۴۰/۱	"	"	"
۲۳۹/۱	"	"	"
۲۳۸/۱	"	"	"
۲۳۷/۱	"	"	"
۲۳۶/۱	"	"	"
۲۳۵/۱	"	"	"
۲۳۴/۱	"	"	"
۲۳۳/۱	"	"	"
۲۳۲/۱	"	"	"
۲۳۱/۱	"	"	"
۲۳۰/۱	"	"	"
۲۲۹/۱	"	"	"
۲۲۸/۱	"	"	"
۲۲۷/۱	"	"	"
۲۲۶/۱	"	"	"
۲۲۵/۱	"	"	"
۲۲۴/۱	"	"	"
۲۲۳/۱	"	"	"
۲۲۲/۱	"	"	"
۲۲۱/۱	"	"	"
۲۲۰/۱	"	"	"
۲۱۹/۱	"	"	"
۲۱۸/۱	"	"	"
۲۱۷/۱	"	"	"
۲۱۶/۱	"	"	"
۲۱۵/۱	"	"	"
۲۱۴/۱	"	"	"
۲۱۳/۱	"	"	"
۲۱۲/۱	"	"	"
۲۱۱/۱	"	"	"
۲۱۰/۱	"	"	"
۲۰۹/۱	"	"	"
۲۰۸/۱	"	"	"
۲۰۷/۱	"	"	"
۲۰۶/۱	"	"	"
۲۰۵/۱	"	"	"
۲۰۴/۱	"	"	"
۲۰۳/۱	"	"	"
۲۰۲/۱	"	"	"
۲۰۱/۱	"	"	"
۲۰۰/۱	"	"	"
۱۹۹/۱	"	"	"
۱۹۸/۱	"	"	"
۱۹۷/۱	"	"	"
۱۹۶/۱	"	"	"
۱۹۵/۱	"	"	"
۱۹۴/۱	"	"	"
۱۹۳/۱	"	"	"
۱۹۲/۱	"	"	"
۱۹۱/۱	"	"	"
۱۹۰/۱	"	"	"
۱۸۹/۱	"	"	"
۱۸۸/۱	"	"	"
۱۸۷/۱	"	"	"
۱۸۶/۱	"	"	"
۱۸۵/۱	"	"	"
۱۸۴/۱	"	"	"
۱۸۳/۱	"	"	"
۱۸۲/۱	"	"	"
۱۸۱/۱	"	"	"
۱۸۰/۱	"	"	"
۱۷۹/۱	"	"	"
۱۷۸/۱	"	"	"
۱۷۷/۱	"	"	"
۱۷۶/۱	"	"	"
۱۷۵/۱	"	"	"
۱۷۴/۱	"	"	"
۱۷۳/۱	"	"	"
۱۷۲/۱	"	"	"
۱۷۱/۱	"	"	"
۱۷۰/۱	"	"	"
۱۶۹/۱	"	"	"
۱۶۸/۱	"	"	"
۱۶۷/۱	"	"	"
۱۶۶/۱	"	"	"
۱۶۵/۱	"	"	"
۱۶۴/۱	"	"	"
۱۶۳/۱	"	"	"
۱۶۲/۱	"	"	"
۱۶۱/۱	"	"	"
۱۶۰/۱	"	"	"
۱۵۹/۱	"	"	"
۱۵۸/۱	"	"	"
۱۵۷/۱	"	"	"
۱۵۶/۱	"	"	"
۱۵۵/۱	"	"	"
۱۵۴/۱	"	"	"
۱۵۳/۱	"	"	"
۱۵۲/۱	"	"	"
۱۵۱/۱	"	"	"
۱۵۰/۱	"	"	"
۱۴۹/۱	"	"	"
۱۴۸/۱	"	"	"
۱۴۷/۱	"	"	"
۱۴۶/۱	"	"	"
۱۴۵/۱	"	"	"
۱۴۴/۱	"	"	"
۱۴۳/۱	"	"	"
۱۴۲/۱	"	"	"
۱۴۱/۱	"	"	"
۱۴۰/۱	"	"	"
۱۳۹/۱	"	"	"
۱۳۸/۱	"	"	"
۱۳۷/۱	"	"	"
۱۳۶/۱	"	"	"
۱۳۵/۱	"	"	"
۱۳۴/۱	"	"	"
۱۳۳/۱	"	"	"
۱۳۲/۱	"	"	"
۱۳۱/۱	"	"	"
۱۳۰/۱	"	"	"
۱۲۹/۱	"	"	"
۱۲۸/۱	"	"	"
۱۲۷/۱	"	"	"
۱۲۶/۱	"	"	"
۱۲۵/۱	"	"	"
۱۲۴/۱	"	"	"
۱۲۳/۱	"	"	"
۱۲۲/۱	"	"	"
۱۲۱/۱	"	"	"
۱۲۰/۱	"	"	"
۱۱۹/۱	"	"	"
۱۱۸/۱	"	"	"
۱۱۷/۱	"	"	"
۱۱۶/۱	"	"	"
۱۱۵/۱	"	"	"
۱۱۴/۱	"	"	"
۱۱۳/۱	"	"	"
۱۱۲/۱	"	"	"
۱۱۱/۱	"	"	"
۱۱۰/۱	"	"	"
۱۰۹/۱	"	"	"
۱۰۸/۱	"	"	"
۱۰۷/۱	"	"	"
۱۰۶/۱	"	"	"
۱۰۵/۱	"	"	"
۱۰۴/۱	"	"	"
۱۰۳/۱	"	"	"
۱۰۲/۱	"	"	"
۱۰۱/۱	"	"	"
۱۰۰/۱	"	"	"
۹۹/۱	"	"	"
۹۸/۱	"	"	"
۹۷/۱	"	"	"
۹۶/۱	"	"	"
۹۵/۱	"	"	"
۹۴/۱	"	"	"
۹۳/۱	"	"	"
۹۲/۱	"	"	"
۹۱/۱	"	"	"
۹۰/۱	"	"	"
۸۹/۱	"	"	"
۸۸/۱	"	"	"
۸۷/۱	"	"	"
۸۶/۱	"	"	"
۸۵/۱	"	"	"
۸۴/۱	"	"	"

مسئلہ از مکتبہ دھرم تلہ غیریہ مسئلہ غلام قادر بیگ صاحب ۵ رجب ۱۳۱۱ھ
کیا فرماتے ہیں علامہ دین اس مسئلہ میں کہ امام کے ساتھ ایک مقتدی برابر کھڑا ہے وہ سہرا اور آیا نہ وہ مقتدی
اول دیکھے ہٹا نہ امام آگے بڑھا تو یہ اُس مقتدی کو نیت باندھ کر کھینچے یا بے نیت باندھے یا بیٹھا تو جودا

الجواب

دونوں صورتیں جائز ہیں فتح القدیر سے مستفاد کہ نیت باندھ کر کھینچنا اولیٰ ہے اور غلام صریح تصریح فرمائی
کہ پہلے کھینچ کر نیت باندھنی مناسب ہے بہر حال دونوں طریقے روا ہیں، فتح کی عبارت یہ ہے،
لو اقتدی واحد باخر فجا ثالث یجذب
المقتدی بعد التکبیر ولو جذبہ قبل التکبیر
لا یضرب۔
یہ کھینچ لیا تو بھی کوئی حرج نہیں (ت)

غلام صاحب یہ ہے،

یضرب ان یمجذب احد من الصفت فی المسجد
او فی الصحراء او لا ثم یکبّر۔
مناسب یہی ہے کہ وہ کسی ایٹائی کو صفت سے پہلے کھینچ
لے خواہ مسجد ہو یا صحرا پھر تکبیر کرے (ت)

مخبر یہاں واجب التنبیہ بات کہ کھینچنا اسی کو چاہتے ہو ذی علم ہو یعنی اس مسئلہ کی نیت سے آگاہ ہو
ورنہ نہ کھینچے کہ مبادا وہ بسبب ناواقفی اپنی نماز فاسد کرے، تحقیق منفعہ اس مسئلہ میں یہ ہے کہ نماز میں جس طرح
اللہ اور اللہ کے رسول کے سوا دوسرے سے کلام کرنا مضہب ہے یونہی اللہ و رسول کے سوا کسی کا کہنا ماننا بے جلالہ
وہم علی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پس اگر ایک شخص نے کسی نمازی کو کھینچ کھینچا یا آگے بڑھنے کو کہا اور وہ اُس کا حکم
مان کر دیکھے ہٹا نماز جاتی رہی اگرچہ یہ حکم دینے والا نیت باندھ چکا ہو اور اگر اس کے حکم سے کام نہ رکھا بلکہ مسئلہ شرع
کے لحاظ سے حرکت کی تو نماز میں کچھ خلل نہیں اگرچہ اس کہنے والے نے نیت نہ باندھی ہو اس لئے بہتر یہ ہے کہ
اس شخص کے کہتے ہی فوراً حرکت نہ کرے بلکہ ایک ذرہ متامل کرنے تاکہ بظاہر غیر کے حکم ماننے کی صورت بھی نہ رہے جب فرق
صرف نیت کا ہے اور زمانہ پر جہل غالب تو جب نہیں کہ جو ہم اس فرق سے غافل ہو کر بلا وجہ اپنی نماز خراب کر لیں،
ولہذا مفسر نے فرمایا وغیر ذی علم کو اسکا نہ کھینچے اور یہاں ذی علم جو اس مسئلہ اور نیت کے فرق سے آگاہ ہو،
در مختار میں ہے،

لو امتثل امر غیرہ فقیل له تقدم فتقدم
فسدت بل یسکت ساعة ثم یقدم برایه
قہستانی معنی یا لزاہدی حلخصہا۔

رد المحتار میں ہے،

في المتن بعد ان ذكر لوجذب به آخر
الاصح لا تغرد صلاته وفي القنية قيل
لعل منفتح تقدم فتقدم باصره فسدت
وعمله في شرح القنوي بانه امتثال لغير
امر الله تعالى اه كلام المصنف وذكر الشربلاني
ان امثاله انما هو لا مرسول الله صلى
الله تعالى عليه وسلم فلا يضرا قال ط
لوقيل بالتفصيل بعين كونه امتثال امر
الشارع فلا تغرد وبين كونه امتثال امر
الداخل مراعاة لمخاطب من غير نظر
لامر الشارع فتفسد مكان حسنا اه مافي
رد المحتار ملقطا قول و هذا
التفصيل كما ترى من الحسن بمكان بل
هو المحل لكلمات العلماء وبه يحصل
التوفيق وبالله التوفيق۔

اقول (میں کہتا ہوں) یہ تفصیل اسن جگہ حسن ہی نہیں بلکہ کلمات علماء کا عمل بھی ہے اور اس کے ساتھ اس کے کلام
میں تطبیق بھی پیدا ہو جاتی ہے وبالله التوفیق (ت)

اگر نمازی کسی غیر کا حکم بجالایا مثلاً اسے کہا گیا
آگے ہو جاوہ آگے ہو گیا تو نماز فاسد ہو جائے گی بلکہ وہ
ایک گھڑی ٹھہرے اور پھر اپنی راستے سے آگے بڑھے
قہستانی بوالزاہدی ملخصا (ت)

متن میں اس کے بعد ہے کہ اگر اس کو کسی دوسرے نے
کھینچا اور نہ پیچھے ہو گیا تو اصح مذہب یہ ہے کہ اس
کی نماز فاسد نہ ہوگی، اہد قنید میں ہے منفرد (تمنا)
نمازی کو کہا گیا آگے ہو اور وہ اس کے حکم کی بنا پر
آگے ہوا تو نماز فاسد ہوگی۔ شرح قدوری میں اس
کی علت یہ بیان کی گئی ہے کہ یہ غیر اللہ کا حکم بجالا رہا ہے
اھ کلام مصنف ختم ہوا۔ شرح رباعی نے فرمایا یہ بجا آوردی
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حکم کی بنا پر تھی
لہذا نقصان وہ نہیں اھ خطاوی نے فرمایا کہ اگر تفصیل
بیان کی جائے درمیان اس کے کہ اگر شارع کا امر سمجھتے ہو
بجالایا تو نماز فاسد نہ ہوگی اور درمیان اس کے اگر
داخل ہونے والے کا امر کی وجہ سے اس کے ارادے
کی رعایت کرتے ہوئے بجالایا امر شارع کی طرف نظر
کے بغیر تو نماز فاسد ہوگی تو یہ (تفصیل بیان کرنا)
بہتر ہوتا اھ یہ رد المحتار کی گفتگو کا خلاصہ تھا۔

اقول (میں کہتا ہوں) یہ تفصیل اسن جگہ حسن ہی نہیں بلکہ کلمات علماء کا عمل بھی ہے اور اس کے ساتھ اس کے کلام

در مختار میں ہے،

يجذب احد الكون قالوا في زماننا تركه
اولى ملخصا۔

خزانہ الاسرار میں ہے،

ينبغي التفويض الى رأى المبتلى فان رأى
عالم المجتہد۔

رد المحتار میں ہے،

هو توفيق حسن اختصار ابن وهبان في
شرح منقولته۔

رہا یہ کہ جب نہ مقتدی بٹے نہ امام بڑے نہ وہ ذی علم ہو کہ یہ کھینچ سکے یا مثلاً امام قعدہ اخیرہ میں ہو جہاں
ان باتوں کا عمل ہی نہیں تو ایسی صورت میں اس آنے والے کو کیا کرنا چاہئے۔ اگر امام کے ساتھ ایک ہی مقتدی ہو
اُس کے بائیں ہاتھ پر یہ مل جائے کہ امام کے برابر دو مقتدیوں کا ہونا صرف خلاف اولیٰ ہے۔

قال الشافعي الظاهر ان هذا اذا لم يكن
في القعدة الاخيرية والا اقتدى الثالث عن
يسار الامام ولا تقدم ولا تاخر۔

اور اگر پہلے سے دو ہیں تو یہ دیکھ کر شامل ہو جائے کہ امام کے برابر تین مقتدیوں کا ہونا مکروہ تحریمی ہے۔
في الدرر توسط اثنين كونه تنزيها وتحريم
دواكثر۔

۹۲/۱	مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی	باب ما يفيد الصلوة الو	سکھ در مختار
۴۷۸/۱	مصحف البابي مصر	"	سکھ رد المحتار بحوالہ خزائن الاسرار
"	"	"	سکھ رد المحتار
۲۲۰/۱	"	باب الامامة	سکھ رد المحتار
۸۳/۱	مطبع مجتبائی دہلی	"	صفحہ در مختار

مراقی الفلاح میں ہے :

جذب عالم بال حکم لا یتاخر به والاقام وحده
قلت فامرشد الی القیام وحده صوته
لفعلوة غیره عن الفساد المحتمل فکیف اذا
کان فیہ صوت ضللة نفسه وغیره جمیعاً عن
الخلل المتیقن الموجب للاعادة - والله
تعالی اعلم۔

علم مسئلہ سے آگاہ نمازی کو کھینچ لے تاکہ اسے پریشانی
نہ ہو لہذا اگر صاحب علم نہیں تو تنہا ہی کھڑا ہو جائے اور
قلت (میں کہتا ہوں جب اس کا تنہا کھڑا ہونا اس
لئے بہتر ہے تاکہ فساد قتل سے دوسرے کی نماز بچائی
جاسکے تو اس وقت تنہا کھڑا ہونا کیوں نہ بہتر ہوگا جب
اپنی اور دوسرے دونوں کی نماز ایسے خلل یقینی سے
بچائی جا رہی ہو جو اعادہ کا موجب ہو واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

الْقِلَادَةُ الْمَرْصُوعَةُ فِي نَحْرِ الْأَجُوبَةِ الْأَرْبَعَةِ

(چار جوابوں کے مقابلہ میں پرویا ہوا ہار)

(مولوی اشرف علی تھانوی کے چار فتوؤں کا رِقْ بلیغ)

تالیف مولانا محمد حسن صاحب کانپوری ۱۶ صفر ۱۳۱۲ھ
مکتبہ اذکار پور بازار میدہ دکان نور بخش و محمد سلیم مرسلہ مولوی محمد شفیع الدین صاحب بنگلہ نئی

بخدمت مجمع کمالیہ عقیدہ و تعلیم جناب احمد رضا خاں صاحب دامت افضالہم السلام علیکم، ایک استغناء خدمت شریف میں ارسال ہے پہلا جواب مولوی اشرف علی تھانوی نے لکھا تھا دوسرا جواب مولوی قاسم علی مراد آبادی نے لکھا ہے چونکہ دونوں جوابوں میں مخالف ہے لہذا ارسال خدمت شریف میں کیا گیا ہے جو جواب صحیح ہو اُس کو فہرہ دستخط سے مزین فرمائیں، اگر دونوں جواب غلط تحقیق میں تو جناب علیہ جواب مع حوالہ اکتب تحسیر فرمائیں ملاحظہ ایہا العلماء، مسحکوا اللہ تعالیٰ (اے علامہ رحمکم اللہ تعالیٰ! تمہارا جواب اس سلسلہ میں کیا ہے؟) ان سلسلوں میں کہ:

- (۱) ایک شخص اپنے ایک پیسے معذور ہے چونکہ اس کو شب کو دوبارہ مسجد میں آنے سے تکلیف ہوتی ہے تو وہ شخص مسجد میں قبل اذان و جماعت کے اپنی نماز حشا ہر اہ ایک شخص کے اقامت کہہ کر پڑھ لیتا ہے پس شخص مذکور کو جماعت کا ثواب ہو گا یا نہ۔ اور جو جماعت مع اذان کے بعد کہ ہوگی اُس میں کچھ کراہت ہوگی یا نہ؟
- (۲) ہر نماز شخص مذکور کے جو نماز پڑھتا ہے تو بعد والی جماعت بسبب فوت ہونے تہجد کے ترک کرتا ہے یا نہ؟

(۳) ایک شخص ہمیشہ قیل و لعل اس طرح کرتا ہے کہ اُس کی ظہر کی جماعت اولیٰ ترک ہو جاتی ہے اور عند اُس کا غنیمت فوت تہجد ہے یا نہ؟

(۴) چند شخصوں کو کوئی ضرورت درپیش ہے وہ چند شخص قبل اذان و جماعت اپنی نماز جماعت سے مسجد میں پڑھیں جائز ہے یا نہ؟ بیہوشا تو جودا

جواب کان پور

جواب سوال اول: نفس جماعت کا ثواب ملے گا مگر جماعت اولیٰ کی فضیلت سے محروم رہے گا۔
جماعت اولیٰ وہی ہوگی جو اذان و اقامت سے اس کے بعد ہوگی اور اس میں کچھ کراہت نہیں ہے۔
جواب سوال دوم: خوف فرت تہجد ترک جماعت اولیٰ میں عذر نہیں ہے۔
جواب سوال سوم: یہ عذر ترک جماعت نظر نہیں ہو سکتا۔
جواب سوال چہارم: ضرورت شدیہ میں ترک جماعت اولیٰ جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

اشرف علی
انگرو اولیا

جواب مراد آباد

جواب سوال اول کا یہ ہے کہ شخص مندرجہ سوال کا جماعت کرنا مکروہ تحریمی ہے ثواب جماعت اصلاً نہ ہوگا اس لئے کہ اولاً تو معذور ہے جماعت ساقط ہے بلکہ بلا جماعت امید حصول ثواب بوجہ معذوری کے ہے
کما فی الہندیۃ تو تسقط الجماعۃ بالاعذار
حتی لا تجب علی المریض والمقعود و
الن من ومقطوع الید والرجل من خلعت
والمفلوج الذی لا یتطیع المشی و
الشیخ الکبیر العاجز او کان قیال المریض
او یخاف ضیاع مالہ انتہی ملخصاً۔ اپنے مال کے ضیاع کا خطرہ ہو مذکور سبب افراد پر جماعت اجنبیوں کی انتہی ملخصاً
ومعہذا (اور اس کے باوجود - ت) اس شخص کا بغیر اذان و اقامت کے جماعت کرنا علی الخصوص
ایسے شخص کے ساتھ کہ وہ شرعاً معذور نہیں ہے موجب کراہت تحریر کا ہے۔ چنانچہ فتاویٰ عالمگیری میں

لکھا ہے،

ویکرة اداء المكتوبة بالجماعة في المسجد
بغير اذان واقامة۔
مسجد میں فرض نماز بغیر اذان واقامت باجماعت ادا
کرنا مکروہ ہے۔ (ت)

وتیزورالت (نیز اسی میں ہے۔ ت)

الاذان سنة كاداء المكتوبة بالجماعة وقيل
انه واجب الصريح انه سنة مؤكدة۔
باجماعت فرض نماز کی ادائیگی کے لئے اذان سنت ہے
اور بعض نے اسے واجب کہا ہے صحیح یہ ہے کہ
یہ سنت مؤکدہ ہے (ت)

پس حصول ثواب نفس جماعت کہاں بلکہ جو ترک سنت مؤکدہ کے موجب معصیت ہے۔

كما قال العلامة الشامي صرح العلامة
ابن نجيم في مسانته المؤلف في بيان
المعاصي بان كل مكروه تحريما من
الصغار ثم صرح ايضا بانهم شرطوا لاسقاط
العدالة بالصغيرة الادمان عليها۔
جیسا کہ ملا مرثاوی نے فرمایا علامہ ابن نجیم نے اپنے
اس رسالہ میں جو انہوں نے بیان معاصی میں تحریر
کیا ہے فرمایا، ہر مکروہ تحریمی صغیر ہے اور
یہ بھی قصہ یہ کہ اہل علم نے صغیرہ کے سبب
استفاضة الت کے لئے، کس پر ہمیشگی کو شرط
قرار دیا ہے۔ (ت)

اور جو جماعت بعد کہ مع اذان ہوگی وہ بلا کر است ہوگی کما صرح (جیسا کہ گزرا۔ ت) فقط
جواب سوال دوم کا یہ ہے کہ جواب سوال اول سے بخوبی میریں ہو گیا کہ شرعاً یہ جماعت مکروہ تحریمی ہے پس
دوسرے شخص کا اس معذور کے ساتھ قبل اذان کے بخوف فوت نماز تہجد کے نماز پڑھنا ترک کرنا جماعت کا ہے اور
ترک جماعت کہ سنت مؤکدہ قریب واجب کے ہے واسطہ ادا سے صلوة تہجد کے کہ مستحب ہے درست نہیں اس
واسطہ کہ ترک سنت معصیت ہے برغلاف امر مندوب کہ وہ معصیت نہیں، درمختار میں لکھا ہے،

ومن المنذوبات تركها السقر والقذوم منه سفر پر جانے اور اس سے واپسی پر دو رکعت اور

۵۲/۱	مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور	الفصل الاول في صفه واحوال المؤذن	۵۲/۱
۵۳/۱	" " " " " " " "	" " " " " " " "	۵۳/۱
۲۳۴/۱	مصطفیٰ البانی مصر	مطلب المکروہ تجزی من الصفات الخ	۲۳۴/۱
"	" " " " " " " "	" " " " " " " "	"

علامہ شامی تحریر فرماتے ہیں :

قال فی البحر الذی ینظر من کلام اهل المذهب
الاثر منوط بقوله الواجب او السنة
المؤكدۃ علی الصحیح لتضمن یحکم بات
من ترک سنن الصلوات الخمس قبل لایاثر
والصحیح اندی اثر وقصر یحکم یا لا یمن ترک
الجماعة مع انها سنة مؤكدة علی الصحیح فقط

بحر میں کراہی مذہب کے کلام سے ظاہر ہو رہا ہے کہ صحیح مذہب پر گناہ
تب ہوگا جب ترک واجب یا ترک سنت مؤکدہ ہو
کیونکہ علماء کی تصریح ہے جو شخص صلوات خمس کی سنن
ترک کرے ایک قول کے مطابق گنہگار ہوگا اور صحیح تہ ہے گنہگار ہوگا
اس بات کی بھی تصریح کی ہے کہ جماعت کا ترک گناہ
ہے لہذا وہ صحیح قول کے مطابق سنت مؤکدہ ہے۔ (ت)

جواب سوال سوم بہتر یہ ہے کہ خوف فوت تہجد کے اس قدر قیلولہ نہ کرے کہ جو موجب ترک فضیلت جماعت
اولیٰ کا ہووے و لہذا اگر کرے تو جائز ہے بشرطیکہ جماعت ترک نہ ہو جائے کہ جماعت ثانیہ ہووے اس لئے کہ
ہمارے اساتذہ رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک قول محقق یہی ہے کہ جماعت ثانیہ بلا کراہت درست ہے اور مساوی
ہے ثواب میں نفس ثامت اولیٰ کے اور جماعت اولیٰ اولیٰ ہے پانچویں میرے استاد و کامل و محدث والد ماجد قدس سرہ
کا اثبات جماعت ثانیہ کے بارہ میں ایک رسالہ مبسوط ہے من شاء فلیطالع علیہ (جو شخص تفصیل چاہے
اس کا مطالعہ کرے۔ ت) بناء علیہ واسطے احاطے نماز تہجد کے کراہی درج کی مستحب ہے اس قدر قیلولہ کرنا کہ جس سے
جماعت اولیٰ ترک ہو جائے نہ مطلق جماعت بلا مشہد جائز ہے اس لئے کہ فضیلت جماعت کی مساوی فضیلت تہجد کے
نہیں ہے بلکہ کمتر ہے من شاء فلیطالع الاحادیث الصریحۃ فی هذا الباب من الصحاح والحسان
(جو شخص تفصیل چاہتا ہے وہ ان احادیث صحیحہ اور حسان کا مطالعہ کرے جو اس مسئلہ کے بارے میں مروی
ہیں۔ ت) فقط۔

جواب سوال چہارم بحالت عذر شرعی کے بھی قبل اذان کے مسجد میں جماعت کرنا اشخاص مندوبہ سوالی کا
درست نہیں مگر وہ سب البتہ بعد اذان کے درست ہے

كما فی الہندیۃ ویکرہ اداء النکوبۃ بالجماعۃ
فی المسجد بغیر اذان واقامۃ۔
جیسا کہ ہندیہ میں ہے مسجد میں اذان واقامت کے بغیر
خمس نماز کی جماعت مکروہ ہے۔ (ت)

۹۶/۱	مطبوعہ مطبع مجتہبی دہلی	باب الترتب والنوافل	ملہ درختار
۷۷/۱	مطبع البانی مصر	مطلب فی السنۃ وتقریفا	ملہ رد المحتار
۵۴/۱	مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور	افصل الاول فی صفتہ واحوال المروءی	ملہ فتاویٰ ہندیہ

یہی حکم مرسولہ کا کہ تحریر فرما و اللہ تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب فقط حررہ العبد
المفتقر الی اللہ الغنی محمد قاسم علی عفی عنہ

الجواب صحیح والمجیب نجیح

قاسم علی خٹ
۱۶
مولانا محمد عالم علی

بینظر سنہ ۱۳۰۰ھ
شکستہ محمد گل

الجواب

اللہم ھد ایۃ الحق والصواب

(لے اللہ بحق اور صواب کی ہدایت عطا فرما)

بسم اللہ الرحمن الرحیم الحمد للہ الذی
یبدع علی الجماعة والصلوة والسلام علی
صاحب الشفاعۃ والہ وصحبہ اولی البراءۃ
وسائر اھل السنۃ والجماعۃ۔

شروع اللہ کے نام سے جو نہایت رحمت والا اور مہربان
ہے، تمام تعریف اللہ تعالیٰ کے لئے جس کا مبارک
باتھ جماعت پر ہے اور صلوة وسلام اس ذات اقدس
پر جو صاحب شفاعت ہے ادا آپ کی آل اور اصحاب
پر جو صاحب فضیلت ہیں اور تمام اہل سنت جماعت پر (رحمت)

جواب سوال اول وچہارم : ہاں فعل مذکور مکروہ و منکر ہے نہ اس وجہ سے کہ معذور سے جماعت ساقط
یا اسے بے جماعت ثواب ثابت نہ کہ،

اولاً ساقط وجوب ہے نہ جواز بلکہ جماعت افضل و عزیزیت،

وفی رد المحتار قولہ من غیر حرج قید
لکونہا سنۃ مؤکدۃ اود اجبۃ فیال حرج
یرتفع الاثم ویرخص فی ترکہا وکنہ یفوۃ
الا فضیلۃ۔

ثانیاً نہ بے جماعت ثواب جماعت مانع جماعت فشتان ما بین الحکم والحقیقۃ (حکم اور
حقیقت میں نہایت ہی فرق ہے۔ ت) سورۃ نظام ثلاث قرآن عظیم کے برابر ہے کیا تین بار اسے پڑھنے والا ختم قرآن
منزل ہوگا (نماز مع) جماعت قیام نصف شب اور مع جماعت فجر قیام تمام میل کے مساوی ہے کیا یہ نمازیں جماعت
سے پڑھنے والا ایسا میل سے باز رکھا جائے گا، شرع میں اس کی نظر نہ ہزار در ہزار ہیں۔

فی الحدیث المتواتر عن الشیخ مسلم بن الحجاج
علیه وسلم قل هو الله احد تعدل ثلث
القراءات أخرجه مالك واحمد والبخاری
وابوداؤد والنسائی عن ابی سعید الخدری
والبخاری عن قتادة بن النعمان واحمد
ومسلم عن ابی الدرداء ومالك واحمد و
مسلم والترمذی والنسائی وابن ماجه و
الحاکم عن ابی هريرة واحمد والترمذی
وحسنه والنسائی عن ابی ایوب الانصاری
واحمد والنسائی والقیلی فی المختار عن
ابی بن کعب والترمذی وحسنه عن
النس بن مالک واحمد وابن ماجه عن
ابی مسعود البدری فی الباب عن عبد الله
بن مسعود وعبد الله بن عمر ومعاذ
بن جبل و جابر بن عبد الله وعبد الله
بن عباس وأحمد بن حنبل و غیره

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے متواتر روایت
میں ہے سورہ اخلاص قل هو الله احد کی تلاوت
قرآن کی تہائی کے برابر ہے اسے امام مالک، احمد،
بخاری، ابوداؤد اور نسائی نے حضرت ابوسعید خدری
رضی اللہ عنہ سے، بخاری نے قتادہ بن نعان رضی اللہ
عنہ سے، احمد و مسلم نے حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ
سے، مالک، احمد و مسلم، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ
اور حاکم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے، احمد و
ترمذی اور انسوی نے اسی روایت کو حسن قرار دیا
اور نسائی نے حضرت ابویوب الانصاری رضی اللہ عنہ
سے، احمد، نسائی اور ضیاء مقدسی نے بخاری میں
حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے، ترمذی نے
اسے من قرار دیتے ہوئے حضرت انس بن مالک
رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے، احمد اور ابن ماجہ نے حضرت
ابو مسعود بدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اس
سلسلہ میں حضرت عبد اللہ بن مسعود، عبد اللہ بن عمرو،

سے رواہ عنہ الطبرانی فی الکبیر ۱۲ منہ (اس کو ان سے طبرانی نے معجم کبیر میں روایت کیا ہے۔ ت)

سے رواہ الطبرانی فی الکبیر والحاکم و ابو نعیم فی
المحلیۃ ۱۲ منہ (اس کو طبرانی نے معجم کبیر میں اور حاکم نے ابو نعیم نے حلیہ میں
روایت کیا ہے۔ ت)

سے الطبرانی فی الکبیر ۱۵ منہ (اس کو طبرانی نے معجم کبیر میں روایت کیا ہے۔ ت)

سے البزار ۱۲ منہ (اس کو بزار نے روایت کیا ہے۔ ت) سے ابو عبیدہ ۱۳ منہ (اس کو ابو عبیدہ نے روایت کیا ہے۔ ت)
سے الامام احمد ۱۲ منہ (اس کو امام احمد نے روایت کیا ہے۔ ت)

سے رواہ البیہقی فی السنن عن رجاء الغنوی
رضی اللہ تعالیٰ عنہ فیہ ثلاثہ خمسۃ عشر صحابیا ۱۵ منہ (اس کو بیہقی نے سنن کبیری میں رجاء غنوی رضی اللہ عنہ سے روا
کیا ہے یہ پیشہ کے پندرہ صحابی ہیں (لہذا حدیث متواتر ہوئی)
۱۲ منہ غفرلہ

مرضى الله تعالى عنهم ما لك واحمد و
مسلم عن امير المؤمنين عثمان الغنى
رضى الله تعالى عنه عن النبي صلى الله
تعالى عليه وسلم من صلى العشاء في
جماعة فكانما قام نصف الليل ومن صلى
الصبح في جماعة فكانما صلى الليل
كله ۛ

معاذ بن جبل، جابر بن عبد الله، عبد الله بن عباس،
ام كلثوم بنت عقبة اور دیگر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم
انجیس سے بھی روایات مروی ہیں۔ مالک، احمد اور
مسلم نے امیر المؤمنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے
حوالے سے روایت کی کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم نے فرمایا، جس نے نماز عشاء جماعت کے ساتھ
ادا کی تو اس نے نصف رات قیام کیا اور جس نے صبح
کے نماز باجماعت پڑھی تو اس نے تمام رات قیام کیا (ت)

ثالثاً نہ ایسی حالت میں بے اداسۃ جماعت ثواب جماعت ملنا ثابت۔

قال المحقق على الاطلاق في فتح القدير و
العلامة ابراهيم الحلبي في الغنية في
مسألة الاعمى وقول النبي صلى الله
تعالى عليه وسلم له ما اجلك من خصلة
معناه لا اجلك من خصلة تحصل لك
فضيلة الجماعة من غير حضورها
لا الإيجاب على الأعمى لانه عليه الصلوة
والسلام من خص لعقبان جن ما لك رضي الله
تعالى عنه على ما في الصحيحين ۛ

محقق علی الاطلاق فی فتح القدير میں اور علامہ ابراہیم
حلبي نے غنیہ میں مسئلہ اعمیٰ کے تحت یہ لکھا ہے کہ
نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نابینا کو فرمانا کہ میں تمہارے
لئے رخصت نہیں ہوتا "اس کا معنی یہ ہے کہ میں تمہارے
لئے جماعت کی فضیلت و ثواب بغیر حاضری جماعت کے
نہیں ہوتا اس کا یہ معنی نہیں کہ آپ نے حاضری جماعت
نابینا پر لازم فرمائی کیونکہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
نے اپنے دوسرے صحابی عقبان بن مالک رضی اللہ عنہ
کو اسی حدیث بنا پر جماعت سے رخصت عنایت
فرمائی ہے جیسا کہ بخاری و مسلم میں موجود ہے (ت)

تنبیہ اقول (میں کہتا ہوں) ہمارا استشہاد
و دلیل ان دونوں بزرگوں کے اس افادہ سے ہے کہ
فضیلت جماعت حاضری کے بغیر حاصل نہ ہوگی

تنبیہ اقول استشهدانا انما هو
بهما افاد من عدم حصول الفضيلة
ولولمعد و ربد وثب الحضور وفيه

ایضا تفصیل یصلح بالرجوع الی المراقی
وغیرہا ماکون معنی الحدیث
هذا فعندی محل نظر یعنی کہ
من جمع طرق الحدیث فقہ
صحیح مسلم عن ابی ہریرۃ
قال انا النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم راہل اعمی فقال یا رسول اللہ
الہ لیس لی قائد یقودنی الی المسجد
فقال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم انت یرخص لہ فیصلی فی
بیتہ فرخص فلما ولی دعاء فقال هل
تسمع النداء بالصلاة فقال نعم
قال فاجب واخرجہ السراج
فی مسندہ مبینا فقال انا
ابن ام مکتوم الاعرج الحدیث
وعند الحاکم عن ابن
ام مکتوم قلت یا رسول اللہ
ان المدینۃ کثیرۃ الهواء
والسبع قال التسمع فی
علی الصلوۃ فی علی
الصلوۃ قال نعم قال فحب
ہتلا وعند احمد وابن خزیمۃ

خواہ وہ شخص معذور ہی کیوں نہ ہو، اور اس میں بکلی تفصیل
ہے جس کے بابت کے لئے مراقی وغیرہ کی طرف رجوع
ضروری ہے، باقی حدیث کا یہ معنی کرنا میرے نزدیک
محل نظر ہے جس کی معرفت حدیث کے
طریق کو جمع کرنے سے ہوگی۔
— تو صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ
عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
کی خدمت اقدس میں ایک نابینا شخص آیا اور عرض کیا
یا رسول اللہ! مجھے کوئی مسجد میں لانے والا نہیں،
انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے چاہا کہ آپ اسے
اس بات کی اجازت دے دیں کہ وہ گھر میں نماز ادا
کرے۔ آپ نے اجازت مرحمت فرمائی، جب وہ
نہ لے کر آپ لے رہا ہوا اور پوچھا، کیا تم نماز
کی اذان سنتے ہو؟ عرض کیا، ہاں۔ فرمایا، اس کا
جواب دو (یعنی باجماعت نماز پڑھو) اسے سراج نے
مسند میں تفصیلاً بیان کرتے ہوئے اس صحابی کا
نام لیا کہ آپ کی خدمت میں حضرت ابن ام مکتوم نابینا
صحابی حاضر ہوئے الحدیث۔ حاکم روایت کرتے ہیں
کہ حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ
میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ! مدینہ طیبہ میں بہت
کاٹنے والے کیرے اور درندے ہیں، فرمایا، تم
حق علی الصلوۃ فی علی الصلوۃ سنتے ہو؟ عرض کیا، ہاں۔

اللہ تعالیٰ عنہ لم یکن
یشق علیہ المشی وکانت
یبتدی الی الطريق من دون
خروج کما یشاهد الآن فی
کثیر من العمیات ثم راجعت
الزرقانی علی المؤطا فرأیتہ
نصر علی ذلك نقلا فقال و
حملہ العلماء علی انہ کانت
لا یشق علیہ المشی وحدہ کثیر
من العمیات اھ وھج یتوجه
ببحث العلامة الثامی حیث بحث
ایجاب الجمعة علی امثال
هؤلاء فقال بل یتھری وجوبہا
علی بعض العمیات الذی
یمشی فی الاسواق و یعرف
الطریق ہل قاشد ولا کلفة و یعرف
اھ مسجد ارادہ بلا سؤال احد
لانہ حیث شد کالمریض القادر علی
الخروج بنفسہ بل ربما تلحقہ
مشقة اکثر من هذا تا مل اھ
ثم رأیت الامام النووی نقل فی
شرح مسلم ما ذکر المحققان من
معنی الرخصة من الجمهور فقال
اجاب الجمهور عنہ بانہ سأل

ملہ شر الزرقانی علی المزنی فصل صلوۃ الجماعة
ملہ روا المختار باب الجمعة

ابن جہان میں حضرت جابرؓ نے روای الفاظ ابی جہان
کے ہیں کیا تم اذان سنتے ہو، عرض کیا ہاں۔
فرمایا، اس کی طرف آؤ خواہ گھٹنوں کے بل آنا پڑے
اس سلسلہ میں ہماری رائے یہی ہے، حقیقت حال
سے اللہ ہی آگاہ ہے کہ حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ
تعالیٰ عنہ پر چلنا دشوار نہ تھا اور وہ بغیر کسی حرج کے
راستہ پالیتے تھے جیسا کہ اب بھی بہت سے نابینا
لوگوں میں مشاہدہ کیا جاتا ہے پھر میں نے زرقانی
علی المزنی کا مطالعہ کیا تو اس میں بعینہ یہی بات
منقول تھی کہ تمام اہل علم کی یہی رائے ہے کہ ان پر
تنہا چلنے میں دشواری نہ تھی جیسا کہ اب بھی بہت نابینا
انوار پر تنہا چل رہے ہیں اور اب علامہ شامی کی وہ
بحث بھی تزیج پاسے کی جو انہوں نے ایسے لوگوں پر
جمہ و اجب قرار دیتے ہوئے کی ہے تو کما بلکہ مجھ پر یہ
بات واضح ہوئی ہے کہ ایسے نابینا لوگوں پر جمہ و اجب
ہر گرج بغیر کسی قائد اور بلا مشقت تنہا راستہ جان کر
چل سکتے ہوں اور اس مسجد تک بغیر پوچھے پہنچ سکتے
ہوں جہاں انہوں نے نماز ادا کر لی ہو کیونکہ یہ اس
وقت اس مریض کی طرح ہوں گے جو خود بخود نکلنے پر
قادر ہو بلکہ بعض اوقات مریض کو اس سے کہیں زیادہ
مشقت اٹھانا ہوتی ہے تاہل اہر پھر میں نے امام
نوروی کی شرح مسلم دیکھی اس میں انہوں نے دونوں
محققین کا جمہور سے معنی رخصت ذکر کیا ہوا نقل کر کے
فرمایا جمہور اس کا یہ جواب دیتے ہیں کہ حضرت

مطبوعہ مکتبہ تجاریہ کبریٰ مصر ۲۶۴/۱
مطبوعہ مصلیٰ البانی مصر ۲۰۲/۱

ابن ام مکتوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ ﷺ سے یہ سوال کیا تھا کہ مجھے گھر پر نماز پڑھنے کی اجازت دی جائے اور عذر کی بنا پر حاضر نہ ہونے کی وجہ سے جماعت کا ثواب بھی حاصل ہو، تو اس کا جواب نفی میں آیا امام نووی نے فرمایا اس گفتگو سے اس بات کی تائید ہوتی ہے کہ عذر کی بنا پر غیری جماعت کے سقوط پر تمام اُمت مسئلہ کا اتفاق ہے اور اس کی دلیل سنت سے وہ حدیث ہے جو حضرت عتبہ بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس بار میں مروی ہے (الدرر) اقول (میں کہتا ہوں) اس تائید میں جو کچھ ہے وہ آپ جان چکے کہ یہ اس صورت میں ہے جب ابن ام مکتوم کے لئے حرج ثابت ہو، شاید حضرت عتبہ بن رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان لوگوں میں سے ہوں جن کو تنہا چلنا دشوار ہو بخلاف ابن ام مکتوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ان کے لئے ایسا معاملہ نہ تھا، پھر امام نووی نے حضور علیہ السلام کے ارشاد فاجب کے ورود سے یہ بات بھی تو جواب احتمال دیا کہ ممکن ہے یہ حکم اسی سال میں ہی نازل ہوئیے ساتھ یا اور بھی احتمال ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اجتہاد میں تبدیلی ہوئی ہو، یہ بھی ہو سکتا ہے کہ رخصت مجسئی عدم وجوب ہو اور آپ کا ارشاد فاجب افضل کی طرف متوجہ کر دیا ہو۔

هل له من خصة امت يعمل في بيته و
تحصيل له فضيلة الجماعة بسبب
عذره ففيل لا قال ويؤيد هذا
ان حضور الجماعة يسقط بالعدر
باجماع المسلمين و دليله من
السنة حديث عتبة بن
مالك الخ -

اقول وقد علمت ما في هذا
التائيد فانت الشان في ثبوت
الحرج له رضي الله تعالى عنه و
لعل عتبة كانت ممن يتحرج بالمشي
وحدوث موت ابن ام مکتوم رضي الله
تعالى عنهم اثم امت الامام النووي
استشعر ورود قوله صلى الله عليه وسلم
فاجب فاجب باحتمال انه بوجه
نزل في الحال و باحتمال تغيير
اجتهاده صلى الله تعالى عليه وسلم
وبانت الترجيح كانت بمعنى عدم
الوجوب وقوله فاجب ندب الى
الافضل -

اقول اما الاولان فتسليم للقول واما
حمل فاجب على السند بخلاف الظاهر
لا سيما مع بناءه على سماع
الاذان فان السند حاصل مطلقا
فافهم والله تعالى اعلم

اقول (میں کہتا ہوں) پہے دونوں احتمال
قول کی وجہ سے تسلیم ہو گا جب کہ مذہب پر معمول کرنا
خلاف ظاہر ہے خصوصا جب اس کی بنا اذان کے
سماع پر ہو کیونکہ مذہب تو ہر حال میں حاصل تھا، فافهم
والله تعالى اعلم (ت)

وابعنا سب سے قطع نظر کیجئے تو یہاں کا عذر غدر فی الحضور ہے نہ عذر الحاضر کا لمطر والطين واما لہما
بلکہ وجہ اولاً وہی آیتان جماعت ہے اذان کہ در باب استئذان ہو کہ اذان اگرچہ واجب الرحمان و مرقی الفلاح
و رد المحتار کے اطلاقات بہت وسیع ہیں

ويعارضها كثير من روايات المبسوط
والمحيط والخانية والخلاصة والجزائرية
والهندية وغيرها من المعتبرات حتى
نفس رد المحتار ومشروحه الدر المختار
كما بيناه فيما علقناه على هـ مشبه

بمبسوط، محيط، خانية، خلاصة، جزائرية، ہندیہ اور
دیگر معتبر کتب کی اکثر روایات اس کے معارض ہیں
حتیٰ کہ خود رد المحتار اور اس کا متن در مختار میں بھی
معارض ہیں جیسا کہ ہم نے اس کے ماسشیہ میں
بیان کیا ہے (ت)

مگر اس قدر بلا مشبہ ثابت کہ نماز پنجگانہ سے جو نماز وقتی جہاں احوال غیر غزاة مسجد میں باجماعت ہوا کریں اس
کے لئے سوا بعض صورت مستثناة کے وقت میں اذان کا پیلے ہو لینا سنت مؤکدہ قریب واجب ہے اور بے اس کے

عليه دخلت الجمعة وخرجت صلوة العيدين
والكسوف والجماعة والاستسقاء وغيرها
والنوازل وجماعة النساء والعيديات و
العبيد والعراة وجماعة البيوت والمصعرا
و مستند كل ذلك مذکور فيما علقناه على
رد المحتار ۱۲۷ منہ غفر له (م)

اس میں جمود داخل اور عیدین، کسوف، جنازہ اور
استسقاء وغیرہ اور قضا اور جماعت خواتین، بچوں
غلاموں، ننگوں اور گھریلو جماعت اور جنگل کی جماعت
اس کے خارج ہے اور ہر ایک پر دلیل ہم نے اپنے
ماسشیہ رد المحتار میں تحریر کی ہے ۱۲۷ منہ
غفر له (ت)

علیہ مثلاً جمعہ کے دن شہر یا قصبہ میں جو معذور نظر رہیں انہیں اذان کی اجازت نہیں اگرچہ جماعت کریں کہ
انہیں جماعت کرنا بھی جائز نہیں مگر حج میں عصر عرفہ و عشاء کے لئے صرف تکبیر ہوتی ہے نہ اذان۔
(باقی بر صفحہ آئندہ)

جماعت کر لینا مکروہ و گناہ یہاں تک کہ یہ جماعت شرعاً معتبر نہیں اس کے بعد جو جماعت باذان و اقامت ہوگی وہی پہلی جماعت ہوگی بلکہ علماء فرماتے ہیں اگر کچھ لوگوں نے آہستہ اذان دے کر جماعت کرنی کہ آذان اور اذان اور وہی نہ پہنچی تو ایسی جماعت بھی داخل شمار و احتساب نہیں تا کہ جب سرے سے اذان دی ہی نہ جائے ، و نیز امام کروری میں ہے :

ويكفر للرجال اداء الصلوة بجماعة في مسجد بلا اعلامين لا في المفازة والكرام والبيوت الخ

مردوں کے لئے مسجد میں قرآن کی جماعت اذان و اقامت کے بغیر مکروہ ہے ، جنگل ، گھنے باغوں اور گھروں میں مکروہ نہیں الخ (ت)

اقول قوله بلا اعلامين اي بدون الجمع بينهما فشا في الكراهة هو الايتان بهما لا باحد هما بدليل قوله لاف المفازة الخ قامت ترك اعلام الشروع مكروه مطلقا ولو في المفازة وقد نص على الاساءة في تركهما۔

اقول (میں کہتا ہوں) اس کا قول "بلا اعلامين" یعنی اذان و اقامت کو جمع کئے بغیر ہذا مانا فی کراہۃ دونوں کے ساتھ نماز یا جماعت الخ ترک نہ ہے ایک ساتھ اس کا قول لا فی المفازة الخ اس پر دلیل ہے کہ اگر جماعت کے ساتھ اذان کا ترک ہر حال میں مکروہ ہے خواہ جنگل میں ہو اور ان دونوں کے ترک پر اساءت کی تصریح ہے (ت)

(بقیہ ماشیہ صفحہ گزشتہ)

كما في الهندية عن الغنائية ولا حاجة ههنا الى استثناء فوائت تودی في المسجد كما فعل الشامي ولا ما وراء اول فوائت ولو ادیت في غير المسجد كما قدنا عليه لان الكلام ههنا في الاواد ۱۲ منه غفر له (م)

ہندیہ میں غنائیہ کے حوالے سے یوں ہی ہے اور ان فرمت شدہ نمازوں کے استثناء کی ضرورت نہیں جو مسجد میں ادا کی جائیں جیسا کہ شامی نے کیا ہے اور اور نہ ہی ماورائے اول کے فرمت شدہ کا استثناء ضروری ہے اگرچہ وہ غیر مسجد میں ادا کی جائیں جیسا کہ ہم نے اس لحاظ سے کہ یہاں گفتگو اوا میں ہو رہی ہے۔

در و غرہ علامہ مولیٰ خسرو میں ہے،

(یا قیہما) ای الاذان والاقامة (المسافر والمصلی فی المسجد جماعة وفي بدتہ بمصر وکرة الاول) ای المسافر (ترکہما) ای الاقامة (وللشافی) ای المصلی فی المسجد (ترکہ) ای الاذان (ایضا) ای کالاقامة۔

(ان دونوں کو بجا لائے) یعنی اذان واقامت کے ساتھ (مسافر اور نمازی مسجد میں جماعت کے لئے اور شہر میں گھر پر نماز ادا کرنے والا اور پہلے کے لئے مکروہ ہے) یعنی مسافر کے لئے (اس کا چھوڑنا) یعنی تکبیر کا (اور دوسرے کے لئے) یعنی مسجد میں نماز ادا کرنے والے کے لئے (اس کا چھوڑنا) یعنی اذان کا (بھی) یعنی اقامت کی طرح مکروہ ہے (ت)

تکبیر میں ہے،

لومصلی بعض اهل المسجد باقامة وجماعة ثم دخل المؤذن والامام وبقية الجماعة فالجماعة المستحبة لهم والكراهة للاولى كذا فی المصنعات۔

اگر کچھ اہل مسجد نے اقامت اور جماعت کے ساتھ نماز ادا کی پھر مؤذن امام اور باقی لوگ آئے قرآن کی عزت مستحب ہے، پہلی جماعت مکروہ ہوگی، مصنفات میں اسی طرح ہے (ت)

یہ خاص جزئی مسئلہ مسئلہ ہے خلاصہ و خانہ دہندیہ وغیرہ میں ہے،

واللفظ للامام البخاری جماعة من اهل المسجد اذ نوا فی المسجد علی وجه التخافة بحيث لم یسمع غیرهم ثم حضر من اهل المسجد قوم وعلموا فلهم ان یصلوا بالجماعة علی وجهها ولا عسرة للجماعة الاولى۔

انھذا امام بخاری کے ہیں کہ بتا چکے اہل مسجد میں ایک گروہ نے مسجد میں اتنی آہستہ اذان دی کہ ان کے غیر نے نہ سنی پھر دیگر لوگ آئے اور ان کو علم ہوا تو ان لوگوں کو حق حاصل ہے کہ وہ سنت طریقہ پر جماعت کر وائیں پہلی جماعت کا کوئی اعتبار نہیں (ت)

پس اس معذور اور اس کے شریک اور ان ضرورت والوں کا یہ فعل جماعت مسنونہ معتبرہ شرعیہ نہیں بلکہ

مطبوعہ مطبع احمد کمالی اسکاتلند فی دار السعد بمصر ۵۶/

۵۲/۱

۴۸/۱

• نورانی کتب خانہ پشاور

• مکتبہ حبیبیہ کراچی

سنة الدرہ الحکام فی شرح غرہ الاحکام باب الاذان

سنة فتاویٰ ہندیہ الفصل الاول من باب الاذان

سنة خلاصۃ الفتاویٰ الفصل الاول فی الاذان

مکروہ منوع ہے اور ہر جماعت باذان واقامت اس کے بعد ہوگی اس میں کچھ کراہت نہ ہوگی بلکہ وہی جماعت مستنوزہ و جماعت اولیٰ ہے۔

ثانیاً جب یہ جماعت جماعت نہیں تو وقتی نظر حاکم کہ ان کا یہ فعل بعد دخول وقت مسجد سے بے نیت شہود جماعت باہر جانا ہوا یہ بھی کردہ اور حدیث میں اس پر وعید شدید وارد ہے

ابن ماجہ عن امیر المؤمنین عقیل رضی اللہ عنہ ابن ماجہ نے امیر المؤمنین حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال قال رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم لا یسمع النداء فی مسجدی غیر علیہ تبعاً للبحر وغیرہ وقد ثبت بسند صحیح من حدیث ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ لکن فیہ تخصیص مسجد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فاتہ قال قال رسول اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لا یسمع النداء فی مسجدی هذا ثم یرجع منہ الا لحاجة ثم لا یرجع الیہ الا من فقیہ من رواہ الطبرانی فی الاوسط والابی داؤد فی مراسیلہ عن سعید بن المسیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال لا یرجع من المسجد احد بعد النداء الا من فقیہ الا احد اخرجہ حاجة وهو یرید المرجع ۱۲ منہ غفرلہ (م)

اس کی سند ضعیف ہے ہم نے بحر وغیرہ کی اتباع میں اسی پر اقتدار کیا ہے حالانکہ سند صحیح کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث ثابت ہے لیکن اس میں مسجد نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تخصیص ہے۔ کہا رسالتاب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، میری اس مسجد میں کوئی شخص اذان نہیں سنا، پھر کسی ضرورت کے بغیر مسجد سے نکل جاتا ہے اور واپس مسجد کی طرف نہیں آتا مگر یہ کہ وہ منافق ہے اسے طبرانی نے المعجم الاوسط میں ذکر کیا اور امام ابو داؤد نے مراسیل میں حضرت سعید بن المسیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، اذان کے بعد مسجد سے منافق کے علاوہ کوئی نہیں نکلتا مگر عذر کی وجہ سے جب کوئی حاجت و ضرورت اس شخص کو نکالے اور وہ شخص واپسی کا ارادہ رکھتا ہو تو منافق نہیں ۱۲ منہ غفرلہ (م)

مطبوعہ دارالکتاب بیروت ۵/۲
مطبوعہ علیہ لاہور ص ۳۲
مجمع الزوائد بحوالہ طبرانی اوسط باب فمیں خرج من مسجد بعد اذان
کتاب المراسیل باب ما جاء فی الاذان

تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، جس نے اذان کو مسجد میں پایا
پھر وہاں سے نکل گیا حالانکہ اسے نکلنے کی کوئی حاجت
بھی نہ تھی اور واپسی کا ارادہ نہ رکھتا ہو تو وہ منافق ہے۔

علیہ وسلم من اور کہہ اذان فی المسجد
ثم خرج لم یخرج لحاجة وهو لا یسیر
الرجعة فهو منافق
در مختار میں ہے،

مکرہ و تحریمی ہے سبب جماعت کے نکلنا اس شخص کا
جس نماز نہ پڑھی ہو اس مسجد سے جس میں اذان ہو گئی
ہو، شارح نے کہا آٹھ گھر پہلا ہے (یعنی اکثر یہی
ہوتا ہے کہ اذان کا وقت ہونے پر اذان ہو جاتی ہے) اور مراد اذان ہونے سے وقت نماز کا آ جانا ہے خواہ مسجد

مکرہ تحریم اللہ فی خروج من المسجد
من مسجد اذن فیہ جری علی الغالب
والمراد دخول الوقت اذن فیہ اذلا۔

میں اذان ہوئی ہو یا نہ (ت)

بجرا لائی میں ہے،

نماز کے بغیر نکلنے سے ظاہر مراد یہ ہے کہ جماعت کی حالت
نماز ادا نہ کی ہو (الذات)

انظار من الخروج من غیر صلاة عدم
الصلوة مع الجماعة الخ

اقول (میں کہتا ہوں) اس سے ظاہر مراد
وہ جماعت ہے جو سنوہ مشرود ہو نہ کہ وہ جو مکروہ
ممنوع ہو کیونکہ نکلنے پر جماعت وہ طلب جماعت کے
واسطے ہے اور یہ حکم اسی جماعت کے لئے ہو گا جو
شرعاً مطلوب ہے، یہ کیسے ہو حالانکہ پہلے مرز چکا
کہ بغیر اذان کے جماعت ایسے ہے جیسے جماعت ہوئی
ہی نہیں، پس اس کا ہرگز اعتبار نہ کیا جائے گا، اللہ
تعالیٰ تمام تعارض و مہرب اور کمزوریوں سے پاک
ہے، وہ سب سے بہتر جانتا ہے۔ اس جمل مجربہ

اقول وظاہران المراد بالجماعة

ہی الجماعة المسنونة المشروعة
دون المکروهة المنوعة فانت النهی
عن الخروج انما هو لطلب الجماعة
فلایتناول الا الجماعة المطلوبة شرعا
کیف وقد تقدم انت الجماعة بلا
اذان کلا جماعة فلا یعتد بها اصلا
والله سبختہ وتعالیٰ اعلم
وعلمہ جبل محبذ اقر

مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی

ص ۵۴

۹۹/۱

۹۲/۲

• مطبع مجتہدانی دہلی

• ایچ ایم سعید کمپنی کراچی

سہ سنن ابن ماجہ باب الاذان وانت فی المسجد فلا تخرج

باب اور اک الفقہ فیض

• • •

سہ در مختار

سہ بجرا لائی

واحکم۔

کا علم کامل اور اکمل ہے (ت)

جواب سوال دوم: خوف فوت تہجد ترک جماعت مامور بہا کا مجوز ہو سکتا ہے نہ بعد دخول وقت بے شرکت جماعت شرعیہ مسجد سے نکل جانے کا طبع نہ جماعت مکروہہ منوعہ کا دایمی نہ خود اس غدر کا غالباً کوئی محصل صحیح کیا اذنی موجب فوت تہجد ہے فرض یہ بہانہ مسوع نہیں اگرچہ تہجد سنت ہی سہی کمال الیہ کلام المحقق فی الفتح وصال الیہ تلمیذہ المحقق محمد الحلبي فی الحلبيہ قائلانہ الاشبه (جیسا کہ اس کا لفظ فتح التہجد میں کلام محقق نوٹا ہے اور ان کے شاگرد محمد علی نے علیہ میں یہ کہتے ہوئے اسی طرف رجوع کیا کہ یہی اشبہ ہے۔ ت) کہ اولاً وہ بر تقدیر سنت بھی معارضہ جماعت کا صالح نہیں دربارہ تہجد صرف ترغیبات ہیں اور ترک جماعت پر سخت جوت کہ وعیدیں کہ حکم کفر تک وارد،

اس طرح کے مقامات پر تاویلات معروفہ کے ساتھ، اور
اس پر سند احمد اور طبرانی نے المعجم الکبیر میں حضرت
معاذ بن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے واسطے سے حضور
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیث سند کے ساتھ
ذکر کی ہے اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ
جماعت سے پیچھے رہنے والوں کے بارے میں فرمایا
اگر تم نے اپنے نبی کی سنت ترک کر دی تو تم نے کفر کیا،
اور جماعت عشا کے نہ حاضر ہونے پر گھر جلا دینے کا حکم فرمانا ثابت کما فی الصحیحین من

علیہ سیاقی نص فی جواب السؤال الثالث ۱۲ منہ (م)
علیہ ہذا روایت ابی داؤد الحدیث سلفظ
لفظہ عند مسلم وغیرہ ۱۲ منہ (م)
علیہ بعض اس حدیث میں عشا بعض میں فجر، بعض میں جمعہ، بعض میں مطلق جماعت وارد ہے اور سب صحیح ہیں کما
فی حشد القاری للامام العینی (جیسا کہ نام بدر الدین عینی کی عمدة القاری میں ہے۔ ست) یہاں ذکر عشا ہی تھا
لہذا اس کی تخصیص کی ۱۲ منہ غفرلہ (م)

حدیث ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی الباب
غیرۃ (جیسا کہ بخاری و مسلم میں اس کو ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم سے روایت کیا اور اس باب میں اس کے علاوہ بھی احادیث موجود ہیں۔ ت)

ثانیاً فوت سنت آئندہ کے خوف متیقن سے فی الحال اپنے ہاتھوں سنت جلیلہ چھوڑ دینے کی نظیر
یہی ہو سکتی ہے کہ کوئی شخص مرگ فردا کے اندیشہ سے آج خودکشی کر لے۔

ثالثاً کیا جاننے میں قصداً مکروہات و منہات شرعیہ کا ارتکاب ہو گا اور تمہید نہ بھی ملا تو حضور
سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قوم میں تقریظ نہ رکھی۔

أحمد و مسلم و ابوداؤد و ابن حبان
احمد، مسلم، ابوداؤد و ابن حبان نے حضرت

کیونکہ مشہور حدیث ہے امام احمد نے حضرت عمرو
ابن ام کثوم سے، ابی ماجہ نے حضرت اسامہ
بن زید سے، طبرانی نے اوسط میں حضرت انس
سے مسند حنیفہ کے ساتھ اور حضرت ابن مسعود
روایت کیا ہے طحاوی نے مشکل الآثار میں حضرت
جابر بن عبد اللہ سے روایت کیا ہے ہم نے ان
تمام احادیث کو اپنے رسالے "حسن البراعة
فی تنقید حکم الجماعة" میں ذکر کیا ہے۔
دہی حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، قرآن سے
لا تعداد اصحاب صحاح و سنن اور اصحاب سنن
معاجیم نے روایت کیا ہے واللہ تعالیٰ اعلم (ت)
جامع صغیر میں اس کی نسبت امام احمد اور ابن حبان
کی طرف کی ہے اس کے شارح امام مناوی نے
فرمایا اس کو ان سے ابوداؤد وغیرہ نے روایت
کیا ہے اور بلا شک یہ حدیث صحیح مسلم میں بھی موجود
ہے ۱۲ منہ (ت)

عنه فانہ حدیث مشہور و من حدیث
عمر و ابن ام مکتوم عند احمد و عن
اسامة بن زید عند ابن ماجہ و عن
انس بسند جید و عن ابن مسعود
کلیهما عند الطبرانی فی الاوسط و عن
جابر بن عبد اللہ عند الطحاوی فی مشکل
الاثار و قد ذکرنا احادیثہم فی رسالتنا
حسن البراعة فی تنقید حکم الجماعة
احادیث ابی ہریرۃ فرواۃ من لا یخصی
من اصحاب الصحاح و السنن و المسانید
و المعاجیم واللہ تعالیٰ اعلم ۱۲ منہ (م)

عنه عزاء فی الجماعة الصغیر کا احمد
و ابن حبان قال شارح المناوی و
سواء عنه ابوداؤد وغیرہ اھ و لا شک
انہ موجود فی صحیح مسلم ۱۲ منہ (م)

عن ابی قتادة رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لیس فی النوم تفریط انما التفریط فی الیقظة
 ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: تفریط نیند میں نہیں بلکہ بیداری میں ہے۔ (ت)
 بلکہ بنیت تہجد سونے والے کو اگرچہ تہجد نہ پائے تو اب تہجد کا وعدہ فرمایا اور اس کی نیند کو رب العزت جل جلالہ کی طرف سے صدقہ بنایا۔

ما لك في النوم يا ابا داود والنسائي عن
 ام المؤمنين رضي الله تعالى عنها ان
 رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم
 قال ما من امرئ تكون له صلاة بليل
 يغلبه عليها نوم الا كتب الله له اجر صلاته
 وكانت نومه عليه صدقة وهو
 عند ابن ابي الدنيا في كتاب
 التهجيد بسند جيد ، النسائي وابن ماجة
 وخزيمة والبخاري بسند صحيح عن ابی الدرداء
 رضي الله تعالى عنه عن النبي صلى الله
 تعالى عليه وسلم قال من اتى فراشه
 وهو يشوى ان يقوم فيصلي من الليل
 فغلبته عيناه حتى يصبح كتب له ما
 نوى وكان نومه صدقة عليه من ربه
 عز وجل وهو بمعناه عند ابن حبان
 في صحيحه عن ابی ذر اد
 امام مالک نے عوطا میں ابو داؤد و النسائی نے
 ام المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی کہ
 نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اگر وہ
 شخص بورات کی نماز (تہجد) کی نیت رکھتا ہو اس
 پر غینہ غالب آجائے تو اللہ تعالیٰ اسے نماز کا اجر و ثواب
 عطا فرمائے گا اور اس کی نیند اس پر صدقہ ہوگی یہ
 حدیث ابن ابی الدنیا نے کتاب التہجد میں سند جید
 کے ساتھ یہ حدیث ذکر کی۔ نسائی، ابن ماجہ، ابن جریر
 اور بخاری نے سند صحیح کے ساتھ حضرت ابو درداء رضی اللہ
 تعالیٰ عنہ سے روایت کیا نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ
 وسلم نے فرمایا، جو شخص بستر پر اس نیت سے لیٹا
 کہ رات کو اٹھ کر نماز (تہجد) پڑھے گا مگر نیند کے
 غلبہ کی وجہ سے صبح تک اس کی آنکھ نہ کھلے تو اسے اس
 کی نیت کے مطابق اجر ملے گا اور اس کی نیند اللہ
 عز وجل کی طرف سے اس پر صدقہ ہوگی اور یہ حدیث
 معن ابن حبان نے اپنی صحیح میں حضرت ابو ذر یا حضرت

سنة سنن ابو داود باب في من نام من صلاة الخ مطبوعه آفتاب عالم پريس لاہور ۶۴/۱
 سنة عوطا امام مالک ماجار في صلاة الليل مير محمد کتب خانہ کراچی ص ۹۹
 سنة سنن ابن ماجہ باب ماجار فيمن نام من جزير من الليل ايچ ایم سعید کتب خانہ کراچی ص ۶۶

ابن الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہکذا
بالشک۔
ابو ذر وہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اسی طرح شک
کے ساتھ روایت کی ہے۔ (ت)

امیر المؤمنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابو حشر اور ان کے صاحبزادہ سلیمان رضی اللہ تعالیٰ عنہما
کو جماعت صبح میں نہ دیکھا ان کی زوجہ اور ان کی والدہ شفا رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے سبب پوچھا، کہا نماز شب
کے سبب نیند نے غلبہ کیا نماز صبح پڑھ کر سو رہے، فرمایا، مجھے جماعت صبح میں حاضر ہونا نماز تمام شب سے
محبوب تر ہے۔

مالک، ابن شہاب سے وہ ابو بکر بن سلیمان بن ابی عمر
سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ
تعالیٰ عنہ نے سلیمان بن ابی حشر کو نماز صبح میں نہ پایا
آپ صبح کو حبيب بازار کی طرف گئے اور سلیمان کا گھر
بازار اور مسجد نبوی کے درمیان تھا تو آپ سلیمان کی
والدہ شفا کے پاس سے گزرے اور پوچھا میں نے
سلیمان کو آج نماز صبح میں نہیں پایا تو انہوں نے عرض
کیا وہ رات بیدار رہے نماز پڑھتے رہے صبح کو نیند
غالب آگئی۔ تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا
مجھے نماز فجر میں حاضر ہونا اس بات سے زیادہ محبوب
ہے کہ میں ساری رات قیام کروں۔ امام عبد الرزاق
نے اپنی مصنف میں مسند سے انہوں نے زہری سے
انہوں نے سلیمان بن ابی حشر سے انہوں نے اپنی والدہ
شفا۔ بنت عبد اللہ سے بیان کیا کہ ان کی والدہ فرماتی
ہیں حضرت عمر میرے پاس آئے تو میرے پاس دو
آویسے ہوئے تھے اس سے وہ اپنا حناوند
ابو حشر اور اپنا بیٹا سلیمان مراد لیتی ہیں۔ آپ نے

مالک عن ابن شہاب عن ابی بکر بن سلیمان
بن ابی حشمة ان عمر بن الخطاب رضی اللہ
تعالیٰ عنہ فقد سلیمان بن ابی حشمة في
مسلة الصبح وانت عمر بن الخطاب
غدا الى السوق ومسكن سليمان بين
السوق والمسجد النبوي فسر على
الشفا امر سليمان فقال لها انه ارسلني في صلاة
الصبح فقالت انه بات يصلي فقلت
عينا فقال عمر لا انت اشهد صلاة
الصبح في الجماعة احب الي من انت
اقوم ليلة عبد الوزاق في مصنفه عن
مسند عن الزهري عن سليمان بن
ابی حشمة عن أمه الشفا بنت عبد الله قالت
دخل علي عمر وعندي رجلان ثمانان
قنقن نروجهما ابا حشمة و
ابنهما سليمان فقال اما
هليليا الصبح قلت لم يزا

یصلیان حتی أصبحا فصلیا الصبح وناما فقال لان اشهد الصبح فی جماعة احب الی من قیام لیلة - واللہ تعالی اعلم

فرمایا، انہوں نے نماز صبح کیوں پڑھی؟ میں نے عرض کیا یہ ساری رات نماز میں مشغول رہے حتیٰ کہ صبح ہو گئی پھر انہوں نے نماز صبح ادا کی اور سو گئے۔ تو آپ نے جواب سوال سوم: اقول وبالله التوفیق (میں اللہ تعالیٰ کی توفیق سے کہتا ہوں۔ ت) اس مسئلہ میں جواب حق وہی ہے کہ غنہ ذکر فی السؤال سرے سے بیہودہ و سراپا اہمال ہے و درہم کرتا ہے کہ سنت تہجد کا حفظ و پاس اُسے لغویت جماعت پر باعث ہوتا ہے اگر تہجد بروہر سنت ادا کرتا تو وہ خود فوت واجب سے اُس کی محافظت کرنا نہ کر لیا فوت کا سبب ہوتا،

قال عز وجل ان الصلوة تنہی عن الفحشاء والمنکر

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے شک نماز یہیاتی اور بڑی باتوں سے روکتی ہے۔

سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

علیکم بقیام اللیل فانہ داب الصلحین قبلکم وقربة الی اللہ تعالیٰ ومنہا عن الاثم وتکفیر للسیئات ومطردة للداء عن الجسد - رواہ الترمذی فی

تہجد کی ملازمت کرو کہ وہ (رات کا قیام) انگلی ٹیکوں کی عادت ہے اور اللہ عزوجل سے نزدیک کرنا اور گناہ سے روکنے والا اور برائیوں کا کفارہ اور بدن سے بیماری دور کرنے والا۔ اسے ترمذی نے اپنی جامع

راہ الصنف لعبد الرزاق باب فضل صلوة فی جماعۃ مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت ۱/۵۲۶

سلف القرآن ۲۹/۴۵

سلف جامع الترمذی ابواب الدعوات مطبوعہ امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۱۹۴/۲

صحیح ابی خزیمہ باب التہجد صلی علیہ وسلم علیہ السلام مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت ۲/۱۴۴

ف، حدیث مذکور کے الفاظ صفحہ مذکور پر مصنف میں یوں ہیں: عن معمر بن الزہری عن سلیمان بن ابی حشہ عن الشفاء بنت عبد اللہ قالت دخل علی بنی عمر بن الخطاب فوجد عندی رجلین نائمین فقال وما شان ہذین ما شہدنا معی الصلوة؟ قلت یا امیر المؤمنین صلیا مع الناس وکان ذلک فی رمضان فلعرزا لا یصلیان حتی یصباحا وصلیا الصبح وناما فقال عمر لان اصلی الصبح فی جماعة احب الی من ان اصلی لیلة حتی أصبح - ذراحم

جامعہ واجت ابی الدنیا فی التہجد و
ابن خزیمہ فی صحیحہ و المحاکم فی المستدرک
و صحیحہ و البیہقی فی سننہ عن ابی امامہ
الباہلی و احمد و الترمذی و حسنہ و
المحاکم و البیہقی عن بلال و الطبرانی فی
الکبیر عن سلمان الفارسی و ابن السنی
عن جابر بن عبد اللہ و ابی ہاشم
عن ابی الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہم
اجمعین ۔

ابن ابی الدنیا نے کتاب التہجد ، ابن خزیمہ نے اپنی
صحیح اور محاکم نے مستدرک میں روایت کر کے صحیح کہا
اور بیہقی نے سنن میں حضرت ابو امامہ باہلی سے ،
اور احمد و ترمذی نے صحیح قرار دیتے ہوئے روایت کیا ، محاکم
اور بیہقی نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت
کیا ہے اور طبرانی نے المعجم الکبیر میں حضرت سلمان
فارسی سے اور ابن سنن نے حضرت جابر بن عبد اللہ
سے اور ابن ہاشم نے حضرت ابو الدرداء رضی اللہ
تعالیٰ عنہم اجمعین سے روایت کیا ہے ۔

قنوت جماعت کا الزام تہجد کے سر رکھنا قرآن و حدیث کے خلاف ہے اگر میزان شرع مطہرہ کے اپنے احوال و افعال
تو لے تو کھل جائے کہ یہ الزام خود اسی کے سر تھا بجلایہ تہجد و قیلو وہ ہیں جو اس نے خود ایجاد کئے جب تو انہیں
تغویت شعار عظیم اسلام کے لئے کیوں غم نہ بناتا ہے اور اگر وہ ہیں جو حضور ربیب عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے قولاً
و فعلاً منقول ہوئے تو بتائیے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کب ایسے تہجد و قیلو کی طرف بلایا جن سے
جماعت غیبت فوت ہو ، کیا قرآن و حدیث ایسے ہی تہجد کی ترغیب دیتے ہیں ، کیا سلف صالح نے ایسے ہی قیام میل
کئے ہیں ! عا شا و کلا سے

ترجمہ نہ رسی بکعبہ اسے اعرابی
کیں رہ کہ تو میری ترکستان است

(۱) اعرابی ! مجھے ڈر ہے کہ تو کعبہ کو نہیں پہنچے گا کیونکہ جس راستہ پر تو چل رہا ہے
وہ ترکستان کو جاتا ہے)

یا ذہانت ادا کیا چاہتا ہے تو بروہ سنقت ادا کر ، یہ کیا کرشت لیجے اور واجب فوت کیجے ، ذرا بلکوش ہوئی سنی
اگرچہ حق تلخ گزرے ، دوسرے ڈالنے والے نے تجھے یہ جھوٹا بہانہ سکھایا کہ اسے مقتیان زمانہ پر پیش کرے
جس کا خیال ترغیبات تہجد کی طرف جائے تجھے قنوت جماعت کی اجازت دے جس کی نظر تاکیدات جماعت
پر جائے تجھے ترک تہجد کی مشورت دے کہ من ابتلی ببلیتین اختار اھو فیہما (دو بلاؤں میں مستلماً
شخص ان دو میں سے آسان کو اختیار کرے ۔ ت) بہر حال مقتیوں سے ایک نہ ایک کے ترک کی دستاویز
نقد ہے مگر عا شا خدام فقہ و حدیث نہ تجھے قنوت واجب کا فتویٰ دیں گے نہ عادی تہجد کو ترک تہجد کی ہدایت

کر کے ارشاد حضور سیدالاسیاد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم :

یا عبید اللہ لا تکن مثل فلان کان یقوم
اللیل فترک قیام اللیل لیسرواء الشیطان
عن عبد اللہ بن عمر بن العاص
رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

اسے عبید اللہ! فلاں شخص کی طرح نہ ہو جو راست کا
قیام کرتا تھا مگر اب اس نے ترک کر دیا۔ اسے
بخاری و مسلم نے حضرت عبد اللہ بن عمر بن عاص
رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے۔ (ت)

کا خلافت کریں گے۔ یہ اس لئے کہ وہ توفیقہ عزوجل حقیقت امر سے آگاہ ہیں اُن کے یہاں عقل سلیم و نظر قویم
و دعا دل گراہ شہادت دے چکے ہیں کہ تہجد جماعت میں تعارض نہیں اُن میں کوئی دوسرے کی تغیریت کا داعی
نہیں بلکہ یہ ہوا سے نفس شریر و سوئے طرز تدبیر سے ناشی ہوا یا ہذا اگر تو وقت جماعت جاگتا ہوتا اور مطلب
آرام پڑا رہتا ہے جب تو صراحتہ آثم و تارک واجب ادا اس ضرر باطل میں مبتلا و کاذب ہے۔ سید عالم
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

الجفاء کل الجفاء، و الکفر و النفاق من
سمع منادی اللہ ینادی الی الصلوۃ متب
فلا یجیبہ۔ حدیث حسن قد ذکرنا
تخریجہ و لفظ الطبرانی ینادی
بالصلوة و یدعو الی الفلاح۔

ظلم پر اظلم اور کفر اور نفاق ہے کہ آدمی اللہ کے
منادی کو نماز کی طرف بلا آئے اور حاضر نہ ہو۔
یہ حدیث حسن ہے اس کی تخریج کا ذکر ہم نے پہلے
کر دیا ہے۔ طبرانی کے الفاظوں میں نماز کی
طرف بلائے والے اور فلاح کی دعوت دینے والے
کو کہتے ہیں۔

اور اگر ایسا نہیں تو اپنی حالت جانچ کر یہ قدر غراب کیونکر جاگتا ہے یہ فساد و حجاب کہاں سے پیدا ہوا اس کی تدبیر کر
کیا تو قیلولہ ایسے تنگ وقت کرتا ہے کہ وقت جماعت نزدیک ہوتا ہے ناچار ہوشیار نہیں ہونے پاتا یوں
ہے تو اول وقت غراب کر، اولیائے کرام قد سنا اللہ تعالیٰ باسرا ہم نے قیلولہ کے لئے خالی وقت رکھا ہے جس
میں نماز و تلاوت نہیں یعنی منجہ کبریٰ سے نصف النہار تک، وہ فرماتے ہیں چاشت وغیرہ سے فارغ ہو کر
غراب خوب ہے کہ اس سے تہجد میں مدد ملتی ہے اور ٹھیک دوپہر ہونے سے کچھ پہلے جاگنا چاہئے کہ پیش از زوال

۱۔ صحیح البخاری باب ما یکرہ من ترک قیام اللیل الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱۵۲/۱
۲۔ مسند احمد بن حنبل حدیث معاذ بن انس رضی اللہ عنہ دار الفکر بیروت ۳۳۹/۳
۳۔ انجم البکیر از معاذ بن انس حدیث ۳۹۲ مکتبہ فیصلیہ بیروت ۱۸۳/۲

وضو وغیرہ سے فارغ ہو کر وقت زوال کو ابتدائے ٹھہرے ذکر تلاوت میں مشغول ہو۔ امام اجل شیخ انشیورغ شہاب الحی والذین شہروردی رضی اللہ تعالیٰ عنہ عوارف شریف میں فرماتے ہیں،

النوم بعد الفراغ من صلاة الفجر و
بعد الفراغ من اعداد اخر من الوکعات
حسن قال سفین کان یحبہم اذ اخرجوا
ان یناموا طلبا للسلامة وهذا النوم فیہ
فوائد منها انه یعین علی قیام اللیل (الی
قوله قدس سرہ) وینبغی ان یکون
انتباهہ من نوم النهار قبل السزوال
بساعة حتی یتسکن من الوضوء والطهارة
قبل الاستواء بحیث یکون وقت الاستواء
مستقبل قبلہ ذاکرا او مصیبا الوتالیان
وضو اور طہارت سے فارغ ہو کر استواء کے وقت (جو ابتداء کے ٹھہرے) قبل زرخ ہو کر ذکر یا تسبیح یا تلاوت
میں مصروف ہو جائے الخ (ت)

ظاہر ہے کہ جو پیش از زوال بیدار ہو یا اس سے فوت جماعت کے کوئی معنی ہی نہیں کیا اس وقت
سوتے ہیں تجھے کچھ عذر ہے، اچھا ٹھیک دوپہر کو سو مگر نہ اتنا کہ وقت جماعت آجائے، ایک ساعت قلیلہ
قیل و لیس ہے، اگر طول خواب سے خوف کرتا ہے تیکہ نہ رکھ بچھو نہ بچھا کہ بے ٹیکہ و بے بستر سونا بھی مسنون
ہے، شوق وقت دل کو خیال جماعت سے خوب متعلق رکھ کر فکر کی خیندہ غافل نہیں ہوتی، کھانا حتی الامکان
علی الصباح کھا کہ وقت نوم تک بخارات طعام فرو ہو لیں اور طول منام کے باعث نہ ہوں، شب سے بہتر
مطالع قلیل غذا ہے۔ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں،

ما ضل آدمی وعاء شرا من بطنہ
بحسب ابن آدم اكلات یقمن صلیہ فان
کان لامحالة فثلث لطعامہ وثنت
آدمی نے کوئی برتن پیٹ سے بدتر نہ بھرا آدمی کہ بہت
جی چنڈ لگے جو اس کی پیٹھ سیدھی رکھیں اور اگر
یوں نہ گزرے تو تہائی پیٹ کھانے کے لئے تہائی

لشرا به وثالث لنفسه ^۱ مرواه الترمذی
 وحسنه وابن ماجه وابن حبان عن
 المقدم بن معدیکوب رضی اللہ تعالیٰ
 عنہ۔
 پانی تہائی سانس کو رکھے۔ اسے ترمذی نے روایت
 کر کے حسن کہا۔ ابن ماجہ اور ابن حبان نے حضرت
 مقدم بن معدیکوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت
 کیا ہے۔

پیٹ بھر کر قیام میل کا شوق رکھنا یا نچر سے بچنا ٹکنا ہے، جو بہت کھائے گا بہت پے گا، جو بہت
 پے گا بہت سوئے گا، جو بہت سوئے گا آپ ہی یہ خیرات و برکات کھوئے گا۔
 استغفر اللہ من قول بلا عمل
 لقد نسبت یہ نسلاً لذلک عقم
 (میں اللہ تعالیٰ سے بلا عمل قول سے توہم کرتا ہوں، تحقیق یا نچر عورت کو بچنے کے ساتھ نسل کے
 اعتبار سے منسوب کیا گیا ہے)

ولہذا حدیث میں آیا حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا
 ان کثرة الاکل شؤم۔ مرواه البیہقی
 فی شعب الایمان عن ام المؤمنین رضی اللہ
 تعالیٰ عنہا۔
 بیشک بہت کھانا مخوس ہے۔ اس کو بہیقی نے
 شعب الایمان میں حضرت ام المؤمنین رضی اللہ
 تعالیٰ عنہا سے روایت کیا ہے۔

یوں بھی ذکر ہے ترقیام میل میں تخفیف کر دو رکعتیں خفیف و تمام بعد نماز عشاء ذرا سونے کے بعد
 شب میں کسی وقت پڑھنی اگر آدمی رات سے پہلے اداس ہے تہجد کو بس ہیں، مثلاً نوب کے عشاء پڑھ کر سو رہا
 کس بجے اٹھ کر دو رکعتیں پڑھ لیں تہجد ہو گیا، حدیث میں ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں
 یحسب احدکم اذا قام من اللیل یصلی
 حتی یصبح انہ قد تہجد انما التہجد المر
 یصلی الصلوة بعد مرقدة۔ ^۲ مرواه الطبرانی
 عن الحجاج بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ
 عنہ۔
 تم میں کسی کا یہ گمان ہے کہ رات کو اٹھ کر صبح تک
 نماز پڑھے جسے تہجد ہو تہجد صرف اس کا نام ہے کہ
 آدمی ذرا سو کر نماز پڑھے۔ اس کو طبرانی نے حجاج بن
 عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سند حسن ان شاء اللہ

۱۔ جامع الترمذی باب ما جاز فی کراہیۃ کثرة الاکل مطبوعہ امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۲/۶۰
 ۲۔ شعب الایمان الفصل الثانی فی کثرة الاکل حدیث ۵۶۹۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۵/۳۲
 ۳۔ المعجم الکبیر مروی از حجاج بن عمرو حدیث ۲۲۱۶ مکتبہ فیصلیہ بیروت ۳/۲۲۵

عنه بسند حسن ان شاء الله تعالى۔ تعالیٰ سے روایت کیا ہے۔

سنوئے وقت اللہ عزوجل سے توفیق جماعت کی دعا اور اس پر سچا توکل مولیٰ تبارک و تعالیٰ جب تیرا حسن نیت و صدق عزیمت دیکھے گا ضرور تیری مدد فرمائے گا۔ من يتوكل على الله فهو حسبه (جو اللہ تعالیٰ پر توکل و بھروسہ کرتا ہے اس کے لئے اللہ کافی ہے۔ ت) عارف شریف میں ہے:

لتغيير العادة في الوسادة والغطاء والوطاء
تأثير في ذلك ومن ترك شيئا من ذلك و
الله عالم بنيتة وعزمته يثيبه على
ذلك بتيسير مآرامه۔
کیونکہ تکلیف، کپڑے اور لحاف وغیرہ میں عادت کو بدل دینا یعنی ان کو ترک کر دینا اس سلسلہ میں بہت مؤثر ہے اور جو ان اشیاء میں سے کسی کو ترک کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی نیت و ارادہ کو دیکھتے ہوئے اس کے مقصد میں سہولت پیدا فرماتا ہے یعنی کم خوابی کے آداب اس کو بستر آجاتے ہیں (ت)

اپنے اہل خانہ وغیرہم سے کسی عقد کو متعین کر کر وقت جماعت سے پہلے بنگادے
کما وکل رسول الله صلى الله تعالى عليه
وسلم بلا لامرضى الله تعالى عنه لیسنة
التقریر۔
جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے
سنة التقریر میں حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو
بیدار کرنے کی ذمہ داری سونپی تھی (ت)

ان ساتوں تدبیروں کے بعد کسی وقت سے ان شاء اللہ تعالیٰ فوت جماعت سے محفوظ ہوگا اور اگر شاید اتفاق سے کسی دن آنگہ نہ بھی کھلے اور بنگا نہ والا بھی بھول گیا یا سویرا کما وقع لیسیدنا بلال رضی اللہ تعالیٰ

عن علق بالمشية لان فيه ابن لميعة والكلام
فيه معروف والاصوب فيه عندى
ان حديثه حسن ان شاء الله
تعالى ۱۲ منہ (ہ)
مشیت باری تعالیٰ کے ساتھ معلق کرنے کی حکمت
یہ ہے کہ اس حدیث کی سند میں ابن لمیعة ہیں اور
ان میں کلام معروف ہے اور اس کے بارے میں میری
راے میں یوں کہنا چاہئے اس کی حدیث ان شاء اللہ
تعالیٰ حسن ہے ۱۲ منہ (ت)

اور جماعت میں ادنیٰ الاحوال کی جانب تنزل کر کے دونوں کو سنت ہی مانتے تاہم تہجد کو جماعت سے کچھ نسبت نہیں جماعت پر تقدیر سنیت بھی تمام سنن حتیٰ کہ سنت فجر سے بھی اہم و اکبر و اعظم ہے ولہذا اگر امام کو نماز فجر میں پائے اور سمجھے کہ سنتیں پڑھے گا تو تشدد بھی نہ ملے گا تو بالا جماع سنتیں ترک کر کے جماعت میں مل جائے و المسئلة منصوص علیہا فی کتب المذہب كافة (اس مسئلہ پر تمام کتب مذہب میں نص موجود ہے۔ ت) طحاوی حاشیہ مراقی الفلاح شرح نور الایضاح میں زیر قول مصنف الجماعة سنة فی الاصل (اصح قول کے مطابق جماعت سنت ہے۔ ت) فرمایا،

بائع میں ہے کہ عامر مشائخ کے نزدیک جماعت واجب ہے۔ اسی پر تحفہ وغیرہ میں جرم ہے اور جامع الفقہ میں ہے سب سے معتدل اور مضبوط قول وجوب کا ہے (آگے چل کر کہا، جن کے قول پر جماعت سنت ہے ان کے نزدیک یہ سنت فجر سے زیادہ مؤکد ہے۔)

وفي البدائع عامة المشائخ على الوجوب و يمجزم في التحفة وغيرها وفي جامع الفقه اعدل الاقوال واقواها الوجوب (الی اللہ قال) وعلى القول بانها سنة هي اكد من سنة الفجر۔

رد المحتار باب الزاغل میں ہے،

عالم دین کہنے لگے باجماعت نماز کا ترک جائز نہیں کیونکہ یہ شارب اسلام میں سے ہے اور اس میں فجر کی سنن سے زیادہ تاکید ہے یہی وجہ ہے کہ جماعت کے نہ ملنے کا خوف ہو تو سنن فجر کو ترک کیا جاسکتا ہے (ت)

ليس له ترك صلاة الجماعة لانها من الشعائر فھي اكد من سنة الفجر ولذا يتركها خوفاً فوت الجماعة۔

اور سنت فجر بالاتفاق بقیہ تمام سنن سے افضل، ولہذا بصورت فوت مع الغریضہ بعد وقت قبل زوال ان کی قضا کا حکم ہے بخلاف سائر سنن کو وقت کے بعد کسی کی قضا نہیں۔ ولہذا بلا غریب سنت فجر کو بطریق پر حنا واجب تر بخلاف دیگر سنن کہ بے عذر بھی روا اگرچہ ثواب آدھا، ولہذا اصحاب میں رہا اللہ تعالیٰ کو قائل سلیقہ وتر ہوئے سنت فجر کو اس سے آگے ماننے کی طرف گئے، درجہ میں ہے،

وہ سنن جن پر سب سے زیادہ تاکید ہے وہ بالاتفاق فجر کی سنتیں ہیں، بعض نے انھیں واجب

السنن اكد هاسنة الفجر اتفاقاً و قيل بوجوبها فلا تجوز صلاتها

قاعدہ اہل حدیث ر علی الاصحح ولا يجوز تركها
لعلهم يراجعوا في الفتاوى بغير خلاف
باقی السنن و تقضی اذا قامت معہ بخلاف
الباقی لہ ملخصہا
باقی سنن کے، یعنی باقی سنن کو لوگوں کی حاجت فتویٰ کے پیش نظر چھوڑ سکتا ہے اور یہ سنن فرائض کے ساتھ اگر
قوت پڑیں تو انکی قضا ہے جبکہ باقی سنن کی قضا نہیں ہو تھیں (ت)
بحر الرائق میں ہے،

سنة الفجر أقوى السنن باتفاق الروايات
لما في الصحيحين عن عائشة رضي الله
تعالى عنها قالت لم يكن النبي صلى الله
تعالى عليه وسلم على شيء من النوافل
تعلمنا منه على ركعتي الفجر
اسی میں خلاصہ ہے،

اجمعوا على ان ركعتي الفجر قاء آمن
غير هذا لا يجوز كذا روی الحسن عن
ابن حنيفة
اسی میں قنیہ ہے،

اذا لم يسع وقت الفجر الا الترتين والفجر
او السنة والفجر فانه يوتر ويترك السنة
عند ابن حنيفة وعندهما السنة اولى من
الترتين

جب وقت فجر میں وتر و فجر یا سنن و فجر کی ادائیگی
کے سوا گنجائش نہ رہے تو امام ابو حنیفہ کے نزدیک
وتر ادا کر لئے جائیں اور سنن ترک کر دی جائیں اور
صحابیوں کے ہاں سنتوں کی ادائیگی ترک کی ادائیگی سے افضل ہے (ت)

سہ در مختار	باب الترتين والنوافل	مطبوعہ مجتبائی دہلی	۹۵/۱
۱۰	بحر الرائق	ایک ایم سید محمد علی گڑھی	۴۴/۲
۱۱	"	"	"
۱۲	"	"	"
۱۳	"	"	۴۸/۲

پھر مغرب اصبح پر سنت قبلیہ ظہر قبلیہ سنن سے آگے ہیں
 صحیحہ المحسن واستحسنہ المحقق فی
 الفتح فقال وقد احسن لان نقل المواظبة
 الصریحة علیہا اقوی من نقل مواظبته صلے
 اللہ تعالیٰ علیہ وسلم علی غیرہا من غیر
 رکعتی الفجر زاد وکذا صحیحہ فی الدراية
 والعناية والنهاية وکذا ذکر تصحیحہ
 العلامة فوج کما فی الطحاوی علی مسراق
 الفلاح وکذا صحیحہ فی البحر عن التقنية
 وعللہ بورود الوعيد وتبعه فی الدر۔

حسن نے اس کو صحیح اور محقق نے فتح میں اس کو مستحسن
 قرار دیا اور کہا انھوں نے اچھا کیا کیونکہ فجر کی سنتوں
 کے علاوہ سنن ظہر پر ہی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
 کی جو مواظبت صحیح منقول ہے وہ دیگر تراخی کی
 مواظبت منقول سے زیادہ اقوی ہے اور
 اسی طرح اسے درایہ، غنایہ اور نہایہ میں صحیح کہا اور
 اسی طرح علامہ فوج نے اس کی تصحیح ذکر کی جیسا کہ
 طحاوی مل مار فی الطلاح میں مذکور ہے۔ بحر میں قبیلہ
 کے حوالے سے صحیح کہا اور اس کی علت یہ بیان کی کہ
 اس کے ترک پر وجہ دار ہے اور اس کی اتباع در مختار
 نے کی ہے۔ (ت)

اور امام شمس الامراء آل کے نزدیک سنت فجر کے بعد افضل و آگے رکعتیں مغرب ہیں پھر رکعتیں ظہر پھر
 رکعتیں عشا پھر قبلیہ ظہر کما فی الفتح وغیرہ۔

قلت (میں کہتا ہوں) ہند یہ میں امام زبلی
 کی تمییز الحقائق کے حوالے سے یہی بات بیان
 کرتے ہوئے کہا سب سے قوی اور مؤکد فجر کی سنتیں
 پھر سنت مغرب پھر بدیر ظہر پھر بدیر عشا پھر قبلیہ
 ظہر (خصالات)

قلت وعليه مشي في الهندية
 عن تبیین الحقائق الامام الزبلي فقال
 اقوی السنن رکعتا الفجر ثم سنة المغرب
 ثم التي بعد الظهر ثم التي بعد العشاء
 ثم التي قبل الظهر (ملخصاً)

پھر شکیب نہیں کہہ رہے اگر کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے نزدیک سب سنن رواتب تہجد سے اہم و آگے ہیں۔
 اقول (میں کہتا ہوں) یہ کیسے نہ ہو حالانکہ
 اس سنن اتیک مؤکد ہونا بغیر کسی تردد کے ثابت ہے

اقول وكيف لا وقد ثبت استقنائها
 صوكدا من دون تردد بخلاف التهجيد فان

جمہور العلماء بعد وفاته من المذہبات
حق جاء، المحقق ابن الہمام فی حشد
بہتاولہ قطع قولاً فتروہ فی ندبہ و
استثانہ مع التخصیص بان الادلة القولية
انما تفید الذنب، ثم بحث تطہیر
المحقق ابن امیر الحاج اشبہیہ سنیدتہ
علی ما فیہ من نزاع طویل ولولا غرابة
المقام و مخافة الطویل لایتناہما فیہ
من قال وقیل۔

ولہذا ہمارے علمائے سنن روایت کی نسبت فرماتے ہیں،
انہا لتکدھا اشبہت الفریضة کما فی
الدر۔

اور یہی مذہب جمہور و مشرب منصوص ہے
والغالبہم الامام ابو اسحاق السمرودی
من الشافعیۃ فقال بتفضیل التہجد
مطلقاً و تبعہ الامام الاجل ابو نکر سربا
النووی الشافعی فی المنہاج مستند لا یما
لا حجة لہ فیہ عند التدقیق کما بیانا فی

مخارجہ الاثمة احمد و مسلم و
للاسبعة عن ابی ہریرۃ و محمد بن
ہارون السرویانی فی مسندہ و الطبرانی
لسنن مختار باب الوتر والنفل طبع نجف دہلی

بختلاف تہجد کے گیر نہ جمہور علماء اسے (یعنی تہجد کو)
مندوبات میں شمار کرتے ہیں حتیٰ کہ محقق ابن ہمام جب
اس مسئلہ پر پہنچے تو انہوں نے غروب بحث کی لیکن وہ
بھی اس بارے میں کوئی قطعی قول نہ کر سکے اور اس کے
مندوب مسمون ہونے میں متردد ہوئے، باوجود اس تخصیص
کے کہ اولاً قولہ اس کے مندوب ہونے کو ظاہر
کرتی ہیں، پھر ان کے شاگرد محقق ابن امیر الحاج نے
اس کے سنت ہونے کو اشبہ و مختار کیا۔ علاوہ
انہیں اس میں طویل نزاع کو ذکر کیا ہے اگر عزابت
مقام اور طرالت کا خوف نہ ہوتا تو ہم وہ تمام گفتگو
یہاں ذکر کر دیتے۔ (ت)

یہ سنن روایت ناکید کی بنا پر فرائض کے مشاہد ہیں
جیسا کہ در میں ہے (ت)

اگرچہ امام ابو اسحاق شافعی مروزی نے پہلے اس کی نفی
کرتے ہوئے کہا کہ تہجد ہر حال میں سنن روایت ہے
افضل ہے، امام اجل ابو زکریا نووی شافعی نے
منہاج میں ایسی دلیل دیتے ہوئے ان کی اہانت کی کہ
جو تحقیق نہ قیاس کے بعد حجت نہیں بن سکتی جیسا کہ ہم نے

اسے امام احمد، امام مسلم اور دیگر چاروں محدثین
اتر نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے،
اور شیخ محمد بن ہارون روایتی نے اپنی مسند اور
(باقی بر صفحہ آئندہ)

بعض تعلیقاتنا وقد علمت مذهب اصحابنا اپنے بعض حواشی میں اسے بیان کیلئے اور آپ جانتے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

فی الکبیر عن جندب بن جندب عن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم افضل الصلاة بعد المكتوبات صلاة في جوف الليل فحمله ابو اسحق المروزي ومن واقفه على ظاهره فقالوا ان صلاة الليل افضل من المسنن الراوية قال الامام النووي وقال اكثر اصحابنا الرواتب افضل لانها تشبه الفرائض قال والاول اقوى وافق للحديث اه وتبعه العلامة مزيل فقال فيه حجة لا في اسحق المروزي من شافعية على ان صلاة الليل افضل من الرواتب وقال اكثر العلماء ان الرواتب افضل والاول اقوى لنص هذا الحديث قال وقد يجاب بان معناه من افضل الصلاة وهو خلاف سياق الحديث اه اما ما انفوا الجسوس فاولوه بان المراد الفرائض وتوابعها اي كان الرواتب لشدة التقرب لها بالمكتوبات وشبهها بها دخلت في قوله صلى الله

طبرانی نے المعجم الکبیر میں حضرت جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا، دونوں صحابی کہتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، فرائض کے بعد سب سے افضل نماز رات کے درمیانی حصہ کی نماز ہے۔ امام ابواسحاق مروزی اور ان کے ساتھ موافقت رکھنے والے علماء نے اسے اپنے ظاہری معنی پر محمول کرتے ہوئے کہا کہ رات کی نماز سنن راتبہ سے افضل ہے۔ امام نووی نے کہا کہ ہمارے اکثر علماء نے فرمایا کہ سنن راتبہ افضل ہیں کیونکہ وہ فرائض کے مشابہ ہیں اور فرمایا پہلا قول اقویٰ اور حدیث کے زیادہ موافق ہے اور علامہ مریک نے اسی کا اتباع کرتے ہوئے کہا کہ یہ حدیث امام ابواسحاق مروزی شافعی کی اس بات پر دلیل ہے کہ رات کی نماز سنن راتبہ سے افضل ہے اور اکثر علماء نے کہا ہے کہ سنن ترکہ افضل ہیں۔ مگر پہلا قول اس نص حدیث کی وجہ سے قوی ہے اور کہا کہ بعض نے یہ جواب دیا ہے کہ اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ رات کی نماز افضل نماز میں سے ہے، اور یہ سیاق حدیث کے خلاف ہے اور بہر حال جو جمهور کی موافقت کرنے والے ہیں وہ اس کی تاویل یوں کرتے ہیں کہ یہاں اس سے مراد فرائض اور ان کے توابع دونوں ہیں یعنی نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (باقی بر صفحہ آئندہ)

سہ صحیح مسلم، کتاب الصوم ۳۶۸/۱ سہ شرح صحیح مسلم نووی ۳۶۹/۱ سہ مقادیر النجاشی بحوالہ ملائیکہ ۳۱۱/۳

واجتماعهم على ان الاقوى
ہیں کہ ہمارے اصحاب کا مذہب اجماع اس بات پر ہے کہ

7

(بقیہ ماثیہ صفحہ گزشتہ)

کے ارشاد گرامی فرائض کے بعد کے تحت سنن راتبہ
بھی داخل ہیں کیونکہ سنن مکررہ کا فرائض کے ساتھ
شدید اتصال اور مشابہت ہے۔ ملا علی قاری
مرقات میں لکھتے ہیں افضل الصلاة بعد المفردة
یعنی بعد سنن مکررہ کے اح مٹاوی تیسیر
میں لکھتے ہیں اور یعنی فرائض سے ان کے راجح
(سنن مکررہ) اور وہ فرائض جن کی جماعت سنت ہے
تمام مراد ہیں کیونکہ اصح قول کے مطابق وہ مطلق نفل
افضل ہیں اور یہی بات عزیزی کی سراج منیر میں ہے
محمد بن ابی تعلیقات علی جامع الصغیر میں لکھتے ہیں
رات کے فرائض مطلقاً ان کے فرائض سے افضل ہیں
ورنہ سنن راتبہ جو دن میں ہیں وہ تہجد سے
افضل ہیں اور ملا علی قاری نے دو جواب اور
دئے اور کہا کہ کسی یوں کہا جاتا ہے کہ تہجد نفس پر نیا
مشقت اور ریاء سے دوری کی وجہ سے افضل ہے
اور سنن جو فرائض کے ساتھ ہیں وہ فرائض کی متابعت
میں نیا وہ مکررہ ہیں وہ اس اعتبار سے افضل ہیں
لہذا ان میں کوئی منافات نہیں ہے اور یعنی اگر تہجد
کو سنن مکررہ پر یہ فضیلت جزئی حاصل ہے تو یہ ان
کی فضیلت کلی کے منافی نہیں ہے۔ فرمایا یا یوں
کہا جاسکتا ہے کہ رات کی نماز (تہجد) افضل اس
(باقی اگلے صفحہ پر)

تعلق علیه وسلم بعد المكتوبة قال
الموطأ على القاري في المرقاة
افضل الصلاة بعد المفردة وخصة
تواضعها من السنن المؤكدة ثم وقال المتأدي في
تيسيرها ولواحقها من الرواتب
ونحوها من جعل نفل يسر
جماعة اذهب افضل من مطلق
النفل على الاصح آه ومثلها
في السراج المنير للعزيمي
وقال محمد المحقق في تعيقاته على
الجامع الصغير اي التفل المطلق في
الليل افضل منه في النهار والا فالراتبة
في النهار افضل من التهجيد آه
ابدي القاري جوابين اخيرين فقال
وقد يقال التهجيد افضل من حيث
زيادة مشقته على النفس وبعده
عن الرياء والرواتب افضل من حيث
الأكديّة في المتابعة للمفروضة فلا منافاة
اي ان التهجيد له هذا الفضل الجزئي
على الرواتب فلا ينافي فضلهما الكلي
قال ويقال صلاة الليل افضل لاشتمالها

الأخذ مطلقاً سنة الفجر اقوى وثبوته برجال من خبره كسنتين

(بقية ما شيد من ذكر سنة)

على الوتر الذي هو من الواجبات ثم
اقول هذا لا يصلح بياناً لمعنى كلام
الشماع صلى الله تعالى عليه وسلم
اذ لا واجب عنده انما فيه طلب جازم
فاقتراض او غير جازم قد بكم حقيقة
المحقق حيث اطلق في الفتح فان كان
الوتر عنده واجباً لم يخل في ثنائه
المكتوبة ولو ترك قوله الذي هو من الواجبات
وهي ان كلامه على استثناء الوتر كما هو
مذهب الصاحبين ليرتبه ايضا من
سنة الفجر افضل من الوتر على
قولهما كما سمعت اقول وظهر
لفهم الضعيف جواب حسن احسن
من جعل ما سبق وهو ان النبي
صلى الله تعالى عليه وسلم
لم يقل ان التهجد افضل الصلوة
بعد المكتوبات حتى يكون ذلك
لما شذنا ما قال صلوة الليل فان
ثبتت ان صلوة الليل تشتعل على
نافلة غير التهجد هي افضل
النوافل مطلقاً حتى رواه بسقوط
له مرقات المفاتيح حديث ۱۳۶۹ مكتبة صبيعية كرتة

لنفسه كونه وتر پر مشتمل ہے جو کہ واجبات سے
ہے اسے اقول (میں کہتا ہوں) یہ بیان کلام شام
کے معنی کا بیان بننے کی صلاحیت نہیں رکھتا کیونکہ اس
کے ہاں کوئی واجب نہیں ہے وہاں تو طلب جازم ہو
تو اقراض ہے اگر جازم نہ ہو تو ندب ہے جیسا کہ نسخ
میں محقق نے کتبیں کرتے ہوئے یہ فرمایا ہے اگر شام
کے ہاں وتر واجب ہوتا تو وہ فرض میں شامل ہوتا
اور اگر باطل تارخی کے قول الذي هو من الواجبات
کو چھوڑ دیا جائے یعنی ان کے کلام میں وتر کو استثناء
پر محمول کیا جائے جیسا کہ سابقین کا مذہب ہے تو بھی
درست نہیں کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول
کے مطابق فجر کی سنین وتر سے افضل ہیں اقول
(میں کہتا ہوں) اس جہد ضعیف کے لئے ایک ایسا
جواب ظاہر ہوا ہے جو مذکورہ تمام جوابات سے
احسن ہے وہ یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم نے یہ نہیں فرمایا کہ تہجد فرض الفجر کے بعد افضل
صلوة ہے، حتیٰ کہ یہ مخالفین جہود کی دلیل بنے بلکہ
آپ نے صلوة اہل (رات کی نماز) فرمایا ہے اب
اگر یہ ثابت ہو جائے کہ رات کی نماز تہجد کے علاوہ
دیگر نوافل پر بھی مشتمل ہے جو کہ مطلق نوافل حتیٰ کہ
سنن مؤخرہ سے بھی افضل ہو تو پھر اس حدیث سے
(باقی پر صفحہ آئندہ)

فلا عليك من جنوح الفاضل ميرك
ويا الله التوفيق تعالى وتبارك -
میں اور فاضل میرک کی بحث و گفتگو قابل توجہ نہیں
و یا اللہ التوفیق تعالیٰ وتبارک - (ت)

تہجد جماعت کے کتر از کتر سے کتر یا پچیس درج میں واقع ہے سب سے آگے جاہت پھر سنت فجر
پھر قبلہ نظر پھر باقی رواتب پھر تہجد وغیرہ سنن و نوافل اور دوسرے قول پر تو کہیں ساتویں دسویں میں
جا کر پڑے گا کہ سب سے اتوی جماعت پھر سنت فجر پھر سنت مغرب پھر بعد یہ نظر پھر بعد یہ عشر پھر قبلہ نظر
پھر تہجد وغیرہ پس تہجد کو سنت ٹھہرا کر بھی جماعت سے افضل کیا برابر کرنے کی بھی اصلا کوئی راہ نہیں، نہ کہ

(بقیہ ماضیہ صفحہ گذشتہ)

الاحتجاج به وهو ثابت بحمد الله تعالى
بعد يث الصبيحين عن ام المؤمنين
الصديقة مرضى الله تعالى عنها قالت
كانت النبي صلى الله تعالى عليه
وسلم يصل من الليل ثلث عشرة
مركعة منها التور وركعتا الفجر فهذه ام المؤمنين
وامام الفقهاء والمحدثين وخزرة العرب
العرباء الافصحين مرضى الله تعالى عنها
قد عدت سنة الفجر من صلاة الليل
فهذه هي النافذة التي تغني عن الصلوات
كلها بعد المكتوبة فبالاشتغال عليها فضلت
صلوة الليل على صلاة النهار بالاطلاق
فهذه الجواب القاطع بحمد الله تعالى ثم
لا غير ومن الامام الاجل النووي انما الجيب
من العلامة ميرك كيف تبعه وخالف اجماع
ائمة مذهب على ان سنة الفجر اكد التوافل
مطلقا وبالله التوفيق ۱۲ منہ (م)

استدلال ساقط ہو جائیگا اور یہ بات بحمد اللہ تعالیٰ
بخاری و مسلم کی اس حدیث سے ثابت ہے کہ
ام المؤمنین حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی
ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رات کو تیرہ رکعت
پڑھتے تھے ان میں دو رات فجر کی سنتیں بھی ہوتی تھیں۔
یاد ہے آپ صلی اللہ تعالیٰ عنہا ام المؤمنین، امام الفقہاء
والعالمین اور سراج فصحاء وبلغاریں انھوں نے
سنن فجر کو رات کی نماز میں شمار فرمایا ہے پس یہ
نوافل قرآن کے بعد تمام نمازوں پر افضل ٹھہرتے
چونکہ یہ نوافل مؤثر الیل پر بھی متصل ہیں اس لئے رات
کی نمازوں کی ہر نماز سے افضل قرار پاتی۔ بحمد اللہ تعالیٰ
یہ قاطع جواب ہے۔ پھر امام نووی پر تو کوئی افسوس
نہیں قہجہ تو ملا میرک پر ہے کہ انھوں نے امام نووی
کی اتباع کرتے ہوئے اپنے امام مذہب کے خلاف
بات کیوں کہی حالانکہ امام مذہب کا اتفاق ہے کہ سنن فجر
مطلقاً نوافل سے مرکہ ہیں خواہ رات کے ہوں یا دن
نکے، و یا اللہ التوفیق ۱۲ منہ (ت)

مستحب مان کر، اگر کتے یہاں کلام جماعتِ اولیٰ میں ہے کہ سرائی میں اُس کی تصریح موجود اور واجب یا اُس اعلیٰ درجہ کی مرکز مطلق جماعت ہے نہ خاص جماعتِ اولیٰ بلکہ دوسری افضل و اولیٰ اور افضل تہجد کس سے اعظم و اعلیٰ تو حفظ تہجد کے لئے ترکِ اولیٰ جائز و روا اگرچہ افضل اتیان و اداء۔

اقول وبالله التوفیق (میں اللہ تعالیٰ کی مدد سے کہتا ہوں۔ ت) قطع نظر اس سے کہ جب تعارض مسلم اور فضیل تہجد اگرکہ اعظم تو حفظ تہجد کو ترکِ اولیٰ نہ ترکِ اولیٰ، بلکہ ترکِ ہی اولیٰ کہلا دینا یعنی (جیسا کہ مخفی نہیں ہے۔ ت) یہ تاویل و تفریع سراسر بے اصل و احادیثِ شنیعہ کہ نہ احادیثِ حضور پر نور سید الانام علیہ و علیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام اُس کے مساعد نہ کلماتِ درہ ایاتِ علمائے کرام و فقہائے عظام مؤید و مشاہد، اگر ایسا ہو تو بے ضرورت تہجد وغیرہ بچے چنگے بیٹھے بٹھائے بھی جماعتِ اولیٰ قصدِ اُفت کر دینا جائز و روا ہو جبکہ ایک آدمی اپنے ساتھ جماعت کے لئے حاضر و میا ہو کہ آخر کچھ گناہ نہ کیا صرف ایک اور لڑت ترک کی جس میں حکمِ کراہت بھی نہیں، معاذ اللہ مسلمان اگر اس پر عمل کریں تو جماعت میں کس قدر تفرقِ شنیعہ واقع ہوتا ہے و جو بے جان کر ترکِ پرستِ سخت و حیدیں شس کر تو بہت لوگ کسل و کابل کر جاتے ہیں کاش یہ سن پائیں کہ جماعتِ اولیٰ کی حاضری شرعاً کچھ ضرور نہیں ایک بہتر بات ہے کہ نہ کی، تو ابھی جو رہا سہا انتظام ہے سب درہم برہم ہوا جاتا ہے، لوگ مزے سے اذان سنیں اور اپنے ہونو لب میں شمول رہیں کہ جلدی کیا ہے اپنی ذیہائیت کی انگلیاں لگے کیا ایسی ہی متفرق بے نظم جماعتوں کی طرف حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بلایا، کیا انھیں کے ترکِ پرستِ سخت جگر شکاف و حیدوں کا حکم سنلینا! حاش اللہ ثم حاش! اذرا نگاہ انصاف درکار کہ یہ قصداً تفریقِ جماعت و تقیلِ حصار کس قدر مقامِ شرع سے دور اور فسادِ نیابتِ حق و صواب سے بعید و مبہر ہے نہیں نہیں بلکہ یقیناً و وجہ و تاکد مذکور خاص جماعتِ اولیٰ کے لئے منظور اور وہی صندوق سے معبود، اور وہی احادیث و حید علی الترتیب میں مقصود، اور زہار زہار ہرگز جائز نہیں کہ بے ضرر مقبول شرعی جماعتِ ثانیہ کے بھروسے پر جماعتِ اولیٰ قصداً چھوڑ دیکجا و داعی الہی کی اجابت نہ کیجئے جماعتِ ثانیہ کی تشریع اس فرض سے ہے کہ اچاناً بعض مسلمین کسی عذرِ صحیح مثل عفتِ انجشیں یا حاجتِ طعام وغیرہ کے باعث جماعتِ اولیٰ سے رو جائیں وہ برکتِ جماعت سے مطلقاً محرومی نہ پائیں بے اعلان و داعیِ محراب سے جدا ایک گوشے میں جماعت کر لیں نہ کہ اذان ہوتی رہے داعی الہی پکارا کہ جماعتِ اولیٰ ہوا گئے (یہ مزے سے گھر میں بیٹھے باتیں بنائیں یا پاؤں پھیل کر آرام فرمائیں کہ محبت کیلئے ہم لہر کر لیں گے یہ قطعاً یقیناً بدعتِ سیدہ شنیعہ ہے۔

هذا مما لا يشك فيه من دخل بساتين
الفقه فشمعهم فالانوار الفاتحة
او فتح اجفان الفكر نشاهد بوقا من
انوار اللانحة وماننا نسترسل في
سوء الجاهيل على مثل هذا الواضح
البيان ولكن لا بأس ان نذكر شيئا
من التنبيه ليستظهر الفقيه ويتذكر
النبية -

اس بارے میں اس شخص کو ہرگز شک نہیں ہو سکتا
جس نے گلستان فقہ کے میٹے ہوئے پتھروں سے
کچھ خوشبو پائی جو یا اسکے بدن انوار سے مشام جان
کو معطر کیا ہو اور ہم اس معاملہ کو ترک نہیں کر سکتے
باوجودیکہ اس پر واضح دلائل موجود ہیں کوئی حرج
نہیں کہ ہم تحیہ ذکر کریں تاکہ صاحب فقر پرستخوار
ہو جائے اور صاحب فہم محفوظ کرے۔

(ت)

فاقول وبہ نستعين (میں اللہ تعالیٰ کی مدد سے کہتا ہوں۔ ت) (اولا فیر غفر الله تعالى
لہ کا ایک موجز و جامع رسالہ مستحق بنام تاریخی حسن البواعی فی تنقید حکم البجاعة ہے جس میں
بفضلہ سبغہ و تعالیٰ حکم جماعت کی تحقیق حدیثی و فقہی اعلیٰ درجہ کمال و جمال پر موقی ہوئی ہمارے علماء سے
در باب جماعت شاذ و مشہور و مقبول و مجرب چھ قول ماثور،

- | | |
|----------------|----------------|
| (۱) فرض میں | (۲) فرض کفایہ |
| (۳) واجب میں | (۴) واجب کفایہ |
| (۵) سلبت مکررہ | (۶) مستحب |

اس نفیس مبارک رسالہ نے جو نہ تعالیٰ ثابت کر دکھایا کہ ان اقوال میں اصل تدافع و تمانع نہیں سب حق و
صحیح اور اپنے اپنے معنی پر راجع و نخیج ہیں، یہ جلیل تحقیق جمیل توفیق و قدہ الحمد والمنا عجب نادر و عنقاسے مغرب
ہے جس کا نام سن کر ناظر متحیر نہ کہے هذا لا یكون وکیف یکون (یہ نہیں ہو سکتا اور کیسے ہو سکتا ہے۔ ت)
اور جب اس کی زاہر تحریر باہر تقریر پر اطلاع پائے متعجبانہ اعتراف کرے کہ لشل هذا اقلیہل العالمون
(کام کرنے والوں کو ایسا ہی کام کرنا چاہیے۔ ت)

اس رسالہ میں ہم نے احادیث جہاد بن عباس و ابو ہریرہ و بریدہ و کعب بن عجرہ و انس بن مالک
و عثمان غنی و عمر بن ام مکتوم و ابو امامہ و جابر بن عبد اللہ و غیر ہم رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ثابت کیا کہ
حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اذان سن کر حاضری واجب فرمائی، ادا شناس شخص انہی احادیث
سے جان سکتا ہے کہ اذان کس جماعت کے لئے بلاتی اور شرع اس کی اجابت کیوں واجب فرماتی ہے مگر
میں یہاں اصرار و اذیع ذکر کروں حدیث حسن معاذ بن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ آپ پر گزری جس میں ندا

سنن کر نہ حاضر ہونے پر حکم جفا و کفر و نفاق فرمایا گیا، طبرانی کے یہاں بطریق آخریوں آئی کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا،

حسب المؤمن من الشقاء والخيبة ان
يسمع المؤذن يشوب بالصلوة فلا يجيبه
مؤمن كويہ بدبختی و نامرادی بہت ہے کہ مؤذن کو تکبیر کہتے سننے اور اس کا بلانا قبول نہ کرے۔ (ت)

اس روایت نے روایت سابقہ کی تفسیر کر دی کہ وہاں بھی مذا سے یہی تکبیر مراد تھی فان الاحادیث یفسر بعضها بعضا و شیخ فیسیں الحدیث صالستبیین بجمع طرقہ (احادیث ایک دوسرے کی تفسیر ہیں اور حدیث کی سب سے بہتر تفسیر وہ ہے جو اس حدیث کے تمام طرق کو جمع کرنے پر ہو۔ ت) بلکہ عند التفتیح احادیث ايجاب اجابت فعلیہ عند الاذان کامر جمع بھی اسی طرف حکم نے رسالہ مذکورہ میں احادیث و آثار ابو قتادہ و جابر بن عبد اللہ و ام المؤمنین و ابو ہریرہ و جابر بن عمرو و امیر المؤمنین فاروق اعظم و عبد اللہ بن عمرو و ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ثابت کیا کہ یہ وجوب تاوقت اقامت مسجع ہے اگرچہ قنید و مجنبی میں صراحت تفسیق کی کہ جواز ان سنن کر تکبیر کے انتظار میں بیٹھا رہے بدکار و مردود الشہادۃ ہے۔ بحر الرائق میں ہے،

في القنية لو انتظر الاقامة لدخول
المسجد فهو مستثنى
قنید میں ہے اگر اذان سن کر دخول مسجد کیلئے اقامت کا انتظار کرتا رہا تو وہ گنہگار ہوگا۔ (ت)

اُسی میں ہے،

في المجتبى من كتاب الشهادة من سمع
الاذان وانتظر الاقامة في بيته لا تقبل
شهادته
مجتبىٰ کی کتاب الشہادۃ سے ہے جو شخص اذان سن کر گھر میں اقامت کا انتظار کرتا ہے اس کی شہادت قبول نہیں۔ (ت)

غرض حدیث سے ثابت کہ جو تکبیر سن کر حاضر جماعت نہ ہوا سے بدبخت نامراد ظالم، اعظم، کافر، منافق فرمایا گیا۔ لہذا صاف اکیا تکبیر کسی مطلق جماعت کی طرف بلاتی ہے، کیا اس جماعت میں ملوث ملو ہر دھرت تکبیر کی اجابت ہو جاتی ہے، کیا اس میں حی علی الصلوٰۃ حی علی الفلاح کے یہ معنی ہیں کہ چاہے اس

۱۔ المنہج الکبیر مروی از معاذ بن انس رضی اللہ عنہ حدیث ۳۹۶ مطبوعہ مکتبۃ فیصلیہ بیروت ۱۸۳/۲۰

۲۔ بحر الرائق بحوالہ القنیۃ باب الامامة مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲۲۵/۱

۳۔ " " " " باب الاذان ۲۶۰/۱

نماز و فلاح میں حاضر ہو جیسا ہے نہ آؤ اپنی انگ کر لیا شاید قد قامت الصلوة کا یہی مطلب ہو گا کہ یہ نماز تو کھڑی ہو چکی اب اس میں اگر کیا کرو گے تم اور کوئی بیٹھی ہوئی اٹھنا حاشا و کلا بلکہ تکبیر اسی جماعت کی طرف بلاتی اور اسی کی عدم محاضری پر وہ حکم و کفر و نفاق و شقاق و نصیبت ہے تو قطعاً حکم و واجب و تاکد کی مصداق یہی ثور و معبود جماعت ہے۔

ثانیاً یہ توسیع تو ہمارے طور پر تھی اگر تصریح فقہ و مجتہد و تقریر بحر پر نظر کیجئے تو امر انہر کہاں وہ تفسیق کہ اذان کے بعد تکبیر کا انتظار بھی جائز نہیں، کہاں یہ توسیع شیعہ کمرے سے جماعت اولیٰ میں حاضر ہونا ہی کچھ ضرور نہیں۔

ثالثاً روشن تر نص قاطع لیجئے سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا شانہ اطہر سے مسجد النور میں قرینہ امامت جلوہ فرما ہوتے، ایک دن نماز عشاء کو تشریف لائے جماعت میں قلت و کمی کچھ لوگ حاضر نہ پائے نہایت

یہ بات اس حدیث کے علاوہ متعدد احادیث صحیحہ بھی ثابت ہے جنہیں ہم نے حسن البراقہ فی تنقید حکم الجماعہ میں ذکر کیا ہے ۱۲ منہ رحمہ اللہ (د)

امام مسلم نے اپنی صحیح اور دیگر محدثین نے اسی حدیث میں اس بات پر تصریح کی ہے ۱۲ منہ رحمہ اللہ (د) یہ حدیث امام احمد و دیگر محدثین کے ہاں حضرت کعب بن جحزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے اور سراج کے ہاں مسند سراج میں بھی اسی حدیث کے تحت (د)

یہ روایت سراج میں ہے، کہا، پھر آپ مسجد کی طرف تشریف لے گئے تو جو لوگ حاضر تھے وہ ٹھوٹے تھے آپ سخت غضب میں ہو گئے، میں نے آج تک آپ کو اتنا غضبناک نہیں دیکھا تھا، پھر فرمایا، میں ارادہ کرتا ہوں میں کسی آدمی کو حکم دوں جو جماعت کروائے پھر میں ان گھروں کی طرف جاؤں جن کے اہل اس نماز میں حاضر نہیں ہوئے اور ان کو لوگ سے جلاؤں۔ (د)

علہ ہذا اثبات فی غیر ہذا الحدیث من عدة احادیث صحاح اور دناہا فی حسن البراقہ ۱۲ منہ رحمہ اللہ (د)

علہ ہذا منصوص علیہ فی ہذا الحدیث عند مسلم فی صحیحہ و عند غیرہ ۱۲ منہ رحمہ اللہ (د) علہ ہذا عند احمد و غیرہ من حدیث کعب بن جحزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ و عند سراج فی مسندہ فی ہذا الحدیث۔ (م)

علہ ہذا فی روایۃ السراج قال ثم خرج الی المسجد فاذا بالناس عزوف و اذا هم قلیلون فغضب غضباً شديداً لا اعلوا نہ رأیتہ غضب غضباً اشد منه ثم قال لقد هممت ان امرم بجلايهم لی بالناس ثم اتیتہم ہذا الدور التي تخلت اهلوها عن ہذا الصلوة فافترسها علیہم بالنیرات (م)

شدید غضب و جلال محبوب ذی الجلال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چہرہ اقدس سے ظاہر ہوا ارشاد فرمایا: خدا کی قسم میرے جی میں آتا ہے کہ مؤذن کو تکبیر کا حکم دوں پھر کسی کو امانت کے لئے فرماؤں پھر پھر کئی بڑی مشعلیں لے جاؤں اور ان لوگوں پر ان لوگوں کے گھر بیڑنگ دوں تجھیں یہ اذان سننے پر وقت ہو گیا اب تک گھروں سے نکل کر

عنه فان قلت اليس في نفس المحدث
ما يدل ان الاول لا تجب علينا
والا لما هم هو صلى الله تعالى عليه وسلم
اي يقيم الصلاة ثم ينصرف اليهم
لا حراق بيوتهم -

اگر آپ کہیں کہ کیا نفس حدیث میں ایسی کوئی چیز نہیں جو
اس بات پر دلالت کر رہی ہو کہ پہلی (جماعت)
واجب یعنی نہیں ہے ورنہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم کسی کو جماعت قائم کرنے کا حکم دے کر اس (جماعت
میں نہ حاضر ہونے والوں) کے گھروں کو جلائے کا ارادہ
ذکر کرتے۔

قلت (میں کہتا ہوں) پہلی سوال اس حدیث
سے وجوب جماعت پر استدلال کر لے۔ ہر وارد
ہوا اور علماء اس کے جواب کے در پیچھے آئے ہیں چنانچہ
علامہ بدر الدین عینی نے عمدۃ القاری شرح البخاری
میں لکھا تیسرا (یعنی حدیث باب اعتراض کے جواباً
میں سے) جواب وہ ہے جو ابن بزیڑہ نے بعض محدثین
کے حوالے سے ذکر کیا وہ یہ ہے کہ نفس حدیث سے
عدم وجوب ثابت ہوتا ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ
وسلم نے حاضر نہ ہونے والوں کی طرف جانے کا ارادہ
کیا ہے اگر جماعت فرض میں ہوتی تو آپ اسے چھوڑ کر
وہاں جانے کا ارادہ نہ کرتے۔ امام

عینی کہتے ہیں پھر ابن بزیڑہ نے اس کو یہ کہتے ہوئے
محلی نظر قرار دیا کہ بعض اوقات اہم واجب کی وجہ
سے دوسرے کم درجہ واجب کو ترک کیا جاسکتا ہے
(عمدۃ القاری کی عبارت ختم ہوئی) (باقی صفحہ آئندہ)

قلت هذا السؤال قد اورد
قبل على الاحتجاج بالحديث لوجوب
الجماعة وقد تعدى العلماء الجوابه
قال العلامة البدر محمود العسيري
في عمدة القاري شرح صحيح البخاري
المثلث (اي من وجوه الجواب عن حديث
الهاب) ما قاله ابن بزيضة عن بعضهم
انه استنبط من نفس الحديث عدم
الوجوب لكونه صلى الله تعالى عليه وسلم
هم بالتوجه الى المتخلفين فلو كانت
الجماعة فرض عين ما هم بتركها 131
توجه قال العيني ثم نظرنه 2 بن
بزيضة بانه الواجب يجوز تركه لما هو
(وجب منه) اهل كلام العمدة -

(بقیہ ماثیہ صفحہ گزشتہ)

اقول فلقد صحح مثل ذلك عنه
صلى الله تعالى عليه وسلم في الجمعة
اخبر مسلم في صحيحه عن عبد الله
بن مسعود رضي الله تعالى عنه
ان النسيب صلى الله تعالى عليه وسلم
قال لقوم من يتخلفون عن الجمعة لقد
هممت ان اخرجهم جلايهم الى الناس ثم
احرق حل رجال يتخلفون عن الجمعة
بيوتهم۔

اقول علا ان عبد الله بن وهب
روى الحديث في مسنده فقال حدثنا
ابن ابی ذئب حدثنا جملان عن ابی هريرة
رضي الله تعالى عنه فذكر الحديث
وفيه ينتهي رجال من حول المسجد
لا يشهدون العشاء ولا حرق بيوتهم
وقد قال في حديث سقناه عن الجاهل
الصحيح ثم اخذ شعلا من نار ولا نسلم
ان بيت ان يذهب بعد الاقامة
بشعل قد اوقدت الى بيوت حول
المسجد فيضرمها عليهم وبيت
الرجوع الى المسجد ما يوجب

اقول (میں کہتا ہوں) یہی بات صحت
کے ساتھ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے نماز
جمعہ کے بارے میں بھی ثابت ہے، امام مسلم نے اپنی صحیح
میں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے
روایت کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جمعہ
سے غیر حاضر لوگوں کے بارے میں فرمایا، میرا جی چاہتا
ہے کہ میں کسی آدمی کو جماعت کا حکم دوں یا وہ لوگوں کو نماز
پڑھائے پھر میں ان لوگوں کے گھر جلادوں جو جمعہ
غیر حاضر رہتے ہیں۔

اقول (میں کہتا ہوں) اس کے علاوہ
جمہ اللہ بن وہب نے اپنی مستدرک میں ذکر کیا کہ حسین
ابن ابی ذئب نے انھیں جملان نے انھیں سیدنا
ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حدیث بیان کی پھر حدیث
ذکر کی اس کے الفاظ یوں ہیں، مسجد کے پڑوسی ضرور
باز آجائیں جو نماز عشا میں حاضر نہیں ہوتے، ورنہ
میں ان کے گھر جلادوں گا۔ اور اس حدیث میں جیسے
ہم نے جامع صحیح کے حوالے سے کھایہ بھی ہے، فرمایا
پھر میں آگ کی مشعل لوں، اور ہم نہیں ہنستے کہ دیرپا
اس کے کہ اقامت کے بعد آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
کا مسجد کے ارد گرد لوگوں کے گھر کو جلاتے کیسے مشعل لے کر
جانا اور درمیان اس کے کہ مسجد کی طرف لوٹ آنا کوئی
(باقی بر صفحہ آئندہ)

البخاری عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لیس صلاۃ الثقل علی المتأفکین من الفجر والعشاء ولو یعلمون ما فیہما لا توہمہما ولو خبوا لقد ہممت ان امر المؤذن فیقید ثم امر سجد یؤمر الناس ثم اخذ شعلۃ من نار فاحرق علی من لا ینخرج الی الصلاۃ

البخاری، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ منافقین پر فجر و عشا کی نماز سے بڑھ کر کوئی نماز بیماری نہیں۔ اگر انہیں ان کے درجہ و فضیلت کا علم ہو جائے تو وہ گھٹنوں کے بل ان کی ادائیگی کے لئے آئیں، میرا جی چاہتا ہے کہ میں مؤذن کو تکبیر کا کہوں اور کسی دوسرے کو جماعت کا حکم دوں کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائے پھر میں آگ کی مشعل لے کر ان پر پھینکوں جو نماز کے لئے ابھی تک گھروں

(بقیہ ماثیہ صفحہ گزشتہ)

تغیوت الجماعۃ حتی یلزمہ التفرک نعم یفوت الادراک من اذن الصلاۃ وھولیس الا فضیلتہما بما یتفرک لاقول من هذا علی السکینۃ فی المشی لقولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا سمعتم الاقامۃ فامشوا الی الصلاۃ وعلیکم بالسکینۃ و الوقار فیما ادرکتہم فہموا وما فاتکم فاقموا، رواہ الشیخان وغیرہما عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فحفظ الاشکالی، اسما واللہ الحمد و اللہ تعالیٰ اعلم وعلیہ جل مجدہ اتم واحکم ۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ (م)

زیادہ وقت جماعت کو فوت کر دیتا ہے حتیٰ کہ ترک جماعت لازم آئے۔ یاں اول نماز کا فوت ہونا لازم آتا ہے اور وہ فضیلت کے سوا کچھ بھی نہیں بعض اوقات اس سے بھی کم درجہ شی کی بنا پر اعلیٰ کو ترک کیا جاسکتا ہے، مثلاً جماعت کے لئے دوڑنے کی بجائے سکون سے چلنا چاہئے کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان ہے جب تم اقامت سنو تو نماز کی طرف پہلو دراں حال تم پر سکون و وقار لازم ہے جو حد نماز مالو اسے ادا کرو اور جرہ جائے اسے پورا کرو۔ اسے بخاری و مسلم وغیرہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے، تو اب اشکال سرے سے ختم ہو گیا واللہ الحمد واللہ تعالیٰ اعلم وعلیہ جل مجدہ لا اتم واحکم ۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (ت)

سے نہیں نکلے۔ (ت)

یہ حدیث صحیح نہیں صریح ہے کہ وقت اقامت تک مسجد میں حاضر نہ ہونا وہ جرم قبیح ہے جس پر حضور اقدس صلوٰۃ اللہ تعالیٰ و تسلیماۃ علیہ و علیٰ آلہ و سلم نے ان لوگوں کے جلا دینے کا قصہ فرمایا، علماء فرماتے ہیں یہ ارشاد کہ تکبیر کہلو اگر نماز شروع کر آؤ اُس کے بعد کثرتین لے جاؤ اسی بنا پر تھا کہ اُن کی عدم حاضری ثابت اور الزام تخلف قائم ہوئے اس کا منشا وہی تحقیق ہے جو ہم نے ذکر کی کہ ایجاب اجابت تا وقت اقامت موس ہے۔ امام اہل ابو ذکریا نووی رحمہ اللہ تعالیٰ شرع صحیح مسلم میں فرماتے ہیں:

انہامہم باتیانہم بعد اقامة الصلاة لان
بذلك يتحقق مخالفتهم وتخلفهم
لقيامت نماز کے بعد آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا
ان کی طرف جانے کا ارادہ اس لئے ہے کہ یہ وہی

عنه قوله بعد نقیض قبل مبني على
الضم للماخذ من منه المضاف اليه
بني على الضم وسمي غاية لانتهاء الكلام
اليها والمعنى بعد ان يسمى
النداء الى الصلاة اه حسنة
الغاري قلت والنفي اذا لاقى من مانا
استغرق جميع اجزائه فيمتد
من بدء وقت المضاف اليه الى ان
الكلمة ولذا يرجع حاصله في امثال
المقام الى قولك الى الان تقول ما جاني
بعد اي بعد ان ذهب الى هذا الحسين
وهذا معني قوله سمي غاية لانتهاء
الكلام اليها ۱۲ منه رضى الله تعالى
عنه (هـ)

قوله بعد "ير" قبل کی نفیس ہے یہ بنی علی الضم ہے۔
کیونکہ جب اس کا مضاف الیہ محذوف ہو تو یہ بنی
علی الضم ہوتا ہے۔ کلام اس پر ختم ہونے کی وجہ سے
اسے غایت بھی کہا جاتا ہے۔ الفاظ حدیث کا معنی
یہ ہے کہ جو نماز کی اذان سن کر نماز کے لئے نہیں گئے وہ
عمدة الغاری قلت (میں کہتا ہوں) جب نفی کسی
زمانے پر طاقی ہو تو تمام اجزاء کو محیط ہوگی اس کا احاطہ
وقت مضاف الیہ کی ابتداء سے لے کر وقت تکم تک
ہوتا ہے اسی لئے ایسی عبارت کا معنی ایسے مقامات
پر مثلاً "اب تک" ہوتا ہے مثلاً کوئی کہ ما جاء فی
بعد یعنی وہ جانے کے بعد اس وقت
تک نہیں آیا اور جو انھوں نے کہا کہ اس پر انتہاء کلام
کی وجہ سے اسے غایت کہا جاتا ہے اس کا معنی
و مفہوم بھی یہی ہے ۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (ت)

فلیتوجه اللہ علیہ الخ
وقت سبب نہ آنے والوں کی عدم حاضری اور الزام مختلف عبادت ہو چکا جس کی وجہ سے وہ طاعت کے مستحق قرار پائے ہیں الخ (ت)
اقول یہاں سے واضح ہو گیا کہ ظاہر حدیث میں جو کلام قنیدہ و مجتبیٰ کی تائید نکلتی تھی ممنوع و ساقط ہے معہذا شک نہیں کہ حضور مسجد بنفسہ عبادت مقصودہ نہیں بلکہ غرض شہود جماعت ہے اور قبل از اقامت قوت جماعت غیر معقول قوا اقامت تک وجوب موسع ماننے سے چارہ نہیں ملے گی بات یہ ہے کہ اقامت تک تاخیر یا تو امام معین کو میسر جس کے ہر آنے جماعت قائم ہی نہ ہوگی یا اسے جس کا مکان مسجد سے ایسا ملاصق کہ تکبیر کی آواز اس پر غنی نہ رہے گی ان کے سوا اور نمازیوں کو انتظار اقامت کو ملے کے کوئی معنی ہی نہیں کہ جب نہ تکبیر ان پر موقوف نہ اُنہیں اس کی آواز آئے گی تو کس چیز کا انتظار کر رہے ہیں ایسوں کو اُسی وقت تک تاخیر و واجب تک تفویض کا خوف نہ ہو حدیث ایسے ہی لوگوں پر محمول اور ممکن کہ کلام قنیدہ و مجتبیٰ ہی اسی معنی پر حمل کریں فیہ حاصل التوفیق و باللہ التوفیق۔

مرابعا اگر بغرض باطل یہ احکام مطلق جماعت کے ہوتے کہ اولیٰ و ثانیہ دونوں جس کے فرد کو واجب تھا کہ بعد فوت اولیٰ ثانیہ بالتعمین واجب ہو کر جوتی کہ اب براءت ذمہ اسی فرد میں منحصر ہو گئی حالانکہ عبادت اللہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو بعد فوت اولیٰ وجوب درکار نفس جواز ثانیہ میں نزاع عظیم ہے ظاہر الروایہ منیع و کراہت اگرچہ ماخوذ مختار جواز ہے جبکہ بے اعادہ اذان ہیۃ اولیٰ بدل کر ہو کما بیننا فی فتاویٰ نابا یقبل المنصف دان کا بر المتعسف (جیسا کہ ہم نے اپنے فتاویٰ میں اس کی تفصیل بیان کر دی ہے جسے منصف قبول اور متعسف مخالفت کریں گات) امام اہل ظہیر الدین مرغینانی رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے فتاویٰ میں فرماتے ہیں :

لو دخل جماعة المسجد بعد ما یصلی
فیہ اہلہ یصلون وحدانا وہو ظاہر
الروایۃ
اگر کچھ آدمی کسی ایسی مسجد میں داخل ہوئے کہ وہاں کے لوگ باجماعت نماز ادا کر چکے تھے تو انہیں تنہا تنہا پڑھیں اور یہی ظاہر روایت ہے۔ (ت)

عہد یہاں کلام علی ما هو المشہور بین کثیر من الناس ہے فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہ پر اس کی تحقیق تکمیل توفیق و جلیل تطبیق فائض ہوئی خاص اسباب میں تحریر فقیر سے (دیکھنی ۱۲ منہ رحمہ اللہ (م)

۱/۲۲۲ شرح مسلم للنووی مع صحیح مسلم باب فضل صلوۃ الجماعۃ زیچہ حدیث مذکور مطبوعہ دار محمد اربع المطابع کراچی
۱/۴۰۹ رد المحتار بحوالہ فتاویٰ ظہیر مطلب فی تکرار الجماعۃ فی المسجد مطبوعہ مطبعۃ الباب مصر

وبعبارة اخیری جس جماعت کو علماء واجب یا سنت ہو کر کہتے ہیں اس کا تا کہ تثنیٰ علیہ ہے اور ثانیہ کا بعد فوت اولیٰ بھی نفس جواز مختلف غیر قومیہ کسی وقت اس جماعت سے نہیں جس کا حکم وجوب تاکہ ہے لیکن ثانیہ دائماً مطلق جماعت کی فرد ہے تو لاجرم یہ احکام مطلق اصولی کے نہیں بلکہ خاص اولیٰ کے ہیں وہو المطلوب (اور مطلوب بھی تھا۔ ت) رد المحتار میں ہے:

قد علمت ان تکرارها مکروه في ظاهر الرواية الا في رواية عن الامام ورواية عن ابی یوسف كما قد مناه قسریبا و سیاقه ان المراد به عند اهل المذهب وجوب الجماعة وانه ياتر بتفويتها اتفاقاً

آپ نے یہاں کہ جماعت کا تکرار ظاہر روایت میں مکروہ ہے مگر امام صاحب سے ایک روایت اور امام ابو یوسف سے ایک روایت میں مکروہ نہیں جیسا کہ ہم نے ابھی پہلے بیان کیا اور عنقریب آ رہا ہے کہ اہل مذہب کے ہاں رائج وجوب جماعت ہے اور جماعت کو فوت کرنے والا بالاتفاق گناہ کا ہے (ت)

بجلا وہ کیا چیز ہے جس کی تغیرت بالاتفاق گناہ ثانیہ کو اسی عبارت میں روایت مشہورہ پر مکروہ بتا رہے ہیں لاجرم وہ اولیٰ ہی ہے تو ثانیہ کے اعتقاد پر اسے فوت کرنا بالاتفاق گناہ ہے اور گناہ کی اجازت دینی اس سے بھی ہرگز۔

وبعبارة ثالثة یہی ملا کہ جماعت ثانیہ کو مکروہ بتاتے ہیں وجوب و تاکہ جماعت کی تصریح فرماتے ہیں کہا لا یخفی علی من تدبر کلمات القوم وقد علمت الخلف والوفاق (جیسا کہ ہر اس شخص پر واضح ہے جو فقہاء کی عبارات سے آگاہ ہے اور قرآن میں اختلاف و اتفاق کو جانتا ہے۔ ت) اور وجوب و تاکہ لاکراہت سے اجتماع یعنی نہیں عن الفعل یا نذب ترک بعد حصول التماکہ لیساً ممال اگرچہ معنی المطلوب المطلوب المدفع قبل الحصول و مطلوب الفعل بعد الحصول ممکن اور شک نہیں کہ یہاں اجتماع ہو گا تو معنی اول فاعرف والحمد ان کنت تفهم بالیقین (اسے پہچان کر اچھی طرح سمجھ لے اگر ترفیق کو پاسنے والا ہے۔ ت) وہ حکم اجماعی ایسی ہی جماعت کا ہے جو ثانیہ کو شامل نہیں ورنہ قولی مشہور نہ صرف مجہور بلکہ قول بالاحمال اور معاذ اللہ

عنه قلت ورواية عن محمد كما في البحر
والبحر والعلية وغيرها ۱۲ من (هـ)

میں کہتا ہوں امام محمد سے بھی ایک روایت ہے جیسا کہ بحر، حقیقی، علیہ اور دیگر کتب میں ہے ۱۲ من (م)

قانون عقل و تخیل سے دور ہو گا وای شناعة اشنع صنف ذلك (یعنی اس سے بڑھ کر بد تخی کیا ہو گی۔ ت)۔
 خواہمسا ایک بد بھی بات، سنیت کا ہے سے ثابت ہوتی ہے موافقت حضور سید المرسلین
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مطلقاً یا مع الترتیب ایماناً اور وجوب کو کیا جلتے انکار اعلیٰ الترتیب بھی یا صرف مست
 موافقت دائرہ، اب یہ کہ لیا جائے کہ حضور اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کس جماعت پر موافقت فرمائی اور کس
 سے ترک پر تکیہ کیا، ظاہر ہے کہ وہ جماعت اولیٰ ہی تھی تو وجوب یا استثنای ہو کہ اسی کا حکم ہے نہ مطلق ثانیہ کا۔
 تبیین احکام افراد بجانب مطلق سرایت کرتے مشبہ نہیں مگر وہ مطلق مطلق مطلق ہے جس کے تحقق مگر
 تحقق فرد واحد اس پر صدق حکم کو صدق علی فرد و علی خلاف سائر الافراد کافی و لہذا ابتضاد احکام افراد
 مورد احکام متضاد ہوتا ہے یا مطلق جماعت بیک فرض واجب سنت مستحب براح مکر وہ حرام سب کچھ
 ہے کہ جماعت جمع و جماعت پنجگانہ و جماعت کسوف و جماعت وتر رمضان و جماعت نوافل بلا تامل و بتدائی
 و جماعت ظہر فی الصریح الجمعہ وغیرہ سب کو شامل اس معنی پر حکم فرد کی مطلق سے نفی دو بار قول بالمتا قضیہ ہے
 لثبوتہ و نفیہ حکمیشا و المطلق کلیہما (ثبوت و نفی دونوں میں اور دونوں کے دونوں مطلق میں ت)
 کلام اس میں نہیں مطلق اصولی معنی فرد شائع یا بیت متفرق فی ای فرد یا میں کلام ہے اس کی طرف احکام خاصہ
 فرد و فرد ہرگز ساری نہیں ہو سکتے اور جو حکم اس کے لئے ثابت وہ ہر فرد کو ثابت صالحہ معنی صانع (جب
 تک کوئی مانع نہ پایا جائے۔ ت) یہ نکتہ ضروری الحفظ ہے کہ اس سے غفلت باعث غلط و شطط ہوتی ہے
 وقد حققه تاج المحققین خاتمة المدققین تاج المحققین خاتمة المدققین ہمارے سرور اور الہامی
 سیدنا الوالد قدس سرہ الماجد فی قدس سرہ نے اس کی تحقیق اپنی کتاب اصول الرشاد
 کتابہ المسماة اصول الرشاد لقیم مہانی لقیم مہانی میں کی ہے اور اللہ تعالیٰ ہی
 الفساد واللہ الہادی الی سبیل السداد۔ سید سے راہ کی ہدایت دینے والا ہے (ت)

عہ لانہ ان اثبت للفرد فقد اثبت للمطلق
 بحکم السرایۃ لکنہ اثبت للفرد فقد اثبت للمطلق
 وقد نفی عنہ لکنہ لیس یثبت
 للمطلق فلم یثبت للفرد وقد
 اثبت لہ ۱۲۷ منہ (م)
 اس لئے کہ اگر کسی فرد کے لئے ثابت کیا تو وہ حکم سرایت
 کی وجہ سے مطلق کے لئے بھی ثابت ہو جائے گی لیکن
 جب اس نے فرد کے لئے ثابت کیا تو گویا مطلق کے لئے
 بھی ثابت کر دیا حالانکہ اس نے اس سے نفی کر دی ہے
 جب مطلق کے لئے ثبوت نہیں تو فرد کے لئے بھی ثبوت
 نہیں حالانکہ اس نے مطلق کے لئے ثابت کیا ہے (ت)

بالجملہ نہ جماعت اولیٰ پر ترجیح تہجد و چہرہ صحت رکھتی ہے نہ حکم وجوب و تاکہ جماعت اولیٰ سے مستثنیٰ ہے نہ باعتبار ثانیہ ترک اولیٰ کی اجازت ہو سکتی ہے نہ ہرگز اولیٰ و ثانیہ کا ثواب مساوی ہے بلکہ باعتبار ثانیہ قنوت اولیٰ گناہ قطعی اجتماعی ہے، ہاں مسجد اگر مسجد شارع ہو یعنی اُس کے لئے کوئی جماعت معلوم معین نہیں جیسے بازاروں کی مسجدیں کہ کسی خاص محلہ و گروہ سے شخص نہیں کچھ راہ گیر آئے پڑھ گئے کچھ پھر آئے وہ پڑھ گئے، یوں ہی متفرق گروہ آتے اور پڑھتے جاتے ہیں تو وہاں اس قول کی گنجائش ہے کہ ایسی مساجد کی ہر جماعت جماعت اولیٰ ہے،

کیونکہ پہلی جماعت دوسری سے ہر حال میں روکنے والی ہے یا اس شرط کے ساتھ کہ پہلی جماعت اہل محلہ نے بلند اذان و اقامت کے ساتھ ادا کی ہو حتیٰ کہ اگر غیر محلہ کے لوگ کسی محلہ کی مسجد میں آئے اور انہوں نے اذان دی اقامت کی اور جماعت کرائی تو اب اہل محلہ جواب تبدیل کئے بغیر جماعت کرنا کاحق رکھتے ہیں کیونکہ جماعت کرنے کا حق ان کا ہے تو غیر کی جماعت کی وجہ سے ان کا حق باطل نہیں ہو سکتا یہاں فقہانے اس کی تصریح کی ہے اور راستے کی مسجد میں کوئی عمل بابت متعین نہیں ہوتا لہذا باعتبار معنی نہ گروہ کے ایسی مساجد کی کوئی ایک جماعت اولیٰ نہ ہوگی بلکہ ہر ایک اولیٰ ہوگی کیونکہ وہاں بعض بعض اولیٰ نہیں ہوتے۔ (ت)

فان الاولیٰ الناہیۃ عن الثانیۃ مطلقا و بشرطہ علی ما فعلہا اهل المسجد باذان جہرا و اقامۃ حتیٰ لو ان مسجدا من مساجد الحی انما قوعہ من غیر اہلہ فاذا نوا و اقاموا و صلوا جماعة کان لاہلہ انت یصلوا جماعة من دون حاجۃ الی العدول عن المحراب لان الحق لہم فلا یبطل بفعل غیرہم کما فعلوا علیہ و مساجد الشوارع لا اہل لہا معینا فلا یتحقق فیہا الاولیٰ بالمعنی الذکور بل الکل اولیٰ اذ لیس بعض من بعض باولی۔

ولہذا ہر گروہ کہ آتا جائے اپنی اپنی اذان و اقامت سے جماعت کرے

جیسا کہ رد المحتار میں خزائن الاسرار سے امالی قاضی خاں اور انہی کے فتاویٰ غانیہ کے حوالے سے ہے ہر وہ مسجد جہاں کوئی مؤذن و امام مقرر نہ ہو وہاں لوگ مسجد میں گروہ درگروہ نماز ادا کریں کیونکہ افضل یہ ہے کہ ہر گروہ اذان و اقامت کے ساتھ

کما فی رد المحتار عن خزائن الاسرار عن امالی الامام قاضی خاں و فی خانیتہ مسجد لیس لہ مؤذن و امام معلوم ویصلی الناس فیہ فوجا فوجا فان الافضل انت یصلی کل فریق باذان و اقامۃ

على حدة الله وفي الشامية عن المنيع
اما مسجد الشام فاناس فيه سواء
الاختصاص له بفريق دون فريق
الملك انك تمانر بڑھے اور فتاویٰ شامی میں تسبیح
سے ہے رہا معاملہ مسجد شارع کا تو اس میں تمام
لوگ برابر ہوتے ہیں اس میں کسی ایک فرقہ کو تخصیص
حاصل نہیں ہے (ت)

الحمد لله كلام ابنه ذروة أقصى كوه من مسائل في غایت انجلا پایا هكذا ینبغي التحقيق والله
ولی التوفیق تحقیق کا تقاضا یہی تھا اللہ تعالیٰ ہی توفیق کا مالک ہے۔ ت (روشن رہے کہ فقیر غفرلہ تعالیٰ
لا کو کسی کے کلام پر انہد مقصود نہیں بلکہ صرف اظہار حق و ادا اسے واجب الکرہ احق کہ بعد سوالی اعانت جواب
ابانت مراب اہم واجبات شرعیہ سے ہے جس پر ہم سے حضور پر نور خاتم النبیین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے
عہد واثی لیا۔

اللهم اجعلنا من المفلحين وبعهد نبیک
من الموفین علیہ وعلى الہ القبلۃ و
التسلیم ربنا تقبل منا انک انت
السمیع العلیم۔
اے اللہ! ہمیں کامیاب ہونے والوں میں سے کر دے
اور اپنے نبی علیہ وعلی آلہ الصلوٰۃ والتسلیم کے ساتھ
عہد ایفاء کرنے والا بنادے۔ اسے ہمارے رہا
ہماری طرف سے قبول فرما بیشک تو ہی سننے والا اور
جانتے والا ہے (ت)

الحمد لله کہ یہ ضروری و موجز جواب کا شرف صاحب فرست اخلاصی کے چند متفرق جلسوں میں ۲۲ صفر ۱۳۱۲ ہجری
روز جان افروز و شنبہ کو وقت اشراق مہر شرق سامے خاتم و لحاظ تاریخ بدو ختم القلادۃ المرصعة فی
ذہوا لا جوبۃ الاربعۃ اس کا پورا نام ہوا و اخذ عوننا ان الحمد لله رب العالمین و الصلوٰۃ و
السلام علی سید المرسلین محمد و آلہ و صحبہ اجمعین آمین واللہ سبحانہ و تعالیٰ
اعلم و علمہ جل مجدہ احکمر۔

۴۰۸/۱	مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر	باب الامارۃ	سلفہ و المختار
۲۲/۱۹	مطبوعہ فوکلشور کتب	فصل فی المسجد	فتاویٰ قاضی خاں
۴۰۹/۱	مصطفیٰ البابی مصر	باب الامارۃ	سلفہ و المختار

۱۳

الْقَطُوفُ الدَّانِيَّةُ لِمَنْ أَحْسَنَ الْجَمَاعَةَ الثَّانِيَةَ

(جماعتِ ثانیہ کو مستحسن قرار دینے والے کے لئے جُحکے ہوئے خوشے)

(جماعتِ ثانیہ کے ثبوت میں)

مسئلہ از مراد آباد مدرسہ اسلامیہ مدرسہ مولوی مسید محمد حبیب الرحمن صاحب سلسلہ

۱۱ جمادی الاولیٰ ۱۳۱۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ جماعتِ ثانیہ بغیر اذان و اقامت و صورت ہل دینے ہیأتِ جماعتِ اولیٰ کی از روئے شرع شریعتِ بلا کراہت جائز ہے یا نہیں؟ مینو آجروا

الجواب

صورتِ مستفسرہ میں جماعتِ ثانیہ بلا کراہت مطلقہ مطلقاً جائز و مباح عند اہل تحقیق ہے جس کی تنقیح بالغ و توضیح بازغ مع رد و امح ادہام تاہن بعض اہل علم نے زمانِ بعونہ تعالیٰ رسائل فقیر سے ظاہر و عیاں یہاں نفس مسئلہ کے اجمال احکام اور ان کے متعلق اقوال و نصوص علمائے کرام پر اقتصار کیجئے کہ شانِ فتویٰ اسی کے شایاں۔

فاقول وبالله التوفیق وبہ الوصول الی ذری التحقیق (میں کہتا ہوں اللہ تعالیٰ کی توفیق سے)

اور اللہ تعالیٰ کی توفیق سے تحقیق کی گہرائی تک پہنچا جاسکتا ہے۔ ت)

أولاً تکرار جماعت کے جواز و افضلیت کی دو صورتیں سنئے جن میں اصل نزاع کو گنجائش نہیں،

(۱) جو مسجد شارع عام یا بازار یا اسٹیشن یا سرائی ہے جس کے سنے اہل معین نہیں، وقت پر چڑوگ گزرسے یا اترے یا آئے یا پڑھ گئے غرض کسی محلہ خاص سے خصوصیت نہیں رکھتی کہ وہاں کی معمولی جماعت

وہی ہے اوروں کا آنا اتنا حق و عارضی ہے ایسی مسجد میں بلا جرح و کراہت باذان جدید و تکبیر جدید جائز بلکہ یہی شرعاً مطلوب ہے کہ نوبت بنوبت جو لوگ آئیں تی باذان و اقامت سے جماعت کر سکتے جائیں اگرچہ (ایک نماز کے) وقت میں دس بیس جماعتیں ہو جائیں۔

(۲) مسجد محلہ کو ایک محلہ خاص سے اختصاص رکھتی ہے اس میں اقامت جماعت انھیں کا حق ہے اگر اُن کے غیر جماعت کر گئے تو اہل محلہ کو کراہت جماعت بلا شبہ جائز ہے جیسے کہ نماز جنازہ حالانکہ اس کی تکرار اصلاً مشروع نہیں پھر بھی اگر غیر ولی بے اذن ولی پڑھا جائے اب ولی اسے اعادہ کا مجاز ہے کہ حق اس کا تھا۔

(۳) بعض اہل ہی جماعت کر گئے مگر بے اذن پڑھ گئے۔

(۴) اذان بھی دی تھی مگر آہستہ، ای صورتوں میں بھی بعد کو آنے والے باذان جدید و بر سنت اعادہ جماعت کریں کہ جماعت معتبر وہی ہے جو اذان سے ہو اور اذان وہ جو اعلان سے ہو۔

(۵) محلے میں حنفی و غیر حنفی دونوں رہتے ہیں پہلے غیر حنفی امام نے جماعت کر لی اور حنفیہ کو معلوم ہے کہ اس نماز میں اس نے مذہب حنفی کے کسی فرض طہارت یا فرض صلوٰۃ یا شرط امامت کو ترک کیا ہے مثلاً چہارم سر سے کم کا مسح یا آبِ قلیل نجاست افتادہ سے دھو یا جسم یا کپڑے تھوڑے تھوڑے زیادہ مٹی یا صاحب ترتیب کا یاد صفت یا وہ وسعت وقت ہے ار اسے فائزہ و قتیہ پڑھنا یا نماز وقت تنہا پڑھ کر پھر اسی نماز میں امامت کرنا تو ایسی حالت میں حنفیہ بلا شبہ اپنی جماعت جدا گانہ کریں کہ اگرچہ شرع اُن جماعت کرنے والوں کے لئے اسے جماعت اولیٰ مانے مگر حنفی تو اُس میں اقتدا نہیں کر سکتا اگر کرے تو نماز ہی نہ ہو۔

(۶) اس خاص نماز کا تر حال معلوم نہیں مگر اس امام کی بے احتیاطی اور غرض میں ترک لحاظ مذہب حنفی ثابت ہے جیسے عامہ غیر متعلقین کو خرابی بخوابی اہل حق سے مخالفت اور مذاہب اربعہ خصوصاً مذہب مذہب حنفیہ کی مضادیت پر مرعیں ہوتے ہیں یہ بھی حنفیہ کو اُن کی اقتداء گناہ و منوع ہے اپنی جماعت جدا کریں۔

(۷) اس کی نسبت امور مذکورہ کی مراعات کا عادی ہونا نہ ہونا کچھ معلوم نہیں جیسے کوئی نامعلوم الحال شافعی یا حنبلی اس صحت میں بھی اُن کی اقتداء خالی اندکرا بہت نہیں تو جماعت ثانیہ کا فضل میں۔

(۸) عادات مراعات بھی معلوم ہی سہی تاہم بتصریح اگر امام موافق الذہب کے دیکھے جماعت ثانیہ ہی افضل و اکمل اور اسی پر زمین محرمین و مصر و شام وغیرہ بلاد و ارا اسلام میں تہور مسلمان کا عمل۔

(۹) جس نے جماعت اولیٰ کی فاسد العقیدہ و مذہب بدعتی تھا شیعہ یا بانی یا حنفی یا مسعود اللہ امکان کذب الہی تعالیٰ شانہ ماننے والا یا صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں کسی کو بڑا جاننے والا کہ عند التفتیح

ایسوی کی اقتدار بکراہت شدید سخت مکروہ ہے۔

(۱۰) فاسق تھا جیسے شرابی، زنا کار یا دارمی منڈا سود خوار کر یہ لوگ ان دہائیوں کے ایموں وغیرہم بد مذہبوں کے مولویوں متقیوں سے بھی اگرچہ لاکھ درجہ بہتر حال میں ہیں پھر بھی ان کی اقتدار شرعاً بہت ناپسند۔
(۱۱) امام اولیٰ نواب علم جاہل غنا و طہارت کے مسائل سے غافل تھا جیسے اکثر گنوار غلام وغیرہم عوام کہ ایسے کی امامت بھی کراہت انصاف۔

(۱۲) قرآن مجید ایسا غلط پڑھتا تھا جس سے معنی فاسد ہوں مثلاً (ع یات ، ط یات ، س ، ص یات ، ح ، ک ، یات ، ذ ، ن ، ظ) میں تمیز نہ کرنے والے کہ آج کل اس دار الفتن ہند میں اکثر بلکہ عام عوام بلکہ بہت بلکہ اکثر پڑھے لکھے بھی اس بلا میں مبتلا ہیں وحسبنا اللہ ونعم الوکیل وانا للہ وانا الیہ راجعون پھر خواہ بے خیالی بے احتیاطی یا سیکھنے میں بے پروائی یا زبان کی نادرستی کوئی سبب ہو مذہب معتبر پر صحیح خواں کی نواز اس کے یکے مطلقاً فاسد ہے اگرچہ ان میں بعض صورتوں میں مذہب متاخری خود اس کی اپنی نواز کے لئے بہت وسعتیں دے عند تحقیق بھی بشرط معلوم مضبوط کہ ہم نے اپنے فتاویٰ میں ذکر کیں تاکہ قانداقدار کا امام ہو سکے تو اگر یہی صورت صحت واقع ہو کر وہ جماعت اولیٰ ٹھہرے لاجرم صحیح خوانوں کی جماعت ثانیہ ہی کا حکم ہے یہ صورت صورت اولیٰ کی مانند ہے اولیٰ یا فخریستہ دارد ، عرض ایسی صورتیں جماعت ثانیہ کی خاص تاکید یا فضل مزید کی ہیں جن میں بالاجماع یا عمل الاصح اسلک کلام کی گنجائش نہیں ، خدا بطور یہ ہے کہ جب جماعت اولیٰ اہل مسجد یا اہل مذہب کی نہ ہو یا اپنے مذہب میں فاسد ہو یا مکروہ ہو تو ہمیں جماعت ثانیہ کی مطلقاً اجازت بلکہ در صورت کراہت قصداً تغزیت اولیٰ کی رخصت جبکہ ثانیہ تطہیر مل سکتی ہو اور در صورت فساد قرآن میں شرکت ہی سے صحت عافیت اگرچہ ثانیہ بھی میسر نہ ہو ، اب ان تمام مطالب پر نص میں ملتا ، سنیے فقیر نے اسی سبب مسائل میں توفیقہ تعالیٰ قول مستحق اختیار کیا ہے اسی کے متعلق عبارات کتب بایجاز و اختصار نقل کروں کہ ذکر اذیل و تطبیق و توفیق و ترجیح و تحقیق و تنقیح و تدقیق محتاج تکرار لہذا بعد از تعالیٰ ان مباحث میں یہ سبب مدارج فتاویٰ و رسائل و مقامات فقیر میں ملے ہو چکے ہیں و باللہ التوفیق ۔ متن غرض میں ہے ۔
لانکر و فی مسجد محللہ یا اذان و اقامت مسجد محلہ میں اذان و اقامت کے ساتھ تکرار جماعت

یہ بایں طور صادق ہے کہ اس مسجد کا کوئی اہل معین مذہب
یا جس نے غائب پڑھائی وہ مسجد کے اہل میں سے نہ ہو
(یعنی اہل محلہ ہو) ۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (د)

عہ صادق بان لا اہل لہ او اہل من
لیس من اہل ۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ
عنہ (م)

الاذا صلى بها فيه اولا غير اهله او صلى
اهله بمخافة الاذان

جائز نہیں مگر اس صورت میں کہ غیر محلہ والوں نے
وہاں اذان و اقامت کے ساتھ اولاً جماعت کرائی
پھر باہل محلہ نے آہستہ اذان دے کر جماعت کرائی ہو

غزائن الاسرار شرح تنویر الابصار میں ہے :

لو كان مسجد طريقي جائنا اجتماعا كما في
مسجد ليس له امام ولا مؤذن
ويصلي الناس فيه فوجا فوجا فاق
الا فضل ان يصلي كل فريق باذنه و
اقامة على حدة كما في امسالي
قاضى خان

اگر مسجد شارع ہے تو بالاتفاق مگر اگر جماعت جائز
جیسا کہ اس مسجد کا حکم ہے جس کا امام و مؤذن مقرر
نہ ہو اور لوگ اس میں گروہ درگروہ نماز ادا کرتے ہوں
تو وہاں افضل یہ ہے کہ ہر فریق اپنی اپنی اذان و
اقامت کے ساتھ الگ الگ نماز پڑھے جیسا کہ
امالی قاضی خاں میں ہے۔ (ت)

در مختار میں ہے :

مكره خلف مخالف كشافي لكن في وتر
المحرمات يتيقن المراعاة لمبكورة
او بعد منها لم يصح وان
شك كره

مخالف کے کچھ نماز مکروہ ہے مثلاً شافعی المسک
کے پیچھے، لیکن بخیریں وتر کی بحث میں ہے کہ اگر
اس کا مذہب حنفی کی رعایت کرنا یقینی ہو تو پھر مکروہ
نہیں، اگر مذہب حنفی کی رعایت نہ کرنا یقینی ہو تو صحیح
نہ ہوگی، اور اس کے بارے میں شک ہو تو نماز
مکروہ ہے۔ (ت)

بحر الرائق میں ہے :

حاصل ان صاحب الهداية جواز
الاقتداء بالشافعي بشرط
ان لا يعلم المقتدى منه

حاصل یہ ہے کہ صاحب ہدایہ نے شافعی کی اقتدار
کو اس شرط کے ساتھ جائز کہا ہے کہ جب مستندی
اس امام کے کسی ایسے عمل کو نہ جانتا ہو جو مقتدی کی

کتاب درر المحکام شرح غرر الاحکام فصل فی الامامة مطبوعہ مطبع احمد کمال الکائنہ فی دار سعادت مصر ۱۲۵۸ھ

۸۱/۴

مطبوعہ مکتبۃ ابیانی مصر

باب الامامة

کتاب در مختار

۸۲/۱

مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی

۸۲/۱

ما يمنع صحة صلاته في رأي
المقتدي كالقبض ونحوه وعند
مواضع عدم صحة الاقتداء به
في العناية وغاية البيان بقوله كما
اذا لم يتوضأ من الغمض والخسارج
من غير السبيلين كما كان شاكاً في ايمانه
بقوله انا مومن ان شاء الله او متوضأ
من القلتين او يرفع يديه عند
الركوع وعند رفع الراس من
الركوع او لم يغسل ثوبه من النسي
ولم يفركه او انحرفت عن القبلة الى
اليسار او صلى الترتيبين
او اقتصصر على ركعة او لم يوتر
اهلاً او فقهه في الصلاة و لم
يتوضأ او صلى فرض الوقت مرة
ثم امة القوم فيه عزاد في النهاية
وان لا يرأى الترتيب في
الفوائت وان لا يصح رابع راسه
و عزاد قافض خاں وان يكون متعصباً
والكل ظاهر ما عدا خمسة اشياء
الاول مسألة التوضؤ من
القلتین فانہ صحیحہ عندنا اذا لم
يقع في الماء نجاسة ولم يختلط بمستعمل

راتے کے مطابق صحت نماز کے منافی ہے، مثلاً
رگ کٹوانا وغیرہ، عدم صحت اقتداء کے چند مواضع
عناہ اور غایۃ البسیان سے، ان الفاظ
سے بیان کئے کہ مثلاً جب اس امام نے رگ کٹوانے
یا غیر سبیلین سے کسی شے کے خارج ہونے پر
وضو کر لیا ہو یا اس امام کے ایمان میں شک ہے،
مثلاً وہ یہ کہتا ہے کہ "ان شاء اللہ میں مومن ہوں" یا
وہ قلتین پانی سے وضو کرتا ہے یا رگ بجاتے وقت
اور اٹھتے وقت رفع یدین کرتا ہے یا وہ نسی لگ
جانے کی وجہ سے کپڑے کو نہیں دھوتا اور نہ ہی اسے
کھر جاتا ہے (گارشمی ہونے کی صورت میں) یا وہ
قبلہ سے بائیں جانب پھرتا ہے یا وہ دو سلاموں سے
وتر ادا کرتا ہے یا ایک رکعت وتر پڑھتا ہے یا بالکل
پڑھتا ہی نہیں یا نماز میں قنوت سے جھٹکتا ہے اور
وضو نہیں کرتا یا ایک دفعہ وقتی نماز پڑھا چکا ہے پھر
اسی نماز کا امام بن جاتا ہے۔ اس پر نہایت میں
اضافہ ہے کہ فوت شدہ نمازوں میں ترتیب کی رعایت
نہ رکھتا ہو یا اگر وہ صلیب تیب سر کے چوتھائی کھانچ کر کے
قافضی خاں سے یہ اضافہ کیا ہے کہ وہ متعصب ہو
ان پانچ کے علاوہ باقی تمام واضح ہیں۔

اول قلتین سے وضو کرنا ہمارے نزدیک
بھی صحیح ہے جبکہ اس میں نجاست نہ گری ہو، اور
اس کے مساوی یا زائد اس میں مستعمل پانی نہ ملا ہو

مسائلہ اول اکثر فلاسفہ ان یقید قولہم
بالقلبتین المتنجس ما وُحھا او المستعمل
بالشروط المذكور لا مطلقاً۔

الثانی مسئلہ رفع الیدین
من وجهین الاول ان الفساد روایتہ
شاذة لیست بصحیحة روایة ولا درایة
الثانی ان الفساد عند الركوع لا یقتضی
عدم صحۃ الاقتداء من الابتداء مع
ان عمر ومن البطلان غیر مقطوع بہ حتی
یجعل کالمحقق عند الشروع لان الرفع
جائز الترتیب عندہم لسنیتہ۔

الثالث مسئلہ الانحراف عن
القبلة الی الیسا لان المانع عندنا ان
یجاوز المشارق الی المغارب والشافعیۃ
لا ینحرفون عن الانحراف۔

الرابع مسئلہ التعصب لامن
التعصب علی تقدیر وجودہ عنہم
انما یموجب الفسق والفسق لا یمنع صحۃ
الاقتداء۔

الخامس مسئلہ الاستثناء
فی الایمان فان التکفیر غلط و
الاستثناء قول اکثر السلف اھ ملقطاً
یرکلام بحر فی البحر تھا۔

لہذا اقلتین کے ساتھ یہ شرط لگانا بھی ضروری ہے
کہ اقلتین کا پانی ناپاک ہو یا اس میں مستعمل پانی
برابر یا زائد ہو ورنہ مطلقاً حکم لگانا درست نہیں۔
دوم رفع یدین کی دو صورتیں ہیں ایک فساد
والی روایت شاذہ ہے نہ روایت صحیحہ نہ درایت
دوسری یہ کہ رکعت کے موقع پر فساد کا عارض ہونا
ابتداء اقتداء کے منافی نہیں باوجود اس کے بطلان
کا عارض ہونا بھی یقینی نہیں حتیٰ کہ اسے برکت شروع
ہی متحقق قرار دے دیا جائے کیونکہ رفع یدین کا
پھوڑنا بھی جائز ہے کیونکہ ان کے نزدیک یہ سنت
ہی ہے (قولہم) ہے وہ اس کو ترک کرے۔

سوم قبل سے بائیں طرف انحراف کا معاملہ
تو اس معاملہ میں ہمارے نزدیک مانع وہ انحراف
ہے جو مشارق سے مغارب کی طرف تجاوز ہو اور
شواہق ایسے انحراف کے قابل نہیں۔

چہارم رہا تعصب کا معاملہ، تو اگر ان سے
تعصب ثابت ہو تو یہ فسق کا موجب ہے اور فسق
صحۃ اقتداء سے مانع نہیں ہوتا۔

پنجم باقی ایمان کا ان شاء اللہ کے ساتھ
معلق کرنے والا مسئلہ تو اس میں فتویٰ کفر
غلط ہے کیونکہ معلق کرنا بہت مسئلہ کا قول ہے نہ تلخیص

اقول وقد كانت ظهرت لي بحمد الله الخمسة المذكورة اول ما نظرت الكلام مع زيادة قلندكر ما بقى من الابحاث تنميحاً للافادة الاول قولهم لو يوتر اصل لا يظهر له وجه فانه بتركه لا يفسق فضلاً عما يوجب بطلان الاقتداء فان التوروات واجب عندنا فهو مجتهد فيه ولا تفسير بالاجتهاد وانما حبل على انه ان لو يوصل لم يصح الاقتداء به في الفجر بشرطه لغوات الترتيب نافاء قوله نراد في النهاية وان لا يراعى الترتيب ثم ما ايت العلامة الشافعي عله في منحة الخصال بهذا ثم اعلم بالتكرار قال فليتما مل ما لم اذ **اقول** بل هو اشد من التكرار فان قوله نراد لا يحتمله كما علمت **الثاني اقول** وينبغي اسقاط صلالة التوربتسليميتين فان طريقت المبطل غير البطلان من رأس كما احاد البحر ثم علم ما ذهب اليه الامام ابو بكر الرازي

اقول (میں کہتا ہوں) بحمد اللہ سرسری نظر میں یہ پانچ ہی تھے، کچھ اور پیش بھی ہیں مگر ان باقی کو افادہ کے لئے یہاں ذکر کر دیتے ہیں، اول، اصلاً وہ وتر نہ پڑھتا ہوا کہ یہ قول درست نہیں کیونکہ وتر کے ترک سے وہ فاسق نہیں ہوتا چاہے اس کی اقتداء کو باطل قرار دیا جائے کیونکہ وتر ہمارے ہاں اگرچہ واجب ہیں لیکن یہ مسئلہ اجتہاد کا ہے اور اجتہادی مسائل میں کسی کو فاسق قرار نہیں دیا جاسکتا اور اگر اس عبارت کو اس پر محمول کیا جائے کہ اگر وتر ادا نہیں کرتا تو اس کی فجر میں اقتداء جائز نہ ہوگی کیونکہ ترتیب فوت ہو گئی ہے۔ تو اب اس کے قول کو نہایت میں اضافہ ہے کہ اگر وہ ترتیب کی رعایت نہیں تو اقتداء جائز نہیں ایسا فی قرار پائے گا، پھر میں نے علامہ شافعی کو دیکھا تو انہوں نے منۃ الخالق میں یہ ہی علت بیان کی اور اس پر تکرار کا اعتراض کیا اور کہا اس سے مراد یہ غور کرنا چاہئے اقول (میں کہتا ہوں)، بلکہ یہ تکرار سے اشد ہے کیونکہ اس لفظ "نراد" اس کا احتمال نہیں رکھتا جیسا کہ جان لیا ہے۔ دوسرا یہ کہ اقول (میں کہتا ہوں)، وتر کو دو سلاموں کے ساتھ ادا کرنے کا احتمال کو ساتھ کر لینا چاہئے تھا کیونکہ عارضی مبطل کا لاحق ہونا اذ اس بطلان کا غیر ہوتا ہے جو ابتداء ہو جیسا کہ بحر میں ہے۔ پھر امام ابو بکر الرازی

لا یفسد بالمال ایضاً لا من امامه
 لم یخرج عنده نفسه بالسلام فانه
 یحسب ما بعد من الترتیب وهو یجتهد
 فیما نعم الاصل الفساد کما جزم
 به فی متن التنویر وهو السوید بقول
 الجمهور الصحيح المشهور من ان
 العبرة لرأی المقتدی، الثالث مثله
 الکلام فی اقتصاره علی رکعة السابعة
 افاد الشافعی، قال افاد شیخنا حفظه الله
 تعالی انت المراد ان سرقه
 اجتهد وافی القبلة مع وجود المحارب
 القديمة فانه یجوز عند هم
 لا عندنا فلو انحراف عن المحارب
 القديم (ای انحرافاً جازاً المشارق
 الی المغارب) لا یصح الاقتداء به ثم
 اقول وهو وجه سقط لوجه اسقاط
 عند الانحراف نعم لا بد من التقييد
 وهو غیر یقید فانت عدم رعاية التوقيت
 وعدم غسل المني او غيرک کل مقید کما
 نهنا علیه ولم یوجب اسقاطهما فکذا
 هذا وبه ظهر الخامس وهو عدم
 اسقاط التوضؤ من الغلتين وان
 كانت الوجه هو التقييد الا ان

جس طرف گئے ہیں وہ یہ ہے کہ مالا بھی نماز فاسد
 نہ ہوگی کیونکہ ان کے نزدیک سلام کے ساتھ تمام نماز
 سے خارج نہیں ہو رہا بلکہ وہ مابعد کو ترجیح دیتا ہے
 لہذا وہ معاطہ اجتہادی ٹھہرا، ہاں اصح فساد ہے
 جیسا کہ اس پر متن تنویر میں جزم کیا گیا ہے اور اس
 کی تائید جمہور کے اس صحیح مشہور قول سے ہوتی ہے
 کہ اعتبار مقتدی کی رائے کا ہے۔ تیسرا یہ کہ
 ترک ایک رکعت پر حنا اس پر بھی سابقہ گفتگو
 ہی ہے۔ چوتھا امام شافعی نے فرمایا ہمارے شیخ
 حفظہ اللہ نے فرمایا انحراف سے مراد یہ ہے کہ قیام
 محراب ہونے کے باوجود اجتہاد سے کام لیتے ہوئے
 انحراف کریں تو یہ ان کے ہاں جائز ہے جہاں سے ہاں
 جائز نہیں تو اگر امام محراب قیام سے منحرف ہو گیا
 (یعنی ایسا انحراف جو مشارق سے مغارب کی طرف
 متجاوز ہو) تو اس کی اقتدار صحیح نہ ہوگی اور قبول
 (میں کہتا ہوں) یہ توجیہ اس توجیہ کی ساقط ہوگی جو
 انحراف کے وقت استسقاء کی گئی ہے،
 ہاں اسے مقید کرنا ضروری ہے اور وہ بعید نہیں
 کیونکہ عدم رعایت ترتیب یا عدم غسل منی یا اس کا
 کھرچنا تمام مقید ہیں جیسا کہ ہم نے اس پر تنبیہ کر دی ہے
 تو یہ بات ان کے اسقاط کا سبب نہیں ہو سکتی تو
 یہاں انحراف میں بھی یہی معاطہ اور اسٹی پانچوں بحث
 ظاہر ہے اور وہ قلیتی پانی سے وضو کا ہم اسقاط ہے اگرچہ

مناسب اس کا متعین کرنا ہے مگر غالب و نادر اور
خفی و تبادر میں فرق کیا جاتا ہے اب ہم سابقہ گفتگو
کی طرف لوٹتے ہیں یہ تو مناسبت مقام کی وجہ سے ظلم
سے مجبوراً تحریر صادر ہوئی (ت)

حاصل یہ ہے کہ شافعی کی اقتدار تین طرح کی ہے
اول یہ کہ اس امام کا مسلک حنفی کی احتیاط و رعایت
کرنا معلوم ہو تو اب اس کی اقتدار میں کراہت
نہ ہوگی۔ ثانی یہ کہ اس امام کا رعایت نہ کرنا معلوم
ہو تو اب اقتدار صحیح ہوگی لیکن اختلاف اس بارے
میں ہے کہ کیا بالخصوص اسی نماز میں جس میں اقتدار
مطلوب ہے عدم احتیاط کا ظلم ضروری ہے

یا فی الجملہ عدم احتیاط کا ظلم
ضروری ہے۔ نہایت میں پہلے کو صحیح کہا اور دوسرے
لوگوں نے دوسرے کو مختار قرار دیا۔ فتاویٰ زاہدی
میں ہے کہ اصحاب یہ ہے کہ اقتدار صحیح ہے اور اس
کے ساتھ حسی ظن رکھنا اولیٰ ہے۔ ثالث یہ کہ اسکے
بارے میں ظلم نہیں کہ وہ رعایت کرتا ہے یا نہیں
(یعنی مشکوک صورت ہے) تو اب اقتدار مکرر وہ
ہوگی۔ (ت)

یفرق بالغالب والنادر والخفی والمتبادر
ولنرجع الی ما کان فیہ من الکلام فما
کان الکلام تجاذب القلم عنان
المرام لمناسبة المقام۔

نیز تحریر ہے:

فعبارة الحاصل ان الاقتدار بالغالب الخافى
على ثلاثة اقسام الاول ان يعلم منه
الاحتياط في مذهب الحنفى فلا كراهة
في الاقتدار به الثاني ان يعلم منه
عدمه فلا صحوة لكن اختلافوا هل يشترط
ان يعلم منه عدمه في خصوص
ما يقتدى به او في الجملة صحيح في
النهاية الاول وغيره اختار الثاني
وفي فتاوى الزاهد عن الاصحاب
انه يصح وحسن الظن به اول
الثالث ان لا يعلم شيئا
فانكر اهة (ملخصاً)۔

رد المحتار میں ہے:

نقل الشيخ خير الدين عن الرملى
الشافى انه مشى على كراهة الاقتدار

شیخ خیر الدین نے رملى الشافعى سے نقل کیا ہے کہ
وہ مخالفت کی اقتدار کو اس وقت مکروہ جانتے جب

بالمخالف حيث امكنه غيره ومع ذلك
 هي افضل من الافراد ويحصل له
 فضل الجماعة وبه ائقي الرضی الکبیر
 واعتمد السبکی والاسنوی وغيرهما قال
 والحاصل ان عند هم في ذلك
 اختلافا وقد سمعت ما اعتمد الرضی
 وافق به والفقير قول مثل قوله فيما يتعلق
 باقتداء الحنفی بالشافعی والفقیه
 المنصوب يسلم ذلك من وانما رضى فقه
 الحنفی لا يراعى اتفاق العالمين في
 امر محض يعني به نفسه ورضى الشافعية
 مرجعها الله تعالى فتحصل ان الاقتداء
 بالمخالف السراج في الفرائض
 افضل من الافراد اذا لم يجد
 غيرة والا فلا اقتداء بالموافق
 افضل له

اُسی میں مرفوع علی قاری علیہ رحمۃ الباری سے ہے،
 لو كان لكل هذا صاحب كما في زماننا
 فلا فضل الاقتداء بالموافق سواء
 تقدم او تاخر علم ما استحسنه عامة
 المسلمين وعل به جمهور المؤمنين من اهل
 الحرمين والعقدس ومصر و

غیر کی اقتدار ممکن ہو، اور اس کے باوجود اقتدار
 تنہا نمائے افضل ہے اور ایسی صورت میں جماعت
 کا ثواب مل جائے گا۔ اسی پر رملی کبیر نے فتویٰ دیا
 سبکی اور اسنوی وغیرہا نے بھی اسی پر اعتماد
 کیا ہے کہا حاصل یہ ہے کہ ان (فقہاء) کے ہاں
 اس مسئلہ میں اختلاف ہے اور میں نے وہ سن رکھا
 ہے جس پر رملی نے اعتماد کرتے ہوئے فتویٰ دیا اور
 فقیر انہی کے مطابق کہتا ہے اس اقتدار میں جو
 حنفی کی شافعی کے ساتھ ہو اور منصف فقیر اسے
 تسلیم کرے گا۔ میں رملی ہوں فقیر حنفی
 رکھتا ہوں وہ عالموں کے اتفاق کے بعد کوئی
 شک نہیں ہے تحفۂ یہاں انہوں نے ان سے
 اپنی ذات اور رملی سے شافعی مراد لیا ہے تو خلاصہ
 یہ ہوا کہ اس مخالفت کی اقتدار جو رعایت کرتا ہو
 فرائض میں، تنہا نماز پڑھنے سے افضل ہے جبکہ اس
 کے علاوہ کوئی امام موجود نہ ہو ورنہ موافق طے کی صورت
 میں اس کی اقتدار افضل ہوگی۔ (ت)

اگر ہر مذہب کا امام ہو جیسا کہ ہمارے دور میں ہے
 تو موافق کی اہمیت اور افضل ہر گز خواہ وہ پچھلے
 امامت کرے یا بعد میں اسے ہی مائتہ المسلمین نے
 مستحسن جانا ہے اور اہل حرمین، بیت المقدس،
 مصر اور شام کے جمہور مسلمان اسی پر عمل پیرا ہیں ان

انشاء ولا عبرة بمن شذ منہم

سے جو کوئی اتنا کہ اس کے خلاف راستے رکھتے ہیں،
اسی کا کوئی اعتبار نہیں (ت)

پھر خود فرمایا:

والذی یبیل الیہ القلب عدم کراہۃ
الاقتداء بالمخالفت ما لم یکن غیر مراع
فی القرائن وانہ لو انتظر امام مذهبہ
بعیدا عن المصنوع لہ یکن اعراضا
عن الجماعة للعلم بانہ یرید جماعة
اکمل من ہذہ الجماعة

جس بات کی طرف دل مائل ہو رہا ہے وہ یہ ہے کہ
جو مخالفت ورائض میں رعایت کرنے والا ہر اس
مخالفت کی اقتداء مکرہ نہ ہوگی، اور اگر کوئی شخص
جماعت کی صفوں سے دور اپنے مذہب کے امام
کا انتظار کرتا ہے تو یہ جماعت سے اعراض نہ ہوگا
کیونکہ وہ یقینی طور پر اس جماعت سے اکمل جماعت
کے انتظار میں ہے (ت)

اسی میں زیر مسئلہ امامت مجدد و اعرابی وغیرہما تبعا للبحر (بحر کی اتباع میں) ہے،

یکرة الاقتداء بہم تنزیہا فان امکن
العصلا خلف غیرہم فہو افضل والا
فالاقتداء اولی من الانفراد

ان کی اقتداء مکرہ تنزیہی ہے اگر ان کے علاوہ
کوئی امام میسر ہو تو اس کی اقتداء افضل ہے ورنہ تنہا
اداکر نے سے ان کی اقتداء بہتر ہوگی۔ (ت)

اسی میں ہے،

فی المہراج قال اھمنا بنا لا ینبغی ان
یقندی بالفاسن الا فی الجمعیۃ لانہ فی
غیرھا یجد اماما غیرا

معراج میں ہے کہ ہمارے اصحاب نے فرمایا کہ
جمہور کے علاوہ میں فاسق کی اقتداء جائز نہیں کیونکہ
جمہور کے علاوہ نمازوں میں دوسرے امام کی اقتداء
ممکن ہوتی ہے (ت)

بکراسی میں ہے،

صفحہ و رقم	باب الامارۃ	مطبوعہ مصطفیٰ البابا بی مصر	۴۱۴/۱
۳۷	"	"	"
۳۸	"	"	۴۱۳/۱
۳۹	"	"	۴۱۲/۱

بقی لوکان مقتدی یا بمعنی یکرہ الاقتداء
به ثم شیوع من لا کراهة فیہ هـ
یقطع ویقتدی به استظهر ط ان الاول
لو فاسقا لا یقطع ولو مخالفًا و شک فـ
مراعاة یقطع اقول والاظهر العکس
لان الشافی کراهته تنزیہیة کالاعطی و
الاعطی بخلاف الفاسق فانه استظهر
فی شرح المنیة انها تحریم لفظهم
ان فی تعدد بعبید الامامة تعظیمة وقد وجب
علینا اهانته

باقی رہا یہ معاملہ کہ اگر کوئی شخص ایسے امام کی اقتداء میں ہے
جس کی اقتداء مکروہ تھی، ساتھ ہی ایسا امام جماعت
کر دے جس میں کراہت نہیں تو آیا اب وہ نماز
توڑ کر اس کی اقتداء کرے یا نہ، ط نے کہا ظاہر یہ ہے
کہ اگر پہلا امام فاسق ہے تو نماز توڑے اور اگر وہ
مخالف ہے اور اس کی رعایت میں شک ہو تو نماز
توڑ دے۔ میں کہتا ہوں اس کا عکس اظہر و مختار ہے
کیونکہ ثانی میں کراہت تنزیہی ہے جیسا کہ اعرابی اور
ناجینا میں ہے بخلاف فاسق کے، اس کی اقتداء کے بارے
میں شرح منیہ میں کہا کہ اس کا مکروہ تحریمی ہونا ظاہر ہے کیونکہ

فقہا کہتے ہیں کہ فاسق کو امام بنانے میں فاسق کی تعظیم ہوتی ہے حالانکہ ہم پر اس کی اہانت لازم ہے (د ت)

غنیۃ المستملی شرح غیۃ المصلی للعلامة ابراہیم الحلبي میں ہے :

یکرہا تقدیم المبتدع ایضا لانه فاسق
من حیث الاعتقاد وهو اشد من الفسق
من حیث العمل لان الفاسق یعترف
بانه فاسق ویخاف ویستحضر بخلاف
المبتدع

بدعتی کی اقتداء بھی مکروہ ہے کیونکہ وہ اعتقاداً فاسق
ہے اور عقیدۃً فاسق عملاً فاسق سے بدتر ہے،
کیونکہ فاسق عملی اعتراف کرتا کہ وہ فاسق ہے ڈرتا
ہے اور اللہ سے معافی مانگتا ہے بخلاف بدعتی
کے کہ وہ ایسا نہیں کرتا۔ (د ت)

تخیر الابصار و در مختار میں ہے :

لا یصح اقتداء غیر الاشغیا لا ثم علی الاحم
کما فی البحر و حور الحلبي وابن الشحنة
انه بعد بذل جهده دامما حتما کالامی
فلا یوم الامثلة ولا تصح مصلاته

اس قول کے مطابق غیر قوی کا قوی کی اقتداء کرنا
صحیح نہیں، جیسا کہ تجربہ میں ہے، حلبي اور ابن شحنة
نے کہا جب تو تلامذہ اجماعی کو شش کرتا ہے تو وہ اجماعی
کی طرح ہے مقرر قوتی کی اقتداء کر سکتا ہے اور جب

اذا هكته الاقتداء بمن يحسنه او ترك جهدا وادود
 قدر الغرض مما لا لشرف فيه هذا هو
 الصحيح المختار في حكم الالتم وكذا ان لا يقدر على
 التلطف بحرف من الحروف
 اسے کسی پڑھنے والے کی اقتدار ملے ہو تو اب تنہا نماز
 نہ ہوگی، اسی طرح حکم ہے جب اس نے کوشش ترک
 کر دی یا وہ مقدار فرض کی قرأت پر قادر ہو گیا جس میں
 تو کو پڑھنا نہیں آتا تو اسے حکم میں بھی صحیح و مختار ہے اس طرح
 اس شخص کا حکم ہے جو حرف میں سے کسی حرف کے
 صحیح تلفظ پر قادر نہ ہو۔ (ت)

روا المختار میں ہے،
 وذلك كالرهنم الرحيم والشيكان الرحيم
 والالعين ويا لك نابذ ويا لك نستعين السرا
 انامت فكل ذلك حكمه ما مر
 جیسے کوئی رحمن، رحیم، شیکان الرحیم، الالین، ایک
 نابذ ویا ایک نستین، السرات، انامت پڑھتا ہے
 ان میں سے کسی حکم پر گزر چکا ہے (ت)
 فتاویٰ خیرہ میں ہے،

امامة الائمة للفصيح فاسدة في سراجهم اصحیح

(راجع اور صحیح قول کے مطابق فصیح کے لئے توتلے کی اقتدار فاسدہ نماز ہے۔ ت)
 اب محل نظر صرف ایک صورت رہی کہ مسجد محلہ میں اہل محلہ نے باذان واقامت ہو جو سنت امام مرا فقی
 المذہب سالم العقیدہ متقی مسائل دان صحیح خواں کے ساتھ جماعت اولیٰ خالیہ عن الکراہۃ ادا کر لی محصور
 باقی ماندہ لوگ آئے انہیں دوبارہ اس مسجد میں جماعت قائم کرنے کی اجازت ہے یا نہیں اس سے تو بکراہت
 یا بے کراہت اس بارے میں میں تحقیق و تحقیق و حاصل انیق و توفیق و اثر توفیق یہ ہے کہ اس صورت میں مکرار
 جماعت باعادہ اذان ہمارے نزدیک ممنوع و بدعت ہے، یہی ہمارے امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذہب
 مہذب و ظاہر الروایہ ہے، متن متین مجمع البحرین و بحر الرائق علامہ زین میں ہے،
 ولا تکررها فی مسجد محلة باذان ثان۔ مسجد محلہ میں دوسری اذان کے ساتھ مکرار جماعت
 جائز نہیں۔ (ت)

۸۵/۱	مطبوعہ مطبع مجتہدی دہلی	باب الامامة	سے در مختار
۲۲۱/۱	مطبوعہ مطبعہ البابا مصر	"	سے روا المختار
۱۰/۱	دار المعرفۃ بیروت	کتاب الصلوة	سے فتاویٰ خیرہ
۲۲۶/۱	ایک ایم سعید کتب پزیر کراچی	باب الامامة	سے بحر الرائق

در مختار و غرر احسن الامرار میں ہے :

والنظم للذكر تكرار الجماعة باذانت و
اقامة في مسجد محلة لافي مسجد طريق
او مسجد لا امام له ولا مؤذن :-

الغادر کے ہیں محلہ کی مسجد میں اذان و اقامت کے
ساتھ تکرار جماعت مکرر ہے ، راستہ کی مسجد یا ایسی
مسجد جس کا کوئی امام و مؤذن مقرر نہ ہو اس میں تکرار
جماعت مکرر نہیں ۔ (ت)

غرر الاحکام اور احسن کی شرح در الاحکام میں ہے :

لا تكرار الجماعة في مسجد محلة باذانت
واقامة يعني اذكانت للمسجد امام و
جماعة معلومة فصل بعضهم
باذان واقامة لا يباح لباقيهم تكرارها بها :-

اذان و اقامت کے ساتھ جماعت کا تکرار محلہ کی مسجد
میں درست نہیں یعنی جب مسجد کے لئے امام اور
جماعت متعین ہو پس بعض نے اذان و اقامت کے
ساتھ نماز پڑھ لی تو اب دوسرے لوگوں کے لئے اذان
اقامت کے ساتھ دوبارہ جماعت مباح نہیں ہے ۔ (ت)

شرح الجمع للمصنف الامام العلامة ابن السبكي و فتاویٰ ہندیہ میں ہے :

ال مسجد اذكان له امام معلوم و جماعة
معلومة في محلة فصل اهلها في الجماعة
لا يباح تكرارها في اذان ثان :-

جب مسجد محلہ کا امام اور جماعت مقرر ہو اور اہل محلہ
نے اس مسجد میں نماز ادا کر لی ہو تو اب دوسری
اذان کے ساتھ تکرار جماعت مباح نہیں (ت)

وجہ کروری و غیرہ علامہ طبری میں ہے :

لو كان له امام ومؤذن معلوم فيكره تكرار
الجماعة فيه باذان واقامة عندنا :-

اگر مسجد کے لئے امام اور مؤذن مقرر ہو تو ایسی مسجد میں بار
تو ایک اذان و اقامت کے ساتھ تکرار جماعت
مکرر ہوگا ۔ (ت)

ذخيرة العقبی شرح صدر الشریعة العسکری میں ہے :

۸۲/۱	مطبوعہ مطبع مجتہدی دہلی	باب الامامة	سہ در مختار
۸۵/۱	مطبوعہ امکا مل انکاسنہ دار سعادت مصر	فصل في الامامة	سہ در الاحکام شرح غرر الاحکام
۸۳/۱	نورانی کتب خانہ پشاور	الفصل الاول في الجماعة	سہ فتاویٰ ہندیہ
۶۱۴	مطبوعہ سہیل ایکڈمی لاہور	فصل في احکام المسجد	سہ نذیر المستمل شرح نذیر المصلی

انکان للمسجد اما معلوم و جماعة
معلومة فعملوا فيه بجماعة باذان
واقامة لا يباح تكرارها بهما
اگر مسجد کا امام اور جماعت معین ہے اور اس میں
لوگوں نے اذان و اقامت کے ساتھ نماز پڑھ لی
تو اب اذان و اقامت کے ساتھ تکرار جماعت
مباح نہیں۔ (ت)

جس کا حاصل عند التحقيق کراہت اذان جدید کی طرف راجع نہ نفس جماعت کی طرف و لہذا اسی مذہب کو امام
محقق محمد محمد ابن امیر الحاج علی نے علیر میں اس عبارت سے ارشاد فرمایا،

المسجد اذا كان له اهل معلوم فعملوا
فيه او بعضهم باذان واقامة مكره لغير
اهله وللباقين من اهله اعادة الاذان
والاقامة
اگر مسجد کے لئے اہل معین ہوں اور اس میں وہ تمام
یا بعض اہل اذان اقامت کے ساتھ نماز ادا کر لیں تو
غیر اہل محلہ اور باقی ماندہ اہل محلہ کے لئے اذان و
اقامت کا اعادہ مکروہ۔ (ت)

اور اگر بغیر اس کے تکرار جماعت کریں تو قطعاً جائزہ و اسے اس پر چار سے علماء کا اجماع ہوا ہے،
غرائن میں ہے،

لو كرر اهله بد و نهما جائزا جماعاً
اگر اہل محلہ نے بغیر اذان و اقامت کے تکرار جماعت
کیا تو یہ بالاتفاق جائز ہے (ت)

در میں ہے،

لو كان مسجد الطريق يباح تكرارها بهما
ولو كرر اهله بد و نهما جائزاً
اگر راستہ کی مسجد پر تکرار اذان و اقامت دونوں کے
ساتھ تکرار جماعت مباح ہے اور اگر اہل محلہ ان
دونوں کے بغیر تکرار کریں تو جماعت جائز ہے (ت)

شرح النجی المصنف و ملکیہ میں ہے،

اما اذا عملوا بغير اذان يباح اجماعاً
اگر بغیر اذان کے پڑھی تو بالا جماع مباح ہے اسی طرح

لہ ذخیرۃ النجی کتاب الصلوۃ
مطبوعہ غشی نوکشتور کانپور انڈیا ۷۷/۱

لہ حلیۃ المحلل شرح غیۃ المصلی باب الامارۃ
لہ رد المحتار بحوالہ غرائن الامرار فصل فی الامارۃ
لہ درر الحکام شرح غرر الاحکام مطبوعہ مصطفیٰ ابابنی مصر ۴۰۸/۱
مطبوعہ مطبعہ احمد کمال لکھنؤ فی دار سعادۃ مصر ۵/۱۵

و کذا فی مسجد قاصعة الطریق^۱ حکم ہے اگر مسجد راستہ پر واقع ہو۔ (ت)

3

ذخیرۃ العقبۃ و شرح الجمع للعلامہ ہے
یوصلوا فیہ بلا اذان یباح اتفاقاً۔

اگر بغیر اذان کے نماز پڑھی تو با اتفاق تکرار جماعت

مباح ہے۔ (ت)

عباب و ملقط و شرح درر البحار و رسالہ علامہ رحمہ اللہ السنہ فی تلخیص الحق ابن الہمام و ماسئیۃ البحر للعلامہ خیر الدین الرطبی استاذ صاحب الدر المختار میں ہے،

یجوز تکرار الجماعۃ بلا اذان و بلا اقامۃ
ثانیۃ اتفاقاً قال فی بعضہا اجماعاً۔
تکرار جماعت اذان و اقامت کے بغیر بالاتفاق
بائز ہے کہا بعض کتب میں اجماع کا لفظ مستعمل

ہوا ہے۔ (ت)

پھر یہ جواز مطلقاً محض و خالص ہے یا کہیں کراہت سے بھی جامع اس میں صحیح یہ ہے کہ اگر محراب میں
جماعت ثانیہ کریں تو مکروہ اور محراب سے ہٹ کر تو اصلاً کراہت نہیں، خالص مباح و ما ذون غیر ہے۔ ہذا فیہ
و شرح غیرہ و رد المحتار میں ہے،

عن ابی یوسف انه اذا لم تکن الجماعۃ علی الصلۃ
الاولی لا قنۃ و الا قنۃ و هو الصحیح
و بالعدول عن المحراب تختلف
الھیۃ۔
امام البرزسٹ سے مروی ہے جب جماعت پہلی میت
پر نہ ہو تو مکروہ نہیں ورنہ مکروہ ہے یہی صحیح ہے
اور محراب سے ہٹ کر ادا کرنا میت کی تبدیلی ہے

(ت)

ولہ الجہد و تمانہ رضانیہ و شامیرہ میں ہے، بہ ناخذ (اسی کو ہم لیتے ہیں۔ ت) اسی میں ہے،
قلت ان الصحیح تکرار الجماعۃ
اذا التفت علی الھیۃ الاولی۔
میں کہتا ہوں کہ تکرار جماعت اس وقت صحیح ہے
جب وہ جماعت پہلی میت پر نہ ہو (ت)

۸۳/۱	مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور	۸۳/۱	۱۰۰
۸۴/۱	طشی زکشتورہ کانپور انڈیا	۸۴/۱	۱۰۰
۲۲۶/۱	ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	۲۲۶/۱	۱۰۰
۲۰۹/۱	مطبوعہ مصطفیٰ البانی مصر	۲۰۹/۱	۱۰۰
"	"	"	"
"	"	"	"

یہ ان احکام میں اجمالی کلام تھا،

والتفصیل محل آخر الحمد لله العلی الاکبر
والصلوة والسلام علی الحبيب الانور
والله واصحابه الاطائب القدر۔
والله سبحانه وتعالى اعلم وعلمه جل مجدته اتم واحکم۔

مشتملہ زید نے وقت مغرب ایک مسجد میں داخل ہو کر دیکھا کہ جماعت ہو رہی ہے اور امام قرأت بکھر
پڑھ رہا ہے زید نے اس امام کی اقتدار نہ کی اور اُس آں واحد میں علیہ اپنی قرأت بکھر شروع کر دی اور دوسری
جماعت قائم کی پس زید کا کیا حکم ہے اور اس جماعت ثانی کا جو بحالت موجودگی جماعت اول قائم ہوئی ہے کیا
حکم ہے اور وہ شخص ایک آں میں قرأت بکھر کر سکتے ہیں یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔

الجواب

تفریق جماعت حاضرین حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ کو نہایت ناپسند ہے حتیٰ کہ انتہاء درجہ کی ضرورت میں
یعنی جب مساکر مسلمین و لشکر کفار میں صفت آرائی جو درجہ بندی کر چکے ہوں اور وقت نماز آجائے اُس وقت
بھی نماز خوف کی وہ صورت قرآن مجید میں تعلیم فرمائی جس سے تفریق جماعت نہ ہونے پائے اور ایک ہی امام کے
پچھلے نماز ہو ورنہ ممکن تھا کہ نصف برسر معرکہ رہیں اور نصف باقی اپنی جماعت کر لیں پھر یہ نصف متقابلہ پر چلے
جائیں اور وہ اگر اپنی نماز پڑھ لیں اتحاد جماعت کی عذرۃ ایسی ہی تو کچھ سخت ضرورت ہے جس کے لئے عین نماز
میں مٹھی کثیرہ مفسدہ صلوٰۃ ہے روا رکھی گئی۔ علاوہ بریں منہ آیات و احادیث اس فعل کی مذمت پر دال ہیں
اور حکمت ایک جماعت کی مشوعیت کہ ایلاف مسلمین ہے کہ نہایت مجرب الہی ہے یہ فعل بالکل اس کے
مناقض ہے کہ لا یخفی (جیسا کہ مخفی نہیں۔ ت) جس زمانے میں نظم خلافت حقہ شیعہ اور بنائے امامت
راشدہ از ہم ریختہ ہو گئی تھی اور سلطنت فساق و فجار بلکہ بد مذہبان فاسد العقیدہ کو پہنچی تھی وہ لوگ امامت
کرتے اور صحابہ و تابعین و کافر مسلمین مجبور ہی ان کے پچھلے نماز پڑھتے اُس وقت بھی ان اکابر دین نے تفسیری
جماعت گروانہ کی پس اس دوسری جماعت کی شناخت میں کوئی شبہ نہیں اور فاعل اُس کا عوض ثواب کے مستوجب
طعن و طام ہو خاصاً جبکہ وہ اس تفریق کا سبب کسی بغض دنیاوی کے جو اسے امام اول سے تھا مرکب ہوا
یا درجہ لپٹے فاسد العقیدہ ہونے کے عناد امام اول کو بد مذہب و جہدع ٹھہرا کر اُس کی اقتدا سے استنکاف
کیا کہ ان صورتوں میں تشنیع اُس پر اشد و اکہ ہے مگر کہ در حقیقت امام اول سے بدعت یا بکفر و ارتداد مرتقی ہو گئی ہو
شکستہ المسلمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیاء و اباۃ تو بین کرتا ہو، حضور کے ختم نبوت میں کلام رلفا ہو۔

حضورِ اولیٰ کے بعد کسی کے حصولِ نبوت میں تردد نہ جانتا ہو حضورِ اقدس کی تعظیم جو بعدِ تعظیمِ الہی کے تمام معظّمین کی تعظیم سے اعلیٰ و اقدم ہے مثلِ اپنے بڑے بھائی کی تعظیم کے جانتا ہو علیٰ ہذا القیاس دیگر عقائدِ زائعاتہ کفر و رکھتا ہو اس تقدیر پر تو البتہ یہ فعلِ زیر کا نہایت محمّد ہو گا اور وہ اس پر اجرِ جزئی پاسے گا کہ صورتِ مذکورہ میں وہ جماعت عند اللہ جماعت ہی نہ تھی کہ ایسے شخص کے پیچھے نماز راساً باطل ہے۔

فی التّوہید ویکبرہ امامۃ المبتدع لا یکفر
بہا وامت کفر بہا فلا یصح الاقتداء
بہ اصلاً اھ علیہا۔

تنبہ میں ہے اس بدعتی کی امامت مکروہ ہے جس کی بدعت حد کفر تک نہ پہنچے اور اگر حد کفر تک پہنچ جائے تو اس کی اقتداء بالکل درست نہ ہوگی (مخصوصاً امت)

اور اگر صورتِ مرقومہ میں امام ثانی مقتدا و متبوع حضار کا ہو اور جس وقت وہ شخص امامت کر رہا ہے عین اُسی حالت میں اُس کا دوسری جماعت قائم کر دینا اور اس کے پیچھے نماز سے احترازِ جمیع میں ظاہر کرنا یا اُس کے زہر تو یہ نیز یا حاضرین کی ننگہ دہائی سے اس کے گرد بیٹھنے کا جو تو اب یہ فعل اور بھی محکم و ضروری ہو جائیگا اسی طرح اگر کفر و ارتداد کے سوا اور کوئی وجہ ایسی ہو جس کے سبب یہ اس کے پیچھے نماز باتفاق روایات باطل مفسد ہوتی ہو تو جب بھی یہ جماعت ثانیہ قطعاً جائز ہوگی لہذا ذکرنا ان الجماعة الاولى لیست بجماعة فی الحقیقۃ لبطلان الصلاۃ بالافتداء بالاحادیث الاول (جیسا کہ ہم نے ذکر کیا ہے کہ پہلی جماعت درحقیقت جماعت ہی نہیں کیونکہ امام اول کی اقتداء میں نماز ہی باطل ہے۔ ت)

لیکن اس فعل میں اگر کوئی غرضِ صحیح شرعی نہ ہو تو اس تقدیر پر اُس سے احترازِ اولیٰ ہے مگر جماعت کا انتظار کر کے اپنی جماعت کر لے وہذا مسئلہ ظاہر جہدِ الاخفاء فیہ عند عقل سلیم و مراد نبیہ واللہ تعالیٰ اعلم وعلیہ جل مجدہ اتعرو حکمہ عز شانہ احکم (یہ تمام کا تمام خوب واضح ہے ہر صاحبِ عقل سلیم اور سمجدار پر کچھ مخفی نہیں واللہ تعالیٰ اعلم وعلیہ جل مجدہ اتم و حکمہ عز شانہ احکم۔ ت)

مشکل کیا فرماتے ہیں علمائے دینی و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک مسجد میں ایک شخص واسطے امامت کے مقرر ہے اگر وہ امام قبل از نماز عشا یا کسی اور وقت میں کسی مقتدی سے یہ کہہ جائے کہ میں کسی کام کو جاتا ہوں میرا انتظار کرنا یعنی بعد پورا ہونے وقت معینہ کے میرا انتظار کرنا، بعدہ سب مصلیٰ اپنے وقت معینہ پر جمع ہو گئے اور اس کے بعد انھوں نے پاؤں گھساؤ وقت معمول سے دیر کی واسطے تکمیلِ حکم امام صاحب

کے، پھر انہوں نے ایک شخص کو امام بنا کر نماز پڑھ لی، کیا ان سب کی نماز درست ہوگئی یا نہیں؟ اور اگر امام صاحب پھر آکر لوگوں سے کہیں کہ تم لوگوں کی نماز نہیں ہوئی۔ تو یہ قول امام صاحب کا صحیح ہوگا یا نہیں؟ اور امام صاحب کوئی فتویٰ اپنی رائے سے واسطے خواہش نفس کے دیں تو شرعاً کیا حکم ہوگا؟ بینوا اتوجروا

الجواب

مقتدیوں کے ذمہ امام معین ہی کے انتظار میں بیٹھا رہنا اور جب تک خدا نہ آئے جماعت نہ کو نام ہرگز ضرور نہیں بعض اوقات حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب مدینہ طیبہ میں کسی اور محلہ میں تشریف لے گئے ہیں اور وہاں تشریف لانے میں دیر ہوئی ہے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے جماعت ادا کر لی ہے ایک بار صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امام کیا، ایک بار عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو، اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے پسند فرمایا کہ اھو مہر جہ فی الاحادیث (جیسا کہ اس پر احادیث میں تصریح موجود ہے۔) تن امام کا کہنا کہ تمہاری نماز نہ ہوئی اگر صرف اسی بنا پر ہے کہ میرا انتظار نہ کرے اور دوسرے کو امام بنا لیجئے تمہاری نماز نہ ہوئی تو محض باطل اور شریعت مطہرہ پر صریح افتراء ہے اپنی خواہش نفسانی کے لئے اپنی رائے سے فتویٰ دینے والا لائق امامت نہیں، ہاں جس شخص کو اس کی غیبت میں مقتدیوں نے امام بنایا وہ اگر قرآن مجید ایسا غلط پڑھا تھا جس سے فساد نماز ہو یا معاذ اللہ اس کے مذہب میں ایسا فساد تھا جس سے اس کی امامت صحیح نہ ہو تو اس بنا پر امام کا قول درست ہے کہ تمہاری نماز نہ ہوئی۔ اس مقتدی پر مقتدیوں نے سخت خطا کی انہیں تو بہر حال ہے اور اس نماز کی قضا پڑھیں واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ از جامع مسجد ۱۸ جمادی الثانی ۱۳۱۴ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ تارک الجماعة کس کو کہتے ہیں؟ بینوا اتوجروا

الجواب

تارک الجماعة وہ کہ کسی عذر شرعی قابل قبول کے قصداً جماعت میں حاضر نہ ہو مذہب صحیح معتبر پر اگر ایک بار بھی بالتقصیر ایسا کیا گئے کار ہوا تارک واجب ہوا مستحق عذاب ہوا والیعا ذی اللہ تعالیٰ اور اگر عادی ہو کہ بار بار حاضر نہیں ہوتا اگرچہ بار بار حاضر بھی ہوتا ہو تو بلا شبہ فاسق فاجر مردود الشہادۃ ہے فان الصغیرہ بعد الاصول فیصیر کبیرۃ (صغیرہ امدار کی بنا پر کبیرہ ہو جاتا ہے۔) تن ورنہ تارک جماعت میں ہے۔

(الجماعة سنة مؤكدة للرجال) قال (جماعت مردوں کے لئے سنت مؤکدہ ہے) زائد ہی التزاهدی ارادوا بالثاکید الوجوب (وقیل واجبہ وعلیہ العامة) ای عامۃ نے کہا یہاں تاکید سے مراد وجوب ہے (بعض نے کہا ہے کہ جماعت واجب ہے اور اکثر علماء کی

مشائخنا ویدہ جزم فی التحفة وغیرہا قال فی
البحر وهو المراجع عند اهل المذهب
(فتن او تجب) ثم تہ تظہر فی الاثر
بترکها مرة اھ مختصراً۔

رد المحتار میں ہے،

قوله، قال فی البحر وقال فی النہر هو
اعدل الاقوال واقواها ولذا قال فی
الاجناس لا تقبل شہادۃ اذا ترکھا
استخفافاً وحقانۃ اما سہوا او بتساوی
لکنون الا ما مر من اهل الایواء اولایہ
مذہب المقیدی فتقبل اھ ط

واللہ سبحانہ و تعالی اعلم

راستہ یہی ہے) یعنی ہمارے اکثر مشائخ کی راستہ یہی
ہے اسی پر تحفہ وغیرہ میں جزم کیا ہے، بحر میں ہے کہ
اہل مذہب کے ہاں یہی رائج ہے (پس سنت ہو
یا واجب) اس کا ثمرہ اختلاف ایک بار ترک کرنے پر
گناہ کی صورت میں سامنے آئے گا اور مختصراً (ت)

اس کا قول، کہا بحر میں ہے اور کہا نہر میں ہے کہ
یہی معتدل اور قوی قول ہے اور اسی لئے اجناس
میں ہے جب کسی نے سستی اور ہلکا سمجھتے ہوئے
جماعت کو ترک کیا تو اس کی شہادت قبول نہ ہوگی،
ہاں اگر وہ ترک ہو یا تاویل جیسے امام کا اہل ہر امین
سے ہو یا مذہب مقتدی کی حایت نہ کرنے والا ہو
تو پھر شہادت قبول ہو جائے گی (احوط است)

مشتملہ از بلدانہ حکم برادر مرسلہ شیخ فتح محمد صاحب طلال غور ۱۹ جمادی الاولیٰ ۱۳۱۴ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں مسلمان طلال غور جو چوتھے نماز پڑھتا ہو
اس طرح پر کہ اپنے پیشے سے فارغ ہو کر غسل کر کے ظہر کھڑے ہیں کہ مسجد میں جلتے تو وہ شریک جماعت ہو سکتا
ہے یا نہیں، اور اگر جماعت میں شریک ہو تو کیا پچھل صفت میں کھڑا ہو جائے اس کو جگہ ملے یعنی اعلیٰ صفت میں بھی
کھڑا ہو سکتا ہے اور اس طرف بعد نماز صبح و بعد نماز جمعہ نمازی آپس میں مصافحہ کرتے ہیں تو کیا وہ بھی مسلمانوں
سے مصافحہ اور مسجد کے فرش سے وضو کر سکتا ہے اور جو طلال غور اپنا پیشہ کرتا ہو صرف جاڑوب کشی بازار وغیرہ
کی کرتا ہو اس کے واسطے شرع شریف کا کیا حکم ہے؟ ہر دو صورتوں میں جو حکم شرع شریف کا ہو اس سے اطلاع
بخشئے۔ ینواتو جروا

الجواب

بیشک شریک جماعت ہو سکتا ہے اور بیشک سب سے مل کر کھڑا ہو گا اور بے شک صفت اول یا ثانی میں

۸۲/۱

مطبوعہ مطبعہ مجتہدانی دہلی

باب الامارۃ

ملہ در مختار

۳۱۰/۱

مصلیٰ البانی مصر

۲

ملہ رد المحتار

اور جو متراغہ مسلمان صادق الایمان اپنے رب اکرم و نبی اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا حکم بجالانے کو اس سے
شانہ بستانہ خوب مل کر کھڑا ہو گا اللہ عز و جل اس کا رتبہ بلند کرے گا اور وہ اس وعدہ جمیلہ کا مستحق ہو گا کہ حضور انور
سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا،

من وصل صفا وصلہ اللہ - جو کسی صفت کو وصل کرے اللہ اسے وصل فرمائے گا۔

دوسری جگہ ہمارے نبی کریم علیہ و علیٰ آلہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم فرماتے ہیں،

الناس بنو آدم و آدم من قرابۃ - مراد
ابو داؤد و الترمذی و حسنہ و البیہقی
بسنہ حسن عن ابی ہریرۃ رضی اللہ
تعالیٰ عنہ۔
لوگ سب آدم کے بیٹے ہیں اور آدم مٹی سے ہے۔ اسے
ابو داؤد و ترمذی نے روایت کر کے حسن کہا اور بیہقی
نے سنہ حسن کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ
تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔

دوسری حدیث میں ہے، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں،

یا ایہا الناس ان ربکم واحد و انت
اباکم واحد الا لافضل لعرب علی محمدی
ولا لعجسی علی عربی ولا لاحمر علی اسود
ولا لاسود علی احمر الا بالتقوی انت
اکرمکم عند اللہ اتقنکم کوئے مراد البیہقی
عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ
تعالیٰ عنہما۔
اے لوگو! بیشک تم سب کا رب ایک اور بیشک
تم سب کا باپ ایک۔ سن لو کہ بزرگی نہیں عربی کو
عجمی پر نہ عربی کو عربی پر، نہ گورے کو کالے پر، نہ کالے
کو گورے پر مگر پر سیزگاری سے، بیشک تم میں
بڑے نسبتہ والا وہ ہے جو تم میں زیادہ پر سیزگاری
اسے بیہقی نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ
عنہما سے روایت کیا ہے۔

ہاں اس میں شک نہیں کہ زبانی ثرنا مذکورہ پیشہ ہے جبکہ ضرورت اس پر باعث نہ ہو مثلاً جہاں
نہ کافر جنگی پائے جاتے ہوں جو اس پیشہ کے واقعی قابل ہیں نہ وہاں زمین مثل زمین عرب ہو کہ رطوبات
جذب کر لے ایسی جگہ اگر بعض مسلمین مسلمانوں پر سے دفع افریت و تنظیف بیروت و حفظ صحت کی نیت

۱/۹۴ سنن ابو داؤد باب تسوۃ الصفوف مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور
۲/۱۵۹ جامع الترمذی سورہ الحجرات - امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی
۳/۲۸۹ شعیب ابیان فصل فی خطبہ اللسان عن الخیر بالاباء حدیث ۵۱۳۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

سے اسے اختیار کریں تو مجبوری ہے اور جہاں ایسا نہ ہو تو بیشک کراہت ہے لفاظی المنجاسات من دون ضرورة (کیونکہ نون بغیر ضرورت کے نجاسات کو لینا لازم آتا ہے۔ ت) وہ بھی ہرگز حد فست تک فستہ نہیں فتح التقیر و فتاویٰ عالمگیری میں ہے،

اما شهادة اهل الصناعات المدنية كاللصاح
والزبال والحاتك والحجام فالاصح
انها تقبل لانها قد تولد لها قوم صالحون
فما لم يعلم القاصح لای مبنی علی ظاہر
الصناعة ۛ

وہا مصالحہ دنیوی پیشہ والوں کی شہادت کا، جن کو
معاشیہ بیع تصور کرتا ہے مثلاً کوڑا کرکٹ اٹھانے
والا، ٹٹی وغیرہ اٹھانے والا، جو لایا، حجام، تو
اصح یہ ہے کہ ان کی شہادت قبولی ہوگی کیونکہ متعدد
صالح لوگوں نے انہیں اپنا کیا، جب تک واضح قیامت
منہ نہ ہو تو بظاہر کسی پیشہ کی وجہ سے ایسا
نہیں کیا جاسکتا (ت)

مگر ان قوم دار حضرات کا اس سے تنفر ہرگز اس بنا پر نہیں کہ یہ ایک امر مکروہ کا ترکب ہے وہ تنفر کرنے والے
حضرات خود صمدی امور محرمات و گناہ کبیرہ کے ترکب ہوتے ہیں تو اگر اس وجہ سے نفرت ہو تو وہ زیادہ لائق
تنفر ہیں ان صاحبوں کی صفوں میں کوئی تشبہ بازاریا قمار بازی یا سود خوار شیخ صاحب تجارت یا رشوت سستاں
مرزا صاحب عہدہ دار آکر کھڑے ہوں تو ہرگز نفرت نہ کریں گے اور اگر کوئی کپتانی یا کلکٹر صاحب یا جنٹ
جسٹریٹ صاحب یا سسٹنٹ کمشنر صاحب یا بیج اتھت صاحب آکر شامل ہوں تو ان کے برابر کھڑے ہونے
کو تو فرما جائیں گے حالانکہ اللہ و رسول کے نزدیک یہ افعال اور پیشے کسی فعل مکروہ سے بدرجہا بہتر ہیں واللہ یقول
الحق و ہو محمدی المسبب (اور اللہ تعالیٰ حق فرماتا ہے اور وہی سید محمدی راہ کی ہدایت دینے والا ہے۔ ت)
در مختار وغیرہ میں ذیل پیشہ کا ذکر کر کے فرمایا،

واما اتباع الظلمة فاحسن من الكل ۛ

ظالم حکام کے عداوت سب پیشہ دروں سے خیر تر ہیں۔ (ت)

تو ثابت ہو کہ ان کی نفرت خدا کے لئے نہیں بلکہ محض نفسانی آن بان اور ریکی بکھر کی شان ہے، بکھر ہر نجاست
پر نجاست ہے اور دل ہر حضرت سے شریف تر حضور افسوس کہ ہمارے دل میں تو یہ نجاست بھری ہو اور ہم اس مسلمان

ۛ فتاویٰ ہندیہ الفصل الثانی فیمن لا تقبل شہادۃ لہ ۛ مطبوعہ ذرائع کتب خانہ پشاور ۴۶۹/۳

ۛ القرآن ۴۳/۲

۱۹۵/۱

مطبوعہ مطبع مجتہبی دہلی

باب الکفارة

ۛ در مختار

نفرت کریں جو اس وقت پاک صاف بدن دھوئے پاک کپڑے پہنے ہے، غرض جو حضرات اس یہود و حبشہ کے باعث اس مسلمان کو مسجد سے روکیں گے وہ اس بڑے عظیم میں گرفتار ہوں گے جو ایت کریمہ میں گزری کہ اُس سے زیادہ ظالم کون ہے۔ اور جو حضرات خود اس وجہ سے مسجد جماعت ترک کریں گے وہ ان سخت سخت ہوں گے وعیدوں کے مستحق ہوں گے جہاں کے ترک پر وارد ہیں، یہاں تک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

الجبلاء كل الجفاء والكفر والنفاق من سمع
منادى الله ينادى ويدعوا الى الفلاح
فلا يجيبه: مردا الا ما راحموا والطير
في الكبيد رحمت معاذ بن انس رضی اللہ
تعالیٰ عنہ بسند حسن۔

نظر پر ظالم اور کفر اور نفاق ہے کہ آدمی مؤذن کو نئے
کہ نماز کے لئے بلاتا ہے اور حاضر نہ ہو۔ اسے امام احمد
اور طبرانی نے المعجم الکبیر میں حضرت معاذ بن انس رضی اللہ
تعالیٰ عنہ سے سند حسن کے ساتھ روایت کیا ہے۔

اور جو بندہ خدا اللہ عزوجل کے احکام پر گروں رکھ کر اپنے نفس کو دبائے گا اور اس جماعت و نفرت سے بچے گا مجاہدہ نفس و تواضع کا اسے ثواب جلیل پائے گا بجا فرض کیجئے کہ ان مساجد سے تو ان مسلمانوں کو روک دیا وہ مظلوم بیچارے گھروں پر پڑھ لیں گے، سب میں افضل و اعلیٰ مسجد مسجد الحرام شریف سے انہیں کوئی روکے گا، اس مسلمان پر اگر حج فرض ہو تو کیا اسے حج سے روکیں گے اور خدا کے فرض سے باز رکھیں گے یا مسجد الحرام سے باہر کوئی نیا کعبہ اسے بنا دیں گے کہ اُس کا طواف کرے۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ہدایت بخشنے آمین۔ اس تقریب سے ثابت ہو گیا کہ مسجد کے لئے جو عام مسلمانوں پر وقت ہیں اُن سے وضو کر بھی اسے کُل منع نہیں کر سکتا جبکہ اس کے ہاتھ پاک ہیں۔ رہا مصافحہ خود ابتداء کرنے کا اختیار ہے کیجئے یا نہ کیجئے۔

فان المصافحة بعد الصلوات على الاصلح
من المباحات والمباح لا يلازم على فعله و
اصح قول کے مطابق نمازوں کے بعد مصافحہ مباح ہے
اور مباح کے کرنے یا نہ کرنے پر ملامت نہیں
ہوتی۔ (ت)

مگر سب وہ مسلمان مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھائے اور آپ اپنے اس خیال بے معنی پر ہاتھ کھینچ لیجئے تو بیشک بلاوجہ شرعی اس کی دل شکنی اور بیشک بلاوجہ شرعی مسلمان کی دل شکنی حرام قطعی۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں،

من اذى مسلما فقد اذانى جس نے کسی مسلمان کو ایذا دی اُس نے بیشک مجھے

ومن اذنى فقد اذى الله - رواه الطبرانی
فی الاوسط عن انس رضی اللہ تعالیٰ
عنه بسند حسن -
واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ از شہر کمنہ ۲۱ ربیع الاول شریف ۱۳۲۰ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک مقام پر جماعت نماز کی ہوتی ہے اور زید بھی نماز
پڑھتا ہے اور جماعت کے وقت حاضر بھی رہتا ہے جماعت ترک کر کے لول جماعت سے یا بعد جماعت کے
نماز پڑھتا ہے اس میں کیا حکم ہے؟

الجواب

اگر امام میں کوئی ایسا نقص ہو جس کے سبب اس کے پیچھے نماز فاسد یا مکروہ تحریمی ہو مثلاً قرآنِ عظیم
غلط پڑھا جس سے نماز میں فساد آئے یا وہ باطنی رافضی یا غیر مقلد ہو یا کم از کم تفضیلیہ یا فاسق ہو نا، تو
زید پر الزام نہیں، اور اگر بلا وجہ شرعی جماعت ترک کرتا ہے تو سخت گنہگار فاسق ہے، اس پر توبہ واجب ہے۔
قال اللہ تعالیٰ ومن یشاقق الرسول من
بعد ما تبین لہ الہدیٰ ورتبہم غیریہ
سبیل المؤمنین نولہ ما تولیٰ ونصلہ
جہنم وساءت مصیرا۔
اللہ تعالیٰ نے فرمایا جو شخص ہدایت کے واضح چھوٹے
کے بعد رسول کی مخالفت کرے اور مؤمنین کے راستہ
کے علاوہ کوئی دوسری راہ چلے، اسے ہم اسی
طرف پھیر دیتے ہیں جہنم پھر اور ہم اسے جہنم
میں ڈال دیتے ہیں جو نہایت برا ٹھکانا ہے (ت)
بحکم قرآن ایسا معلن شخص کہ بلا وجہ شرعی جماعت ترک کرے مستحق جہنم ہے خصوصاً ترک بھی ایسا کہ جماعت ہوتی
رہے اور یہ بیچارہ ہے۔

مسئلہ از بینکار ضلع دہاک موضع چیتا پھر مرسلہ ذاب عبد الواحد صاحب ۱۰ جمادی الاخریٰ ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امام نے مع ایک مقتدی کے نماز شروع کی، بعد ایک

لے مجمع الزوائد بحوالہ الطبرانی لاسط باب فیمن علی رقاب الناس یوم الحجۃ مطبوعہ دار الکتاب بیروت ۱۷۹/۱
الترغیب والترہیب الترغیب من علی الرقاب یوم الحجۃ - مصطفیٰ ابابنی مصر ۵۰۲/۱
لے القرآن ۱۱۵/۴

رکعت کے دوسرا اور ایک شخص آیا تو اس صورت میں امام سامنے بڑھے گایا وہ شخص مقتدی کو پیچھے کی طرف کھینچے گا، اگر امام سامنے بڑھے تو قبل اشارہ کے یا بعد اشارہ کے، اگر بعد اشارہ کے تو قبل تکبیر تحریمہ کے اشارہ کرے گا یا بعد، اگر قبل تکبیر تحریمہ کے اشارہ سے امام بڑھے گا یا مقتدی کو قبل تحریمہ کے وہ شخص اپنی جانب کھینچے گا تو اس صورت میں نماز فاسد ہوگی یا نہیں؟

الجواب

جب امام کے ساتھ ایک مقتدی ہو اور دوسرا آئے تو افضل یہ ہے کہ مقتدی پیچھے بٹے، ہاں اگر مقتدی مسئلہ نہ جانتا ہو یا پیچھے بٹنے کو جگہ نہیں تو ایسی صورت میں امام کو بڑھنا چاہئے کہ ایک کا بڑھنا دوسرے بٹنے سے آسان ہے اگر (مقتدی) مسئلہ جانتا ہو تو جب فی وہ سرا ملا پاتا ہے تو خود ہی پیچھے ہٹنا چاہئے خواہ امام خود ہی آگے بڑھ جائے ورنہ اس آئے والے شخص کو چاہئے کہ مقتدی کو اور وہ مسئلہ نہ جانتا ہو تو امام کو اشارہ کرے، انھیں مناسب ہے کہ معاً اشارہ کے ساتھ ہی حرکت نہ کریں کہ احتمالاً امر غیر کا شہد نہ ہو بلکہ ایک تامل خفیف کے بعد اپنی رائے سے اتباع حکم شرع و ادائے سنت کے لئے ذرا اس کا اشارہ ماننے کی نیت سے حرکت کریں، اس صورت میں برابر ہے کہ یہ آئے والا مقتدی نیت باندھ کر اشارہ کرے خواہ بلا نیت کے بہر حال وہ اطاعت حکم شرع کریں گے، نہ اس کے حکم کی اطاعت، اور چہ باہل اس کا حکم ماننے کی نیت کرے گا تو اس کا تکبیر تحریمہ کے بعد اشارہ کرنا کیا خفیہ دے گا کہ امام یا مقتدی کو دوسرے مقتدی کا حکم ماننا کجا نزع ہے، نعمہ قرأت میں یا افعال میں لینا کہ امام کو کجا نزع ہے وہ بھی حکم شرع ہے نہ کہ اطاعت حکم مقتدی جو اس کی نیت کرے گا اس کی نماز خود ہی فاسد ہو جائے گی اور جب وہ امام ہے تو اس کے ساتھ سب کی جائے گی۔

در مختار میں ہے اگر نمازی نے کسی غیر نمازی کا حکم مان لیا مثلاً کہا گیا آگے ہو، وہ آگے ہو گیا یا کوئی صف کے اندر داخل ہوا اور نمازی نے اس کے لئے خبیثہ کشادہ کی تو نماز فاسد ہو جائے گی، بلکہ وہ ایک ساعت ٹھہرا رہے پھر اپنی رائے سے آگے ہو جائے، ہمتانی نے زاہدی کے حوالے سے یہی بیان کیا ہے، رد المحتار میں منہج کے حوالے سے ہے اگر نمازی کو دوسرے نے

فی الدد المختار لو امتثل امر غیرہ فقیل
لہ تقدم فقطم اودخل فرجة الصف
احد فوسم لہ فسد مت قبل
میکنٹ ساعة ثم يتقدم برأیه قهستانی
معنی بالزاهدی فی رد المحتار
عن المنع لوخذ به اخصر
فتاخر الاصح لا تفسد صلاته

وعن الشرنبلالی فی تیسرے المقاصد
 امت امتثالہ انما هو لامر رسول
 اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
 فلا یضارہ وعن الطحاوی لو
 قيل بالتفصیل بین کونہ امتثال امر
 الشارع فلا تفسد و بین کونہ امتثال
 امر الداخل مراعاة لحاطہ من
 غیر نظر لامر الشارع فتفسد لکانت
 حسانا و مرأیتی کتبت علیہ ما نصہ
 اقول و هو من الحسن بسکات بل
 هو السجمل لکلمات العلماء و
 بہ یحصل التوفیق و باللہ التوفیق
 و فی الہندیۃ مر جلال صلیا فی
 الصحراء و انتم احدا ہما
 بالآخر و قام عن یمین الامام
 فجاء ثالث و جذب المؤمن الی
 نفسه قبل ان یکبر لافتحا حکم
 عن الشیخ الامام ابی بکر
 طرخال انه لا تفسد صلاۃ
 المؤمن جذبہ الثالث الی
 نفسه قبل التکبیر و بعد کذا فی المحيط
 و فی الفتاوی العتابیۃ هو الصحیح کذا فی
 التارخانیۃ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کھینچا اور وہ پیچھے ہو گیا تو اجماع مذہب پر اس کی
 نماز فاسد نہ ہوگی اور شرنبلالی سے ہے تیسرے المقاصد کے
 حوالے ہے کہ اس کا امتثال (حکم بجالانا) حقہ صلی اللہ
 تعالیٰ علیہ وسلم کے حکم کی بنا پر ہے لہذا فساد کا
 سبب نہیں اور طحاوی سے ہے کہ اگر تفصیل کرتے
 ہوئے کہا جائے کہ شارع کے حکم پر عمل کرتے ہوئے
 کسی کا حکم بجالا تو نماز فاسد نہ ہوگی اور اگر وہ
 بغیر رعایت امر شارع کے فقط آنے والے نمازی
 کو خوش کرنے کے لئے کرتا ہے تو نماز فاسد ہو جائیگی
 تو یہ تفصیل کرنا نہایت ہی اچھا تھا اور مجھے یاد آ رہا
 ہے کہ میں نے یہاں یہ لکھا ہے اقول (میں کہتا
 ہوں) فقیر حسین ہی نہیں بلکہ کلمات علماء کا عمل بھی ہے
 اور اسی کے ساتھ ان میں موافقت بھی پیدا ہو جائیگی
 اور اللہ ہی اس کی توفیق دینے والا ہے۔ فتاویٰ
 ہندیہ میں ہے دو آدمیوں نے صحرا میں نماز ادا کی
 ایک نے دوسرے کی اقتداء کی اور امام کے دائیں طرف
 کھڑا ہو گیا اب تیسرا آیا تو اس نے مقدمی کو تکبیر
 افتتاح سے پہلے اپنی طرف کھینچ لیا، تو امام ابو بکر
 طرخال سے منقول ہے کہ اس صورت میں مقدمی
 کی نماز فاسد نہ ہوگی خواہ اسے تیسرا شخص تکبیر سے
 پہلے کھینچے یا بعد میں، اسی طرح محیط میں ہے۔
 فتاویٰ قادیانیہ میں ہے کہ یہی صحیح ہے اور تارخانیہ
 میں بھی اسی طرح ہے واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

۸۴۳ھ از فیض آباد مرسلہ احمد حسین صاحب فرسند نقشہ نویس اسسٹنٹ انجینئر دیوے

۲ جمادی الآخری ۱۳۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین ان مسائل میں کہ:

(۱) مسجد یا خلافت مسجد امام کا مصلی مقتدیوں کی صف سے طار ہے یا علیحدہ، اگر علیحدہ ہو تو کس قدر فاصلہ پر، امام مصلیٰ کے کنارے پر کھڑا ہو یا کچھ آگے بڑھ کر تاکہ مقتدیوں کو کافی جگہ ملے۔ فرمائیے اللہ آپ کو اجر عظیم عطا فرمائے۔

(۲) زید مسجد یا خلافت آں نماز فرض پڑھ رہا ہے اور اس کی پہلی رکعت ہے یا کوئی اور رکعت، اور اگر تنہا یا دو شخص داخل ہوئے باوجود اطلاع ہو جانے کے تنہا بکریا دونوں شخصوں نے اُسی مقام پر اور اُسی صف پر علیحدہ فرض پڑھے اور زید کے مقتدی نہ بنے، کیا حکم ہے ان کی نماز کا۔ یا پچھلے اُن کو اطلاع نہ تھی نیت باندھنے کے بعد رابع نے باوازی بلند کہہ دیا، اب کیا حکم ہے بکر کی نماز کا؟ کیا وہ درست ہوئی، اگر نہیں تو اطلاع پانے تک جس قدر ہو چکی ہے وہیں سے ترک کر دے یا پوری کر کے وہ نماز اعادہ کرے، مفصل فرمائیے۔ بیٹو اتوجروا

(۳) اگر بھڑایا مرتد یا نابالغ یا شیعہ جن کی امامت بالاتفاق ناجائز ہے نماز فرض پڑھ رہا ہے مسجد میں یا باہر اور زید بھی نماز فرض پڑھنا چاہتا ہے، آیا اس مصلیٰ پر نماز پڑھ سکتا ہے یا نہ، کیا اس شخص کے نماز ختم ہونے تک زید کو انتظار لازم ہے، بیٹو اتوجروا

الجواب

(۱) فصل بقدر کفایت و حاجت ہر جس میں مقتدی بخوبی سمجھ کر لیں اور اس سے زائد فصل کثیر کر دہ و خلاف سنت ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) اگر زید قابل امامت تھا اور انھیں معلوم تھا کہ یہ فرض پڑھ رہا ہے اور انھوں نے اقتداء کی بلکہ جدا جدا فرض پڑھے تو اگر جماعت اولی ہو چکی ہے جب تو فضل سے محروم رہے اور اگر یہی جماعت اولی ہوئی تو گنہگار ہوئے، اور اگر زید قابل امامت نہیں اور ان دونوں میں کوئی قابل امامت تھا تو اب بھی وہی احکام ہیں، اور اگر ان میں بھی کوئی قابل امامت نہیں تو اصلاً عروج نہ ہوا اور نماز تینوں صورتوں میں مطلقاً ہو جائے گی اور نیت توڑ دینا صرف جماعت قائمہ کی تحصیل کے لئے ہے مثلاً ایک شخص نے ظہر کے فرض شروع کئے ایک رکعت یا اس سے کم پڑھنے پایا تھا کہ جماعت قائم ہوئی تو نیت توڑ دے باقی جماعت معدومہ کی تحصیل کے لئے نیت توڑنے کی کہیں اجازت

نہیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۳) پڑھ سکتا ہے اور ختم نماز تک انتظار کرنا کچھ ضرور نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ از شہر فیروز پور محلہ پیراں والا مسئلہ منشی عنایت اللہ شاہ کی قادری

چرمی فریاد علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اکثر دیکھا جاتا ہے کہ بعض لوگ مسجد میں آتے ہیں اور جماعت اولیہ پڑھی نہیں گئی اور امام کے حاضر ہونے میں ابھی کچھ وقفہ ہے وہ اپنے کام کے واسطے امام معین کا انتظار نہیں کرتے حاضرین میں سے کسی کو بغیر اجازت امام کے امام بنا دیتے ہیں اور نماز جماعت ادا کر لیتے ہیں یا اگر جماعت ہو چکی ہے اور آگے والا شامل جماعت نہیں ہوا تو پھر دیکھا کہ ایک دو اور آدمی جو وہیں جو شامل جماعت نہیں ہوئے ان کو ہمراہ لے کر جماعت پڑھائی یا ان میں سے کسی اور کو امام بنا دیا اور امام سے نہیں پوچھا بعض کی یہ عادت ہے کہ مسجد میں آئے اور امام کا معطل کیا اور پچھایا اور اس پر نماز پڑھی یا ونسی میٹھ گئے، کیا ان کا ایسا کرنا اور بغیر امام کے نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں، جواب بحوالہ کتب معتبرہ تحریر فرمائیں بیوا بالہ لیل و توجروا بالاجد الجزیل (دلیل کے ساتھ بیان کرو اللہ تعالیٰ آپ کو اجر جزیل عطا فرمائے گا۔ ت)

الجواب

جو لوگ جماعت معینہ سے پہلے جماعت کر کے چلے جائیں اس میں چند صورتیں ہیں اگر امام معین محلہ میں واقعی کوئی معذور شرعی ہے مثلاً وضع طہارت ٹھیک نہ ہونا یا تجوید و قرأت میں ایسی غلطی کہ مورث فساد نماز ہو یا معاذ اللہ بد مذہبی مثل وہابیت وغیرہ مقلدی وغیرہ یا فستق بالاعلان مثلاً دارمی حدیث سے کم رکھنا تو ان تین صورتوں میں ان لوگوں پر کوئی الزام نہیں بلکہ ایسی جماعت محلہ پر الزام ہوگا جو ایسے امام ناقابل امامت یا ممنوع التقیم کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں یا وہ مسجد کسی خاص جماعت کی مسجد نہ ہو جیسے مسجد شارع و سرا و اسٹیشن، جب بھی کوئی الزام نہیں کہ وہاں امام معین ہونا کوئی معنی نہیں رکھتا جو جماعت آئے جدا اذان کھے اور جدا اقامت کرے اور اپنے سے ایک شخص صالح امامت کو امام بنا کر جماعت پڑھے یہ سب جماعتیں جماعت اولیٰ ہوں گی ان میں سے کسی دوسرے پر ترجیح نہیں، اور اگر مسجد محلہ ہے جس کے لئے امام و جماعت معین ہے اور امام میں کوئی معذور شرعی نہیں اور چند لوگ اپنی کسی ضرورت خاصہ شرعیہ سے پیش از جماعت نماز پڑھ کر جانا چاہتے ہیں مثلاً کہیں انہیں جانے کی ضرورت جائزہ ہے اور جماعت کا انتظار کریں تو ریل کا وقت جاتا ہے گا ایسی صورت میں بھی اُن کو اجازت ہوگی کہ باجم جماعت کر کے چلے جائیں کہ شرع نہ اُن کو یہ حکم دے گی کہ جماعت کا انتظار کرو اور ریل نکل جانے و نہ یہ حکم دے گی کہ جبکہ تم جماعت کا انتظار نہیں کر سکتے الگ الگ پڑھو اور جماعت نہ کرو نہ اس جماعت میں منصب امام معین سے کوئی منازعت ہوگی کہ وہ محلہ کی جماعت اولیٰ

کا امام معین ہے، اہل محلہ کے لئے جماعت اولیٰ دہی جو کہ اپنے امام کے ساتھ اپنے وقت معین پر پڑھیں گے،
 ان چند آدمیوں کا بغور و تامل پہلے جماعت کر جانا ان کے ثواب جماعت میں کچھ کی نہ کرے گا اور جب منازعت نہیں تو
 استیذان امام کی بھی حاجت نہیں، پھر بھی احسن یہ ہے کہ محراب سے جہت کر جماعت کریں تاکہ صورت معارضہ سے
 بچیں اور باعث تنفیذ و حشمت امام معین نہ ہو اور اگر ان کی کوئی ضرورت شرعیہ نہیں تو ضرور مورد الزام شرعی ہیں کہ
 ترکب تقریر جماعت ہوئے پھر نیت کے اختلاف سے حکم اشد ہو تا جائے گا مثلاً اپنے کسی لہو و لعب مبارک کی
 جلدی کے باعث جماعت کرتے تو صرف تقریر جماعت کا الزام ہے اور اگر کسی لہو و لعب ناجائز کی جلدی تھی یا
 کسی ناجائز جگہ جانے والے تھے اور وقت ریل کے سبب جلدی کی تو الزام دو چند ہے اور اگر اپنی بدنہی کے باعث
 امام سستی صحیح العقیدہ صالح امامت کے چچے نماز نہ پڑھنی چاہی تو الزام سبب میں سخت تر ہے والکل ظاہر عند
 من لدہ ادنیٰ مسکۃ فی العلم (یہ تمام اس شخص پر ظاہر ہے جسے اس علم سے ادنیٰ تمسک ہے۔ ت)۔
 یہ صورت تقدیم کا جواب ہوا، یہی صورت تاخیر اس میں بھی اگر وہ مسجد مسجد جملہ نہیں تو ہم اوپر کہ چکے کریں یہاں نہ تقدیم
 ہے نہ تاخیر ہے نہ معینی امام کے کوئی معنی، سبب جماعت اولیٰ ہیں اور سبب یکساں، اور اگر مسجد مسجد محلہ ہے اور
 امام معین میں کوئی معذور شرعی تھا جس کے سبب انہوں نے قصد تاخیر کی سبب بھی ان پر کچھ الزام نہیں مگر مقصود
 اصلاح جماعت سے اثرات ختم ہے اور اس میں تقدیم و تاخیر یکساں، اور اگر امام میں کوئی معذور شرعی بھی نہیں
 مگر جماعت اولیٰ بے اذان یا اذان خفی نامافی اعلان کے ساتھ کی گئی جب بھی ان کو باعلان اذان اعادہ جماعت کی
 اجازت بلکہ حکم ہے کہ پہلی جماعت جماعت مستونہ نہ ہوئی جماعت محروم ہوئی اور اگر یہ بھی نہیں مگر امام معین مذہب
 فقہی میں اس جماعت باقیہ کا مخالف ہے مثلاً وہ شافعی المذہب ہے یہ حنفیہ ہیں اپنی جماعت نہ کرنا چاہتے ہیں
 تو کوئی بھی الزام نہیں کہ افضل یہی ہے کہ امام موافق المذہب کے چچے نماز پڑھی جائے، اگر مخالفت المذہب
 حتیٰ الامکان مراعات مذہب لایع رکھتا ہو ان سبب صورتوں میں اس جماعت ثانیہ کو نہ اذان امام اول کی حاجت
 و تبدیل محراب و محلے کی ضرورت، اور اگر ان سبب وجہ سے جدا ہو تو پھر تاخیر میں بنظر باعث وہی شقوق عود
 کریں گے جو تقدم میں تھیں، اگر باعث تاخیر کوئی ضرورت شرعیہ تھی مثلاً غم کا ہونا یا استسجہ کی ضرورت ہو نا وغیرہ
 فلک جو اعذار فقہانے تحریر فرمائے ہیں تو ان پر کوئی الزام نہیں مگر اعادہ اذان کی اجازت نہ ہوگی اور محراب
 نہ بدلنا مکروہ، اور بعد تبدیل محراب شرعی اجازت ہے اذان امام کی حاجت نہیں، نہ اس کے منصب میں
 منازعت نہ اس میں اس کے لئے تنفیذ و حشمت، اور اگر برہمی اور وہ کہے کہ اگرچہ جماعت اولیٰ میں نے ہی کی
 اور میرے حق میں کوئی دست اندازی نہ ہوئی پھر بھی تم نے میری مسجد میں بے میرے اذان کے کیسے جماعت ثانیہ
 کر لی تو اس وحشیانہ و حشمت کا الزام خود اس پر ہے نہ ان پر۔ اور اگر بے ضرورت شرعیہ کسی امر مبارک کے سبب

تاخیر کی تو تقریبی جماعت و ترک جماعت اولیٰ کا اُن پر وبال ہے اور اگر کسی نے نماز کا جائز کے سبب تو وبال و دھندہ اور اپنی بے مذہبی کے باعث امام سختی صلح الامامت کے پیچھے نماز نہ پڑھنا چاہی تو وبال سب میں سخت تر ہے کس کا تقدیم (جیسا کہ پہلے گزرا۔ ت) اور مصلحت سے امام کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ وہ خاص اس کی ملک ہو کہ اس نے اپنے لئے مسجد میں بچھا رکھا ہے یہ تو ظاہر ہے کہ بے اس کے اذی کے کسی کام میں استعمال نہیں ہو سکتا جو استعمال کرے گا گنہگار ہو گا۔ دوسرے یہ کہ مصلیٰ وقف ہو۔ اس میں پھر تین صورتیں ہیں، ایک یہ کہ واقعہ نے صرف امام کے لئے وقف کیا تو اُسے کوئی نماز منفرد یا متعدی بھی نہیں لے سکتا چوبائیکہ غیر۔ بلکہ اگر خاص امام جماعت اولیٰ کے لئے وقف کیا ہو تو امام جماعت ثانیہ بھی نہ لے سکے گا۔ دوسرے یہ کہ واقعہ نے نماز کے لئے وقف کیا تو ہر نماز لے سکتا ہے اگرچہ منفرد ہو، سوائے نماز اور جلوس کے لئے نہیں لے سکتے جبکہ واقعہ نے اسے جائز نہ رکھا ہو۔ تیسرے یہ کہ مسجد کے لئے وقف کیا اور مصراحتاً یا دلالتاً حاضرانِ مسجد کے لئے اُس کا استعمال مطلق ہے جس طرح چائیروں میں معروف ہے تو اُسے نماز کے لئے بھی لے سکتے ہیں اور غیر وقت نماز میں کسی ایسے جلوس کے لئے بھی کہ شریعتاً مسجد میں جائز ہو، پھر اتنا لحاظ رہے کہ بحال اطلاق بھی جس طرح مضیق جماعت کے لئے ہوتی ہیں مصلحت میں حق امام زیادہ ملحوظ ہوتا ہے تو عین وقت امامت امام کو اس سے محروم نہیں کیا جاسکتا۔ ہاں خالی وقت میں لے لینا اور وقت امامت کے لئے تمام امام پر پھر بچھا دینا بھی کوئی حرج نہیں رکھتا ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۸۰ از کھریا پور ٹکڑاں ضلع پٹی جیست مرسلہ شرف الدین صاحب زمیزار
۱۰ رمضان المبارک ۱۳۲۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ظہر کی نماز دو بج کر پچیس منٹ پر تین شخص جماعت کر لیں وہ بہتر ہے یا دو بج کر پچیس منٹ پر پچیس آدمیوں کی جماعت ہو یہ بہتر ہے ان دونوں جماعتوں میں کون سی جماعت اولیٰ ہے، فقط۔

الجواب

جماعت جتنی کثیر ہوگی ثواب عظیم ہو گا اور اس دس منٹ میں کچھ وقت تنگ نہیں ہوتا کثرت جماعت ہی کے لئے شرعاً مطہر نے نماز فجر کو آخر وقت میں پڑھنے پر ثواب زیادہ رکھا ہے اصل حکم یہ ہے اور اگر کسی جگہ کوئی خاص صورت باعثِ فتنہ ہو تو فتنہ سے بچنا لازم ہے اور وبالِ فتنہ کوٹنے والے پر ۱۰ اور مسجد محلہ میں امام معین اکثر اہل محلہ کے ساتھ جو جماعت بروجہ سنت ادا کرے وہ جماعت اولیٰ ہے اُس سے پہلے دو چار بلا وجہ یا

اپنے کسی کام کے سبب جماعت کر جائیں تو وہ ان اکثری کی جماعت کا ثواب کم نہ کرے گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم
مفت مکملہ بتوسط جناب مولانا مولوی محمد رفیع احمد صاحب محدث سورتی، صفر ۱۳۲۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بعض لوگ مسجد میں آتے ہیں اور جماعت ابھی تک نہیں پڑھی گئی امام کے حاضر ہونے میں ابھی کچھ وقفہ ہے امام معین کی انتظار ہی نہیں کرتے اپنے میں سے ایک کو امام بنایا اور نماز باجماعت ادا کی اور چل دئے امام سے بھی امامت کا اذن نہیں لیا علیٰ ہذا اگر جماعت ہو چکی اور دیکھا کہ دو چار آدمی اور بھی جمع ہیں جو جماعت میں شامل نہیں ہوئے ایک کو امام بنایا اور جماعت کرائی اسی طرح پراور آئے اور انہوں نے بھی ایسا ہی کیا بعض کی عادت ہے کہ امام کا مصلیٰ جو اس کے نام سے نافر ہے اور وہ اُس پر ہمیشہ کھڑا ہو کر امامت کرتا ہے جیسا کہ دستور ہے اٹھایا اور اس پر نماز ادا کی یا بیٹھ گئے امام سے پوچھا بھی نہیں لوگوں کو اگر منع کیا جاتا ہے تو کہتے ہیں کہ نیک کام ہے اس سے روکنا نہ چاہیے سابقہ الخیارات (غیرات میں سبقت حاصل کر۔ ت) حکم ہے ضرورت کے وقت چونکہ شمولیت جماعت مقررہ سے شریعت کی جانب سے رخصت ہے اور انفرادی حالت میں برنسبت جماعت کے ثواب کم ہے اس واسطے شریعت کی جانب سے ایسی امامت کی نہیں معلوم ہوتی اور مضمرات کی جہارت،

ولوصلی بعض اہل المسجد باقامة وجماعة ۱۱ اگر اقامت وجماعت کے ساتھ بعض اہل محلانے نماز
ثم دخل المؤذن والامام وبقية الجماعة ادا کی پھر مؤذن، امام اور بقیہ لوگ آئے تو اہل
فالجماعة المستحبة لهم والكراهة کے لئے جماعت مستحب اور پسلی مکروہ
للاولى بل (عائنگیرنیق)

کو بلا ضرورت اقامت جماعت الا عراض من المقررة یا اعادة اشغلتہ پر محمول رکھتے ہیں اور یہ بھی کہتے ہیں کہ مسجد کی وضع جماعت کے لئے ہے صفیں جیسے مقعدیوں کی نماز کے لئے ہیں ایسے مصلیٰ امام کے لئے، امام صف پر نماز پڑھا سکتا ہے ایسا ہی اگر مصلیٰ پر کوئی غیر امام نماز پڑھ لے تو کچھ حرج نہیں۔ بعض کا قول ہے مصلیٰ امام کی ملک نہیں، فقہ کی متداول کتابوں پر نظر ڈالتے سے معلوم ہوتا ہے کہ معین امام کی انتظاری لازم ہے اور بغیر اجازت امام معین کے امامت نہ کرائیں اگر انتظار میں وقت مکروہ ہوتا ہو یا کسی ضروری کام کے لئے جانا چاہتا ہو مثلاً ریل کا وقت جاتا رہے گا تو الگ الگ نماز پڑھ کر پہلے جائیں ترک جماعت میں اُن کے حق میں امام کا اذن دینا اس قبیل سے ہو گا جو اس حدیث میں ہے۔

ان منقولات سے پایا جاتا ہے کہ امام کہیں جو جہاں تک ممکن ہو امام سے اجازت لے کر امامت کر آئیں کہ امامت بلا اذن منع ہے امام کا جماعت میں بالفصل موجود ہونا شرط نہیں اور علوم حدیث کی ولایت بھی اسی پر ہے موصوفی الاھد فی فہم فی الشرطی لہ یجوز الا باذنہ (امیر بیار بر گیا کسی لشکر کے نماز پڑھائی تو اجازت کے بغیر جائز نہ ہوگی۔ ت) علیگیر کی عبارت کا بھی یہی مقصود ہے بعض کا خیال ہے کہ حدیث مذکورہ بالا سے یہ امر ثابت ہے کہ منع امامت امام دیگر بوقت حضور امام الحکمہ ہے نہ بوقت عدم حضور کیونکہ مراد رجل اولیٰ سے امام دیگر ہے اور رجل ثانی سے امام محل یا صاحب البیت ہے اور کہا رجل اول رجل ثانی کی امامت ذکر ہے، اگر رجل ثانی حاضر ہوگا تو اس کی امامت ممکن ہے اور نہ ہی امور ممکنہ سے متعلق ہوا کرتی ہے، جماعت ثانیہ اگر تحت عجم حدیث کے ہو تو اس کا بھی یہی حکم ہے اور یہی علت ہے اگر غار ہے تو بھی فقہانے اسے مکروہ تحریمی لکھا ہے اور بعض کہتے ہیں اگر حیثیت اولیٰ کے خلاف ہے تو مکروہ نہیں جیسا کہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے روایت ہے اور بعض کہتے ہیں کہ نفی جو امام بنی یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے مذکور ہے مراد اس سے کراہت تحریری کی نفی ہے نہ مطلق بہر حال کراہت سے خالی نہیں، مصلیٰ پر ایم کے نماز پڑھنا یا بیٹنا بلا اس کے اذن کے اس کی ممانعت بھی مذکورہ بالا کے آخری فقرہ میں ولا یقعد فی بیتہ علی منکر متہ الا باذنہ سے پائی جاتی ہے

قولہ علی منکر متہ ہو موضع خاص
لجلوسہ عن فراش او سریر مما یعد لاکرامہ
نہا بفتح تاء وکسر ہا ط کفر اش
وسجادة ونحوہما مجمع یحار الا نوار
قولہ منکر متہ سے مراد وہ جگہ ہے جو بیٹنے کے لئے
ہو یا وہ چادر پائی جو اکرام کے لئے رکھی گئی ہوتی ہے
اس کی تاء پر فتوح اور کسرہ دونوں آسکتے ہیں ط مثلاً
فراش اور سجادہ وغیرہ، مجمع بکار الا نوار۔ (ت)
چونکہ ہر سرورات کی نسبت اقوال علماء و عبارات کتب مختلف ہیں اس واسطے بہت تردد رہتا ہے کہ
تسکین نہیں ہوتی ہے بظاہر عبارات کتب سے تو نہی راجع معلوم ہوتی ہے اور اقوال علماء مختلف، اس لئے
ادب سے التماس ہے کہ حقیقت امر سے مفصل اور مدلل طور پر بحوالہ کتب اور عبارات سے آگاہ فرمائیں تاکہ
شق راجع پر عملہ آہ بہرہ بینوا تو جہرا

الجواب

مسجد اگر جامع یا سرا یا بازار یا اسٹیشن کی، غرض مسجد عام ہے کہ ایک جماعت خاصہ سے مخصوص نہیں

لہ فتاویٰ ہندیہ	باب السواہس عشر فی صلوة الجمعة	فرائی کتب غلام پشاور	۱۴۵/۱
لہ صحیح مسلم	باب من احق بالامامۃ	مطبوعہ نور محمد، اصح المطابع کراچی	۲۳۶/۱
لہ مجمع بکار الا نوار	زیر لفظ کرم	المطبع العاد ترکشہ وکھنؤ	۲۰۹/۲

جب تو اس میں ان سوالات کا محل ہی نہیں اس کی سبب جماعتیں جماعت اولیٰ میں جو گروہ آئے اپنی نجات کرے اور محراب ہی میں امامت کرے، اور افضل یہ ہے کہ ہر گروہ جدا جدا اذان و اقامت کرے کما نص علیہ فی فتاویٰ قاضی خاں وغیرہا (جیسا کہ فتاویٰ قاضی خاں وغیرہ میں اس پر تصریح ہے۔ ت) ہاں مسجد محلہ جس کے لئے جماعت معین امام معین ہے اُس میں ضرور امام مقرر کا حق مقدم ہے جبکہ اس کی طہارت، قرأت، عقیدہ، عمل میں خلل نہ ہو کما فی الدر المختار و رد المحتار وغیرہما من الاستقار (جیسا کہ در مختار اور رد المحتار اور دیگر کتب میں ہے۔ ت) اور قصداً بلا وجہ شرعی تفریق جماعت ضرور موجب ذم و شتاعت، خواہ یوں ہو کہ امام معین سے پہلے پڑھ جائیں یا جماعت اولیٰ فوت کرے کہ اپنی جماعت الگ بنائیں۔ رہے اہل ضرورت وہ مستثنیٰ ہیں اور ان کی جماعت اگرچہ پہلے ہو (مثلاً جماعت معین کا ابھی وقت نہ آیا اور انتظار میں رہیں) کا وقت نہ رہے گا پڑھ کر چلے گئے) امام اہل محلہ کے حق میں جماعت اولیٰ نہ ہوگی تو اس حق امامت میں کونسا ہوا لا یزول الرجل الرجل فی سلطانه (آدمی کو دوسرے کی حکومت میں جماعت نہیں کروانی چاہئے۔ ت) کا کچھ خلاف نہ ہوا کہ نہ امام معین کی امامت کی نہ اس کی امامت میں مزاحمت کی اور ہرگز شرع مطہر سے کوئی دلیل نہیں کہ ایسے لوگ بے اذن امام جماعت سے منوع ہیں نہ اصل کہیں اُن پر یہ حکم ملے گا کہ مجتمع ہوتے ہوئے الگ الگ پڑھیں اور روافض سے تشبہ کریں یوں ہی جراتفاقاً بلا تفسیر جماعت سے رہ گئے وہ شرعاً انفرادی پر مجبور نہیں نہ شرع سے کوئی دلیل کہ جماعت میں اذن امام کے محتاج ہیں کہ یہاں بھی اس کے حق میں مزاحمت نہیں البتہ تمیز جماعت اولیٰ و ابانت فرق و امتراز صورت مزاحمت کے لئے محراب سے الگ ہونا چاہئے،

وبالعدل ولعلہ المصالحات تختلف الہیئۃ
هو الصحیح وبہ ناخذ حکماً اثرہ فی
مراد المختار۔
محراب سے ہٹ کر نماز ادا کرنے سے حیثیت مختلف
ہو جاتی ہے یہی صحیح ہے اور ہم اس پر عمل پیرا ہیں
جیسا کہ رد المحتار میں منقول ہے (ت)

جماعت مضمرات کا محل وہی صورت تفریق بلا ضرورت ہے یونہی حکم انتظار محل عدم ضرورت میں ہے
ما یحصل علیکم فی الدین صحت حضور نبی
تم پر دین میں اس سے تنگی نہیں کی (ت)
بصورت ضرورت بوجہ مذکور جماعت میں نہ امام معین کی تمہین نہ کوئی وجہ تباغض نہ تحزین عبارت علیگیری
و عبارت کبیری دونوں دربارہ مجہول ہیں اور جماعات کا اس پر قیاس باطل کہ جبہ میں شرط ہے کہ امام خود سلطان ہو

یا اُس کا مادون، اسی کی تفریح میں دو قوں کتابوں کی وہ عبارات میں کبیری میں فرمایا :

الشرط الثاني كون الامام فيها سلطانا او من
اذن له السلطان (الى ان قال) التعليل
الذي لا منشور له اذا كانت سيرته في الرعية
سيره الامراء يجوز له اقامتها لان بذلك
تثبت السلطنة فيتحقق الشرط وليس
للقاضي ان يعسلي بهم الخ
مکیرین ہے ،

منها السلطان حتى لا تجوز اقامتها بغير
امر السلطان او امر نائبه مرض الا مع
ان میں سے سلطان ہے حتی کہ اقامت جماعت
ام سلطان یا اس کے نائب کے حکم کے بغیر
جائز نہیں امیر بیمار ہو گیا (الذات)

صریح کی عبارت النص اگر صورت امامت للامام میں ہے مگر بلا وجہ شرعی اُس کی امامت فوت کر کے خود
امام بن جانے کو بھی دلائل شامل

لقوله صلى الله تعالى عليه وسلم بشره
ولا تغفروا له
حضرت اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان اقدس ہے
وگوں کو خوشخبری دو، غفرت نہ دلاؤ (ت)

اور جو صورتیں اوپر گزریں نہ ان میں عبارت منصوص نہ دلائل داخل، جماعت ثانیہ کی تفصیل فتاویٰ فقیر میں ہے
جس کا بطلان ہے کہ مسجد عام میں ہر جماعت اولیٰ ہے اور مسجد محلہ میں قصداً تفریق یا اولیٰ کی لغویت بلا عذر
صحیح شرعی ناجائز و نہ با عادتہ اذان ہو تو مکروہ تحریمی، اور محراب بدلیں تو خلافت اولیٰ در نہ اصلاً کراہت نہیں
هو الصحيح وبه نأخذ (یہ صحیح ہے اور اسی پر ہمارا عمل ہے۔ ت) تاثر ثانیہ مصلیٰ اگر ملک امام
ہے جب تو ظاہر کہ اُس کے بے اذن اُس میں تصرف حرام اور اگر واقف نے خاص جماعت اولیٰ کے لئے
وقف کیا جب بھی اور لوگ استعمال کریں لان شرط الواقف کنھن الشارع (کیونکہ واقف کی مشروط

سنة خفيه المستعمل شرح فية المصلى فصل في الجمعة مطبوعه سبيل اكيڈمی لاہور ص ۵۵۲

سنة فتاویٰ ہندیہ الباب السادس عشر في صلوة الجمعة - فردائی مکتب خانہ پشاور ۱۳۵/۱

سنة صحیح بخاری باب ما كان النبي صلى الله عليه وسلم يتوهم بالوعظة الخ مطبوعه مجمع المطابع کراچی ۱۶/۱

نہی شارع کی طرح ہے۔ ت، ورنہ اس پر نماز میں اصلاً صریح نہیں بلکہ باوجود تمام سے مزاحمت یا تنفر
ناحق یا انا رت فتنہ نہ ہو احکام کہ فقہ میں مذکور ہوئے آپ پر واضح ہیں اور بعض کی استہانت کے لئے یہ عبارت
بجواز الی پیش نظر ہونا نا فح،

قال رحمه الله تعالى من هنا يعلم
جہل بعض مدرسی من ماننا من
منہم من یدرس فی مسجد تقری
فی تدریسہ او کراہتہم لذلك
شراعیین الاختصاص بہادون غیرہم
حق سمعت من بعضہم انہ یضیفھا
الی نفسہ ویقول ہذا مدرستی
او لا تدرس فی مدرستی و ہذا مکملہ
جہل عظیم فقد قال الله تعالى
وان المسجد لله فلا یتحین مکان
مخصوص لا احد حق لوکان للمدرس
موضع من المسجد یدرس فیہ
فسبقہ غیر الیہ لیس لہ اختصاص و
اقامہ منہ اہ مختصراً والله سبغہ و
تعالی اعلم وعلیہ جل مجدہ اتم واحکم۔

صاحب بجز الی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہاں سے
ہمارے دور کے بعض مدسین کی جماعت بھی واضح
ہو جاتی ہے کہ وہ اس شخص کو اس مسجد میں تدریس کرنے
سے منع کرتے ہیں جس تدریس کے لئے اس کا تقرر ہو
یا اسے مکررہ جاسنے کی وجہ یہ ہے کہ وہ ان مدارس کو
دوسروں کے علاوہ اپنے ساتھ مخصوص سمجھتے ہیں حتی کہ
بعض لوگوں کو میں نے دیکھا وہ اپنی طرف نسبت کرتے
ہوتے کہتے ہیں یہ میرا مدرسہ ہے یا تو میرے مدرسے
میں تدریس نہ کر۔ یہ تمام بہت بڑی جماعت ہے اللہ
تعالیٰ کا فرمان ہے بیشک مساجد اللہ کی ہیں پس کوئی
جگہ کسی کے لئے مخصوص نہیں لہذا اگر ایک مدرس
مسجد کے کسی مقام پر بیٹھ کر درس دینا تھا پھر
کوئی دوسرا اس کی جگہ پر بیٹھا تو پہلا مدرس کو جائز
نہیں کہ دوسرے کو وہاں سے ہٹا کر خود وہاں
بیٹھے۔ اور مختصراً واللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم (ت،

مسئلہ از شہر محلہ مسجد جامع مسجد مروری محمد احسان صاحب

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ امام صاحب برہنہ گام ضرورت
محراب مسجد میں یعنی آثار دیوار کچھیت مسجد کے اندر کھڑا ہے وائیں و بائیں برابر ایک ایک یا زیادہ
مقتدی کھڑے کر لئے باقی اور صفیں عقبہ درود مسجد میں ہوں تو ایسی صورت میں نماز ہو جائے گی یا
نہیں، بینوا توجروا۔

الجواب

وقتِ ضرورت امام کا محراب میں کھڑا ہونا مکروہ نہیں اور اپنے برابر کسی مقتدی کے لینے کی حاجت نہیں بلکہ دو مقتدیوں کا امام کے برابر ہونا خود مکروہ ہے، امام کا محراب میں ہونا بضرورت تھا کہ مکروہ نہ رہا کیس ضرورت سے ہوا اور اگر تین یا زیادہ مقتدی امام کے برابر ہو جائیں گے تو نماز مکروہ تحریمی واجب الاعمساہ ہو جائے گی، محراب میں بلا ضرورت کھڑا ہونا بھی ایسا ہی مکروہ بلکہ یہ سخت و شدید مکروہ و منزع ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ از عبد الغفور صاحب میزبیل کشنر کی کڑی ضلع اخیر شریف ۵ ذی القعدہ ۱۳۲۹ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امام مذہب حنفی امامت کر رہا ہے اور اس کے مقتدی کل حنفی ہیں اور ان میں چند اشخاص غیر مقلد شریک ہو کر آمین بالجہر و رفع یدین کریں تو اس صورت میں اداۓ نماز حنفی میں نقص واقع ہوتا ہے یا نہیں کہ جس سے نماز مکروہ ہوتی ہے یا فاسد۔

الجواب

غیر مقلدی زمانہ حکم فقہاء تہذیبات حاکم کتب فقہ کافر تھے ہی، جس کا رد و شنی بیان رسالہ النکوحۃ الشہابیۃ و رسالہ السیوف و رسالہ النہی الاکید وغیرہ میں ہے اور تجربہ نے ثابت کر دیا کہ وہ ضرور منکران ضروریات دین ہیں اور ان کے منکوں کے حامی و ہمراہ، تو یقیناً قطعاً اجماعاً ان کے کفر و ارتداد میں شک نہیں اور کافر کی نماز باطل، تو وہ جس صفت میں کھڑے ہوں گے اتنی جگہ خالی ہوگی اور صفت قطع ہوگی اور قطع صفت حرام ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں،

من وصل صفا وصلہ اللہ ومن قطع وصلہ قطعہ اللہ
اور جو صفت قطع کرے اللہ اپنی رحمت سے اُسے جدا کرے۔

تو جتنے اہلسنت ان کی شرکت پر راضی ہوں گے یا باوصف قدرت منحذ کریں گے سب گنہگار مستحق دمید عذاب ہوں گے اور نماز میں بھی نقص آئے گا کہ قطع صفت مکروہ تحریمی ہے اور اگر صرف ایک ہی صفت ہو اور اس کے کنارہ پر غیر مقلد کھڑا ہو تو اس صورت میں اگرچہ فی الحال قطع صفت نہیں مگر اس کا احتمال و اندیشہ ہے کہ ممکن کہ کوئی مسلمان بعد کو اسے اور اس غیر مقلد کے برابر یا دوسری صفت میں کھڑا ہو تو قطع جائیگا

اور جس طرح فعل حرام حرام ہے یونہی وہ کام کرنا جس سے فعل حرام کا سامان مہیا اور اس کا اندیشہ حاصل ہو وہ بھی ممنوع ہے۔ لہذا حدہ واللہ میں فقط وقوع کو منع نہ فرمایا بلکہ ان کے قرب سے بھی ممانعت جوئی کہ تلافی حدود اللہ فلا تقربواھا (یہ اللہ کی حدہ وہیں ان کے قریب نہ جاؤ اس کے باوجود۔۔۔) معہذا ابن جہان کی حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

لا تقبلوا علیہم ولا تقبلوا معہم۔ نماز کے جنازہ کی نماز پڑھو نہ ان کے ساتھ نماز پڑھو۔

بہذا میں نے کے ساتھ نماز نہ پڑھو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ از نجیب آباد ضلع بجنور مسئلہ احمد حسین خاں صاحب ۷ ذی الحجہ ۱۳۲۹ھ
بار دوم از قصبہ ہزار علاقہ کشن گڑھ متصل اجیر شریف ہوشیار پور کی مسجد مسئلہ قاضی اکبر صاحب
۲۰ ذی قعدہ ۱۳۲۰ھ

کی کسی امام کے مذہب میں آمین پڑھنا جائز ہے، اگر کوئی جماعت میں آمین نہ پڑھے کہتا ہو حنفی مسقیوں کی جماعت میں شریک کرنے سے نماز میں تو کچھ نقص واقع نہیں ہوتا۔

الجواب

آمین بالجملہ امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مذہب میں ہے اگر کوئی کُنی شافعی مذہب آمین پڑھنا کہے وہ بلا تکلف حنفیوں کی جماعت میں شریک ہو بلکہ بشرائط مذکورہ کتب فقہ وہ امامت کرے ہم اس کے پیچھے نماز پڑھ لیں گے کہ ہم احمدیہ سب حقیقی بھائی ہیں ہمارا باپ اسلام ہماری ماں سنت سیدہ الامام علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام۔ مگر یہاں جو آمین بالجملہ پڑھتا ہے میں یہ غیر مقلد و باقی ہیں یہ اللہ و رسول کی توہین کرنے والے ہیں یہ ہمارے ائمہ کرام کو کھالیاں دینے والے ہم کو مشرک کہنے والے ہیں ان کی شرکت جماعت حنفی سے ضرور ضرر ہے کہ ان کے عقائد باطلہ مذہب بخدا توہین رسول کے باعث ان کی نماز ہی نہیں تو جماعت میں ان کا کھڑا ہونا باطل ایسا ہے کہ ایک شخص بے نماز بیچ میں داخل ہے اس سے صفت قطع ہوگی اور صفت کا قطع کرنا حرام۔ حدیث میں فرمایا:

من وصل صفا وصلہ اللہ و من قطع صفا قطعہ اللہ۔ جو صفت کو ملائے اللہ اسے اپنی رحمت سے ملانیکا اور جو صفت کو قطع کرے گا اللہ اسے اپنی رحمت سے جدا کر دے گا (ت)

ملہ القرآن ۱۸۴/۲

ملہ کنز العمال الفصل الاول فی فضائل الصحابہ اجمالا مطبوعہ مکتبۃ الرسالہ بیروت ۵۴۰/۱
ملہ سنن ابوداؤد باب قسۃ الصفوف آفتاب عالم پریس لاہور ۹۴/۱

حدیث میں حکم فرمایا کہ نماز میں غیب مل کر کھڑے ہو کر بیچ میں شیطان نہ داخل ہو۔ یہاں آنکھوں دیکھا شیطان صفت میں داخل ہے یہ جانتے نہیں تو بشرط قدرت اُسے ہرگز اپنی جماعت میں نہ شامل ہونے دیں اور جو مجبور ہے معذور ہے۔

مسئلہ ۸۸ ریاست اور راجہ تانہ محلہ قاضی دائرہ مرسلہ مولوی محمد رکن الدین صاحب نقشبندی
۲۲ ذی الحجہ ۱۳۲۴ ہجری

بسم اللہ الرحمن الرحیم - قاطع بدعت و ضلالت جامع معقول و منقول جناب مولانا احمد رضا خاں صاحب اہام فیوضہم و برکاتہم!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، فقیر فقیر مسکین محمد رکن الدین حنفی نقشبندی مجددی ناویدہ مشتاق زیارت دوسرے خدمت شریف میں پیش کر کے امید واسپہ کر غائب اپنی تحقیق سے اس عاجز کو مقرر فرمائیں اللہ تعالیٰ اس کا اجر عظیم عطا فرمائے گا۔ ایک مسئلہ تو جماعت ثانی کا ہے اس میں گزارش یہ ہے کہ رد الحمار میں جو اقوال کراہت و عدم کراہت کے نقل کئے ہیں ان میں سے کراہت کا قول اُس محلہ کی مسجد کی نسبت کہ جس میں امام اور مؤذن اور نمازی معین ہوں ظاہر الروایۃ بیان کیا ہے اور اس کو بدل بھی کر دیا ہے اور عدم کراہت کے قول کی صحت بھی منقول ہے کہ جو منسوب امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے ہے وہ بھی اس میں موجود ہے اب یہ فرمائیے کہ ظاہر الروایۃ کے مقابلہ میں جبکہ وہ بدل بھی ہو دوسرے قول بلا دلیل کی ترجیح کس طرح ہو سکتی ہے۔ بینوا تو جود!

الجواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم، محمد صلی علی رسولہ الکریم۔

بلا حظ مولانا نجیب المکرم المکی جلیل اللہ تعالیٰ من شہید ہم رکن الدین۔ علیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ ہمارے امام ہمام سراج الامم الامام احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذہب مذہب امام موافق المذہب صالح مسجد محلہ جس کے لئے اہل معین ہوں جب اُس میں اہل محلہ باطلان اذان و اقامت امام موافق المذہب صالح امانت کے ساتھ جماعت صحیحہ سنو نہ بلا کراہت ادا کر چکے ہوں تو غیر اہل محلہ یا باقی ماندگان اہل محلہ کو اذان جدید کے ساتھ اس میں اعادۃ جماعت مکروہ و بدعت ہے۔ حج الجورین و بکر الاتی میں ہے، لا تنکروہا فی مسجد محلہ باذانہ۔ محلی مسجد میں دوسری اذان کے ساتھ ٹکرا کر جماعت

شرح الجمع للصف وفتاویٰ ملکیہ میں ہے :

المسجد اذا كان له امام معلوم وجماعة معلومة في محلة فصلی اهلہ فیہ بالجماعة لا یباح تکرارہا فیہ باذان ثانی۔
جب مسجد کا امام اور جماعت محلہ میں متعین ہو اور اہل محلہ نے جماعت کے ساتھ نماز ادا کر لی تو دوسری اذان کے ساتھ اس میں تکرار جماعت مباح نہ ہوگی (ت)

اسی طرح فتاویٰ برائید و شرح کیرٹھ و غرر و درود غرائی الاسرار و در مختار و ذخیرۃ العقبۃ وغیرہ میں ہے اور اس کا حاصل حقیقہ کراہت اعادۃ اذان ہے

فان الحكم المنصب علی مقید انما ینسحب علی التقید کما قد عرف فی محله ولہذا۔
وہ حکم جو کسی مقید پر ہو وہ مقید پر وارد ہوتا ہے جیسا کہ یہ ضابطہ اپنے مقام محل پر معروف ہے (ت)

امام محسن ابن امیر الحاج علی ارشد تکاوند ابن الہمام نے علیہ میں اسی مذہب مذہب کو اس عبارت سے ادا فرمایا،

المسجد اذا كان له اهل معلوم فصلوا فیہ او بعضهم باذان واقامة کسرو لغیر اهلہ والیاقین مت اهلہ اعادۃ الاذان والاقامة۔۔
جب مسجد کے اہل معلوم ہوں اور ان تمام یا بعض نے اذان و اقامت کے ساتھ نماز ادا کر لی تو اب غیر اہل اور بقیہ لوگوں کے لئے اذان و اقامت کا اعادہ جائز نہیں (ت)

ولہذا کتب مذہب طافحہ میں کہ بے اعادۃ اذان مسجد محلہ میں جماعت ثانیہ بالاتفاق مباح ہے اس کے جواز و اجابت پر ہمارے جمیع ائمہ کا اجماع ہے جواب و مکتطہ طبع و شرح درر البصار و شرح جمیع البحرین للصف و شرح الجمع ابن ملک و رسالہ علامہ رحمت اللہ علیہ نام ابن الہمام و ذخیرۃ العقبۃ و غرائی الاسرار شرح تنویر الابصار و حاشیۃ البحر للعلامہ خیر الدین رحلی و فتاویٰ ہند و غیرہ کتب معتبرہ میں اس پر اتفاق و اجماع نقل فرمایا، غرائی میں ہے :

لو کسر اهلہ بد و نہما اذکان مسجد اگر اذان و اقامت کے بغیر اہل محلہ تکرار جماعت

طریق جانرا اجماعاً

کریں یا وہ مسجد راستہ کی ہر تہذیب تکرار جماعت بالاجماع جائز ہے (ت)

عالمگیریہ و شرح الحج المصنف میں ہے :
اما اذا اضلوا بغیر اذان یا باجماعاً

ہاں اگر انھوں نے نماز بغیر اذان کے ادا کی تو یہ بالاجماع جائز ہے (ت)

رد المحتار میں منبج سے ہے :

التقييد بالمسجد المختص بالمحلة
احترار عن الشارح وبالأذان الشاف
استقرا عن عماد اصيلي في مسجد المحلة
جماعة بغیر اذان حيث يباح اجماعاً

مسجد کو محلہ کے ساتھ مختص کرنے سے مسجد شارع اس سے خارج ہو گئی اور اذان ثانی کی قید سے وہ صورت خارج ہو جاتی ہے، جب اہل محلہ نے اذان ثانی کے بغیر جماعت کروائی ہو کیونکہ اس صورت میں تکرار جماعت بالاجماع مباح ہے (ت)

حاشیہ علامہ طحاوی علی الدر المختار میں ہے :

اما اذا كسرت بغیر اذان فلا كراهة مطلقاً
وعليه المسلمون

جب بغیر اذان کے تکرار جماعت ہو تو اب ہر حال کراہت نہیں اور تمام مسلمان اسی پر ہیں (ت)

یہ عبارت تو نہ صرف ہمارے ائمہ کا اتفاق بلکہ جملہ مسلمانوں کا اسی پر عمل بتاتی ہے اور خود لفظ اجماع کو علامہ کتب میں واقع اسی طرف ناظر تو کیونکر ممکن کہ ظاہر الروایۃ اس کے خلاف ہو، ظہیر یہ میں کہ تنہا پڑھنا لکھ کر اسے ظاہر الروایۃ بتایا اقول واجب کہ اس سے مراد نفی وجوب جماعت ہو نہ وجوب نفی جماعت کہ اجماع کے خلاف پڑے اور یہ ضرور حق ہے اس کا حاصل اس قدر کہ جس طرح جماعت اولیٰ چھوڑ کر تنہا پڑھنا ناجائز و گناہ تھا یہاں ایسا نہیں یہ الگ الگ پڑھ لیں وہ نہیں پڑھ سکتے تھے عقل و نقل کے قاعدہ متفق علیہا ہے واجب ہے کہ عقل کو حکم کی طرف رو کریں کہ حکم کو عقل سے نہ کریں تو عبارت ظہیر یہ سے رد عقل متعارفہ اجماع

۴۰۸/۱	مطبوعہ مصطفیٰ البانی مصر	باب الامانة	سنة رد المحتار بخلافه في الامانة
۸۳/۱	نورانی کتب خانہ پشاور	الفصل الاول في الجماعات	سنة فتاوى ہندیہ
۴۰۸/۱	مطبوعہ البانی مصر	باب الامانة	سنة رد المحتار
۲۴۶/۱	دار المعرفۃ بیروت		سنة حاشیہ الطحاوی علی الدر المختار

— ناممکن ہے بلکہ اگر وہ دوسرے معنی صحیح نہ رکھتی نہ اصلاً ممکن بلکہ خلاف اجماع میں نفس مفسر ہوتی تو حسب قاعدہ قاطعہ بقول عامر کے خلاف خود ہی بوجہ غرابت نامقبول ٹھہرتی نہ کہ بالعکس، رد المحتار باب سجود التلاۃ میں ہے :

هذا عزا في البحر الى المفسرات و قال ابن الشافى غريب اه وجه غرابته انه انفرد بذكر صاحب الظهيرية ولذا عزا من بعده اليها فقط .

اس کی نسبت بحر میں انفسرات کی طرف کی ہے اور کہا دوسرا نادر ہے اور نادر ہونے کی وجہ یہ ہے کہ صرف صاحب ظہیریہ ہی نے ذکر کیا ہے یہی وجہ ہے کہ اس کے بعد والوں نے اس کی نسبت صرف اس کی طرف ہی کی ہے (ت)

اسی کے باب الیاء مسئلہ اعتبار میں ہے :

قوله في الاصح ذكره في المجتبى والتمراشي والايضاح والمجتبى وعزا في القنينة الى شرح صدر القضاة وجميع التفاريق وهو متوغل في الاغراب مخالفت لهما اطلاقه جمهور الاصحاب كما في شرح التوهبانية

قوله في الاصح اے مجتبى، تمراشی، ایضاح اور مجتبى نے ذکر کیا، فقیر میں اس کی نسبت شرح صدر القضاۃ اور جمع التفاریق کی طرف کی ہے، شرح التوهبانیہ کے مطابق جمهور کے اطلاق کی مخالفت کی وجہ سے یہ اعتراض میں ڈوبا ہوا ہے (ت)

پھر جبکہ بحال اعادۃ اذان اصل مذہب و ظاہر الروایہ کراہت تحریم تھی۔

لہذا فی مراد المحتار قولہ ویکفی اے تحریراً بقول الکافی لایجوز والمجتمعات لایباح

رد المحتار میں ہے وقولہ ویکفی یعنی تحریری مراد ہے کیونکہ صاحب کافی نے کہا یہ جائز نہیں، اور مجمع میں ہے یہ مباح نہیں (ت)

اگرچہ اذان ثانی جواز عدم کراہت پر اجماع قواہد اس میں اختلاف ہو کہ آیا یہ جواز و اباحت محض خالص ہے یا کہیں کراہت تفریق مجامع ۱۰ امام ابو یوسف رحمہ اللہ تنہا نے سے روایت آئی کہ

رد المحتار	باب سجود التلاوة	مطبوعہ مصطفیٰ ابائی مصر	۵۶۴/۱
کے	" "	" "	"
کے	" "	" "	"

مخراب ہی میں ہو تو کراہت ہے :

فان المکروه تنزیہا من قسم المباح کما فی رد المحتار وحققناہ فی جمل مجلیۃ .
کیونکہ مکروہ تنزیہی قسم مباح ہی سے جیسا کہ رد المحتار میں ہے اور ہم نے اس کی تحقیق "جمل مجلیۃ" میں کی ہے (ت)

اس باب میں امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت آئی کہ مخراب ہی میں ہو تو کراہت ہے اور اس سے پہلے کراہت نہیں ، ائمہ ترجیح نے اسی کی تصحیح کی ولو الجبرہ و چیز کروری و تاتارخانیہ و غیرہ میں اس کی کوہو الصحیح و بہ تاخذ (صحیح بھی ہے اور اسی کو ہم نے اختیار کیا ہے ۔ ت) فرمایا ، بجز اللہ تعالیٰ اس تقریر میں توفیق و تحقیق سے واضح ہو کہ نہ یہ قصیدیں ظاہر الروایہ کے خلاف ہیں نہ ظاہر الروایہ کی حکایت اجتماع کے خلاف اور مسکے میں قول منع یہ نکلا کہ مسجد محل میں بشرائط مذکورہ (جن کے محترفات کی تفصیل جمل فتاویٰ فقیر میں مذکور ہے) باعادہ اذان جماعت ثانیہ ناجائز و مکروہ تحریمی ہے یہی ظاہر الروایہ و مذہب امام ہے اور پہلے اذان ثانی بلاشبہ جائز اس پر خود اتفاق و اجتماع ائمہ ہے مگر مخراب میں بکراہت اور اس سے پہلے کراہت مباح بلاکراہت ، یہی صحیح و ماخوذ و معتد ہے اب شبہ اصل سے منقطع ہو گیا اور بالفرض اگر براہ تنزیل مان ہی لیں کہ ائمہ نے خلاف ظاہر الروایہ کی قصیدیں فسد مائیں تو ہم پر لازم کہ انھیں کاتبی کریں ، ظاہر الروایہ کی ترجیح اس وقت ہے کہ اس کے خلاف پر تصریح صریح نہ ہو چکی ہو ورنہ ترجیح ضمنی تصریح تصریح کے معارض نہ ہو سکے گی اور اسی تصریح صریح کا اتباع ہو گا ۔ در مختار میں ہے :
امانہن فعلینا اتباع ما رجحہ و ما صحیحہ کما لو اختلفوا فی حیث تہم ۔
ہمارے لئے اسی قول کی اتباع و پیروی لازم ہے جسے فقہائے ترجیح دی اور تصریح کی جیسے اس صورت میں ہم پر ان کی پیروی لازم تھی کہ اگر وہ ہمارے زمانے میں زندہ ہوتے اور فتویٰ دیتے ۔ (ت)
رد المحتار میں ہے :

ترجیح ضمنی مکمل ماکان ظاہر الروایۃ فلا یعدل عنہ بلا ترجیح صریح لمقابلہ
ہر ظاہر روایت کو ترجیح ضمنی حاصل ہوتی ہے پھر جب مکمل اس کے مقابل صریح ترجیح نہ ہو اس سے عدول نہیں کیا جاسکتا ۔ (ت)

در مختار میں ہے :

إذا ذيلت رواية بالصحيح أو الماخوذ به لم يفت بمخالفة آراءه مختلفوا -
جب روایت کے بعد صحیح یا ماخوذ بہ لکھا ہوا ہو تو اس کے مخالفت قوی نہیں دیا جاسکتا (مختصراً) (ت)

در المختار میں ہے :

إذا كان التصحيح بصيغة تقتضي قصر المصحة على تلك الرواية فقط كالصحيح والماخوذ به ونحوهما مما يفيد ضعف الرواية المخالفة له يجزأ الافتاء بمخالفتها لما يأتى أن الفتيا بالمرجوح جهل -
جب تصحیح ایسے صیغہ کے ساتھ ہو جو صرف اسی روایت کی صحت کا تقاضا کر رہا ہو مثلاً لفظ صحیح یا ماخوذ بہ وغیرہا جو مخالفت روایت کے ضعف پر دال ہو تو اب اس کے مخالفت پر فتویٰ دینا جائز نہ ہو گا جیسا کہ عنقریب آ رہا ہے کہ مرجوح پر فتویٰ جہالت ہوتی ہے (ت)

اُسی میں ہے :

لو ذكرت مسألة في المتن ولم يصرحوا بتصحيحها بل صرحوا بتصحيح مقابلها فقد افاد العلامة قاسم ترجيح الثاني لانه تصحيح صريح وما في المتن صحيح التزامي والتصحيح الصريح مقدم على التصحيح الالتزامي أي التزام المتن ذكر ما هو الصحيح في المذهب -
اگر کسی مسئلہ کا ذکر متن میں ہوا اور اس کی تصحیح کی تصریح نہ کی ہو بلکہ اس کے مقابل کی تصحیح کی ہو تو ایسی صورت میں علامہ قاسم کے نزدیک دوسرے کو ترجیح ہو گی کیونکہ تصریح پر تصریح ہے اور متن میں تصحیح الزامی ہو اور تصریح صریح تصریح الزامی پر مقدم ہوتی ہے، یہاں تصریح الزامی سے مراد ہے کہ متن کے یہ الزام کیا ہوتا ہے کہ ہم وہی ذکر کریں گے جو مذہب میں صحیح قول ہو گا۔ (ت)

اب میں بعض تعلیقات اول قریب صحیح ائمہ ترجیح ہیں نظر فی الدلیل کی حاجت نہیں، نہ وہ ہمارا منصب پھر بعونہ تعالیٰ اس کا حال ملاحظہ تعلیقات واضح ہو گا جو فقیر نے کتاب مستطاب در المختار پر لکھیں اسما فاللہ اعلم

۱۵/۱	مطبوعہ مطبع مجتہائی دہلی	خطبہ الکتاب	۱۵ در مختار
۵۵-۵۴/۱	مطبعہ ابوالی مصر	"	۵۵ در المختار
۵۳/۱	"	"	"

تمام سے اس کی نقل مسطور:

قوله ولما انه عليه الصلاة والسلام كان
يخرج ليصلحهم بين قوم فعاد الى المسجد
وقد صلى اهل المسجد فخرجهم الى
منازلهم فجمع اهل هذه وصلى ولو حيا
ذلك لما اختار الصلاة في بيته على
الجماعة في المسجد

قوله ہمارے دلیل یہ ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام
بعض لوگوں کے درمیان صلح کے لئے قشریف ملے گئے
جب آپ مسجد میں واپس آئے تو اہل مسجد نے نماز
ادا کر لی تھی تو آپ گھر قشریف لائے آپ نے اپنے
اہل کو بھیج دیا اور نماز ادا کی اگر تکرار جماعت جائز ہوتا
تو آپ مسجد میں جماعت پر گھر کی جماعت کو اختیار
فرماتے (ت)

اقول اولاً لا يتعين هذا سبباً
لذلك قامت في اعادته صلى الله
تعالى عليه وسلم الجماعة في المسجد
كان ايها ما انه لم يرض
بجماعة القوم فلعله اسراد فم ذلك
الوهم وتأكيدهم تقريرهم على
ما فعلوا

اقول (میں کہتا ہوں) (۱) تکرار
جماعت کے ناجائز ہونے کے لئے اس کو سبب قرار
دینا متعین نہیں بلکہ اس کی وجہ اور بھی ہو سکتی ہے
کہ آپ مسجد میں جماعت کا اعادہ فرماتے تو یہ وہم
ہوتا کہ آپ نے لوگوں کی جماعت کو پسند نہیں کیا، تو
محکم ہے آپ نے اس وہم کے ازالے اور لوگوں کی
جماعت کو صحیح قرار دینے کے لئے ایسا کیا ہو۔

وثانياً لعل الباقي من اهل
صلى الله تعالى عليه وسلم للجماعة
النساء الطاهرات وحدث من صاحب
الجماعة ولم يجب ان يخرجهم من
وحدث من الجماعة المسجد وعسى ان يراه
الناس ممن قد صلوا فيجبوا اعادة الصلاة خلفه
صلى الله تعالى عليه وسلم او يجيئ بعض
من لم يصل بعد فيقفوا خلفه فيفسد صلاتهم

(۲) یہ بھی ممکن ہے کہ آپ کی طرف ازواج مطہرات
ہی جماعت باقی رہ گئی ہوں آپ نے گھر میں ہی جماعت
کو پسند فرمایا اور مسجد میں صرف ان کی جماعت کے لئے
ان کو نماز پسند نہ فرمایا، اور یہ بھی ممکن ہے کہ نماز
ادا کر لینے والے آپ کے پیچھے نماز کا اعادہ پسند کریں
یا بعض لوگ پہلی جماعت میں شرکت نہ کر سکے تھے اب
آئے قرآن خواتین کے پیچھے گھر سے ہو گئے تو اس
صورت میں ان کی نماز فاسد ہو جاتے گی۔

وَالثَّامِيَةُ فَاتَتْهُ الْجَمَاعَةُ وَحَدُّ
فَهُوَ مَخِيرٌ فِي الْأَنْفِرَادِ وَاتِّبَاعِ الْجَمَاعَاتِ
وَأَمَّا يَأْتِي أَهْلَهُ فَيَجْمَعُ بِهِمْ كَمَا
نَهَى عَلَيْهِ فِي الْخَانِيَةِ وَالْبِزَازِيَةِ وَغَيْرِهِمَا
وَقَدْ نَصَرْنَا كَمَا فِي مَرَدِّ الْمُحْتَارِ وَغَيْرِهِ أَنَّ
الْأَصَحَّ أَنَّهُ لَوْ جُمِعَ بِأَهْلِهِ لَا يَكْرَهُ وَيُنَالُ
فَضِيلَةَ الْجَمَاعَةِ لَكِنِ جَمَاعَةُ الْمَسْجِدِ
أَفْضَلُ لَهُ وَقَدْ كَانَ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ بِمَا يَتَرَكُ الْأَفْضَلَ لِبَيِّمَاتِ
الْمَجْرَانِ وَكَانَ حِينَئِذٍ هُوَ الْأَفْضَلُ فِي
حَقِّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِمَا فِيهِ
مِنَ التَّبْلِيغِ الْمَبْهُوثِ لَهُ مِمَّنْ عِنْدَ
مُرِيدِ عِزِّ وَجَلِّ فَكَيْفَ يَسْلَمُ قَوْلُهُ وَلَوْ جَازَ
ذَلِكَ لِمَا اخْتَارَ.

وَفِيهِ رَابِعًا مَا يَفِيدُهُ الْعَلَامَةُ
الْمَحْشَى أَنَّ قَدْ أُنْعَقِدَ الْأَجْمَاعُ
بِالْزَّوَاجِ عَلَى جَوَازِ إِعَادَةِ الْجَمَاعَةِ فِي
الْمَسْجِدِ الْعَامِ بَلْ مَسْرُوحًا قَاطِبَةً أَنَّهُ
الْأَفْضَلُ وَمَعْلُومٌ قَطْعًا أَنَّ مَسْجِدَ صَلَّى
اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ مَسْجِدَ مَحَلَّةٍ
فَلَوْ أَنَّهُ هَذَا الْأَسْتِدْلَالُ لِهَوَادِمِ الْأَجْمَاعِ
وَإِذَا تَحْرِيمِ مَا لَيْسَ فِي حِلِّهِ بَلْ وَلَا فَضْلُهُ
مَحَلِّ زَوَاجٍ -

(۳۳) جب تنہا آدمی جماعت سے رہ جائے تو
اب اسے اختیار ہے کہ وہ تنہا نماز ادا کرے یا جماعت
کے ساتھ کہ وہ گھر چلا جائے اور اپنے اہل کو اکٹھا کر کے
نماز پڑھے، اس پر غائیہ، برازیہ وغیرہ میں تصریح ہے
رد المحتار وغیرہ میں یہ تصریح ہے اگر اس نے اپنے
اہل کو جمع کر کے نماز ادا کی تو کراہت نہیں بلکہ جماعت
کا ثواب پائے گا، البتہ مسجد کی جماعت افضل ہے
احمد اور بعض اوقات سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم بیان جواز کے لئے افضل کو ترک فرما دیتے تھے اور
اس سورتہ میں آپ کے حق میں بیان جواز ہی افضل ہو گا کیونکہ
اس میں احکام خداوندی کی تبلیغ (جس کے لئے
اپنے رب کی طرف سے بھیجے گئے ہیں) ہے ان کا
یہ قول ولو جازنا ذلك لما اختار کیسے درست
ہو گا۔

(۳۴) جو علامہ محشی نے کہا ہے کہ اس بات
پر اجماع کے انعقاد میں کوئی نزاع نہیں کہ مسجد عام
میں اعادہ جماعت جائز ہے بلکہ واضح تصریح کی ہے
کہ یہ افضل عمل ہے اور یہ بھی قطعاً معلوم ہے کہ آپ
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مسجد مبارکہ مسجد محلہ نہیں
اگر معترض کا یہ استدلال درست ہو تو یہ اجماع سے
ٹکرائے گا اور ایسی چیز کو حرام قرار دینا ہو گا جس کے
حلال بلکہ اس کے افضل ہونے میں کوئی محصل
نزاع نہیں۔

اقول ومثله في الضعيف بطل
 اضعفت ما قد رقى الاذان من الاستدلال
 بما روى عن النبي صلى الله عليه وسلم
 عنه ان اصحاب رسول الله صلى
 الله تعالى عليه وسلم كانوا اذا فاتتهم
 الجماعة في المسجد صلوا في المسجد
 في ادى فانه ليس فيه ان الجماعة
 كانت تغترب جماعة منهم معا فكانوا
 يصلون في المسجد فرادى مجتمعين
 وحاشي لله متى عهد هذا من الصحابة
 رضي الله تعالى عنهم وانما كانت تغترب
 نادر اذ احد بعد واحد منهم ولا دلالة
 بغية المجموع على القران في الفعل فان
 معناه انهم كانوا كل من فاتته الجماعة
 يصل في المسجد منفردا ولم يكونوا
 يتبعون المساجد نفيا للحرج فكان
 يقول النبي ايضا صلوات خلف النبي
 صلى الله تعالى عليه وسلم و
 ابي بكر وعمر وعثمان
 فكانوا يستفتحون القراءة
 بالحمد لله رب العالمين
 برواه احمد و مسلم

اقول (میں کہتا ہوں) اس کی طرح
 ضعیف بلکہ اضعف ہے وہ استدلال جو اذان کی
 بحث میں اس حدیث کے حوالے سے گزرا ہے جو
 حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ
 جب اصحاب رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مسجد
 میں جماعت فوت ہو جاتی تو وہ مسجد میں تنہا نماز ادا
 کرتے تھے کیونکہ اس میں یہ ہرگز نہیں کہ اگر صحابہ کے
 ایک گروہ کی جماعت فوت ہو جاتی تو وہ سب مسجد میں
 اکیلے اکیلے نماز پڑھتے تھے حاشیہ ایسی بات صحابہ
 کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ثابت نہیں البتہ
 نادر کسی ایک صحابی کی کسی وقت کی جماعت رہ
 جاتی تھی گروہ کی نہیں اور جمیع کے سینکڑی قرآن فی الفعل یہ
 کرنی دلالت نہیں کہ ایک سے زیادہ افراد مسجد میں
 اکیلے اکیلے نماز پڑھتے تھے کیونکہ اس کا مفہوم یہ ہے
 کہ اگر ان میں سے کسی کی جماعت فوت ہو جاتی تو وہ
 مسجد میں تنہا نماز ادا کر لیتا اور نفی حرج کی وجہ سے
 دیگر مساجد کی طرف نہ جاتے تھے یہ حضرت انس رضی اللہ
 تعالیٰ عنہ کے اس قول کی طرح بھی ہے جس میں ہے
 کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، ابو بکر
 عمر اور عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی اقتدا میں نماز
 ادا کی ہے تو وہ الحمد للہ رب العالمین سے قرأت کی
 ابتداء کرتے تھے اسے احمد و مسلم نے روایت کیا

هل لقائل ان يقول ان في نفس الحديث
 دليلا على هذا المعنى وذلك انما
 لا تسلم امت المراد بالجماعة
 الجماعة الاولى عينها بل نجريها على
 على امثالها والجماعة لا تقفوت
 الجماعة الا ان يمنعوا عن تكرارها
 فيتوقف الاستدلال به على اثبات
 ممانعة التكرار فيعود ممانعة على
 المطلوب وقد ذكر البخاري في
 صحيحه عن انس نفسه رضي الله تعالى
 عنه انه جاء الى مسجد قبل صلي
 فاذا واقام وصلي جماعة اه فلو
 تقفوت الجماعة اذ لم يكن دسره و
 صرح ان رجلا دخل المسجد وقد
 صلي رسول الله صلى الله تعالى عليه
 وسلم باصحابه فقال رسول الله صلى
 الله تعالى عليه وسلم من يتصدق
 على هذا فيصلي معه فقام
 رجل من القوم فصلي معه رواه احمد
 وابوداود والترمذي وابوبكر بن ابوشيبه
 والدارمي وابويعلی وابن خزيمة وابن جابر
 وسعيد بن منصور والحاكم كلهم عن

کیا کوئی قائل یہ کہہ سکتا ہے کہ اس حدیث کے
 مضمر میں اس مضموم پر دلیل ہے؟ اور یہ اس لئے
 کہ ہم تسلیم نہیں کرتے کہ یہاں جماعت سے مراد
 جماعت اولیٰ عینی ہے بلکہ ہم اسے مطلق جماعت
 پر محمول کرتے ہیں اور ایک گروہ سے جماعت
 تب فوت ہوگی جب انہیں تکرار جماعت سے
 منع کیا ہو، لہذا اس سے استدلال مانع تکرار
 کے اثبات پر موقوف ہوگا، تو یہاں مصادر دست
 علی المطلوب عود کرے گی، اور بخاری نے اپنی تصحیح
 میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی سے روایت
 کی ہے کہ وہ مسجد میں آئے حالانکہ جماعت ہو چکی
 تھی تو انہوں نے اذان دی تکبیر کہی اور جماعت
 کرائی اور تہننا نہ ہونے کی صورت میں ان کی جماعت
 فوت نہ ہوئی اور یہ بھی ثابت ہے کہ ایک شخص مسجد
 میں آیا حالانکہ حضور علیہ السلام نے صحابہ کو ثبات
 کرا دی تھی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس پر
 کون صدق کرتے ہوئے اس کے ساتھ نماز ادا
 کرے گا؟ تو ایک شخص کھڑا ہوا اور اس کے ساتھ
 نماز ادا کی، اس کو مسند احمد، ابوداؤد، ترمذی،
 ابوبکر بن ابی شیبہ، دارمی، ابویعلیٰ، ابن عزیمہ،
 ابن جابر، سعید بن منصور اور حاکم ان سب نے
 حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے،

ابن سعید الخدری والطبرانی فی الکبیر
عن ابی امامة وعن عصمة بن مالك و
ابن ابی شیبة عن الحسن البصری مرسلا
وعبد الرزاق فی مصنفه وصعید بن منصور
فی سننه عن ابی عثمان النهدی مرسلا ایضا
وفی الباب عن ابی موسى الأشعری والحدادی
عمیرکما فی الترمذی رضی اللہ تعالیٰ عنہم
اجمعین وفی بعضہما ان ذلک المتصدق علی
الرجل ابوبکر الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہما
قوله ولان فی الاطلاق هكذا التعلیل الجماعۃ
معنی فانہم لا یجتمعون اذا علموا انہما
لا یفوتہم شیء

اقول لسانہم تعدد قول الجماعۃ
الاولیٰ تکلا علی الاخری فمن مہم منادی
اللہ ینادہ ولم یجب بلا عذر اقسام
وعز رقائت الاطلاق وانما نقول لیمین
عابوا فحضر واکانوا مشتغلین بنحو
الاکل اتاقت الیہ انفسہم او التخلی
وغیر ذلک من الاعذار فتخلفہم
عن الاولیٰ قد کانت باذمت
النشر علی ما یعاقبون بمحرمات
الجماعۃ وفیم تودع الحب
التعلیل وقد اثبتنا فی رسالتنا

اور طبرانی نے جامع الکبیر میں حضرت ابوامامہ اور حضرت عمیر
بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اور ابن ابی شیبہ
نے حضرت امام حسن بصری سے مرسلا روایت کیا ہے،
عبد الرزاق نے مصنف اور سعید بن منصور نے سنن میں
ابو عثمان النهدی سے بھی مرسلا روایت کیا ہے۔ اس
باب میں حضرت ابوموسیٰ اشعری اور حکم بن عمار سے بھی
روایت ہے جیسا کہ ترمذی میں بھی ہے رضی اللہ عنہم لہ بعض روایات
میں ہے کہ وہ حدیث کرنے والے حضرت سینا ابو بکر
صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے قولہ کہ اگر ایسے اخلاق
سے تعلیل جماعت کا معنی پایا جاتا ہے اس لئے کہ وہ
جب جاؤں پس کہ جماعت فوت نہ ہوگی تو جمع نہ ہوئے

اقول (میں کہتا ہوں) ہم جماعت اولیٰ
کے عذر ترکہ کو دوسری جماعت پر بھروسہ کی بنا پر
مباح نہیں دیکھتے اور جس شخص نے بھی اللہ تعالیٰ کی
طرف سے بلاؤ اٹھائے اس نے اسے قبول نہ کیا وہ
گناہگار ہو گا اور وہ قابل تعزیر ہے تو یہاں اطلاق کہا
ہے، ہم تو ان لوگوں کی بات کر رہے ہیں جو موجود
نہ تھے اب آئے یا وہ کسی معاملہ میں مشغول تھے مثلاً
سخت ٹھوک کی وجہ سے کھانا کھا رہے تھے یا رنج
جماعت کھانے گئے تھے یا اس جیسے دوسرے
اعذار ہوں تو اب ایسے لوگوں کا پہل جماعت سے
دھبانا باجماعت شرع ہو گا اب ان پر جماعت سے

تحسين البراعة في تنقيح حكم الجماعة ان
الواجب هي الجماعة الاولى عينا فاذا
علموا انهم لو لم يحضروا خالفهم
الواجب فكيف لا يجتمعون اما الكسالى
وقليل المبالاة فلا يجتمعون وانت
علموا انهم تفوقهم الاولى والاخرى
جميعا الا ترى ان بعض العصرين
من يدعى العلماء والديوب
قد شد في ذلك تشديدا بليغا
ونعم ان تكرار الجماعة
معصية مطلقا فتبعه بعض
عوام تلك البلاد في ترك
تكرار الجماعة ولم يتبعوه
في اتیان الاول فترعب
فرجاء من الاحابيش ياتون
بعد الجماعة فيصلون معا فرادی
فیئذ ومن مشابیهة
بالروافض واللة المستعان
قولہ ویؤیدہ ما فی الظہیریۃ
لو دخل جماعة المسجد بعد ما
دخل فيه اهلہ یصلون وحدها
وهو ظاهر الروایة احمد وھذا
مخالفت لحکاۃ الاجماع السماویۃ
عہ وھو رشید احمد انکسوی (م)

مخرد ہونے کی وجہ سے کوئی جماعت کی جا سکتی ہے اور
انہیں تعیل جماعت کا سبب کیوں قرار دیا جائے ؟
ہم نے اپنے رسالے حسن البراعة فی تنقیح
حكم الجماعة میں ثابت کیا ہے کہ واجب علی
جماعت اولیٰ ہی ہے پس جب انہوں نے جانا اگر وہ
حاضر ہوئے تو واجب فوت ہو جائے گا تو وہ جمع
کیسے نہ ہوں گے ؟ رہا معاملہ سستی اور لا پرواہی کہنے
والوں کا وہ جمع نہیں ہوں گے خواہ انہیں علم ہو کہ ہر
پہلی اور دوسری جماعت فوت ہو جائے گی کیا آپ کے
علم میں نہیں کہ بعض معاصرین جو علم و دین کا دعویٰ کرتے
ہیں انہوں نے اس میں بہت زیادہ تشدید کی اور کہا
کہ تکرار جماعت ہر حال میں معصیت و گناہ ہے اور
ان کے علاقے میں کچھ نام لوگوں نے تکرار جماعت کے
ترک میں اس کا اتباع کیا حالانکہ وہ پہلی جماعت کے
درپے نہیں پڑے آپ متعدد گروہوں کو ملاحظہ کریں گے
کہ وہ جماعت کے بعد آتے ہیں وہ ایک ہی مقام پر
تہا تہا نماز ادا کرتے ہیں تو اس عمل سے ردافض
کے ساتھ مشابہت میں اضافہ کرتے ہیں اور اللہ
ہی مدد کرنے والا ہے قولہ اور اس کی تائید
تفسیر یہ کہ یہ عبارت کرتی ہے اگر کوئی جماعت مسجد
میں داخل ہوتی حالانکہ اہل محلہ نے جماعت کرائی تھی
تو وہ تہا نماز ادا کر لیں اور یہ ظاہر روایت ہے
ادیر بات سابقہ منقول اجماع کے خلاف ہے

عہ وھو رشید احمد انکسوی (م)

رد المحتار باب الامارۃ

مطبوعہ مطبعۃ البانی مصر

۱/ ۴۰۴

اقول لا تأید ولا خذف فان یصلون
لیس لهما فی الایجاب ومن تتبع
ابواب صفة الصلاة والحج من
ای کتاب شاء وجد قناطیر مقنطرة
من صیغ الاخبار واردة فیما لیس
بواجب بل ولا سنة انما اقصاها
التدبیر، وقد قال فی البحر الرافق
والطحاوی فی حاشیة الدرر ان
ذلك اعی دلائل الاخبار علی الوجوب
فیما اذا صدق من الشارع اما من
الفقهاء فلا یدل هو ولا الامر منهم
علی الوجوب کما وقع لمحمد حیث
قال فی صفة الصلاة افترض من جلد
المسیری ووضعه یداه وامثال ذلك
کثیرة اهـ ولست افکر انه کثیرا ما یجوز
لوجوب کما بیناه فی کتابنا فصل القضاء
فی رسم الافتاء وانما ارید ان
المحتمل لا یقضي علی المفسر
فکیف یرویه الاجماع المتطابق
علی ثقله المستندات بل کیف یصح
ان یعمل علی ما یمیر به
مخالفا للاجماع ولو کان کذا لکان هو الحق
بالجماع من الاجماع اذ الحاکم الواحد من

اقول (میں کہتا ہوں) یہاں نہ تأید ہے
نہ ہی مخالفت، کیونکہ لفظ یصلون
سے صراحتہ ایجاب ثابت نہیں ہوتا اور جس نے
بھی کسی کتاب کے ابواب صفة صلوٰۃ و حج کا مطالعہ
کیا ہے وہ بہت سے الفاظ خبر کا ذخیرہ پائے گا
جو ایسی جگہ وارد ہیں جو واجب بلکہ سنت بھی نہیں
ہیں زیادہ سے زیادہ مستحب کے درجہ میں ہوتے
ہیں، بحر الرافق میں ہے اور طحاوی نے حاشیہ
در میں کہتا ہے جملہ خبریہ کی دلالت وجوب پر اس
وقت ہوتی ہے جب وہ شارع علیہ السلام سے
صادر ہو، اور اگر وہ فقہار کرام سے منقول ہو تو
اس جملہ خبریہ بلکہ فقہار کے امر کی بھی وجوب پر دلالت
نہیں ہوتی جیسا کہ امام محمد سے واقع ہے انہوں نے
صفة صلوٰۃ میں فرمایا نمازی با یاں پاؤں بچائے
اور ہاتھ رکھ دے اور اس پر تہہ و شاپس مشاہد
ہیں اور میں اس بات کا منکر نہیں کہ بہت سے
مقامات پر مفید وجوب بھی ہیں جس طرح ہم نے اس
کی تفصیل گفتگو فصل القضاء فی رسم الافتاء
میں کی ہے، مراد یہاں یہ ہے کہ عقل کو مفسر پر ترجیح
حاصل نہیں اور معتدات کی منقولات کے باوجود اس
کے ساتھ اجماع متظاہر کر کیسے رو کیا جائے بلکہ ان
عبارات کو اس پر کیسے محمول کیا جائے جو اجماع کے
خلاف ہو، اگر معاملہ یہی ہے تو ایسی ظاہر الزامیہ

ظاہر الروایۃ اقرب الی السہو وعت
الجماعة بل لقائل ان يقول لا يمكن
الحصل ههنا على الوجوب اهلا واث
قلنا بکراهة تکرار الجماعة فی مسجد
الحی مطلقا وذلک کما نصوا علیه فی
الوجیز والتبیین والهندیة وغیرها
وسیاتی شرحا وحاشیة انت من
فانتہ فی مسجدہ ندب لہ طلبہا فی
مسجد اخر الا المسجدین المکی والمدنی
کما فی القنیة ومختصر البحر ومبحث
فی القنیة الحاق الاقصی و ذکر
القنوری یجمع باهلہ ویصلی بهم
ای وینال ثواب الجماعة کما فی
الفتح فاذا الجماعة معهم لا یحتاجون
الی التفتیش عنہا فمت ذالذی
حرم علیہم انت ینذہبوا فی بعض
البیوت مثلاً و یجمعوا وینالوا الفضل
فان قلت عاقبهم عن الخروج
الدخول قلت کلامهم المذکور
مطلق فیسمن دخول وعت لہ
یدخل الخروج لا ذلک الجماعة
لا یمنعہ الدخول الا ترعى انت
مقیم الجماعة ینخرج تکبیر الجماعة
الاولی باذنیہ فلا انت یجوز
لہؤلاء الخروج ولا تکبیر ولا اولی

کو رد کر دینا اجماع کے دو سے بہتر ہے کیونکہ اکیدہ
ظاہر روایت نقل کرنے والے کا بھولی جانا عبادت
کے بھولی جانے سے زیادہ قریب ہے بلکہ کوئی
قائل یہ کہتا ہے کہ یہاں وجوب پر محمول کرنا بالکل ممکن ہی
نہیں اگرچہ ہم یہ کہیں کہ مسجد محلہ میں تکرار جماعت بہر
حال میں مکروہ ہے وہ اس لئے کہ وجہ، تعلیم، ہندوب
وغیرہ میں اس پر تصریح موجود ہے اور مقترب تفصیلاً
آئے گا کہ جس نے نماز مسجد میں فوت کر دی اس
کے لئے دوسری مسجد میں تلاش جماعت مستحب ہے
مگر وہ مساجد حرم مکی اور عرم مدنی میں جیسا کہ قنیہ
اور مختصر البحر میں ہے، قنیہ میں مسجد اقصیٰ کو بھی
شامل کیا گیا ہے، قنوری نے ذکر کیا کہ وہ اپنے
محررواں کو بتا کر ہے اور جماعت کرے یعنی وہ
جماعت کا ثواب پائے گا۔ فتح میں اس طرح ہے
اہل کے ساتھ جماعت اس کی تلاش کی محتاج نہیں ہے
تران پر کس نے حرام کیا ہے اس بات کو مثلاً وہ مگر
کی طرف جاتیں اور انہیں جمع کریں اور ثواب جماعت پائیں۔
فان قلت (اگر کوئی کہے کہ)

مسجد میں داخل دوسری جگہ جانے کو مانع ہے
میں کہتا ہوں ان کا مذکورہ کلام مطلق ہے خواہ وہ
شخص داخل ہے یا داخل نہیں اور اگر جماعت
کے لئے خروج اس کو دخول سے مانع نہیں، کیا آپ
نہیں جانتے کہ دوسری جگہ جماعت کا منظم پہلی
جماعت کی تکبیر کے وقت مسجد سے نکل سکتا ہے
تو ان کے لئے خروج ہر طور جائز ہو گا نہ تکبیر ہے

لاولی وبالجملة لا محمل ههنا فلا یجاب
وعلیه کان یتوقف التائید والمخلاف
فان قلت فاذا وجوب فما منزع
الکلام قلت افادة جواز لا انفرا د
لهم بلا حظر ولا حجب بخلاف ما لو لم
تقم الجماعة بعد حیث لا یجوز الصلاة
منعردا الا بعذر لما فیہ من
تقویت الجماعة الواجبة علی المعتمد
او القریبة من الوجوب علی المشهور
فاذنت کانت علی وزان ما قال
العینی فی عمدة القاری قال ابو حنیفة
مرہنی اللہ تعالیٰ عنہ سہا او نہا او
شغلک عن الجماعة شغل جسم
یا ہلک فی منزله وانه محلی وحدہ
یجوز ماہ وهذا معنی لا یمکن علیہ
ان شاء اللہ تعالیٰ وبہ
یزول کل اشکال ولله الحمد
قوله وعت هذا ذکر العلامة
الشیخ رحمہ اللہ السندی
تلمیذ المحقق ابن القمام
فی رسالتہ ان ما یفعله اہل
الحرمین من الصلاة بانسنة متعددة
وجماعات مترتبة مکروہ اتفاقا الخ

اور نہ جماعت اولیٰ، الغرض یہاں ایجاب کا محل
نہیں اور اسی پر تائید اور خلاف موقوف تھا، اگر
اسے معترض تو یہ کہ جب وجوب ہی نہیں تو کلام
کا منشا کیا ہوگا؟ تو میں اس کا جواب دیتا ہوں
کہ ان کے لئے بلا خوف و خطر تنہا نماز ادا کرنے
کا جواز بیان کرنا مقصود ہے، بخلاف اس صورت
کے جب ابھی جماعت نہ ہوتی ہو کہ اب حذر کے
بغیر تنہا نماز جائز نہ ہوگی کیونکہ اب اس جماعت کا
خوف کرنا لازم آئے گا جو مختار قول کے مطابق
واجب اور مشہور قول کے مطابق قریب واجب
سے اور یہ بات اس طریقہ پر ہوگی جو امام عینی
نے عمدة القاری میں بیان کیا کہ امام ابو حنیفہ
رحمہ اللہ نے فرمایا جب کوئی بھول گیا یا سہ گیا یا
کسی اہم مصروفیت کی بنا پر جماعت میں شرکت
نہ کر سکا کہ وہ اپنے گھر والوں کو جمع کرے اور یا عمت
نماز ادا کرے اور اگر اس نے تنہا نماز ادا کر لی
تب بھی جائز ہے اور یہ معنی نہایت ہی واضح ہے
اس میں کوئی غبار نہیں ان شاء اللہ تعالیٰ اور اس
کے ساتھ ہر اشکال بھی زائل ہو جاتا ہے قولہ
اس بارے میں علامہ شیخ رحمہ اللہ السندی جو
شیخ جام کے شاگرد ہیں اپنے رسائل کما کابل عربین
جو متعدد افراد مترتب جماعات کی صورت میں
نماز ادا کرتے ہیں یہ بالاتفاق مکروہ ہے، اس کے

قوله واقرة الرملة في حاشية البحر
 أقول يا سبحان الله أي مما س ن هذا
 بمانحن فيه فانت انكاس هو على
 التفريق العمدي كما هو الواقع في
 المحرمين المكرمين فانهم جزوا
 الجماعة اجزاء وعينوا الكل جزوا اما
 والتفريق بالقصد حيث لا باعث
 عليه شرعا لا يجوز اجتماعا والا
 لما سن الله تعالى صلاة الخوف
 وهذا تستوي فيه مساجد الاحياء
 والنواصيخ والجوامع والبراري
 جميعا قولا فصلا من دون فصل
 ثم وقع الخلاف في الاقتداء بالخالف
 على وجوه فعلها في البحر و
 مراد المحتار وغيرهما وايتنا على
 لبابه في فتاؤنا فمن لا كراهة
 عند اصلاي اذ السمع يعلم انت
 الامام لا يراعي مذهب غيره بنساء
 على اعتبار رأي المقتدى كما هو
 الاصحاد علم انه غير صراع
 عند من يقول العبرة
 برأي الامام في هذا التفريق
 عند من دون باعث شوقي

اس قول تک ذکر ہے کہ اسے رملی نے حاشیہ بحر
 میں ثابت رکھا ہے اقول (میں کہتا ہوں)
 اسے اللہ! تو پاک ہے، اس عبارت کو ہمارے
 زیر بحث مسئلہ کے ساتھ کیا واسطہ ہے؟ ان کی
 انکاری گفتگو اس تفریق پر ہے جو دانستہ ہو
 جیسا کہ حرمین شریفین میں واقع ہے کیونکہ وہ عمت
 کو مختلف حصص میں بانٹ کر ہر ایک حصہ کے لئے
 الگ الگ نام مقرر کرتے ہیں اور تفریق قصدی کا شرعاً
 کوئی باعث نہیں اور وہ بالاتفاق جائز نہیں ورنہ
 اللہ تعالیٰ مسئلہ فوت کا طریقہ یوں جاری
 نہ فرماتا، اور اس میں تمام مساجد برابر ہیں خواہ
 وہ محل کی ہیں یا شوارع یا شہر کی جامع یا دیہات
 و جنگل کی، ان میں کوئی تفریق نہیں، پھر مخالفت
 مذہب کی اقتداء میں متعدد وجہ پر اختلاف واقع ہوا
 ہے اس کی تفصیل تجر، رد المحتار وغیرہ میں موجود
 ہے ہم نے اس کا خلاصہ اپنے فتاویٰ میں ذکر کر دیا ہے
 اور جس کے نزدیک بالکل کراہت نہیں یعنی جب
 مقتدی کو علم نہ ہو کہ امام دوسرے مذہب کی رعایت
 نہیں کرتا تو یہ حکم مقتدی کی رائے کے اعتبار پر
 جنی ہے اور یہی صحیح ہے یا مقتدی کو معلوم ہو کہ
 امام رعایت نہیں کرتا تو اس صورت میں عدم کراہت
 کا حکم امام کی رائے کے اعتبار پر جنی ہے تو عدم کراہت
 کے قائل، کے نزدیک ان متفرق جماعتوں کے لئے

وهؤلاء هم الذين حضروا الموسم
تلك السنة وانكروا ومن حكم بالكرهية
عند الشك في المراعات اذ اعتقد ان
الافضل الاقتداء بالموافق مهما
امكن وان تحقق المراعاة فهو
عند بوجه شرعي وهم الجمهور وعليه
العمل فلا تنكار على اهل الحرمين و
ليس في فعلهم خلل ولا نزل والعلامة
السيد المحشي هو الناقل فيما سياتي
عن الملا علي القاري انه قال لو كان
لكل مذهب امام كما في زماننا
فالافضل الاقتداء بالموافق سواء
تقدم او تاخر على ما استحسنه
عامة المسلمين وعمل به جمهور
المؤمنين من اهل الحرمين والقدس
ومصر والشام ولا عبرة بمن شذ
منهم اذ على كل فهذا الكلام
من واد اخر لا تعلق له بجواز التكرار
وعدمه قوله لكن يشكل عليه ان
نحو المسجد المكي والمدني ليس له
جماعة معلومة فلا يصدق عليه انه
مسجد محلة بل هو كمسجد شامخ و
قد مر انه لا راحة في تكرار الجماعة

شرعی جواز نہیں اور یہی عدم کراہت کے قائل لوگ اس
سالی حاضر ہوئے اور انھوں نے انکار کیا ، اور
وہ شخص جس نے رعایت میں شک کی صورت میں کراہت
کا حکم لگایا ہے یا وہ یہ اعتقاد رکھتا ہے کہ افضل
موافق کی اقتداء ہی ہے جیسے بھی ممکن ہو تو اب اگرچہ
رعایت تحقق ہو جائے تو یہ اس کے نزدیک وجہ
شرعی کی بنا پر ہوگا اور یہی جمہور کی رائے ہے اور
اسی پر عمل ہے لہذا اہل حرمین پر کوئی انکار و اعتراض
نہیں اور نہ ہی ان کے عمل میں کوئی خلل و نقص ہے
اور علامہ سید محشی نے آگے چل کر طاعنی قاری سے
یہ نقل کیا ہے کہ اگر ہر مذہب کا امام ہو جیسا کہ ہمارے
ذہن میں ہے قراۃ اموافق امام کی افضل ہے خواہ
وہ جماعت پہلے ہو یا بعد میں اسے عامۃ المسلمین نے
مستحسن جانا اور جمہور مسلمان مثلاً اہل حرمین ، قدس
مصر و شام کا عمل اسی پر ہے اور اس کے خلاف
رائے رکھنے والے کا کوئی اعتبار نہیں اور ہر حال
میں اس کلام کا تعلق کسی اور معاملے سے ہے اس کا
تعلق تکرار جماعت کے جواز اور عدم جواز سے نہیں ۔
قوله لیکن اس پر یہ اشکال ہے کہ مثلاً مسجد کی
اور مسجد مدنی جن کی جماعت معین و معلوم نہیں تو
انہیں مسجد محلہ نہیں کہا جاسکتا بلکہ مسجد شارع کی
طرح ہوں گی اور پہلے تو یہ چکا ہے کہ مسجد شارع
میں بالاتفاق تکرار جماعت میں کراہت نہیں اس

فيه اجماعاً قليلاً من اقول انما نشأ
الاشكال من حملته على مسألة التكرار
وقد علمت ان لم يقصدوها وانما
انكروا تعمد التفریق وهو محظور
قطعا ولو في مسجد شارع فالحجب
من السيد العلامة المحقق المحدثي
يورد على مسألة التكرار مالا ورواه
عليها ثم يستشكل هذا الوارد بما لا شك
به اصلا ولكن لكل جواب كبوة نسائي
الله سبحانه عفو ثمر اقول واشد
العجب من العلامة الشيخ رحمه الله
رحمه الله تعالى حيث قال الاحتياط في
عدم الاقتداء به اي بالمخالفة
ولو مرأيا كما سينقله المحدث عنه
ثم قال ههنا بکراهة ترتيب الجماعة
وادلای اتفاق علی خلاف ما علیه الجمهور
وليت شعري اذا كان هذا مكرها وفاقا
فكيف يعمل بالاحتياط الذي اعترفتم
به يجعل الناس كلهم على مذهب
واحد ام يمكن مقلدوا كل امام في بلدة
عليه حدة او يجعل لكل منهم
مسجد بحياله ويمنع

میں مزید غور کرنا چاہئے اقول (میں کہتا ہوں)
یہ اشکال تب ہے جب اس کو مسئلہ تکرار پر محمول
کیا جائے حالانکہ آپ جان چکے وہ ان کے یہاں مقعد
نہیں، انہوں نے دانتہ تفریق سے انکار کیا ہے
اور وہ یقیناً ممنوع ہے اگرچہ مسجد شارع ہی کیوں
نہ ہو تو تعجب ہے علامہ محقق قمی پر کہ انہوں نے اس
مسئلہ تکرار پر محمول کیا حالانکہ اس کا یہ عمل نہیں ہے
پھر اس عمل پر مبنی ایسا اشکال بتایا جس سے کئی
اشکال پیدا ہی نہ ہو سکتا تھا لیکن ہر شاہ سوانہ کے لئے
مشرکہ ہوتی ہے ہم اللہ تعالیٰ سے اس پر ان
کے لئے معافی کے طلبگار ہیں ہم اقول (پھر
میں کہتا ہوں) سب سے زیادہ تعجب علامہ شیخ سید
رحمہ اللہ پر کہ انہوں نے یہ فرمایا ہے مخالفت کی
اقدار نہ کرنے میں احتیاط ہے اگرچہ وہ رعایت کرتا ہو
جیسا کہ قمی عنقریب اس کو ان سے نقل کرے گا،
پھر یہاں کہا کہ ترتیب جماعت مکروہ ہے اور جمهور کے
موقف کے خلاف اتفاق کا دعویٰ کیا، افسوس صد
افسوس اگر یہ عمل بالاتفاق مکروہ ہے تو اس احتیاط
پر عمل کیسے ہو گا جس کا تم نے خود اعتراف کیا ہے کیا
تمام لوگ ایک مذہب کے ہو جائیں گے یا ہر شہر میں
ہر مذہب کے مقلدین الگ الگ آباد ہوں گے یا
ہر مذہب کی الگ الگ مسجد بنائی جائے گی اور ان

اہل ثلثۃ مذاہب عن الصلاة قرب
 المسجدين الكریمین او تجعل الجماعة
 لمذهب واحد و یؤمر بالقوت بالصلاة
 فرادی ثم اقول و یورد مثله علی تقریر
 العلامة خیر الملة و الدین الرملى رحمه
 الله تعالى لما مر و هو الناقل كما سیأتی
 حاشیة عن العلامة الرملى الشافعى انه
 مشى علی كراهة الاقتداء بالمخالعة
 حیث امکنه غیره و بدافق الرملى
 اکبیر و اعتمد السبکی و الاسنوی
 و غیرهما قال و الحاصل ان عندهم فی
 ذلك اختلاف و کل ما كانت لهم علة
 فی الاقتداء بها صحت و قسما
 و افضلیة كانت لنا مثله علیهم و
 قد سمعت ما اعتمد الرملى و
 افقی به و الفقیر اقول مثل قوله فیما
 يتعلق باقتداء الحنفی بالشافعى و الفقیه
 المنصف یسلم ذلك

و انما رملی فقد الحنفی
 لا مر بعد اتفاق عالمین
 فاذا كانت الفقه و الانصاف هرکراهة
 الاقتداء بالمخالعة فکیف یتکرر علی ما فعله
 اهل الحرمین لا جرم راجع العلامة

و ویدرک مساجد سے بقیہ تین مذاہب کے لوگوں کو
 نماز ادا کرنے سے روک دیا جائے گا یا ایک مذہب
 والوں کی جماعت ہوگی اور دوسرے لوگوں کو تنہا
 نماز ادا کرنے کو کہا جائیگا ثم اقول د پھر میں
 کہتا ہوں، اسی طرح کا اعتراض علامہ خیر الملت و
 الدین رملی رحمہ اللہ پر بھی وارد ہوتا ہے جیسا کہ غزالی
 و ہی ناقل ہیں جیسا کہ عنقریب آئے گا حاشیہ
 علامہ رملی شافعی سے ہے کہ جب مخالفت کے علاوہ
 کسی لہام کو یا فکھی ہو تو مخالفت کی اقتدار کر دے
 اسی پر رملی کبیر نے فتویٰ دیا، سبکی اور اسنوی وغیرہ نے
 اس پر اعتقاد کیا ہے کہا الحاصل ان کے ہاں اس بارے
 میں اختلاف ہے اور ہر وہ علت جس کی بنا پر ہماری
 اقتدار ان کے لئے صحیح، فاسد یا افضل ہے ایسا
 ہی معاملہ ہمارا ان کے ساتھ ہے اور آپ نے وہ
 سن ہی لیا ہے جس پر رملی نے اعتقاد کیا اور فتویٰ دیا
 میں فقیر انہی کی مثل کہتا ہوں اس مسئلہ میں جہاں فتی
 کسی شافعی کی اقتدار کرے انصاف پسند فقیر اسے
 تسلیم کرے گا

اور میں فقہ حنفی کا رملی جوں (رملی شافعی اور رملی حنفی)
 دونوں مالکوں کے اتفاق کے بعد کوئی جھگڑا نہیں ہے۔
 پس بسبب و انش و انصاف کا فیصلہ مخالفت کی اقتدا
 کا حکم ہونا ہے تو اہل حرمین کے نقل پر انکار کیسے
 کیا جاسکتا ہے یقیناً علامہ خیر الدین رملی نے شرح

زاد الفقیر علامہ غزی جس کا تین امام ابن ہمام کا
 ہے کے حاشیہ میں رجوع کر کے قبور کے ساتھ
 موافقت کی اور کہا جیسا کہ اسے منہ الخائف علی
 البحر الرائق میں نقل کیا ہے، باقی رہا معاملہ اس
 بات کا کہ مخالفت کی اقتدا افضل ہے یا انفراد،
 تو اس بارے میں ہمارے علماء میں سے کسی کی
 تصریح میری نظر سے نہیں گزری، بظاہر ان کی
 جہارات سے دوسری بات (انفراد کا افضل
 ہونا) ہی سمجھ آتی ہے اور جو میرے نزدیک واضح
 و احسن ہے وہ پہلی بات (اقتدا سے مخالفت)
 ہے کیونکہ دوسری صورت میں ایسی جگہ ترکب
 جماعت لازم آئے گا جہاں اس کے بغیر جماعت
 حاصل نہیں ہوتی اور اگر ایسی صورت نہ ہو مثلاً
 وہاں کسی حنفی کی اقتدار کی جاسکتی ہے تو اقتدا سے
 حنفی ہی افضل ہوگی الخ تو یہاں انہوں نے خود
 اس بات کا اعتراف کر لیا ہے کہ اگر حنفی امام
 موجود ہو تو اسی کی اقتدار افضل ہے اگرچہ
 شافعی امام صالح، متقی، صاحب ورع اور
 اختلافی صورت میں حنفی مذہب کی ولایت کوغیر الا
 موجود ہو جیسا کہ اسی حاشیہ میں اس کے اوصاف
 بیان ہوئے ہیں۔ (ت)

یہ تمام عبارات تعلیقات فقیر علی رد المحتار کی ہے اور کچھ اضافے اُس سے حق واضح و جلی ہے،
 واللہ تعالیٰ اعلم۔

نفسد فی حاشیہ علی شرح زاد الفقیر
 للعلامة الغزی والمتمن للامام ابن الہمام
 الی موافقة الجمهور فقال كما نقله فی
 منحة الخائف علی البحر الرائق بقول
 الکلام فی الا فضل ما هو الا اقتدا به
 او الانفراد لمراس من صرح به من علمائنا
 وظاهر کلامهم الثاني، والذي يظهر
 ويحسن عندي الاول لان فی الثاني
 ترك الجماعة يحدث لا تحصل الا به
 ولو لم يكن بان كان هناك حنفی
 يقتدى به الا فضل الاقتداء به الا
 فقد اعترفتم ان الا فضل الاقتدا
 بالحنفی اذا وجد وان
 كانت الشافعی الذی
 يؤمر صالحا عالما تقيا نقيبا
 يراعى الخلاف كما وصفه
 فی تلك الحاشية۔

مسئلہ ۸۸۳ از سنبل ضلع مراد آباد مسئلہ از سید محمد علی مدرس قادری مدرسہ جامعہ مسلم اسکول
 کیا فرماتے ہیں علما سے دین اس مسئلہ میں زید کہتا ہے کہ مسجد کے فرش پر محراب کے محاذ میں جماعت ہونا افضل
 ہے خواہ نمازی کم ہوں خواہ کسی درخت وغیرہ کے ہونے کی وجہ سے نمازیوں کی طبیعت پر بار ہو اور دلیل اس کی
 یہ ہے کہ شامی کے اندر یہ مضمون ظاہر کرتا ہے کہ محراب میں امام کا کھڑا ہونا افضل ہے اسی پر قیاس کر لیا جائے،
 مگر یہ کہتا ہے کہ تمام فرش مسجد کا ایک حکم میں ہے کسی جگہ کے واسطے خلعت نہیں ہو سکتی، اگر اس قدر نمازی ہوں
 کہ محراب سے راست و چپ میں جماعت ممکن ہو اور نمازیوں کو بھی وہاں آسائش ہو تو ضرور جماعت کرنی جائے
 دوسرے یہ کہ ائمہ مجتہدین کے قیاسات کا اختتام ہو گیا، علما نے حال کا قیاس کیا ہو سکتا ہے جبکہ علما نے حال
 کی یہ کیفیت ہے کہ لفظ کے لغوی معنی غلطی سے کچھ سے کچھ خیال کرتے ہیں لہذا مشکلات خدمت ہوں کہ جواب مع
 دلیل تحریر فرمائیں۔ مگر یہ کہ زید محراب کے محاذ میں جماعت ہونے کی فضیلت میں کوئی قول منقول پیش نہیں کرتا
 محض قیاس سے کام لینا چاہیے ہے مگر قیاس کو ذکر کے منقول دلیل مانگتا ہے۔

الجواب

فی الواقع سنت متواتر یہی ہے کہ امام وسط مسجد میں کھڑا ہو اور صف اس طرح ہو کہ امام وسط صف
 میں رہے محراب کا نشان اسی غرض کے لئے وسط مسجد میں بنایا جاتا ہے اور اس میں ایک حکمت یہ بھی ہے کہ
 اگر امام ایک کنارے کی طرف جھکا ہوا کھڑا ہو تو اگر جماعت زائد ہے فی الحال امام وسط صف میں نہ ہوگا اور
 ارشاد و حدیث تو سطوا الاھام (امام کو درمیان میں کھڑا کر دو۔ ت) کا خلاف ہوگا اور اگر ابھی جماعت قلیل
 ہے تو آئندہ ایسا ہونے کا اندیشہ ہے لاجرم خود امام مذہب سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نص ہے کہ
 گوشہ میں کھڑا ہونا مکروہ ہے کنارہ مسجد میں کھڑا ہونا مکروہ ہے کہ حدیث کا ارشاد ہے امام کو وسط میں رکھو
 یہ طاق جیسے اب عرف میں محراب کہتے ہیں حادث ہے زمانہ اقدس و زمانہ خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ
 عنہم اجمعین میں نہ تھا محراب حقیقی وہی صدر مقام اس کا مسجد میں قریب حد قبلہ ہے یہ محراب صوری اس کی
 علامت ہے جس مسجد کے دو حصے ہوں ایک مستقیم و دوسرا منحنی جیسا کہ اب اکثر مساجد یوں ہی ہیں وہ دو مسجدیں
 ہیں مستقیم مسجد شتوی ہے یعنی جاڑوں کی مسجد اور منحنی مسجد صیفی یعنی گرمیوں کی مسجد، ہر مسجد کے لئے وہ محراب
 حقیقی موجود ہے، اگرچہ محراب صوری صرف مسجد شتوی میں ہوتی ہے اعتبار اسی محراب حقیقی کا ہے یہاں تک
 کہ اگر محراب صوری وسط میں نہ ہو یا جانب مسجد بنا دینے سے اب وسط میں نہ رہے تو امام اس میں نہ کھڑا ہو
 بلکہ محراب حقیقی میں کہ وسط مسجد ہے، اور جب یہ حکم عام ہے جملہ مساجد کو شامل اور صحیح مسجد بھی ایک مسجد ہے
 تو وہ بھی یقیناً اس حکم منصوص میں خود داخل ہے نہ کہ یہاں کسی قیاس کی حاجت ہے، صحیح مسجد میں جو جگہ

قریب حد قبلہ وسط میں ہے وہ خود محراب حقیقی ہے خواہ محراب صوری کے محاذی ہو یا نہ ہو یا سرے سے اُس مسجد میں محراب صوری نہ بنی ہو اس محراب حقیقی میں امام کا کھڑا ہونا سنت ہے بشرط جماعت اولیٰ، لیکن جماعت ثانیہ کے لئے اسی مقام سے وجہ یا بائیں ہٹ کر امامت کرنا نافی کراہت ہے، معراج الدیاء شرح ہدایہ میں ہے:

بمسطوح کریم ہے امام کا محراب میں کھڑا ہونا سنت ہے تاکہ دونوں اطراف میں اعتدال ہو، اگر وہ صف کی کسی جانب میں کھڑا ہو تو یہ مکروہ ہوگا، اگر مسجد میں جانب مشرقی میں برادر مسجد مہاجر جائے تو امام دیوار کی طرف کھڑا ہو تاکہ قوم دونوں اطراف میں برابر ہو جائے، اصح طور پر امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا میں امام کے دستوں کے درمیان یا گوشہ مسجد یا کنارہ مسجد یا سستون کی طرف کھڑے ہونے کو مکروہ جانتا ہوں کیونکہ یہ عمل امت کے مخالف ہے، حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے: امام کو درمیان میں کھڑا کرو اور صفوں کے خلا کو پُر کرو۔ (ت)

محراب نہیں بنائے جاتے مگر درمیان مسجد میں اور وہ مقام امام کو متعین کرتے ہیں۔ (ت)

فی مبسوط بکثر السنة ان يقوم في المحراب ليعتدل الطرفان ولوقام في احد جانبي الصفت يكره ولو كان المسجد الضيق بجنب الشقوى وامتلا المسجد يقوم الامام في جانب الخائط ليستوي القوم من جانبيه والاصح ما روى عنه ابی حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ انه قال اکبر ان يقوم بين السارين اوف نراوية اوفی ناحية المسجد او الی سارية لانه خلاف حمل الامامة قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو سطوا الامام وسط والخلل فی اُسی میں ہے:

المحارب ما نصب الا اوسط الساجد و هی قد عینت لمقام الامام و اللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۸۸۳ از کان پورنی رک رک مسئلہ ساجد فہم بخش صاحب مرت چھٹیں ۱۳ صفر ۱۳۳۷ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین زید اور عمرو کے بارے میں دونوں حنفیت کا دعویٰ کرتے ہیں اور ترجمہ حدیث زید بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جواب ابی من حمل الامامة صوتین (جس نے نماز دو بار پڑھی بتا)

میں ہے حسب ذیل کرتے ہیں زید آفری حدیث،

اذا جئت الصلوة فوجدت الناس فصل

معههم وان كنت قد صليت تكنت

لك نافلة وهذه مكتوبة۔

کا ترجمہ یہ کرتا ہے کہ پہلی نماز جو گھر میں پڑھی گئی ہو نفل ہوگی اور جو جماعت کے ساتھ پڑھی جائے وہ فسخ فرض ہو جائے گی دلیل یہ ہے،

وان كنت قد صليت تكنت لك نافلة میں ان شرطیہ ہے اور تکن جزا ہے ان وصلیہ اس

وجہ سے نہیں ہو سکتا کہ وصلیہ آخر کلام میں آیا کرتا ہے اس کے بعد مستقل جملہ اور کلام مستأنف ہوا کرتا ہے

یہاں ایسا نہیں، عمرو کہتا ہے کہ زید کا یہ ترجمہ مذہب حنفی کے موافق نہیں بلکہ مخالف ہے، عمرو و آخری

حدیث مندرجہ بالا کا ترجمہ یہ کرتا ہے کہ گھر والی نماز جو پہلے پڑھی ہے وہ فرض ہوگی اور جو بعد میں

جماعت سے پڑھی ہے وہ نفل ہوگی اس وجہ سے کہ ان وصلیہ ہے، دلیل یہ ہے کہ وان كنت قد صليت

میں اول واو داخل ہے دوسرے كنت موجود ہے جو ماضی کے لئے ماضی میں ہے اور قد تحقیق ماضی کے لئے

نیز ہذا اسم اشارہ قریب ذکر کی کے لئے ہے پس قد صلیت سے یہ صلوٰۃ مدلول ہے وہ مشاڑ الیہ

ہے اور یہ پہلی ہی ہوگی وہی فرض ہوگی اور جو صلوٰۃ فصل معہم سے مدلول وہ بعید ذکر ہے وہ مشاڑ الیہ نہیں

اگر نہ و كنت ماضی کو شرط بنایا جائے تو تکن جزا مترکین مخالف نہیں ہے نیز فصل معہم امر بھی جواب کو چاہتا ہے اور شرط بھی

جزا کو علی سبیل التسلیم تب بھی تکن لك نافلة جواب امر کا ہے جزا نہیں جو مقدم ہونے امر کے

جیسے جملہ قسمیہ جب مقدم ہو شرط پر تو جزا نہیں ہوتی بلکہ جواب قسم سے استغناء ہو جاتا ہے ان دونوں قانکوں

میں کون سا قائل راستی پر ہے نیز اوپر بیان کی ہوئی دلیل قابل قبول ہیں یا نہیں؟ زید و عمرو کی دلیلوں میں

کس کی دلیل زیادہ صحت کے ساتھ مانی جا سکتی ہیں اور قبول کی جا سکتی ہیں؟ دیگر جو نماز رکوع و سجود

والی علاوہ مجر و عصر و مغرب جماعت سے پڑھی یا پڑھائی ہو عام ہے کہ نماز عید و جمعہ ہی کیوں نہ ہو دوبارہ نماز

پہلے پڑھنا ٹکرا کر نماز کر سکتا ہے یا نہیں؟ اگر اوپر بیان کی ہوئی حدیث سے تکرار نماز پر اس طور سے کہ

پہلے پڑھی ہوئی نماز فرض یا واجب اقتدا یا امامت کر کے دوسری جماعت دوسرے روز پہلے پڑھ کر نماز کر سکتا

ہے اور وہ نفل ہوگی استدلال لایا جائے تو صحیح ہے یا نہیں؟ بینوا تو جہودا را حکم اللہ تعالیٰ۔

الجواب

زید کا قول غلط اور دلیل باطل۔

اولاً ان وصلیہ کا آخر کلام ہی میں آتا اور اس کے بعد جملہ اور وہ بھی کلام مستأنف ہی ہوتا

لے سنن ابوداؤد باب من صل فی منزل، آفتاب عالم پریس و پور ۸۵/۱

سب باطل و بے اصل ہے وہ کلام واحد کے وسط اجزائیں آتا ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے۔
 قوله تعالى وما اكثرت الناس ولو حرصت
 بمؤمنين
 رخصی میں ہے۔

قد تدخل الواو على ان الصد لول حمل
 جوابها بما تقدم ولا تدخل الا اذا كان
 ضد الشرط او في بئذ لك المقدم وانظرو
 ان الواو في مثله اعتراضية ونعني
 بالجملة الاعتراضية ما يتوسط بين
 اجزاء الكلام متعلقا بمعنى متانفا
 لفظا كقوله ج۔
 یری کل من فیہا وحاشاک فانیا

وقد یجیف بعد تمام الكلام
 كقوله صلى الله تعالى عليه وسلم
 انا سيد ولد آدم ولا فخر
 فتقول في الاول تريد وانت كانت
 غنيا بخيل وفي الثاني تريد بخيل
 وانت كانت غنيا والاعتراضية
 تفصل بين ائت جزئین من
 الكلام كانه بلا تفصيل اذا لم يكن احدهما
 حرفا او مختصرا

کبھی واو اس لئے آتا ہے کہ اس جراب کا بدلہ
 سابقہ ہے اور یہ وہیں ہوگا جہاں ضد شرط اس
 مقدم کے زیادہ مناسب ہو اور ظاہر یہ ہے کہ ایسے
 مقام پر واو اعتراضی ہوتی ہے اور جملہ معترضہ سے
 ہماری مراد یہ ہے کہ اجزائے کلام کے درمیان ایسے
 کلمات آجائیں جو معنی و مفہوم کے اعتبار سے اس
 سے متعلق ہوں اور لفظ اس سے جدا ہوں جیسے
 شاعر کا یہ مصرعہ ہے۔
 وہ دنیا میں ہر چیز کو فانی جانتا ہے
 اور تو محفوظ رہے۔

بعض اوقات تمام کلام کے بعد واو آتی ہے، مثلاً
 حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے،
 میں لو لا و آدم کا سر وار ہوں مگر فخر نہیں۔ پہلے کی
 مثال "تريد وان كان غنيا بخيل" اور دوسرے
 کی مثال "تريد بخيل وان كان غنيا" ہے۔
 جملہ معترضہ کا تفصیل کسی بھی کلام کے دو جزوں میں تفصیل پیدا
 کرتا ہے بشرطیکہ دونوں میں سے کوئی جیسے حرف متعلق
 نہ ہو اور مختصراً (ت)

لا جرم صحیحین میں ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا،
 ما من عبد قال لا اله الا الله ثم مات على ذلك الا دخل الجنة وان سرق وان خانی وان سرق وان خانی وان سرق وان خانی
 جس بندے نے بھی لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہا پھر اسی پر فوت ہوا وہ جنت میں داخل ہوگا اگرچہ اس نے زنا و چوری کی، اگرچہ اس نے زنا و چوری کی، اگرچہ اس نے زنا و چوری کی۔ ابو ذر کی ناک خاک آلود ہو۔ (ت)

ثانیاً حدیث کی بہتر تفسیر حدیث ہے امام مالک و احمد و نسائی نے محمد بن ادرع و یحییٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا،
 اذا بحث المسجد وکنت قد صلیت فاقیم الصلوة فصل مع الناس و ان کنت قد صلیت
 جب تو مسجد میں آئے اور نماز پڑھ چکا تھا اور جماعت کھڑی ہوئی تو لوگوں کے ساتھ نماز پڑھ اگرچہ تو نماز پڑھ چکا تھا۔ (ت)

یہاں یقیناً وصلیہ ہے، مرقاۃ میں ہے،
 (فصل) ای ناخلة لا قضاء ولا اعادة (مع الناس وان) وصلیة ای ولو (کنت قد صلیت)
 (تو نماز پڑھ) یعنی فعل نماز نہ قضاء اور نہ اعادہ (لوگوں کے ساتھ اگرچہ) "ان" وصلیہ ہے یعنی اگرچہ (تو نماز پڑھ چکا تھا)۔ (ت)

ثالثاً صرف "ان" کا وصلیہ یا شرطیہ ہونا یہاں احد المعنیین کی تفسیر نہیں کرتا تو اس میں بحث فضول اور اس سے استثناء و نا مقبول ماہ ضمیر تکن کے مرجع اور ہذا کے مشار الیہ پر ہے اگر ضمیر ثانیہ کے لئے ہے اور اشارہ اولیٰ کی طرف کہ وہی اقرب ذکر ہے کما قالہ عمر و (جیسا کہ مکر و نے کہا، ت) تو اولیٰ فرض اور ثانیہ فعل ہوگی اگرچہ "ان" شرطیہ ہو اور عکس ہے تو عکس اگرچہ "ان" وصلیہ ہو و ہذا اظہار

سہ صحیح البخاری کتاب اللباس باب الثیاب البیض مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۸۶۷/۲
 سہ مؤطا امام مالک اعادۃ الصلوة مع الامام "میر محمد کتب خانہ کراچی" ص ۱۱۵
 مسند احمد بن حنبل حدیث محمد بن الیطی مطبوعہ دار الفکر بیروت ۳۲/۲
 سنن النسائی اعادۃ الصلوة مع الجماعة - مکتبہ سلفیہ لاہور ۹۹/۱
 سہ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ الفصل الثالث من باب من صلی صلوٰۃ مرتین مطبوعہ مکتبہ المدنیہ طمان ۱۰۶/۳

قوله وزيادة النافلة وان امكن تاويله
بان السراة بالنافلة هي الاولى وتربتها
على قوله صلى الله تعالى عليه وسلم فحصل
معهم مع وقوتها سابقا باعتبار وصف
نافلية فانه انما يظهر بصلاته معهم
فافهم ثم اذا اتى على قوله صلى الله تعالى
عليه وسلم تكن حاد النظر الى حاشية
الطبيعي فنقل ما فيها والله تعالى اعلم.

قول "وزيادة النافلة" کہ رہا ہے اگرچہ اس کی
تاویل یوں بھی ممکن ہے کہ نافلہ سے مراد پہلی نماز
سہارا انھوں نے حضور علیہ السلام کے ارشاد گرامی
فحصل معهم (ان کے ساتھ نماز پڑھ) پر اسے
مرتب کیا ہو اگرچہ اس کا وقوع باعتبار وصف نفل
کے سابق ہے کیونکہ اس نفل نماز کا ظهور رخصت کے ساتھ
ہو گا اسے یاد رکھو پھر جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم کے ارشاد گرامی تک پہنچے تو نظر حاشیہ طبعی
کا طعن مٹ کر جو کچھ وہاں تھا اسے نفل کر دیا، واللہ
تعالیٰ اعلم (ت)

نمودہ کا قول صحیح اور دلائل زائل اولاً ہم بیان کر چکے کہ ان کا وسیلہ بننا کچھ مفید نہ شرطیہ ہو نا مضر۔
ثانیاً دخول واو وسیلہ ہونے پر کیا دلیل شرطیہ پر بھی ماطفہ آتا ہے۔

ثالثاً اکتنت اور قد ہی منافی شرطیہ نہیں قد کا دخول خروج فعل شرط پر شروع ہے فعلی هذا لا تقول
ان قد فعلت والی قد تفعل آہ "رہنی"

یہاں فعل شرط اکتنت ہے جسے اکتاے معنی ماضی ہی کے لئے شرط کرتے ہیں

کقولہ تعالیٰ عن عبدة عيسى عليه الصلاة
والسلام ان كنت قلته فقد علمته وقوله
تعالى عن شاهد يوسف عليه الصلاة
والسلام وان كان قميصه قد من دبر
جس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے حضرت عیسیٰ
علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ قول ذکر کیا "اگر میں نے
یہ کہا ہے تو قویا جانتا ہے" اللہ تعالیٰ نے حضرت
یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کے گواہ کے حوالے سے
فرمایا اگر ان کا قمیص پیچھے سے پھٹا ہے (ت)

یعنی وہ فعل ماضی جسے شرط کرنا وہ معنی ماضی پر باقی رکھنا منظور ہو، اگر اس پر ان داخل کرتے مستقبل کر دیتا

لہذا اسے خبر کان اور کان کو شرط کرتے ہیں اب وہ فعل اپنے معنی ماضی پر باقی رہتا ہے، رضی میں ہے۔
 اعلم ان یکون شرطها فی الاغلب مستقبل
 المعنی فان اردت معنی الماضی
 جعلت الشرط لفظ کان کقولہ تعالیٰ ان کنت
 قلت، وان کان قمیصہ وانما اختص فذلک بکان لان
 القائد النبی تستفاد عن فی الکلام الذی ہو
 فیہ التزام الماضی فقط ومع النصب
 علی المعنی لا یسکن استفادة الاستقبال۔
 پھر جان لے گا ان کے لئے اغلب طور پر یہ شرط ہے
 کہ وہ معنی کے اعتبار سے مستقبل پر دلالت کرتا ہے
 اگر تو معنی ماضی کا ارادہ کرے تو تو لفظ کان
 کو شرط کر دے جیسے فرمایا الہی ہے ان کنت
 قلتہ وان کان قمیصہ لائے کان اس لئے مختص کیا،
 کہ وہ فائدہ جو اس میں مقصود ہے فقط ماضی والی کلام حال
 اور ماضی پر نص کے باوجود استقبال کا استفادہ
 ممکن نہیں رہتا۔ (ت)

اور جب وہ فعل معنی ماضی پر بحال ہے تو ماضی کے لئے قد کا آٹا کیا حال ہے۔

سراپھا نماز اول اگر قریب ذکر آئے دوم قریب و قوما ہے اور شک نہیں کہ جدید متاخر الوقوع
 قدیم متاخر الذکر سے اقرب ہے۔

خاصاً ضمیر ہی مرجع قریب پاتی ہے تاکہ سے قد صلیت متصل ہے تو ضمیر بھی مرجع
 قریب پاتی ہے تاکہ سے قد صلیت متصل ہے تو ضمیر صلاۃ سابقہ کی طرف اور اس کا تعاضل اقتصار ہے
 ہذا سے پہلے ہر لیا۔

سادساً شرط بوشبہر کنت ہے مگر معنی بہ بیت کو شرط میں نفس فعل شرط میں نہیں ہوتے بلکہ
 مع جمیع متعلقات ان تلوتم لیس فی بیت عندی ثلاث یال مستقبل القبلۃ متوہین فانم احوار
 (اگر تم میرے گھر میں میرے سر کے قریب تین راتیں با وضو قبلہ رو ہو کر لیس پڑھو تو تم آزاد ہو۔ ت) ان
 ساتوں قیود کے جمع ہونے سے آزاد ہوں گے مجرد تلاوت سے نہیں ہوتے خصوصاً حکان جس کی دلالت
 حدیث مطلقہ و زمانہ ماضی کے سوا کسی چیز پر نہیں کما قد منا انفا عن الرضی (جیسا کہ ہم نے رضی کے
 حوالے سے ابھی ذکر کیا۔ ت) تو سبب کنون بجا طلب نہیں بلکہ کونہ قد صلی یعنی تقدم ایقاع صلاۃ
 کہ اُس کا ناظر ہو نا اُس کے وقوع پر موقوف۔

سابعاً امر کے لئے جواب لائے ہیں زیر کہ امر طالب جواب ہے بخلاف قسم تو نامستدعی جواب کا

تقدم شرط مستند علی جزا کے اقتضا پر مرجع نہیں ہو سکتا۔

شاہنا اگر ممکن جواب امری ہو تو یہ بھی تعین ابدال المعنیوں سے عاری ہے جو اسے ان کمیت نہ سہی اس سے پہلے قد صلیت کلام کی واقعہ ہے رجوع ضمیر کو اتنا ہی درکار ہے۔

بالجملہ دلائل ظرفین کچھ نہیں ہیں اس تمام بیان کی حاجت نہ تھی اگر سوالی میں نہ ہوتا کہ کس کی دلیلیں قبول کی جاسکتی ہیں اور طریق صحیح یہ ہے کہ

اولاً کلام اس میں ہے کہ پہلے فرض برنیت فرض وقت میں باستماع شرائط ادا کر چکا ہو ورنہ بدلتا پہلی نماز نماز ہی نہ تھی یا کوئی فعل تھی اگر دوسری میں شامل نہ ہوتا جب بھی وہ فعل یا باطل ہی رہتی اور جب صحت یہ ہے تو قطعاً اس وقت پڑھنے سے فرض وقت سے ساقط ہو گیا اب نہ وہ وقت میں عود کر سکتا ہے نہ وقت میں دو فرض ہو سکتے ہیں تو یقیناً یہ دوسری نہ ہوگی مگر فعل۔ ہاں اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ برکت و ثواب جماعت میں حصہ ملے گا۔

کسانی حدیث مالک و ابی داؤد عن ابی ایوب
الأنصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن
النسبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قد ذلک
لہ سهم جمیعاً
و اقول ثانیاً اگر ثانی فرض ہو تو طلب جماعت فرض ہو حالانکہ اس حکم کو حدیث نے مصلی کے آگے پر
محمل فرمایا ہے کہ

اذا جئت الى الصلاة فوجدت الناس فصل
معهم وان كنت قد صليت
یہ نہیں فرمایا،

والاصلي في سرك ان افترض عليك ان
تأتي الجماعة فتصلي معهم۔
جب تُوئے اپنے گھر میں نماز پڑھ لی تو تجھ پر فرض ہے
کہ تو جماعت کی طرف آئے اور ان کے ساتھ نماز
ادا کرے۔ (ت)

۸۵/۱	مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور	باب من صلی فی منزله	سنة سنن ابی داؤد
۱۱۶ ص	میر محمد تائب شانہ کراچی	اعادة الصلوة مع الامام	موطا الامام مالک
۸۵/۱	آفتاب عالم پریس لاہور	باب من صلی فی منزله	سنة سنن ابی داؤد

ابوداؤد و ترمذی و نسائی کی حدیث میں یزید بن الاسود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا،

اذا صليت تمار حال كما شئت ايتها مسجد جماعة فصليا معهم فانها لكما نافلة۔
جب تم دونوں اپنے اپنے گھروں میں نماز ادا کر چکو پھر تم مسجد کی طرف آؤ تو لوگوں کے ساتھ بھی نماز پڑھو کہ (جماعت والی نماز) تمہارے لئے نفل ہوگی (ت)

بلکہ حدیث میں تحریر کی تصریح ہے کہ جی میں آئے تو شامل ہو جاؤ، سنن ابی داؤد میں عبادہ ابن صامت انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے،

عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال سیکون علیکم بعدی امراء تشتغلهم اشیاء عن الصلوة لوقتہا حتی ینذرب وقتہا فصلوا الصلوة لوقتہا فقال یرسل یرسل اللہ اصل معہم قال نعم ان شئت لک۔
نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا عنقریب میرے بعد تم پر ایسے امراء آئیں گے جنہیں بعض اشیاء کی مشغولیت نماز بروقت سے غافل رکھے گی یہاں تک کہ وقت چلا جائے گا، تو تم نماز بروقت ادا کرو، ایک آدمی نے عرض کیا، یا رسول اللہ! میں ان کے ساتھ نماز پڑھوں؟ فرمایا، ہاں اگر تو چاہے تو پڑھ۔ (ت)

فرض میں اختیار کیسا!

اقول والمراد بالوقت المستحب اعم یؤخرون الی وقت انکراہة اذ هو المعهود من اولیک الامراء لان یصلوا العصر جماعة بعد الغروب والعشاء بعد الطلوع۔
میں کہتا ہوں یہاں وقت سے مراد وقت مستحب ہے یعنی وہ مکروہ وقت تک نماز کو مؤخر کرینگے یہی بات ان امراء سے معروف ہے یہ نہیں کہ وہ نماز عصر کی جماعت غروب کے بعد اور نماز عشاء کی جماعت طلوع کے بعد کرینگے (ت)

۹۹/۱ سلم سنن النسائی إعادة الفرج الجماعۃ مطبوعہ مکتبہ سلفیہ لاہور
جامع الترمذی باب ما جاء فی الرجل یصلی وحدہ الخ۔ امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۳۰/۱
۶۲/۱ سلم سنن ابوداؤد باب اذا فر اللام الصلوة عن الوقت مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور

و ثالثاً اذ قطن بسند صحیح عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

اذا صليت في اهلك ثم ادركت فصلها الا
 ان فجر والمغرب۔ جب تو نے اپنے اہل میں نماز ادا کر لی پھر تو نے جماعت کو پالیا تو اسے دوبارہ پڑھ سوا سے غیب و مغرب کے۔ (ت)

فجر و مغرب کا استثنا اسی بنا پر ہو سکتا ہے کہ یہ دوسری نفل ہو کہ نہ فجر میں تنفل ہے نہ نفل میں ایثار، اگر یہ فرض ہوتی تو فجر و مغرب میں ادا سے فرض سے کون الٹے ہے۔

و رابعاً حدیث بتاریہی ہے کہ ان میں ایک کا نفل ہوتا اس کے شریک جماعت ہونے پر مرتب ہے "تکلیف" اگر جواب امر ہے جب تو ظاہر اور جہلے ان کنت قد صلیت ہے جب بھی مطلب یہی ہے یہ ہرگز مراد نہیں کہ جس وقت فرض پہلے پڑے تھے اسی وقت وہ نفل ہوئے تھے چاہے بعد کو جماعت ملتی یا نہیں، شریک ہوتا یا نہیں، اور جب ترتب قطعی شریک پر ہے اب اگر اس ایک سے نماز دوم مراد لاؤ تو بے تکلف مستقیم ہے کہ یہ نفل اسے شریک ہی سے ملیں گے، اور اگر اول مراد لاؤ تو معنی یہ ہوں گے کہ اب تک اس سے فرض ادا ہوئے تھے اس جماعت کی شرکت ان فرضوں کو نفل کی طرف منتقل کر دے گی اور یہ کہ حتماً مطلوب نہ تھی فرض واقع ہوگی، ان دونوں باتوں کے لئے شرع میں نظیر نہیں۔

و خامساً مستند احمد و صحیح مسلم میں ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے:

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم
 كيف اذا كانت عليك امراء يميئون
 الصلاة او قال يوحرون الصلاة عن
 وقتها قال قلت فما تأمرني قال صلى الصلوة
 لوقتها فانها لك نافلة۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اس وقت تمہارا حال کیا ہو گا جب تم پر ایسے امراء مسلط ہوں گے جو نماز کو فوت کریں گے، یا فرمایا: وہ نماز کو اس کے وقت سے مؤخر کرینگے۔ کہا میں نے عرض کیا، حضور! آپ کا میرے لئے کیا حکم ہے؟ فرمایا، تم نماز اپنے وقت پر پڑھو، پھر اگر ان کے ساتھ جماعت پائے تو نماز پڑھ لے کر یہ تیرے لئے نفل ہو جائیگی (ت)

سلف المصنف لعبد الرزاق باب الرسل صلی فی بیتہ ثم یدرک الجماعۃ حدیث ۳۹۳۹ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت ۲/۲۳۲
 کنز العمال اعادۃ الصلوة حدیث ۲۲۸۳۲ مطبوعہ موسستہ الرسالہ بیروت ۲۹۲/۸
 سلف صحیح مسلم باب کراہۃ تأخیر الصلوة عن وقتها مطبوعہ نور محمد صلی المطابع کراچی ۲۳۰/۱

اس میں ضمیر انہما صاف نماز ثانی کی طرف راجع ہے اٹھ کی طرف ارجاع بصیرت عن القیم ہونے کے علاوہ ارشاد و اقدس حمل الصلوٰۃ لوقتہا (نماز کو اس کے وقت پر پڑھو۔ ت) کے منافی ہے کہ پہلے اس کے وقت میں پڑھ کر اوقات فرائض کے لئے ہیں ذکر نفل کے واسطے۔

و ساد سننا حدیث مذکور عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مسند احمد رحمہ اللہ تعالیٰ میں یوں ہے کہ فرمایا: واجعلوا مہلکم معہم قطعاً (تم اپنی نماز کو ان کے ساتھ نفل بنا لو۔ ت) اس میں صاف تصریح ہے کہ یہ دوسری نفل ہوگی۔

مسایعاً اگر یہی مانا جائے کہ نافلہ پہلے اور مکتوبہ دوسری کو فرمایا تو فقیر کے ذہن میں یہاں ایک نکتہ بدرجہ ہے ظاہر ہے کہ نماز تہما ناقص اور جماعت میں کامل ہے، جس نے فرض اکیلے پڑھ لئے پھر نادم ہو کر جماعت میں داخل تو قضیہ اصل و حکم عدل یہ ہے کہ اس کے فرض ناقص اور نفل کامل ہوئے مگر اس کی ندامت اور جماعت کی برکت نے یہ کیا کہ سرکار فضل نے اس کامل کو اس کی فہرست فرائض میں داخل فرمایا اور ناقص کو نفل کی طرف پھیر دیا تو یہ نفل کامل فرض یکھے گئے اور وہ فرض ناقص نفل میں محسوب ہوئے کہ کمال فرض کا جمال فضل پائے اور یہ اس کی رحمت سے بعید نہیں جو فرماتا ہے،

اولئک یبدل اللہ سیئاتہم حسنات۔ اللہ تعالیٰ لوگوں کے گناہوں کو نیکیوں کے ساتھ

بدل دیتا ہے (ت)

جب اس کا کرم گناہوں کو نیکیوں سے بدل لیتا ہے نفل کو فرض میں گن لینا کیا دشوار ہے۔ اب حاصل یہ رہا کہ پہلی ہی فرض اور دوسری نفل مگر رحمت الہی اس نفل کو فرض میں شمار فرمائے گی اسی طرف مشیر ہے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا ارشاد جب ان سے پوچھا گیا میں ان دونوں میں کس کو اپنی نماز یعنی فرض تصور کروں؟ فرمایا،

و ذلک الیک انما ذلک الی اللہ عز و جیل	یہ کیا تیرے ہاتھ ہے، یہ تو اللہ کے اختیار میں ہے
یجعل ایتہما شاء۔ رواہ الامام مالک	ان میں جسے چاہے (فرض) شمار فرمائے گا۔
هذا ما عندی، العمل بالحق	اسے امام مالک نے روایت کیا، یہ میری تحقیق ہے

مسند احمد بن حنبل حدیث ابی ابن امراء عبادہ رضی اللہ عنہ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۴/۶

ملہ القرآن ۲۵/۴۰

ملہ مؤطا امام مالک اعادۃ الصلوٰۃ مع الامام مطبوعہ میر محمد کتب خانہ کراچی ص ۱۱۶

عند ربی۔ حق کا علم میرے رب کے ہاں ہے (ت)۔
 ظہر و جمعہ و عشا نفلہ دو بارہ پڑھ سکتا ہے نماز عید کے ساتھ تنفل شرع سے ثابت نہیں۔ حدیث دوسری
 روزے کے کسی طرح دلیل نہیں کہ وہ اس صورت میں ہے کہ یہ نماز تنہا پڑھ چکا اب اس کی جماعت قائم ہوئی،
 حدیث مجن رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں تھا،
 کنت قد صلیت فاقسمت الصلوة۔
 تونے نماز پڑھ لی پھر نماز کے لئے تکبیر کہی گئی (ت)
 حدیث ابو ایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں ہے،
 یصلی احدنا فی منزلہ الصلوة ثم یاتی المسجد
 فتقام الصلوة۔
 جب کوئی اپنے گھر میں نماز پڑھتا ہے پھر مسجد کی
 طرف نہ آتا ہے پھر نماز کی جماعت کھڑی ہو جاتی (ت)
 حدیث ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں تھا، فان ادركتها معهم (پس اگر تو ان کے ساتھ
 نماز کو پائے۔ ت) سنن ابی داؤد میں حدیث یزید بن الاسود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایک لفظ یہ ہیں،
 اذا صلی احدکم فی رحله ثم ادرك الصلوة
 مع الامام فلیصلها معه فانها لیس
 نافلة۔
 جب کسی نے گھر پر نماز پڑھ لی پھر امام کے ساتھ نماز
 پالی تو اس کے ساتھ بھی نماز پڑھے کہ یہ اس کے لئے
 نفل ہو جائے گی (ت)

حدیث ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما میں تھا اذا صلیت فی احلک ثم ادکک (جب تونے اپنے اہل
 میں نماز پڑھ لی پھر تونے جماعت کو پایا۔ ت) حدیث اخیر ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما میں ہے، اصل
 فی بیتک ثم ادرك الصلوة فی المسجد مع الامام (میں اپنے گھر میں نماز پڑھتا ہوں پھر میں امام

۱۱۵/۴	دار الفکر بیروت	حدیث مجن الدیلمی	لہ مسند احمد بن حنبل
۹۹/۱	مکتبہ سلفیہ لاہور	اعادة الصلوة مع الجماعة	سنن النسائی
۱۰۳/۳	مجتبائی دہلی	الفصل الثالث من باب من صلی مرتین	مشکوٰۃ الصالح
۸۵/۱	آفتاب عالم پریس لاہور	باب من صلی فی منزلہ الخ	سنن ابوداؤد
۲۳۰/۱	فرد محمد اصبح المطابع کراچی	باب کراہۃ تاخیر الصلوة عن وقتہا الخ	سکھ صحیح مسلم
۸۵/۱	آفتاب عالم پریس لاہور	باب من صلی فی منزلہ الخ	سنن ابوداؤد
۲۲۶/۶	المکتب الاسلامی بیروت	باب الرجل یصلی فی بیتہ الخ	عبد المصنف عبد الرزاق
۱۱۵/۳	میر محمد کتب خانہ کراچی	اعادة الصلوة مع الامام	لہ مؤطا الامام مالک

کے ساتھ مسجد میں نماز کو پالیتا ہوں۔ ت) (دوسرے روز اس نماز کی جماعت نہیں ہو سکتی آج کی ظہر و ظہر
دیروزہ کی غیر ہے ولہذا امام و مقتدی کا خضاء و ادا میں اختلاف مبطل اقداس ہے اور دوسرے دن اگر لوگ کل کی قضا
بجماعت پڑھتے ہوں تو اسے ادا رک نہ کہیں گے اور واجب ہے تو اسے علقہ ہی نہیں کہ وہ یا وتر ہے یا نماز عید ہی
اول میں تغفل گناہ اور ثانی میں شریعت مطہرہ سے ثابت نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۸۵ از کاپنور محلہ بوچر خانہ مولوی شاد احمد صاحب ۲۰ صفر ۱۳۳۴ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم، حامداً و مصلياً و صلوات اللہ تعالیٰ کی حمد اور حضور علیہ السلام
کی خدمت میں صلاۃ و سلام عرض کرتے ہوئے۔ ت)۔ حضرات علمائے کرام ادام اللہ بقا رہم علی رؤس
المسلمین و صحابہم۔ ان چند سوالوں کا جواب مرحمت فرمائیں۔

(۱) یکہ اختلاف علماء ہو یوم النحر میں تو قربانی کو احتیاطاً ایک روز مؤخر کرانے والا اختلاف علماء سے
بچنے کے لئے مجرم ہے یا نہیں۔

(۲) سر شنبہ ۱۰ ذی الحجہ کو عید الاضحیٰ کی نماز واجب کی نیت سے پڑھانے والا امامت سے مجرّب ثبوت شرعی
ماننے کے اور چار شنبہ کو اس جگہ حاضر ہو کر جہاں عید الاضحیٰ پوجہ ثبوت کامل نہ ہونے کے عید سر شنبہ کو
نہیں ہوتی تھی بلکہ آج چار شنبہ کو عید الاضحیٰ تھی اور جماعت میں شریک ہو گیا فعلی نیت سے مجرم ہوا
یا نہیں۔

(۳) سر شنبہ کو امامت و خطبہ کے بعد احتیاطی جملہ کا تلفظ اور دوسرے روز اسی کا جماعت میں برنیت نفل
شریک ہونا لوگوں کو شبہ و غلط ہے کہ اس نے اپنی نماز دہرائی اور ہم لوگوں کی غایز میں خوب غراب کیس مگر
امام کو وہ شنبہ کو اعلان وقت زمانہ کے یقین تھا عید کا اور راضی تھا اور خود سر شنبہ کو وہ ایک اعلان دینے
پر راضی تھا کہ میں نے ثبوت کو یقین جان کر برنیت واجب پڑھی اور امام ہو کر اقرار کرتا ہے اصرار سے کہ
واجب یقینی جان کر پڑھائی اور احتیاطی جملہ میں بھی یہ عرض کیا کہ دینی بھائیو! آج عید ہے اور اکثر جگہ
ہے، نماز بھی عید کی پڑھی گئی مگر قربانی کی کرنے میں احتیاط ہے، ایسی اختلافی حالت میں کس کے قول کو
مانا جائے امام کے قول کو یا مقتدیوں کے۔

(۴) پڑھی ہوئی نماز نفل کی نیت سے پھر پڑھنا حنفیوں کے نزدیک حدیث یزید بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
جو باب "من صلی الصلاۃ صوۃین" میں ہے اسے ثابت ہوتا ہے یا نہیں۔

(۵) اس حدیث میں وان کنت قد صلیت (اگرچہ ٹوٹنے نماز پڑھ لی ہو ت) میں ان وصلیہ ہے یا
شرطیہ، اولیٰ وصلیہ ہوتا ہے یا شرطیہ۔

(۶) آیہ کریمہ ومن قطع خیرا فہو خیر لہ (اور جو کوئی اپنی طرف سے نیکی زیادہ کرے تو وہ اس کیلئے بہتر ہے۔ ت) اور من قطع خیرا فان اللہ شاکر علیم (جو کوئی اپنی طرف سے اچھائی کرے تو اللہ تعالیٰ نیکی کا صلہ دیتے والا اور جانتے والا ہے۔ ت) عبادات مالیر اور بدنیہ جس میں نفل نفل بھی داخل ہے کوئی ثابت کرے تو استدلال درست ہے یا نہیں اور معطوف علیہ نہ ہونے کی وجہ سے تحریر میں بغیر واو کے لکھنے والا اور آیہ ثانیہ میں بغیر تریبہ کے لکھنے والا غلطی کرنے والا ہے یا نہیں۔ بینوا تو جو واسر حکم اللہ تعالیٰ۔

الجواب

(۱) محل اختلاف علماء میں مراعات خلاف جہان تک ارتکاب مکروہ کو مستلزم نہ ہو بالا جماع مستحب ہے مستحب جرم نہیں ہوتا بلکہ اسے جرم کہنا جرم ہے، در مختار میں ہے،
 یشدب للخر وج من الخلف لا یجوز لا ماہ اختلاف سے نکلنا مستحب ہے خصوصاً امام کے لئے،
 لکن بشرط عدم ارتکاب مکروہ لیکن شرط یہ ہے کہ اپنے مذہب میں مکروہ کا ارتکاب
 مذہبہ۔ لازم نہ آئے (ت)

(۲) جبکہ اس نے ثبوت شرعی پایا اور روزہ سر شنبہ کو روزہ عید بیان کر بنیت واجب نماز عید ادا کی اور دوسرے جن کو ثبوت نہ پہنچے کے باعث ان پر شرعاً آج عید واجب تھی ان کی جماعت جماعت روزہ اول تھی اور سر شنبہ کے دن پڑھنے والے کے نزدیک اگرچہ جماعت روزہ دوم تھی مگر امام صالح امامت عید اور اس کے مقتدیوں نے کل لو انہ کی تھی اور یہاں تاخیر بالعدربالاجماع ہوا کہ است جائز ہے اور عدم تحقیق ثبوت عدم سے بڑھ کر اور کیا مذہر ہو سکتا ہے بہر حال یہ نماز امام و قوم اور اس کی پڑھنے والے سب کے نزدیک جماعت واجبہ تھی تو اس کا بنیت نفل اس میں مل جانا ہر جرم نہیں ہو سکتا جرم نہیں مگر مخالفت امر اللہ یہاں کون سے امر اللہ کا خلاف ہوا امر تقویٰ علی اللہ ما لا تعلمون (کیا تم اللہ کے بارے میں ایسی بات کہتے ہو جسے تم نہیں جانتے۔ ت) ہاں اگر ایک دن نماز عید ہو کر دوسرے دن مطلقاً ناجائز ہوتی تھی کہ اس امام صالح امامت عید و قوم کو بھی جس نے کل بعد نہ پڑھی تو البتہ اسے شریک ہونا جرم ہوتا اگرچہ ان پر جرم کیسا، وہ اپنا واسے واجب کر رہے تھے کہ ان کو کل کا ثبوت نہ پہنچا تھا مگر اس کے اعتقاد میں تو عید کل ہر چ کی تھی آج

دوسرا وہ تھا جس میں نماز ناجائز تھی تو یہ اپنے اعتقاد کی روش سے ایک ناجائز فعل میں شرکت کرتا اور مجرم ہوتا فاسد الصبر ہوا اخذ بزعمہ (ہر آدمی کا مواخذہ اس کے زعم و اعتقاد پر ہوگا۔ ت) مگر ایسا ہرگز نہیں بلکہ قطعاً جواز ہے کما نصوا علیہ قاطبہ (جیسا کہ اس پر تمام فقہاء نے نص کی ہے) تو ایک جماعت جائزہ میں متغلا شریک ہرناکس نے منع کیا نماز عید نماز جائزہ نہیں جس سے تنفل میں شرعاً عدم جواز کا حکم ثابت ہے، بدائع امام ملک العلماء میں ہے،

لا یصلی علی میت الا مرة واحدة لا جماعة ولا وحدا ما عتدنا لانا ما روی ان النسبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صلی علی جنازة فلما فرغ جاء عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ومعه قوم فاراد ان یصلی ثانیاً فقال له النسبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الصلوة علی الجنازة لا تعادو لکن ادع للمیت واستغفر له وھذا نص فی الباب (القولہ) دلیل علی عدم جواز التکرار

ہمارے نزدیک میت پر فقط ایک دفعہ نماز ادا کی جائے گی دوبارہ نہیں، نہ تنہا نہ جماعت کے ساتھ، کیونکہ منقول ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جنازہ پڑھایا جب فارغ ہوئے تو حضرت عمر اور ان کے ساتھ کچھ لوگ آئے اور انہوں نے دوبارہ جنازہ پڑھنے کا ارادہ کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنازہ کی نماز ٹوٹائی نہیں جاسکتی البتہ میت کے لئے دعا اور استغفار کرو، یہ اس باب میں نص ہے (یہاں تک) یہ تکرار کے عدم جواز پر دلیل ہے۔ (ت)

صلوات عید میں بھی کہاں، ہاں ثبوت بھی نہیں، پھر عدم ثبوت کو ثبوت عدم سے کیا ملحق و ھذا بحث لقد فرغنا عنہ فی السرد علی الوھابیۃ مداراً (یہ وہ بحث ہے جس کی ہم باہر کی رد میں با تفصیل بیان کر چکے ہیں) غایت یہ کہ بے طلب شرع ہے وجہ ہے بلکہ کوئی عارض خاص نہ ہو مثلاً مرید یا تلید یا ابن کے نزدیک کل ثبوت شرعی ہو گیا تھا پڑھ لی شیخ یا استاذ یا اب کے یہاں آج ملنے کو حاضر ہو ان کے نزدیک آج عید ہے یا نماز کو کھڑے ہوئے اب ان کی مخالفت اس امر میں کہ شرعاً ممنوع و حرام نہیں معیوب و قبیح ہے ہذا اعتضاد شریک ہو گیا تو یہ صورت ہے وجہ بھی نہیں بلکہ وجہ وجہ ہے، امام عہد مطلق عالم قریش سیدنا امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے توجیب مزار صہارک امام الکمل سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حضور نماز صبح پڑھائی وہ اسے قنوت نہ پڑھی نہ بسم اللہ انہیں چہر سے کمی نہ غیر تحریر میں رفع یدین فرمایا علی ہائی الذی ایا (جیسا کہ روایت میں ہے)

خود اپنا مذہب مجتہد نہ ترک کیا اور مذہبی بیان فرمایا کہ مجھے ان امام اہل سے شرم آئی کہ ان کے سامنے ان کا خلاف کروں کہا بیٹا کہ فی حیۃ الموات فی بیان سماع الاموات (جیسا کہ ہم نے "حیات الموات فی بیان سماع الموات" میں بیان کیا ہے۔ ت)

(۳۴) امام اپنے قلب سے نیت کرتا ہے اور قلب خفیہ ہے اور زبان اس کا ذریعہ بیان۔ ہر مسلم اپنے مافی الضمیر پر ایمین ہے جب تک ظاہر اس کا کذب نہ ہو، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: **اَفَلَا شَقِيقَتُ عَنْ قَلْبِهِ حَتَّى تَعْلَمَ اَقَالَهَا** کیا تو نے اس کا دل چیر کر دیکھا ہے حتیٰ کہ تو نے جان لیا کہ اس نے دل سے کہا یا نہیں۔ اسے اہل لائتم واکام مسلم۔
مسلم نے روایت کیا (ت)

مقتدیوں کا یہ دوسوہ بدگمانی ہے اور بدگمانی حرام،
قَالَ تَعَالَى يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا
كَثِيرًا مِّنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ أَشَرُّ
وَقَالَ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا كُفَّهِ
وَالظَّنِّ فَإِنَّ الظَّنَّ أَكْذَبُ الْحَدِيثِ۔
اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اے ایمان والو! بہت
زیادہ ظن سے بچا کرو کیونکہ بعض ظن گناہ ہو جاتے
ہیں۔ اور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے
فرمایا: بدگمانی سے بچو کیونکہ بدگمانی سب سے بڑی
جھوٹی بات ہے (ت)

(۳۵) ہاں ثابت ہے کہ فصلانہ فی الفتویٰ السابقة بما کلامنا علیہ (جیسا کہ ہم نے
سابقہ فتویٰ میں اس کی تفصیل بیان کی جس پر اضافہ نہیں ہو سکتا۔ ت) فجر و مغرب کا حدیث میں استثناء
فرمایا سوا الدار قطنی بسند صحیح عن ابی عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما عن النبی صلی
اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (اسے دار قطنی نے صحیح سند کے ساتھ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما
کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بیان کیا ہے۔ ت) تعلیل حکم نے فجر سے عصر مغرب سے ویران
سے صحیح مسلم باب تحریم قتل الکافر بعد قول لا الہ الا اللہ مطبوعہ نور محمد اصح الطابع کراچی ۶۸/۱
سے القرآن ۱۲/۲۹

سے صحیح البخاری کتاب الوصایا مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۳۸۴/۱
سے المصنف لعبد الرزاق باب الرجل یصل فی بیتہ الخ حدیث ۳۹۳۹ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت ۲۲۲/۲
کثر العمال اعادۃ الصلوٰۃ حدیث ۲۲۸۳۲ مطبوعہ مکتبۃ الرسالۃ بیروت ۲۶۲/۸

الحاق بتایا اور یہی مذہب حنفیہ ہے۔

(۵) وصیہ اولیٰ ہے بدلیل حدیث مجن رضی اللہ تعالیٰ عنہ،

عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
اذا جئت المسجد وکنت قد صلیت
فاقیمت الصلوة فحصل مع الناس وان
کنت قد صلیت
نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، جب
تو مسجد میں آئے جبکہ تو نماز ادا کر چکا تھا پس
جماعت کھڑی ہوگئی تو لوگوں کے ساتھ نماز ادا کر
اگرچہ تو نے نماز پڑھ لی تھی (ت)

یہ وہی مضمون و حکم ہے اور اس میں وصیہ متعین والحدیث خیر تفسیر للحدیث (ایک حدیث و دوسری
حدیث کے لئے سب سے بہتر تفسیر ہوتی ہے۔ ت)

(۶) ہاں درست ہے جہاں شرع مطہر سے مخالفت ثابت نہ ہو اور یہ عموم آیہ کبر کی تخصیص نہیں بلکہ (ممنوع)
عموم میں داخل ہی نہیں کہ من قطعاً خیراً فرمایا ہے اور ممنوع غیر نہیں کہ غیر ممنوع نہیں۔ اقول تحقیق
مقام یہ ہے کہ شے مطلوب الفعل او التکرر باحد الظہین الجازم وغیرہ ہوگی یا لا ولا ہیں سے احکام خمس
پیدا ہوتے ان کا خاص مباح و قمار الکلام فیہ بحیث لا یوجد فی شئی من الکتاب فی رسالتنا
الوجود الحلو فی اركان الوضوء (اس سے متعلق تحقیق ہمارے رسالے "الجود الحلو فی اركان الوضوء"
میں ہے جو کسی اور کتاب میں نہیں ملے گی۔ ت) باربع اول کو ثبوت و رکاز اور عدم ثبوت طرفین کا نتیجہ نامس
مقرر غاسس کسی مستحسن کے نیچے اندراج اور نیت حسنہ کے اندراج سے مستحسن ہو جاتا ہے جیسے نیت قبیحہ سے
مستحب فعل لوح سادہ ہے اور نیت نفقہ صورت اخیر میں وہ مکروہ حرام اور اس سے بدتر ہو سکتا
اور اولیٰ میں تطوع ہو کر دونوں آیہ کبر کے عموم میں آئے گا۔ اشباہ و در المختار و غیرہ میں ہے،

المباحات تختلف صفتها باعتبار ما قصدت
لاجله فاذا قصد بها التقوى على الطاعات
او التوصل اليها كانت عبادة كالاكل و
النوم واكتساب المال والوظة انتهى
مباحات کا مختلف نیات کے اعتبار سے حکم مختلف
ہو جاتا ہے پس جب اس سے طاعات پر فتویٰ یا
طاعات کی طرف ایصال مقصود ہو تو یہ عبادت
ہوگی مثلاً کھانا پینا، سونا، حصول مال اور وظی
کرنا انتہی (ت)

لے مشکوٰۃ المصابیح الفصل الثالث من باب من صلی مرتین مطبوعہ مجتبیٰ دہلی ص ۱۰۳
موظا الامام مالک اعادۃ الصلوة مع الامام مطبوعہ میر محمد کتب خانہ کراچی ص ۱۱۵
مسند احمد بن حنبل حدیث مجن الدیلمی دار الفکر بیروت ۳۲/۴
لے الاشباہ و من نظائر بیان دخول البیت فی العبادة ادارة القرآن کراچی ۳۲/۱

لہذا مسئلہ وائزہ میں یہ حکم نہ دیں گے کہ نماز عید دوبارہ پڑھنا مستحب ہے کہ یہ طلب شرعی سے خبر دے گا
یعنی شرعاً مطلوب ہے کہ دوبارہ پڑھے اور یہ باطل ہے کہ اس کو ثبوت و رکاز اور ثبوت نہیں و لہذا اس کا فعل
بلے وجہ ہوگا کہ سبب نہیں یہ اس کا کافی فہم ہے پھر اگر غار ج سے وجہ پیدا ہو مشایخ امام متبرک کہ ہے یا اس جہات
میں وہ لوگ ہیں جن کے ساتھ پڑھنے میں امید رخصت ہے کہ ہم القوم لایستحقون جہم جلیسہم (وہ ایسی قوم
نہیں جن کا ساتھی اور ہم نشین بد بخت نہیں ہوگا۔) ت زیادہ وجہ جو ہم نے غبر دوم میں بیان کی کہ معظّم دینی سے موافقت
و محصوریت مخالفت تو یہ سب نیت محروہ ہیں اور مباح نیت محروہ سے محروہ اور محروہ کا ادنیٰ درجہ نفل خصوصاً نماز کہ

الصلوة خیر موضوع فمن استطاع ان یستکثر
منہا فلیستکثر واذا الطیرانی فی الاوسط
عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔
نماز سب سے بہترین عمل ہے اس میں جتنا بھی کوئی
اضافہ کر سکتا ہے کرے۔ اسے طبرانی نے اوسط میں
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالے سے
حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے (ت)

یوں تحت کریمین داخل ہوگا، کشف الغم میں امیر المؤمنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے ہے
فکان رضی اللہ تعالیٰ عنہ لا ینہی احدا
تطوع لبشی من امداعی السنۃ ویقول
فمن تطوع خیرا فهو خیر لہ۔
عشرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کسی کو بھی سنت سے
زائد داخل سے نہ روکتے اور فرماتے جو نیکی میں اضافہ
کرنا چاہتا ہے اس کے لئے یہ بہتر عمل ہے۔ (ت)

رباکرمین میں ترک داد و غایہ لکھا تھا و ت قرآن کا وقت نہ تھا بلکہ استدلال کا اور ترک کسی ایسے حرت کا نہ کیا
جس پر نفل یا معنی صحت کو توقف یا موجب تغیر برقرار ہے کسی طرح غلط نہیں کہہ سکتے۔ ابن ابی حاتم و بیہقی نے
انیر المؤمنین علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے روایت کی،
ان مرحلاً سأل علیاً عن الہدی ما ہو فقال

من الثانیۃ الاذواج فکان الرجل شک فقل
هل تقرأ القرآن قال نعم قال فسمعت
الله یقول لیسذکروا اسم الله علی ما ذقہم
ایک آدمی نے حضرت علی سے ہدی (قربانی) کے بارے میں پوچھا
کہ وہ کیا ہے؟ فرمایا آٹھ جوڑوں میں سے اس
آدمی کو شک گزرا فرمایا کیا تو نے قرآن حکیم پڑھا ہے؟
عرض کیا، ہاں۔ فرمایا کیا تو نے یہ سنا ہوگا کہ اللہ تعالیٰ

۲۴۴/۲	مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی	باب فضل مجالس الذکر	صحیح مسلم
۲۴۹/۲	دار الکتاب بیروت	باب فضل الصلوٰۃ	مجمع الزوائد بحوالہ طبرانی اوسط
۱۹۱/۱	دار الفکر بیروت	باب صلوٰۃ العیدین	کشف الغم عن جمیع الامور

من بهيمة الانعام ومن الانعام حمولة
وفرشا قال نعم فسمعه يقول من
الضأن اثنين ومن البقر اثنين ومن
الابل اثنين ومن البقر اثنين قال نعم
سُنا ہوگا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ایک جوڑا بھیڑ کا، ایک جوڑا بکری کا، ایک جوڑا اونٹ کا اور ایک جوڑا
گائے کا۔ فرمایا: ہاں۔ (ت)

امیر المومنین نے ایک آیت ستر حویں پار سے کی لی ایک آنکھوں کی اور اُن کو سیاق و احوال میں ذکر فرمایا
دوبارہ سورہ انعام کی آیتوں میں خاص وسط میں آتے چلے چھوڑ دئے۔

قل آ الذکرین حرم ام الانثیین اصا
اشتطت علیہ الارحام الانثیین نبشونی
بعلمہ ان کنتم ضد قیین۔
تم فرماؤ کیا اس نے دونوں نحر حرام کئے یا دونوں
مادہ، یا وہ جسے دونوں مادہ پیٹ میں لئے ہیں
کسی علم سے بتاؤ اگر تم سچے ہو۔ (ت)

اب یہاں کیا حکم ہوگا نبشونی بعلمہ ان کنتم ضد قیین۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ششم از شہر گنہد بریل محلہ کانکرولہ مستور محمد نور خان صاحب ۱۳۳۲ شوال ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ فجر کی نماز امام پڑھا رہا ہے اب دوسرا نمازی آیا تو شامل
جماعت ہو جائے یا اول سنت لہذا کرے، اگر مسجد چھوٹی ہے یا مسجد مسجد قلیل ہے اور رکاتوں میں امام کی آواز
آہر ہے ایسی صورت میں ادائیگی سنت کس صورت سے ہونا چاہئے، یا بلا ادائیگی سنت شامل ہو جائے اور
سنت بعد طلوع آفتاب ہونا بہتر ہے یا اول یعنی جماعت میں جو شامل ہو گیا تھا اس کے بعد؟

الجواب

اگر جانتا ہے کہ سنتیں پڑھ کر جماعت میں شامل ہو سکے گا اور صفت سے دور سنتیں پڑھنے کو جگہ ہے تو
پڑھ کر لے ورنہ بے پڑھے، پھر بعد بلندی آفتاب پڑھے، اس سے پہلے پڑھنا گناہ ہے، کان میں آواز آنے کا
اعتبار نہیں، امام اندر پڑھ رہا ہو باہر پڑھے، باہر پڑھتا ہو اندر پڑھے، مسجد کے باہر یا یک جگہ پڑھنے کو ہو تو
مسجد سے بہتر۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ششم کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بعض نمازیوں کی کسی دنیاوی ضرورت کی وجہ سے

مثلاً بازار کو خرید و فروخت کے لئے جانا ہوتا ہے تو اس کے لئے ان کی رعایت سے وقت مستحب نماز کو ترک کرنا اور اول وقت پڑھنے میں کچھ قیامت تو نہیں ہے یا امام کو وقت مستحب پر پڑھنا چاہئے مثلاً عصر کے وقت کہ بعد غروب نہ وہ مثل سایہ کے پندرہ میں منٹ کا وقفہ اذان و صلوٰۃ کے لئے دس کہ جماعت کرنے میں افضلیت تو ترک نہ ہوگی۔

الجواب

عام جماعت کو ضرورت ہو تو عرصہ نہیں ایک کے لئے جماعت منتشر کرنا یا سب کو ترک وقت مستحب کی طرف بلائے جاسے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ سیکریٹری انجمن شفیق المسلمین علامہ براہیم پورہ بریلی

بسم اللہ الرحمن الرحیم کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص بتلائے جہام کو جس سے طبایع اجتناب واجب ہے اور مسلمانانِ محلّہ اس کے دخول مسجد و استعمال غروہ سے حذر کرتے ہیں مسجد میں بغرض شرکت جماعت وغیرہ آئے سے شرعاً بغرض غائہ حرام رہا جاسکتا ہے یا نہیں؟ بدینا تو جہود

الجواب

ہاں جبکہ اس کے آئے سے مسجد میں نجاست کا ظن غالب ہو تو وجوباً اور ایسا نہ ہو صرف نفرت عام و احتمال تقیل جماعت ہو تو استحباً۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ حافظ نجم الدین گنہ نامہ بریلی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ،

(۱) ایک شخص کو غسل کی حاجت ہے اگر وہ غسل کرتا ہے تو فجر کی نماز قضا ہوتی جاتی ہے تو اس وقت اسے کیا کرنا چاہئے۔

(۲) جبکہ امام رکوع میں ہے اور ایک شخص ایک تکبیر کہہ کر شامل جماعت ہو گیا تو یہ تکبیر تحریر ہوئی یا مستنوز اس صورت میں نماز اس مقدمہ کی ہوگی یا نہیں؟

الجواب

(۱) تیمم کر کے نماز پڑھ لے لہذا غسل کر کے پھر اعادہ کرے۔

(۲) اگر اس نے تکبیر تحریر کی یعنی سیدھے کھڑے ہوئے تکبیر کی کہ ہاتھ پھیلائے تو زانو تک نہ جاسے تو نماز ہو گئی اور اگر تکبیر انتقال کی یعنی جھکے ہوئے تکبیر کی تو نماز نہ ہوئی اسے دو تکبیر کھنے کا حکم ہے تکبیر تحریر اور تکبیر انتقال، پہلی تکبیر تحریر قیام کی حالت میں اور دوسری تکبیر انتقال رکوع کو جاتے ہوئے۔ درمختار

میں ہے،

لو وجد الا مامرا كذا فكبر من حيا ان الى
القيام اقرب صبح ولغت فيه تكبيرة
الركوع : واللہ تعالیٰ اعلم
اگر کسی نے لام کو حالت رکوع میں پایا تو اس نے
جھکے ہوئے تکبیر کی اگر یہ مقتدی قیام کے زیادہ
قریب ہو تو درست ہے اور اس کی تکبیر رکوع لغو
ہو جائے گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۸۹: دو شخص ایک چٹائی ایک مصلے پر جدا جدا برابر کھڑا ہو کر ایک ہی نماز فریضہ قبل جماعت یا بعد
جماعت پڑھ رہے ہیں ان کی نماز ہو جائے گی یا نہیں؟

الجواب

نماز تو ہر طرح ہو جائے گی لیکن قبل جماعت اگر ایک الگ پڑھیں اور ایک کا حال دوسرے کو معلوم ہو اور
ان میں ایک قابل امانت ہے اس کو کوئی فہم شرعی نہ ہو تو ان پر ترکہ جماعت کا الزام ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم
مسئلہ ۹۰: از شہر ربلی محلہ باغ احمد شاہ ۲۰ ذی الحجہ ۱۳۳۸ھ

جماعت جمعہ کے اندر پہلی صفت میں دو یا تین شخص جن کی دائرہ منڈی ہوتی اور ایک شخص کی کتری ہوتی
اس نے یہ لفظ کہا کہ بزرگ لوگ پیچھے بیٹھے ہوئے ہیں وہ اگلے صفت میں آجائیں اور منڈی اور کتری ہوتی پیچھے
چلے جائیں، لہذا اس نے گناہ کیا یا نہیں، اور اگلی صفت میں منڈی ہوتی ہیں اور پیچھے صفت میں پرہیزگار اور
مشتی ہیں ان کو پہلی صفت میں لے جائیں اور منڈی ہوتی کر پیچھے بٹایا جائے یا نہیں، اور وہ لوگ جن کی دائرہ منڈی
ہوتی ہے اس مسجد کو چھوڑ کر دوسری مسجد کو نماز پڑھنے کو جاتے ہیں اور ایک کے ساتھ ایک یا دو دائرہ منڈی والے بھی
جاتے ہیں اس بات کو ان لوگوں نے نہایت ناگوار معلوم کیا۔

الجواب

دائرہ منڈی کرنا حرام ہے اور اس کے ترکہ فاسق ان کو تعظیم ہدایت کی جائے، بہتر یہ ہے کہ امام
کے قریب دانشور لوگ ہوں، حدیث میں فرمایا:

لیبدنی منکم اولوا الاحلام والنہی۔
تم میں سے دانشور اور عقلمند لوگوں کو میرے قریب
ہونا چاہئے۔ (ت)

۴۴/۱	مطبوعہ مطبع مجتہائی دہلی	فصل واذ اراد الشروع فی الصلوۃ	سنة ورمختار
۱۸۱/۱	قدیری کتب خانہ کراچی	باب تسویۃ الصفوف	سنة صریح مسلم

اور وہی دانشور ہے جو متقی ہو، متقیوں کو چاہئے تھا کہ یہی پہلے آئے کہ سب سے اول میں جگہ پاتے اب کروہ دوسری قسم کے لوگ پہلے آگئے تو انہیں مناسب ہے کہ متقیوں کے لئے جگہ خالی کر دیں ورنہ انہیں ہٹانے کی کوئی وجہ نہیں خصوصاً جبکہ سبب فتنہ ہوا حال میں ہدایت نرمی سے چاہئے کہ سختی سے ضد نہ ہٹے واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۹۹ از شہر بانس منڈی مسئلہ محمد جان بیگ ۱۰ محرم الحرام ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص پانچوں وقت کی نماز ادا کرتا ہے اور صوم و صلوٰۃ کا بھی پابند ہے مگر مسجد میں قہر تہی وقت کی نمازی ظہر و عصر و مغرب پانی عشاء و فجر کی اپنے مکان پر تنہا پڑھتا ہے اور وہ جہنمائی میں پڑھنے کی یہ ہے کہ بعد نماز عشاء و فجر کے وظیفہ میں زیادہ وقت لگتا ہے اور قرآن عظیم کی تلاوت بھی کرتا ہے تنہا پڑھنے میں ملحدہ کوئی حرج تو نہیں؟

الجواب

پانچوں وقت کی نماز مسجد میں جماعت کے ساتھ واجب ہے ایک وقت کا بھی بلا مذکر ترک گناہ ہے وظیفہ و تلاوت باعث ترک نہیں ہو سکتے فرض مسجد میں باجماعت پڑھ کر وظیفہ و تلاوت مکان پر کسے ورنہ صورت مذکورہ فسق و کبیرہ ہے خان کل مصفیۃ بالاعتقاد کبیریۃ و کل کبیۃ فسق (ہر صغیر و گناہ کا محمول اسے کبیرہ بنا دیتا ہے اور ہر کبیرہ گناہ فسق ہے۔ تاحیث میں ہے ظلم اور کفر نفاق سے ہے۔ یہ بات کہ آدمی اللہ کے سادے یعنی توذن کو پکارتا ہے اور حاضر نہ ہو وہ وظیفہ و تلاوت کہ جماعت و مسجد سے روکیں وظیفہ و تلاوت نہیں بلکہ ناجائز و مصیبت۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۰۰ از اسیریاں محلہ سادات ضلع فتح پور مسئلہ حکیم سیدہ نعمت اللہ صاحب ۲۳ محرم ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جماعت ثانیہ میں اقامت کی جلتے یا نہیں اور جماعت ثانیہ میں امام کو نہر سے جہری نماز میں قرأت کرنی چاہئے یا جماعت اولیٰ کے لوگ بوسختیں پڑھ رہے ہوں ان کے خیال سے بلائے نام آواز سے پڑھتے تاکہ دوسروں کی نماز میں ذہن نہ منتقل ہو جو حکم شرعی ہوا ادا فرمایا؟

الجواب

جماعت ثانیہ کے لئے عادیۃ اذان ناجائز ہے تکبیر میں حرج نہیں اور اس کا امام نماز جہری میں بعد رجاعت جماعت جہر کرے گا اگرچہ اور لوگ سفیض پڑھتے ہوں واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۰۱ شہر گنہ محلہ لودھی ٹاؤن مسئلہ حبیب اللہ خاں صاحب ۲۹ محرم ۱۳۳۹ھ

(۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید و بکر باہم رشتہ دار ہیں دونوں میں خانگی معاملہ میں مع دیگر رشتہ داران زید و بکر عرصہ سے نا اتفاقی ہے اور زید و بکر دونوں شریک ہو کر ایک جماعت میں ہمیشہ

نماز پڑھتے ہیں، امام صاحب سے کسی کو کچھ کدورت نہیں ہے اب اہل محلہ زید وکر سے کہیں کہ تم دونوں باہم میل کرو، بجز یہ جواب دے کہ ہم باہم رشتہ دار ہیں یہی میل کرنے میں کچھ انکار نہیں ہے مگر اس معاملہ میں دیگر رشتہ دار واما و بھائی حقیقی وغیرہ بھی شریک ہیں جن کے ساتھ زید کو مع دیگر رشتہ داران ناراضگی ہے ان کی موجودگی کی بھی ضرورت ہے۔ اُس وقت پورا میل ہو سکتا ہے تنہا میل کرنے میں دیگر رشتہ دار کو کچھ سے رنج ہو جائے گا بغیر ان کی موجودگی کے میل ناممکن ہے، یہ جواب بکر کا چند اشخاص کو ناگوار معلوم ہوا اور اُن اشخاص نے ناخوش ہو کر بکر سے کہا کہ اگر تم اس وقت ہمارے کہنے سے میل نہیں کرو گے تو ہم جماعت میں شریک نہیں ہونے دیں گے ہر طرح پریشانی کریں گے لہذا اس بنا پر ایک شخص نے مسجد میں وقت نماز اعلان کیا کہ زید وکر میں باہم رنج ہے جب دو شخص ایسے جن میں رنج ہے وہ شریک جماعت ہوں تو پوری جماعت کی نماز نہیں ہوتی ہے اور نہ دعا اس جماعت کی قبول ہوتی ہے اور صحت بکر کو یہ کہہ کر جماعت سے علیحدہ کر دیا، تو یہ عمل ان اشخاص کا جائز ہے یا ناجائز، اگر ناجائز ہے تو علیحدہ کر دینے والوں کو شرع شریف کا کیا حکم ہے؟

(۲) سوال بصورت حال مندرجہ بالا جو اشخاص وقت نماز جماعت سے علیحدہ کر دیں ان کے واسطے شرع شریف کا کیا حکم ہے؟

الجواب

(۱) اس صورت میں اُس کو جماعت سے علیحدہ کرنا جائز نہیں اور یہ کہنا محض باطل ہے کہ جس جماعت میں دو شخص آپس میں رنج رکھتے ہوں نماز نہیں ہوگی اور یہ بھی غلط محض ہے کہ وہاں دعا قبولی نہیں ہوگی، ہاں باہم اہلسنت کے اتفاق رکھنے کا حکم ہے اور دو بھائیوں میں کسی دینی وجہ سے قطع مراسم میں دن سے زیادہ حرام ہے اور جو باہم موافقت کی طرف سبقت کرے گا وہ جنت کی طرف سبقت کرے گا اور جس سے اُس کا بھائی معافی چاہے گا اور وہ بلا غش و بثر شری معاف نہ کرے گا تو حدیث میں فرمایا کہ اسے روز قیامت حرجن کوثر پر میرے پاس حاضر ہونا نصیب نہ ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) بلا وجہ شرعی کسی مسلمان کو جماعت سے علیحدہ کرنا ظلم شدید ہے اس میں حق اللہ کا بھی مواخذہ ہے اور حق العبد کی بھی گرفتاری تو یہ بھی کریں اور ان لوگوں سے معافی بھی چاہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ از شہر تکریم سفر علی شاہ مستولہ مولوی احمد بخش صاحب ۲ صفر ۱۳۲۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نماز عشا کے واسطے (۱۰۸) بچے وقت مقرر کر لیا گیا کچھ انستقر کے دوسرے کے اُس وقت جماعت کھڑی ہو جائے گی کل شب میں ۱۴ آدمی دروازے پر مسجد کے کھڑے تھے پانچ سات کو وضو کرنا تھا دو تین کرچے تھے یہ سب ایک مسئلہ پر ذکر کر رہے تھے جماعت کی تکبیر والے نے ان سب کو

نہیں بلایا نماز شروع کر دی، آیا بلا یا انتظار واجب تھا یا نہیں؟

الجواب

اگر اذان کے بعد انتظار بقدر مسنون کر لیا گیا ہو پھر زیادہ انتظار کی حاجت نہیں اور اگر وقت میں وسعت ہو اور حاضرین پر گراں نہ ہو تو جو آگئے ہیں اُن کے وضو کا انتظار کر لینا بہتر، اذان کے بعد غیر مغرب میں بحال سب وسعت وقت اتنا انتظار مسنون ہے کہ کھانے والا کھانے سے فارغ ہو جائے جسے قضاے حاجت کرنی ہے اس سے فراغ پائے اور طہارت وضو کر کے آجائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۹۰۲ از موند یا جاگیر ضلع بریلی مسئلہ عید الفصح ۵ صفر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کے یہاں پانچ آدمی ہیں اور سب کلام مجید خواں اور نمازی ہیں، ایک روز زید نے وقت عشا پر برتنائی مکان اپنے گھر نماز ادا کی ہو جو حاضر نہ ہوئے مسجد کے زید کا مع اس کے برادران اور اہل خانہ حق پانی بھنگی ہشتی، حدیثی جگہ کلام والوں کو اس سے بند کر دیا اور پانچ دن سے بند ہے یعنی کم صفر سے ۵ صفر تک، حالانکہ زید نماز کے لئے کوئی عذر وجیلہ نہیں کرتا بلکہ ہر مجبوری کے حاضر نہیں ہے، آیا زید اس سزا کا مستوجب تھا یا نہیں، اگر دتھا تو سزا دہندگان کو کیا کرنا چاہئے؟

الجواب

اگر واقعی مکان تنہا تھا اور تنہا چھوڑ کر آنے میں اندیشہ تھا تو یہ عذر قابل قبول ہے اور ایسی حالت میں سزا دینا ظلم ہے، اور اگر کوئی غلطی نہ ہو بلا عذر جماعت چھوڑے تو شرعاً قابل سزا ہے واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۹۰۳ از موند یا جاگیر ضلع بریلی مسئلہ عید الفصح ۵ صفر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کو مرض جذام سے سال گزشتہ میں ڈاکٹر نے مرض مذکور کی تصدیق کر دی ہے اب ناخوش و غیور کے دیکھنے سے مرض کی شدت کا ثبوت ہوتا ہے چونکہ زید مسجد میں آکر وضو کرتا ہے جس سے بعض اشخاص تنفر کرتے ہیں بلکہ مسجد میں نماز پڑھنے سے جماعت سے احتراز کرنا چاہتے ہیں اور اکثر مقتدیایں کا عزم ہے کہ زید اگر جماعت میں شامل ہو گا تو ہم گھر پر نماز پڑھ لیا کریں گے یہی صورت مسلمانوں کو کیا کرنا چاہئے، آیا زید کو مسجد سے روک دینا چاہئے یا لوگوں کو گھر پر نماز پڑھ لینا اور کبھی کبھی خود بھی نماز پڑھانے کو کھڑا ہو جاتا ہے۔

الجواب

اس صورت میں زید کو چاہئے کہ نماز گھر میں پڑھے جماعت منتشر نہ کرے، اور اس کی امامت کر دے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۹۵۵ از محلہ سندھ اگر اس مسئلہ شمس الہدی صاحب طالب علم مدرسہ منظر الاسلام ۱۲ صفر ۱۳۳۹ھ حضور اس مسئلہ میں کیا ارشاد فرماتے ہیں کہ کوئی شخص ایسا ہو کہ وہ باقی کے مدرسہ میں پڑھتا ہو اور ان کے اقبال بھی جانتا ہے اور پھر وہ باقی کے مکان میں رہتا ہے اور اس کے یہاں کھانا کھاتا ہے تو اس صورت میں اسے اہلسنت کی غازی جماعت میں کھڑا ہونے میں یا نہیں اور اگر کھڑا ہوگا تو فصل لازم آئے گا یا نہیں؟

الجواب

اگر وہ باہر کے عقائد سے واقف ہو کر انہیں مسلمان جانتا ہے تو خود صفت میں اس کے کھڑے ہونے سے فصل لازم آئے گا اور صفت قطع ہوگی اور قطع صفت حرام ہے۔

قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صفت قطع نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے صفت صفا قطعہ اللہ علیہ کو کاٹا اسے اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے کاٹ دے گا۔

اور اگر وہ باہر کو کافر جانتا ہے تو ان سے میل جول کے باعث جس میں سب سے بدتر ان سے پڑھتا ہے سخت فاسق ہے امامت کے قابل نہیں نماز اس کے پیچھے مکروہ تحریمی ہوگی مگر صفت میں اس کے کھڑے ہونے سے صفت قطع نہ ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۹۵۶ مولوی عبد اللہ صاحب بہاری مدرسہ منظر الاسلام محلہ سوداگران بریل ۹ صفر ۱۳۳۹ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک جماعت میں چار صنفیں ہیں، صفت اول میں کسی مقتدی یا امام کا وضع جاتا رہتا تب وہ مقتدی یا امام باہر کس طرح آسکتا ہے کیونکہ درمیان میں تین صنفیں ہیں جو شانہ سے شاد طے ہیں اور مقتدی کی جو جگہ خالی ہے اس کے واسطے کیا حکم ہے؟

الجواب

مقتدی جس طرف جگہ پائے چلا جائے، یونہی امام دوسرے کو خلیفہ بنا کر اب مطلقوں کا سامنا سامنا نہیں کر امام کا سترو سب کا سترو سب اور مقتدی کی جو جگہ خالی رہی کوئی نیا آنے والا اسے بھڑکے یا یونہی رہنے دے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۹۵۷ از شہر محلہ باغ احمد علی خاں مسئلہ نیاز احمد صاحب ۲۴ صفر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مشرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک محلہ میں دو گروہ آباد ہیں دیوبندی و سنی حنفی، اس محلہ کی مسجد میں دو دو جماعتیں ہوتی ہیں پہلی جماعت دیوبندی فرقہ کی ہوتی ہے۔ دوگہ مذہب

کی وجہ سے مغرب اور فجر کی نمازیں دیر کر دیتے ہیں اس میں جماعت (نماز) قضا ہونے کا اندیشہ ہے اگر سستی اپنی جماعت پہلے کرنا چاہتے ہیں تو وہ لوگ فساد پر آمادہ ہوتے ہیں ایسی حالت میں سستیوں کو کیا کرنا چاہئے ؟
بیّنوا توجروا۔

الجواب

عین اُن کی جماعت ہونے کی حالت میں سستی اپنی جماعت کر سکتے ہیں کہ نہ اُن کی جماعت جماعت ہے نہ اُن کی نماز نماز۔ واللہ تعالیٰ اعلم
مسئلہ از شہر مبارک ضلع شرقی افریقہ مکان حاجی کا سمانہ سنز مسئلہ حاجی عبداللہ حاجی یعقوب
۲۶ رمضان ۱۳۲۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امام نماز پڑھتا ہے جماعت کا بعد دو سو سے آدمی امام شافعی علیہ الرحمۃ کے مقلد آئے اور صحن میں جماعت پڑھانے لگے اسی طرح دو جماعت ایک مسجد میں ساتھ ادا کرنا جائز ہے یا نہیں اور صحن میں ایک امام نماز پڑھا رہا ہے مقلد شافعی کے ہاں مسبوق کے ساتھ اقتدا کرنا جائز ہے اسی طرح نماز جماعت سے پڑھتے ہیں اور امام آیا اور تکبیر ہوئی اور جماعت کھڑی ہوئی اسی طرح دو جماعت ایک مسجد میں پڑھنا جائز ہے یا نہیں ؟ بیّنوا توجروا

الجواب

ایک مسجد میں ایک فرض کی دو جماعتیں ایک ساتھ قضا کرنا بلا وجہ شرعی ناجائز و ممنوع ہے لیکن ایک جماعت حنفیہ کی امام حنفی کے پیچھے ہو اور دوسری شافعیہ یا مالکیہ یا حنبلیہ کی اپنے ہم مذہب امام کے پیچھے ہو اس میں حرج نہیں جس طرح عربین شریعت میں معمول ہے کہ رجز شرعی سے ہے مسبوق کی اقتداء ہمارے مذہب میں باطل ہے اگرچہ وہ مسبوق شافعی الذہب ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ از موضع دھرم پور ضلع بلند شہر رگنہ ڈبائی کوٹلی نواب صاحب مسئلہ عبدالرحیم ۲۸ رمضان ۱۳۲۹ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نماز باجماعت ہو چکی، بعد میں دو چار آدمی فراہم ہو گئے اور جماعت سے رہ گئے تو وہ آپس میں مل کر نماز جماعت سے پڑھ سکتے ہیں یا نہیں، کیونکہ اکثر ایسا دیکھا گیا تھا اب ایسا معلوم ہوا ہے کہ اول جماعت کے بعد پھر جماعت سے نماز پڑھنا موجب ثواب نہیں بلکہ عذاب ہے لہذا جو حکم شریعت ہوا اس سے آگاہ فرمائیے بیّنوا توجروا۔

الجواب

جو مسجد کسی محین قوم کی نہیں جیسے بانار یا سرا یا استیشیش کی مسجدیں، اُن میں تو ہر جماعت جماعتِ اذنی ہے

ہر جماعت کا امام اسی محل قیام امام پر محراب میں کھڑا ہو کر امامت کرے بلکہ افضل یہ ہے کہ ہر جماعت جدید اذان سے ہو۔ ہاں مسجد محلہ میں جس کے لئے امام و جماعت معین ہیں اسے اعتماد پر کرم اپنی جماعت دوبارہ کر لیں گے بلا عذر شرعی مثل بد مذہبی امام وغیرہ جماعت اولیٰ کا قصد ترک کرنا گناہ ہے اور اگر امام کے ساتھ اہل محلہ کی جماعت ہو گئی اور کچھ لوگ اتفاقاً یا عذر صیح کے سبب رو گئے تو ان کو اذان جدید کی اجازت نہیں اور محراب میں قیام امام کی جگہ ان کے امام کو کھڑا ہونا مکروہ ہے اذان دوبارہ نہ کریں اور محراب سے ہٹ کر جماعت کریں یہی افضل ہے اسے جو موجب مذاب بتاتا ہے غلط کہتا ہے کما حقہ تعالیٰ فتاویٰ (جیسا کہ ہم نے اپنے فتاویٰ میں اس کی تحقیق کی ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۹۱ از مدرسہ اہلسنت منظر بسدوم بریلی مسئلہ عبداللہ مدرس ۳ شوال ۱۳۳۹ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک صفت پر دریا چار شخص علیحدہ علیحدہ فرض پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

اگر جماعت کر سکتے ہوں تو ترک جماعت نہ کریں یا فضیوں سے مشابہت نہ کریں اور اگر یہ جماعت جماعت اولیٰ ہے جب تو اس کا ترک گناہ اور ناجائز ہے مگر نماز سب کی بہر حال ہو جائے گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۹۲ از گورکھپور محلہ دعویٰ مسئلہ سعید الدین ۹ شوال ۱۳۳۹ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں؟

- (۱) جماعت کے لئے تعین وقت گھڑی سے جائز ہے یا نہیں؟
- (۲) امام کو کسی مقتدی کے لئے جو ممبر مسجد و میر محلہ ہو اور سیدہ ہو باوجود گزر جانے وقت معین گھڑی کے جماعت کے لئے انتظار کرنا درست ہے یا نہیں؟
- (۳) امام کے نزدیک تمام مقتدیوں کی عزت برابر ہونی چاہئے یا نہیں؟
- (۴) ایک مقتدی کو جو ممبر مسجد و میر محلہ اور سیدہ ہو دوسرے مقتدی پر فوقیت ہے یا نہیں؟
- (۵) اگر کوئی مقتدی سنت مستحب نماز پڑھتا ہو تو اس کی سنت ختم ہونے تک امام کو انتظار کرنا چاہئے یا نہیں، سنت مذکورہ کی تعلیف کیا ہے؟
- (۶) کسی مقتدی کا بوجہ اس کی امارت اعزاز کے باوجود تعین وقت گھڑی و ضرورت صفت کا انتظار کرنا جائز ہے یا ناجائز؟

(۷) امام کا کہنا کہ ہم کو مقتدیوں کے انتظار کی ضرورت نہیں بلکہ مقتدیوں کو امام کے انتظار کی ضرورت ہے صحیح ہے یا نہیں؟

(۸) امام کو وقت معین گھڑی پر آنا جائز ہے یا نہیں؟

(۹) امام کا کہنا کہ گھڑی کا معین صرف غزوہ کی اذان کے لئے ہے جماعت کے لئے نہیں درست ہے یا نہیں؟

(۱۰) باوجود تعین وقت گھڑی امام کا کہنا کہ جب امام نماز کے لئے کھڑا ہو جاتے وہی وقت نماز کا ہے درست ہے یا نہیں؟

(۱۱) مقتدیوں کا پیش امام سے جو کہ وقت معین پر نماز پڑھاتے ہوں کہنا کہ آپ وقت معین سے ۲-۳-۱۰ منٹ پہلے تشریف لائیے درست ہے یا نہیں؟

(۱۲) امام کا کہنا میں شریک نہ آؤں گا درست ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔
الجواب

(۱) جائز ہے، واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) درست ہے جبکہ حاضرین پر گراں نہ ہو اور وقت وسیع ہو واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۳) جس کو دینی عزت نامہ ہے ہر مسلمان کے نزدیک زائد ہے اُس کی دُعا رعایت کی جائے گی جو دوسرے کا نہ ہوگی جب تک کوئی حرج شرعی لازم نہ آئے، واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۴) ہے مگر نہ ایسی کہ اس کی ذاتی رعایت اوروں پر باعث بار ہو اور عین نماز میں کسی معین کی رعایت جائز نہیں مثلاً امام رکوع میں ہے اور کوئی شریک ہونے کو آیا اگر امام نے نہ پہچانا تو اس کے لئے رکوع میں بعض تسبیحیں زائد کر سکتا ہے جس میں وہ شامل ہو جائے کر یہ دین میں اعانت ہے لیکن اگر پہچانا کہ فلاں ہے اور اس کی خاطر سے زائد کرنا چاہے تو جائز نہیں دیکھو علیہ السلام عظیم (اس کے ذرا چاہئے یہ بہت بڑا معاملہ ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۵) انتظار کر سکتا ہے اگر وقت میں وسعت ہو اور اوروں پر گراں نہ ہو۔ سبب مرکبہ وہ امر دینی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمیشہ کیا مگر نادان یا کبھی ترک نہ فرمایا مگر اتفاق سے کسی نے ترک کیا تو اس پر انتظار بھی نہ فرمایا، واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۶) اس کا جواب ۵ کے مطابق ہے مگر خاص اُس کی مالدار کی سبب رعایت کی اجازت نہیں لیکن اُس حالت میں کہ رعایت ذکر کرنے سے فتنہ ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۷) مقتدیوں کو امام کا انتظار چاہئے امام کو تا حد وسعت مقتدیوں کا انتظار چاہئے۔ حدیث میں ہے،

لوگ جملہ جمع ہو جاتے تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جملہ نماز پڑھ لیتے اور لوگ دیر میں آتے تو تاخیر فرماتے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۸) جائز کیا بلکہ مناسب ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۹) تعیین وقت جماعت ہی کے لئے کی جاتی ہے، لوگ جب وقت معین پر آجائیں تو امام کو بلا ضرورت زیادہ دیر لگانے کی اجازت نہیں کہ وجہ ثقل و باعث نفرت جماعت ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۱۰) جب وقت معین ہو چکا تو اس کے بعد دیر کر کے امام کا نماز پڑھانا اس کا حکم ابھی سوال سابق میں عذرا اور اس سے پہلے جملہ ی کر کے پڑھ لینا باعث تفریق جماعت ہوگا اور وہ بلا ضرورت جائز نہیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۱۱) پیشتر کی استدعا فضول ہے یہ استدعا کریں کہ وقت معین پر تشریف لویا کیجئے واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۱۲) اگر پیشتر آنے سے انکار ہے تو بیجا نہیں، امام انتظار کے لئے نہیں بنایا گیا واللہ تعالیٰ اعلم۔
مسئلہ از چاند پارہ ڈاک خانہ شہرت لکھی ضلع بستی مسئلہ محمد یار علی نائب مدرس ٹریننگ اسکول
۱ ذی الحجہ ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں ملائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر امام کو مقتدی کی صف کے آگے کھڑا ہونے کی جگہ نہیں ہے تو امام صفت مقتدی میں کس صورت سے کھڑا ہو، آیا امام مقتدی سے کچھ امتیاز کے واسطے آگے کھڑا ہو یا مقتدی امام کی دونوں جانب یعنی دہنی بائیں امام کے پیر کے برابر کھڑے ہوں؟ جلیو اتوجروا
الجواب

جب صرف ایک مقتدی ہو تو سنت یہی ہے کہ وہ امام کے برابر دہنی طرف کھڑا ہو مگر اس کا لحاظ فرض ہے کہ قیام، قعود، رکوع، سجود کس حالت میں اس کے پاؤں کا لگنا امام کے گئے سے آگے نہ بڑھے۔ اسی احتیاط کے لئے امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ فرماتے ہیں کہ یہ اپنا پنچہ امام کی ایڑی کے برابر رکھے اور اگر دو مقتدیا ہوں تو اگرچہ سنت یہی ہے کہ پیچھے کھڑے ہوں، پھر بھی اگر امام کے دہنے بائیں برابر کھڑے ہو جائیں گے حرج نہیں مگر دوسرے زیادہ مقتدیوں کا امام کے برابر کھڑا ہونا یا امام کا صفت سے کچھ آگے بڑھا ہونا کہ صفت کی قدر جگہ نہ چھوٹے یہ ناجائز و گناہ ہے نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہوگی، اگر مقتدیوں کی کثرت اور جگہ کی قلت ہے یا ہم صفوں میں فاصلہ کم چھوڑیں کھلی صف اٹل صفت کی پشت پر سجدہ کرے اور امام کے لئے جگہ بقدر ضرورت پوری چھوڑیں اور اگر اب بھی امام کو جگہ ملنا ممکن نہ ہو نہ ان میں کچھ لوگ دوسری جگہ نماز کو جا سکیں مثلاً معاذ اللہ کسی ایسی کو بٹھری میں مجبوس ہیں جس کا عرض جانب قبلہ گز سوا گز ہے تو یہ صورت مجبوری محض

ہے اس میں قواعد شرع سے ظاہر یہ ہے کہ جماعت کریں امام بیچ میں کھڑا ہو پھر تنہا تنہا اس کا اعادہ کریں
جماعت اقامت شعار کے لئے اور اعادہ رفع غفل کے واسطے۔ در مختار میں ہے :

كل صلاة اديت مع كراهة التحريم
تجب اعادةؤها
اسی میں ہے :

اگر امام دو مقتدیوں کے درمیان کھڑا ہو تو یہ
مکروہ تنزیہی ہے اگر دو سے زیادہ مقتدی ہوں تو
مکروہ تحریمی ہے اور یہ نہ کہا جائے کہ جماعت واجب
ہے بلکہ اسے سنت مکررہ کہا گیا ہے اور جانب نہیں
کراہت تحریمی، جانب امر میں وجوب کی طرح ہے
اور منافی سے اجتناب اور امر پر عمل سے اہم ہے۔
حدیث شریف میں ہے : اللہ تعالیٰ کے منع کردہ ایک
ذرہ کا چوڑو دینا تمام جن وانس کی عبادت سے
افضل ہے۔ کیونکہ ہم سمجھتے ہیں کہ شعار کی اقامت
ہر شے سے اہم ہے حتیٰ کہ علانے خان کھٹے صریح
محرمات پر غور و فکر کو مباح قرار دیا حالانکہ ختنہ صرف
سنت ہے۔ فتاویٰ ہندیہ میں عتایہ کے حوالے
سے کبیر کے نکتے کے بار میں یہ کہا گیا ہے کہ اگر اس کیلئے
اپنا ختنہ کرنا ممکن ہو تو خود کرے ورنہ ذکر سے مگر
اس صورت میں کہ جب اس کے لئے شادی ملے
ہو یا ایسی لڑکی خریدنا ممکن ہو جو اس کا ختنہ
کئے تو ایسا ہی کرے۔ امام کریم نے جامع صغیر

توسط الثنیں کرے تنزیہا وتحريمها
لو اکثر آھ ولا يقال الجماعۃ واجبة
بل قيل سنة مؤكدة وكراهة التحريم
في جانب النهي كالوجوب في جانب
الامر والاجتناب عن المناهی
اهم من اتيان الاوامر في
الحديث لترك ذممة ممانھی اللہ
غير من عبادة الثقلين لانا نقول
اقامة الشعائر اہم من كل شئ حتی
اها حوال اللغات وليس الا سنة صریح
المحرمات من النظر والنس قيل في
الهندية عن العتابة في
ختان الكبير اذا امكن ان
يختن نفسه فعله الا لم يفعل الا
ان يمكنه ان يتزوج او يشرى ختانة
فتختنه و ذكر الكسوف في
الجامع الصغير ويختنه

الحمامیؒ

میں فرمایا اس کا ختمہ حجام کرے۔

اقول (میں کہتا ہوں) اس کی تائید صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے اس عمل سے ہوتی ہے کہ وہ اپنے بچوں کا ختمہ بلوغت کے بعد کرتے تھے۔ درختار میں ہے کہ ختمہ کا وقت مقرر نہیں۔ بعض نے سات سال، بعض نے دس سال اور بعض نے کہا ہے کہ آخری وقت بارہواں سال ہے۔ شامی نے طحاوی کے حوالے سے اضافہ کیا ہے کہ بلوغ سے قبل ختمہ نہ کیا جائے کیونکہ اس کا مقصد طہارت ہے اور وہ بلوغ سے پہلے لازم نہیں ہوتی۔ درختار میں ہے اعتبار طہارت و وقت کا ہے اور یہ مختار ہے۔ شارح شامی نے فرمایا یعنی یہی قتل و الش کے زیادہ قریب ہے زکلیٰ اور یہ (اشیر) تصحیح کے صیغہ میں سے ایک ہے اور یہ اس صورت کو بھی شامل ہے جب بلوغ کے بعد ہی طہارت رکھتا ہو۔ یہ بھی نہیں کہا جاسکتا کہ تین تین الگ ہو کر نماز ادا کریں اور امام ہر دو کی امامت کرائے تجماعت حاصل کر لیں گے اور کراہت سے بچ جائیں گے کیونکہ ہم کہتے ہیں کہ شریعت ظاہر میں جماعت مافروہ

اقول ویؤیدہ ما عن الصحابة رضي الله تعالى عنهم انهم كانوا لا يختصوا اولادهم الا بعد البلوغ وقال في الدر وقتہ غیر معلوم وقيل سبع سنين كذا في التتبع وقيل عشر وقيل اقصاه اثنتا عشرة سنة مراد الشامي عن الطحاوي وقيل لا يختص حتى يبلغ لانه للطهارة ولا تجب عليه قبله قال في الدر وقيل العبرة بطهارة وهو الاشبه قال شامی بالفقه نریطی وھذا من صیغہ التصحیح اھ فشمیل اذا لم یطو الا بعد البلوغ لا یقال فلیحصل ثلثة ثلثة تترى یوم کل اثین امام فالجماعة یحترزون وعن الکراہة یحترزون لانا نقول لا اصل فی الشریعة الطاہرة لتفریق الجماعة الحاضرة و لھرضن اللہ بہ للمساہین وھم فی نحو العد و فما ظنک بسائر الاحوال ھذا

۳۵۷/۵	مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور	۳۵۷/۵	مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور	۳۵۷/۵	مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور
۳۴۹/۲	مطبوعہ مجتبیٰ دہلی	۳۴۹/۲	مطبوعہ مجتبیٰ دہلی	۳۴۹/۲	مطبوعہ مجتبیٰ دہلی
۵۳۰/۵	مصطفیٰ ابابائی مصر	۵۳۰/۵	مصطفیٰ ابابائی مصر	۵۳۰/۵	مصطفیٰ ابابائی مصر
۳۵۰/۲	مطبوعہ مجتبیٰ دہلی	۳۵۰/۲	مطبوعہ مجتبیٰ دہلی	۳۵۰/۲	مطبوعہ مجتبیٰ دہلی
۵۳۰/۵	مصطفیٰ ابابائی مصر	۵۳۰/۵	مصطفیٰ ابابائی مصر	۵۳۰/۵	مصطفیٰ ابابائی مصر

ملہ فتاویٰ ہندیہ الباب التاسع عشر فی الختان الخ

ملہ درختار مسائل کشتی

ملہ رد المحتار

ملہ درختار

ملہ رد المحتار

ماظہری و عند ربی علم حقیقۃ حلال
حال۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

پسند نہیں کیا تو دیگر حالات میں یہ کیسے ہو سکتا ہے، یہ بات مجھ پر آشکار ہوئی ہے تعینت حال کا علم میرے
رب کریم کے پاس ہے۔ واللہ تعالیٰ اعظم (ت)

۲۲؎ از غازی پور محلایاں پورہ مرسلہ منشی علی بخش صاحب محرر دفتر جی غازی پور
۱ ذی القعدہ ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علامہ دیوبند مفتیان شرعیات میں،

(۱) ایک مسجد میں دو تین جماعتوں کا یکے بعد دیگرے ہونا کیسا ہے، چاہتے یا نہیں؟

(۲) کراہت جماعت ثانیہ میں آپ کی کیا تحقیق ہے؟

(۳) ایک مسجد میں ایک ہی وقت دو تین آدمیوں کا فردا فردا فرض پڑھنا کیسا ہے؟

(۴) اور اگر فردا فردا چند شخص فرض پڑھیں تو نماز برپا ہے گی یا نہیں؟

الجواب

(۱) مسجد دو قسم ہے ایک مسجد عام جسے کسی خاص محلہ سے خصوصیت نہیں جیسے مسجد جامع یا بازار یا سرا یا
السٹیشن کی مسجد اور دوسری مسجد محلہ کہ ایک محلہ خاص سے اختصاص رکھتی ہو اس کی معمولی جماعت معین ہے اگرچہ
کچھ راہگیر یا مسافر بھی متفرق اوقات میں شریک ہو جایا کریں، اور یکے بعد دیگرے چند جماعتیں کہنے کی بھی دو صورتیں
ہیں، ایک یہ کہ جماعت موجودہ کے دو یا چند حصے کر دیں، جب ایک حصہ کر لے تو دوسرا کرے۔ دوسرے یہ کہ
وہ حاضر ہوا پڑھ گیا دوسرا اس کے بعد آیا یہ اب جماعت کرتا ہے تو وہ جماعت کی پہلی صورت بلا ضرورت شرعیہ
مطلقاً حرام ہے خواہ مسجد محلہ ہو یا مسجد عام، ہاں بضرورت جائز ہے جیسے صلوٰۃ الخوف میں، رہا یہ کہ مسجد میں
کوئی بے مذہب گمراہ یا فاسق مصلیٰ یا قرآن مجید کا غلط پڑھنے والا امامت کرتا ہے کچھ لوگ براہ جہل یا تعصب
اُس کے پیچھے پڑھتے ہیں دوسرے لوگ اُس کے روکنے پر قادر نہیں یہ اس کی اقتدا سے باز رہتے ہیں اور اُس
کے فرائض کے بعد اپنی جماعت جدا کرتے ہیں جس کا امام سب جہادوں سے پاک ہے یہ صورت مطلقاً حرام بلکہ
شرعاً مطلوب ہے مسجد عام ہو خواہ مسجد محلہ۔ اور قعدہ جماعت کی صورت ثانیہ کہ یہ گروہ پہلی جماعت کے
وقت حاضر نہ تھا یہ مسجد عام میں مطلقاً جائز و مطلوب ہے یہاں تک کہ گناہوں میں تصریح ہے کہ بازار وغیرہ
کی عام مسجد میں افضل یہ ہے کہ جو گروہ آتا جائے نئی اذان نئی اقامت سے جماعت کرے سب جماعتیں
جماعت اولیٰ ہوں گی کما فی فتاویٰ الامام قاضی خاں وغیرہ (جیسا کہ فتاویٰ امام قاضی خاں وغیرہ

میں ہے۔ ت) اور مسجد محلہ میں بھی اگر پہلی جماعت کسی غلط خزاں یا بد مذہب یا مخالفت مذہب نے کی یا بے اذان دیے ہوئی یا اذان آہستہ دی گئی دوسری جماعت مطلقاً جائز و مطلوب ہے اور اگر ایسا نہیں بلکہ اہل عسکرتہ موافق الذہب شیعہ صالح صحیح خزانہ امام کے پیچھے باعلان اذان کہہ کر پڑھ گئے اب باقی ماندہ آئے تراغیض دوبارہ اذان کہہ کر جماعت کرنی مکروہ تحریمی ہے اور بے اذان دیکھ کر اب جماعت اولیٰ میں امامت کرنی مکروہ تنزیہی اور اگر محراب بدل دیں تو اصل کراہت نہیں۔ اس مسئلہ کی تفصیل تمام فقیر نے اپنے فتاویٰ میں ذکر کی۔

(۲) اس کا جواب جواسیاقول میں آگیا۔

(۳) اگر ان میں کوئی شرعی نیت سے قابل امامت ہو اور دانستہ بلا وجہ شرعی ترک جماعت کریں تو گنہگار ہوں گے اگرچہ نماز ہو جائے گی، اور نادانستہ ہو یعنی ایک شخص فرض پڑھ رہا ہے دوسرا آیا اسے معلوم نہیں کہ یہ فرض پڑھ رہا ہے اس نے بھی فرض کی نیت الگ باندھ لی اسی طرح تیسرا آیا اس نے بھی فرض کی نیت باندھ لی یا ان میں کوئی قابل امامت نہیں تو مرجع نہیں۔

(۴) نماز ہو جاتی ہے مگر ترک جماعت سے گناہ ہوتا ہے بلکہ کوئی مذہب شرعی نہ ہو۔

مسئلہ ۹۲۸ صفر ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امام کے انتظار میں وقت میں تاخیر کرنا مقتدیوں کو درست ہے یا نہیں؟ بیٹھا تو جودا

الجواب

وقت کراہت تک انتظار امام میں ہرگز تاخیر نہ کریں، ہاں وقت مستحب تک انتظار باعث زیادت اجرو تحصیل افضلیت ہے پھر اگر وقت طویل ہے اور آخر وقت مستحب تک تاخیر حاضرین پر شاق نہ ہوگی کہ سب اس پر راضی ہیں تو جہان تک تاخیر ہوا تا ہی ثواب ہے کہ سارا وقت احوال کا نماز ہی میں نکھا جائے گا،

وقد صحیح عن الصحابة رضى الله تعالى عنهم انتظار ما رضى الله تعالى عنهم انتظار النبي صلى الله تعالى عليه وسلم حتى مضى نحو من شطر الليل وقد اقرهم عليه النبي صلى الله تعالى عليه وسلم ، وقال انكم لن تزالوا في صلاة معايد كرام رضى الله تعالى عنهم اجمعين كما حذر اکرم صل الله تعالى عليه وسلم كايها ان تک انتظار کرنا ثابت ہے کہ رات کا کافی حصہ گزر جاتا اور نبی اکرم صل الله تعالى عليه وسلم نے ان کے اس عمل کو برقرار رکھا اور فرمایا، تم جب سے نماز کے انتظار میں ہو

ما انتظرتم الصلاة۔ وہ تمام وقت تمہارا نماز میں گزرا۔ (ت)

ورنہ اوسط درجہ تاخیر میں حرج نہیں جہاں تک کہ معاصرین پر شاق نہ ہو،

في الانفردية عن التاخير الثانية عن
المتقي للامام الحاكم الشهيد انت
تاخير المؤذن وتطويل القراءة لا ذراك
بعض الناس حرام هذا اذا كان لاهل
الدنيا تطويلا وتأخيرا يشق على الناس و
الحاصل انت التأخير القليل لا عافاة
اهل الخير غير مكرها ولا باس بان ينتظر
الامام انتظارا وسطا والله تعالى اعلم

النفردية میں تاخیر غائیہ سے امام حاکم شہید کی التفتیح
کے حوالے سے ہے کہ بعض لوگوں کی خاطر مؤذن کا
اذان کو مؤخر کرنا اور امام کا قرأت کو بجا کرنا حرام ہے
یہ تب ہے جب دنیاواروں کی خاطر ایسا کرے
اور تطویل و تاخیر لوگوں پر شاق ہو۔ خلاصہ یہ ہے
کہ اہل خیر کی اعانت کی وجہ سے کچھ تاخیر کرنے میں
کوئی کراہت نہیں لہذا امام کو اوسط درجہ سے
انتظار رکھ لینے میں کوئی حرج نہیں۔ (ت)

مسئلہ از فیض آباد مسجد مغل پورہ مسئلہ شیخ اکبر علی مؤذن و مولوی عبد الغنی

۱۹ ربیع الاخری ۱۳۲۶ھ

اگر کوئی پیر یا مولوی عربی خزاں مسجد کے قریب رہتا ہو اور اس مسجد کا منتظم ہر جماعت میں
شریک نہ ہو اور اذان وقت بے وقت ہو اور کسی نہ ہو بزرگ بلا اذان غماز پڑھ جائیں ایسا شخص جہنمگار ہے
یا نہیں؟

الجواب

ترک جماعت اور ترک ماضی مسجد کا عادی غاصق ہے اور فاسق قابل اتباع نہیں۔ واللہ
تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ از شہر جونا گڑھ محلہ کیتانہ مدرسہ اسلامیہ مدرسہ حافظ محمد حسین

۲۰ ربیع الاخری ۱۳۲۶ھ

جو شخص جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کو مستحب کے اُسی کے علمائے دین کیا کہیں گے، یہاں پر ایک
مدرسہ ہے اُسی میں توڑے عرصہ سے شور و غوغا مچا ہے اور آپ علمائے دین کی متصفی پر سب کا اتفاق ہے

صحیح البخاری باب السمر فی الفقد والخیر بعد العشاء مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۹۰۸۴/۱
مسند احمد بن حنبل مروی از مسند انس بن مالک دار الفکر بیروت ۲۶۴/۳
فی فتاویٰ القرویۃ کتاب الصلوۃ دار الاشاعت العربیۃ قندھار افغانستان ۵/۱

برائے خدام جاہلوں کو راہ راست بتائیں۔

الجواب

جماعت کو مستحب سمجھنے کے اگر یہ معنی ہیں کہ اسے واجب یا سنت مکرہ نہیں جانتا صرف ایک مستحب بات مانتا ہے تو سخت مبطل شدید غلطی ہے اور احادیث صحیحہ اور تمام کتب فقہ کے ارشاد کا مخالف ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۹۳۱ از ترسانی کاٹھیاواڑ مرسلہ احمدیہ صاحب ۲ جمادی الاخریٰ ۱۳۳۶ھ
ایک ہی مسجد میں جماعت ثانی بلا وجہ ہو سکتی ہے یا نہیں، مثلاً سو سے جماعت اول کو نہ پہنچ سکے اور بعد میں جماعت ثانی کر لے تو وہ گناہوں ہو یا شہر، شارع عام ہو یا کوہ، قائم امام ہو یا نہ ہو۔

الجواب

جو مسجد شارع یا بازار یا سرا یا اسٹیشن کی ہر کسی محلہ یا امام سے مخصوص نہیں اس میں سب جماعتیں جماعت اولیٰ ہیں جو گروہ آئے نئی اذان و اقامت سے محراب میں جماعت کرے اور جو مسجد محلہ ہے جس کے لئے امام و جماعت معین ہے اس میں جب امام پہل جماعت باعلان اذان مطابق سنت ادا کر چکا تو بعد کو جو آئیں انہیں اعادۃ اذان نابا تر ہے اور محراب میں امامت مکروہ اور بلا اعادۃ اذان محراب سے ہٹ کر ہے کو است جائز۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۹۳۲ از شہرکنہ محلہ مردہ جی ٹولہ مسئلہ بشیر الدین صاحب ۱۹ رمضان شریف ۱۳۳۶ھ
ایک محل پر دو شخص علیحدہ نماز فرض ادا کریں تو ایسی حالت میں فرض ادا ہونے پر دیا نہیں؟

الجواب

اگر ان میں کوئی امامت کے قابل ہے اور قصد ترک جماعت کیا اور یہ مسجد محلہ دہاتی یا مٹی اور یہ جماعت جماعت اولیٰ ہوتی تو جس کی طرف یہ ترک ہے وہ گنہگار جو ایک خواہ دونوں اور اگر یہ مسجد محلہ مٹی اور یہ جماعت جماعت اولیٰ نہ ہوتی تو بڑا کیا رافضیوں سے مشابہت تو قدیم سے مٹی اب دیوبندیوں ٹنگوہیوں سے بھی ہوتی اور اگر ان میں کوئی قابل امامت نہ تھا تو حرج نہیں بہر حال فرض ادا ہر صورت میں ہو جائیں گے، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۹۳۳ از ملت اٹلی تال کوہ ٹینی تال مرسلہ بروہی محمد حسین صاحب تاجر طلسمی پریس ۲۵ شوال ۱۳۳۶ھ
جماعت صرف عورتوں کی جی کا محض امام مرد جو درست ہے یا نہیں؟ اور امام کے سہو کو رد کر دیا عورت بتا سکتی ہے یا نہیں جس سے پردہ نہیں ہوتا؟

الجواب

اگر یہ جماعت مسجد میں ہو مطلقاً مکروہ ہے کہ عورات کو حاضری مسجد منع ہے اور اگر مکان ہو اور مرد کو حاضری مسجد سے کوئی عذر صحیح شرعی مانع نہیں تو مطلقاً مکروہ ہے کہ مرد پر حاضری مسجد واجب ہے اور اگر اسے عذر ہے اور جماعت میں جتنی عورتیں اس کی محرم یا زوجہ یا غیر مشتہاتہ لڑکیوں کے سوا نہیں تو مطلقاً بلاکراہت جائز ہے اور نامحرم مشتہاتہ ہیں تو مکروہ بہر حال، اگر امام کو یہ ہو تو عورت تصفیق سے اسے متنبہ کرے یعنی سیدھی حقیقی یا نین پشت دست پر مارے آواز سے تسبیح وغیرہ نہ ملے کہ مکروہ ہے۔
دُر مختار :

المراأة تصفیق لا یطعن علی بطن ولو
صفیق اذ سبحت لوقفسد وقد تروکھا
المسنة تاتارخانیة ب
عورت تصفیق سے متنبہ کرے بطن حقیقی کو بائیں حقیقی کے
باطنی پر نہ مارے، اگر مرد نے تصفیق کی یا عورت
نے تسبیح کی تو نماز فاسد نہ ہوگی البتہ دونوں نے
سنت کو ترک کر دیا، تاتارخانیہ۔ (ت)

اقول ہاں اگر امام نے قرأت میں وہ غلطی کی جس سے نماز فاسد ہو تو عورت چھوڑ کر آواز دے
بتائے گی جبکہ وہ تصفیق پر امام کو یاد نہ آجائے وذلک لان الضرورات تبیح المحظورات (اور وہ
اس نے کہ ضرورتیں مخرجات کو مباح کر دیتی ہیں۔ ت)۔ واللہ تعالیٰ اعلم
مسئلہ حکم جمادی الاخریٰ ۱۳۰۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک مسجد وال لڑکا آٹھ نو برس کا جو نماز خوب جانتا
ہے اگر تنہا ہو تو آیا اسے یہ حکم ہے کہ صفت سے دور کھڑا ہو یا صفت میں بھی کھڑا ہو سکتا ہے؟ بینوا
توجروا۔

الجواب

ضرورت مستفسرہ میں اسے صفت سے دور یعنی بیچ میں فاصلہ چھوڑ کر کھڑا کرنا تو منع ہے
فان صلاة الصبی الممیز السنی
یکون مکملہ بچے (جو نماز کو جانتا ہو) کی نماز قطعاً
یعقل الصلاة صحیحة قطعاً وقد امر
النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لبس الفرج
کیونکہ مکملہ بچے (جو نماز کو جانتا ہو) کی نماز قطعاً
صحیح ہے اور حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
نے صفوف میں غلا نہ چھوڑنے اور متصل رکھنے کا

والتراح فی الصفوف ونہی عن خلافہ
نہی شدید۔
حکم دیا ہے اور اس کے خلاف پر نہی شدید
فرمائی ہے۔ (ت)

اور یہ بھی کوئی ضروری امر نہیں کہ وہ صف کے بائیں ہی ہاتھ کو کھڑا ہو، علما اسے صف میں آنے اور
مردوں کے درمیان کھڑے ہونے کی صاف اجازت دیتے ہیں، در مختار میں ہے:

یصیف الرجال ثم الصبیان خلا عرسہ
تعد دھم فلو واحد داخل الصف
مرد صف بنائیں پھر بچے، اس کا ظاہر واضح کر دیا
ہے یہ اس وقت ہے جب بچے متعدد ہوں،

اگر اکیلا ہو تو اسے صف کے اندر کھڑا کر لیا جائے (ت)

مراقی الفلاح میں ہے:

ان لو یکن جمع من الصبیان یقوم الصبی
بیت الرجال
اگر بچے زیادہ نہیں تو ایک بچے کو مردوں کی
صف میں کھڑا کر لیا جائے۔ (ت)

بعض بے علم جو یہ ظلم کرتے ہیں کہ داخل نماز ہے اب یہ آئے تو اسے نیت بندھا ہوا
ہٹا کر کنارے کر دیتے اور خود بچی میں کھڑے ہو جاتے ہیں یہ محض جہالت ہے، اسی طرح یہ خیال کہ
داخل نماز ہو تو مرد کی نماز نہ ہوگی غلط و خطا ہے جس کی کچھ اصل نہیں۔ فتح القدیر میں ہے:

اما صحاح اقا الامرہ فصرح الکل بعدہ
افسادہ الا من شذ ولا تمسک لہ
فی الروایۃ ولا فہ الدرایۃ
ملخصاً۔
امرد کا محاذی ہونا فساد نماز کا سبب نہیں،
اس مسئلہ پر تمام فقہانے تصریح کی ہے البتہ
شاذ و نادری طور پر کچھ لوگوں نے اس کی مخالفت
کی سہان کے لئے نزدیک کوئی دلیل نہ درایت۔

مخلصاً (ت)

واللہ تعالیٰ اعلم وعلیہ جل مجدہ اتم و احکم۔

مشتملہ از کلمتہ و حرمت تلاوت مرسلہ جناب مرزا اعظم قادری بیگ صاحب ۲۶ صفحہ المظفر ۱۳۱۲ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ آپ نے پہلے میرے سوال کے جواب میں تحریر فرمایا

لہ در مختار باب الامامۃ مطبوعہ مطبع مجتہدی دہلی ۸۳/۱
لہ مراقی الفلاح مع حاشیۃ الطحاوی فصل فی بیان الاحق بالامامۃ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی ص ۱۶۸
لہ فتح القدیر باب الامامۃ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکس ۱۳۱۲/۱

تھا کہ امام کے برائے مقتدی ہو جائیں گے تو نماز مکروہ تحریمی ہوگی، ایک حافظ صاحب کہ آدمی ذی علم ہیں وہ کہتے ہیں کہ جناب مولوی صاحب نے جو زوال دیا ہے وہ درخت کے تن سے نہیں بلکہ شرع سے ہے اور چلتے ہیں کہ کہ اصول سے جواب تحریر فرمادیں۔ بینوا تو جروا

الجواب

یہ مطالبہ سخت عجیب ہے درخت تو شرع ہی کا نام ہے، کیا شروع معتبر نہیں ہوتی یا ان میں درخت کا نام معتبر ہے یا تن میں شرع کے خلاف لکھا ہے اور جب کچھ نہیں تو ایسا مطالبہ اہل علم کی شان سے بعید درخت پر بحر علم کی وہ درخت ہے کہ جب سے تصنیف ہوتی مشرق و مغرب ارض میں فترت سے مذہب حنفی کا گریبا ہزار اُس کی تحتیت عالیہ و تدقیقات عالیہ پر ہو گیا۔ اللہ عز و جل رحمت فرماتے علامہ سید ابن عابدین شامی پر کہ فرماتے ہیں :

خلاصہ یہ کہ درخت آرنے تمام عالم میں آفتاب چاشت کی عزت شہرت پائی، خلاق ہر تن اس سے گزیرہ جو کہ اپنے عہدات میں اُس کی طرف التماس لائی، یہ کتاب اسی لائق ہے کہ اسے مطلوب بنائیں اور اس کی طرف رجوع لائیں کہ یہ دامن مذہب کی نرنگار گوسٹ ہے، وہ قیص و تنقیح کے مسائل جمع ہیں کہ بڑی بڑی کتبوں میں مجتمع نہیں، آج تک اس انداز کی کتاب تصنیف نہ ہوئی۔

اھ کتاب الدر المختار، شرح تنویر الابھار، قد طار فی الاقطار و ساسا فی الامصار و فاق فی الاشتھار علی الشمس فی سابعۃ النھار، حق اکب الناس علیہ و صار مفتر عھم الیہ و هو الحوری بات یطلب و یكون الیہ المذھب، فانه الطرار المذھب فی المذھب، فلقطد حوی من الفروع المنقحة و المسائل المصححة، مالم یحوہ غیر من کما لا اسفار و لو تنسج علی منوالہ ید الافکار

سبحان اللہ کیا ایسی کتاب اس قابل ہے کہ اُس کا ارشاد بلا وجہ محض قبول نہ کریں۔ خیر فتح الغیر تر معتبر ہوگی جس کے مصنف امام ہمام محقق علی الما للاق کمال الدین محمد بن الہمام قدس سرہ وہ امام اجل ہیں کہ ان کے معاصرین تک اُن کے لئے منصب جہاد ثابت کرتے تھے کما ذکرہ فی سراج المحتار (جیسا کہ

رد المحتار میں اس کا ذکر کیا گیا ہے۔ (ت)، تبیین الحقائق تو مقبول ہوئی جس کے مصنف امام اجل فخر الدین ابو محمد عثمان بن علی زلیخی شارح کنز ہیں جس کی جلالت شان و قیاس غیر دوسرے روشن تر۔ یہ امام محقق علی الاطلاق سے مقدم اور ان کے مستند ہیں۔ کافی امام نسفی تو معتمد ہوگی جس کے مصنف امام برکۃ الانام حافظ الملک والدین ابو البرکات عبد اللہ بن محمد نسفی صاحب کنز الدقائق ہیں۔ سب جاننے والے یہ بھی ایسی چیز ہے جس کے اعتماد و استناد میں کلام ہو سکے یہ سب اکابر اگر تصریح فرماتے ہیں کہ جماعت رجال میں امام کا قوم کے برابر ہونا حرام و مکروہ و تحریمی ہے۔ ہر ایہ میں ہے: محرم قیام الا امام وسط اصغت (امام کا صفت کے درمیان کھڑا ہونا حرام ہے) فتح القدیر میں ہے:

محرم في ان ترك التقدم لامام الرجال
محرم وكن اصرح الشارح و مساه فب
في الكافي مكروه و هو الحق اي كراهته
تحريم لان مقتضى المواظبة على
التقدم منه عليه الصلاة والسلام
بلا ترك الوجوب فلعده كراهة التحريم
فاسم المحرم مجازي
بحر الرائق میں ہے:

محرم وهو قیام الا امام وسط الصفت
فيكون كالعروة كذا في الهداية وهو يدل
على انها كراهة تحريم لان التقدم
واجب على الامام للمواظبة من النسبي
صلى الله تعالى عليه وسلم وترك الواجب
موجب الكراهة التحريم المقتضية
للاثم

امام کا وسط صفت میں قیام حرام ہے۔ ایسا عمل
شکوک کی طرح مکروہ ہوگا، ہر ایہ میں اسی طرح ہے
یہ اس پر دال ہے کہ یہ عمل مکروہ تحریمی ہے کہ امام
کا مقدم ہونا واجب ہے کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ
والسلام کا یہ دائمی عمل ہے اور ترک واجب
اس کراہت تحریمی کا موجب ہے جو گنہگار کی
مقتضی ہے۔ (ت)

۱۰۳/۱	مطبوعہ المکتبۃ العربیہ کراچی	باب الامامة	سۃ الهدایۃ
۳۰۶/۱	مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر	-	سۃ فتح القدیر
۳۵۱/۱	ایچ ایم سعید پبلی کیشنز کراچی	-	سۃ بحر الرائق

دررالحکام علامہ مولیٰ خسرو میں ہے ، مخطوڑ قیام الامام وسط الصفت اہد صلخصا (امام کا صفت میں کھڑا ہونا منوع ہے ۔ ت) ذخیرۃ العقبۃ میں ہے ، اما کراہتھا فلنعدم خلوها عن المحرم (اس کی کراہت کی وجہ یہ ہے کہ یہ صفت سے غالی نہیں ہے ۔ ت) مجمع الانہر میں ہے ، قیام الامام وسط الصفت مکروہ کراہۃ تحریم اہد صلخصا (امام کا وسط صفت میں کھڑا ہونا مکروہ تحریمی ہے اہد تلخیصا ۔ ت) مستخلص میں ہے ، محروم و هو وقوف الامام وسط الصفت (امام کا وسط صفت میں کھڑا ہونا حرام ہے ۔ ت) فتح المعین علامہ سید ابی السعود ازہری میں یہ قول شارح و اکاشان خلفہ وان کثرت القوم کسرت قیام الامام وسطہم (اور دو امام کے پیچھے کھڑے ہوں ، اگر لوگ دو سے زیادہ ہوں تو امام کا ان کے درمیان کھڑا ہونا مکروہ ہے ۔ ت) منہایا ای تحریما لترك الواجب (یعنی مکروہ تحریمی ہے کیونکہ ترک واجب لازم آ رہا ہے ۔ ت) رد المحتار میں ہے ، تقدیر الامام وسط الصفت واجب زانہم فاصف کے آگے کھڑا ہونا واجب ہے ۔ ت) بایں ہمہ اگر دلیل درکار ہو تو فتح القدیر و بحر الرائق کا ارشاد پیش نظر کہ حضور پرورد سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمیشہ ہمیشہ صفت پر تقدم فرمایا اور ایسی ملامت کہ کسی ترک نہ فرمائیں دلیل وجوب ہے

اقول وقد قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صلو اکما سأتیمون فی الصلۃ رواہ البخاری عن مالک بن الحویث رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۔

اقول (میں کہتا ہوں) اور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تم اس طرح نماز پڑھو جس طرح تم مجھے نماز ادا کرتے دیکھتے ہو ۔ اس کو امام بخاری نے حضرت مالک بن حریث رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے ۔ (ت)

۸۶/۱	مطبوعہ مطبعۃ احمد کامل الکائنۃ دار ستاد مصر	فصل فی الامامۃ	۸۶/۱	دررالحکام شرح غرر الاحکام
۸۵/۱	غشی نوکشور بکشتہ	فصل فی الجہاتۃ	۸۵/۱	ذخیرۃ العقبۃ
۱۲۵/۱	اجار التراث العربی بیروت	فصل مکروہات الصلوۃ	۱۲۵/۱	مجمع الانہر شرح ملحق الابکر
۲۰۳/۱	کاشفی رام پرننگ وکس لاہور	باب الامامۃ	۲۰۳/۱	مستخلص المعانی شرح کنز الدقائق
۲۰۹/۱	ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	باب الامامۃ	۲۰۹/۱	فتح المعین
۲۲۰/۱	مطبعۃ البابا مصر	-	۲۲۰/۱	رد المحتار
۸۸/۱	مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی	باب الاذان للمسافر الا مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی	۸۸/۱	صحیح البخاری

یہاں امر ہے اور نہ کلاماً مفاد و وجوب تو یہ تک دلیل خاص میں خلا ترک احیاناً یا اقرار علی الترتیب ثابت نہ ہو اس عموم میں داخل اور وجوب حاصل اور ترک واجب مکرر و تحریمی اور مکرر و تحریمی گناہ صغیرہ اور صغیرہ بعد احتیاء و کبیرہ اور کبیرہ کا ترک فاسق اور مردود و الشہادۃ اور گناہ تو ایک ہی بار میں ثابت : نسأل الله العفو والعافیه۔

والله سبحانه وتعالى اعلم

۱۳۶۹ھ از گوندہ ملک اودھ مدرسہ اسلامیہ مدرسہ حافظ عبدالعزیز صاحب مدرس مدرسہ مذکورہ

۱۳ جمادی الاخری ۱۳۱۸ھ

سوال اول : زیہ کی امامت سے جماعت ثانیہ مسجد، بازار یا سرائے میں ہو رہی ہے اسی مسجد میں بکر بھی آیا اس کو معلوم ہو گیا کہ یہ جماعت ثانیہ ہے اس نے علیحدہ و تنہا جماعت کے قریب یا کسی قدر فاصلے سے اپنی نماز ادا کی تو نماز بکر کی ادا ہو گئی یا نہیں؟

سوال دوم : ایک عالم صاحب فرماتے ہیں کہ جماعت ثانیہ کیا بلکہ جماعت اولیٰ بھی ہوتی تو اس وقت کوئی دوسرا شخص اسی مسجد میں آئے اور تنہا اپنی نماز پڑھ لے تو اس کی نماز ہو جائے گی جماعت کا پچھلے گناہ تو اب نہ ملے گا، نماز ہو جانے کا سبب یہ بتایا کہ جماعت سنت ہو کر ہے نہ فرض ہے نہ واجب اس بار سے میں کیا ارشاد ہے؟

الجواب

جواب سوال اول : نماز بایں معنی تو ہو گئی کہ فرض سر سے اڑ گیا مگر سخت کراہت و لزوم معصیت کے ساتھ کہ بے عذر شرعی ترک جماعت گناہ و دشنامت ہے نہ کہ خود بحال قیام جماعت ضریح خلاف و اضاعت، یہاں تک کہ اگر کسی نے تنہا فرض شروع کر دیے ہنوز جماعت قائم نہ تھی اس کے بعد قائم ہوئی اور اس نے ابھی پہلی رکعت کا سجدہ نہ کیا تھا اسے شرح مسلمہ مطلقاً حکم فرماتی ہے کہ نیت توڑے اور جماعت میں شامل ہو جائے بلکہ مغرب و فجر میں تو جب تک دوسری رکعت کا سجدہ نہ کیا ہو مکم ہے کہ نیت توڑ کر مل جائے اور باقی تین نمازوں میں دوسری پڑھ چکا ہو تو انہیں نقل ٹھہرا کر جب تک تیسری کا سجدہ نہ کیا ہو شریک ہو جائے۔

تحریر الابصار میں ہے کسی نے تنہا نماز ادا کرنا شروع کی پھر اسی فرض کی جماعت کھڑی ہو گئی تو وہ سلام واحد کے ساتھ کھڑے کھڑے نماز ختم کر دے اور امام کی اقتدا کرے بشرطیکہ اس نے پہلی رکعت کا

فی التوہید شیخ فیہا اداء منفرداً ثم اقيمت يقطعها قائماً بتسليمه واحداً ويفتدي بالامام ان لم يقيد الركعة الاولى بسجدة

او قیید ہا فی غیر بیاعیۃ اوفیہا وضو
الیہا اخری وانت صلی ثلثا منها اتم
ثم اقتدی متنفلا ویدرک فضیلتہ
الجماعۃ الا فی العصر۔
سجدہ نہ کیا ہو یا پہل رکعت کا سجدہ کر لیا ہے
مگر نماز غیر رباعی ہو (یعنی فجر و مغرب کی نماز میں)
یا نماز رباعی ہو مگر اس کے ساتھ ایک اور رکعت
مکمل ہو (ان صورتوں میں نماز تو ذکر امام کی
اقتدار سے) اگر تین رکعت اور اگر چکا ہے تو نماز پوری کرے اس کے بعد غیبت نوافل امام کی اقتدار سے
تو اسے ثواب جماعت حاصل ہو جائے گا البتہ نماز عصر میں ایسا نہیں کر سکتا (کیونکہ بعد از عصر نفل پڑھنا
مکروہ تحریمی ہے)۔ (ت)

جب پیش از جماعت تنہا شروع کرنے والے کو یہ حکم ہے حالانکہ اس نے برزخ غیبت جماعت
نہ کی تھی اور نیت توڑنا بے ضرورت شرعیہ سخت و ارام ہے قال اللہ تعالیٰ لا تبطلوا اعمالکم اپنے
عمل باطل نہ کرو مگر شرع مطہر نے جماعت حاصل کرنے کے لئے نیت توڑنے کو ابطالِ عمل نہ سمجھا اکیلا عمل
تصور فرمایا تو یہاں کہ جماعت قائم کے خلاف اپنی انگ پڑھتا ہے کیونکہ شرع مطہر کو گوارا ہو سکتا ہے بلکہ جو شخص
مسجد میں نماز تنہا پوری پڑھ چکا ہو اور اب جماعت قائم ہوئی اگر ظہر یا عشا ہے تو شرعاً اس پر واجب ہے
کہ جماعت میں شریک ہو کہ مخالفت جماعت کی تمت سے بچے اور باقی تین نمازوں میں حکم ہے کہ مسجد سے باہر
نکل جائے تاکہ مخالفت جماعت کی صورت نہ لازم آئے،

فی السد والمختار من صلی الظہر
والعشاء وحده صرۃ فلا یکرۃ خروجہ
بل ترکہ للجماعۃ الا عند الشروع فی
الاقامۃ فیکرۃ لمخالفتہ الجماعۃ
بلا ہذا بل یقتدی متنفلا ومن صلی
الفجر والعصر والمغرب صرۃ فیخرج
مطلقا وانت اقیمت کو فی النہر ینبغی
ان یجیب خروجہ لامن کراہۃ
در مختار میں ہے جس نے ظہر و عشاء کی نماز تنہا
ایک مرتبہ ادا کر لی اس کے لئے مسجد سے نکلنا
مکروہ نہیں بلکہ جماعت کا ترک مکروہ ہوا مگر اس
صورت میں جب اقامت شروع ہو گئی تو مکروہ ہے
بلا غرض نکلنا بسبب اس کی مخالفت جماعت کے
بلکہ وہ مسجد میں ٹھہرے اور غیبت نوافل امام کی
اقتدار سے، اور جس نے فجر، عصر اور مغرب کی نماز ادا
کر لی تو وہ ہر حال میں مسجد سے نکل سکتا ہے اگرچہ

مکتبہ بلا صلاۃ اشد اہم مختصراً
فی رد المحتار تحت قوله الا عند
الشروع فی الاقامة لان فی خروجه
تہمة قال الشیخ اسمعیل وهو المذکور
فی کثیر من الفتاوی والتمہة هنا تنأت
من صلاته منفردا فاذا اخرج یؤید کمالاً
وفیه عن المحيط مخالفة الجماعة
وزر عظیم
نکل کفر اہل اتراس سے تائید ہو جائے گی اگر اسی میں قحط کے واسطے سے ہے کہ مخالفین جماعت میں
بہت بڑا گناہ ہے۔ (ت)

جب جماعت سے پہلے تنہا پڑھنے والا جماعت میں شریک نہ ہو تو متہم اور مخالف جماعت اور
وزر عظیم میں مبتلا قرار پاتا ہے تو جو باوصف قیام جماعت قصداً مخالفت کر کے اپنی الگ شروع کر دے
کیونکہ سخت متہم و صریح مخالف و گرفتار گناہ شدہ نہ ٹھہرے گا بلکہ ملایا فرماتے ہیں کہ قیام جماعت کی جگہ میں
اگر کچھ لوگ اگر دوسری جماعت جدا قائم کر دیں مبتلا سے گراہت ہوں گے کہ تفریق جماعت کی حالانکہ یہ نفس
جماعت کے تارک نہ ہونے نہ ان پر اصل جماعت سے مخالفت کی تمت آسکتی ہے تو ایسا اپنی ڈیڑھ اینٹ
کی الگ بنانے والا کس قدر شدید مخالف ہوگا۔

فی الخلاصة ثم الہندیۃ قوم جہلوس
فی المسجد الداخل وقوم فی المسجد
الخارج اقام المؤمن فقام امام من
اہل الخارج فامہم وقام امام
من اہل الداخل فامہم من

غلام پھر بندہ یہ ہیں ہے کچھ لوگ داخل مسجد اور
کچھ مسجد سے باہر بیٹھے تھے کہ مؤذن نے اقامت
کہی تو باہر والوں میں سے ایک شخص نے امامت
کرائی اسی طرح اہل داخل میں سے ایک شخص
نے امامت کرائی ان دونوں میں سے جو پہلے

۹۹/۱	مطبوعہ مطبع مجتبیٰ دہلی	باب اوراک الفریضہ	۱۔ در مختار
۵۲۸/۱	مصطفیٰ البانی مصر	" " "	۲۔ رد المحتار
۵۲۹/۱	" " "	" " "	۳۔ "

لیبق بالشروع فهو والمقتد وقت به
لاکراهة فی حقهم۔
شروع ہوا وہ امام ہے اور اس کی اقتدا کرنے والے
دست ہیں ان میں کوئی کراہت نہیں (ت)

اور اس جماعت کا جماعتِ ثانیہ ہونا ان مشاعتوں سے نہیں بچا سکتا اگرچہ جماعتِ ثانیہ کی
مخالفت کا تہمت سے مطلقاً بری ہونا مان بھی لیا جائے کہ جب مسجد مسجد محلہ نہیں بازار یا سرائی مسجد ہے
تو اس کی ہر جماعت جماعتِ اولیٰ ہے کماحققنا فی فتاویٰ (جیسا کہ ہم نے اس کی تحقیق اپنے فتاویٰ
میں کی ہے۔ ت) ہاں اگر یہ امام قرآن عظیم ایسا غلط پڑھتا ہے جو مفسر نماز ہو یا اس کی بد مذہبی فساد
سے یا نقض طہارت وغیرہ کوئی اور وجہ فساد کی ہے تو الزام نہیں کہ ان صورتوں میں وہ جماعتِ خود
جماعت ہی نہیں بلکہ اب اس میں شرکت ممنوع ہوگی لبطلان الصلوة خلفہ (کیونکہ اس کے پیچھے نماز
باطل ہے۔ ت) واللہ سببخنہ وتعالیٰ اعلم۔

جواب سوال دوم: اس کا جواب جواب سوالِ اول سے واضح ہے۔ ہو جانا بمعنی سقوط
فرض مستمگر اس قائل کے فتوائے کلام سے ظاہر ہے کہ صرف اس قدر اس کی مراد نہیں بلکہ اس میں
فقط کی ثواب ماننا اور حقوقِ ثام سے پاک جانتا ہے لہذا تعمیل میں نہ واجب کا لفظ پڑھا یا اور نہ سقوط
فرض، تو بحال ترکِ جمیع واجبات بھی ماحصل ہے اسیر قول من غلط ہے۔ ازلہ مذہبِ معتد میں جماعت
واجب ہے اور اسے سنتِ مؤکدہ کہنا برہر ثبوت باسنہ ہے اور نہ ہی کسی تاہم اس کے قصدی ترک
میں حقوقِ گناہ سے مفر نہیں،

فی الدر المختار والجماعة سنة مؤكدة
للمرجع قال الزاهدی ارادوا بالتاكيد
الوجوب الخ وفيه وقيل واجبة و
عليه العامة ای عاصمة مشائخنا و
یه جزم فی التحفة وغیرها قال فی
البحر وهو الراجع عند اهل المذهب
وفی البحر من باب صفة الصلوة الذی
یظهر من کلام اهل المذهب ان

در مختار میں ہے مردوں کے لئے جماعت سنتِ
مؤکدہ ہے۔ زاہدی نے کہا یہاں تاکید سے
وجوب مراد لیا گیا ہے الخ اسی میں ہے وجوب کا
قول بھی کیا گیا ہے اور ہمارے عام مشائخ اسی
پر ہیں، تحفہ وغیرہ میں اسی پر جزم ہے، بحر میں
فرمایا اہل مذہب کے ہاں یہی راجح ہے اور
بحر میں باب صفتِ صلوة میں ہے کہ اہل مذہب
کے کلام سے جو ظاہر ہوتا ہے وہ یوں ہے کہ جمیع

سے خلاصہ الفتاویٰ الفصل الثانی عشر فی الامامة والاقتدار مطبوعہ مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۱۲۵/۱
فتاویٰ ہندیہ الفصل الثانی فی بیان من ہوا حق بالامامة دروزانی کتب خانہ پشاور ۸۴/۱

رکھ در مختار باب الامامة مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۸۲/۱

الا ثم منوط بترك الواجب او السنة المؤكدة
على الصحيح لتصريحهم بان من ترك
سنة الصلوة الخمس قيل لا يأتى ثم والعصم
انه يأتى ثم ذكره في فتح القدير وتصريحهم
بالاشم لمن ترك الجماعة مع انها سنة مؤكدة
على الصحيح وكذا في نظائره ليست تتبع
كلامهم ولا شك ان الاثم مقولها التثنية
بعضه اشد من بعض فالاشم تارك السنة
المؤكدة اخف من الاثم تارك الواجب
وفي المحاسن عن النهر عن الكشاف الكبير
من اصول ابى اليسر حكم السنة ان يندب
الى تحصيلها ويلازم على تركها مع لزوم
اثم يسيئها

قول کے مطابق گناہ کا ترک واجب یا ترک
سنت مؤکدہ پر ہے کیونکہ انہوں نے تصریح کی ہے
کہ جس نے صلوات خمسہ کی سنتی کو ترک کیا اس کے
بارے میں ایک قول ہے کہ وہ گناہگار نہیں ہوگا
ادید صحیح یہ ہے کہ وہ گناہگار ہوگا۔ فتح القدير میں اس
کو ذکر کیا ہے ادید بھی ان کی تصریح ہے کہ جس نے
جماعت ترک کی وہ گناہگار ہوگا حالانکہ صحیح یہی ہے
کہ جماعت سنت مؤکدہ ہے، اسی طرح اس کی دیگر
نفاذ کا حکم ہے ان کے کلام سے تلاش کرنے والے
کو یہی ملے گا۔ بلاشبہ گناہ کے بارے میں تشکیکی
قول ہے، بعض کا قول بعض سے سنت ہے تو تارک
سنت مؤکدہ کا گناہ تارک واجب سے اخف اور کم
ہوگا اور رد المحتار میں نہر کے کشف البکیر کے قول

سے ہے، اصول ابی الیسر سے ہے کہ سنت کا حکم یہ ہے کہ اس کو حاصل کرنا مندوب و مستحب ہے اور اس کے
ترک پر تھوڑے سے گناہ کے ساتھ طاعت ہوگی اور تارک

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں،

لقد ساء ما يتخلف عنها الاما فقت
معلوم النفاق۔
یعنی ہم نے اپنے آپ کو عہد رسالت میں دیکھا
کہ جماعت سے ہر کچھ نہ جاتا تھا مگر کھلا منافق۔

اور فرماتے ہیں،

لو تركتم سنة نبىكم لفصلتم اثم اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت ترک کر دو گے گمراہ ہو جاؤ گے
مروا مسلم (اسے مسلم نے روایت کیا۔ ت)

اور ایک روایت میں ہے، تکفرتم تم کافر ہو جاؤ گے دوا کا ابوداؤد (اسے ابوداؤد نے روایت
کیا۔ ت) یعنی کفران یا یہ کہ معاصی برید کفر ہیں۔ والعیا ذی اللہ تعالیٰ سببہ۔ تعالیٰ اعلم۔

سہ بخلافی باب منة القلوة
سنة رد المحتار مطلب فی السنة وقرینہا
مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی
۳۰۲/۱ مصطفیٰ البانی مصر
۷۷/۱

مسئلہ ۹۳ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نمازیں امام کے واسطے مصلیٰ مخصوص کرنا اور مقتدی بغیر مصلیٰ کے قصداً کھڑے کئے جائیں یا بی نیت کہ امام پر نسبت مقتدیوں کے مختار ہونا چاہیے مکروہ ہے یا غیر مکروہ بدینوا قوجہوا۔

الجواب

اتفاقاً ایسا ہو جائے تو مضائقہ نہیں یا امام نے خود چاہا یا کسی مقتدی نے نہ اس لئے کہ امام و مقتدی ہیں امتیاز چاہئے بلکہ امام کو کسی فضل و عظمیٰ کی تعظیم کے لئے، مثلاً وہ عالم دین ہے اس کے نیچے مصلیٰ کچھا دیا تو بھی حرج نہیں اور خاص اس نیت سے بالقصد مقتدیوں کو بے عمل کھڑا کرنا کہ نماز میں امام و مقتدی ان کا یوں امتیاز ہونا چاہئے محض بے اصل و خلاف سنت اور دین میں نئی بات نکالنا ہے۔ واللہ سبیلہ و تعالیٰ

مسئلہ ۹۴ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی رمضان میں اور مسجد میں کلام شریف سُننے جائے تو اپنی مسجد میں حشر کی جماعت اس کے جانے سے بالکل جاتی ہے کیا ایسا شخص مقیم جماعت نہ ہوگا گو امام مقرر مسجد نہیں مگر قرآن شریف یا مجز بہ الصلوٰۃ پر قاری ہے، در صورت اس کے مجز ہونے کے جماعت ہو سکتی ہے؛ چنانچہ جمعہ مسجد میں یہی شخص پڑھاتا ہے اس کو غیر مسجد میں جانا اپنی مسجد کو ایک وقت معطل چھوڑنا بقرض استماع قرآن جائز ہے یا مکروہ یا کراہت ہے؛ لیکن استماع قرآن تراویح میں صرف تراویح سے ثواب اتنا زیادہ ہے کہ کراہت کان لم تکن (یعنی کراہت اصلاً نہ ہے۔ ت) ہو جائے۔ بدینوا قوجہوا

الجواب

ایسا شخص بلاشبہ مقیم جماعت ہے اسے چاہئے کہ نماز فرض اپنی مسجد میں پڑھا کر تراویح کے لئے دوسری مسجد میں چلا جائے کہ جب اپنی مسجد میں قرآن عظیم نہ پڑھتا ہو تو دوسری مسجد میں اس مزمع سے جانا کوئی باک نہیں رکھنا بلکہ مطلوب و مندوب ہے، ہاں تطیل جماعت فرض جائز نہیں، لہذا فرض یہاں پڑھا کر دوسری جگہ جائے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۹۵ ما قدکم من حکمہ اللہ تعالیٰ فی جواب ہذا السؤال (اسے علامہ رحمہ اللہ تم پر رحم فرمائے اس سوال کا کیا جواب ہے؛ ت) جماعت تراویح میں بعض لوگ صعبِ اول و دوم میں متفرق طور پر اس طرح نماز پڑھتے ہیں کہ چار آدمی کھڑے ہو کر پھر چار بیٹھ کر بعد ہی اس کے دو کھڑے ہوئے کراں بعد پھر تیس بیٹھے ہوئے پڑھتے اور قرآن سننے میں اگرچہ یہ بیٹھے والے سب ضعیف و معذور نہیں ہیں بلکہ بیشتر نوجوان ہیں جن کو بخیل تطویل قرأت امام برابر کھڑا رہنا بوجہ اپنی کابلی و تکاسل کے ناگوار ہے آیا بیٹھ کر نماز پڑھنا ان کا اندر صغوفہ و کراہت جائز ہے؛ کیا تسبیح صغوفہ کا حکم اس سے قطعاً غیر متعلق ہے؛ کیا

جماعت فرض و تراویح میں اس کی بابت کوئی حکم تخصیصی ہے، ایک فریق کہتا ہے کہ بیٹھ کر پڑھنے والے آخر صف میں نماز پڑھیں دوسرا فریق مجز ہے کہ ایسی جماعت جاکر بہت صحیح و درست ہے چاہے کسی صف میں کوئی شخص بیٹھ کر پڑھتا ہو یا کھڑا ہو کہ اس میں کوئی محذور شرعی نہیں ہے ایسی حالت میں کون حق پر ہے؟
بیٹھنا تو جبروا

الجواب

دربارہ صفوف شرعاً تین باتیں بتا کید اکید مامور ہیں اللہ تعالیٰ آقا کل معاذ اللہ کالمزوک ہو رہی ہیں، یہی باعث ہے کہ مسلمانوں میں نا اتفاق پھیل چکی ہوئی ہے۔

اول تسویر کہ صف برابر ہو مخم نہ ہو کچ نہ ہو مقتدی آگے پیچھے نہ ہوں سب کی گردنیں شانے فٹنے آپس میں محاذی ایک خط مستقیم پر واقع ہوں جو اس خط پر کہ ہمارے سینوں سے نکل کر قبلہ معطسہ پر گزرا ہے عرو ہو، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

عباد اللہ لتسوں صفوفکم اذ لیخالفن
اللہ بین وجوہکم
اللہ کے بندو! ضرور یا تم اپنی صفیں سیدھی کرو گے یا اللہ تمہارے آپس میں اختلاف ڈال دے گا۔

حضرت اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صف میں ایک شخص کا سینہ اوروں سے آگے نکلا ہوا ملاحظہ کیا، اس پر یہ ارشاد فرمایا۔ رواۃ مسلم عن النہض بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما (اس کو مسلم نے حضرت عثمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے۔ ت۔)
دوسری حدیث میں ہے فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

ما اهتموا بصفوفکم وقاسر بوا بینہما وحاذا
بالاعناق فوالذی نفس محمد بیدہ
انی لاری الشیاطین تدخل من خلل
الصفوف کانہا الخدوف۔ رواۃ النسائی عن
انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
اپنی صفیں خوب گھنی اور پاس پاس کرو اور
گردنیں ایک سیدھ میں رکھو کہ قسم اس کی جس کے
ہاتھ میں میری جان ہے میں شیاطین کو دیکھتا ہوں
کہ رخسہ صف سے داخل ہوتے ہیں جیسے بھیڑ کے
پتھے۔ اس کو نسائی نے نہایت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ
سے روایت کیا ہے۔

لے صحیح مسلم باب تسویر الصفوف الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۹۲
لے سنن النسائی حث الامام علی رض الصفوف الخ مکتبہ سلفیہ لاہور ۱/۹۳

تیسری حدیث صحیح میں ہے فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم :

اقسموا بالصفت فانما تصفون بصفت
المشکة وحاذوا بعیت المناکب : مرواه
احمد وابوداؤد والطبرانی فی الکبیر و
ابن خزيمة والحاکم وصحاحہ ع
ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ۔

صفین سیدی کرو کہ تمہیں تو ملائکہ کی سی صف بندی
چاہئے اور شانے ایک دوسرے کے مقابل رکھو۔
اس کو امام احمد، ابوداؤد، طبرانی نے المعجم الکبیر
میں ابی خزیمہ اور حاکم نے حضرت عبد اللہ ابن عمر
رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کر کے اسے صحیح
قرار دیا۔

دوم اتمام کہ جب تک ایک صف پوری نہ ہو دوسری نہ کریں اس کا شرع مطہرہ کو وہ اہتمام ہے کہ
اگر کوئی صف ناقص چھوڑے مثلاً ایک آدمی کی جگہ اس میں کہیں باقی تھی اسے بغیر پورا کئے پیچھے اور صفین باندھ
لیں، بعد کو ایک شخص آیا اس نے اگلی صف میں نقصان پایا تو اسے حکم ہے کہ ان صفوں کو چیرتا ہوا جا کر وہاں
کھڑا ہو اور اس نقصان کو پورا کرے کہ انہوں نے مخالفت حکم شرع کر کے خود اپنی حرمت ماقط کی جو اس طرح
صف پوری کرے گا اللہ تعالیٰ اس کے لئے مغفرت فرمائے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے
فرمایا :

الا تصفون كما تصف المشکة عند
مابثقا ۔

صحابہ نے عرض کی، یا رسول اللہ! ملائکہ کیسی صف باندھتے ہیں؟ فرمایا :

یتسّمون الصف الاول ویترقبون فی
الصف الثاني مرواه مسلم وابوداؤد و

اگلی صف پوری کرتے اور صف میں خوب مل کر
کھڑے ہوتے ہیں۔ اس کو مسلم، ابوداؤد،

۹۷/۱	مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور	باب تسویر الصفوف	سنن ابوداؤد
۹۸/۲	مطبوعہ دار الفکر بیروت	مروی از عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ	مسند احمد بن حنبل
۱۸۱/۱	قدیمی کتب خانہ کراچی	باب الامر بالسکون فی الصلوة الخ	بلکہ صحیح مسلم
۹۷/۱	مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور	باب تسویر الصفوف	سنن ابوداؤد
۱۸۱/۱	مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی	باب الامر بالسکون فی الصلوة الخ	صحیح مسلم
۹۷/۱	مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور	باب تسویر الصفوف	سنن ابوداؤد

نسائی اہلبین ماجر نے حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ
تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔

النسائی وابن ماجه عن جابر بن سمره
رضي الله تعالى عنه .

اور فرماتے ہیں صل اللہ تعالیٰ علیہ وسلم :

اتوا الصفت الصفت ثم الذي يليه فما
كان من نقص فليكن في الصفت المؤخر
رواه الاثمة احمد وابوداؤد والنسائي
وابن حبان وخزيمة والقيفاء باسانيد
صحيحه عن النسب بن مالك رضي الله
تعالى عنه .

اور فرماتے ہیں صل اللہ تعالیٰ علیہ وسلم :

من وصل صفا وصله الله ومن قطع
صفا قطعه الله . رواه النسائي والحاكم
بسند صحيح عن ابن عمر رضي الله
تعالى عنهما وهو من تسمية حديثه
الصحيح المذكور سابقا عند احمد و
ابن داؤد والثلثة الذين معهم .

پہلی صفت پوری کرو پھر اس کے قریب ہے
کہ جو کسی جو قریب سے پہلی صفت میں ہو۔ اسے
ائمہ کرام احمد، ابوداؤد، نسائی، ابن حبان،
ابن خزیمہ اور ضیاء المقدسی نے اسانید صحیحہ کے
ساتھ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ
سے روایت کیا ہے۔

جو کسی صفت کو وصل کرے اللہ اسے وصل کرے
اور جو کسی صفت کو قطع کرے اللہ اسے قطع کرے۔
اسے نسائی اور حاکم نے سند صحیح کے ساتھ حضرت
ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے،
یہ عبد اللہ ابن عمر کی حدیث اس حدیث صحیحہ کے ساتھ
ہے جہہ امام احمد اور ابوداؤد اور دیگر محدثین نے
روایت کیا ہے۔

ایک حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

جو کسی صفت میں غل و بیکھ وہ خود اسے بند کرے
اور اگر اس نے بند نہ کیا اور دوسرا آیا تو اسے چاہئے

من نظر الى فرجة في صفت فليسدها
بنفسه فان لم يفعل فمرها فليست خط

۹۸/۱ مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور
۹۴/۱ مکتبہ سلفیہ لاہور
۹۴/۱ آفتاب عالم پریس لاہور
۹۴/۱ مکتبہ سلفیہ لاہور

۱۰ سنن ابوداؤد باب تسوية الصفوف
سنن النسائي فضل الصف الاول
۱۰ سنن ابوداؤد باب تسوية الصفوف
سنن النسائي من وصل صفا

یہ بھی اسی تمام صفوں کے تحت سے اور تینوں امر شرعاً واجب ہیں کیا حقیقتاً فی فتاویٰ
وکتب من الناس عنہ غافلون (جیسا کہ ہم نے اپنے فتاویٰ میں اس کی خوب تحقیق کی ہے اور
بہت سے لوگ اس سے غافل ہیں۔ ت) اور یہاں چوتھا امر اور ہے تعاریف کہ صفیں پاس پاس ہوں
یعنی میں قدر سجدہ سے زائد فصول فاصلہ نہ چھوٹے جس کا ذکر حدیث دوم میں گزرا وہ یہاں زیر بحث نہیں
صفت میں کچھ مقدمی کھڑے کچھ بیٹھے ہوں تو اس سے امر اول یعنی تسبیہ صفت پر تو کچھ اثر نہیں پڑتا کہ
قائم وقاعد بھی غلط واحد مستقیم میں ہو سکتے ہیں تسبیہ میں ارتقاء کی برابری ملحوظ نہیں نہ وہ ملحوظ ہونے
کے قابل کہ ایک پیمائش کے قد کہاں سے آئیں گے، ہاں جبکہ بیٹھے والے محض کسل و کمالی کے سبب
بے معذوری شرعی بیٹھیں گے تو فرائض و واجبات مثل حیدرین و وتر میں امر دوم و سوم کا خلاف لازم
آئے گا کہ جب بلا عذر بیٹھے تو اس کی نماز نہ ہوئی اور قطع صفت لازم آیا کہ نمازیوں میں غیر نمازی داخل
ہیں ان بیٹھے والوں کو خود فساد نماز ہی کا گناہ کیا کہ تم اٹھنا نہیں یہاں جگہ دینا اور اگر قدرت ہو تو صفت سے
نکال نہ دینا یہ باقی نمازیوں کا گناہ ہو گا کہ وہ خود اپنی صفت کی قطع پر راضی ہوئے اور جو صفت کو قطع کرے اللہ
اسے قطع کر دے، ان پر لازم تھا کہ انہیں کھڑے ہونے پر مجبور رہیں اور اگر نہ مانیں تو صفوں سے نکال کر دور
کریں، ہاں نمازی اس پر قادر نہ ہوں تو معذور ہیں اور اس قطع صفت کے وہاں عظیم میں یہی بیٹھے والے
ماخوذ ہیں یہ حکم فرائض و واجبات کا تھا اور یہی تراویح اس میں ہمارے علما کو اختلاف ہے کہ آیا یہ بھی
مثل واجبات و سنت فجر بلا عذر بیٹھ کر ناجائز و فاسد ہوتی ہیں یا مثل باقی سنن جائز ہو جاتی ہیں اگرچہ خلاف
تزارث کے سبب مکروہ ہوتی ہیں بعض علما حکم اول کی طرف گئے اور صحیح ثانی ہے ۱۰۰ و مختار میں ہے :

(التراویح تکلیف قاعداً) لزیادة تاکدھا	(نماز تراویح بیٹھ کر ادا کرنا مکروہ) کیونکہ ان میں تاکید
حتی قیل لا تصح (مع القدرة علی القيام)	زیادہ ہے حتی کہ بعض فقہاء کے قول کے مطابق بیٹھ کر
کما یکرہ تاخیرالقیام الی رکوع الامام	نماز تراویح ہوتی ہی نہیں (قیام پر قدرت کے
للتشبیہ بالمنافقین۔	ہوتے ہوئے) جیسا کہ رکوع امام تک قیام کو
مؤخر کرنا (یعنی امام کے رکوع کے وقت نماز کا شروع کرنا) مکروہ ہے کیونکہ اس میں منافقین کے ساتھ	
مشابہت ہے۔ (ت)	
غایہ و رد المحتار میں ہے :	

لوصلی التراویح قاعداً قیل لا یجوز
بلاعد رما روی الحسن عن ابی حنیفة
لوصلی سنة الفجر قاعداً بلاعد
لا یجوز فکذا التراویح لان کلا منھما
سنة موکدة وقیل یجوز وهو الصحیح
والفرق ان سنة الفجر سنة موکدة
بلا خلاف والتراویح دونھا فی التاکید
فلا یجوز التسمیة بمتھما

اگر کسی نے تراویح بیٹھ کر ادا کیں تو بعض فقہائے
نزدیک بلاعد را ایسا کرتا درست نہیں کیونکہ امام حسن
نے امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا
ہے کہ اگر کسی نے فجر کی سُنّتیں بلاعد ریٹھ کر ادا
کیں تو یہ جائز نہیں، اسی طرح تراویح کا معاملہ
ہے، کیونکہ دونوں سُنّتِ مؤکدہ ہیں، بعض فقہاء
کے نزدیک جانتے ہیں اور یہی صحیح ہے، فرق یہ ہے
کونسی فجر بغیر کسی اختلاف کے سُنّتِ مؤکدہ ہیں اور

تراویح کا اور ہر تاکید میں ہونا اس سے کم ہے لہذا ان کے درمیان مساوات و برابری نہ ہوگی۔ (دست)
قول اول پر کابلوں کا بلاعد صفت میں بیٹھنا ویسا ہی ناجائز و مورث گناہ و موجب قطع صفت ہو گا
جیسا واجبات میں کہ اس قول پر یہ لوگ بھی نماز سے خارج ہیں اور قول ثانی پر مستحب ہو گا کہ ان اہل کسل
کو متوجہ کیا جائے اور جنہوں میں قیوں و غیل نہ ہونے دیا جائے کہ ایک قول پر وہ گناہ و معصیت ہے اور دوسرے
پر بعض بے ضرورت ہے تو اس سے احتراز ہی میں نصیحت ہے۔ علما۔ تشریح فرماتے ہیں کہ دوسرے مذاہب
جو اپنے مذہب سے بے علاقہ ہیں جیسے حنفیہ کے لئے شافعییت یا مالکییت جنہیں ان کے خلاف کی حمایت
رکھنی بالاجماع مستحب ہے جب تک اپنے مذہب کا مکروہ نہ لازم آتا ہو تو یہ خلاف تو خود اپنے علماء مذہب
ہیں، درحقیقت میں ہے،

لا ینقضہ من ذکر و اصراراً لکن یندب
للفروج من الخلاف لاسیما للامام فکن
بشروط عدم لزوم اس تکاب مکروہ
مذہبہ

مُس ذکر اور مَس امرأة سے وضو نہیں ٹوٹا لیکن
ایسی صورت میں اختلاف سے بچتے ہوئے وضو
کر لینا مستحب ہے خصوصاً امام کے لئے بشرطیکہ
امام کے اپنے مسلک میں مکروہ کا ارتکاب لازم
نہ آئے (دست)

مگر یہاں ایک اور نکتہ واجب الحماظ ہو گا کہ تاخیر کرنے کا بلوں کی جو جس قدر تمام صفت سے زائد ہوں وہ

اطراف صفت آخر میں اقامت ہو تا کہ مذہب صحیح پر قطع صفت نہ لازم آئے اُس سے تحریر مستحب تھا یہاں واجب ہو گا تو صحیح یہ کہ یہاں تین صورتیں ہوں گی :

اول یہ کہ قائمین بقدر کمال صفت ہوں یعنی اُن سے ایک یا چند صفیں پوری کامل ہو جائیں کہ نہ آدمی زائد بچے نہ صفت میں جگہ رہے اس صورت میں صفوف سابقہ کا مل قائمین سے کر لی جائیں اور کاملین سب سے آخر میں اپنی صفت یا صفیں کامل یا ناقص جس قدر ہیں باندھیں یہ صورت کاملین کی تاخیر مطلق کی ہوگی۔

دوم قائمین سے اکمال صفت نہیں ہوتا خواہ اس قدر کم ہیں کہ پہلی ہی صفت پوری کرنے کو اور آدمیوں کی حاجت ہے یا کثیر ہیں ایک یا چند صفیں ان سے مکمل ہو گئیں اور اب اتنے بچے جن سے بعد کی صفت پوری نہیں ہوتی اور قاصرین سے مکمل ہو جائے گی اور زیادہ نہ بچیں گے تو لازم ہے کہ قائمین کی اخیر صفت میں کاملین کو ایک کنارے پر جگہ دے کر مکمل صفت کریں حتیٰ کہ اگر صفت اول ہی ناقص تھی تو اسی کے کنارے پر انہیں رکھیں اس صورت میں کاملوں نے اصلاً تاخیر نہ پائی ۱۰ اں ایک کنارے پر جمع کر دئے گئے۔

سوم مکمل صفت میں کاملین کی حاجت ہے اور وہ بعد مکمل بھی بچتے ہیں تو جس قدر مکمل کے لئے مطلوب ہیں قائمین کی صفت آخر کے ایک کنارے پر انہیں رکھ کر باقی کی صفت تا صفوف ناقص یا کامل اخیر میں کر دی جائیں یوں بعض کی تاخیر اور بعض کی طرف پر اقامت ہوگی اور وجہ ان سب کی وہی ہے کہ جب مذہب صحیح میں کاملین کی غازی میں صرف کراہت ہے نہ باطل محض اور قائمین کی صفت کو مکمل کی حاجت ہے تو اس سے ہٹا کر کاملین کو صفت دیگر میں رکھنا صفت اخیر قائمین کو ناقص چھوڑنا ہو گا اور یہ جائز نہیں پھر بہر حال اگر اور قائمین آتے جائیں یا انہیں میں سے بعض توفیق پاتے جائیں تو وہ بجائے کاملین کی طرف الصفت ہوں اور کاملین کی طرف مؤخر ہوتے جائیں یہاں تک کہ مشق صورت ثانیہ صورت اولیٰ کی طرف رجوع کرے اور ثانیہ ثانیہ یا اولیٰ ہو جائے اسی غیر ذلک من الاحتمالات (اس کے علاوہ دیگر احتمالات) یہ سب اس صورت میں ہے کہ کاملین دستِ شرع میں نرم ہوں ورنہ بحال فقہ قدر میسر پر عمل چاہئے،

واللہ التوفیق ہذا ما افادہ التفقہ والکتاب واللہ سبّحہ : تعالیٰ اعلم بالصواب۔

مسئلہ از جلالہ محلہ راستہ متصل مکان ڈپٹی محمد جان صاحب مرسلہ محمد احمد خان صاحب

۲۰ شوال ۱۲۱۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شریعت متین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی کتاب میں یہ

عبارت لکھی ہے البتہ چار مصلحتیں جو کہ مسئلہ میں مقرر کئے ہیں لایزب یہ امر زیون ہے کہ مکرار جماعت و افراق
 اُس سے لازم آگیا کہ ایک جماعت چھوٹے میں دوسرے مذہب کی جماعت سمیٹی رہتی ہے اور شریک جماعت
 نہیں ہوتی اور ترکب حرمت ہوتے ہیں مگر یہ فقرہ نہ اعتدالین حضرات مجتہدین سے ہے نہ علمائے متقدمین
 سے بلکہ کسی وقت سلطنت میں کسی وجہ سے یہ امر حادث ہوا ہے کہ اس کو کوئی اہل حق پسند نہیں کرتا پس
 یہ طعن نہ علمائے اہل حق مذہب اربعہ پر ہے بلکہ سلاطین پر ہے کہ ترکب اس بدعت کے ہوئے فقط واللہ
 تعالیٰ اعلم۔ پس دریافت طلب یہ امر ہے کہ یہ چار مصلحتیں کس کی سلطنت میں ہوئے اور کس امر و دنیا و پر
 قائم کئے گئے کہ مجزیہ لکھتا ہے کہ لایزب یہ امر زیون ہے حد باطلان کا طین و مصلحت مقبولین گزرے
 کسی نے آج تک یہ اعتراض نہیں کیا کہ جواب زید یہ اعتراض کرتا ہے اس کا ٹھکانہ درست ہے یا خلاف؟
 اور زید کو شرعاً کیا کہنا چاہیے؟ جواب مدلل مکمل صاف صاف تحریر فرمائیں بینوا ہا لتفہیل جزا کس
 اللہ الرب الجلیل۔

ایجاب

حقیقت امر یہ ہے کہ حرمین طیبین زاد ہا اللہ شرفاً و تعظیماً میں چاروں مذہب حقہ اہلسنت حفظہم
 اللہ تعالیٰ کے لوگ مجتمع ہیں اور ان میں باہم طہارت و نماز کے مسائل میں اختلاف رحمت ہے، ایک بات
 ایک مذہب میں واجب دوسرے میں ممنوع، ایک میں مستحب دوسرے میں مکروہ، ایک کے نزدیک ایک
 امر ناقص طہارت دوسرے کے نزدیک نہیں، ایک کے یہاں کسی صورت میں وضو تمام دوسرے کے
 یہاں نہیں، تو جب امام کسی مذہب کا ہو اگر اس نے دوسرے مذہب کے فرائض طہارت و صلاۃ کی
 رعایت اور ان کے فرائض و مفصلات سے جانبت نہ کی جب تو اس مذہب والوں کی نماز اس کے
 پیچھے باطل و فاسد ہی ہوگی اور اگر مراعات و جانبت مشکوک ہو تو مکروہ اور تلفیق مذہب باجماع
 جمہور ائمہ حرام و باطل اور کمال رعایت بھی ہر مذہب کے مکروہات سے بچنا یقیناً محال اور لبعق امور
 ایک مذہب میں سنت اور دوسرے میں مکروہ ہیں اگر بجا یا تو مذہب ثانی اور تارک ہوا تو مذہب اول پر
 کراہت و لہذا غایت امکان قدر فرائض و مفصلات تک ہے، محققین نے تصریح فرمائی کہ بہر حال
 موافق الذہب کی اقتدار اکمل و افضل، تو انتظار موافق کے لئے تو اہل یاد و غیرہا میں مشغول رہنا
 جماعت سے اعتراض نہیں بلکہ اکمل و اعلیٰ کی طلب ہے اور یہ تفریق جماعت نہیں بلکہ تکمیل و تحسین ہے
 خصوصاً ان دو مسجد مبارک میں کہ مسجد محلہ نہیں ہر جماعت جماعت اولیٰ ہے، پس لئے آٹھ سو برس یا
 زائد سے مکہ معظمہ و مدینہ طیبہ و بیت المقدس و جدہ و مصر و شام و غیرہ بلاد اسلام میں عامہ مسلمین کا

عمل اس پر جاری و ساری رہا اور بعض کا انکار شاید مجبور قرار پایا تو بعد و خروج حق و استقرار امر اسے
زجون و حرام و بدعت کہنا باطل و جہل و سفاہت ہے، چار مصلحتے ہونا اسی طریقہ انیقل سے عبارت ہے
جسے علمائے مذہب نے بنظر مصالح جلیلہ مذکورہ پسند و مقرر رکھا باقی کسی مکان یا علامت کا بننا
کر یہ بھی صد ہا سال سے محمود و مقبول ہے نہ اس کے لئے ضرور نہ ان میں نخل بلکہ وہ بھی منافع پر مشتمل
در مختار میں ہے،

یکرہ تطوع عند اقامۃ مصلوۃ مکتوبۃ
ای اقامۃ امام مذبذبہ۔
نماز فرض کی اقامت کے وقت نوافل مکروہ ہیں
یعنی اقامت سے مراد اپنے ہم مذہب امام
کی اقامت ہے (ت)

رد المحتار میں،

لو انتظر امام مذبذبہ بعیداً عن
الصفوف لم یکن احراً عن الجماعة
للعلم بانہ یرید جماعة اکمل من
هذه الجماعة۔
اگر کوئی شخص صفوف سے دور اپنے مذہب کے
امام کا انتظار کرتا رہا تو یہ جماعت سے اعراض
نہ ہوگا کیونکہ یقیناً معلوم ہے کہ وہ اس موجود
جماعت سے اکمل جماعت کا اضافہ رکھتا ہے (ت)

شیخ علمائے مکہ معظمہ مولانا علی قاری کی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ رسائلہ ابتدائی میں فرماتے ہیں،
اگر ہر مذہب کا امام موجود ہو جیسا کہ ہمارے دور
میں ہے تو پھر اپنے موافق کی اقتدا افضل ہے
خواہ وہ پیٹے ہو یا بعد جیسا کہ اس کو عامہ
مسلمین نے پسند کیا، جمہور مومنین اہل حرمین،
قدس، مصر اور اہل شام کا اسی پر عمل ہے اس
کی مخالفت کرنے والے شاذ و نادر کا کوئی
اعتبار نہیں۔ (ت)

۶۲/۱	مطبوعہ مطبع مجتہبی دہلی	کتاب القلوة	سنة در مختار
۵۲۵/۱	مصطفیٰ البابی مصر	باب اوراک الفرغینہ	سنة رد المحتار
۴۱۷/۱	" " " "	باب الامامة	سنة رد المحتار بحوالہ الازہار

علامہ عبد القنی نابلسی قدس سرہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

قد سئل بعض العلماء عن هذه المقامات المنصوبة حول الكعبة التي يصلون فيها الآن بأربعة أئمة على مقتضى المذهب الأربعة فأجاب بأنها بدعة ولكنها بدعة حسنة لا سيئة لأنها تدخل بدليل السنة الصحيحة وتقريرها في السنة الحسنة لأنها لم يحدث منها ضرر ولا خروج في المسجد ولا في المصلين من المسلمين عامة أهل السنة والجماعة بل فيها عظيم النفع في المطر والحر الشديد والبرد وفيها وسيلة للقرب من الأمام في الجمعة وغيرها فهي بدعة حسنة وليس هو بثبوتهم للسنة الحسنة والاكثارت بدعة أهل السنة لا أهل البدعة لأن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قال من سن سنة حسنة إلى آخر ما أطال وأطاب عليه رحمة الملك الوهاب والله تعالى أعلم.

(ت)

مسئلہ از غازی پور علمیاں پورہ : مسئلہ منشی علی بخش صاحب محرو و قریجی غازی پور
۱۷ ذی قعدہ ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امام پر حکم کرنا مقتدیوں کو یا انتظار کرنا امام کو مقتدی

۱۴۶۱

لے حدیقتہ تدبیر شرح طریقہ محمدیہ : قد سئل بعض العلماء عن هذه المقامات المنصوبة حول الكعبة مطبوعہ نور بدین فیض آباد

کا بعد اوقات معینہ کے بھی بالخصوص ایسے مقتدی کا جو بے علم اور مشہور مجکر الودہ و درمیان میں مقتدیوں کے اور یہ چاہتا ہو کہ جب ہم کہیں جب ہی اذان ہو اور جب ہم کہیں جب ہی نماز ہو اگر حسب وقت کچھ ہی ہو جائے اور امام پانچوں وقت بعد اذان کے خود آکر ہیں گھر سے بلائے جایا کرے پس ایسے شخص کا نماز کے باب میں انتظار کرنا اور متعین ہونا امام کو سزاوار ہے یا نہیں؟

الجواب

مقتدی کو امام پر حکم نہیں پہنچتا اور کئی خیالات جو سوال میں مذکور ہوئے محض ظلم و اثم ہیں امام کو ایسے شخص کا اتباع اور اس کی ان نفسانی خواہشوں کا لحاظ برگز نہ چاہئے مگر جبکہ شریر و نودبی ہو اور اس کے ترک انتظار میں مظنہ فتنہ ہو تو مجبوری تا حد امکان انتظار کر سکتا ہے کہ فتنہ سے بچنا ضرور ہے۔

قال الله تعالى الفتنه اشد من القتل ۱۰۰ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے، فتنہ قتل سے بدتر ہے۔ (ت)

طرز ابن جماعت جب تک حاضر نہ ہوں اور وقت میں کراہت نہ آئے امام انتظار کرے ورنہ نہیں۔
وقد كان صلى الله تعالى عليه وسلم

اذا حضره الناس تجل و اذا تاخروا
بجب لوگ حاضر ہوتے آپ جلدی فرماتے جب
لوگ تاخیر کرتے آپ تاخیر فرماتے (ت)

۱۲۳۳ھ از شہر کمنہ مرسدہ رحم بخش بریلی
کیا فرماتے ہیں علامہ دیوبند کے کھانا تیار ہے اور جماعت بھی تیار ہے تو اول کھانا کھائے یا نماز پڑھے؟

الجواب

جماعت تیار ہے اور کھانا سامنے آیا اور وقت تنگ نہ ہو جائے گا اور پہلے جماعت کو جائے تو مجبوری کے سبب اول کھانے میں ٹھارہ ہے یا کھانا سرد ہو کر بے مزہ ہو جائے گا یا اس کے دانت کمرور ہیں روٹی ٹھنڈی ہو کر نہ چبائی جائے گی تو اجازت ہے کہ پہلے کھانا کھائے اور اگر کھانے میں کوئی خرابی یا وقت نہ آئے گی نہ اسے ایسی مجبوری ہے تو جماعت نہ کھوئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۹۴۳ مسئلہ اصغر علی خاں بریلی یا بس مندی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں دس بیس شخص نمازی روزمرہ جمع ہوتے ہیں ان سب کی رائے سے وقت ظہر دو بجے اور عصر پانچ بجے اور عشا ۹ بجے قرار پایا ہے اذان بھی اور دو ایک شخص تشریف لاکر بیٹھے رہے یہاں تک کہ اور نمازی بھی جمع ہو گئے اور صفت باندھ کر کھڑے ہوئے تو ان صاحب نے جو پیشتر سے تشریف لائے ہیں کہا کہ ہم نے تو ابھی وضو ہی نہیں کیا ہے لہذا کچھ صاحبوں کی اہل جماعت سے رائے ہوئی کہ وضو کر لینے دو، جملہ نمازی کھڑے رہے، جب ان صاحب نے وضو کر لیا بلکہ پاؤں دھونا باقی تھے کہ اس عرصہ میں دو چار شخص اور آگئے ان کو وضو سے فارغ نہ ہونے دیا اور فوراً کھڑے ہو گئے۔ دیگر یہ کہ کوئی صاحب تشریف لائے اور وضو کر کے جماعت میں دیر دیکھ کر اپنے مکان کو تشریف لے گئے تو ان کا انتظار کیا جائے یا نہیں اور جماعت تیار رہے، بینوا تو جو روا

الجواب

یہ دو چار شخص جو بعد کو آئے اور ان کے وضو کا انتظار نہ کیا اور جماعت قائم کر دی اگر یہ لوگ اہل محلہ سے نہ تھے انھیں اس تعیین وقت پر جو اہل مسجد نے مقرر کر لی ہے اطلاع نہ تھی اور وقت میں تلک بھی نہ تھی اور حاضرین میں کسی پر انتظار سے کوئی ضرر حرج بھی نہ تھا تو اس صورت میں ان کے وضو کا انتظار کر لینا مناسب تھا خصوصاً جبکہ اس انتظار نہ کرنے میں ان کی دل شکنی ہو کہ بلا وجہ کسی مسلمان کی دل شکنی بہت سخت بات ہے، دو چار منٹ میں وضو ہو جائے گا، اس میں ای کا ایک نفع اور اپنے تئیں، ان کا تو یہ کہ بحیر ادنیٰ پالیں گے اور اپنا پہلا نفع یہ کہ اس فضیلت کے بننے میں مسلمانوں کی اعانت ہوئی اور اس کا اجر عظیم ہے قال اللہ تعالیٰ تعاونوا علی البر والیقویٰ والی اللہ تعالیٰ فہو معکم انکم لا تقرن یہاں تک کہ عین نماز میں امام کو چاہئے کہ اگر رکوع میں کسی کی پھل سنے اور اسے پہچاننا نہیں تو وہ ایک تسبیح زیادہ کر دے کہ وہ شامل ہو جائے، دوم اس رعایت سے کہ مسلمانوں کا دل خوش کرنا مقصد احادیث میں ہے۔

احب الاعمال الی اللہ بعد الفرائض
ادخال السرور علی المسلمین او کما
فرائض کے بعد سب اعمال میں اللہ کو زیادہ پیارا
مسلمان کا دل خوش کرنا ہے۔ جیسا کہ حضور اکرم

ملہ القرآن ۲/۵

ملہ الجامع الصغیر مع فیض القدر حدیث ۲۰۰

جمع الزوائد باب فضل قضاء الحاج

مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱۹۷/۱

دار الکتاب بیروت ۱۹۳/۸

قال صل الله تعالى عليه وسلم -
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے۔

توم صحیح حدیث میں ارشاد ہوا کہ،
انکم فی صلوٰۃ ما انتظرتہ الصلوٰۃ لہ

بیشک تم نماز ہی میں ہو جب تک نماز کے انتظار
میں ہو۔

ورنہ انتظار نہ کرنے میں کوئی عرج نہ ہوا، جو شخص جماعت میں دیر دیکھ کر چلا گیا وقت مقررہ کے بعد اس کے
انتظار کی حاجت نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۹۲ از گزالیہ ضلع پدایوں مرسلہ فیسیں خاں
۴ ذی الحجہ ۱۳۶۶ھ
ایک شخص نے نماز پڑھنا شروع کیا دوسرا آنا اس کے برابر کھڑا ہو گیا تیسرا آیا وہ دوسری طرف
برابر کھڑا ہو گیا چوتھا آیا اس نے دونوں مقتدیوں کو کھینچ کے پیچھے کھڑا کر کے شامل ہوا پوچھا گیا کہ نماز میں
کوئی قصور تو نہ ہوا کہا حدیث میں آیا ہے کہ مقتدیوں کو کھینچ کے پیچھے کھڑا کر لے۔ بیضا تو جہ ۱۰

الجواب

آج کل جو غلبہ جمل کھینچنے میں ہے پھر بھی نماز ہو گئی اگر بیٹے والے حکم شرع ماننے کے لئے بیٹے ہوں، اور اگر
کھینچنے والے کا حکم ماننے کو بیٹے نہ مسئلہ کے لحاظ سے قرآن میں بیٹے والوں کی نماز نہ ہوئی واللہ تعالیٰ اعلم
مسئلہ ۹۳ از ذریہ غازی خاں بلاک ۱۳ مستور احمد بخش صاحب ۸ صفر ۱۳۳۹ھ

حضرت ملک العلماء شمس الفضلہ مقتدا سے اہل ایمان، پیشوا سے اہل ایمان ادا م اللہ تعالیٰ
فضلہم و جہدیم انی یوم الدین السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ نیاز مند مشتاق زیارت محتاج دعا ہزار ہزار
نیاز کے بعد عرض کرتا ہے کہ ان آیات میں ایک مسجد جدید تیار کرائی جاتی ہے جس کے متعلق یہ ارادہ ہے کہ
سقت پر عورتوں کے نماز پڑھنے کی جگہ تیار ہو اس حالت میں جماعت کی وضع اور صورت یہ ہوگی کہ بعض
صفوف رجال چونچے زمین پر ہوں گی عورتوں کی صفوف سے مقدم اور بعض محاذی زیر و بالا اور بعض مؤخر
بیرونی صف میں پس کیا ایسی جماعت اس لئے کہ عورتوں کے صفوف بعض صفوف رجال کے اوپر اور بعض صف
رجال سے جو بیرونی صف میں ہوں گی مقدم ہیں مکروہ یا ناجائز ہوگی اس لئے کہ عورتوں کے صفوف اور صفوف
رجال کے درمیان دیواریں اور پردے مائل ہوں گے یا کوئی کواہت نہیں۔ بیضا تو جہ ۱۰

الجواب

چونکہ بیچ میں سقت و جدار مائل ہیں باعث بطلان نماز رجال نہیں ہو سکتا کہ محاذات نہ ہوتی،
لے صحیح بخاری باب السمرقانی الفقہ والخیر بعد العشاء مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۸۳-۹۰

تنویر الابصار میں ہے،

واذا حاذتہ امرأة ولا حائل بينهما ف
صلاة مطلقة فسدت صلاتہ
جب عورت نماز مطلقہ میں مرد کے محاذی ہو جائے
اور ان کے درمیان کوئی چیز حائل نہ ہو تو اس مرد
کی نماز فاسد ہو جائے گی۔ (ت)

مگر یہ صورت بوجہ کراہت و محالیت سے خالی نہ ہوگی،

اولاً عورتوں کا مسجد میں جانا خود ممنوع ہے تو ایک امر ممنوع کے لئے سامان کرنا ہے، تنویر الابصار
میں ہے،

ويكبر حضوره الجماعة مطلقاً على
المذهب۔
مفتی بہ مذہب پر خواتین کا جماعت کے لئے حاضر
ہونا مطلقاً مکروہ ہے۔ (ت)

ثانیاً ہے ضرورت شرعیہ مسجد کی چھت پر چڑھنا مکروہ ہے یہاں تک کہ شدت گرمی بھی اس کے لئے
مذرت نہ مانی گئی، غلگیر یہ میں ہے،

المعصية على سطح كل مسجد مسكوة
ولهذا اذا اشتد الحر يكره ان يصلوا
بالجماعة فوقه۔
ہر مسجد کی چھت پر چڑھنا مکروہ ہے یہی وجہ ہے
کہ سب گرمی سخت ہو تو مسجد کے اوپر یا جماعت
نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ (ت)

ثالثاً یہ اگرچہ تقییم محسوس نہیں مگر واقع میں بعض صنفوں رجال سے تقدیم اور بعض سے معیت
ضرور ہے اور حکم یہ ہے کہ اخروہن من حیث اخرھن اللہ (ان کو موخر رکھو جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے
انھیں موخر فرمایا ہے۔ ت) لہذا اس سے احتراز ہی کیا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۸۴/۱	معبرہ مطبع مجتبیٰ دہلی	باب الامامة	سکھ در مختار
۸۴/۱	" " "	"	سکھ در مختار
۳۲۲/۵	• نورانی کتب خانہ پشاور	ابواب الخی مس فی آداب المسجد الخ	سکھ فتاویٰ ہندیہ
۳۱۲/۱	• مطبع فریدیہ رضویہ سکھر	باب الامامة	سکھ فتح القہر

فصلُ المسبوق

(مسبوق کا بیان)

مسئلہ ۱۲۷ از فیض آباد مسئلہ غشی احمد حسین نرسہ نقشبندی اسسٹنٹ انجینئر ریلوے
۲۳ ربیع الاول ۱۳۲۳ھ

میں کہتا ہے جس کو مغرب کی تیسری رکعت جماعت کے ساتھ ملے وہ جب اپنی نماز پوری کرنے لگا ہو تو اپنی دوسری رکعت میں قعدہ کرے کیونکہ قاعدہ مصرعہ ہے نماز مسبوق و رقی قرأت حکم اول نماز دارد و رقی قعود حکم آخر نماز مسبوق کی باقیانہ نماز قرأت کے لحاظ سے اول اور بیٹھے میں آخر کا حکم رکعتی ہے۔
۳ کہتا ہے مسبوق دوسری رکعت پر قعدہ نہ کرے کہ بعض کتب فقہ میں ایسا ہی لکھا ہے اور جو دوسری رکعت پر قعدہ کرے گا تو تینوں رکعات علیحدہ علیحدہ ہو جائیں گی، پس سوال یہ ہے کہ قول میں کا قابل عمل ہے یا نہ کا۔ بینوا توجروا

الجواب

قول میں کا صحیح ہے، امر قوی سے اُسی کا اختیار مفید ترجیح ہے، کتب معتدہ میں اس کی تصریح ہے، درمختار میں ہے،

یقینی اول صلاتہ فی حق قراۃ و آخرھا قرارة کے حق میں وہ اپنی ابتدا نماز اور تشہد کے حق میں آخر نماز تصور کر کے ادا کرے فجر کے علاوہ
فی حق تشہد فمد رک رکعتہ من غیر

فجر یا تی برکتین بفاتحة وسورة و
تشهد بينهما وبإربعة السرا على بفاتحة
فقط ولا يقعد قبلها
ایک رکعت پائے والا دو رکعتوں کو فاتحہ اور سورت
کے ساتھ ادا کرے اور ان کے درمیان قعدہ
بھی کرے اور چار رکعتی نماز میں چوتھی رکعت کو
صرف فاتحہ کے ساتھ ادا کرے اور اس سے پہلے قعدہ
نہ کرے۔ (ت)

خلاصہ و ہندیر میں ہے :
لو ادركت ركعة من المضرب قضى ركعتين
وفصل بقعدة فتكون بثلاث قعدات يله
اگر کسی نے مغرب کی ایک رکعت پائی تو وہ باقی ماندہ
دو بجالائے اور ان کے درمیان قعدہ کے ساتھ
خامد کرے تو یہاں تین قعدے ہو جائیں گے (ت)
یہاں تک کہ غلبہ شرح غلبہ میں فرمایا اگر ایک رکعت پڑھ کر قعدہ نہ کیا تو قیاس یہ ہے کہ نماز ناجائز ہو یعنی
ترک واجب کے سبب ناقص و واجب الاعادہ البتہ استحضار حکم جواز و عدم وجوب اعادہ دیا گیا
کہ یہ رکعت من وجہ پہلی بھی ہے، رد المحتار میں ہے :
قال في شرح المنية ولو لم يقعد
جاءنا استحسانا لا قيا سا ولو يسد
سجود السهو يكون الركعة اولى من
وجه
شرح المنية میں فرمایا ہے اگر اس نے ایک رکعت
پڑھ کر قعدہ نہ کیا تو اگرچہ قیاساً نماز درست
نہیں مگر استحساناً درست ہے اور اس پر
سجدہ سہو لازم نہیں کیونکہ ایک لحاظ سے یہ
پہلی رکعت ہے۔ (ت)

والله سبحانه وتعالى اعلم
مسئلہ ۹۴۸ حافظ عبد اللہ خاں موضع نظریا ضلع بریلی بتاریخ ۲۹ جمادی الاخریٰ ۱۳۲۷ھ
جماعت رکوع میں ہو تو مسبق نمازی کو نیت کر کے اور تکبیر کہہ کر قعدہ باندھنا چاہئے یا
بے باندھے دوسری تکبیر کہہ کر رکوع میں جانا چاہئے یا ایک ہی تکبیر اس کے واسطے کافی ہے یا کیا
حکم ہے؟ بیٹنوا توجروا

سہ در مختار باب الامامة مطبوعہ مطبع مجتہبی دہلی ۸۶/۱
سہ فتاویٰ ہندیۃ الفصل السابع فی المسبوق واللاحق مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۹۱/۱
سہ رد المحتار باب الامامة مطبوعہ مصطفیٰ البانی مصر ۳۴۱/۱

الجواب

باتحہ باندھنے کی تو اصل حاجت نہیں اور فقط تکبیر تحریمہ کہہ کر رکوع میں مل جائے گا تو نماز ہو جائے گی مگر سنت یعنی تکبیر رکوع فوت ہوئی لہذا یہ چاہئے کہ سیدھا کھڑا ہونے کی حالت میں تکبیر تحریمہ کہے اور سبب خذک اللہم پڑھنے کی فرصت نہ ہو یعنی احتمال ہو کہ امام جب تک سر اٹھائے گا تو معاذ دوسری تکبیر کہہ کر رکوع میں پڑ جائے اور امام کا حال معلوم ہو کہ رکوع میں دیر کرتا ہے سبب خذک اللہم پڑھ کر بھی شامل ہو جاؤں گا تو پڑھ کر رکوع کی تکبیر کہتا ہوا شامل ہو یہ سنت ہے اور تکبیر تحریمہ کھڑے ہونے کی حالت میں کہتی تو فرض ہے بعض نادان قف جو یہ کہتے ہیں کہ امام رکوع میں ہے تکبیر تحریمہ جھکے ہوئے کسی اور شامل ہو گئے اگر اتنا جھکنے سے پہلے کہ باتحہ پھیلا میں تو جھکنے تک پہنچ جائیں اللہ اکبر ختم نہ کر لیا تو نماز نہ ہوگی اس کا خیال لازم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۲۱ از بلند ہی افریقہ سائل حاجی عبد اللہ و حاجی یعقوب علی

نماز ظہر کی جماعت کھڑی ہے میں نے جنو کیا تب تک میں رکعت خلاص ہو گئیں چوتھی میں جا ملا اب میں تین رکعت کس ترتیب سے ادا کروں؟

الجواب

سلام امام کے بعد کھڑے ہو کر سبب خذک اللہم الی پہلے اگر نہ پڑھا تھا تو اب پڑھے ورنہ آخر سے شروع کرے اور الحمد و سورت پڑھ کر رکوع و سجدہ کر کے بیٹھ کر التحیات پڑھے پھر کھڑا ہو کر الحمد و سورت پڑھے اور رکوع و سجدہ کر کے بغیر بیٹھے کھڑا ہو جائے اور چوتھی رکعت میں فقط الحمد پڑھ کر رکوع و سجدہ کر کے التحیات پڑھے اور نماز تمام کرے۔ در مختار میں ہے،

يقضي اول صلاته في حق قراءة واحدا
في حق تشهد فمدر لك ركعة من غير
غير فجزيا في ركعتين بفتح و سورة
وتشهد بينهما واربعة الرباعي بفتح
فقط ولا يقعد قبلها
والله تعالى اعلم

قراءت کے حق میں ابتداء سے نماز اور تشهد کے حق میں آخر نماز تصور کر کے ادا کرے، فجر کے علاوہ ایک رکعت پانچ والا اور کعتوں کو فاتحہ اور سورت اور ان کے درمیان تشهد کے ساتھ ادا کرے اور چار رکعتی نماز میں چوتھی رکعت کو صرف فاتحہ کے ساتھ پڑھے اور اس سے پہلے قعدہ نہ کرے (نت)

مسئلہ ۹۵ از شکر گویا رکھ کر ڈاک دربار گویا رکھ کر مولوی نور الدین احمد صاحب

۹ صفر ۱۳۱۲ھ

مخدوم نیاز منداں بسط اللہ ظلم ابدآ، مسبوق سجدہ سو میں امام سے ملے یا نہیں یعنی اگر اس کو علم ہو کہ امام اور اس کے مقتدی سجدہ سو کر رہے ہیں یا تشهد بعد سجدہ سو میں بیٹھے ہیں باوجود اس علم کے اس کی اقتدار درست ہے یا نا درست؟ بینوا توجروا

الجواب

ضرور جائے ہر حال میں اقتدار درست و صحیح ہے، رد المحتار میں زیر قول در مختار

المسبوق یسجد مع امامه مطلقا سواء كان المسبوق قبل الاقتداء او بعد وكما قيل ايضا ما اذا سجد الامام واحدا ثم سجد مقتدى به قال في البحر فانه يتابعه في الاخرى ولا يقضى قضاء الاول كذا في تقييدها لواقته به بعد ما سجد خلفا انتهى والله تعالى اعلم

مسبوق اپنے امام کے ساتھ ہر حال میں سجدہ سو کرے خواہ وہ سجدہ سو سے پہلے ہو یا بعد میں۔ یہ اس صورت کو بھی شامل ہے جب امام نے ایک سجدہ کر لیا تو پھر اس نے امام کی اقتدار کی کجری میں ہے کہ مسبوق دوسرے سجدے میں اقتدار کرے تو اس صورت میں پہلے سجدہ کی قضا نہیں، جیسا کہ ان دونوں سجدوں کی ادائیگی کے بعد شمولیت کرنے پر قضا نہیں (انتہی)۔ (ت)

مسئلہ ۹۵ ۲۲ رجب ۱۳۱۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جب زید صبح کی نماز کے وقت وضو کر کے فارغ ہوا تو گمان کیا کہ امام نصف التحیات پڑھ چکا اور جماعت دوسری بھی تیار ہے اس نے سنت پڑھنا شروع کیا بعد سنت کے جماعت ثانی ہوئی زید اس میں شریک ہوا، آیا یہ سنتیں اس کی ہوئیں یا نہیں؟ اور زید امام اول کی التحیات میں شریک نہ ہونے سے گنہگار ہوا یا نہیں؟ اور اس التحیات میں شریک ہونا اسے ضروری تھا یا نہیں؟

الجواب

سنتیں ہو تو ہر حال میں گتیں مگر زید کو حکم یہی تھا کہ امام اول کی التحیات میں شریک ہو جائے۔

جماعت ثانیہ کے اعتماد پر اولیٰ کی شرکت نہ چھوڑے نزدیک بالخصوص بلا ضرر صحیح شرعی جماعت اولیٰ فوت کر دینے سے گنہگار ہوا، درمختار میں ہے،

اذا خاف فوت رکعتی الفجر لا شغل له
بسننہا ترکہا۔
روالمختار میں ہے،

الراجح عند اهل المذهب وجوب الجماعة
وانه ياقم بتفويتها اتفاقا اه وقد حققنا
في فتاوانا بتوفيق الله تعالى انه هذا الحكم
للجماعة الاوليٰ جينا۔
بات کی خوب تحقیق کی ہے کہ یہ حکم صرف پہلی جماعت کے لئے ہے۔
ہاں اگر جماعت اولیٰ کا امام غلط خوان یا معاذ اللہ بد مذہب گمراہ یا فاسق معلن اور امام ثانی
ای بھڑوں سے پاک تو زید نے بہت اچھا کیا ایسا ہی چاہئے تھا بلکہ اگر امام اول مثلاً شافعی المذہب تھا اور
اس نے امام حنفی المذہب کی اقتدا چاہی اس نیت سے تاخیر کی جب بھی گناہ نہ ہوا، کما بینا کل ذلك في
فتاوانا والمسائل في رد المحتار وغيره (جیسا کہ ہم نے اپنے فتاویٰ میں اس بات کی خوب تحقیق
کی ہے اور رد المحتار وغیرہ میں مسائل کی تفصیل ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۹۵۲ از گونڈل مرسلہ سید غلام محی الدین صاحب راندھیری ۱۱ صفر ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسبوق بروقت اختتام نماز امام قعدہ اخیرہ میں قنایت
تشہد کے بعد گویا فقہی اقوال کے بحر جیب شہادتین کو مسبوق دہرایا کرے تا سلام امام بجا کے شہادتین کے
اگر السلام علیک ایہا النبی سے دہرایا کرے تو کچھ حرج ہے؟

الجواب

فقہائے محرار تشہد ہی کو لکھا ہے اور اگر السلام سے تکرار کرے جب بھی کوئی ممانعت نہیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۹۵۳ از بریل مرسلہ مولوی عبد الرشید صاحب درس ۲۲ شوال ۱۳۱۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسبوق امام کی متابعت سجدہ و سلام دونوں میں کرے گا

۹۹/۱	مطبوعہ مجبائی دہلی	باب اور اک الغریضہ	لے درمختار
۲۹۲/۱	مصلیٰ ابائی مصر	باب الاقناع	لے رد المحتار

یا فقط سجدہ میں، اور اگر الفرقۃ التقدریہ سلام میں متابعت کرے تو نماز مسبوق کی باقی رہے گی یا فاسد؟
 بینوا تو جوہ واجزا کہم اللہ تعالیٰ۔

الجواب

مَسْبُوقِ صِرْفِ سَجْدہ میں متابعت کرنے نہ سلام میں، اگر سلام میں قصد متابعت کرے گا اگرچہ اپنے جمل سے یہی سمجھ کر کہ گچھے شرعاً سلام میں بھی اتباع امام چاہئے تو نماز اس کی فاسد ہو جائے گی، ہاں اگر سہواً سلام کیا تو نماز مطلق نہ جائے گی اور سجدہ سہو بھی اپنی نماز کے آخر میں کرنا نہ ہوگا اگر یہ سلام سہواً سلام امام سے پہلے یا معاً اس کے ساتھ ساتھ بغیر تاخیر کے تھا اور اگر سلام امام کے بعد مجبول کر سلام پھیرا تو اس سجدہ سہو میں تو امام کی متابعت کرے ہی پھر جب اپنی باقی نماز کو گھڑا ہو تو اس کے ختم پر اس کے سہو سلام کے لئے سجدہ سو کرے۔ رد المحتار میں ہے،

المسبوق یسجد مع امامہ قید بالسجود
 لانه لا یتابعہ فی السلام بل یسجد
 معہ و یتشهد فاذا سلم الامام قام
 الی القضاء فان سلم فان كانت
 عامداً فسدت والا فلا یجوز علیہ
 ان یسلم صہواً قبل اکمالہ او معہ
 وان سلم بعدہ لزمہ لکونہ منفرداً
 حیث یثبذ بحر و امراد بالمعینۃ المقارنۃ
 و ہونادہ الوقوع کما فی شرح المنیۃ
 و فیہ لو سلم علی ظن انہ علیہ
 ان یسلم فہو سلام عمد یعنے البناء
 واللہ تعالیٰ اعلم

یہاں محبت سے مراد مقارنت ہے اور اس کا وقوع بہت کم ہے اسی طرح شرح المنیۃ میں ہے کہ اگر اس نے یہ گمان کرتے ہوئے سلام پھیر دیا کہ اس پر سلام لازم تھا تو یہ عمداً سلام ہوگا جو کہ بنا سے نماز سے مافع ہے۔ (ت)

مسئلہ ۹۵۳ مسئلہ مرزا باقی بیگ صاحب رام پوری ۱۱ ذیقعدہ ۱۳۰۶ھ
 کیا فرما تے ہیں ملائے دیں اس مسئلہ میں کہ اگر متعین نے امام مسافر کی اقتداء کی اور ایک یا دونوں
 رکوع نہ پائے مثلاً دوسری رکعت یا صرف التحیات میں شریک ہو تو بعد سلام امام کے اپنی نماز
 کس طرح ادا کرے؟ پیشوا توجروا

الجواب

یہ صورت مسبوق لاتی کی ہے وہ پچھلی رکعتوں میں کہ مسافر سے ساقط ہیں متعین متعین لاتی ہے
 لانه لم یبد رکعہا مع اکامہا بعد ما اقتدی بہ (اس لئے کہ اس نے اقتداء کے بعد امام
 کے ساتھ ان دو رکعتوں کو نہیں پایا۔ ت) اور اس کے شریک ہونے سے پہلے ایک رکعت یا دونوں جس
 قدر نماز ہو چکی ہے اس میں مسبوق ہے لانهما فابتدئہ قبل ان یقتدی (اقتداء سے قبل اس نے اسے
 فوت کیا ہے۔ ت) در مختار و رد المحتار میں ہے،

مقیم المتعین مسافر فہو لاحق بالمتعین
 للآخرین یمت وقد یكون مسبوقاً ایضاً
 کما اذا فاتہ اول صلاۃ امامہ المتأخر
 اگر متعین نے مسافر کی اقتداء کی تو وہ آخری رکعتوں
 کے لحاظ سے لاحق ہے اور کبھی مسبوق بھی ہو سکتا
 ہے جبکہ مسافر امام کی اقتداء پہلی رکعت میں
 نہ کی ہو (ت)

اور حکم اس کا یہ ہے کہ جتنی نمازیں لاتی ہے پہلے اُسے بے قراءت ادا کرے یعنی حالت قیام میں
 کچھ نہ پڑھے بلکہ اتنی دیر کہ سورۃ فاتحہ پڑھی جائے محض خاموشی کھڑا رہے بعد جتنی نمازیں مسبوق ہوا اُسے
 مع قراءت یعنی فاتحہ و سورت کے ساتھ ادا کرے،

فی الدال المختار لاحق یبدأ بقضائہ
 ما فاتہ بلا قراءۃ فاتحہ ما سبق بہ یہا
 ان کان مسبوقاً ایضاً ملخصاً۔
 در مختار میں ہے کہ پہلے لاحق فوت شدہ رکعات
 بغیر قراءت کے ادا کرے پھر وہ رکعات جو امام کے
 ساتھ نہ گئی تھیں اگر مسبوق ہوا ملخصاً (ت)
 رد المحتار میں ہے،

قولہ ما سبق بہ یہا الخ ای ثم وصلی
 پھر ما سبق رکعات الخ یعنی اگر مسبوق ہے تو لاحق

اللاحق ما سبق به بقراءة اتم كانت
مسبوقة الضربات اقتدى في اثناء صلافة
الامام ثم نام مثلا وهذا بيان للقسم
الرابع وهو المسبوق باللاحق الخ

پس اگر دونوں رکوع نہ پاسے تھے تو پہلے دو رکعتیں بلا قرأت پڑھ کر بعد التیمات دو رکعتیں فاتحہ
سورت سے پڑھے، اور اگر ایک رکوع نہ ملا تھا تو پہلے ایک رکعت بلا قرأت پڑھ کر بیٹھے اور التیمات
پڑھے کیونکہ یہ اس کی دوسری ہوتی، پھر کھڑا ہو کر ایک رکعت اور ویسی ہی بلا قرأت پڑھ کر اس پر بھی
بیٹھے اور التیمات پڑھے کیونکہ یہ رکعت اگرچہ اس کی تیسری ہے مگر امام کے حساب سے چوتھی ہے اور رکعات فائزہ
کو نماز امام کی ترتیب پر ادا کرنا لازمی لازم ہوتا ہے پھر کھڑا ہو کر ایک رکعت، فاتحہ و سورت پڑھ کر
بیٹھے اور بعد تشهد نماز تمام کرے۔

في مرد الصغار من شروي النية والمجمع
انه لو سبق برکعة من ذوات الامام ثم
ونا في ركعتين يصلي اولا ما ناء فيه ثم
ما اركه مع الامام ثم ما سبق به
فيصلي ركعة ممانا مرفيه مع الامام
ويقعد متابعه له لانها ثانية امامه
ثم يصلي الاخرى ممانا مرفيه ويقعد
لانها ثانية ثم يصلي التي انقبه فيها و
يقعد متابعه لامامه لانها رابعة و
كل ذلك بغیر قراءة لانه مقتد ثم
يصلي الركعة التي سبق بها بقراءة
الفا تحة وسورة والا صل ان اللاحق
يصلي على ترتيب صلافة الامام

رد المحتار میں شرح غیر و مجمع سے ہے کہ اگر
چار رکعات میں سے ایک رکعت گزر گئی اور پھر
شریک ہوا پھر دو میں سو گیا تو اب جن میں سویا
انہیں پہلے ادا کرے، پھر جس میں امام کے ساتھ
اقتدار کی پھر چھوٹی ہوتی، پس وہ جس میں امام کے ساتھ سویا
اس کی ایک رکعت پڑھے اور امام کی استیذان میں
قعدہ کرے کیونکہ امام کی دوسری رکعت تھی،
پھر سونے والی دوسری رکعت ادا کرے اور قعدہ
کرے کیونکہ اس کی دوسری ہے پھر وہ پڑھے
جس میں بیدار ہوا اور اتباع امام کی وجہ سے
بیٹھے کیونکہ یہ اس کی چوتھی ہے اور یہ تمام
بغیر قرأت کے ہوں گی پھر وہ قرأت و فاتحہ کے
ساتھ وہ رکعات پڑھے جو گزر چکی تھیں، ضابطہ

والمسبوق يقضي ما سبق به بعد فراغ
الامام اه اقول فهذه هي العمومة
المستول عنها بيد ان ما نحن فيه اعني
اقتداء المقيم بالمسافر لا يتحقق فيه
الادراك بعد ما صار لاحقا لانه انما
يصير لاحقا في الاخيرين وذلك انما
يكون بعد سلام الامام فلا تتأخر هنا
صورة المتابعة بعد اداء ما هو لاحق
فيه كما لا يخفى ولذلك تغير بعض
الترتيب والله تعالى اعلم.

یہ ہے کہ لائق امام کی ترتیب پر نماز ادا کرے لیکن
امام کی فراغت کے بعد ما سبق کی ادائیگی کرے۔
اقول (میں کہتا ہوں) صورت مستولہ یہی ہے
ملا وہ ازیں جس میں ہم بحث کر رہے ہیں یعنی مقيم کا
مسافر کی اقتداء کرنا اس میں لائق سے اور اک امام
پایا نہیں جاتا کیونکہ آخری رکعتوں میں وہ لائق ہی
سے جاریہ بات سلام امام کے بعد ہی ہوگی لہذا
یہاں ایسی صورت نہ ہوگی کہ وہ کچھ ادائیگی کے بعد
لائق ہو گیا کہ واضح ہے اسی لئے کچھ ترتیب
میں تبدیلی آ جاتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)
مسئلہ از بگرام ضلع ہرودی محلہ میدانی پورہ

۲۰ صفر ۱۳۱۱ھ

امام نماز ظہر یا عصر یا عشاء پڑھتا ہے اور ایک یا دو رکعت پڑھ چکا ہے کہ دوسرا شخص اگر شامل
ہو تو بعد ختم ہونے نماز کے یہ مقتدی اپنے رکعات باقیہ پڑھے تو اس میں فاتحہ و سورت قراءت کرے
یا بعد پڑھنے فاتحہ و سورت کے ساکت رہ کر رکوع و سجود بجا لائے تشریفاً لکھا جاوے اور اسی طرح
اگر مسافر نمازیں نہ کر نصت پڑھ کر ختم کرے تو مقتدی فاتحہ پڑھے یا بعد قراءت ساکت رہے۔ بینوا تو جودا

الجواب

صورت اولیٰ میں مقتدی کہ بعد سلام امام رکعت اولیٰ یا اولین قضا کرے فاتحہ و سورت و جوباً
پڑھے کیونکہ وہ مسبوق ہے اور مسبوق اپنے رکعات میں مثل منفرد اور منفرد پر قراءت لازم اور صورت
ثانیہ میں مقيم کہ بعد سلام مسافر رکعتین اخیرتین ادا کرے بجائے قراءت ساکت رہے کہ وہ ان رکعات
میں لائق ہے اور لائق حکماً مقتدی اور مقتدی کو قراءت ممنوع

في الصدر المختار اللاحق مع
فاتحة الركعات كلها او بعضها

در مختار میں ہے لائق وہ مقتدی ہوتا ہے جس کی
اقدام کے بعد تمام یا بعض رکعتیں (امام سے)

بعد اقتداء نہ کہ مقیم اثنم بصافرو
 حکمہ کہوتہ فلا یاتی بقراءة ولا سهو
 والمسبق من سبقہ الامام بہا وبعثہا
 وهو منقر دحتی یثنی ویتعوذ ویقرؤ
 فیما یقضیہ فمد رکعۃ من خیر
 فجریاتی برکعتین بفاختہ و مسورۃ و
 تشہد بینہما وبراہۃ الرباعی بفاختہ
 فقط اھ ملتقطا۔ واللہ سبحنہ وتعالی
 اعلمو علمہ بجل مجدۃ اتم و
 احکم۔

وہ جاتیں جیسے کہ کسی مقیم نے مسافر کی اقتداء کی
 اس کا حکم مقتدی کی طرح ہی ہے وہ قرأت نہیں
 کرے گا اور نہ ہی سجدہ سہو کرے گا اور مسبوق
 وہ ہوتا ہے جس سے پیشتر امام سبب
 رکعتیں یا بعض رکعتیں ادا کر چکا ہو اس کے بعد
 شریک ہو وہ مسبوق منفرد کی طرح ہوتا ہے حتی کہ
 وہ ثنا سبحنک اللہم الخ اور تعوذ پڑھے گا
 بقیہ رکعتوں میں قرأت بھی کرے گا۔ فجر کے علاوہ
 ایک رکعت پانے والا دو رکعتوں کو فاتحہ اور سورت
 کے ساتھ ادا کرے اور ان کے درمیان قعدہ بھی
 کرے اور پھر رکعتی نماز میں چوتھی رکعت میں صرف
 فاتحہ ہی پڑھے اھ ملقطا۔ واللہ سبحنہ وتعالی اعلم و
 بجل مجدۃ اتم و احکم (ت)

مسئلہ ۹۵۱ از سبکی بحیث و موضع مجتہدہ علاقہ آنزل یکم شوال ۱۳۰۸ھ
 کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جس امام کے ساتھ چار رکعت کی نماز میں ایک رکعت
 ملی وہ باقی نماز کیونکر ادا کرے؟ بینوا توجروا

الجواب

امام کے سلام کے بعد اٹھ کر ایک رکعت فاتحہ و سورت کے ساتھ پڑھے اور اس پر التبعیات
 کے لئے بیٹھے پھر کھڑا ہو کر ایک رکعت فاتحہ و سورت کے ساتھ پڑھے اور اس پر نہ بیٹھے پھر ایک رکعت
 صرف فاتحہ کے ساتھ پڑھے اور قعدہ اخیرہ کر کے سلام پھیر دے۔

هذا ما اعتمدہ الاثمة الجلۃ وعلیہما
 اقبہ فی الخلاصۃ وشرح الطحطاوی
 والا سیبجانی وفتح القدیر والبحر الرائق
 یہ وہ ہے جس پر اکابر ائمہ نے اعتماد کیا خلاصہ،
 شرح طحطاوی، الا سیبجانی، فتح القدیر،
 بحر الرائق، درر، درختار،

ہندیہ اور دیگر معتبر کتب مذہب میں اسی پر
اکٹھا کیا ہے۔ (ت)

والدور والدر المختار والہندیہ وغیرہا
من معتقدات الذہب۔

در مختار میں ہے،

اور مسبوق قرات کے حق میں اپنی نماز کو اول اور
تشمید کے حق میں آخر نماز تصور کر کے نماز ادا کرے
فجر کے علاوہ ایک رکعت پانے والا دو رکعتوں کو
فاتحہ اور سورت کے ساتھ ادا کرے اور ان کے
درمیان قعدہ بھی کرے، چار رکعتی نماز میں چوتھی
میں صرف فاتحہ پڑھے اور اس سے پہلے قعدہ نہ کرے۔
واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

یقضی اول صلاتہ فی حق قراۃ و آخرہا
فی حق تشہد فحد رک رکعتہ من غیر
فجر یا فی برکتین و فاتحۃ و سورۃ و
تشہد بینہما و براۃ الہی یا فی بقا تجمۃ
فقط ولا یقعد قبلہا۔ واللہ تعالیٰ
اعلم۔

مسئلہ ۹۵۴ از قصبہ میترانوالی ڈاک خانہ گھکریلوی ضلع جوہرانوالہ عرسلہ حافظ شاہ ولی اللہ صاحب
محرم الحرام ۱۳۰۹ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ بخدمت عالی جناب قدسی اتعاب مولوی احمد رضا خان صاحب
دام برکاتہ۔ از فقیر حافظ ولی اللہ شاہ بعد از تسلیات و آداب ماہ جب معروض آنکہ عرصہ ایک سال کا
گزر اسے کہ بندہ مضر کی قد مبوسی سے مشرف ہوا تھا اور ایک مسئلہ حضور سے دریافت کیا تھا وہ باب
اقتدار مقیم کا مسافر کے ساتھ نماز رہائی میں اس حالت میں جو مسافر ایک رکعت ادا کر چکا ہو اور مقیم
اگر طوائف ایک رکعت مقیم نے امام مسافر کے ساتھ پائی پھر وہ تین کس طرح پرا د کرے، میں نے آپ سے
یہ مسئلہ دریافت کیا تھا تو آپ نے فرمایا تھا کہ اول دو رکعت جو خالی قرات سے ہیں وہ ادا اس طرح کرے
کہ بقدر الحمد کے قیام کرے اور اس میں قرات نہ پڑھے بعد ایک رکعت جو مسبوقانہ ہے ادا کرے اور اس
میں ثناء و فاتحہ و سورۃ پڑھے۔ اور یہی مسئلہ مسافر داسلے کا اس جگہ تنازعہ دو مولوی صاحبوں کا آپس میں
پڑا ہوا ہے بلکہ بہت عالموں سے یہ مسئلہ دریافت کیا گیا ہے سب کے سب آپ کے بطلان بیانی
کہتے ہیں اور یہی کہتے ہیں کہ سوانہ کتاب کے ہم نہیں مانتے اور دوسری جگہ ہمیشہ جب امام سے علیحدہ
ہو کر مسبوقانہ ادا کرتا ہے تو پہلے ابتداء سے شروع کرتا ہے یعنی ثناء و فاتحہ و سورۃ شروع کرتا ہے

کیا وہ ہے کہ مقیم نماز باجمعی میں امام مسافر کے ساتھ مسبوق ہو جائے تو اول خالی دو رکعت ادا کرے پھر خلف
ترتیب معمر کے، لہذا مہربانی فرما کر عرض واسطے ثواب کے یہ مسئلہ مسافر والا متصل مع حوالہ کتب معتبرہ کے
تحریر فرمائیں تاکہ تنازع رفع ہو جائے مگر بحوالہ کتاب کے تسلی نہ ہوگی کیونکہ ہم نے اس جگہ بہت کتب سے
معلوم کیا ہے کچھ تسکین نہیں ہوتی، اور اگر پہلی خالی دو رکعت کو ادا کرے تو اس میں قعدہ ایک پر کرے یا نہ؟
اور قرأت وسجود سہو بھی ادا کرے یا نہ؟ از جانب نیاز مند امیر احمد اگرچہ ظاہر آپ سے طاقات حاصل
نہیں مگر زبانی حافظہ ولی اللہ شاہ صاحب سے آپ کی تعریف شن کر شائق ہوں کہ آپ جیسا شاید ہندوستانی
میں کوئی عالم حنفی مذہب موجود نہیں، جو مسئلہ حافظہ ولی اللہ شاہ صاحب نے ادر لکھا ہے آپ پورا پورا
بعینہ حوالہ کتب معتبرہ تحریر فرمائیں تاکہ اطمینان کلی حاصل ہو اور کوئی شک و شبہ باقی نہ رہے اور دوسرا
صرف نیاز مند کو یہ شبہہ واقع ہوا ہے کہ مسافر کے ساتھ مقیم نے نماز چار گانہ میں دوسری رکعت میں
آکر اقامت ادا کیا تو اب پہلی رکعت جو بعد فراغ امام ائمہ کر پڑے گا کس طرح پڑھے گا؟ کیونکہ اس کی تین رکعت
باقی ہیں اور یہ جو رکعت امام کے ساتھ اس نے پائی ہے مقتدی کی کوئی رکعت ہوگی؟ آیا بعوم قاعدہ کے جو
رکعت امام کی وہی رکعت مقتدی کی؟ اس نماز میں تو یہ رکعت امام کی بلحاظ مسافر ہونے کے آخر کی ہے
اور مقیم کی دوسری، اب وہ دوسری رکعت میں الحمد وقل پڑھے گا یا نہیں؟ ہر سہ رکعت میں جیسے قرأت
پڑھنی کتب سے ثابت ہو تحریر فرمائیں مکلف اوقات گرامی امیر احمد علیٰ حد مذکور عرض یہ ہے کہ کیا اس
پر چاہتا ہے کہ جو رکعت امام کی قرأت والی ہے اس کی بھی قرأت والی رکعت اس کے ساتھ ملتی ہو جائے
یا کہ پہلی دو رکعت وہ ادا کرے جو خالی سورۃ والی ہیں فقط بینوا تو جہروا۔

الجواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم، محمد غاوث علیہ علیہ وسلم، شاہ صاحب
کرم فرما کر حکم اللہ تعالیٰ السلام علیک ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، حکم مسئلہ جو کہ فقیر غفر اللہ تعالیٰ نے بیان کیا
صحیح و مطابق کتاب تھا منشا اشتباہ ناظرین یہ ہے کہ صورت مذکورہ میں یہ مقیم بھی مسبوق ہے اور ہم
مسبوق کو دیکھتے ہیں کہ حق قرأت میں اول نماز سے ابتدا کرتا ہے، درمختار میں ہے،
المسبوق یقضی اول صلاۃ فی حق مسبوق قرأت کے حق میں اپنی پہلی رکعت تصور
قرأتاً

کر کے ادا کرے گا۔ (ت)

تو چاہئے تھا کہ یہ بھی بعد سلام امام رکعت اولیٰ ہی ادا کرتا جس میں اس کو حکم قرات ہے مگر انھوں نے یہ خیال نہ فرمایا کہ صورتِ مسطورہ میں مقیم تنہا مسبوق نہیں لائق بھی ہے دو رکعت اخیرہ کی نظر سے لائق اور اولیٰ کے اعتبار سے مسبوق، درمختار میں ہے :

اللاحق من فاتته الركعات كلها او بعضها
بعد اقتدائه كمقيم انتم بمساخر
لاحق وہ ہوگا جس کی اقتدار کے بعد تمام یا بعض رکعات (امام سے) رہ گئی ہوں جیسا کہ وہ مقیم جس نے مسافر کی اقتدار کی۔ (ت)

رد المحتار میں ہے :

ای قہو للاحق بالنظر للاخیرتین وقد
یکون مسبوقا کما اذا فاتہ اول صلاة
امامہ المسافر ط

یعنی وہ آخری رکعتوں کے لحاظ سے لائق ہے اور کبھی مسبوق بھی ہو سکتا ہے جب مسافر امام کے ساتھ اس کی پہلی رکعت رہ گئی ہو۔ (ت)

اور مسبوق لائق کو یہی حکم ہے کہ پہلے دو رکعت بے قرات ادا کرے جن میں لائق ہے ان سے خارج ہو کر رکعتِ مسبوق بہا کی قضا رہا قرات کرے۔ درمختار میں ہے :

اللاحق یبدأ بقضاء ما فاتہ بلا قراۃ
ثم ما سبق به بها ان کان مسبوقا ایضا
(ملخصا)

یعنی وہ پہلے بغیر قرات کے فوت شدہ ادا کرے اور اگر مسبوق بھی ہو تو اس کے بعد وہ پڑھے جس میں مسبوق ہوا (یعنی اول رکعت جو باقی تھی اس کو قرات کے ساتھ پڑھے)۔ (ت)

تو علماء کا فرمانا کہ مسبوق قضا کے رکعات میں اول نماز سے آغاز کرے اس کے یہ معنی نہیں کہ سب سے پہلے رکعاتِ مسبوق بہا کی قضا کرے، یہ تو زلفظوں کا مفاد نہ ان کی مراد نہ واقع میں صحیح و متصف بسدا و تمام کتب فقہ جن میں خود انھیں علماء کی صاف و صریح تصریح ہے کہ مقتدی جس نماز میں لائق ہو اسے مسبوق بہا سے پہلے ادا کرے اس کے بطلان پر شاہِ مدلل جگر علماء اس حکم سے صرف رکعاتِ مسبوق بہا کی باہمی ترتیب ارشاد فرماتے ہیں یعنی چند رکعتوں میں مسبوق ہوا وہ ان کی قضا کے وقت الاول فالاول ادا کرے مثلاً تین میں مسبوق ہو تو پہلی میں شمار و تہود و فاتحہ سب کی پڑھے دوسری میں صرف و سورۃ، تیسری میں

۸۶/۱	مطبوعہ مطبع مجتہاتی دہلی	باب الامامة	ملہ درمختار
۲۲۰/۱	مطبوعہ البانی مصر	"	ملہ رد المحتار
۸۶/۱	مطبوعہ مجتہاتی دہلی	"	ملہ درمختار

فقط فاتحہ، غرض حکم منکشف ہے اور شبہ منکشف۔ یہ نہی دوسرا شبہ کہ قیاس چاہتا ہے کہ رکعت قرأت رکعت قرأت سے ملتی ہو،

اَوَّلًا غرض صریحہ کے مقابل ہمارے خیالات کو کیا دخل !

ثانیاً جسے چار رکعتی نماز میں صرف اخیر علی بعد سلام امام دو رکعت قرأت پڑھے گا تو جیسے خالی سے خالی کا اتصال ضرور نہیں تو نہی بھری سے بھری گا۔

ثالثاً یہ دیکھنا تھا کہ وہ رکعت قرأت کون سی ہے جس سے رکعت قرأت ملتی ہوتی ہے اور وہ کون سی ہے جس سے امام کے ساتھ ملے ہے وہ رکعت قرأت رکعت اولیٰ ہے جس کے بعد رکعت قرأت ہوتی ہے اور اس نے ہر امام رکعت ثانیہ پائی اس سے رکعت بے قرأت ہی ملتی ہے غرض یہ تو کسی دیکھنے تو دوسری کے بعد تیسری کا محل ہے نہ وہ پہلی کا بخلاف مسبوق کہ چوتھی تک ادا کر چکا لا جرم اب پہلی سے شروع کرے گا۔ رہا حکم قعود و سجود جب سلام امام مسافر کے بعد مقیم قائم ہو ایک رکعت پڑھ کر اسے قعود چاہئے کہ اگر اصلی میں یہ تیسری رکعت ہے مگر اس کی ادائیگی دوسری ہے تو اس پر ایک شفعہ تمام ہو گا اور ہر شفعہ پر قعود مطلقاً چاہئے، امام، منفرد، مقتدی، حرک، لائق، مسبوق اس قدر حکم میں سب شریک ہیں، مسبوق کے لئے دو نماز و خلاصہ و ہندیہ میں ہے :

و اللفظ لهما تین لواء رکعت من	الفاظ ہندیہ و خلاصہ کے ہیں اگر مغرب کی ایک
المغرب قضاہی رکعتین و فصل بقعدة	رکعت پائی تو دو اور پڑھے اور ان کے درمیان
فتكون بثلاث قعدات و لواء رکعت	قعدہ کرے تو اب تین قعدے ہو جائیں گے اور
من السابعة يقضی رکعة و یتشہد	اگر چار میں سے ایک رکعت پائی تو ایک رکعت
	پڑھ کر تشہد بیٹھے الخ

لاحق کے لئے شرح جامع وغیرہ رد المحتار میں ہے :

لوسبق برکعة من ذوات الامام و نام	اگر چار میں سے ایک رکعت (امام سے) گزر گئی
فی رکعتین یعملی اولا ما نام فیہ	اور دو رکعتوں میں وہ سو گیا تو پہلے سونے والی
ثم ما ادرکہ مع الامام ثم	رکعتیں ادا کرے پھر وہ جو امام کے ساتھ پائی اور
ما سبق به فیعملی رکعة مما نام	پھر قوت شدہ ادا کرے تو وہ ایک رکعت سونے میں

فیه مع الامام ویقعد متابعتہ لہ لانہا
ثانیۃ امامہ ثم یصلی اخری ممانام
فیه ویقعد لانہا ثانیۃ الخ۔
امام کے ساتھ جُتوتی پڑھے گا اور اتیاناً قعدہ کرے
کیونکہ امام کی دوسری جُتوتی پھر ایک اور رکعت
سونے والی پڑھے اور قعدہ کرے کیونکہ وہ اس
کی دوسری ہے الخ (ت)

دیکھو ان کی ادا میں جو رکعت دوسری جُتوتی اس پر قعدہ کا حکم دیا اگرچہ واقع میں وہ مسبوق کی پہلی
اور لاحق کی تیسری جُتوتی کما لا یخفی (بسیا کہ مخفی نہیں ہے۔ ت) یہ عبارت بھی نص نصیر ہے کہ لاحق
مسبوق جس رکعت میں لاحق ہو اسے رکعت مسبوق بہا سے پہلے ادا کرے گا اور مقیم مذکور کو بعد فراغ
امام جو سہو ہوا اگر وہ سہو رکعت مسبوق بہا میں ہے تو بالاجماع سجدہ سہو لازم لانہ فیہا مسبوق
وعلی المسبوق السجود بسہو (کیونکہ اس میں وہ مسبوق ہے اور مسبوق پر سہو کی وجہ سے سجدہ
سہو لازم ہوتا ہے۔ ت) اور اگر ان دو رکعت میں سے بھی میں اسے حکم لاحق دیا گیا تو لزوم سجدہ میں
علماء مختلف ہیں اور اصح لزوم ہے۔ بحر الرائق ہے۔

المقیم اذا اقتدی بالسافر ثم قام
لاتمام صلاتہ وسہا ذکر فی
الاحمل انه یلزمہ سجود السہو و
وصحہ فی البدائع ملخصاً۔
وہ مقیم جس نے مسافر کی اقتدا کی جب وہ اتمام نماز
کے لئے کھڑا ہوا اور مجبول گیا تو اصل میں ہے کہ
اس پر سجدہ سہو لازم ہے، ہاتھ میں اس کی
تفسیر کی کہ ملخصاً (ت)

واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ اتم و احکم فقط۔

فصل الاستخلاف (خلیفہ بنانے کا بیان)

مسئلہ ۹۵۸ از کیپ برطانیہ ۱۱ ربیع الاول ۱۳۰۶ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر نماز پڑھتے ہیں امام کا وضو جاتا رہے تو مقتدی
کیا کریں اور ان کی نماز کیونکر درست رہے؟ بینوا توجروا
الجواب

یہ صورت استخلاف کی ہے کہ امام قبل اس کے کہ وضو کرے کہ مسجد سے باہر نکلے مقتدیوں میں سے کسی
صالح امامت کو اپنا خلیفہ کر دے اور وہ خلیفہ نہ کرے تو مقتدی اپنے میں سے ایک کو امام کر دیں یا ان میں سے
کوئی خود ہی آگے بڑھ جائے بشرطیکہ امام ابھی مسجد سے خارج نہ ہوا ہو کہ خلیفہ اس کی جگہ جاکر اہوا ان صورتوں
میں بعد لحاظ شرائط کثیرہ نماز قائم رہے گی اور اگر پانی مسجد ہی میں مل سکے کہ وضو کے لئے باہر جانا نہ پڑے تو
ان باتوں کی حاجت نہیں بلکہ مقتدی اپنی حالت پر باقی رہیں اور امام وضو کر کے آجائے اور نماز جہاں سے
چھوڑی تھی شروع کر دے مگر یہ مسئلہ استخلاف ایک سخت و شوارہ کثیر الشقوق مسئلہ ہے جس میں بہت
شرائط اور بکثرت اختلاف صورت سے اختلاف احکام ہے جس کی پوری طراعات عام لوگوں سے کم متوقع ہے لہذا
وہ ان امور کے خیال میں نہ پڑیں بلکہ جریات احسن و افضل و اعلیٰ و اکمل ہے اسی پر کار بند رہیں یعنی اس
نیت کو توڑ کر از سر نو نماز پڑھنا کہ جو لوگ علم کافی رکھتے اور مراعات جمیع احکام پر قادر ہیں ان کے لئے بھی افضل
یہی ہے تو عام لوگ ایک خلافت افضل بات کے حاصل کرنے کو ایسے راہ و شوارہ گزار میں کیوں پڑیں،

در مختار میں ہے آگاہ رہنا چاہئے کہ جواز بنائے کی
قیرۃ شرائط میں، پھر فرمایا، امام کو ایسا حدیث کا حق
ہو گیا جو بناء سے مانع نہیں تو وہ کسی کو خلیفہ بنائے
یعنی اس کے لئے یہ جائز ہے جب تک اس نے
صفوں سے تجاوز نہیں کیا بشرطیکہ وہ صحرا میں ہو اور
اگر مسجد میں ہو تو جب تک مسجد سے خارج نہیں
ہوا خلیفہ بنا سکتا ہے اور اگر مسجد میں پانی ہو تو
خلیفہ بنانے کی ضرورت نہیں البتہ اختلاف سے
بچنے کے لئے نئے سرے سے نماز ادا کرنا افضل ہے
(مختاراً دت)

فی الدرد المختار اعلم ان لجواز البناء
ثلثة عشر شرطاً ثم قال سبق الامام
حدث غير مانع للبناء استخلف اى
جائز له ذلك ما لم يخرج من الصفوف
لوفى المسجد ولو كان الماء في المسجد
لم يحتج للاختلاف واستينافه افضل
تحريم الخلفاء اه ملقط

رد المحتار میں ہے،

امام کے خلیفہ نہ بنانے کی وجہ سے اگر قوم نے کسی ایک
کو اس کے کر دیا یا کوئی خود آگے ہو گیا تو یہ جائز ہے
بشرطیکہ وہ امام کے مسجد سے خارج ہوئے سے
پہلے قائم مقام بن جائے اور اگر امام مسجد سے
خارج ہو گیا تو امام کے علاوہ باقی تمام کی نماز فاسد
ہو جائے گی جیسا کہ خانیر میں ہے انتہی۔ (دت)

ان قد مر القوم واحد او تعدد بنفسه
لعدم استخلاف الامام بجان ان قام
مقام الاول قبل ان يخرج من المسجد
ولو خرج منه فسدت صلاة الكل دون
الامام كذا في الخاتمة انتهى

والله تعالى اعلم

مسئلہ ۹۵۹ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امام کو حدیث پڑھنا اس نے ایک اُتی مقتدی کو خلیفہ
کیا اس خلیفہ نے دوسرے کو خلیفہ کر دیا آیا یہ نماز صحیح ہوئی یا فاسد؟ بینوا تو جبروا

الجواب

اگر یہ خلیفہ فی الحقیقہ امی ہے کہ ایک آیت بھی قرآن کی اُسے یاد نہیں اور اس نے قبل اس کے
کہ امام مسجد سے باہر جائے اور آپ امام کی جگہ پہنچے دوسرے شخص صالح امامت کو خلیفہ کر دیا اور وہ امام کے

نکلنے سے پہلے اس کی جگہ پر پہنچ گیا تو نماز صحیح ہو گئی کہ ہر چند آتی صلاحیت خلافت نہیں رکھتا لیکن اس حالت میں خلیفہ دوسرا شخص ہے نہ وہ،

فی الہندیۃ وشرط جواز صلاۃ الخلیفۃ و
والقوم ان یوصل الخلیفۃ الی المحراب
قبل ان یمخرج الامام عن المسجد کذا
فی البحر الرائق ولو استخلف فاستخلف
الخلیفۃ غیریۃ قال الفضل ابن ابی
یمخرج الاول ولہ یأخذ الخلیفۃ مکانہ
حتی استخلف جائز یمیدکان الشافعی
تقدم بنفسہ او قدمہ الاول والاخر
یجزہ کذا فی الخلاصۃ۔

ہندیہ میں ہے خلیفہ اور قوم کی نماز کے جواز کے لئے
شرط ہے کہ امام کے مسجد سے خارج ہونے سے
پہلے پہلے خلیفہ محراب میں پہنچ جائے جیسا کہ
بحر الرائق میں ہے اور اگر خلیفہ نے اپنی جگہ
اور خلیفہ بنالیا تو فضل کہتے ہیں کہ اگر اول نہیں
نکلا اور خلیفہ نے امام کی جگہ لینے سے پہلے کوئی اور خلیفہ
بنالیا تو جب نماز سے گویا دوسرا خود بنالیا
پہلے نے اسے بنالیا ورنہ جائز نہ ہوگا جیسا
کہ خلاصہ میں ہے۔ (ت)

اور جو امام نے اسے تشہد میں یا اس سے پہلے خلیفہ کیا اور اس نے امام کی جگہ پر پہنچنے کے بعد دوسرے
شخص کو خلیفہ کیا تو نماز فاسد ہوئی اب اصل میں اس کے دوسرے کو خلیفہ کرنے سے منظور نہیں،

فی البدایۃ والاختصاص واستخلف الامام امیاً
فی الاخریین ولو فی التشہد اما بعد
فتصح لخروجہ بصلوۃ نفسه
صلواتہ۔

در مختار میں ہے اگر اسی کی آخری دو رکعات حتی کہ
تشہد میں خلیفہ بنالیا (تو امام کی نماز فاسد ہوگی)
لیکن اس کے بعد صحیح ہے کیونکہ اس کا خروج بالارادہ
ہے لوگوں کی نماز فاسد ہو جائے گی۔ (ت)

اسی طرح دوسرا شخص امام کی جگہ پر بعد اس کے کہ امام مسجد سے خارج ہو پہنچا تو نماز فاسد ہو گئی اور
جو خلیفہ اول کو ایک آیت قرآن کی یاد ہے تو وہ صالح خلافت تھا ایسی صورت میں دوسرے کو خلیفہ کرنے
سے نماز اس کی فاسد ہو گئی کہ اختلاف بہ دون ضرورت کے نماز کو فاسد کرتا ہے کما فی الہدایۃ فی
مسئلۃ من المحدث (جیسا کہ ہر ایر میں مسئلہ حدیث میں ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۹۶۰ از شہر بازار شہامت فتح شاہ احمد صاحب ۹ صفر ۱۳۲۹ھ
 کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امام کا نماز میں وضو ٹوٹ گیا اور امام رکوع (۱) ابواہیم
 کان پڑھ رہا تھا اور جو خلیفہ امام نے بنایا اُس کو رکوع مذکور یاد نہیں تھا اب وہ خلیفہ کوئی سُورت یعنی اخلاص
 یا اور کوئی سُورت پڑھے تو نماز ہو جائے گی یا نہیں؟ اور وضو کے بعد امام اپنی جگہ آسکتا ہے یا نہیں؟
 بیدنوا توجہ دوا۔

الجواب

نماز ہو جائے گی اور امام کے خلیفہ نے جتنی پڑھنی اتنی پڑھ کر اگر خلیفہ نماز میں طے اُس کا شریک
 ہو جائے، یہ نہیں کر سکتا کہ باقی نماز میں اُسے ہٹا کر خود امام ہو جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

باب مُفسدات الصَّلَاة

(مفسداتِ نماز کا بیان)

مسئلہ ۱۶۱ از تجلّی مسجد قضاہاں کرافٹ مارکیٹ مرسلہ مولوی عمر الدین صاحب
۲۹ شعبان ۱۲۳۱ھ

مولانا المعظم ذی الفضل الاعظم دامت برکاتہم العالیہ بعد تسلیات بعد تعلیمات کے واضح رائے
مالی ہو کر زائد طالب علمی میں کسی کتاب میں دیکھا تھا کہ مصلیٰ کو غیر مصلیٰ چکھا کرے تو مصلیٰ کو اگر اُس پر
رضامندی ہے تو نماز اُس کی فاسد ہو جائے گی۔ اب اس مسئلہ کو بہت تلاش کیا ہوں نہیں ملتا البتہ
مولوی عبدالحی کے رسالہ نفع الملتقی والمسائل میں ہے :

قلت فيما في مجموع البركات من فساد
صلوة من روجه غير المصلی بمروحة
معللا بأنه رخص بفعل الضيق معتقداً
عليه فانه مخالف للدرایة و
الروایة وقد كانت الوالد العلامة
افتی به مرة ثم رجع عنه وحكم
بكونه غلطاً وقد اغتربه بعض
معاصريه فاصروا على الافتاء به

میں نے کہا پس جو مجمع البرکات میں ہے کہ غیر نمازی اگر
نمازی کو پنکھے سے ہوا دے تو نمازی کی نماز فاسد
ہوگی کیونکہ وہ نمازی غییر کے فصل پر
راضی ہے۔ یہ فساد نماز کا حکم فہم اور روایت کے
مخالف ہے۔ میرے والد گرامی نے ایک دفعہ یہ فتویٰ
دیا تھا، پھر اُس سے انہوں نے رجوع فرمایا اور فرمایا
کہ یہ فتویٰ غلط ہے اور والد صاحب کو معاصرین میں سے
ایک صاحب نے دھوکا دے کر اصرار کرتے ہوئے یہ

واعتمد علیہ عملا وافتاء و لہم
یدارکونہ لغواۃ

فتویٰ ان سے حاصل کیا۔ والہ صاحب نے ان پر اعتماد کرتے ہوئے عملاً فتویٰ دے دیا اور انہوں نے یہ نہ سمجھا کہ یہ لغوبات ہے۔ (ت)

مجمع البرکات کس کی تصنیف ہے اور حضور کی رائے عالی اس مسئلہ میں اُس کے موافق ہے یا مخالف؟ برقیہ بر موافقت برقی چٹکا جو آدمی کی صنعت ہے اس حکم میں داخل ہے یا نہیں؟ چارچہ سطر اس کے متعلق اگر جوابی کارڈ پر تحریر فرمائی جائے تو عین بندہ نوازی ہوگی۔

الجواب

مولنا المجلد المکرم المفتی جلیل المربی سجنہ و تعالیٰ کاسمہ علی الدین آمین! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، مجمع البرکات مولنا شیخ محقق عبدالحی محمد ث دہلوی قدس سرہ کی تصنیف ہے اگر عبارت اُس کے کسی فقرہ صحیح میں ہو تو اُس سے مراد نماز قلبی کا فساد ہو گا نہ نماز فطہ کی کہ اُسے فرض و دفع کبیر ترک کھنٹے باذنہ تعالیٰ کافی ہے ظاہر ہے کہ فعل غیر پر مضاف قلیل بھی نہیں کثیر درکنار تو فساد نماز فطہ نا ممکن ہے ہاں نماز قلبی مدلل و تصریح و غشی ہے کما فی الحدیث (جیسا کہ حدیث میں ہے۔ ت) اور یہ امر فروع کبیر پر دال ہے لہذا اس میں محمل ہو سکتا ہے اگر اُس کی نیت خود استعمال اور نماز میں اپنا اعظام ہو تو یقیناً مفسد نماز قلب ہے ورنہ مفسد کی صورت ہے لہذا احتراز و کار ہے چٹکا کہ کل کے ذریعہ سے چلے اگر اُس کے سالے میں مٹی تایل وغیرہ بڑا چیزیں ہوں تو ایسی اشیاء کا مسجد میں لے جانا حرام ہے ورنہ کم از کم ناپسند و خلاف مصالح ہے چٹکے کا مسئلہ فتاویٰ فقیر میں بہت مفصل ہے خلیا جامعہ (اس کی طرف رجوع کیا جائے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

۲۳ ربیع الاخریٰ شریف ۱۳۲۰ھ

مسئلہ ۱۶۲ مسئلہ شریعت علی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نمازی کے آگے سے نکلنے والا گنہگار ہوتا ہے اور اُس کی نماز میں کوئی غلط واقع نہیں ہوتا ہے اور نمازی کے آگے سے کس قدر دُور تک گزرنے کرنا چاہئے؟

الجواب

نماز میں کوئی غلط نہیں آتا نکلنے والا گنہگار ہوتا ہے، نماز اگر مکان یا چھوٹی مسجد میں پڑھتا ہو تو دیوار قبلہ تک نکلنا جائز نہیں جب تک بیچ میں آڈنہ ہو اور صحرا یا بڑی مسجد میں پڑھتا ہو تو صرف موضع بود تک نکلنے کی

ابازت نہیں اس سے باہر نکل سکتا ہے۔ موضع سجود کے یہ معنی ہیں کہ آدمی جب قیام میں اہل خشرع و خضرع کی طرح اپنی نگاہ خاص جائے سجود پر جائے یعنی جہاں سجدے میں اس کی پیشانی ہوگی تو نگاہ کا قاعدہ ہے کہ جب سامنے روک نہ ہو تو جہاں جائے وہاں سے کچھ آگے بڑھتی ہے جہاں تک آگے بڑھ کر جائے وہ سب موضع میں ہے اس کے اندر نکلا حرام ہے اور اس سے باہر جائز۔ در مختار میں ہے :

مرور ما یز فی الصلوات اذ فی مسجد کبیر
بموضع سجودہ فی الاصل او صرورہ بیت
یدیه الی حائط القبلة فی بیت و مسجد
صغیر فاشہ کبقعة واحدة۔
رد المحتار میں ہے :

قوله بموضع سجودہ کما فی الدرر و هذا
مع القیود التي بعدہ انما هو للاثم و الا
فالفساد منتفع مطلقا قوله فی الاصل
صحیحہ التمرناشی و صاحب البدائع و
اختارہ فخر الاسلام و رجحہ فی النہایة
والفتح انه قد مر ما یقع بصورہ علی الماس
لوصفی بختیج ای ساریا بصورہ الی موضع
سجودہ اذ مختصرا۔

گزارنے والے پر رُپے، اور خشرع سے مراد یہ ہے کہ وہ سجدہ کی جگہ دیکھنے کا ارادہ کئے ہوئے ہوا ہے (تخصیصاً) (ت)
منہ الخالق میں تیس سے ہے :

الصلحیح مقدار منتهی بصورہ و هو موضع
سجودہ وقال ابو نصر مر حمة اللہ تعالی
علیہ مقدار ما بین الصلوات الاول و بین

سہ در مختار باب فی السجود و ما یکرہ فیہا
سہ رد المحتار
مطبوعہ مطبعہ مقبلی دہلی، بھارت
مطبوعہ البابائی مصر
۹۱/۱
۲۶۹/۱

سہ اور یہ پہلے کے عین مطابق سہ البتہ دوسرے الفاظ میں ہے انہوں نے فرمایا کہ ہم نے اپنے شیخ منہاج آقا محمد رحمہ اللہ تعالیٰ سے جو پڑھا وہ یہ ہے کہ نمازی خوشرو والوں کی نماز ادا کر رہا ہے اور اس کی نگاہ گزر نے والے پر پڑ سکتی ہے ، اور یہ عبارت نہایت ہی واضح ہے ۔ (ت)

مقام الامام و هذا عين الاول و يمكن
بعبارة اخرى قال رحمه الله تعالى عنه
وفيما قرأنا على شيخنا منهاج الأئمة
رحمهم الله تعالى أن يصوي حيث يقع بصريه
وغيره من صلاة الخاشعين و هذه
العبارة أوضح

علا مر شامی فرماتے ہیں ،

آپ نے دیکھا کہ انہوں نے تمام اقوال کو ایک قول قرار دیا اور اختلاف فقط عبارت میں ہے معنی میں نہیں ۔ (ت)

فانظر كيف جعل الكل قولاً واحداً وانما
الاختلاف في العبارة لا في المعنى

نیز رد المحتار میں ہے ،

ما تنى كقول " في بيت " اس کے ظاہر سے پتا چلتا ہے کہ خواہ وہ گھر بڑا ہو ، قسمستانی میں ہے مناسبت یہ ہے کہ دار اور بیت کو مسجد صغیر کے حکم میں داخل کیا جائے ۔ (ت)

(قوله في بيت) ظاهرة ولو كبروا وفـ
القسمستاني وينبغي ان يدخل فيه اي
في حكم المسجد الصغير الدار والبيت

رہا یہ کہ مسجد صغیر و کبیر میں کیا فرق ہے ، فاضل قسمستانی نے لکھا چھوٹی مسجد وہ کہ چالیس گز کمر سے کم ہو رد المحتار میں قسمستانی سے ہے کہ چھوٹی مسجد سے مراد وہ ہے جو سٹاٹو ہاتھ سے کم ہو ، بعض نے چالیس ہاتھ کہا اور مختار میں ہے جیسا کہ اس کی طرف اشارہ میں اشارہ ہے ۔ (ت)

فرد المحتار (قوله ومسجد صغير) هو اقل
من ستين ذراعاً وقيل من اربعين وهو
المختار كما اشار اليه في الجواهر

۱۵/۴	مطبوعہ ایچ ایم سیہ کمپنی کراچی	باب فی فی الصلوة وما یکرہ فیہا	لے منہ الخاشع حاشیۃ البحر الرائق
۴۹/۱	محیطیہ ابوابی مصر	مطلب اذا قرأ تعالیٰ جدک الخ	لے تقریرات الرائق علی رد المحتار
"	"	"	لے رد المحتار
"	"	"	لے رد المحتار

اقول یہاں گزے گز مسامت مراد ہونا چاہئے

لَا تَدْرِي بِأَلَيْقٍ بِالْمَسْجُودَاتِ كَمَا قَالَه لَكُمَا
قَاضِي خَانٍ فِي الْمَاءِ فَهَذَا هُوَ الْمَتَعِينُ
یا لاولی۔
کیونکہ مسجودات کے یہی زیادہ مناسب ہے جیسا کہ
قاضی خاں نے پانی کے بارے میں کہا، پس یہاں
بطریق اولیٰ یہی متعین ہوگا۔ (ت)

اور اگر مسامت ہمارے اس گزے گز کو ازنا لیس اٹھل یعنی تہی فٹ کا ہے ایک گز دو گز اور دو تہائی گز ہے کما
بیتنا کا فی بعض فتاویٰ منا (جیسا کہ ہم نے اپنے بعض فتاویٰ میں اسے بیان کیا ہے۔ ت) تو اس گزے
چالیس گز مکسر ہمارے گز سے چون گز سات گز اور گز کا فران حقہ ہوا کما لایخفی علی المحاسب
(جیسا کہ محاسب دان پر غنی نہیں ہے۔ ت) تو اس زعم ملازم ہمارے گز سے چون گز سات گز مکسر
مسجد صغیر نہ تھی اور سات گز سے چون (۵۴) گز مسجد کبیرہ ہے فقہ کہ انہوں نے لکھا اور علامہ شامی نے اس میں اُن کا
اتباع کیا۔

اقول عریضہ ہے کہ فاضل ذکر کہ حضرت خواجہ گز، عبادت خواہ الفتاویٰ و بارہ دار ہے
ذکر و بارہ مسجد۔ مسجد کبیرہ و دوسرے جس میں مثل صومعہ اتالی صوفی شرط ہے جیسے مسجد خازم کہ مولہ ہزار متون
پر ہے، باقی عام مساجد اگرچہ دس ہزار گز مکسر ہیں مسجد صغیر ہیں اور ان میں دیگر قبلہ تک بلا حائل مرد و نا جائز،
کما بیتنا کا فی فتاویٰ منا (جیسا کہ ہم نے اپنے فتاویٰ میں اس کی تفصیل بیان کی ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔
مسئلہ ۱۶۸۸ از کلکتہ فوجداری بالا خانہ ۳۶ مرسلہ جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب آفریدیہ افغری ۱۳۸۸
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر امام کو قعدہ اولیٰ میں اپنی عادت سے دیر لگ اور مقتدی نے
بخیاں اس امر کے کہ امام کو سہو ہوا ہو گا کبیرہ یا دین بلند بنا یا اطلاع امام کسی تو نماز مقتدی کی فاسد ہوئی یا
نہیں؟ یتینوا متوجہوا (بیان کردار ابرار و ت)۔

الجواب

ہمارے امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک اصل ان مسائل میں یہ ہے کہ بتانا اگرچہ لفظاً قرأت یا ذکر
مثلاً تسبیح و تکبیر ہے اور یہ سب اجزاء اور اذکار نماز سے ہیں مگر معنی کلام ہے کہ اس کا حاصل امام سے خطاب
کرنا اور اسے سکھانا ہوتا ہے یعنی توبہ لانا اس کے بعد کچھ یہ کرنا چاہئے، پر ظاہر کہ اس سے یہی عرض مراد
ہوتی ہے اور سامع کو بھی یہی معنی مفہوم، تو اس کے کلام ہونے میں کیا شک رہا اگرچہ صورت قرآن یا ذکر، و
لہذا اگر نماز میں کسی نجی نامی کو خطاب کی نیت سے یہ آیت کریمہ یُسَبِّحُ خُذْ اِلَکَ تَبَّ بِقُوَّةٍ پڑھی بالاتفاق نماز

جاتی رہی حالانکہ وہ حقیقت قرآنی ہے، اس بنا پر قیاس یہ تھا کہ مطلقاً بتانا اگرچہ بر محل ہو مفسد نماز ہو کہ چپ و
بخاظ معنی کلام ٹھہرا تو ہر حال افساد نماز کرے گا مگر حاجت اصلاح نماز کے وقت یہاں خاص نص وارد ہے ہمارے
ائمہ نے اس قیاس کو ترک فرمایا اور بکلام استسائی جس کے اعلیٰ وجہ سے نص و ضرورت ہے جواز کا حکم دیا، و لہذا ایسا یہ
ہے کہ جب امام قرأت میں ٹھوٹے مقتدی کو مطلقاً بتانا روا اگرچہ قدر واجب پڑھ چکا ہو اگرچہ ایک سے دوسرے
کی طرف اشتغال ہی کیا ہو کہ صورت اولیٰ میں گواہ واجب ادا ہو چکا مگر احتمال ہے کہ رکنے الجھنے کے سبب کوئی لفظ
اس کی زبان سے ایسا نکل جائے جو مفسد نماز ہو لہذا مقتدی کو اپنی نماز درست رکھنے کے لئے بتانے کی حجت
ہے، بعض نوام حفاظ کو مشاہدہ کیا گیا کہ جب تراویح میں ٹھوٹے اور یاد نہ آیا تو ایں آں یا اور اسی کی قسم الفاظ
بلکہ معنی ان کی زبان سے نکلے اور فساد نماز کا باعث ہوئے، اور صورت ثانیہ میں اگرچہ جب قرأت رواں ہے تو
صوت کثرت ٹھوٹ جالنے سے فساد نماز کا اندیشہ نہ ہو مگر اس بات میں شارع صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے
نص وارد،

اور وہ سریرہ مضمین کے ہمارے میں حدیث وارد ہے
تحقق نے فتح میں اور دیگر فقہائے مختلف کتب
میں اسے ذکر کیا باوجودیکہ دیگر احادیث اس باب
میں مطلق ہیں جیسا کہ حلیہ میں مفسدات صلوٰۃ کے
باب میں بیان ہوا ہے اقول (میں کہتا ہوں)
سب سے احسن تمسک کے لحاظ سے وہ حدیث ہے
جسے ابو داؤد اور عبد اللہ بن امام احمد نے زائد منہ
میں حضرت مسور بن یزید مالکی رضی اللہ عنہ سے روایت
کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی
تو آپ نے ایک آیت چھوڑ دی ایک آدمی نے
عرش کیا دیا رسول اللہ آیت قرآنیہ ہے، تو
آپ نے فرمایا: تو نے مجھے یاد کیوں نہ کرائی۔ او
وہ اس لئے کہ حدیث جو ایک کلمہ کے ترک پر لقمہ لینے

و هو حدیث سورة المومنین الذی ذکرہ
المحقق فی الفتح و حلیہ فی غیرہ مع اطلاقات
احادیث اخرہ واردۃ فی الباب کما بینہ
فی الحلیۃ من المفسدات اقول والا حسن
من کل ذلک التمسک بما اخرہ ابو داؤد و
عبد اللہ ابن الامامہ فی رواۃ المسند
عند مسور بن یزید المالک قال صلی
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
فترک آیتہ فقال لہ رجل یا رسول
اللہ آیتہ کذا و کذا فقال فہلا ذکر تہنیت
و ذلک لانت حدیث الفتح فی ترویل
کلمۃ و ہوا نہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم قرأ فی الصلاۃ سورة المومنین

فترك كلمة فلما فرغ قال الم يكن فيكم
 ابي قال بلى قال هلا فتحت علي فظاهرو
 ان حكم ترك كلمة اذ سبق من حكم الانتقال
 من اية الى اية واثرو على كرم الله تعالى
 وجهه اذا استطعتم اكلها فاطعموها
 رواه سعيد بن منصور في سننه وذكره
 في الحلية والفتحة فيما اذا سكنت الا مام
 ينظر الفتحة وحديث النسب رضي الله
 تعالى عنه كذا فتحة على عهد رسول الله
 صلى الله تعالى عليه وسلم على الائمة
 رواه الدارقطني والحاكم وصححه
 مجمل بخلاف ما ذكرنا فيه تصريح
 ترك اية وان كان قد يقال على هذا
 على ما تمسك به في الفتحة من حديث
 الكلمة انهما من وقائع العيت ليس
 ليهما ان ذلك كان بعد ثلاث او قبلها
 بخلاف اس حديث کے جوہم نے ذکر کی اس میں ترک آیت کی تصریح ہے اگرچہ اس آیت کے ترک والی اور وہ
 حدیث جس میں کلمہ کا ترک نہ کر۔ چہ جس سے فتح القریب میں استدلال کیا گیا ہے پر اعتراض کیا گیا ہے یہ خاص
 واقعات ہیں اس میں اس بات کا تذکرہ نہیں کر یہ تین آیات پڑھنے کے بعد ہوا یا پہلے ہوا۔ (ت)
 ولہذا اگر کوئی مکان میں آئے لا اذن چاہے اور یہ اس فرض سے کہ اسے نمازیں ہونا معلوم ہو چلے
 تسبیح یا تکبیر یا تہلیل کے نماز فاسد نہ ہوگی کہ اس بارے میں بھی حدیث وارد

۱/ ۳۳۸ مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھ فتح القدر باب ما یفسد الصلوة وما یکرہ فیہا
 ۲/ ۳۹۱/۱ نشر السنۃ ملتان ۳/ ۳۹۱/۱ باب تلخیص المأموم لمامہ الخ
 ۴/ ۳۹۱/۱ نشر السنۃ ملتان

و هو على ما ذكر علمائنا في الهداية و
الكافي والتبيين والفتح والحلية والقيّة
والبحر وغيرها حديث سهل بن سعد عن
النبي صلى الله تعالى عليه وسلم من
نابيه شئاً في صلواته فليسبقه اخرج
الشيخان وغيرهما اقول والا قرب
ما اخرج احمد في المسند عن علي
كرم الله تعالى وجهه قال كان في ساعة
من السحر اذ دخل فيها علي رسول الله
صلى الله تعالى عليه وسلم قامت كائناً
قائماً يعول سبحة في الحديث .

یہ اس حدیث کے مطابق ہے جو ہمارے علمائے
ہادیہ، کافی، تبیین، فتح، حلیہ، غنیہ اور بحر وغیرہ
میں حضرت سهل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے
نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت
کیا کہ جس شخص کو نماز میں کوئی واقعہ درپیش ہو
و تیسرے کے۔ اسے بخاری و مسلم وغیرہ نے روایت
کیا ہے۔ اقول (میں کہتا ہوں) سب سے
اقرّب وہ حدیث ہے جسے امام احمد نے مسند
میں سیدنا علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کیا ہے
نور میرے۔ یہ سحری کے وقت میں ایک خاص
وقت تھا جس میں نبی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوتا تو اگر آپ نماز پڑھ رہے ہوتے تو تسبیح پڑھ کر کھجے اذہ آنے کی
اجازت دیتے الخ الحدیث (ت)

پس جو بتانا حاجت و نص کے مواضع سے جدا ہو وہ بیشک اصل قیاس پر جاری رہے خاک و ہاں
اُس کے حکم کا کوئی معارض نہیں اس لئے اگر غیر نمازی یا دوسرے نمازی کو جو اس کی نماز میں شریک نہیں یا
ایک مقتدی دوسرے مقتدی یا امام کسی مقتدی کو بتائے قطعاً نماز قطع ہو جائے گی کہ اس کی غلطی سے
اس کی نماز میں کچھ خلل نہ آتا تھا جو اسے حاجت اصلاح ہوتی تو بے ضرورت واقع ہوا اور نماز گنی بخلاف
امام کہ اس کی نماز کا خلل بعینہ مقتدی کی نماز کا خلل ہے تو اس کا بتانا اپنی نماز کا بتانا ہے تبیین الحقائق
میں ہے :

ما تَن كَا قَوْل (نمازی کا اپنے امام کے خیر کو قلم دینا)
کیونکہ بغیر ضرورت تعلیم و تعلم ہونے کی وجہ سے
لوگوں کے کلام کی طرح ہوگا۔ اس کا قول اپنے

قوله وفتحہ علی غیر امامہ) لا تہ تعلیم
و تعلم من غیر ضرورة فکان من كلام
الناس و قوله علی غیر امامہ یشمل فتح

وامثال ما ليس منها فيهما يوجب قسادهما
وكانت قضية هذا المعنى ان تفسد
صلواته اذا فتح على امارة لكن سقط
اعتبار التعظيم للاحاد يمشي و
الحاجة الى اصلاح صلاة نفسه
فما بعد ذلك يعمل فيه بقضية
القياس اذ ملخصها بالمعنى .

اُسی میں ہے ،

هذا قد استعمل في موضع الجواب وقد
اسيد ذلك منه وفهم فيصير من هذا
الوجه كلام الناس فيفسد وان لم
يكن من حديث الضيفة في الاصل من
كلامهم فالقياس فساد الصلوة الا اذا
تركناه بالنص والمعدول به عن القياس
لا يقاس عليه اذ ملخصها .

اُسی میں ہے ،

وامان فتح بعد ما قرأ قدر ما تجوز به
الصلوة تفسد (ش) لانه ليس فيه اصلاح
صلواته فيبقى تعليما وجوابا له واذا اخذ
الامام بفتح تفسد صلوة العمل

شکی نماز میں داخل کرنا ہونا میں سے نہیں نماز
کے قساد کا سبب ہے۔ اس بات کے پیش نظر
ہونا یہی چاہئے کہ جب امام کو نذر دیا جائے تو یہی
نماز قاسد ہو جائے لیکن اس صورت میں نماز کے
فساد کا حکم اس لئے جاری نہیں کیا جاتا کہ احادیث
میں اس کی اجازت ہے اور نماز کی اصلاح کی بھی
حاجت ہے البتہ اس کے علاوہ دیگر صورتوں میں
قیاس پر عمل کیا جائے گا (یعنی نماز قاسد ہو جائیگی)
ملخصاً بالمعنى . (دست)

یہ جواب میں مستعمل ہے اور یہاں وہی مراد اور مفہوم
ہے لہذا یہ لوگوں کے کلام میں سے ہونے کی وجہ
منفسہ نماز ہے اگرچہ الفاظ کے لحاظ سے لوگوں کے
کلام میں سے نہیں۔ تو قیاس کا اقتضا ہے کہ نماز
قاسد ہو جائے مگر نفس کی بنا پر قیاس ترک کر دیا اور
جو خود خلاف قیاس ہوں اس پر قیاس نہیں کیا جاتا
اذ ملخصاً (دست)

(حق) اگر یہ فقرہ اتنی قرأت کے بعد دیا جس سے نماز
ہو جاتی ہے تو نماز قاسد ہو جائے گی (مشرع)
کیونکہ اس میں اس کی نماز کی اصلاح نہیں ہے لہذا
یہ تعلیم و جواب ہو گا اور اگر امام نے فقرہ لے لیا تو قیام کی

لے علیہ الحلی شرح نیت المصل

لے " " " " " " " " " " " "

الصحيح لاوشكذافي الخاتية والمخالفة
ونص القاضي في شرح الجامع الصغير انه
الاصح وعلة هو وغيره بانه لو لم يفتح ربما
جری علی لسانه ما يكون مقصد افلاک
بمنزلة الفتح والاولی فی التعلیل حدیث
السورین یزید واطلاق ما روی عن علی و
عن انس رضی الله تعالی عنهما وان اتقلد
الامام الی آية اخیری ففتح علیه بعد
الاتقال ففسد شایع وجود التکفین من
غیر ضرورة کذا فی الهدایة وغیرها وجعل
صاحب الذخیرة هذا محکیا عن القاضي
الامام ابی بکر المزین جری وان غیره من
المشائخ قالوا لا تفسد کذا انقلوه عن
المحیط واخذ من هذا صاحب النهاية ان
عن مفسد قول جامعة المشائخ ووافقه
شیخنا رحمہ الله تعالی علی ذلك وهو
الادق لاطلاق الرخص الذی مرینا کما
مخلصها۔

اور ہمارے شیخ رحمہ اللہ نے اسی کی موافقت کی ہے اور یہ ان رخصتوں کے اطلاق کے بھی زیادہ موافق ہے جن کا
ہم نے ذکر کیا ہے اور مختصراً (ت)

فتح القدر میں ہے،

خریم قصد الصلاة بالمحدث لا لانه
لغيره بغيره بغيره فيبقى ما وراة على

نماز فاسد ہو جائے گی (یعنی) صحیح یہ ہے کہ نماز فاسد
نہیں ہوتی (شرح) اسی طرح غائبہ اور غلام میں
ہے اور قاضی نے شرح جامع الصغیر میں کہا ہے کہ
یہی اصح ہے اور انہوں نے اور دیگر لوگوں نے علت
یہ بیان کی ہے کہ اگر وہ قمر نہیں دے گا تو بعض
اوقات امام کی زبان پر ایسی چیز جاری ہو جاتی ہے
جو نماز کے لئے مفید ہوتی ہے اس لئے وہ قمر ہی ہوگا
حضرت مستور بن زید سے مروی اور وہ جو حضرت
علی اور حضرت انس رضی اللہ عنہما سے مروی روایات
کا اطلاق علت کے بیان کے لئے بہتر ہے (یعنی) اور
اگر امام کسی دوسری آیت کی طرف متقل ہو گیا اور
انتقال کے بعد قمر دیا تو نماز فاسد ہو جائے گی
وشرحت، کہ تدریج بغير ضرورت کے تعیین ہے، ہدایہ
وغیر میں اسی طرح ہے اور صاحب ذخیرہ نے اسے
قاضی امام ابو بکر الزہری نے فعل کیا ہے اگرچہ ان
کے علاوہ دیگر مشائخ کہتے ہیں کہ نماز فاسد نہیں ہوتی
محیط سے اسی طرح منقول ہے، اسی صاحب نہایت
نے لیا اور کہا کہ اکثر مشائخ کا قول عدم فساد ہے

نماز میں ہونے کی قصد اطلاع کرنا حدیث کی وجہ سے
مضرات سے خارج ہے نہ اس لئے کہ اس کے

عزم و ارادہ سے تغیر نہیں ہوا لہذا اس کے علاوہ
صورتیں منع ہی رہیں گی (ملخصاً دت)

جب یہ اصل محمد ہوئی حکم صورت مستولہ واضح ہو گیا ظاہر ہے کہ جب امام کو قعدہ اولیٰ میں دیر ہوئی اور
مقتدی نے اس گمان سے کہ یہ قعدہ اخیرہ کجا ہے تنبیہ کی تو دو حال سے خالی نہیں یا تو واقع میں اس کا گمان
غلط ہو گا یعنی امام قعدہ اولیٰ ہی کجا ہے اور یہ اس وجہ سے ہوئی کہ اس نے اس بار التہیات زیادہ تہلیل سے
ادائی جب تو ظاہر ہے کہ مقتدی کا بتانا نہ صرف بے ضرورت بلکہ محض غلط واقع ہوا تو یقیناً کلام ٹھہرا اور مفسد نماز ہوا
نقول الحلیۃ ان ما وراء ذلك يعمل فيه
بقضية القياس ۱ نقول المعدول به عن
القياس لا يقاس عليه ۲ ونقول الفتحة يبقی
ما وراءه على المنع ونقول التبيين لا يقاس
عليه غيرة وهذا واضح جداً ۳

یہ اس کا گمان صحیح تھا بخور کیجئے تو اس صورت میں بھی اس بتانے کا محض لغو و بے حاجت واقع ہوتا اور اصلاح نماز
سے اصلاً تعلق نہ رکھنا ثابت کہ جب امام قعدہ اولیٰ میں اتنی تاخیر کر چکا جس سے مقتدی اس کے سہو پر مطلع ہوا
تو لاہرم یہ تاخیر بقدر کثیر ہوئی اور جو کچھ ہونا تھا یعنی ترک و واجب و لزوم سجدہ سہوہ ہو چکا اب اس کے بتانے سے
مرفیع نہیں ہو سکتا اور اس سے زیادہ کسی دوسرے غلطی کا اندیشہ نہیں جس سے بچنے کو یہ فعل کیا جائے کہ غایت
درجہ بٹھولی کہ سہوہ پھر دے گا پھر اس سے نماز تو نہیں جاتی وہی سہوہ کا سہوہ ہے گا ۱ مگر جس وقت سلام
شروع کرتا اس وقت حاجت محقق ہوئی اور مقتدی کو بتانا چاہئے تھا کہ اب نہ بتانے میں غلطی و فساد نماز کا اندیشہ
ہے کہ یہ تو اپنے گمان میں نماز تمام کر چکا، عجب نہیں کہ کلام وغیرہ کوئی قاطع نماز اس سے واقع ہو جائے، اس سے
پہلے نہ غلط واقع کا ازالہ تھا نہ غلط آئندہ کا اندیشہ تو سوا قصور و بے فائدہ کے کیا باقی رہا، لہذا مقتضائے نظر
فقہی پر اس صورت میں بھی فساد نماز ہے نظیر اس کی یہ ہے کہ جب امام قعدہ اولیٰ چھوڑ کر پورا کھڑا ہو جائے
تو اب مقتدی بیٹھنے کا اشارہ نہ کرے ورنہ ہمارے امام کے مذہب پر مقتدی کی نماز جاتی رہے گی کہ پورا کھڑے
ہونے کے بعد امام کو قعدہ اولیٰ کی طرف عودنا جائز تھا تو اس کا بتانا محض بے فائدہ رہا اور اپنے اصلی حکم کی رو سے

روزِ مقصد نمازِ ہوا، بکرا لڑائی میں ہے۔

وعرض للامام شي فصح المام مولا ياس
به لان المقصود به اصلاح العلوة فسقط حكم
الكلام عند الحاجة الى الاصلاح ولا يسبغ
للامام اذا قام الى الاخيرين لانه لا يجوز
له الرجوع اذا كان الى القيام اقرب فلو يكن
التبنيح مفيد كذا في الهدا نعم وينبغي
فساد العلوة به لان القياس قضاها به
حد قهرم الاحلام وانما ترك الحد يمتنع
الصحيح من نايه شي في صلاته فليسبغ
فله حاجة لم يصل بالقياس فعند
عدمها يبقى الاصر على اصل القياس
ثم رأيت في المجتبى قال ، لو قام الم
الثالثة في الظهر قبل ان يقعد فقوال
المقتدى سبغ الله قيل لا تغسل و
عن الكرخي تغسل عند هاه و به انتهى
ما نقلنا من البحر قلت وقوله عند هما
يريد به الطرفين فان مذهبهما تغيير
الذكر بتغيير العزيمة خلافا لابي يوسف
فعند ما كان ذكر البصغته لا تغسل فيه
النية وكذا قوله اعني المجتبى توسيم
او هل يريد نرجرا عن فعل او اراه
فسدت عند هاه قائما اراد الطرفين

سبح بحر الرائق باب ما يفيد الصلاة وما يكره فيها

اگر امام کو عارضہ پیش آگیا مقتدی نے لقمہ دیا تو کوئی حرج نہیں کیونکہ اس سے مقصود نماز کی اصلاح ہے لہذا حاجت اصلاح کی وجہ سے اس سے حکم کلام ساقط ہو گیا، اگر امام آفری دو رکعات کی طرف اٹھ جائے تو اسے لقمہ نہ دیا جائے کیونکہ اگر وہ قیام کے زیادہ قریب ہے تو اب اس کے لئے لوٹنا جائز نہیں لہذا لقمہ اس کے لئے مفید نہیں۔ ابدائع میں ایسے ہے، اور اس سے نماز فاسد ہو جانی چاہئے کیونکہ یہ قیاس کا تقاضا ہے کہ جب مقصود امام کو اطلاع ہو تو نماز فاسد ہو جائے البتہ اسس صریح صحیح کی بنا پر اس قیاس کو ترک کر دیں گے کہ جس کو نماز میں کوئی واقعہ پیش ہو تو وہ سبب کہے۔ تو حاجت کے مبیق نظر قیاس پر عمل نہ ہو گا اور جب حاجت نہ ہوگی تو معاملہ اصل قیاس پر ہی رہے گا پھر میں نے فقہی میں دیکھا اگر نماز ظہر میں امام قعدہ کے بغیر تیسری رکعت کی طرف اٹھا اور مقتدی نے سبحان الله کہا تو بعض کے نزدیک نماز فاسد نہ ہوگی۔ امام کو خفی سے منقول کہ طرفین کے نزدیک نماز فاسد ہو جائے گی مگر یہاں بحر سے منقول جہالت ختم ہو گئی قلت اس کا قول تعدد ہما سے مراد طرفین ہیں کیونکہ انہی کا قول ہے کہ تبدیلی مزم سے ذکر تبدیل ہو جاتا ہے

مطبوعہ ایچ ایم سیہ کمپنی کراچی ۴/۲

44 44 44 44 44

رضی اللہ تعالیٰ عنہما **شہ اقول** وباللہ التوفیق لا یبعد ان یکون قائم فی القیل للاسراۃ کقولہ تعالیٰ یا ایہا الذین آمنوا اذا قمتم الی الصلوۃ فکفوا ذلک الذی الکرخی للتحقیقہ کقولہ تعالیٰ **وانہ لما قام عبد اللہ یدعو الی الایۃ** وهذا جمع حکما ترع حسن ان شاء اللہ تعالیٰ والا فلا شک ان الدلیل مع الکرخی وانہ ہو قضیۃ مذهب الامام والامام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہما فعلیہ فلیکن التعلیل قائم قیل فی القیل لو اسراۃ الاسراۃ فما الموجب لتخصیص المسئلة بالذکر فانہا معلومۃ من اطلاق قولہم **لو عرض للامام شئ الا اقول بل** کان لتوہم ان یتوہم عدم الجواز ہننا مطلقا کما یتوہم من ظاہر لفظ البید اشع لا یشیع للامام اذا قام

بخلاف امام ابو یوسف کے ان کے نزدیک الشافعی ذکر میں نیت کا دخل نہیں ہوتا، اسی طرح اس یعنی المجتہد کا قول اگر اس نے سبحان اللہ کہا یا لا الہ الا اللہ، اور اس سے مقصد کسی عمل پر زجر یا کسی عمل کا حکم ہو تو ان دونوں کے نزدیک نماز کا سد ہر جائز ہے اس سے مراد طرفین رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہیں **شہ اقول** وباللہ التوفیق (پھر میں اللہ تعالیٰ کی توفیق سے کہتا ہوں۔) یہ بھی ممکن ہے کہ مجتہد کی جہارت میں قائم کا معنی ارادہ ہو جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد گرامی میں ہے "اسہ اہل ایمان! جب تم نماز کا ارادہ کرو" اور روایت کرخی میں حقیقی معنی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے "جب اللہ کا بند کھڑا ہو کہ اپنے رب کو پکارتا ہے آپ نے دیکھا یہ نہایت ہی اچھا تطابق ہے ان اشار اللہ تعالیٰ اور نہ اس میں کوئی شک نہیں کہ دلیل کرخی کا ساتھ دیتی ہے اور یہی ضابطہ ہے امام اعظم اور امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے مذہب کا اس بنا پر اس پر اعتماد کرنا چاہئے، اگر سوال ہو کہ جہارت میں اگر ارادہ مراد ہے تو اس مسئلہ کا خصوصاً کیوں ذکر ہوا؟ کیونکہ اس کا علم تو فقہائے اس قول "اگر امام کو کوئی عارضہ لاحق ہو" کے اطلاق سے ہی ہوتا ہے **اقول** (میں کہتا ہوں) کیوں نہیں

الی الاخرین حیث لم یفصل والمجاوی
 علی الوهم انت المقتدی
 لا یظلم علی قیام الامام بقسوة
 بل یتاخر ذلك عن افاضته
 فی القیام ولو لحظت کما هو معلوم
 مشاهد فمندی ذلك یسبح ثم الامام
 لا ینبہ بفور ما بدأ المقتدی
 بحرف التبییح بل یتاخر ولو
 لحظت ثم هو سبما لا یتذکر
 بمجود السماع والتنبہ علی تنبیہ
 بل قد یحتاج الی شئ من
 المتامل فهذه ثلث وقفات و
 الامام اما نهض نهض ولم
 یکن فیما تدرج یقتضی مکثا
 معتدایہ فریما لا یتنبہ بتبیحه
 الا بعد ما فات وقت العود لاسیما
 علی قول من قال بغواته اذ
 اقرب الی القیام کما هو
 مختار صاحب البدائع و
 الهدایة والوقایة والکنز
 وغیرهم من الجملة الکرام
 وانت کان الاصح العبرة بتماز القیام
 کما اعتقد فی مواهب الرحمن ونور الایضاح

گو یا کوئی وہم کرنے والا یہ تصور کر سکتا تھا کہ یہاں مطلقاً
 فوراً جاگتا ہے جیسا کہ بدائع کے ان الفاظ کے ظاہر
 سے وہم کیا جا سکتا ہے کہ امام جب آخری رکعتوں کی
 طرف کھڑا ہو جائے تو سبحان اللہ نہ کہا جائے
 تو یہاں انہوں نے کوئی فرق نہیں کیا اور یہاں
 خشوع و ہجر بات ہے کہ مقتدی فی الفور امام کے
 قیام پر مطلق نہیں ہوتا بلکہ قیام کی طرف مائل ہونے کے
 بعد مطلع ہوتا ہے اگرچہ کچھ لمحات ہی ہوں جیسا کہ معلوم
 و مشاہد ہے تو اس وقت مقتدی سبحان اللہ
 کہے گا، پھر امام بھی مقتدی کے قدم پر فی الفور متوجہ
 نہیں ہوتا بلکہ معاملہ متاخر ہوتا ہے خواہ ایک لمحہ
 بعد ہی ہو، پھر بعض اوقات اسے صرف سماع اور
 توجہ دلانے سے یا نہیں آجاتا بلکہ کچھ نہ کچھ غور و فکر کا
 محتاج ہوتا ہے، تو یہی وجہ وقفے ہونے، تو امام جب
 کھڑا ہوتا ہے تو کھڑا ہو جاتا ہے اس میں ایسی تدبیر
 نہیں جو قابل ذکر ٹھہرنے کا تعاضد کرے، بعض اوقات
 مقتدی کی تسبیح سے بھی متوجہ نہیں ہو پاتا مگر اس وقت
 جب دھڑکنے کا وقت ختم ہو چکا ہو خصوصاً اس قول کے
 مطابق جو کہتے ہیں کہ جب قیام کے زیادہ قریب ہو تو
 رجوع فوت ہو جاتا ہے جیسا کہ صاحب بدائع، ہدایہ
 وقایہ، کنز اور دیگر جلیل القدر فقہانے اختیار کیا ہے
 اگرچہ اصح یہ ہے کہ اعتبار کامل قیام کا ہے جیسا کہ اس
 پر مواہب الرحمن، نور الایضاح، تنویر، فتح

والتنوير والفتح والدر المختار وغيرها
وجعله في الدر ظاهر المذهب و اذا
كان الامر على ما وصفنا لك فعسى
ان يتوهم كونه عبثا مطلقا فيحكم
بفساد الصلوة به على الاطلاق فمست
الحاجة الى التوضيح بذلك فان
المسبوح هو كونه مفيدا حين وقوعه
وهو كذلك في فور القيام ولربما يرد
العود به بل ربما يقع وهذا حسب
ولا يضره ان تعجل الامام ولم يلتفت
كما اذا افتد ولم ياخذ فان قلت يحتمل
ان الامام لما ظن ان صلاته تمت
لعله يعتمد الكلام او المذهب
او الضحك قبل ان يسلم
قلت هذا في غاية البعد ولا
يتوقع من المسلم بل هو
اساءة ظن به والفقهاء
لا يبنون على نادر فضلا عما
عساه لم يقع قط بل
هو احتمال على احتمال لا
ظن الامام تمام الصلوة
ايضا غير معلوم كما قد منا
فكانت شبهة الشبهة
ولا عبرة بها اصلا، هذا
ما وقع في الحلية

در مختار وغیر میں اعتماد کیا گیا ہے اور در میں اسے
ظاہر مذہب قرار دیا ہے، اور جب معاملہ اس
طرح ہے جو ہم نے آپ کے سامنے بیان کیا ہے
تو قریب ہے اس کے مطلقاً حیث ہونے کے دم
پر مطلقاً فساد نماز کا حکم کر دیا جائے لہذا اس کی
تصریح کی حاجت و ضرورت پیش آئی کیونکہ اس کے
وقوع کے وقت لقمہ کا مفید ہونا قابل اعتبار ہے
اور علی الفور قیام کے وقت لقمہ میں یہ صورت ہے اور
یسا اوقات لوٹنے کی امید کی جاتی بلکہ بعض دفعہ لوٹنے کا
وقوع ہوتا ہے اور مفید ہونے کے لئے یہی کافی ہے
اور امام کا جلدی کرنا اور متوجہ نہ ہونا نقصان دہ نہیں
جیسا کہ اس صورت میں جب لقمہ دیا مگر امام نے
نہ لیا۔ اگر آپ سوال کریں (لقمہ ملنا ہونے پر سلام
سے پہلے لقمہ دینے میں فائدہ ہے) کیونکہ ممکن ہے
امام نے گمان کیا ہو کہ نماز مکمل ہو گئی ہے پھر وہ دائرہ
طور پر قبل از سلام کلام کرنے یا پہلے جانے یا ہٹنے کا
ارادہ کرے۔ قلت (میں کہتا ہوں) یہ نہایت
ہی بعید ہے اور اس بات کی کسی مسلمان سے توقع
نہیں بلکہ کسی مسلمان کے ہارے میں ایسا گمان کرنا
بھی گناہ ہے اور کسی نادر معاملہ پر فتویٰ نہیں ہوا کرتا
چہ جائیکہ جس کا امکان کبھی واقع نہ ہو بلکہ یہ
احتمال در احتمال ہے کیونکہ امام کا اتمام نماز کا گمان
کرنا بھی معلوم نہیں جیسا کہ پہلے بیان ہوا، گویا یہ اتمام
کے گمان کے بعد کلام وغیرہ کا گمان شبہ کا شبہ ہے لہذا
اس کا کوئی اعتبار نہیں، یہ وہ ہے جو تحلیل میں

نقل عن المحيط الرضوی اذا فتح علی
امامہ يجوز مطلقا لان الفتح و انت
كان تعليمها ولكن التعليم ليس بعمل
كثير و انه تلاوة حقيقة فلا يكون مفسدا
وان لم يكن محتاجا اليه اه **فاقول**
يجب ان يحمل فيه لآتم التعليم علی
العهد ای هذا التعليم من المقتدع
للامام كمثل لآم الفتح فليس المراد
الا هذا الفتح لا مطلقا ولو من غير
مقتدع علی امامه وذلك لان كون مطلق
التعليم من العمل القليل باطل بدهية
وتشبه به فروع في المذهب متواترات
بل قد نص في الفتح في نفس مسئلة الفتح
ان التكرار لم يشترط في الجامعة ای ان
الجامعة الصغیر لم يشترط فلا خلاف تكرار
الفتح بل حکوبه مطلقا قال وهو العظیم
وكذا اصححه في الخاتمة وقد علم هذا من
مذهب الامام فانما اذا جعل كلاما فضيلة و
کثیرا سواء فلفظ و تثبت وبالله التوفيق
هذا ما عندی و الله سبب خیر و
تعالی اعلم .

محیط رضوی کے حوالے سے مذکور ہے کہ امام کو فقہ دینا
ہر حال میں جائز ہے کیونکہ فقہ دینا اگرچہ تعلیم ہے لیکن تعلیم
عمل کثیر نہیں ہے اور یہ تحقیقت میں تلاوت ہے لہذا
یہ مفسدہ نماز نہیں، اگرچہ اس کی احتیاجی نہ ہو۔
اقول یہاں پر فقہ تعلیم کے لغت نام کو طہر خارجی
ماننا ضروری ہے کیونکہ اس سے مراد وہی تعلیم ہے جو
مقتدی کی امام کے لئے جو جیسا کہ الفتح کے لغت نام
کا مساطہ ہے کیونکہ یہاں فقہ سے بھی غرض ہی فقہ مراد
ہو گا مگر فقہ نہیں کہ اگرچہ وہ غیر مقتدی کا امام کے لئے ہوا
اس لئے کہ ہر تعلیم کا عمل قلیل ہونا چاہئے بالکل ہے اور
اس پر مذہب کی فروعات بڑی قوت کے ساتھ
گراہ ہیں بلکہ فقہ میں اس مسئلہ فقہ میں تصریح ہے
کہ جامع میں تکرار کو شرط نہیں کیا یعنی جامع صغیر نے
نماز خاصہ ہونے کے لئے تکرار فقہ کو شرط قرار نہیں دیا
بلکہ مطلقا حکم جاری کیا اور کہا یہی صحیح ہے، اسی طرح
اسے خاتمہ نے بھی صحیح قرار دیا اور مذہب امام کے
حوالے سے یہ معلوم ہے کہ جب انھوں نے اسے کلام
قرار دیا ہے تو اب کلام کے قلیل اور کثیر کا ایک ہی حکم
ہو گا، اسے اچھی طرح جان لو اور ثابت رہو، اور
قرین اللہ ہی سے ہے یہ ہے جو کچھ میرے پاس تھا
اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ ہی زیادہ جانتے والے ہے (ت)

مسئلہ ۱۶۴ از کلمۃ تل مرقی مکی ۱۰ جناب مرزا غلام قادیانیک صاحب ۲۱ جمادی الاخری ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ یہاں اکثر لوگ بے پڑے نماز ظہر و عصر و مغرب و عشا کے

فرض تنہا پڑھنے کی حالت میں تکبیرات انتہائی بکرا اس غرض سے کہتے ہیں کہ دوسرے نمازی معلوم کر لیں کہ یہ شخص فرض پڑھتا ہے اور شریک ہو جائیں اس صورت میں جہر کے ساتھ تکبیر کہنے سے نماز میں فساد ہوتا ہے یا نہیں؟ دوسری صورت یہ ہے کہ ایک شخص نماز پڑھ رہا ہے دوسرا شخص آیا اور منتظر اس امر کا ہے کہ یہ نمازی بکرا تکبیر کہے تو میں شریک ہو جاؤں، چنانچہ اس نے اس کی اطلاع کی غرض سے تکبیر جہر کے ساتھ کہی اس صورت میں نماز فاسد ہوگی یا صحیح؟ بینوا تو جبر و ۱۔

الجواب

دونوں صورتوں میں اگر نمازیوں نے اصل تکبیرات انتہائی برنیت ادا کئے سنت و ذکر الہی عزوجل ہی کہیں اور صرف جہر بہ نیست اطلاع کی تو نماز میں کچھ فساد نہ آیا۔ رد المحتار میں ہے ۱۔

وقال في البحر ومما اُلحق بالجواب ما في
البحر من نوبه او هطل يورين من جوار عن
فعل او اسرا به فسدت عند هاله قلت
والظاهر انه لو لم يفسد ولكن جهرا بالقرأة
لا يفسد لانه قاصد للقرأة لا وانما قصد
الزجر او الامور مجسود من فعل العيوب
تأمل ۱۔

بحر میں ہے کہ ان چیزوں میں سے جن کا جواب سے
قسطی ہے وہ ہیں جو تجھے میں ہیں اگر مقتدی نے
مبہات اللہ کہا یا لا الہ الا اللہ کہا اور اس سے
مقتدی کسی عمل پر نہ جریا کسی عمل کا حکم تھا تو ان دونوں
(طرفین) کے نزدیک نماز فاسد ہو جائے گی اور
میں کہتا ہوں ظاہر یہی ہے کہ اگر اس نے مبہات اللہ
نہیں کہا لیکن قرأت جہر آواز سے کی تو نماز فاسد
نہ ہوگی کیونکہ اس سے مقصد قرأت ہے اور آواز کی
جہدی کے ذریعے تو صوت زجر یا حکم مقصود ہے تاہل اذنت:

اور شک نہیں کہ واقع ایسا ہی ہوتا ہے نہ یہ کہ نفس تکبیر ہی سے ذکر وغیرہ کچھ مقصود نہ ہو صرف بغیر عن
اطلاع برنیت مذکورہ کہی جاتی ہو، ہاں اگر کوئی جاہل اجمل ایسا قصد کرے تو اس کی نماز ضرور فاسد ہو جائیگی
علی قول الامام والامام محمد خلافا للامام ابی یوسف رضی اللہ تعالیٰ عنہم (یہ امام مقلد
اور امام محمد کے قول کے مطابق ہے بخلاف امام ابی یوسف رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے۔) اقول و بیا للہ
التوفیق (میں اللہ تعالیٰ کی توفیق سے کہتا ہوں۔) تحقیق مقام یہ ہے کہ ان مسائل میں حضرات طرفین رضی اللہ
تعالیٰ عنہما کے نزدیک اصل یہ ہے کہ نمازی جس لفظ سے کسی ایسے معنی کا افادہ کرے جو اعمال نماز سے نہیں و

کلام ہو جاتا اور غصہ نماز قرار پاتا ہے اگرچہ لفظ غی یا غصہ ذکر الہی یا قرآن ہی جو اگرچہ اپنے عمل ہی میں ہو، مثلاً کسی عورتی نامی شخص سے نمازی نہ کیا، حالت تکبیر میں تکبیر یا صوفی (اسے عورتی) تیسرے یا چوتھے میں کیا ہے؟ نماز جاتی رہی اگرچہ یہ الفاظ آیہ کریمہ ہیں۔ یا التَّحِيَّاتُ پڑھ رہے تھے جب کلمہ التَّحِيَّاتِ کے قریب پہنچا موزوں نے اذان میں شہادتیں کہیں اس نے نہ نہایت قراءت تَشْہِدُ بلکہ نہایت اجابت موزوں اشھدان لا الہ الا اللہ و اشھد ان محمدًا عبداً و رسولہ کہا نماز جاتی رہی، اگرچہ یہ ذکر اپنے عمل ہی میں تھا۔ بحر الرائق میں ہے :

اذا ذكر في الشهادتين عند ذكر
المؤمنين المؤمنين تفردت
الاجابة

حکم جبکہ ایسا قصد بضرورت اصل نماز ہو جیسے مقتدیوں کا امام کو بتانا یا اس کے جواز میں خاص نص آجیا ہو جیسے کوئی دروازے پر آواز دے یہ نماز پڑھتا ہو اس کو مطلق کرنے کے لئے سبحان اللہ یا لا الہ الا اللہ یا اللہ اکبر کے تو صرف اسی صورتوں میں نماز نہ جاسے گی اور اسی کے عاودار میں مطلقاً اسی اصل کی پر عمل ہو کہ فساد نماز کا حکم دیا جاسے گا۔ فتح القدیر میں سبہ۔

ہم کہتے ہیں کہ نماز میں اصلاح کا قصہ حضور علیہ السلام کے ارشاد مبارک کہ جب کسی کو نماز میں کوئی واقعہ پیش آجائے تو وہ تسبیح کے تحت اس حکم سے خارج ہے۔ اس حدیث کو صحاح ستہ نے بیان کیا ہے اس لئے نہیں کہ اس میں تبدیلی بالارادہ نہیں کیونکہ لوگوں کے کلام میں سے ہونے کا مدار اس پر ہے کہ وہ الفاظ ہوں یا ایسے معانی کا فائدہ دیں جو اس حال نماز میں سے نہیں، نہ کہ وہ الفاظ ان معانی کے فائدہ کے لئے مخرج ہوں لہذا اس کے علاوہ مخرج ہی رہیں گے الخ قلت ہر نے اس مسئلہ کو

مبالغہ گفتگو میں خوب واضح کیا ہے۔ (مت)

اور شک نہیں کہ جب یہ نماز نے اللہ اکبر یا سمع اللہ لعن حمد و صوت اس اطلاع کی نیست
 کہا کہ میں پڑھ رہا ہوں میرے شریک ہو جاؤ۔ تو یہ ایک لفظ ہے جس سے ایسے معنی کا افادہ چاہا جو اعمال نماز سے
 نہیں کہ اعمال نماز اس کے افعالی مقصود معلوم ہیں نہ کسی سے یہ کہنا کہ نماز میں مل جاؤ اور اس خصوص میں نہ نص
 وار ہے نہ یہ کسی نہ جاننے والے کو اس کا بتانا ہے کہ میں نماز میں مشغول بلکہ اس سے اپنے فرض میں ہونے کا
 اعلام اور اپنی نماز کی طرف بلانا مقصود ہے یہ دونوں باتیں مجرّد قصد اعلام صلوة سے نکلے ہیں کہ اس قدر توجہ
 آنے والے خود ہی جانتے ہیں کہ یہ نماز پڑھ رہا ہے تو یہ صورت اُن صورت استثنائے میں داخل نہیں اور حکم
 قصد نماز ہے مگر اگر اصل لفظ سے کوئی امر بیرونی مقصود نہیں بلکہ صرف دفع صوت بقصد دیگر ہے تو یہاں
 کوئی لفظ ایسا نہ پایا گیا جس سے کسی خارج بات کا قصد کیا گیا ہو اور تنہا دفع صوت کلام نہیں قرینا فساد
 متحقق نہ ہوا لہذا امام محقق علی الاطلاق کمال الدین محمد بن الہمام قدس سرہ نے جبکہ اُن بکیروں کی نسبت جو
 تکبیرات انتقالات میں گانے کے طور پر اپنی آواز بنانے کے لئے گھٹاتے بڑھاتے اور سامعین کو اپنی خوش الحانی
 جتانے کا قصد کرتے ہیں فساد نماز کا حکم دیا اُسے دو امر پر مبنی فرمایا ایک یہ کہ اتکبیرات سے ان کا قصد اجابت
 عبادت نہیں ہوتا بلکہ اپنی صناحت کو سیتی کا اظہار مقصود ہوتا ہے تو اب یہ تکبیریں خود ہی وہ الفاظ ہیں
 جن سے معنی خارج کا افادہ مراد ہوا دوسرے یہ کہ اس جزو بد سے حروف زائد پیدا ہو جاتے ہیں جو اصل
 کلمات تکبیر میں نہیں تو اگرچہ نفس تکبیر سے ان کا قصد نہ ہو مگر یہ حروف تو ضرور اُسی قصد سے بڑھانے لئے اور اب
 یہ وہ الفاظ بقصد افادہ معنی خارج ہوئے بہر صورت فساد نماز چاہئے۔ فتح القیوم میں دمایہ ست بکیرن کہنے
 دفع صوت کا جواز نقل کر کے اشارہ فرمایا،

تکبیرات میں آواز بلند کرنے کا اصل مقصد انتقالات
 کی اطلاع ہے، رہا وہ مخصوص انداز جو ان شہروں
 میں معروف ہے اس کا مقصد نماز ہونا بعید نہیں
 کیونکہ یہ بکیرن حاجت اطلاع سے بڑھ کر نیچے میں الغیر
 کرتے ہیں اور فقر کو سجانے کے لئے مشغول ہوا لغیرانی
 ہے عبادت کا قیام نہیں اور چنانچہ کلام کے ساتھ
 ملحق ہے اور یہاں تو واضح ہے کہ حکم کا مقصد لوگوں
 کو تعجب میں ڈالنا ہے اگر وہ یہ کہتا کہ لوگو! میری اچھی
 آواز اور سر پر خوش ہو جاؤ، تو اس نے نماز فاسد

مقصود اصل الرفع لا بلاغ الانتقالات
 اما خصوص هذا الذي تعارض قوله في هذا
 البلاد فلا يبعد انه مقصد فلا نهم بيا لغوي
 في الصياح تزيادة على حاجته الا مبالغ
 والاشتغال بتجديدات النظم اظهرا
 للصناعة التخييلية لا اقامة للعبادة والصياح
 ملحق بالكلام وهذا معلوم ان قصد
 اعجاب الناس به ولو قال اعجبوا
 من حسن صوتي وتحريري

کر دی ہوئی اور اظہارِ لہجی سے حروف کا حاصل ہونا لازمی ہے اور اختصار آسان سے نہ کرنے ثابت رکھا اور علیہ میں اسے ان الفاظ سے سراہا گیا کہ وضاحت میں یہ نہایت ہی عمدہ اور مفید ہے۔ (ت)

فیه افسد و حصول الحروف لاشک من
التکحیث ۱۸ مختصراً وقد اقر فی التفسیر
استحسنه فی الحلیة فقال وقد اجاب
فیما اوضح واخاد۔

۱۸

علامہ شامی تبیین ذوی الافہام علی احکام التبلیغ خلف الامام میں فرماتے ہیں،

محقق نے بعض بلند آواز کو فساد کی علت قرار نہیں دیا بلکہ بلندی میں ایسی زیادتی کو جو فقر پر مشتمل ہر جہ سے مل جائے اور اس کے اظہار کا اور اقامتِ عبادت سے اعراض کا قصہ بھی ہو لہذا محقق کا قول کہ العیاح ملحق بالکلام سے وہی چٹنا مراد ہے جو مذکورہ امور پر مشتمل ہو اس پر سابق و لاحق کلام شاید عادل ہے الخ (ت)

ان المحقق لم يجعل معنى الفساد مجسود
الفرق بل زيادة الرقم ملحق بالکلام
بالعیاح المشغل علی النقص مع قصد
اظهاره لذلك والاعراض عن اقامة
العبادة فقول المحقق والعیاح ملحق
بالکلام ای العیاح المشغل علی ما ذکره
بدلیل سوابق الکلام ولواحقه الا
اسی میں ہے،

کلام محقق کا حاصل یہ ہے کہ فقر، الحان اور ایسا
و غیرہ جو قدر حاجت سے زائد ہو، میں مشغول ہونا
جس کا مقصد قربت و عبادت نہ ہو بلکہ لوگوں کو
حسن آواز کی وجہ سے مسحور کرنا جو قرینہ عمل دو وجہ سے
مفسد نماز ہے اول یہ کہ الحان سے ایسے حروف
کا حصول ہو جاتا ہے جو غالباً نماز کے لئے مفسد
ہوتے ہیں ثانی یہ کہ یہاں مقصود عبادت نہیں (ت)
اقول (میں کہتا ہوں)، اس جہدِ قسحیہ کو
علامہ شامی کے اس مقام پر بعض کلام میں اعراض
ہے جس میں نے رد المحتار کے حاشیہ میں ذکر کیا ہے (ت)

فی اصل کلام المحقق ان الاشتغال بتجرب
النقص والتکحیث والعیاح الزائد علی
قدر الحاجة لا یقصد القرینة بل لیعجب
الناس من حسن صوته ونقصه مفسد
من وجهین الاول ما یلزم من التکحیث
من حصول الحروف بالمفسد غالباً و
الثانی عدم قصد اقامة العبادة الخ
اقول وللجهد الضعیف فی بعض کلام
العلامة الشامی هنا کلام بیفته علی
ها مشہ وکن المرمی۔

فتح القدر باب الامارۃ مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۱۳۲۲/۱
سہر سائل ابن عابدین رسالہ تبیین ذوی الافہام علی احکام التبلیغ خلف الامام مطبوعہ سیل کیڈمی لاہور ۱۳۶۱/۱

یا بجز جگر لفظ بقصد مقصد نہ ہو تو مجرد دفع صوت سے کسی معنی زائد کا انا دہ مضید نہیں ولہذا اعلان جملہ

رسالہ القول البلیغ فی حکم التبلیغ میں فرمایا :

فی کون الصیاح بما هو ذکر ملحقاً بالکلام
نظر لانت المقصد للعلاقة الملحقون
لا عزیمۃ القلب ^{لہ} ملخصاً
نہ کو رہ پیچھے کو کلام کہنا محل نظر ہے کیونکہ مقصد نماز
وہ ہوگا جو طغوظ ہر ارادۂ قلب مقصد نماز
نہیں اور ملخصاً (ت)

رد المحتار سنن الصلاة میں عائشۃ البراء السعدی ازہری سے ہے :

ما نقل عن الطحاوی اذا بلغ القوم صوت
الامام فبلیغ المؤمنون فسدت صلاتہ لعدم
الاحتیاج الیہ فلا وجہ لہ اذ غایتہ انہ
سرفع صوته بما هو ذکر بصیغۃ وقد ان
العموی وأظن ان هذا المنقل مکذب
علی الطحاوی فانه مخالفت للقواعد ^{لہ}
واللہ سبغہ وتعالیٰ علوہ علمہ جل مجدہ
اتم واحکم ۔

طحاوی سے جو کچھ منقول ہے کہ لوگوں تک امام کی
آواز پہنچ رہی ہو اس کے باوجود مؤذن بھی پیچھا رہا
ہو تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی کیونکہ یہاں احتیاج
ہی نہ تھی۔ اس (منقول) پر کوئی دلیل نہیں زیادہ
سے زیادہ یہ رفیع صوت جو ذکر کے الفاظ پر مشتمل ہے
اور شیخ عموی کہتے ہیں کہ میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ
یہ قول امام طحاوی کی طرف غلط طور پر منسوب ہے
کیونکہ یہ قواعد کے مخالفت ہے اور واللہ تعالیٰ اعلم
اسی کا علم کامل و اتم ہے (ت)

۹۶۵ھ از کلکۃ فوجہاری ^۲ مرسل جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب ۳۰ رجب ۱۳۰۸ھ

کیا فراتے ہیں ملائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر مقتدی نے رکوع یا سجدہ امام کے ساتھ نہ کیا بلکہ امام کے
فارغ ہونے کے بعد کیا تو نماز اس کی ہوئی یا نہیں؟ بینوا تو جبر و

الجواب

ہوگئی اگرچہ بلا ضرورت ایسی تاخیر سے گنہ گار ہو اور بوجہ ترک واجب اعادۂ نماز کا حکم دیا جائے تحقیق
مقام یہ ہے کہ متابعت امام جو مقتدی پر فرض میں فرض ہے تین صورتوں کو شامل ایک یہ کہ اس کا ہر فعل فعل امام
کے ساتھ کمال متانست پر محض بلا فصل واقع ہوتا رہے یہ عین طریقہ مستفوز ہے اور ہمارے امام اعظم رضی اللہ

رسالہ القول البلیغ فی حکم التبلیغ

رد المحتار باب صلاۃ الصلاۃ

مطبوعہ مطبعۃ البانی مصر

۳۵۱/۱

تعمانی حنہ کے نزدیک مقتدی کو اسی کا حکم۔

دوسرے یہ کہ اس کا فعل فعلِ امام کے بعد یہ واقع ہوا اگرچہ بعد قرائتِ امام فرض یوں بھی ادا ہو جائے گا پھر یہ فصل بضرورت ہوا تو کچھ حرج نہیں ضرورت کی یہ صورت کہ خطہ مقتدی قعدہ اولیٰ میں اگر ملا اس کے شریک ہوتے ہی امام کھڑا ہو گیا اب اسے چاہئے کہ التعمیات فدیہ پڑھ کر کھڑا ہو اور کوشش کرے کہ جلد جاٹے، فرض کیجئے کہ اتنی دیر میں امام رکوع میں آگیا تو اس کا قیام قیامِ امام کے بعد اختتام واقع ہو گا مگر حرج نہیں کہ یہ تاخیر بضرورت بشرطہ تنہا در اگر بلا ضرورت فصل کی تو قلیل فصل میں جس کے سبب امام سے جاملت فوت نہ ہو ترکِ مسنت اور کثیر میں جس طرح صورت سوال ہے کہ فعلِ امام ختم ہونے کے بعد اس نے فعل کیا ترک واجب جس کا حکم اس نماز کو پورا کر کے اعادہ کرنا۔

تیسرے یہ کہ اس کا فعل فعلِ امام سے پہلے واقع ہو مگر امام اسی فعل میں اس سے آٹے مثلاً اس نے رکوعِ امام سے پہلے رکوع کر دیا لیکن یہ ابھی رکوع ہی میں تھا کہ امام رکوع میں آگیا اور دونوں کی شرکت ہو گئی یہ صورت اگرچہ سخت ناجائز و ممنوع ہے اور حدیث میں اُس پر وعیدِ شدیدہ وارد، مگر نمازیوں بھی صبح ہو جائے گی جبکہ امام سے مشارکت ہوئے اور اگر ابھی امام مثلاً رکوع یا سجود میں نہ آئے ہو یا کہ اس نے سر اٹھالیا اور پھر امام کے ساتھ یا بعد اُس فعل کا اعادہ نہ کیا تو نماز اصل نہ ہوگی کہ اب فرض متابعت کی کوئی صورت نہ رہائی گئی تو فرض ترک ہو اور نماز باطل۔ رد المحتار میں ہے،

اور متابعتِ امام اس معنی میں فرض ہے کہ مقتدی فرض کو بجا لائے خواہ امام کے ساتھ یا اس کے بعد مثلاً امام نے رکوع کیا تو مقتدی اس کے ساتھ ہی رکوع کرے یا بعد میں کرے مگر اس کے ساتھ شریک ہو جائے اور یا اس کے سر اٹھانے کے بعد کہے، پس اگر مقتدی نے بالکل رکوع ہی نہ کیا یا رکوع کیا مگر امام کے رکوع جانے سے پہلے سر اٹھالیا اور امام نکلتا تو وہ باہر شامل نہ ہوا یا اس نے امام کے بعد رکوع کیا تو اس کی نماز باطل ہو جائے گی۔ الحاصل متابعتِ امام تین طریق کی ہے فعلی امام سے مقارنت، مثلاً امام کی تکبیر تحریر کے ساتھ تکبیر تحریر، اس کے رکوع

و تكون المتابعة فرضاً بمعنى ان يأتى بالركعة مع امامه او بعده كما لو ركع امامه ركعة معه مقارناً او مصافاً او شاركة فيه او بعد ما دفع منه فلوله يركع اصلاً او ركع ورافع قبل ان يركع امامه ولم يعد معه او بعده بطلت صلاته والحاصل ان المتابعة في ذاتها ثلاثة انواع مقارنة بفعل الامام مثل ان يقارن احرامه لاحرام امامه و يركعه

لرکوعہ وسلامہ وسلامہ ویدخل
فیہا ما لورکم قبل امامہ ودامرحتی
ادرکہ امامہ فیہ و معاقبہ
لا ابتداء فعل امامہ مع المشاركة
فی باقیہ و مترخية عنه فمطلق
المتابعة الشاملة لهذه الانواع
الثلاثة یكون فرضا فی الغرض و
واجبا فی الواجب و سنة فی السنة
عند عدم المعارض و عدم
لزوم المخالفة كما قد مناه والمتابعة
المقيدة بعد ما لا یمتنع والمترخی الشاملة
للمقارنة والمعاقبہ لا تكون فرضا بیل
تكون واجبة فی الواجب و سنة فی السنة عند عدم
المعارض و عدم لزوم المخالفة ایضا والمتابعة
المقارنة بلا تعقیب ولا تراخ سنة عند لا عند ما
الی اخر ما افاد واجاد علیه رحمة الملک الجواد۔
اقول فی التقسیم الذی ذکره المولی المحقق
الفاضل والذی ابداه هذا العبد الظلم
الجاهل فروع تقنین ومآل الاقنن واحده هو
مرجه الله تعالی جعلها ثلثا مقارنہ ومعاقبہ
ومترخية وادخل المتقدمه التي آلت الي
المشاركة فی المقارنة والعبد الضعیف قسم
هكذا متصلة ومنفصلة ومتقدمة وادخل

کے ساتھ رکوع اور سلام کے ساتھ سلام، اس
میں یہ ضرورت بھی شامل ہو جائے گی کہ جب امام سے
پہلے رکوع کیا مگر طریق کیا حتی کہ امام نے اس کو
رکوع میں پایا اور کھل امام کی ابتداء سے معاقبہ
ہو اور آخر تک شرکت رہے اور امام سے مترخ ہو
عدم معارض اور عدم لزوم مخالفت کے وقت مطلق
مابعدت جو ان تینوں اقسام کو شامل ہے، فرض
میں فرض، واجب میں واجب اور سنت میں سنت
ہے جیسا کہ ہم نے بیان کر دیا ہے اور متابعت
بلا تاخیر و تراخی ہو مقارنت اور متابعت کو شامل
ہے فرض نہیں بلکہ واجب میں واجب اور سنت
میں سنت ہوگی جبکہ معارض نہ ہو اور لزوم مخالفت
بھی نہ ہو۔ اور متابعت بمعنی مقارنت بلا تعقیب
تراخی امام کے نزدیک سنت ہے حاجت کے نزدیک
نہیں، آخر کلام تک جو نہایت ہی مفید اور عمدہ ہے۔
اقول (میں کہتا ہوں) فاضل عقی کی تقسیم اور
اس جہ ضعیف اور ظلم و جہول کی تقسیم میں فرق
تقنین ہے کہ تمام اقسام کا مآل واحد ہے،
فاضل رحمہ اللہ تعالیٰ نے متابعت کی تین اقسام مقارنت،
معاقبہ اور مترخی کر کے مقدمہ کو بہ مشارکت کی
طرف راجع عقی مقارنت میں داخل کر دیا۔ جہ ضعیف
نے تقسیم یوں کی ہے مقصد، منفصل، مقدمہ۔
اور مترخ اور معاقبہ کو منفصل میں داخل کیا، اور

المترابية والمعاقبة في المنفصلة وجعل
المتقدمة قسما يحيا لها وذلك لاق
رأيت المتقدمة تبين المقارنة لانها
مفاعلة من الطرفين فكما ان تاخسر
المقتدى يخرج به عن البقر ان حتى جعل
المعاقبة قسما للمقارنة فكذلك تقدمه
والنصارأيت احكام المتابعة المجزئة ثلثة سنة
وكراهة لا لضرورة وكراهة شديدة مطلقا
فلجبت ان تنفرد الاقسام بحسب الاحكام
بخلاف ما صنفه هو رحمه الله تعالى فان
المقارنة على ما افاد تشتمل اكمل مطلوب
واشتمل مهروب اعني المتصلة و
المتقدمة كما سمعت وعلى كل فالجاصل
واحد والحمد لله .

اسی میں ہے :

قال في شرح المنية متابعة الامام من
غير تاخير واجبة فان عارضها واجب
يأتي به ثم يتابع كما لو قام الامام قبل
ان يتم مقتدى القشهد فانه يتم
ثم يقوم امر ملخصا .

در مختار میں ہے :

لو وقع الامام رأسه من الركوع او
سلك رداءه

مقدمہ کو ایک مستقل قسم بنا دیا ، اس کی وجہ یہ ہے کہ میں
نے مقدمہ کو مقارنت کے قیام پائا کیونکہ یہ جائز ہے
ہے پس جیسا کہ مقتدی کا مؤخر ہونا اسے مقدرت سے
خارج کر دیتا ہے اسی لئے معاقدہ کو مقارنت کے مقابل
قرار دیا گیا ہے اسی طرح مقتدی کا تقدم بھی اس کو
مقارنت سے خارج کر دیتا ہے نیز جب متابعت
کی قسموں کے کل احکام میں نے تین پائے سنت
کر اہت (جب بلا ضرورت ہو) ، مطلق کراہت شدیدہ
تو میں احکام کی تعداد کے مطابق اقسام کی تعداد کو
پسند کیا ۔ اور فاضل محقق کی تقسیم میں ایسا نہیں ہے
کیونکہ ان کی مقارنت والی قسم (دو متضاد صورتوں)
جن میں سے ایک انتہائی کامل مطلوب ہے اور
دوسری انتہائی ناپسندیدہ ، یعنی مقصد اور مقدمہ
پر مشتمل ہے جیسا کہ تو معلوم کر چکا ہے ہر صورت
حاصل ایک ہے ، الحمد للہ ۔

شرح المنیہ میں فرمایا ہے متابعت امام بغیر کسی تاخیر
کے واجب ہے اگر کسی واجب کا متابعت کے
ساتھ قعارض ہو جائے تو اسے بجا لائے پھر متابعت
کرے مثلاً مقتدی کے تشہد مکمل کرنے سے پہلے امام
نے قیام کر لیا تو مقتدی تشہد مکمل کر کے قیام کرے
(احتیاجاً نہ)

اگر امام نے رکوع یا سجود سے سر اٹھایا حالانکہ
مطبوعہ مصطفیٰ البابائی مصر ۳۴۷/۱

السجود قبل ان يتم الناموس المتبقيات
الثالث وجب متابعتہ بخلاف سلامہ او
قیامہ لثالثۃ قبل تمام الموت والقشہ
فانہ لا يتابعہ بل یتجمہ لوجوبہ

رد المحتار میں ہے :

قوله فانه لا يتابعہ الزای ولو خافت ان
تفوتہ الركعة الثالثة مع الامام كما صرح
به فی الظہیریت

رد المحتار میں ہے :

سجود السهو يجب على مقتد بسهو
امامه لا بسهو اصلاً (ملخصاً)

رد المحتار میں ہے :

قال فی النہر ثم مقتضى كلامهم انه
يبيد ما ثبتت الكراهة مع تعدد
الجاہز فقلت فاذا كانت هذا في
السهو فالعمد اولی بالاعادة مع
تصريحهم بانها هي سبيل كل مسلاة
اديت مع كراهة التحريم والله تعالى
اعلم

مقتدی نے تین تین تسبیحات نہیں کہی تھیں تو مقتدی
پر امام کی متابعت لازم ہے بخلاف مقتدی کے تشہد
مکمل نہ کرنے کی صورت میں جب امام سلام پھیرے
یا تیسری رکعت کی طرف کھڑا ہو جائے تو اب مقتدی
متابعت نہ کرے کیونکہ تشہد واجب ہے (ت)

قوله فانه لا يتابعہ الزای یعنی اگرچہ اسے یہ خوف
ہو کہ امام کے ساتھ تیسری رکعت فوت ہو جائیگی
جیسا کہ ظہیر میں اس پر تصریح ہے۔ (ت)

امام کے بخول جانے کی وجہ سے مقتدی پر سجدہ سہو
لازم ہوتا ہے مگر مقتدی کے ٹھوکنے کی وجہ سے
سجدہ لازم نہیں ہوتا نہ مقتدی پر نہ امام پر (ملخصاً)

تو میں ہے کہ کلام فقہار کا تعاضب ہے کہ مقتدی
خاک کو ثبوت کراہت کی وجہ سے لٹا سکتے، اس کی
وجہ یہ ہے کہ (امام کی متابعت کی وجہ سے) نقصان
پورا نہیں ہو سکتا اور قلت جب یہ صورت ہو جس سے
تو میں بطریق اولیٰ اعادہ ہو گا اور اس پر تو فقہاء کی
تصریح ہے کہ ہر وہ نماز جو کراہت تحریمی سے ادا کی جائے
اس کا اعادہ واجب ہے واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

۴۵/۱	مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی	فصل اذ اراد الشروع فی الصلۃ کبر	رکۃ الدر المختار
۳۶۹/۱	مصحف البانی مصر	باب صفة الصلۃ	رکۃ رد المحتار
۱۰۲/۱	مطبوعہ مجتبائی دہلی	باب سجود السهو	رکۃ الدر المختار
۵۴۹/۱	مصحف البانی مصر	رکۃ رد المحتار

مسئلہ ۹۶۶ از بریلی مدرسہ منظور اسلام مسئلہ مولانا شمس علی صاحب طالب علم قادری رضوی

۲۹ محرم الحرام ۱۳۲۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امام نے یا ایہا الذین آمنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیا پڑھی مقصدی کے منہ سے عادتاً جہلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نکل گیا نماز فاسد ہوئی یا نہیں؟

الجواب

اس میں جواب امام مقصود نہیں ہوتا بلکہ اقبال امر الہی، لہذا فساد نماز نہیں۔

مسئلہ ۹۶۷ از میرٹھ لکڑی کوٹھی حافظ عبدالحکیم صاحب مدرسہ مولوی محمد احسان الحق صاحب

۲۷ رمضان ۱۳۲۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں،

(۱) زید ایک مسجد کا امام تراویح میں قرآن مجید سناتا ہے اور اسی مسجد کا مؤذن۔ جہتہاں مسجد کی طرف سے زید کا سامع مقرر کیا گیا ہے، محمد ایک تیسرا شخص ہے جو ہمیشہ یا کبھی کبھی اسی مسجد میں زید کے پیچھے تراویح پڑھا کرتا ہے اگر محمد کے خیال میں زید (امام) نے کچھ غلط پڑھا اور محمد مقرر کیا ہوا سامع مسہو یا احمہ یا خاموش رہا یا یہ کہ زید نے صحیح پڑھا اور محمد نے مسہو یا احمہ یا غلط بتایا یا یہ کہ زید نے غلط پڑھا اور محمد نے بھی مسہو یا احمہ یا غلط بتایا تو ان تینوں صورتوں میں محمد شخص ثالث کو غلطی کی تصحیح کا اگرچہ وہ غلطی مغیبہ فہار نہ ہو حق حاصل ہے یا نہیں اور ایسی تصحیح اس کو حالت قرات میں کرنی چاہئے یا بعد اختتام نماز کے دہونا کرنی چاہئے یا اختیاراً۔ قرآن مجید کے غلط پڑھے جانے کے غالب گمان ہونے کی حالت میں محمد کی خاموشی اُس کے لئے گنہگار ہونے کا باعث ہوگی یا نہیں؟

(۲) شرح شریف میں امامت اور مؤذن کی طرح سماعت قرآن مجید کا بھی کوئی منصب مقرر ہے یا نہیں یعنی آیا یہ بات شرعاً جائز ہے کہ کوئی شخص قرآن مجید سننے کے لئے کسی طرف سے ایسا سامع مقرر کیا جائے جس کی بلا اجازت و اذنی دوسرا شخص امام کو فتح نہ کر سکے کسی مہتمم مسجد کا ایک ایسی بات کہ جو شرعاً مستحسنی اولیٰ یا واجب ہو اپنے ذاتی رسوم اور ملکیت اور اعلیٰ شخصیت کی وجہ سے علناً بند کر دینا یعنی در صورت خلاف ذی حکم کے خلاف کرنے والے کو مسجد سے نکلوا دینا یا آئندہ اس مسجد میں نماز نہ پڑھنے کی ہدایت کرنا یا اور تشدد کرنا شرعاً و اخلاقاً کیسا ہے خصوصاً اُس حالت میں کہ جس فعل کے ارتکاب سے دوسروں کو تشدد کے ساتھ روکا جاتا ہو خود مانع اُس کو انھیں تغیر کے ساتھ متعدد بار کر چکا ہو، بدینوا تو چروا۔

الجواب

امام جب ایسی غلطی کئے جو وجہ فساد نماز ہو تو اس کا بتانا اور اصلاح کرنا ہر مقتدی پر فرض کفایہ ہے
اُن میں سے جو بتا دے گا سب پر سے فرض اتر جائے گا اور کوئی نہ بتائے گا تو جتنے جانتے والے تھے سب تکلیف
حرام ہو جائے گا اور نماز سب کی باطل ہو جائے گی،

وذلك لان الغلط لما كان مفسدا كانت
السكوت عن اصلاحه ابطالا للصلاة
وهو حرام بقوله تعالى ولا تبطلوا اعمالكم
ووجہ یہ ہے کہ غلطی جب مفسد ہو تو اس کی اصلاح
کرنے پر غاموشی نماز کے بطلان کا سبب ہے اور
اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد مبارک کی وجہ سے حرام ہے
کہ تم اپنے اعمال کو باطل نہ کرو (ت)

اور ایک کا بتانا سب پر سے فرض اُس وقت ساقط ہے کہ امام مان لے اور کام چل چلے ورنہ اوروں پر بھی
بتانا فرض ہو گا یہاں تک کہ حاجت پوری اور امام کو وُثوق حاصل ہو بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ ایک کے بتانے
سے امام کا اپنی غلط یا د پر اعتقاد نہیں جاتا اور وہ اس کی صحیح کو نہیں مانتا اور اس کا حتمی ہوتا ہے کہ متعدد
شہادتیں اس کی غلطی پر گزریں تو یہاں فرض ہو گا کہ دوسرا بھی بتائے امداد بھی امام رجوع نہ کرے تو تیسرا
بھی تائید کرے یہاں تک کہ امام صحیح کی طرف واپس آئے،

وذلك لان الاصلاح ههنا فرض و
ما لا يتم الفرض الا به فهو فرض
اقول ونظيره ان الشهادة فرض كفاية
فان علم الشاهد انه اسرع قبولا عند
القاضی وجب عليه الاداء عينا و
كان هناك من تعيل شهادة كما
في الخانية والفتح والوهبانية و
البحر والدار وغيرها،

اس لئے کہ یہاں اصلاح فرض ہے اور ہر وہ چیز
جس کے بغیر فرض مکمل نہ ہو وہ فرض ہوتی ہے
اقول اس کی نظیر گواہی ہے جو فرض کفایہ ہے
اگر کوئی گواہ جانتا ہے کہ اس کی گواہی قاضی کے
ہاں زیادہ مقبول ہے تو اس پر ادائیگی شہادت لازم
ہے اگرچہ وہاں ایسے گواہ ہوں جن کی گواہی قبول
کی جاسکتی ہو خانیہ، فتح، وہبانیہ، بحر اور
دروغیرہ۔ (ت)

اور اگر غلط ایسی ہے جس سے واجب ترک ہو کر نماز مکروہ تحریمی ہو تو اس کا بتانا ہر مقتدی پر

ملہ القرآن ۳۲/۴

ملہ بحر الرائق کتاب الشہادات

مطبوعہ ایچ ایم سعید پبلی کراچی ۵۸-۵۷/۴

واجب کفار سے اگر ایک بتا دے اور اس کے بتانے سے کارروائی ہو جائے سب پر سے واجب اتر جائے
ورنہ سب گنہگار رہیں گے۔

فان قيل له مصلح آخر وهو سجود السهو فلا يجب الفتح عينا قلت بلى فان ترك الواجب معصية وان لم يأتها فبالسهو و دفع المعصية واجب ولا يجوز التقرير عليها بناء على جابر يجرها كما لا يخفى.

اگر یہ کہا جائے کہ یہاں اصلاح کی دوسری صورت ، بصورت سجدہ سہو موجود ہے تو یہاں لغو دینا واجب نہ ہوگا ، قلت کیوں نہیں ، کیونکہ ترک واجب گناہ ہے اگرچہ امام سہو سے گناہگار نہیں ہوتا اور گناہ سے بچنا ضروری ہے تو معصیت پر اثبات اس لئے کہ کسی دوسرے سے اس کا ازالہ کر لیا جائے گا جائز نہیں جیسا کہ ظاہر ہے ۔ (ت) اور اگر اس غلطی میں نہ فساد نماز ہے نہ ترک واجب ، جب بھی ہر تقدی کو مطلقاً بتانے کی اجازت ہے ھو الصبح کما نفع علیہ فی الدرد وغیرہ من الاسفار الغر (یہی صحیح ہے جیسا کہ اس پر دروغیہ میں تصریح ہے ۔ ت) مگر یہاں وجوب کسی پر نہیں لعدم الواجب اقول مگر دو صورتوں میں ایک یہ کہ امام غلط کر کے خود متنبہ ہو اور یاد نہیں آتا یا دکنے کے لئے رکا اگر تین بار سبحان اللہ کہنے کی قدر رکھے گا نماز میں کراہت تحریم آئے گی اور سجدہ سہو واجب ہوگا ،

فی الدرد المختار اذا شغله الشك ففتنك قدر اداء رکب ولو يشتغل حالة الشك بقراءته واجب علیه سجود السهو۔ در مختار میں ہے جب کوئی شک میں پڑ جائے اور وہ ایک رکن کی ادائیگی کے مقدار غور کرتا رہے اور حالت شک میں قرأت میں مشغول نہ ہو تو اس پر سجدہ سہو لازم ہوگا (ت)

تو اس صورت میں جب اُسے رکادیکھیں متقیوں پر بتانا واجب ہوگا کہ سکوت قدر نما جائز تک نہ پہنچے دوسرے یہ کہ بعض نادانوں کی عادت ہوتی ہے جب غلطی کرتے ہیں اور یاد نہیں آتا تو اضطراب اُن سے بعض کلمات بے معنی صادر ہوتے ہیں کوئی اُدں اُدں کہتا ہے کوئی کچھ اور ، اس سے نماز باطل ہو جاتی ہے تو جس کی یہ عادت معلوم ہے وہ جب رکنے پر آئے متقیوں پر واجب ہے کہ فوراً بتائیں قبل اس کے کہ وہ اپنی عادت کے حروف نکال کر نماز تباہ کرے ،

سہ در مختار باب ما یفسد الصلوة وما یکرہ فیہا مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۹۰/۱
سہ در مختار باب سجود السهو مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱۰۳/۱

وذلك لانه اذن يكون صيانتة من البطلان
وهي فريضة غيران وقوعه مطلق للعادة
لامقطوع به فينزل فيما يظهر الى الوجوب.

علیہ میں ہے،

نص القاضی فی شرح الجامع الصغير علی
انه الاصح وعلمه هو وغیره بانه لو لم يفتح
مرسما يجرى ساتھ ما يكون مفسداً **اقول**
ولا يرد عليه ما في الحلية انه كما يكره
للامام الجماعة القوم الى الفتح عليه يكره
للمقتدى ان يفتح عليه من ساعته، قال
في الذخيرة لانه مرميا يتذكر الامام من
ساعته فتكون قراءته خلف قراءته من
غير حاجة **اقول** فانت هذا حيث لم
يخش الفساد اما اذا خشي كساد كونا فحاجة
واي حاجة.

وجہ یہ ہے کہ اس وقت اس کا بطلان سے بچانا ہے
جو کہ فریضہ ہے لیکن عادت کی بنا پر اس کا وقوع صرف
ظنی ہے قطعی نہیں ہے تو موجود صورت میں یہ فرض ہے
مرتبه وجوب پر آجائے گا۔ (ت)

قاضی نے شرح جامع صغیر میں اس کے اصح ہونے کی
تصریح کی انہوں نے اور دیگر علما نے علت یہ بیان
کی ہے کہ اگر وہ قمر نہیں دیتا تو بعض اوقات امام
کی زبان پر ایسے الفاظ جاری ہو جاتے ہیں جو نماز
کے لئے مفسد ہوتے ہیں **اقول** (میں کہتا ہوں،
یہاں وہ اعتراض وارد نہیں ہو سکتا جو علیہ میں ہے
کہ جس طرح امام کا قلم کو قمر پر مجبور کرنا مکروہ ہے
اسی طرح مقتدی کا فی الفور امام کو قمر دینا بھی مکروہ
ہے۔) وغیرہ میں ہے اس لئے کہ بعض اوقات امام
کو اسی وقت یاد پڑتا ہے تو امام کے پیچھے مقتدی کی
قرأت بغیر حاجت کے ہوگی اور لیکن یہ وہاں ہے کہ
جہاں فساد کا خوف نہ ہو، اگر وہاں فساد کا خوف ہو جیسا کہ ہم
بھی ہو سکتی ہے۔ (ت)

اقول اور ای دونوں صورتوں کے سوا جب تراویک میں ختم قرآن حکیم ہو تو ویسے بھی مقتدیوں کو بتانا
چاہئے جبکہ امام سے نہ نکلے یا وہ آگے رواں ہو جائے اگرچہ اس قلعی سے نماز میں کچھ خرابی نہ ہو کہ مقصود ختم
کتاب عزیز ہے اور وہ کسی قلعی کے ساتھ پورا نہ ہوگا، یہاں اگرچہ یہ بھی ممکن ہے کہ اس وقت نہ بتائے بعد
سلام اطلاع کرے امام دوسری تراویک میں اُسے الفاظ کریم کا صحیح طور پر اعادہ کرے مگر اولیٰ ابھی بتانا ہے کہ

لے علیہ العملی شرح خیر المصل

لے

حتی الامکان نظم قرآن اپنی ترتیب کریم پر ادا ہو۔ ثانیہ ہندیہ وغیرہ میں ہے:

اذ غلط فی القراءة فی التراويح فترك سورة
لو آیتہ وقرا ما بعدها فاما مستحب له ان
يقوم المستروكة ثم المقدرة اذ يكون على
الترتيب.

اور اسی تمام احکام میں جگہ مقتدی کیساں ہیں امام کو بتا کسی خاص مقتدی کا حق نہیں، ارشادات حدیث و
فقہ سب مطلق ہیں ابن عساکر نے سرور بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی،
قال امرنا النبي صلى الله تعالى عليه وسلم
ان نرد على الامام.

ابن مینے نے مسند اور حاکم نے مستدرک میں ابوجہد الرضی سے روایت کی،
قال قال علي كرم الله تعالى وجهه من
السنة ان تفتح على الامام اذا استطعتم
قيل لا يا عبد الرحمن ما استطعنا
الامام قال اذا سكت

کتب نہ رہے میں عموماً يجوز فتحه على امامه فرمایا جن میں غیر مطلق مقتدی کی طرف سے کراے
امام کو بتانے کی اجازت ہے مسئلہ کی دلیل جو علامہ نے فرمائی وہ بھی تمام مقتدی کو شامل ہے۔ بحوالہ الاقوال وغیرہ
میں ہے۔

لانه تعالى به اصلاح صلاته لانه لو لم
يفتح ما يجرى على لسانه ما يكون
مفسدا ولا طلاق ما روى عن علي رضي الله
تعالى عنه اذا استطعتم الامام فاطعموه

کیونکہ اس کے ساتھ اصلاح نماز کا تعلق ہے کیونکہ
اگر لقمہ نہ دیا تو بعض اوقات امام کی زبان پر ایسے
کلمات جاری ہو جاتے ہیں جو مفسد نماز ہیں اور
حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی کا اخلاق بھی

لے فتاویٰ ہندیہ فصل فی التراويح
سہ المستدرک علی الصحیحین کتاب الصلوة
مطبوعہ فورانی کتب خانہ پشاور
دار الفکر بیروت
۱۱۸/۱
۲۴۰/۱

واستطاعا مہ سکوتہ ولہذا الوقت علی امامہ بعد ما انتقل الی آیۃ الخسوف لا تقصد صلاتہ وهو قول عامۃ المشایخ لا ینطلق المرخصون اہ مختصوا۔

یہی تعاضا کرتا ہے جب امام تم سے قمر مانجے تو اسے قمر دو امام کا قرأت سے سکوت کرنا قمر طلب کرنا اور یہی وجہ ہے کہ اگر امام نے دوسری آیت کی طرف انتقال کر لیا پھر قمر دیا گیا تو نماز فاسد نہ ہوگی اور

یہی اکثر مشائخ کا قول ہے کیونکہ اجازت مرحمت فرمانے والی نصوص میں اطلاق ہے اور اختصاراً (ت) حتیٰ کہ بالغ مقتدیوں کی طرح تمیز واریجہ کا بھی اُس میں حق ہے کہ اپنی نماز کی اصلاح کی سبب کو حاجت ہے قنیدہ پھر پھر مجتہدین میں ہے، وقت المصراہق کا لباغہ (تمیز واریجہ) کا قمر دینا بالغ کے قمر کے حکم میں ہے۔ قوم کا کسی کو سامع مقرر کرنے کے یہ معنی نہیں ہوتے کہ اس کے غیر کو بتانے کی اجازت نہیں اور اگر کوئی اپنے جاپلانہ خیال سے یہ قصد کرے بھی تو اس کی عافیت سے وہ حق کو شرعاً مطہر نے عام مقتدیوں کو دیا کیونکہ سلب ہو سکتا ہے اور اس کے سبب کسی مسلمان پر تشدد دیا مسجد میں آنے سے عافیت یا معاذ اللہ مسجد سے نکلنا دینا سخت حرام ہے۔ اللہ عز وجل فرماتا ہے،

ولا تقعدوا انت اللہ لا یحب المعتدین۔ زیادتی نہ کرو اللہ دوست نہیں رکھتا زیادتی کرنے والوں کو۔

اور فرماتا ہے،

ومن اظلم من منعت من سجد اللہ انت ینذکر فیہا اسمہ۔ اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ کی مسجدوں کو ان میں نام خدا لینے سے روکے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں،

من اذی مسلماً فقد اذانی ومن اذانی فقد اذی اللہ شیء رواہ الطبرانی فی المعجم الاوسط حسن۔ جس نے کسی مسلمان کو ناحق ایذا دی اُس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی بیشک اُس نے اللہ عز وجل کو ایذا دی۔ اسے طبرانی نے معجم اوسط میں

سہ بکوالرائی باب ما یفسد الصلوۃ وما یرکب فیہا سہ فتاویٰ ہندیہ فیہا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

سہ القرآن ۱۹۰/۲

سہ ۔ ۔ ۱۱۳/۲

شیء الترغیب والترہیب من تحف الرقاب یوم الجمعۃ مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۵۰۴/۱

معجم الزوائد بحوالہ معجم اوسط باب فیمن تحف الرقاب الناس الا ۔ دار الکتاب بیروت ۱۷۹/۲

عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بسند حسن . حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بسند حسن
(حدیث کیا . دت)

اور دوسرے کو منع کرنا اور خود ترکیب بنانا دوسرا الزام ہے ، اللہ عز وجل فرماتا ہے :
یا ایہا الذین آمنوا لا تقولون ما لا
تفعلون ۵ کبر حقاً عند اللہ ان تقولوا
ما لا تفعلون ۶

اس بیان سے جملہ ماری سوال کا جواب منکشف ہو گیا بیشک غلو کو سب صورتوں میں عین نماز
میں بتانے کا حق حاصل ہے کہیں دجونا کہیں اختیاراً ، جس کی تفصیل اوپر غزری اور بحال وجوب یعنی خاموشی میں
گناہ ہوگا خصوصاً اُس حالت میں کہ غلو غلط بتائے کہ ایسا تو بہت جلد فوراً فوراً صحیح بتانے کی طرف مبادرت
واجب ہے کہ بتانا تعلیم و کلام تھا اور ضرورت اصلاح نماز جائز رکھا گیا اور غلط بتانے میں نہ اصلاح نہ ضرورت
تو اصل پر رہنا چاہئے تو غلو سے اگر قصداً غلط دیا جائے تو یقیناً اس کی نماز باطل رہی اور اگر امام اس کے غلط
کو لے گا عام اذین کہ امام غلط پڑھا ہو یا صحیح ، تو ایک شتمن غارت از نماز کا امثال یا اس سے قطع ہوگا اور یہ خود
مفسد نماز ہے تو امام کی نماز جائز ہے کی اور اس کے ساتھ سب کی باطل ہوگی ، لہذا اس فساد کا انسداد فوراً واجب
ہے ، بجز الائی میں ہے ،

القیاس فسادہا بہ وانما ترک للحاجة
فقد عدل ما یبقی الاصل علی اصل
القیاس ۱۱۱ مختصراً .
قیاس کے مطابق نماز اس کے ساتھ قاسد
ہو جائے گی البتہ حاجت کی بنا پر قیاس متروک ہے
جب حاجت نہیں تو معاملہ اصل قیاس کے مطابق
ہی ہوگا (اختصاراً دت)

اور اگر سہواً غلط بتایا تو یقیناً ہر حکم کتاب و فقہیہ دلیل مذکور اب بھی وہی ہے اقول مگر فقیر امید کرتا ہے کہ
شرح مطہر ختم قرآن مجید فی التراویح میں اس باب میں تفسیر فرمائے کہ سامع کا خود غلطی کرنا بھی نادر
نہیں اور غالباً قاری اسے لیتا یا اس کے امثال کے لئے اوپر سے پھر غلو کرتا ہے تو اگر ہر بار بحال سہو
فساد نماز کا حکم دیں اور قرآن مجید کا اعادہ کرائیں حرج ہوگا والحدیج حد فوج بالانص (دین میں تشکیک کا
مدفوع ہونا نص سے ثابت ہے ۔ دت) بہر حال یہ حکم قابل غور و محقق تحریر نام ہے تو اندیشہ فساد سے تحفظ

لہ القرآن ۲/۶۱

لہ بجز الائی باب ما یفسد الصلوۃ وما یکرہ فیہا
مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۷

کے لئے عرو کے غلط بتانے کی حالت میں مطلقاً دوسروں کو صحیح بتانے کی طرف فوراً فرامبادت چاہئے واللہ
صبحتہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۹۶۹ از میرٹھ لال کرنی بازار مسئلہ حاجی شیخ علامہ الدین صاحب رئیس ۲۵ ربیع الآخر شریف ۱۳۳۰ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس بارہ میں کہ ایک امام مسجد میں تراویح پڑھاتا ہے اور ایک سامع حافظ بھی
اُس کی تصحیح کے واسطے مقرر ہے امام اس کی تصحیح سے فائدہ اٹھاتا ہے اب کوئی حافظ بھی امام کو اپنے خیال کے
موافقی لقمہ دیتا ہے جو کبھی غلط اور کبھی صحیح ثابت ہوتا ہے اور ایسا بھی ہوتا ہے کہ سامع اپنی یادداشت کے
موافقی اس دوسرے بتانے والے کی تردید بھی کرتا ہے اور امام اس شش و پنج میں پڑ جاتا ہے کہ کس کا قول مانا جائے
غرض کہ امام کو کئی شخصوں کے لقمہ دینے سے اور زیادہ مشکوک پیدا ہوتے ہیں اور پریشان ہو کر معمول سے زیادہ غلطی
کرنے لگتا ہے، چنانچہ یہ بات بار بار تجربہ سے ثابت ہو چکی ہے، علاوہ ازیں اکثر نوجوان ایسے ہوتے ہیں جو
محض اپنی یاد جتانے کے واسطے ذرا ذرا شبہ پر لقمہ دیتے ہیں اور قاری کو پریشان کرتے ہیں اور بعض اوقات
امام اور سنے بتانے والے میں غلط بتانے پر جھگڑا بھی ہوتا ہے اور قاری طمعت کرتا ہے کہ کیوں غلط بتایا جس کے
باعث نماز میں سبب لطفی پیدا ہوتی ہے، ان امور پر لیاظفر اکبر علمائے کرام اس بات کی اہمیت دیتے ہیں کہ اور
حفاظ بعد سلام اپنے شکوک کا اظہار فرمائیں اگر فی الواقع وہ غلطی نکلے گی اور اس کی وجہ سے نماز میں نقصان کچھ
واقع ہوگا تو نماز دہرائی جائے گی اور یہ بھی ممکن ہے کہ فقط کراہت کی وجہ سے نماز دہرائی جائے، ایسی صورتوں میں
ان حفاظ کو باوجود اپنے شک کے کہ قاری غلط پڑھتا ہے سکوت کرنے میں کچھ گناہ تو لازم نہیں آتا خصوصاً ایسی صورت میں
کہ جب ان کو ایسے شبہات کے موقع پر جس سے نماز میں قطعاً فساد پیدا ہوتا ہو بولنے کی اہمیت بھی نہ دی جائے
کیونکہ اگر حافظ عالم بھی ہو تو ایسے فساد معنی پر اس کو کما حقہ اٹھ ہی ہو جائے گی اور ایسے مواقع میں مشبہہ نہیں
بلکہ یقیناً اس کو معلوم ہوتا ہے کہ یہ موقع فساد نماز کا ہے بیہودا تو جودا

الجواب

یہاں چند امور میں جن کے علم سے حکم واضح ہو جائے گا،

(۱) امام کو فوراً بتانا مکروہ ہے، رد المحتار میں ہے،

یکبرۃ ان یفتح من ساحتہ فی الفور لقمہ دینا مکروہ ہے۔ تنہا ہاں اگر وہ غلطی کر کے رواں ہو جائے تو
اب نظر کریں اگر غلطی منصبہ معنی ہے جس سے نماز فاسد ہو تو بتانا لازم ہے اگر سامع کے خیال میں نہ آئی ہر مسلمان
کا حق ہے کہ بتائے کہ اس کے باقی رہنے میں نماز کا فساد ہے اور دفع فساد لازم اور اگر منصبہ معنی نہیں تو بتانا کچھ

سلف رد المحتار مطلب الواضح النی لایکب فیہ رد السلام۔ مطبوعہ پبلیک ایم سیمینٹری کراچی ۱/۲۲۳

خود نہیں بلکہ نہ بتانا ضرور ہے جبکہ اس کے سبب امام کو وحشت پیدا ہو فان الاصل بالمعروف لیسقط بالایحاش کما فی الفتاویٰ العلمیگیہ و غیرہا (وحشت پیدا کرنے والا امر بالمعروف ماقط ہو جاتا ہے جیسا کہ فتاویٰ عالمگیری وغیرہ میں ہے۔ ت) بلکہ بعض قاریوں کی عادت ہوتی ہے کہ غیر شخص کے بتانے سے اور زیادہ الجھ جاتے اور کچھ حدوت اُس گنہگار میں اُن سے ایسے صادر ہو جاتے ہیں جس سے نماز فاسد ہوتی ہے اس صورت میں اوروں کا سکوت لازم ہے کہ اُن کا بولنا باعث فساد نماز ہوگا۔

(۲) قاری کو پریشان کرنے کی نیت حرام ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں،
یشوروا ولا تفسدوا ویسودوا ولا تقسروا بلے لوگوں کو خوشخبریاں سننا و نفرت نہ دلاؤ، آسانی پیدا کرو تنگی نہ کرو۔ (ت)

اور بیشک آج کل بہت حفاظ کا یہ شیوہ ہے یہ بتانا نہیں بلکہ حقیقت یہود کے اس فعل میں داخل ہے لا تفسدوا لهذا القرآن والغوا فیہ (اس قرآن کو نہ سنو اس میں شور ڈالو۔ ت)

(۳) اپنا حفظ بتانے کے لئے ذرا ذرا شبہ بر رو کر دیا ہے اور دیا حرام ہے خصوصاً نماز میں۔
(۴) جبکہ غلطی مفسد نماز نہ ہو تو محض شبہ پر بتانا بکرا جائز نہیں بلکہ مبرور واجب، بعد سلام تحقیق کر لیا جائے اگر قاری کی یاد صحیح نکلے فہما ادا سان کی یا وٹھیک ثابت ہوتی تو تکبیل ختم کے لئے مافط استغناء کا اور کسی رکعت میں اعادہ کرنے کا حرمت کی وجہ ظاہر ہے کہ فتح حقیقت کلام ہے اور نماز میں کلام حرام و مفسد نماز، مگر بغیر رت اجازت ہوئی جب اسے غلطی ہونے پر خود یقین نہیں تو بیچ میں شک واقع ہوا اور قیوم موجود ہے ہذا احسرام ہوا جب اسے شبہ ہے تو ممکن کہ اسی کی غلطی ہو اور غلط بتانے سے اس کی نماز جاتی رہے گی اور امام اخذ کرے گا تو اس کی اور سب کی نماز فاسد ہوگی۔ تو ایسے امر پر اقام جائز نہیں ہو سکتا۔

(۵) غلطی کا مفسد معنی ہونا جتنا سے افساد نماز ہے ایسی چیز نہیں جسے سہل جان لیا جائے، ہندوستانی میں جو علماء گئے جاتے ہیں اُن میں چند ہی ایسے ہو سکیں کہ نماز پڑھتے ہیں اس پر مطلع ہو جائیں ہزار جگہ ہو گا کہ وہ افساد گمان کریں گے اور حقیقت فساد نہ ہوگا جیسا کہ ہمارے فتاویٰ کی مراجعت سے ظاہر ہوتا ہے۔ ان امور سے حکم مسئلہ واضح ہو گیا۔ صورت فساد میں یقیناً بتایا جائے ورنہ قتل و قاری ہو تو نہ بتائیں اور خود مشہد ہو تو بتانا سخت ناجائز اور جریا و قتل و قاری چاہیں اُن کو روکا جائے نہ نائیں تو اُن کو مسجد میں نہ آئے دیا جائے کہ مودی ہیں اور مودی کا دفع واجب۔

سے صحیح البخاری باب ما کان علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یؤلّم بالوعظ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۶
سے القرآن ۱/۲۶

درختار میں ہے: ویمنہ کل موفو لو بلسانہ (ہر ایک کو اپنے دالے کو مسیور سے منع کیا جائے گا اگرچہ وہ زبان سے ایذا دے۔ ت۔ واللہ تعالیٰ اعلم)

مسئلہ ۹۱: از منظر پور ڈاک خانہ خراج ضلع ش بھماں پور مرسلہ سید مشتاق علی صاحب

۱۶ مادی الاولیٰ ۱۳۳۰ھ

ذات فیض سمات قبلہ ارباب علم و کعبہ اصحاب علم کی ہمیشہ قدویوں کے سروں پر سایہ انداز رہے، بعد سلام نیاز و شوق قدم بوسی کے عرض پرواز ہوں کہ ایک مسئلہ میں ضرورت جناب کے حکم کی بوجہ شرعی شریف و حدیث نبوی کے ہے کہ اس میں ہم لوگوں کو کیا کرنا چاہئے، ذیل کے سوال کا جواب بوالہسی ڈاک، ہم لوگوں کو مکروہیت اور گناہ سے بچائیے، وہ یہ ہے کہ ایک صاحب نے نماز جمعہ پڑھاتے وقت مقتدی کا نغمہ درمیان قرأت کے لیا اور پھر سجدہ سہو کیا تو اس حالت میں نماز ٹوٹی یا نہیں؟ وجہ شک کے پیدا ہونے کی یہ ہوتی ہے کہ ایک دوسرے صاحب بمقام مکنتوں میں نماز جمعہ پڑھانے کے لئے کھڑے ہوئے ہو کہ کسی اسلامیہ اسکول کے غالباً منتہی طالب علم تھے اتفاق سے قرأت میں بھول گئے لہذا میں نے فوراً نغمہ دیا معاذ اللہ انہوں نے نماز سلام کے ساتھ ترک کر کے دوبارہ نماز پڑھائی اور یہ کہا کہ فرضوں میں نغمہ دینا ناجائز ہے فرضوں میں نغمہ دینے سے سجدہ سہو کیا جائے تو بھی نماز نہیں ہوتی ہے۔ میری غلطی یہ ہوئی کہ میں نے اُن صاحب سے ہا لشریع نہ دریافت کیا کہ اس کا کیا ثبوت۔ علاوہ اس کے اُن صاحب نے یہ بھی کہا کہ بجز تراویح کے دوسری نماز فرض یا واجب کسی میں نغمہ دینا بھی جائز نہیں لہذا اس میں بابت بوالہسی جواب جلد سرفراز فرمائیے۔

الجواب

امام جب نماز یا قرأت میں غلطی کرے تو اسے بتانا نغمہ دینا مطلقاً جائز ہے خواہ نماز فرض ہو یا واجب یا تراویح یا نفل اور اس میں سجدہ سہو کی بھی کچھ حاجت نہیں، ہاں اگر بھولا اور تین بار بھٹن اللہ کہنے کی دیر چپکا کھڑا رہا تو سجدہ سہو آئے گا جس نے نغمہ دینے کے سبب نیت توڑ دی اس نے محض جہالت برقی اور جہلائے حرام ہوا کہ بے سبب نیت توڑ دینا حرام ہے واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۹۲: از منظر پور ڈاک خانہ خراج ضلع ش بھماں پور مرسلہ سید مشتاق علی صاحب

۲۳ محرم الحرام ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جمعہ کی نماز امام پڑھاتا ہو اور درمیان میں رک گیا نغمہ

دینا چاہئے یا نہیں؟ اور اگر نعمہ دیا گیا تو سجدہ سہو جائز ہے یا نہیں؟ بیٹنوا تو جبر و

الجواب

امام کو نعمہ دینا ہر نماز میں جائز ہے جبکہ ہو یا کوئی نماز، بلکہ اگر اس نے ایسی غلطی کی جس سے نماز
فاسد ہوگی تو نعمہ دینا فرض ہے، نہ دے گا اور اس کی تصحیح نہ ہوگی تو سب کی نماز ہاتی رہے گی اور نعمہ
دینے سے سجدہ سہو نہیں آتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

باب مکروہات الصلوة

(مکروہات نماز کا بیان)

مسئلہ ۹۶۲ از مکتبۃ فوجداری بالافتاء دکان ۳۶ مرسلہ جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب

۲۸ ذیقعدہ ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امام کا دو دستوں کے بیچ میں اور مقتدیوں سے تین گزہ
اور پچھلے پر کھڑا ہونا کیسا ہے؟ یقیناً تو جسروا

الجواب

امام کا دو دستوں کے بیچ میں کھڑا ہونا مکروہ ہے۔ روا المختار میں ہے،

فی معراج الدررینہ من باب ذی الحاجة الاصلح
ما روی عن ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
قال اکثرہ للاصاحب ان یقوم بین المسامیتین
او زاویۃ اوتاحیۃ المسجد او فی ساریۃ
لانہ یخلاف عمل الامۃ
مرواۃ الدررینہ کے باب الامامت میں ہے کراصح ذوق
کے مطابق امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہی
منقول ہے کہ آپ نے فرمایا: میں امام کا دو دستوں
کے درمیان یا زاویر یا مسید کی ایک جانب یا
ستوں کی طرف کھڑا ہونا مکروہ جانتا ہوں کیونکہ یہ
امت محمدیہ کے عمل کے خلاف ہے۔ (مت)

اسی طرح امام کا تمام مقتدیوں سے بلند جگہ میں ہونا بھی مکرر سنن ابی داؤد میں حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا :

اذا امر الساجد القوم فلا يقم في مكان
اسقم من مقامهم او نحو ذلك
یعنی جب کوئی شخص نمازیوں کی امامت کرے تو
ان کے مقام سے اونچی جگہ میں نہ کھڑا ہو۔

ابوداؤد وابن جبار وحاکم حضرت ابو مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی :
وهذا لفظ الحاكم في مستدرک ان
رسول الله صلى الله تعالى عليه
وسلم نهى ان يقوم الامام فوق
يبقى الناس خلفه

حاکم کی اپنی مستدرک میں یہ الفاظ ہیں کہ حضور
پُر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے منع
فرمایا کہ امام اونچا کھڑا ہو اور مقتدی نیچے رہیں
پھر ہمارے اللہ مذہب رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے
ظاہر الروایہ میں اس کراہت بلندی و پستی کو کسی مقدار

محییٰ مثلاً ایک ذراع شرعی وغیرہ پر موقوف نہ مانا بلکہ جس قدر سے امام قوم کا مقام میں امتیاز واقع ہو مطلقاً
باعض کراہت جانا اور اسی کو امام ملک العلماء ابو بکر مسعود کا شانِ قدس سرہ الہی نے بدائع میں صحیح اور امام
محقق علی الاطلاق کمال الدین محمد بن الامام صاحب فتح القدر وغیرہ محققین نے اوجہ و ارجح فرمایا اور یہی اطلاق
احادیث کا مفاد قرآسی پر فتویٰ اور اسی پر اعتماد، ولہذا فیہ دلالت علیہ و جامع الرموز وغیرہ میں حکم کراہت
کو مطلق رکھا، در مختار میں ہے :

كراه انفراد الامام على الدكان للنهي و
قدر الارتفاع بذراع ولا بأس بما
دونه وقيل ما يقم به الا متيان وهو
الوجه ذكره الكمال وغيره

امام کا اونچی جگہ تنہا کھڑا ہونا مکروہ ہے یہ کہ اس
پر بھی وارد ہے اور اونچائی کی مقدار ایک ذراع
ہے اس سے کم ہو تو کوئی عرج نہیں، بعض کی
راے میں اتنی اونچائی مکرر ہے جس سے
امیاز پیدا ہو، یہی مختار ہے کمال وغیرہ نے اسے
ذکر کیا۔ (ت)

سنة سنن ابوداؤد باب الامام يقوم مكانه ارفع من مكان القوم مطبوعہ مجتبیٰ دہلی ۸۸/۱
سنة المستدرک علی الصحیحین فی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان يقوم امام القوم المطبوعہ دار الاسلامیہ بیروت ۲۱/۱
کتبہ در مختار باب ما یفسد الصلوۃ وما یکرہ فیہا مطبوعہ مجتبیٰ دہلی بجاہرت ۹۲/۱

سنة سنن ابوداؤد باب الامام يقوم مكانه ارفع من مكان القوم مطبوعہ مجتبیٰ دہلی ۸۸/۱
سنة المستدرک علی الصحیحین فی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان يقوم امام القوم المطبوعہ دار الاسلامیہ بیروت ۲۱/۱
کتبہ در مختار باب ما یفسد الصلوۃ وما یکرہ فیہا مطبوعہ مجتبیٰ دہلی بجاہرت ۹۲/۱

سنة سنن ابوداؤد باب الامام يقوم مكانه ارفع من مكان القوم مطبوعہ مجتبیٰ دہلی ۸۸/۱
سنة المستدرک علی الصحیحین فی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان يقوم امام القوم المطبوعہ دار الاسلامیہ بیروت ۲۱/۱
کتبہ در مختار باب ما یفسد الصلوۃ وما یکرہ فیہا مطبوعہ مجتبیٰ دہلی بجاہرت ۹۲/۱

سنة سنن ابوداؤد باب الامام يقوم مكانه ارفع من مكان القوم مطبوعہ مجتبیٰ دہلی ۸۸/۱
سنة المستدرک علی الصحیحین فی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان يقوم امام القوم المطبوعہ دار الاسلامیہ بیروت ۲۱/۱
کتبہ در مختار باب ما یفسد الصلوۃ وما یکرہ فیہا مطبوعہ مجتبیٰ دہلی بجاہرت ۹۲/۱

سنة سنن ابوداؤد باب الامام يقوم مكانه ارفع من مكان القوم مطبوعہ مجتبیٰ دہلی ۸۸/۱
سنة المستدرک علی الصحیحین فی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان يقوم امام القوم المطبوعہ دار الاسلامیہ بیروت ۲۱/۱
کتبہ در مختار باب ما یفسد الصلوۃ وما یکرہ فیہا مطبوعہ مجتبیٰ دہلی بجاہرت ۹۲/۱

سنة سنن ابوداؤد باب الامام يقوم مكانه ارفع من مكان القوم مطبوعہ مجتبیٰ دہلی ۸۸/۱
سنة المستدرک علی الصحیحین فی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان يقوم امام القوم المطبوعہ دار الاسلامیہ بیروت ۲۱/۱
کتبہ در مختار باب ما یفسد الصلوۃ وما یکرہ فیہا مطبوعہ مجتبیٰ دہلی بجاہرت ۹۲/۱

روایت میں ہے:

قوله وقيل ان هو
ظاهر الرواية كما في البدائع قال
في البحر والمباح ان التصحيح
قد اختلف والاولى العمل بظاهر
الرواية واطلاق الحديث اهـ و
كذا راجعه في الحلية.

امام محمد العلماء ابریکر بدائع میں فرماتے ہیں:

التصحيح جواب ظاهر الرواية لمادوى ان
جذيفة بنت اليمان مرضى الله تعالى
عنهما قام بالمدائن يعطى بالناس
على دكان فجز به سلمان الفارسي مرضى
الله تعالى عنه ثم قال ما السند عن
اصحابك اطلاق العهد ام لسبب ام
سمعت رسول الله صلى الله تعالى عليه
وسلم يقول لا يقوم الامام على مكان
انشر مما عليه اصحابه وفي رواية
اما علمت ان اصحابك يكرهون ذلك
فقال تذكرت حين جذبتي

بات کو پسند نہیں کرتے۔ حضرت عذیبة رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا مجھے اس وقت یہ بات یاد آگئی جب
تم نے مجھے کھینچا۔ (ت)
مید میں ہے:

يكره ان يقوم ينفرد في مكان اعلى
له روايت في باب ما ينفرد الصلوة الا

قوله وقيل ان هو
روایت ہے جیسا کہ بدائع میں ہے۔ بحر میں کیا ہے انھوں نے
میں اختلاف ہے لیکن ظاہر روایت اور
اطلاق حدیث پر عمل بہتر ہے اہ حدیث میں اسی کو
ترجیح ہے۔
(ت)

ظاهر الرواية کا جواب صحیح ہے کیونکہ حضرت عذیبة
بن یمان رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے بارے میں
مروی ہے کہ وہ مدائن میں نماز پڑھانے کے لئے
اونچی جگہ کھڑے ہوتے تو حضرت سلمان فارسی
رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انھیں نیچے کھینچا اور فرمایا
کیا ہو گیا کیا وقت زیادہ گزر گیا ہے یا آپ بول
جئے یا کیا آپ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے نہیں سنا کہ امام ایسی
جگہ کھڑا نہ ہو جہاں وہ اپنے ساتھیوں سے جدا
ہو جائے۔ دوسری روایت کے الفاظ میں ہے
کہ کیا آپ نہیں جانتے کہ تمہارے ساتھی اس
جگہ کھڑا نہ ہو جہاں وہ اپنے ساتھیوں سے جدا

یہ مکرہ ہے کہ امام اکیڈ ایسی جگہ کھڑا ہو کہ قوم
مصلیٰ الہابی ص ۴۹/۱

تہ بدائع الصنائع فصل واما بیان ما یستحب فیہا واما یکرہ " " " " ۲۱۶/۱

من مکان القوم اذا لم يكن بعض القوم معه
 سے بلند ہو جبکہ اس کے ساتھ کچھ لوگ بھی
 نہ ہوں۔ (ت)

نقارہ کے معنی ہست الصلاة میں ہے، و تخصیص الاصام بمکان (امام کا جگہ مخصوص کرنا۔ ت)
 شرح ملا شمس الدین محمدی ہے،

(تخصیص الاصام) ای انفراداً (بمکان)
 اصحابان یکون مقامه اعلى او اسفل من
 مکان القوم الخ و یا قی تمامہ۔

ہمارے مذہب کے قواعد مقررہ سے ہے کہ عند اختلاف الفتاویٰ جب فتویٰ میں اختلاف ہو
 ظاہر الروایۃ پر عمل واجب ہے، بکرالرائی میں ہے،

اذا اختلفت التصحیح وجب الفحص عن
 ظاہر الروایۃ والرجوع الیہا

اور ظاہر فرماتے ہیں جب روایت و درایت مطابق ہوں تو عدول کا گنجائش نہیں۔ علامہ حسینی
 نے فقیر میں فرمایا:

لا یعدل عن الدایۃ ما واقفہا روایۃ
 اس درایت سے اعراض نہیں کیا جائے گا جو
 روایت کے مطابق ہو۔ (ت)

یہاں جبکہ یہی ظاہر الروایۃ اور ایسی کے مطابق دلیل و روایت تو لاجرم قریب ہی ہے کہ اذنی ماہدہ کا امتیاز
 (جس سے کم از کم امتیاز پیدا ہو جائے۔ ت) یعنی بھی مکروہ ہے ہاں ایسا قلیل تفاوت جس سے امتیاز
 ظاہر نہ ہو غرض ہے فلان فی اعتبار ما حرجا و الحرج مدفوع بالنقص (کیونکہ اس کے اعتبار کرنے میں
 حرج و تنگی ہے اور تنگی نقص کی وجہ سے مدفوع ہے۔ ت) یہی نہیں اگر پہلی صفت امام کے ساتھ ہر باقی صفیں
 پہنچی تو بھی مذہب اصح میں کچھ حرج نہیں

سنة فیه المصل بحث یکرہ ای یصل علی بساط فیه تصاویر
 سنة جامع الرموز فصل ما یفسد الصلوة
 سنة بکرالرائی باب ما یفسد الصلوة وما یکرہ فیہا
 سنة غنیۃ المستمل شرح فیه المصلی واجبات الصلوة
 مطبوعہ مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ لاہور ص ۳۶۶
 - مکتبہ اسلامیہ حسنہ سابقہ قاضی ابراہیم ۱/ ۱۹۲
 - ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲۶/۲
 - سہیل اکیڈمی لاہور ص ۲۹۵

كما قد مانع المنية وغيرها وقال في
الدر المختار لم يذكر لو كان معه بعض
القوم في الاصلح - اقول ودر بما
يشير اليه ما في حديث الحاكم وسبق
الناس خلفه فافهم -

جیسا کہ ہم نے فیہ وغیرہ کے حوالے سے ذکر کیا ہے اور
در مختار میں فرمایا ہے کہ اصح قول کے مطابق اگر امام
کے ساتھ کچھ لوگ ہوں تو کراہت نہ ہوگی اور اقول
اس کی طرف حدیث حاکم کے یہ الفاظ اشارہ
کرتے ہیں "اور لوگ اس کے پیچھے ہوں" اس
کو سمجھ - (ت)

اور شک نہیں کہ تین گروہ بندی قطعاً متذہباً باعث امتیاز ہے کہ ہر شخص منگاہ اولیں فوراً تفاوت تین جگہ لے گا
تو ذہب معتد پر اس کی کراہت میں شہد نہیں بلکہ علما تصریح فرماتے ہیں کہ امام کے لئے تخصیص مکانی کی کراہت میں
یہ صریح بھی داخل کہ مشورۃ مکان مستغن میں ہوا اور مقتدی صحن میں شرح نقایہ میں بعد عبارت مذکورہ ہے ،
واما بان یکون فی صفة ، وہم فی وسط
الدار مثلاً كما فی الجوهر واما بان یقوموا
فی المسجد والامام فی طاق یتخذ فی
المحراب ینو

یہاں تک کہ امام کے مقتدیوں سے تقدم کو فرماتے ہیں یہ بھی تخصیص مکانی ہے اگر شریعت مطہر میں اس کا حکم نہ آتا
مگر وہ ہر حال میں برجندی نے شرح نقایہ میں فرمایا ،
یدخل فی تخصیص الامام بمکان قیامہ
فی الطاق ای المحراب بحیث یکون
قد ماع فیہ والتقدم علی القوم وان
کان تخصیص الہ بمکان لکنہ مستثنی
شروطاً

جب ایسے فرق کر بھی تخصیص مکانی شہد ہے جس مالاکر مکان واحد میں ہوا ہے جس میں فی نفسہ اصلاً

- | | | | | |
|-------|--------------------------------|----------------------------------|-------|-------------------------------|
| ۹۲/۱ | مطبوعہ مطبع مجتہدی دہلی بھارت | باب ما یفسد الصلوۃ وما یکرہ فیہا | ۱۳۰/۱ | مطبوعہ فکری وکشتور کھنڈ بھارت |
| ۱۹۲/۱ | مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران | فصل | ۱۳۰/۱ | مطبوعہ فکری وکشتور کھنڈ بھارت |
| ۱۳۰/۱ | مطبوعہ فکری وکشتور کھنڈ بھارت | فصل ما یکرہ فی الصلوۃ | | |

کوئی فرق و امتیاز نہیں تو مثلاً کرسی، مکان یا چوڑے کی بلندی اگرچہ دو تین ہی گز ہو یہ درجہ اولیٰ تخصیص مکانی باعث کراہت ہوگی کہ یہاں نفس مکان میں تفرق و تفاوت موجود اور والان و صحنی کے فرق میں تو سرے سے درجہ ہی بدل گیا تو یہ سب صورتیں، ارشاد امام عظام صلی اللہ علیہ وسلم الشریعۃ قدس سرہ و تخصیص الامام بمکان (امام کا چکر مخصوص کرنا) میں داخل ہیں جہذا اللہ خیر جزاء کیا دو لفظوں میں تمام صوفیاء کا احاطہ فرمایا اور بہت نزاہتوں کا تصفیہ کر دیا فالحمد للہ سبحانہ العالیین پس ثابت ہوا کہ جہاں والا ہی مسجد کی کرسی صحنی مسجد سے بلند ہی متاثر رکھتی ہو جیسا کہ اکثر مساجد میں ہے وہاں امام کا دو ستونوں کے درمیان کھڑا ہونا جیسا کہ عوام ہند میں مشاہدہ نہ صرف ایک کراہت بلکہ تین کراہتوں کا جامع ہوگا۔

اولاً یہی ہیں السائرین قیام امام،

ثانیاً مقتدیوں پر بلندی متاثر،

ثالثاً اس کا زیر برکت اور مقتدیوں کا صحن پر ہونا۔

ہکذا ینبغی التحقیق واللہ تعالیٰ ولیہ
التوفیق وهو سببہ و تعالیٰ اعلم و علیمہ
جل مجدہ لا انتہ و احکم۔
یہی تحقیق مناسب ہے اور اللہ تعالیٰ توفیق کا مالک
ہے وہ پاک و بلند زیادہ جانتے والا اور اس کا
علم اجل و اعلیٰ ہے۔ (ت)

مسئلہ ۱۷۴۲ از شہر کسہ بریلی مستول محمد ظہیر محمد صاحب
۱۲ شوال ۱۳۲۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دینی ان مسائل میں کہ،

- (۱) بعض شخص نماز میں رکعت کے بعد سجدہ کر جاتے وقت دونوں ہاتھوں سے دونوں پانچوں کو گھسنوں سے اوپر کو چڑھالیا کرتے ہیں یعنی ہر رکعت میں ایسا ہی کرتے ہیں اس کی نسبت کیا حکم ہے؟
- (۲) ہاتھوں کی گھسی گھری کر آستینیں اوپر کو چڑھا کر نماز پڑھنے میں کس قدر نقصان ہے؟ کس درجہ کی وہ نماز ہوگی؟ زید کا خیال ہے وہ نماز مکروہ ہوئی مگر عمرو کا خیال ہے کہ مکروہ نہیں چوٹی اور عمرو کا سوال ہے کہ اگر مکروہ ہوئی تو صحت کے ساتھ بتلادیا جائے۔

الجواب

(۱) مکروہ ہے۔

(۲) نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادة ہوگی، اگر نہ پھیرے گا گنہگار رہے گا، درمختار، علیہ وغیرہ۔

واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۹۴۵ از برقی مدسہ منظر اسلام مسئلہ احسان علی مظفر پوری طالب علم بتاریخ ۱۳ شوال ۱۳۲۷ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ :

- (۱) نماز کے اندر اگر ٹوپی گر جائے تو اٹھانا چاہئے یا نہیں؟
- (۲) امام قراست یا رکوع کو کسی مقتدی کے واسطے دراز کر سکتا ہے یا نہیں جبکہ مقتدی وضو کر رہا ہو یا مسجد میں آگیا ہو اور یہ امام کو معلوم ہو گیا کہ کوئی شخص ہے کہ عنقریب شریک ہونا چاہتا ہے یا اس صورت رکوع میں کچھ دیر کر دے تو جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

(۱) اٹھ لینا افضل ہے جبکہ بار بار نہ گرے اور اگر تذل و انکسار کی نیت سے سر پر بند ہونا چاہے تو نہ اٹھانا افضل۔ در مختار میں ہے :

سقطت قنسوته فاعادتها افضل الا اذا
احتاجت لتكويره او حمل كشيء
نمازی کی ٹوپی گر جائے تو اس کا اٹھانا افضل ہے مگر
اس صورت میں کہ جب باندھنے کی حاجت ہو یا غل کثیر
لازم آ رہا ہو۔ (ت)

رد المحتار میں ہے :

الظاهر ان افضلية اعادةتها حيث لم
يقصد بتركها التذلل
ظاهر یہی ہے کہ اس کا اٹھانا تب افضل ہے جب
اس کے ترک میں تذل کا ارادہ نہ ہو۔ (ت)

(۲) اگر کسی خاص شخص کی خاطر اپنے کسی علاقہ خاصہ یا خوشامد کے لئے منظور تو ایک بار تسبیح کی قدر بھی
بڑھانے کی ہرگز اجازت نہیں بلکہ ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میخشی علیہ الصلوٰۃ والسلام
یعنی اس پر شرک کا اندیشہ ہے کہ نماز میں اتنا عمل اس نے غیر خدا کے لئے کیا اور اگر خاطر خوشامد منظور نہیں بلکہ عمل
حسی پر مسلمان کی اعانت (اور یہ اس صورت میں واضح ہے کہ یہ اس آنے والے کو نہ پہچانے یا پہچانے اور اس کا
کئی تعلق خاص اس سے نہ ہو نہ کوئی غرض اس سے انگی ہو) تو رکوع میں دو ایک تسبیح کی قدر بڑھا دینا جب نہ
بلکہ اگر حالت یہ ہے کہ یہ ابھی سر اٹھائے لیتا ہے تو وہ رکوع میں شامل ہونے نہ ہونے میں شک میں پڑ جائے گا تو
بڑھا دینا مطلوب اور جہاں نماز میں نہ ملے گا مسجد میں آیا ہے وضو وغیرہ کرے گا یا وضو کرتا رہے اس کے لئے

قد مسنون پر نہ بڑھائے بلکہ اگر بڑھائے موجب قتل عاصی نماز ہوگا تو سخت منوع و ناجائز، المسألة دوارة
فی النکت و بسطها الشامی من صفة المصلوة و ما قلت عطر التحقیق (یہ مسئلہ کتب فقہ میں تحریر ہے)
شامی نے اسے صفت مصلوة میں تفصیلاً بیان کیا اور جو کچھ میں نے بیان کر دیا ہے یہ تحقیق کا عطر و نثر ہے۔ ت)
واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۹۷۷ یکم ذیقعد ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ زید نے منع کرنے پر کہ آستین چڑھے ہونے سے نماز نہ پڑھا کر آستین
اُٹا لیا کرو، جواب دیا کہ کس کا قول ہے، کس حدیث میں ہے اور اس کا راوی کون ہے؟

الجواب

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے، عینیں کی حدیث ہے، جہد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ
عنہما راوی ہیں، اور جابل کو ایسے سوالات نازیبا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۹۷۸ ازربیلی محلہ ذیقعد مسئلہ سوم حبشہ ۲۹ صفر ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر دھوبی کپڑا بدل کر لائے تو اس کو پہن کر عورتوں کو نماز
پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ اور جوڑا باندھ کر نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

بدلا ہوا کپڑا پہننا مرد و عورت سب کو حلال ہے اور اس سے نماز مکروہ تحریمی۔ جوڑا باندھنے کی کراہت
مرد کے لئے ضرور ہے، حدیث میں صاف فقہی المرجعیت ہے، عورت کے بال عورت میں پریشان ہوں گے
تو انگشت کا غوف ہے اور چوٹی کھولنے کا اسے غسل میں بھی حکم نہ ہوا کہ نماز میں کھٹ شعر گندھی چوٹی میں ہے جب
اس میں حرج نہیں جوڑے میں کیا حرج ہے مرد کے لئے ممانعت میں حکمت یہ ہے کہ سہ سے میں وہ بھی زیمی پر
گریں اور اس کے ساتھ سجدہ کریں کما فی المرقاة و غیوہ (جیسا کہ مرقات وغیرہ میں ہے۔ ت) اور
عورت ہرگز اس کے مامور نہیں الا جرم امام زین الدین عراقی نے فرمایا، ہو مختص بالرجال و وقت
النساء (یہ مردوں کے ساتھ مخصوص ہے نہ کہ عورتوں کے لئے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم

بل العم البکیر حدیث ۵۱۳ مروی عن ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا مطبوعہ مکتبہ فیصلیہ بیروت ۲۵۲/۲۳

مسند احمد بن حنبل حدیث ابی رافع رضی اللہ عنہ دار الفکر بیروت ۸/۱

فت، حدیث کے الفاظ یوں ہیں، فقہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان یصلی الرجل رأسہ معقوض۔ نیز لہ

مسئلہ ۹۷۹ از موضع مانیہ والہ ڈاک خانہ قاسم پور گدھی ضلع بجنور برگنہ افضل گڑھ مرسلہ سید کفایت علی ولد
حایت علی ۳ ربیع الاول شریف ۱۳۳۸ھ

حضرت کی مسجد میں ایک مرتبہ نماز عشا کی پڑھ رہا تھا سر پر چادر اوڑھے ہوئے تھا اور چادر بدی پر قائم
رہی مگر سر پر اُتر کر کندھے پر گرنی تھی میں نے یہ مسئلہ سنا بھی نہیں تھا آپ کے غلیظ مولوی امجد علی صاحب نے یہ فرمایا
اگر چادر کو مٹا میں یا کھڑے ہونے سے گر جائے تو ہاتھ سے اشارہ کر کے سر پر رکھ لینی چاہئے اگر نہیں رکھے گا تو نماز
مکروہ ہوگا اور بھیت چادر اوڑھنے کے ٹوٹی کے دوپٹہ بندھا ہوا تھا جیسا کہ انھوں نے بتایا تھا ویسا خاکسار عمل
میں لایا تھا مگر غریب خانہ اگر جو نمازیوں کو دیکھا تو وہ چادر یا رضائی سر کے اوپر سے نہیں اوڑھتے بلکہ کندھے پر
اوڑھتے ہیں میں نے اُسی سے کہا کہ چادر نماز پڑھتے ہیں سر پر سے اور حنی چاہئے اگر سر پر گر جائے تو ہاتھ سے سر
پر رکھ لینی چاہئے انھوں نے کہا نماز پڑھتے ہیں چادر سر پر رکھے گا نماز نہیں ہوگی اب اس مسئلہ کا خواستگار ہوں
تقریر کیجئے - بینوا توجہ روا۔

الجواب

ابو نعیم نے عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
فرماتے ہیں:

لَا يَنْظُرُ اللَّهُ إِلَى قَوْمٍ لَا يَجْعَلُونَ عِمَامَتَهُمْ
تَحْتَ رِءُوسِهِمْ يَصْنَعُونَ فِي الصَّلَاةِ بِئْسَ وَاللَّهِ
قَعَالِي اَعْلَمُ۔
اللہ تعالیٰ اُس قوم کی طرف نظر رحمت نہیں فرماتا
جو نماز میں اپنے عمامے اپنی چادروں کے نیچے
نہیں کرتے۔ (واللہ تعالیٰ اعلم دت)

مسئلہ ۹۸۰ از سردی کلاں ڈاک خانہ کچھ ضلع قنی مال مرسلہ محمد حسین غورو ۵ ربیع الاول شریف ۱۳۳۸ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر سر پر رومال باندھ کر نماز پڑھی جائے تو ہو سکتی ہے یا
نہیں اور بغیر ٹوٹی کے رومال باندھا جائے تو نماز ہو سکتی ہے یا نہیں؟ بینوا توجہ روا

الجواب

رومال اگر بڑا ہو کہ اتنے پیچ آسکیں جو سر کو چھپالیں تو وہ عمامہ ہی ہو گیا، اور چھوٹا رومال جس
سے صرف دو ایک پیچ آسکیں لپیٹنا مکروہ ہے، اور بغیر ٹوٹی کے عمامہ بھی نہ چاہئے نہ کہ رومال، حدیث
میں ہے:

فرق ما بیننا وبين المشركين العماۃ علی
العلانیۃ
ہم میں اور مشرکوں میں ایک فرق یہ ہے کہ ہمارے
عماۃ ٹوپوں پر ہوتے ہیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۹۸۱ از شہر عباسہ ضلع شرقی افریقہ دکان حاجی قاسم اینڈ سنز مسئلہ حاجی عبداللہ حاجی یعقوب

۲۶ رمضان ۱۳۲۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کو جاتے میں کچھ غفلت ہوئی یا نماز پڑھتے میں کچھ
شیدائی خیال آیا اور آنکھوں کے سامنے عورت کی فرج کو دیکھا ۱۱ راپنا ذکر سامنے کیا لیکن دخول نہیں کیا ایک
منٹ کے بعد اُس خیال کو دور کیا اور نماز تمام کی اب اس نے نہ دخول کیا اور نہ ذکر کھڑا ہوا تھا اور نہ منی یا نڈی
نکلے ہے ایک ذرا سا یہ خیال اس کو تھا لیکن پیشاب اس کو لگا ہے غسل کرنا ہو گیا یا نہیں ؟ اور اس کی
نماز کیسی ہوئی ؟ اُس کا خیال ہے کہ مجھ پر غسل نہیں اور نماز میں پڑھتا ہے قرآن مجید پڑھتا ہے اب نماز میں
پڑھنا یا قرآن مجید اور درود شریف پڑھنا سب کیسا ہے ؟ بینواتو جدوا۔

الجواب

جب نہ اُس نے دخول کیا نہ منی نکلے تو غسل واجب نہ ہوا۔ قرآن مجید کی تلاوت کر سکتا ہے اور سوائے
قرآن مجید اور اذکار مثل کلمہ طیبہ و تسبیح و تہلیل و درود شریف وغیرہ تو حالت جنابت میں بھی پڑھ سکتا ہے اور
جبکہ صورت مذکورہ میں مذی بھی نہ نکلے تو نماز بھی ہوگئی بشرطیکہ اس کا برہنہ عضو عورت کی برہنہ شرمگاہ سے
مٹانہ ہو ورنہ وضو جاتا رہا اور نماز نہ ہوئی۔ باقی نماز میں ایسا خیال بہت بد ہے اگرچہ فرض ادا ہو جائے گا
نماز سخت مکروہ ہوگی اور اگر برہنگی ایسی ہو جس سے دوسرے کی نظر سے حجاب نہ ہو تو اسی قدر سے نماز جاتی
رہے گی جبکہ چارم عضو کے قدر برہنہ کرے اگرچہ وضو جائے گا جبکہ برہنہ شرمگاہ ذی سے مٹانہ ہو یہ سب اسی
صورت میں ہے کہ واقعی کوئی عورت موجود ہو ورنہ مجرد خیال سے نہ وضو جائیگا جب تک مذی نہ نکلے نہ غسل
واجب ہوگا جب تک منی نہ نکلے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۹۸۲ از جمشید پور ڈاکخانہ خاص ضلع سسنگہ بموم آفس کارکیس مسئلہ حمید اللہ

۹ شوال ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ پتلون پہنی کر نماز درست ہے یا نہیں جبکہ اُس میں نشست و برخاست

پوری طور سے ہوتا ہے بینوا توجہ دوا۔

الجواب

پتلون پہنا مکروہ ہے اور مکروہ کپڑے سے نماز بھی مکروہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم
مسئلہ ۹۸۳ مکروہ کلو بند یا پگڑی یا رد مال سے پیشانی چھپی ہے تو سجدہ درست ہو گا یا نہیں؟

الجواب

سجدہ درست ہے اور نماز مکروہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۹۸۴ مرزا اصغر علی خاں ہانس منڈی، بریل

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اکثر جماعت میں امام مسجد کے درمیں اور مقتدی باہر کھڑے ہو کر نماز پڑھتے ہیں اس میں کیا حکم ہے؟ بینوا توجہ دوا

الجواب

امام کا درمیں کھڑا ہونا مکروہ ہے کما فی مراد المحتار عن معراج الدراریۃ عن سیدنا
الامام رضی اللہ تعالیٰ عنہ (رد المحتار میں معراج الدراریۃ کے حوالے سے سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ
عنہ سے منقول ہے۔ ت) واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۹۸۵ جراثیم ہیں کپڑوں میں نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں؟ زیہ کتا ہے کہ جبکہ ان کے پینٹے سے
ٹخنے بند ہو گئے تو نماز مکروہ ہوگی۔ بینوا توجہ دوا

الجواب

زیہ کا قول غلط ہے، موندے ہیں کہ نماز پڑھنا بہتر ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۹۸۶ از سرکار پاک پن شریف ضلع مظفری درگاہ اقدس مسئلہ امام علی شاہ صاحب

ربیع الآخر شریف ۱۳۳۱ھ

حق، حق، حق۔ جناب مولانا! السلام علیکم، مکلف ہوں کہ اس مسئلہ میں آپ کیا فرماتے ہیں کہ کسی
بزرگ کے آستانہ پاک میں اسی بزرگ صاحب مراد کے روضہ منورہ کے دروازے کو بند کر کے روضہ کے آگے ہی
اگر نماز پڑھ لی جائے تو شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ یہ مسئلہ اخبار دہلیہ سکندری میں لکھ دیا جائے تاکہ سب لوگ
دیکھ لیں۔ زیادہ نیاز الکلف فقیر محمد امام علی شاہ اولاد پاک صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ از درگاہ حضرت جناب

لا تكثر الصلوة خلف الحجرة الشريفة
الا اذا قصد التوجه الى قبوة موسى الله
تعالى عليه وسلم
بحرہ شریف کے سامنے نماز ادا کرنا مکروہ نہیں مگر
اس صورت میں جب توجہ سے مقصود ہی آپ صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم کی قبر شریفہ ہو۔ (ت)

اتام اجل قاضی عیاض شرح صحیح مسلم شریف پھر خطہ طبری شرح مشکوٰۃ المصابیح پھر علامہ قاری مرقاۃ
المفاتیح نیز علامہ محدث طاہر قسطنطینی مجمع بحار الانوار نیز اتام قاضی ناصر الدین بیضاوی پھر اتام جلیل علامہ محمد عینی
حمدة القاری شرح صحیح بخاری پھر اتام احمد محمد خطیب قسطلانی ارشاد الساری شرح بخاری نیز اتام ابن حجر کی
شرح مشکوٰۃ شریف پھر شیخ محقق محدث و بطوری لمعات المتفیع میں فرماتے ہیں،

وهذا الفضا الاول من اتخاذ مسجد
في جوار صالح او صلى في مقبرة و قصد
الاستظهار بروحه او وصول اثره من
أثار عبادته اليه ، لا لتعظيم له و
التوجه نحوه ، فلا يخرج عليه الا ترى
ان ما وجد اسمعيل عليه الصلاة و
السلام في المسجد الحرام عند المحطيم
ثم ان ذلك المسجد افضل مكان
يتحرى المصلين لصلاته
یعنی جس نے کسی نیک بندے کے قرب میں
مسجد بنائی یا مقبرہ میں نماز پڑھی اور اس کی
روح سے استمداد و استعانت کا قصد کیا یا یہ کہ
اس کی عبادت کا کوئی اثر پہنچے ، نہ اس لئے کہ نماز
سے اس کی تعظیم کرے یا نماز میں اس کی طرف
مند ہونا چاہے تو اس میں کوئی عرج نہیں کیا دیکھتے
نہیں کہ سینا اسمعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کا
مزار شریف خاص مسجد الحرام میں حلیم کے پاس ہے
پھر یہ مسجد سب سے افضل وہ جگہ ہے کہ نمازی نماز
کے لئے جس کا قصد کرے۔

اخیری کے نقطہ ہیں ،

خروج بذلك اتخاذ مسجد بجوار نبی او
صالح و الصلوة عند مقبرة لا لتعظيمه
والتوجه نحوه بل لوصول مدد منه
حق تكمل عبادته ببركة مجاورته
یعنی کسی نبی یا ولی کے قرب میں مسجد بنانا اور ان
کی قبر کریم کے پاس نماز پڑھنا نہ ان دونوں سے
بلکہ اس لئے کہ ان کی مدد ملے پہنچے ان کے قرب کی
برکت سے میری عبادت کامل ہو اس میں کچھ مضائقہ

۱۔ مسئلہ تقصیر ارشاد الساری باب زیارت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت ص ۳۱۳
۲۔ شرح طبری علی مشکوٰۃ المصابیح الفصل الاول باب المساجد و مواضع الصلوة مطبوعہ دار الفکر انوار العلوم الاسلامیہ کراچی ۳۵

لا تکره الصلوة الى جهة القبور الا اذا
کانت بين يديه بحيث لو صلى صلاة
الغاشعين وقع بصره عليه۔

قبر کی طرف نماز پڑھنا مکروہ نہیں مگر اس صورت میں
جبکہ نمازی غشوع سے نماز پڑھ رہا ہو (جائے سجدہ
پر نظر ہو) تو قبر پر نظر پڑے (ت)

یہ قلب و بایست پر کیسا شاق ہو گا کہ مزار مبارک بلا حائل بے پردہ صرف چار پانچ گز کے فاصلہ سے
جس نماز میں نمازی کے سامنے ہے اور نماز پڑھا کر اہستہ جائز کیا یہ فقہائے کرام کو قبر پرست نہ کہیں گے
واللہ اعلم بالصواب العظیم۔ یہ سب اس صورت میں ہے کہ وہ یہ نیت فاسدہ نہ ہوں یعنی نماز سے تعظیم قبر
کا ارادہ یا بچائے کعبہ نماز میں استقبال قبر کا قصد۔ ایسا ہو تو آپ ہی حرام بلکہ معاذ اللہ نیت عبادت قبر ہو تو میرا شکر
کفر مگر اس میں مزار مقدس کی جانب سے حرج نہ آیا بلکہ اس شخص کا فاسد ارادہ یہ فساد لایا اس کی نظیر یہ ہے کہ
کوئی ناخدا ترس کعبہ معظمہ کے سامنے اس نیت سے نماز پڑھے کہ وہ کعبہ کی طرف نہیں بلکہ وہ خود کعبہ کو سجدہ کرتا ہے یا
نماز تعظیم کعبہ کے لئے پڑھتا ہے ایسی نماز بیشک حرام اور نیت عبادت کعبہ ہو تو سلب اسلام مگر اس میں کعبہ معظمہ کا
کیا قصور ہے یہ تو اس کی نیت کا قصور ہے، یونہی جو مزارات کے حضور ہے اور مزار اکرم مستور ہے یا نظر غاشعین
سے دور ہے تو فاسد نیت سے مازور ہے اور تبرک و مستند کی نیت سے ماجر ہے کہ نماز و نیاز کا اجتماع لازم
نہ ہے۔ واللہ سبیلہ و تعالیٰ اعلم و علیم۔ جبل مجددا تم و احکم۔

مسئلہ ۹۸۹ از موضع سرزبان ضلع بریلی مرسلہ امیر علی صاحب قادری ۲۰ جب ۱۳۳۱ھ

(۱) وضو، نماز، غسل، جماعت، لباس، نماز جنازہ، کفن، دفن، نکاح وغیرہ میں کتنے کتنے اور کون کون
فرض، سنت، مستحب واجب ہیں جس کے ترک سے نماز فاسد یا مکروہ تنزیہی یا تحریمی یا کہ بطور دہرائے کے
یا سجدہ سہو کے قابل ہو جاتی ہے یا کیا چیز ترک ہو جس سے امام نے دوبارہ جماعت شروع کی اپ اور نئے آدمی
شامل نہیں ہو سکتے ہیں اور کس ترک کے سبب سے اب نئے آدمی بھی شامل ہو سکتے ہیں، اسی طرح غسل، جماعت،
لباس، کفن، دفن، نکاح سب کا حال علیحدہ علیحدہ ترتیب وار تحریر فرمایا جائے۔

(۲) زید تمباکو کھانے پینے کی اکثر اشیاء یا نہ کہ نماز پڑھتا ہے نماز ہوگی؟

(۳) زید اکثر زانی، کبیل، چادر کی گھوکی ڈال کر نماز پڑھتا ہے ہوگی یا نہیں؟ بینو اتوجروا۔

الجواب

(۱) اس سوال کا جواب اگر مفصل لکھا جائے تو کم از کم دو ہزار ورق ہوں گے سائل کو چاہئے علم سیکھے

یہ باتیں آجائیں گی، فرض کے ترک سے نماز فاسد ہوتی ہے اور واجب کے ترک سے مکروہ تحریمی، اور سنت مؤکدہ کا ترک بہت بُرا ہے اور غیر مؤکدہ کے ترک سے مکروہ تنزیہی، اور مستحب کے ترک سے غیر اولیٰ، فرض کے ترک میں پھر پُر حنا فرض ہے کہ پہلی نماز اصلاً نہ ہوئی اور اسی صورت میں نئے آدمی شامل ہو سکتے ہیں، اور واجب بھول کر چھوٹا تو سجدہ سہو کا حکم ہے اور قصداً چھوڑا یا بھول کر چھوٹا تھا مگر سجدہ سہو نہ کیا تو اس سجدہ واجب ہے اور سنت کے ترک میں سنت اور مستحب کے ترک میں مستحب اور ان سب صورتوں میں نئے آدمی شامل نہیں ہو سکتے۔

(۲) ۱۵ نماز ہو جائے گی مگر بدبو آئے تو کراہت ہے۔

(۳) نماز مکروہ ہوگی جب تک ایک پلہ اُس کا دوسرے کندھے پر نہ ڈالا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔
مسئلہ ۹۹ از مکتبہ دھرم تلاء مدرسہ جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب ۱۲ رمضان المبارک ۱۳۱۱ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مرد و عورتیں کپڑا پہن کر نماز کیسی ہے؟ اور جب امام باوصف معلوم ہو جانے ثروت کے باسب ریشمی پہن کر امامت کیا کرے تو ساری بنائے کی نماز میں کراہت تحریمی کا وبال امام پر ہوگا یا نہیں؟

الجواب

فی الواقع ریشمی کپڑا پہن کر نماز مرد کے لئے مکروہ تحریمی ہے کہ اُسے اتار کر پھر پُر حنا واجب کما هو معلوم من الفقہ فی غیر ما وضع (جیسا کہ فقہ میں متعدد مقامات پر موجود ہے۔ مت) شرع مقدسہ طے نہ فرمائی ہو۔

تکلیف الصلوٰۃ فی ثوب الحریر وعلیہ ایضا
لانہ محرم علیہ لبسہ فی غیر الصلوٰۃ
ففیہا اولیٰ فان صلی فیہا صححت صلاتہ
لان النہی لایختص بالصلوٰۃ انتہی اقول
وقولہ وعلیہ ایضا مبتن علی قولہما
من حرمة افتراش الحریر واکلا فہو
جائز عند الکامر الا اعظم رضی اللہ تعالیٰ
ریشمی کپڑے میں اور اس کے اوپر نماز مکروہ ہے کیونکہ جب نماز کے علاوہ اسے پہنا حرام ہے تو نماز میں بطریق اولیٰ حرام ہوگا، اگر ان میں نماز ادا کی تو صحیح ہوگی کیونکہ نئی نماز کے ساتھ ہی مخصوص نہیں انتہی اقول اس کا قول ریشمی کپڑے پر بھی صاحبین کے اس قول پر مبنی ہے کہ ریشم کا بھوننا بنانا بھی حرام ہے ورنہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک جائز

عند لا ین المحرم علیہ کلاسا ترو وجوه
الانتفاع حکما فی مہد المحتار وغیرہ نعم
لکون الصلوة علیہ وان جائز الاقراشہ
لان الصلوة لیست موضع الترفہ وھذا
الکناہۃ تنزیہیا۔

ہوگی۔ (ت)

جبکہ اللہ عزوجل غم و کوششیں پکڑا گھر میں پہننا حرام کیا تو خود اس کے دبا رہیں اسے پہن کر حاضر ہونا کس درجہ
مستثنیٰ و بجا دینی ہوگا خیر بات گھر بیٹھ کر تنہائی میں کرنا تو قانون سلطانی میں جرم ہو وہ خود بارگاہ سلطانی میں اس
کے حضور کھڑے ہو کر کون کیسی صریح مباحی اور بادشاہ کا موجب تاراضی ہوگا و الحیاء باللہ تعالیٰ اور پڑھا ہر
کہ نماز امام کی یہ کراہت نماز مقتدیان کی طرف بھی سرایت کرے گی تو ان سب کی نمازیں خراب و ناقص ہونے کا
یہی شخص باعث ہوا اور معاذ اللہ ارشاد حضرت مولوی قدس سرہ المعزی کا مصداق ٹھہرا ہے

پے ادب تنہا نہ خود را داشت بد

بلکہ آتش در طمع آفاق زد

(پے ادب تنہا اپنے آپ کو ہی تباہ نہیں کرتا بلکہ اس کی بے ادبی تمام عالم کو برباد
کر دیتی ہے)

بعض یہی حکم اُن سب چیزوں کا ہے جن کا پہننا جائز ہے جیسے ریشم کر بنریا مغرق ٹوپی یا وہ کپڑا جس پر ریشم یا
چاندی یا سونے کے کام کا کوئی بیل بُرنا چار اٹھل سے زیادہ عرض کا بریا یا تھ خواہ پاؤں میں تانبے سونے چاندی
پتیل لوسے کے چھتے یا کان میں بالی یا بُند یا سونے خواہ تانبے پتیل لوسے کی انگوٹھی اگرچہ ایک تار کی ہو یا سانسے چار
تانبے چاندی یا کچھ تھک کی انگوٹھی یا کچھ انگوٹھیاں اگرچہ سب مل کر ایک ہی ماشہ کی ہوں کہ یہ سب چیزیں مردوں
کو حرام و ناجائز ہیں اور اُن سے نماز مکروہ تحریمی اور تانبے پتیل لوسے کے زیور تو مردوں کو بھی حرام ہیں انھیں
پہن کر اُن کی نماز بھی مکروہ تحریمی، اسی مسئلہ کی تفصیل جامع فتاویٰ میں ہے اللہ عزوجل مسلمانوں کو ہدایت
فرماتے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۹۹۱ از بابین کپہری منصفی مرسلہ شیخ حامد حسین دہلوی ۱۷ جمادی الاخریٰ ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ انگریزی وضع کے کپڑے پہننا کیسا ہمارا ان کپڑوں سے نماز

ہوتی ہے یا نہیں؟ اور ہوتی ہے تو کراہت تحریمی یا تنزیہی یا بلا کسی فساد کے؟ بیٹھا تو جودا

الجواب

انگریزی وضع کے کپڑے ہفتا حرام سخت حرام اشد حرام اور انھیں پہن کر نماز مکروہ تحریمی قریب مجرام واجب الاعادہ کہ جائز کپڑے میں کرنا پھیرے تو گنہگار مستحق عذاب والعیاذ باللہ العزیز الغفار سیدی علامہ اسماعیل نابلسی شرح درود غفر پھر علامہ عارف باللہ عبد الغنی نابلسی قدس سرہما القدسی حدیقہ ندریہ شرح طریقہ محمدیہ میں فرماتے ہیں :

وَمِنْ شُرُكٍ خُلِعَ بِرَقِي كَ وَفِي بَعْضِ أَرْبَابِ مَصْنُوعَاتِ
لِغَزَلِيَّوْنَ مِنْ شُرُكٍ قَبْلُ فِي لَيْتِ وَفِي جُشْنَ مَنَاسِكِ
بُوسَةِ ذَاقِ كَ طُورِ رُغَلِيَّوْنَ كَابَاسِ سِرَاجِ حِمِّ
بِشَاكَ (کچھ لوگوں کو) قید میں ڈالا اور شہر میں پھرایا اور
اس سے خوش ہوئے (اللہ کی پناہ) یہ صحیح قول کے
مطابق کفر اور قول مرجع پر غلط عظیم ہے اللہ تعالیٰ
جہالت کے ایسے بُرے مواقع سے محفوظ
رکھے۔ (د ت)

صَافِلُهُ بَعْضُ أَرْبَابِ الْحَدِثِ بِدِ مَشَقِّ لَمَا
مِنْ يَنْتِ الْبِلْدَةِ لِسَبِّبِ اخْذِ بِلْدِ مِنْ الْأَفْرَنْجِ
مِنْ لِبْسِهِمْ شَرَى الْأَفْرَنْجِ نَجَ فِي رُؤُسِهِمْ وَ سَاثِرِ
بِدْنِهِمْ وَ جَعَلَهُمْ أَسَارَى فِي الْقَيْدِ عَدَاضِ
ذَلِكَ فِي الْبِلْدَةِ عَلَى نَحْوِ مَا أَنَّهُ حَسَنٌ وَ هُوَ
وَالْعِيَاذُ بِاللَّهِ كَفَرُ عَلَى الْهَبِ حَيَّ وَ خَطَا
عَظِيمٌ عَلَى الْقَوْلِ الْمَرْجُوحِ عَاذَ نَا اللَّهُ مِنْ
الْجَهْلِ الْمَوْرِدِ مَوَارِدِ السَّوَاءِ

ملکگیری میں تاثر بخانیہ سے ہے، تذکرۃ الصلوات مع البیونس (ٹرپنی والے جلد میں نماز مکروہات) واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

اسے نابلسی نے جوش اول کی قسم ثانی کی نوع ثامن میں
آفات زبان کی صنف ثانی کے تحت ذکر کیا ہے اور یہ ذاق کا
قسم ہے ۱۲ منہ (د ت)
میرے پاس جو حدیقہ کا نسخہ ہے اس میں یہ لفظ
ع کے ساتھ ہے ۱۲ منہ (د ت)

عَلَيْهِ ذِكْرُ فِي النُّوعِ الثَّامِنِ مِنَ الصَّبْحِ
الْأَوَّلِ مِنَ الْقِسْمِ الثَّانِي مِنَ الصَّنْعِ الثَّانِي
أَفَاتِ اللِّسَانِ وَ هُوَ نَوْعُ السَّخَوِيَّةِ ۱۲ مِنْهُ (د م)
عَلَيْهِ هَكَذَا هُوَ بِالْعَيْنِ فِي نَسَخَةِ الْحَدِيقَةِ
۱۲ مِنْهُ (د م)

مطبوعہ قوریہ رضویہ فیصل آباد ۲۳۰/۲
نورانی کتب خانہ پشاور ۱۰۹/۱

سَلِّ الْحَدِيقَةِ النَّدِيَةِ النَّزْعِ الثَّامِنِ مِنَ الْأَنْوَاعِ السَّيِّئَةِ الْخَوِ
سَلِّ فَنَادَى بِنَدِيَةِ خِيَاكِزِهِ فِي الصَّلَاةِ وَمَا لَا يَكْرَهُ

مسئلہ ۹۹۲ از ملک اپر برہا چھاؤنی ملکیتہ مسئلہ حاجی ۱۰ دی یار نماں ۶ صفحہ ۱۳۱۶ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک آدمی ہے اُس کے کپڑا بہت سے لیکن آستینیں چڑھا کر
کُسنی سے اوپر نماز پڑھتا ہے، کچھ کراہت نماز میں آتی ہے یا نہیں؟ اس کا جواب بمع حدیث شریف تحریر فرمائیے۔

الجواب

مکروہ ہے نماز پھیرنے کا حکم ہے، در مختار میں ہے۔
مکروہ سداً ثوبہ و کمر کا کفہ ای دفعہ و لولہ و راب
کم شمس کم او ذیل
کپڑے کا لگانا اسی طرح کپڑے کا اٹھانا بھی مکروہ ہے
اگرچہ کپڑے کی وجہ سے بر جیسے کوئی آدمی آستینیں اور
دامن اٹھالے۔ (ت)

روا مختار میں ہے۔

حریم الخیر الرملی ما یفید ان الکراہۃ
شیخ غیر الدین دہلی کی عبارت اس بات کی مفید ہے
کہ اس میں کراہت تحریمی ہے (ت)
فیہ تحریر بیشتہ۔

حدیث صحیح میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں،

اموت ان اجمد علی سبعة اعضاء و امن
تجے سات اعضاء پر سجدہ کا حکم دیا گیا ہے اور اس
بات کا حکم ہے کہ بال اکٹھے نہ کروں اور نہ کپڑا
اٹھاؤں۔ اس روایت کو صحاح ستہ نے حضرت عبد اللہ
بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا (ت)
ابو عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۹۹۳ از میرٹھ مسئلہ مولوی محمد حسین ۲ صفحہ ۱۳۱۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ آستین کُسنی تک چڑھی ہوئی نماز پڑھنی مکروہ ہے یا نہیں؟
بیّنوا توجہوا۔

الجواب

فرد مکروہ ہے اور سخت و شدید مکروہ ہے، صحاح ستہ میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ

۹۱/۱	مطبوعہ مطبع مجتہائی دہلی	باب ما یفسد الصلوۃ وما یکرہ فیہا	سہ الد المختار
۳۷۳/۱	مطبعہ البابی مصر	مطلب مکرویات الصلوۃ	سہ رد المختار
۱۹۳/۱	نور محمد اصح المطابع کراچی	باب اعضاء السجود	سہ صحیح مسلم

دست کشا پر بھی تو وہ اس کی نماز صحیح ہو گئی یا نہیں یا اس کا اعادہ کرنا چاہئے یا کیا؟

الجواب

نماز ہو جائے گی مگر کراہت لعلک السنۃ (ترک سنت کی بنا پر۔ ت) اعادہ چاہئے علی وجہ الاستحباب۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۹۹۵ از ماہرہ مطہرہ ضلع ایٹہ محلہ کبریاں مرسلہ تاج الدین حسین خاں صاحب

۵ جمادی الاخریٰ ۱۳۱۴ھ

موسم گرما میں میں ساری بہت نیچی باندھتا ہوں اکثر نماز مولوی صاحبوں کے ہمراہ پڑھی کسی نے اعتراض نہ کیا ایک سید صاحب سے دریافت کیا تو فرمایا جو اونچی دھول باندھتے ہیں ان کو کچھ کھولنی ضرور ہے کہ ستر پوشی ہو اور تم بہت نیچی باندھتے ہو اس میں ضرور نہیں کہ ستر چھپا رہتا ہے، میں نماز بیٹھ کر پڑھتا ہوں کھڑے ہو کر نہیں پڑھ سکتا اس پر چند آدمیوں نے اعتراض کیا کہ کھول دیا کرو ورنہ نماز میں خلل پڑتا ہے، پس آن مقدم کو تکلیف دیتا ہوں حکم شرع بیان فرمائیے، اور اگر باندھنا ساری کا داخل پوشاکو مشرکین جو تو میں موقوف کروں کیونکہ میرا اعتقاد آپ کے قول پر ہے بتقاضا آپ کے یہ کسی کے قول کو ترجیح نہیں دیتا ہوں بقول مقدم جیسا صاحب قدس سرہ العزیز سے

ہر شہر ز غوباں منم و خیال ہے

چکم کہ چشم بد فرگتہ یکس نگاہ ہے

(تمہارا شہر بصورت حضرات سے بھرا ہے۔ میرا ذوق اپنا ہے، میں کیا کروں کہ بدخواہ کو کسی پر بھی ایک نگاہ نہیں ڈالتی)

زیادہ نیاز

الجواب

محرمی سلم اللہ تعالیٰ! جواب مسئلہ انہی لفظوں میں ہے جو آپ نے تحریر فرمائے کہ اس عقد سے کہ حل فرمائیے واقعی ساری پیچھے سے نہ کھول کر اہت نماز کا موجب ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اموت ان لا اکف شعرا ولا ثوبا۔ (مجھے اس بات کا حکم دیا گیا ہے کہ میں بال اکٹھے نہ کروں اور کپڑا اٹھاؤں۔ ت)

سلم صحیح مسلم باب اعطاء السجود والنہی عن کف الثوب مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۹۳/۱

غیر شرح خیر میں ہے :

يَكْرَهُ ان يَكُنْ ثَوْبَهُ وَهُوَ فِي الْعِلَاقَةِ بِعَمَلٍ
قَلِيلٍ بَانٍ يَرْفَعُهُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ اَوْ مِنْ
خَلْفِهِ عِنْدَ السُّجُودِ اَوْ يَدْخُلُ فِيهَا وَهُوَ
مَكْفُوفٌ كَمَا اِذَا دَخَلَ وَهُوَ مُشْتَرَاكٌ
اَوْ الذَّيْلُ

نماز میں عمل قلیل کے ساتھ کپڑا اٹھانا مکروہ ہے میں کہ
آگے یا پیچھے سے اپنا کپڑا اٹھائے یا نماز میں کپڑا
چڑھائے ہوئے داخل ہونا اور یہی حکم ہے جبکہ نمازی
آستین یا دامن چڑھائے ہوئے ہو۔

(ت)

اور ساری یا دھرتی باندھنا جہاں کے شرف میں اس کا رواج نہ ہو جیسے ہمارے بلاد وہاں شرفا کے لئے خود بھی کراہت
سے خالی نہیں کما حقنہ فی کتاب الہی من فتاویٰ ہم نے اس کی تحقیق اپنے فتاویٰ کی کتاب المظہر
میں کی ہے۔ متبادر اگر وہاں کے مسلمان اسے بائیں کنارہ سمجھتے ہوں تو احتراز نہ کر کہ ہے عروج پیچھے گھڑنے میں ہے
درہ تہ بند تو میں سنت ہے اور گتوں سے اوپر تک ہونا چاہئے اس سے زیادہ سچی مکروہ ہے واللہ تعالیٰ اعلم
یہ تو آپ کے سوال کا جواب تھا اور ان سب باتوں سے زیادہ ضروری مسئلہ قیام نماز ہے فرض و وتر سنت فجر
میٹھ کر پٹھنے کی اجازت صرف اس حالت میں ہے کہ کھڑے ہونے پر اصل قدرت نہ ہو نہ دیوار کی ٹیک نہ کسی آدمی
یا لکڑی کے سہارے سے، اور تجز بھی ایسا ہو کہ ایک یا اللہ اکتے ہو کھنکے کی دیو تک بھی کھڑا نہ ہو سکے اگر
اتحادی دیر قیام کی طاقت ہو اگرچہ کسی سہارے سے، تو فرض ہے کہ کبیر تحریر کھڑے ہو کر کچھ طاقت نہ رہے
تو بیٹھ جائے، آج کل اکثر لوگ اس کا خلاف کرتے ہیں ذرا تکلیف ہوئی اور نماز میٹھ کر پڑھتی اور سیدھے کھڑے
ہو کر گھوک رہی ہوئے، یوں نمازیں قطعاً باطل ہوتی ہیں بلکہ جتنی دیر میں قدر اور جس طرح کھڑے ہونے کی قدرت ہو
اشنا قیام ہر رکعت میں فرض ہے، یہ مسئلہ خوب یاد رکھنے کا ہے وقد بینا فی فتاویٰ ہم واللہ التوفیق
شم السلام۔

مسئلہ ۹۹۶ ۲۸ جمادی الاولیٰ ۱۳۱۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید وقت نماز اپنی جوتیاں سجدہ کے روبرو رکھ کر نماز
ادا کرے تو نماز میں کیا شرعاً کراہت آتی ہے اور دہنے یا بائیں طرف رکھنے سے کیا نفع نقصان؟ اگر سجدہ کے
برابر رکھ کر کپڑے وغیرہ سے چھپا دی جائیں تو علیحدہ ہونے کے مرتبہ میں ہوئیں یا نہیں؟ اور کس حدیث سے جوتیوں
کو سجدہ کے روبرو رکھنا منع آیا ہے؟ اور ایسے وقت میں نزول رحمت کا بند ہونا کیوں ہے؟ معمولی جوتیاں

جو شخص پٹنے پھرتا ہے پٹے جوئے مسجد میں چلا آئے اور پٹنے جوئے نماز ادا کرے جائز ہے یا نہیں؟ کن
بزرگانِ دین نے ایسا فعل کیا تھا؟ بیوقوف تو جروا۔

الجواب

سنن ابی داؤد میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
فرماتے ہیں:

اذا احبلى احدكم فلا يضع نعليه عن يمينه ولا عن يساره فتكون عن يمينه خبيوة والا ان لا يكون احد وليضعهما بيته من اجله رواه الحاكم ايضا والبيهقي۔
جب تم میں کوئی نماز پڑھے تو جوئی اپنے دائیں طرف نہ رکھے نہ اپنے بائیں طرف رکھے کہ دوسرا جو اُس کے بائیں ہاتھ کو ہے اُس کے دہنی طرف ہوں گی ہاں اگر بائیں طرف کو کوئی نہ ہو تو بائیں جانب رکھے ورنہ اپنے پاؤں کے بیچ میں رکھے، اسے بھی حاکم اور بیہقی نے روایت کیا۔

دوسری روایت میں اس ممانعت کے لئے یوں حدیث آئی:

فلا يؤذ بهما احداً۔ رواه الثلاثة المذكورة وابن حبان۔
کسی کو ایذا نہ دے۔ مذکورہ تینوں محدثین اور ابن حبان نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔

ایک حدیث میں اس ایذا کی یوں تصریح آئی:

لا تضعهما عن يمينك ولا عن يسارك فتؤذي العنيفة والناس۔ رواه الخطيب عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم۔
دہنے ہاتھ کو رکھے گا تو ملائکہ کو ایذا ہوگی، بائیں کو رکھے گا تو جو لوگ بائیں طرف ہیں انھیں ایذا ہوگی۔ اسے خطیب نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے حوالے سے رسالتِ مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بیان کیا ہے۔

علمائے اس ایذا کی وجہ فرماتی یعنی وہیہ نوع اہانتہ لہ جس کی طرف جوتا رکھا جائے اُس کی

۹۶/۱	مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور	سنن ابو داؤد باب المصل اذا خلع نعليه
۲۵۹/۱	دار الفکر بیروت	سنن المتذکر علی الصلوات کتاب الصلوة
۴۴۹/۹	دار الکتاب العربیہ بیروت	سنن تاریخ بغداد ترجمہ عبد اللہ بن حموی نمبر ۱۵۰۴۸
۴۵۵/۲	مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ	سنن مرقاۃ المفاتیح حدیث ۷۷۷ کے تحت مذکور ہے

اہانت ہوتی ہے قالہ الطیبی ونقلہ فی السرقاۃ (یہ علامہ طیبی نے فرمایا اور مرقات میں نقل ہوا ہے) اعلیٰ درجہ کی حدیث صحیح میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں،

اذا کان احدکم یصلی فلا یبقی قبل وجہہ
فان اللہ تعالیٰ قبل وجہہ اذا صلی ۱؎ مرواۃ
ماک فی الموطا عن ابن عمر رضی اللہ
تعالیٰ عنہما وطریقہ الشیخات فی
الصحیحین۔

جب تم میں کوئی نماز میں ہو تو سامنے کو نہ چھو کے
کہ نمازی کے سامنے اللہ عز وجل کا فضل و جلال و
رحمت ہوتے ہیں۔ اسے امام ہانک نے موطا میں امام
نافع سے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے
اور اسی سند سے بخاری و مسلم نے اپنی اپنی صحیح میں
روایت کیا ہے۔

انہو میں اس حدیث کے نیچے فرماتے ہیں،
یحییٰ علی المصلی اگر اقبلتہ بما یکرم
بہ من یناجیہ من المخلوقین عند
استقبالہم بوجہہ ۲؎ ذکر ابن بطال
ونقلہ فی ارشاد الساری۔

یعنی نمازی پر واجب ہے کہ معطلین کے سامنے ٹھکڑ
ہونے میں جس بات میں ان کی تعظیم جانتا ہے وہی
ادب اپنی جانب قبل میں طوعاً رکھے کہ اللہ عز وجل
سب سے زیادہ اہی بالتعظیم ہے۔ ۱؎ سے شیخ
ابن بطال نے ذکر کیا اور ارشاد الساری میں مذکور ہے۔

الاعادیث میں دینے بائیں کا حکم صاف مصرح ہے اور سامنے کا حکم اُس حدیث صحیح کہ دولۃ النص اور
اسی ارشاد علما کے عموم اور نیز اس قاعدہ مسلمہ مزید عقیدہ شریعہ سے معلوم کہ قرین و تعظیم کا ہر معروف و
عادتہ ناکس و بلاد پر ہے

وقد حققہ المولیٰ العلامة خاتم المحققین
سیدنا الوالد قدس سرہ الماجد فی
اصول الہشاد۔

اس کی تحقیق علامہ خاتمہ المحققین سیدنا والد گرامی
قدس سرہ الماجد نے اصول الہشاد میں فرمائی
ہے۔ (دست)

اور شک نہیں کہ اب عرف عام تمام بلاد یہی ہے کہ دربار شاہی میں بجز و سلطانی باتیں کرنے کھڑا ہو اور جوتا
سامنے رکھے ہے ادب گنا جائے گا فقیر نے پچشم خود دیکھا ہے کہ کتبہ معطل پر پچوہا رہی تھی میز اب رحمت سے

مولیٰ علیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ و ذی جلالہ و اعلیٰ تھے استعمالی جوتا پس کر دروازہ مسجد تک تشریف لاتے پھر دوسرا چوڑا پس کر مسجد میں جاتے تھے۔

ذکرہ ایضاً فی البحر عن التجنیس واذا اوردوا علی العرف فالحکم الحفظ الامت مع ثبوته عن سید السنادین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وذلک کتوک الکلاب تدور فی المسجد ووضیع السیریر وادخل البعیر وعبوب الخیفة للمرضی و غیرہم فیہ ولنا مرسلۃ فی الباب سمینا ہا جمال الاجمال لتوقیف حکم الصلاۃ فی النعال واخری نفیۃ حافلۃ فیما تصان عنہ المساجد۔

اسے پھر میں تجنیس کے حوالے سے ذکر کیا اور مسئلہ کا مدد عرف پر ہوتا ہے اس دور میں یہ مشروع ہے باوجود اس کا ثبوت سید السنادین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ہے وہ اسی طرح ہے جیسے کتوں کا مسجد میں آنا جانا چارپائی کا بچانا، اونٹوں کا داخل ہونا، بیمار لوگوں اور دیگر ضروریات کے لئے غیر نصب کرنے کا حکم متردک ہے، ہم نے اس موضوع پر ایک رسالہ بحال الاجمال ترقیعت حکم الصلاۃ فی النعال اور دوسرا نفیۃ حافلۃ فیما تصان عنہ المساجد لکھا ہے۔ (ت)

ہاں اگر باتیں جانب یا پیچھے رکھنے میں چوری کا خوف ہو اور یہاں بڑی پادوں کے بیچ میں جو فرج نماز میں ہوتا ہے یعنی چار انگل اس قدر میں آنے کے قابل نہیں ہوتے تو کپڑے سے چھپانا کافی ہے

هذا كله ما ظهري في تفقها وبما قسومت ظهري ان لا اورد دليقة حديث الخطيب المذكور وان سيطر ان سيطر من الضعف لان الاحكام هي بنا بالعرف - والله تعالى اعلم -

یہ تمام مذکور مجھے ازراہ تفقہ حاصل ہوا، جو ہم نے گفتگو کی اس سے یہ بھی واضح ہو جاتا ہے کہ خطیب کی ذکر کردہ حدیث کا یہ عمل نہیں اگرچہ تسلیم بھی کر لیا جاتا کہ یہ روایت ضعف سے خالی ہے مگر نکر ان احکام کا مدد عرف پر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

۹۹۷ھ ربیع الآخر ۱۳۲۰ھ

کیا فہم تھے میں ملائے احناف رحمہ اللہ آپ لوگوں پر اور برکت دے علم میں کہ فیض پہنچاتے رہیں علم سے اپنے خلائق کو اس قول میں کہ دردی جو کہ سپاہی پر فیس کے پہنتے ہیں اور دھوئی جو کہ کفار پہنتے ہیں اس کو پہن کر نماز مکروہ ہے یا کہ مکروہ تحریمی، ممکن چیست؟

الجواب

وہ دوری پس کر نماز مکروہ ہے خصوصاً جبکہ سجدہ بردہ جو مسنون سے مانع ہو۔ فتاویٰ امام قاضی خاں

میں ہے،

او الخياط اذا استوجبر على خياطة شيء من خي الخياط ويعطى له في ذلك كشيء اجبر لا يستحب له ان يفعل لانه اعانة على المعصية۔
جب کسی درزی کو فاسقوں کے لباس سینے پر اجرت دی جائے اور اسے اس پر اجر کثیر دیا جائے تو یہ عمل اس کے لئے بہتر نہیں کیونکہ یہ گناہ پر معادنت ہے۔ (ت)

اور دھوتی باندھنا بھی مکروہ ہے کہ اگر لباس ہندو وغیرہ ہو تو کپڑے کا پیچے گھر سننا ہی نماز کو مکروہ کرنے کے لئے بس ہے لہذا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عن کف ثوب او شعور (کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کپڑے یا بال جمع کرنے سے منع فرمایا ہے۔ ت) ہاں پیچے نہ گھر سیں تو وہ دھوتی نہیں تہہ بزد اور اس میں کچھ کراہت نہیں بلکہ سنت ہے واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۹۹ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص عینک لگا کر نماز پڑھتا ہے تو مقتدیوں کی نماز میں کچھ قصور تو نہیں؟ بینوا تو جہر دا۔

الجواب

اگر عینک کا حلقہ یا قمیص چاندی یا سونے کی ہیں تو ایسی عینک ناجائز ہے اور نماز اس کی اور مقتدیوں سب کی سخت مکروہ ہوتی ہے ورنہ تانبے یا اور دھات کی ہوں تو بہتر یہ کہ نماز پڑھتے میں اُٹا دے ورنہ غلو بہ اولیٰ اور کراہت سے خالی نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۰۰ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرح متین اس مسئلہ میں کہ مسجد کے در و محراب میں نماز پڑھنا و پڑھنا ناجائز ہے یا نہیں؟ اور اکثر آگے در کے چوڑے یا ٹکڑی کی مثل چوکی کے بنا کر اُس پر نماز پڑھتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ ہم در کے باہر نماز پڑھتے ہیں اور بعض در لیسے ہیں کہ کچھ دروازہ اُن کا عمارت میں نکال دیا گیا ہے اور کہتے ہیں کہ یہ دریچ کا آگے کان دونوں دروں سے نکال دیا گیا ہے تب ان صورتوں میں کیا حکم ہے؟ بینوا تو جہر دا۔

الجواب

اصل حکم یہ ہے کہ تنہا ایک شخص کہ نامام ہے نہ مقتدی بلکہ اپنی نماز جدا پڑھ رہا ہے اُسے در میں کھڑے ملے فتاویٰ قاضی خاں کتاب الخطر والاباحہ مطبوعہ فوٹو کشور لکھنؤ ۷۸۰/۲

ہو کر اپنی غارت پڑھنے میں حرج نہیں ہے اور مقتدی کو در میں کھڑا ہونا ممنوع ہے مگر بغزورت کہ جگہ نہیں ہے یا مشاء
عینہ بریں رہا ہے۔ صحیح حدیث میں ہے:

كما انتقى هذا على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم
كما انتقى هذا على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم
تعالیٰ علیہ وسلم۔

کما بیننا فی فتاوانا (جیسا کہ ہم نے اپنے فتاویٰ میں اسے بیان کیا ہے۔ ت) یہ حکم منفرد
مقتدی کے لئے تھا، رہا امام اُس کے لئے ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے کہ در میں کھڑے
ہونا مکروہ ہے تا تاہم غایہ رد المحتار میں امام سے ہے،

افى آكد الامام ان يقوم بين
الساسيتين۔
میں امام کے سستروں کے درمیان کھڑا ہونے کو
مکروہ سمجھتا ہوں۔ (ت)

اور اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ یہ عمل غلو بہت ہے کما فی المعراج وغیرہ (جیسا کہ معراج وغیرہ میں ہے)۔
اور دوسرے یہ کہ امام و مقتدی کا درجہ بدل گیا اگر امام ایک درجہ میں تھا ہے اور مقتدی دوسرے درجہ میں ہے
تو یہ مکروہ ہے کما نص علیہ الفقہستان فی شروح النقایۃ (جیسا کہ فقہستان فی شروح النقایۃ میں اس پر نص
وارد کی ہے۔ ت) در کا اُس پاس کے دروں سے آگے نکلا جونا اس سے کراہت کا دفع نہیں ہو سکتا البتہ امام
در کے باہر کھڑا ہو اور مجہد در کے اندر کرے تو وہ کراہت جاتی رہے گی کہ اب امام و مقتدی ایک ہی درجہ میں ہیں
لان المعبرۃ للقدرة حکما نصوا علیہ (کیونکہ اعتبار قدم کا ہے جیسا کہ اس پر فقہاء نے تصریح کی ہے)۔
مگر اب غالب مساجد میں ایک اور کراہت پیش آئے گی وہ یہ ہے کہ اگلے درجے کی کسی صحن سے بلند ہوئی ہے
تو کھڑا ہوا اپنے اور مجہد بلند پر کیا یہ بلند اگر دو نشست بنار یعنی ۱۲ انگل یعنی پاؤں کی قد ہوئی جب تو نماز ہی
نہ ہوگی کما نص علیہ فی الدر المختار (جیسا کہ در مختار میں اس پر نص وارد کی گئی ہے۔ ت) اور اگر اس
سے کم ہوئی جب بھی کراہت سے خالی نہیں، لہذا اس کا حل یہ ہے کہ در کی کسی اس قدر جس میں امام مجہد
کو سکے زمین کاٹ کر صحن کے برابر کر دی جائے اب امام در کے باہر کھڑا ہو اور اسی کٹی ہوئی زمین میں مجہد کرے
سب کراہتیں جاتی رہیں اور وہ جو چاہے رکھ دیتے ہیں یا مٹا دی وغیرہ کا چوتھ بنا دیتے ہیں اس سے اگر چہ

۹۸/۱	مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور	باب الصفوف میں السواری	سُحُفُ شُحُنِ الْإِدَادِ
۴۷/۱	مصطفیٰ البابی مصر	باب مکروہات الصلوة	مکروہات الصلوة
۹۲/۱	مصطفیٰ مجتہائی دہلی	باب فی بعض الصلوة الخ	مکروہات الصلوة

دُکراہتیں جاتی رہیں کہ اب نہ امام در میں سے نہ اُس کا سجدہ پاؤں کی جگہ سے بلند ہے مگر تیسری کراہت اور
عارض ہوئی کہ امام کو مقتدیوں سے بلند جگہ بعد اقیان کھڑا ہونا بھی مکروہ ہے کما فی الدر المختار و هو
الاصح المختار (جیسا کہ در مختار میں ہے اور یہی اصح و مختار ہے۔ ت) اور مشابہت یہود ہے، اور
سرخ میں فرمایا،

لا تشبهوا بالیہود وقد قالوا انہم یقیسون
اماہم علی دکان متانہ اعمن خلفہ۔
یہود کے ساتھ مشابہت نہ کرو، اور منقول ہے
کہ یہود اپنے ائمہ کو بلند جگہ کھڑا کرتے تھے تاکہ وہ
مقتدیوں سے ممتاز ہو جائے۔ (ت)

ترجمہ کار وہی ہے جو اُدھر بتایا گیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۲۰
تبیان الصواب فی قیام الامام فی المحراب
 ۱۳
 (محراب میں قیام امام سے متعلق درستگی کے تاج)
 (محراب کے معنی اور امام کے محراب میں کھڑا ہونے پر نفیس بحث)

مستطابکم از جبل پور قریب مسجد کوثر الی مرشد مولانا مولوی شاہ محمد عبد السلام صاحب قادری برکاتی
 ۲ جمادی الاخری ۱۳۲۰ھ

حمد و صلوة کے بعد کیا فرماتے ہیں ہمارے سربراہ و
 آقا، مرشد، ہمارے آج اور کل کے لئے ذخیرہ،
 دنیا و آخرت میں ہمارے وسیلہ، اللہ رب العالمین
 کی نشانیوں میں سے ایک نشانی، مسلمانوں پر
 اللہ کی نعمت، بحر علمائے زیادہ صاحب علم
 فضل سے افضل، تاج الحقین، سراج المدققین،
 فتاویٰ اور اصحاب فتاویٰ کے شیخ، صاحب
 مقامات کاملہ اور کمالات زاہرہ و باہرہ، صاحب
 محبت قابرہ، مجدد و مائتہ حاضرہ، علامہ اجل و ابجل
 نہ کھٹنے والے عقدوں کو کھولنے والے، علوم کے
 سمندر، مخفی رازوں کے واضح کرنے والے، مسر
 الشریعہ، سنت کو زندہ کرنے والے، عظیم حدیث و

امام بعد ما یقول سیدنا و سندنا و مولانا
 و مرشدنا و الذخر لیومنا و غدنا و سیلتنا
 و برکتنا فی الدنیا و الدین و الآخرة
 آیات اللہ رب العالمین، نعمۃ اللہ علی
 المسلمین، اعظم العلماء المتبحرین
 افضل الفضلاء المتصدیین، تاج المحققین
 سراج المدققین، مالک انوار الفوائد و
 المقتبین، ذوالمقامات الفاخرة و الکمالات
 الزاہرة الباہرة، صاحب الحجۃ القاہرۃ محمد
 المائتۃ الحاضرة العلامة الاجل الابجل، حلل
 عقدہ ما لا یتحل، بحر العلوم، کاشف السیر
 المکوم، صدر الشریعہ، شیخ السنۃ المحمدیہ

الفقیہ العدید والنظیر التحریر لائت
لواضع افکارہ توضیح خواص
المشکلات وانوار اسرارہ محل العضلات فی
هذا المرام۔

سوال اول امام راتب اگر محراب راگزاشته در
مسجد یا در محلی بازائے وسط قیام نماید آیا ای ترک
مقام معین و مقام در غیر محراب مکروه باشد یا نہ
بمقتدر اول انچه در کتاب ستطاب رد المحتار در باب
الامامة ذکر است و انظاہر ان هذا فی الامام
الراتب لجماعة کثيرة لئلا یلزم عدم
قیامہ فی الوسط فلو لم یلزم ذلك لایکون قیامہ
للمواد منه و بہ تقدیر ثانی انچه در ہمان کتاب مذکور است
الصلوة مسطور است و مقتضای امت الامام
لو ترک المحراب وقام فی غیرہ یکرہ ولو کانت
قیامہ وسط الصف لانه خلاف عمل
الامة و هو ظاہر فی الامام الراتب دون
خیرہ والمنقرض انما المستفاد عنه ان
جہارت اولی مفهوم می شود کہ ترک محراب
سبب کراہت نیست بکہ لزوم عدم
قیام فی الوسط باسبب کراہت است
پس اگر امام راتب ہم ترک محراب نموده در
غیر محراب بجا آید وسط صف

فقیہ جن کی مثالیں نہیں، آپ کے افکار عالیہ ہمیشہ
نہایت ہی مشکل پیچیدگیوں کو واضح کرتے ہیں، اور
آپ کے اسرار کے نور اس مقصد کی مشکلات روشن
کرتے ہیں۔

سوال اول مقررہ امام اگر محراب چھوڑ کر مسجد
یا محلی مسجد محراب کے مقابل درمیان میں کھڑا ہوا
تو کیا مقام مقررہ کا چھوڑنا مکروه ہے یا نہیں؟
اگر مکروه ہے تو رد المحتار کے باب الامامة کی اس
جہارت کو ظاہر ہے کہ یہ اس امام مقررہ کے لئے
ہے جو جماعت کثیرہ کا ہوتا کہ اس کا وسط میں کھڑا
نہ ہونا لازم آئے اور اگر ایسی صورت نہیں تو کراہت
نہیں۔ کیا معنی ہوگا؟ اور مکروه نہیں تو اس کتاب
کے باب مذکورہ نماز میں تحریر ہے اور اس کا
تقاضا یہ ہے کہ اگر امام نے محراب چھوڑ دیا اور دوسری
جگہ کھڑا ہو گیا تو مکروه ہے اگرچہ اس کا قیام صف کے
درمیان میں ہی کیوں نہ ہو کیونکہ اس کا یہ عمل امت کے
عمل کے خلاف ہے اور یہ بات مقررہ امام میں واضح
ہے مگر غیر مقررہ امام اور منفرد میں نہیں تو اس کا مفہوم
کیا ہوگا؟ پہلی جہارت سے یہ سمجھ آ رہا ہے کہ ترک
محراب کراہت کا سبب نہیں بکہ وسط میں کھڑا نہ ہونا
سبب کراہت ہے لہذا اگر مقررہ امام بھی محراب ترک کر دے
اور کسی اور مقام پر اس کے محاذات میں صف کے پیر

رد المحتار مطلب فی کراہۃ قیام الامام فی غیر المحراب
رد المحتار مطلب اذا ترددوا حکم میں سنتہ و جہت
مطبوعہ راجع ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۶۶
۱/۶۶

قیام نماید در مسجد باشد یا در محلی مسجد یا جماعت
قلیل کہ از وہم محاذات وسط صفت لازم نیاید
مکروه نباشد و از جہارت اخروی مستفاد می شود کہ
امام را تب را ترک محراب و قیام در غیر محراب مطلقاً اگرچہ
بازائے وسط صفت باشد و بہر گاہ کہ بود اندرون مسجد
یا بیرون مسجد در محلی و غیرہ مکروہ باشد لانہ خلاف
عمل الامۃ و ظاہر ہما یدل علی التخصار و
التخانی بینہما فلیکف التطبیق ۔

سوال دوم قیام امام در محراب بطوریکہ صریح
نہائے کرام رحمہ اللہ تعالیٰ است یعنی قیام
خاص جہ و سجودہ فیہ چہ حکم دارد مبارک است
امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ در جامع صغیری فرمایند حسن
یعقوب عن ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالیٰ
لا یاس ان یکون مقام الامام فی المسجد
و سجودہ فی الطاق و یکثر ان یقوم فی
الطاق **و** کذا فی الہدایۃ و
در کتاب الآثار فی توضیح و اما نہن فلا نسوی
بما ان یقوم بحیال الطاق مالہ یدخل
فیہ اذا کان مقامہ خاص جامعہ و
سجودہ فیہ و ہو قول ابی حنیفۃ
رحمۃ اللہ علیہ فیفہم
من ہذہ العبارۃ

کھڑا ہونا خواہ مسجد کے اندر ہو یا محلی مسجد میں یا جماعت
قلیل ہو تاکہ وسط صفت کی عدم محاذات لازم نہ آئے
تو یہاں کہ بہت نہ ہوگی اور دوسری جہارت سے پتا
چلتا ہے کہ مقرر امام کا محراب کو ترک کر کے غیر محراب میں
کھڑا ہونا خواہ صفت کے وسط میں ہو اندرون مسجد
یا محلی مسجد میں ہر جگہ مکروہ ہے کیونکہ یہ عمل امت کے
خلاف ہے اور ان دونوں جہارت میں بظاہر تعارض و
مناقضات جہان میں تطبیق کیسے ہوگی؟

سوال دوم امام کا محراب میں اس طرح کھڑا ہونا
جو فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے بیان کیا ہے یعنی طرد
خارج میں کھڑا ہونا مسجدہ محراب میں کہہ کیا حکم
رکھتا ہے مبارک است؟ امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے
بیان سنیر میں فرمایا کہ امام یعقوب نے امام اعظم
ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے نقل کیا ہے کہ امام کا مسجد
میں کھڑا ہونا محراب میں مسجدہ کرنے میں کوئی حرج نہیں
البتہ محراب میں کھڑا ہونا مکروہ ہے اور وہاں
میں بھی اسی طرح ہے اور کتاب الآثار میں امام محمد
لکھتے ہیں کہ ہر معاملہ ہمارا تو اگر امام محراب کے گوشے
میں کھڑا ہو بشرطیکہ اس میں داخل نہ ہو اور اس کی
قیام گاہ اس سے باہر ہو اور مسجدہ اس کے اندر ہو
تو ہمارے نزدیک کوئی حرج نہیں اور امام ابو حنیفہ
رحمہم اللہ تعالیٰ کا بھی یہی موقف ہے ، ان تمام جہارت

الاذن والرخصة فيه وازاكثر كتب معتمدة فقهية
ہم جواز مطلق مفہوم می شود کہ عبارات متون و شروح
معتبرہ مشہورہ یکوہ قیام الامام فی الطاق ولایکوہ سجود
فی الطاق اذا کان قائما خاص بہ الخراب اور ملخصا
ہیثمی کنز، لا مسجود فیہ وقد ماہ
خارج الخ مختصرا ودر مختار، لایکوہ انت
قام الامام فی المسجد ویتجد فی الطاق
الا مختصرا قہست الخ وخیرها من
العبادات المتقاربات لہا
مشعر ہیں معنی خواہند مشعر از این تصریحات
معلوم می شود کہ قیام امام در محراب بطور مذکور مباح
جائزست نہ کہ سنت و مندوب پس از ترک
محراب و قیام در غمیر آں بیچ کراہتہ لازم نیاید
اما علامہ محقق شامی بقہ اللہ علیہ در رد المحتار
از معراج الدرایہ وجسوط نقل می کنند مابینہ
السنة ان يقوم في المحراب
ليعتدل الطرفان ولو
قام في احد جانبي
الصفت يكره الخ ايضا السنة ان
يقوم الامام اثنا عشر وسط الصف الا ترى

یہ محسوس ہوتا ہے کہ اس میں اجازت و رخصت
ہے، اور اکثر کتب فقہ جو معتبر ہیں ان سے بھی مطلق
جواز مفہوم ہوتا ہے کیونکہ مشہور متون اور شروحات
میں درج ہے کہ امام کا محراب میں کھڑا ہونا مکروہ ہے
مگر محراب میں سجدہ کرنا مکروہ نہیں جبکہ وہ خارج محراب
کھڑا ہو اور ملخصا ہیثمی کنز، محراب میں اس کا سجدہ
مکروہ نہیں جبکہ اس کے قدم محراب سے خارج ہوں
الخ اختصارا، ودر مختار میں ہے اگر امام مسجد میں کھڑا ہو
اور سجدہ محراب میں ہو تو کراہت نہیں الخ اختصارا،
تہستانی اور دیگر کتب میں ایسی ہی قریب المعنی عبارات
ہیں جن سے یہ معنی مترشح ہوتا ہے، ان تمام تصریحات
سے معلوم ہو رہا ہے کہ امام کا محراب میں مذکورہ طریقہ
پر کھڑا ہونا جائز و مباح ہے سنت و مندوب نہیں
لہذا محراب کا ترک اور دوسری جگہ کھڑے ہونے سے
کراہت لازم نہیں آتی۔ لیکن علامہ محقق شامی رحمہ اللہ
علیہ نے رد المحتار میں معراج الدرایہ اور جسوط سے
نقل کیا کہ امام کا محراب میں کھڑا ہونا سنت ہے تاکہ
دونوں اطراف میں اعتدال ہو جائے، اگر کسی ایک جانب
کھڑا ہوا تو کراہت ہوگی الخ وای یہ بھی ہے امام کا
وسط صف کے مقابل کھڑا ہونا سنت ہے کیا آپ نے

۲۳/۱	مطبوعہ نوریہ رضویہ سکر	باب ما یفسد الصلوۃ وما یکرہ فیہا	۱/۲۳
۹۲/۱	مطبوعہ مجتہاتی دہلی	باب ما یفسد الصلوۃ الخ	۱/۹۲
۱۹۴/۱	مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ گنبد قیاموس ایران	فصل ۱۱	۱/۱۹۴
۵۶۸/۱	ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	مطلبہ فی کراہتہ قیام الامام فی غیر المحراب	۱/۵۶۸

ان المحارِب ما نصبت الاوسط المساجد
 وحسب عینت لمقام الامام علیہ الصلوة
 والاکرام ما یروی عن ابی حنیفة انه قال
 اکبره ان یقوم بین الساریتین اوفی زاویة
 اوفی ناحية المسجد او الی ساریة لانه
 خلاف عمل الامة قال علیہ الصلوة و
 السلام توسطوا الامام الخ واز تاتارخانیہ
 می آرند ویکبره انت یقوم فی غیر
 المحراب الا بضرورة ویزمی فسمایند
 یفهم من قوله او الی ساریة کراهة
 قیام الامام فی غیر المحراب ویؤیدہ
 قوله قبلہ السنة انت یقوم فی المحراب
 وکنذا قوله فی موضحة آخر والسنة ان
 یقوم الامام انما توسط الصف الخ
 آخر ما هو المنقول والمذکور فیہ کل
 ذلك یدل علی انه السنة للامام انت
 یقوم فی المحراب ویکبره ان یقوم فی غیرہ
 فباصورة التطبيق بین هذا الاقوال المختلفة
 او الترجیح لواحده علی وجه یتبیح
 به الصواب والحکم الصحیح آیا امام راتب

نہیں دیکھا کہ محراب میں مساجد کے درمیان بنائی جاتی
 ہیں جو امام کے مقام کا بھی تعین کر دیتی ہیں اور اصح
 قول جو امام ابوحنیفہ سے مروی ہے کہ میں امام کا دو
 ستونوں کے درمیان یا زاویہ یا مسجد کے گوشے یا
 ستون کی طرف کھڑا ہونے کو نا پسند کرتا ہوں کیونکہ
 یہ علی امت کے خلاف ہے۔ حضور علیہ الصلوۃ و
 السلام نے فرمایا، امام کو درمیان میں کھڑا کرو۔
 تاتارخانیہ میں ہے کہ امام کا ضرورت کے بغیر
 محراب میں کھڑا ہونا مکروہ ہے۔ یہ بھی فرمایا کہ
 امام صاحب کے قول "یا سترن کی طرف" سے
 معلوم ہوتا ہے کہ غیر محراب میں امام کا قیام مکروہ ہے
 اس کی تائید اس پہلے قول سے ہوتی ہے کہ محراب
 میں کھڑا ہونا سنت ہے، اسی طرح دوسرے مقام
 پر ہے کہ سنت یہ ہے کہ امام وسط صف کے مقابل
 کھڑا ہو اس بارے میں جو کچھ منقول و مذکور ہے
 وہ تمام اس پر دال ہے کہ امام کا محراب میں کھڑا
 ہونا سنت ہے اور غیر محراب میں قیام مکروہ ہے،
 قراب ان مختلف اقوال میں تطبیق کیسے ہوگی یا ان
 میں سے کسی ایک کو ترجیح کیسے دی جائے تاکہ درست
 رائے اور حکم صحیح واضح و متعین ہو جائے، کیا امام کا

۵۶۸/۱	مطبوعہ ایچ ایم سعید کتبچی کراچی	باب الامامة	سنة رد المحتار
۶۴۶/۱	" " " " "	باب ما یفید الصلوة وما یکرہ فیہا	سنة رد المحتار
۵۶۸/۱	" " " " "	مطلب فی کراہۃ قیام الامام فی غیر المحراب	سنة رد المحتار
"	" " " " "	" " " " "	سنة " " " "

محراب کے محاذی صحیح مسجد میں قیام جیسا کہ ہمارے علاقے میں متعارف ہے بنا بر اعتبار مسجد صغی و شتوی جائز و ارشہ شدہ یا بوجہ دیگر فامستول من المحضرة العلوية البهية السنية الوضیة المظهرية القدیة ان نستفیض بتحقیق المقام وتوضیح المرام بحیث ینکشف به المشکل و ینحل به المعضل فطمئن به الا وهام۔

بینوا توجروا۔ فقیر حقیر مستہام غلام ترازب الاقدام اذل خدم الحضور عالی مقام احقر الطالب محمد عبد السلام سنی حنفی قادری جیلوری عفی عنہ۔

الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم، نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم۔ اما بعد برضیہ نیرہدی تخیر مولنا الفاضل الکامل العالم العال التقی السنی الحنفی الرقی الصنی الزکی الذکی السننی السنی الجلیل الجلیل المولوی الشاہ محمد عبد السلام انقادی البرکاتی السننی الحنفی سلسلہ اللہ تعالیٰ بالفکر والاکرام والسلام والسلام وحایة الاسلام وجعلناہ وایاہ دار السلام آمین آمین یا ذوالجلال والاکرام مسئلہ چار سوالات پر مشتمل ہے ایک یہ ہے کہ علامہ شامی کی دو عبارات میں منافات کی نفی مقصود ہے کہ ایک جگہ امام کے صفت میں عدم توسط کو علت کراہت قرار دیا ہے نہ کہ ترک محراب، حتیٰ کہ اگر امام صفت کے درمیان کھڑا ہو جاتا ہے اگرچہ محراب میں نہیں تو اب کراہت نہ ہوگی، دوسرے مقام پر ترک محراب کو مکروہ کہا ہے حتیٰ کہ اگر امام چھوڑ کر

بسم الله الرحمن الرحيم، نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم۔ اما بعد برضیہ نیرہدی تخیر مولنا الفاضل الکامل العالم العال التقی السنی الحنفی الرقی الصنی الزکی الذکی السننی السنی الجلیل الجلیل المولوی الشاہ محمد عبد السلام انقادی البرکاتی السننی الحنفی سلسلہ اللہ تعالیٰ بالفکر والاکرام والسلام والسلام وحایة الاسلام وجعلناہ وایاہ دار السلام آمین آمین یا ذوالجلال والاکرام مسئلہ چار سوالات پر مشتمل ہے ایک یہ ہے کہ علامہ شامی کی دو عبارات میں منافات کی نفی مقصود ہے کہ ایک جگہ امام کے صفت میں عدم توسط کو علت کراہت قرار دیا ہے نہ کہ ترک محراب، حتیٰ کہ اگر امام صفت کے درمیان کھڑا ہو جاتا ہے اگرچہ محراب میں نہیں تو اب کراہت نہ ہوگی، دوسرے مقام پر ترک محراب کو مکروہ کہا ہے حتیٰ کہ اگر امام چھوڑ کر

مداخ از تنصیحات متون وغیرہا کہ قیام در نفس
محراب را مکروه فرمودہ اند و بازائے اوستادن
را چنانکہ سجدہ در محراب افتد بہ لفظ لا باس بہ کہ
مفید مجرہ اباحت عاری از فضیلت بلکہ در غالب
اطلاق مشہور کراہت است تعبیر نمودہ ' و تصریحات
مبسوط امام خواہر زادہ و معراج الدرایہ و تمار خانیہ
وغیرہا کہ قیام امام در محراب سنت است و ترکش
موجب کراہت و اسارت، سویم آنکہ امام را تب
را ترک محراب با وصف تو سط صفت در مسجد
عیفی خواہ مستوی مکروه باشد یا خیسر، چہ نام
آنکہ امام را بازائے محراب ایستادن چنانکہ
سجدہ درون طاق باشد سنت دوجہ فضیلت
ست یا محض مباح، دو سوال پیشین تشاہد
متماثل ست عبارت اول شامی کہ ترک محراب
را جبہ ایراث کراہت نہاشت با نصوص متون
موافقی می آید کہ قیام بازائے محراب را لا باس
بہ گفتند پیدا ست کہ ترک مباح کراہتہ ندارد
و عبارت دومش با قول مبسوط و مامہ مشایخت
نماید کہ قیام فی المحراب چون مسنون ست نفس
ترکش ہر آئینہ مکروه و زہون ست و سوال
سوم نیز از ہمین مناشی ناشی آمدہ کہ او نیز از
کراہت و عدم کراہت ترک محراب مستحسن می راند
و اگر نیکو بنگرند سوال چہ نام نیز از ہمین گریبان
سر برزدہ زیرا کہ چونکہ تصریحات ائمہ نہیب قیام
در نفس طاق مکروه است لاجرم آنجا کہ حکم فضیلت

دوسری جگہ کھڑا ہوا تو یہ مکروه ہے خواہ وہ در میان
صفت ہی کھڑا ہوا ہو، دوم متون وغیرہ کی
نصوص کے درمیان اختلاف کا مدافع ہے کہ بعض میں ہے
کہ محراب میں قیام مکروه ہے اور اس کے سامنے کھڑا ہونا
اور سجدہ محراب میں گھٹنے کی صورت کو اس میں کوئی عرج
نہیں کے الفاظ سے تعبیر کیا ہے جو اس بات پر دلالت
کہ یہ مباح ہے اور فضیلت سے عاری ہے بلکہ اغلب
طور پر ان کا اطلاق کراہت پر ہوتا ہے، دوسرے متون
مثلاً مبسوط امام خواہر زادہ، معراج الدرایہ اور تمار خانیہ
وغیرہ میں ہے کہ امام کا محراب میں کھڑا ہونا سنت ہے
اور اس کا ترک کراہت و اسارت کا موجب ہے نیز
یہ کہ امام مقررہ کا محراب کو چھوڑنا خواہ مسجد عینی ہو یا
شعوی اگرچہ وہ مسکن کے درمیان ہی کھڑا ہو مکروه ہے
یا نہیں۔ چہ نام یہ کہ امام کا محراب کے سامنے اس طرح
کھڑا ہونا کہ سجدہ محراب کے اندر ہو سنت اور سب
فضیلت ہے یا صرف مباح، پہلے دونوں سوالات
ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہیں، امام شامی کی
پہلی عبارت کہ امام کا ترک محراب مکروه نہیں ان نصوص
متون کے موافق ہے کہ امام کا مقابل محراب کھڑا ہونا
میں کوئی عرج نہیں کیونکہ ترک مباح میں کراہت
نہیں ہوتی، دوسری عبارت شامی کی مبسوط وغیرہ
کتب کے مناسب موافق ہے کہ جب امام کا محراب
میں کھڑا ہونا مسنون ہے تو اس کا ترک بہر طور مکروه
ہوگا۔ تیسرا سوال بھی ماسی تشاہد کی بنا پر پسیدہ ہو کہ
ترک محراب کی کراہت و عدم کراہت ہے یا نہیں اگر

یا سلب کراہت کنندہ راہ نباشد مگر قیام
بازائے اوقیہ پائس سوال از دوستی فضیلت و
اباحت حضرت راج شود مخالفت ما فی المتون
والیسو پائس گر ہے کہ این حسب باید کشود
بہین ست کہ معنی قیام فی المحاسب و
حکشی در حق امام از کراہت و اباحت و
استجاب چیست و ہر چہ منع شود در
کلمات کرام این چہ تنہا فی
ست۔

اے مستحق جانتے ہیں تو پوچھا سوال اسی سے جنم لے گا
کیونکہ جب ائمہ مذہب کی تصریحات ہیں کہ محراب میں
کھڑا ہونا مکروہ ہے تو اب ہر صورت فضیلت یا
عدم کراہت کا حکم نہیں ہو سکتا مگر اس صورت میں
جب قیام محراب کے مقابل ہو پس ان دوستوں کی
وجہ سے فضیلت و اباحت حضرت کا سوال متون اور
مبسوط میں مخالفت و تضاد کی طرف راجع ہو گیا یہاں
اس بات کا جاننا ضروری ہے کہ امام کا محراب میں
کھڑے ہونے کا معنی و مفہوم کیا ہے، امام کے حق
میں اس کا کیا حکم ہے مکروہ، مباح یا مستحب ہے؟
جب ان بزرگوں کے کلمات سے یہ واضح ہو جائیگا
تو (پھر دیکھنا ہے کہ) منافات کیا ہے!

فیر (اللہ تعالیٰ) اسے صاف کرے، کہتا ہے کہ اسے
سنت قرار دینا اور اس میں کوئی عرج نہیں کہنا
اس پر منافات کا وہ رکنا نہایت ہی آسان ہے
کیونکہ "لا باس بہ" کے کلمات دفع وہم کے لئے بھی
آجاتے ہیں اگرچہ وہ کام سنت بلکہ واجب بھی ہو۔
اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے: "عفا و مردہ
اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہیں پس جو بیت اللہ
کا حج کرے یا عمرہ کرے اس پر کوئی گناہ نہیں کہ
ان دونوں کا طواف کرے" حضرت عروہ بن زبیر
رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اپنی خالہ ام المومنین عجبہؓ
عجبہؓ رب العالین حضرت عائشہ صدیقہ بنت صدیق (اللہ تعالیٰ انک

فقیر گوید یغفر اللہ لہ۔ اما دفع
تذلل میان حکم سنت و تعبیر بلا پاس بنظر
ظاہر خود آسان ست کلا لا پاس گاہے برائے
دفع تو ہم پاس آید مگر آن کار خود سنت بلکہ واجب
باس قال اللہ تعالیٰ ان العفا والمردہ
من شعائر اللہ فمن حج البیت
اداعتمر فلا جناح علیہ ان
یطوف بہما عروہ بن الزبیر رضی اللہ
تعالیٰ عنہما خالہ ام المومنین عجبہؓ
عجبہؓ رب العالین عائشہ صدیقہ
بنت صدیق صلی اللہ تعالیٰ علیہا و آلہا و سلم

وایہا وعلیہا وسلم را ازیں آیت پر سیدہ و گفت
 فواللہ ما علی احد جناح ان لا یطوف
 بالصفا والمروة ام المؤمنین من مردیتیں
 ما قلت یا ابن النخ ان ہذا
 لو كانت کما اولتہا علیہ کانت
 لا جناح علیہ ان لا یطوف
 بہما و لکنہا انزلت فی الانہما
 کأنوا قبل ان یسلموا یہلوت
 لمناة الطاغیة التی کأنوا یعبدونہا
 عند المشعل فکانت من اہل
 یتخرج من یطوف بالصفا والمروة
 فلیا سلموا مثلوا رسول اللہ صلی اللہ
 تعالیٰ علیہ وسلم عن ذلک قائلوا
 یا رسول اللہ انکنا نتخرج ان نطوف
 بین الصفا والمروة فانزل اللہ
 تعالیٰ من الصفا والمروة
 من شعائر اللہ الایة وقد سن رسول اللہ
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الطواف
 بینہما فلیس لاحد ان یتروک
 الطواف بینہما نظر کردی است ام المؤمنین
 چساں نفی حرج را بر دفع توہم بروج فرد آورده ہم حرج
 را یک دم دلیل ساطع رد کرد کہ اگر چنان بودے
 لا جناح علیہ ان لا یطوف بودے

بلکہ غانہ، ابن کے والد گرامی خود ان کی ذات پر رحمت و
 سلام نازل فرمائے سے اس آیت مبارکہ کے بارے
 میں پوچھتے ہوئے کہا اللہ کی قسم صفا و مروه کا طواف
 نہ کرنے میں کوئی گناہ نہیں تمام المؤمنین نے فرمایا
 اسے جتنی باتوں نے بہتر قول نہیں کیا اگر اس کا معنی
 یہی ہوتا جو تو نے کیا ہے تو اس کے الفاظوں
 ہوتے نہیں گناہ اس پر اگر وہ ان کا طواف نہ کرتے
 لیکن یہ تو انصار کے بارے میں نازل ہوئی جو اسلام
 سے پہلے مقام مشعل میں مناة کی عبادت کیا کرتے
 تھے تو ان میں سے جو شخص حج کے لئے آتا وہ صفا
 و مروه کے طواف میں حرج محسوس کرتا جب انصار
 اسلام لائے تو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ
 علیہ وسلم سے اس کے بارے میں سوال کرتے ہوئے
 عرض کیا کہ ہم صفا و مروه کے طواف میں حرج محسوس
 کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ
 صفا و مروه اللہ تعالیٰ کی نشانیاں ہیں (الایہ) تو ہر
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صفا و مروه کے درمیان
 طواف کو سنت قرار دیا، قراب کوئی ان کے طواف
 کو ترک نہیں کر سکتا۔ دیکھا ام المؤمنین نے نفی حرج
 کو دفع توہم پر چسپاں کرتے ہوئے حضرت عروہ کے
 وہم کو واضح دلیل سے رد کر دیا اور کہا اگر معاملہ ایسے ہوتا
 تو الفاظ یہ ہوتے "نہیں گناہ اس پر کہ ان دونوں
 کا طواف نہ کرے" ان کا طواف کرے کے الفاظ

ثم ان يطوف یعنی منافی وجوب نفی حرج از ترک است
 ثم از فصل کہ او خود لازم وجوب است زیرا کہ
 واجب را در ترک حرج باشد و
 ثبوت حرج دران مستلزم انتفاء آن
 از فعل است و اثبات لازم منافی ثبوت
 لزوم نباشد بلکہ مؤکد معتبر آن است یعنی
 شریعت را با طاعت و انحصار فقط ادا فرمود
 و بسند اچوں عروہ میں حکایت پیش ابو بکر بن عبد الرحمن
 بن حارث بن ہشام برو ابو بکر گفت ان هذا
 نصلوہ و آیت را سبب دیگر از اہل علم آورد کہ
 ذکر اللہ تعالیٰ الطواف بالبيت و لم یذکر
 الصفا و المروة فی القرأت قالوا
 یا رسول اللہ کنا نطوف بالصفا و المروة
 و امن اللہ تعالیٰ انزل الطواف
 بالبيت فلم یذکر الصفا فهل علینا من
 حرج امن نطوف بالصفا و المروة
 فانزل اللہ تعالیٰ امن الصفا و
 المروة من شعائر اللہ الاية
 قال ابو بکر فاسمع هذه الاية نزلت
 فی الفریقین ^۱ الذواۃ الشیخان میں دیگر
 نیز از ہمسایان دایست کہا لا یخفی
 در رد المحتار باب ما یکرہ فی
 الصلوة قبیل احکام المسجد

نہ ہوتے یعنی وجوب کے منافی ترک سے حرج کی نفی
 ہے، فعل سے حرج کی نفی منافی نہیں، فعل تو خود
 لازم واجب ہے کیونکہ ترک واجب میں حرج ہے اور
 اس میں ثبوت حرج اس بات کو مستلزم ہے کہ اس
 فعل کی نفی ہو اور کسی لازم کا اثبات لزوم کے ثبوت کے
 منافی نہیں ہوتا بلکہ اس کے لئے مؤکد اور ثابت کرنے
 والا ہوتا ہے، اس مبارک معنی کو انہوں نے کچھ
 احسن اختصار کے ساتھ بیان فرمادیا یہی وجہ ہے
 کہ جب یہ بات حضرت عروہ نے ابو بکر بن عبد الرحمن
 بن حارث بن ہشام کے سامنے رکھی تو انہوں نے کہا
 علم یہی ہوتا ہے، اس آیت کے نزول کا سبب
 اہل علم نے ایک اور بھی ذکر کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے
 قرآن میں بیت اللہ کے طواف کا ذکر کیا مگر صفا و مروة
 کے طواف کا ذکر نہ کیا تو صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ
 ہم صفا و مروة کا طواف کرتے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ
 نے بیت اللہ کے طواف کا ذکر فرمایا اور صفا و مروة
 کا ذکر نہیں کیا تو کیا ہمارا صفا و مروة کا طواف گناہ
 صحیح نہیں؟ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی،
 "بلاشبہ صفا و مروة اللہ کی نشانیاں ہیں" ابو بکر نے
 کہا اس آیت کو سنو جو دونوں فریقوں کے بارے
 میں نازل ہوئی ہے (ابو بخاری و مسلم) یہ دوسرا
 بھی اسی (دفعہ و جم) معاشرے سے نقلی رکھتا ہے جیسا کہ
 واضح ہے۔ رد المحتار میں اسکا ہم مسجد سے تھوڑا سا

است، قد يقال ان لا یاس هنا
لندفع ما یتوهم ان علیہ یاسا
فی عدم الاجابة نیز در ادانک ادراک
الضریفة گوید لیس حکمت لا یاس
هنا لخلات الاولی لان ذلك غیر مطرود
فیها بل قد تاق بمعنی یجب علیہ
ہم در باب العیدین فرمود کلمۃ لا یاس
قد تستعمل فی السندوب کما فی البحر
من الجنائز والجهاد ومنہ هذا
الموضحة اینجا نیز از آرد کہ قیام فی الطاق را
مکروہ منسوخہ بود نہ قوم می شود کہ شاید این چنان
قیام کہ سبب در طاق افقہ نیز مکروہ باشد
ولیع ای التباس را لا یاس آورد نہ ما
فنی تنافی از وہ کلام شامی فاقول
محقق سامی علامہ شامی رحمہ اللہ تعالیٰ در ہر دو باب
کلام امام امام الکلام و کلمات علمائے کرام از
بسط و درایہ و تا تا خانسیہ آوردہ مقتضائش
و انمود کہ قضیہ ای سخن کراہت ترک محراب است
مرام را مطلق اگر چہ میاتہ صفت
است ای المطلق را بنظر نہ
و در تخصیص بود، یکے استفاد از حکم

پہلے باب مایکۃ فی الصلوۃ میں ہے یہ
کہا گیا ہے کہ اس مقام پر "لا یاس" کا ذکر اس
وجہ کے ازالے کے لئے، کہ یہاں حرج ہے، اور اک الغریضہ
کی ابتداء میں ہے لا یاس کا کلمہ یہاں خلاف اولیٰ
کے لئے نہیں ہے کیونکہ اس کا یہ معنی غیر یقینی ہے
بلکہ وہ تو بعض اوقات وجوب کا معنی دیتا ہے اور
باب العیدین میں بھی فرمایا کہ لا یاس کا کلمہ مندوب
کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے جیسا کہ حجر کے باب
الجنائز اور باب الجہاد میں ہے اور نہ کورہ مقام
اس کے باب الجہاد سے ہے یہاں بھی فقہاء نے
جو طاق میں قیام کو مکروہ فرمایا تو اس سے وہم پیدا ہوا
شاید اس طرح گھڑا ہو کہ سبب طاق میں کرنا بھی مکروہ
ہے لہذا اس کو لا یاس کے ساتھ دفع کر دیا۔ و اما
معاملہ امام شامی کی دو جہارات میں منافات ہونے
کا فاقول (تو میں کہتا ہوں) محقق سامی علامہ
شامی نے دونوں مقامات پر امام کی گشتگو جو کلام کی
امام ہے اور دیگر فقہاء کرام کی جسوطا، درایہ اور
تا تا خانسیہ کے حوالے سے جو جہارات نقل کی ہیں ان
کا مقتضی یہ ہے کہ امام کے لئے محراب کا ترک ہر حال
میں مکروہ ہے خواہ صفت کے درمیان ہی میں ہو
ہو اس کے اطلاق کے لئے ان کی نظریں وہ تخصیصیں

۳۸۴/۱	مطبوعہ مصطفیٰ البانی مصر	سہ روا المختار باب ما یفسد الصلوۃ وما یکرہ فیہا
۵۲۶/۱	" " " "	سک " باب ادراک الغریضہ
۶۲۱/۱	" " " "	سک " باب العیدین

منصوص و آن تخصیص امام خیر راتب است اسے در مسجد محلہ زیر کہ فرق احکام راتب وغیر او ہا نہایت امام صاحب القواسم والحواسم العامة و امثالہا فلا راتب لہا و انہا کان قلا فضل لہ علی غیرہ بل الکل فیہا سواء ولذا کانت کل جماعة فیہا جماعة اولی و کانت الا فضل فی حصل جماعة ان تقام باذان و اقامة جدیدین کما نص علیہ فی الخانیۃ و غیرہا و بیناۃ فی فتاویٰ علماء تصریح فرمودہ اند کہ بعد امام راتب معنی بعد جماعت اولی وہ مسجد محلہ امام دیگر پایا کہ از محراب مدول نماید اقول و لعل ذلک ابانۃ لشرف الاولی و تنبیہ علی ان من تاخر اخر عن اشرف النعمان و ایضا قد تأدب حق المسجد فلا یکرر فی صلوٰۃ مرتین لحديث لا یصلی بعد صلوٰۃ مثلثا رواہ ابن ابی شیبۃ عن امیر المؤمنین الفاروق الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ من قوله و ظاہر كلام الامام محمد انہ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ و سلم قال المحقق علی الاطلاق فی الفتح

ہیں، ایک تو حکم منصوص سے مستفاد ہے اور ۳۴۲ تخصیص غیر مقررہ امام حبیب محلہ کی مسجد میں ہو، کے اعتبار سے ہے، کیونکہ مقرر اور غیر مقرر کے درمیان فرق مسجد محلہ ہی کے اعتبار سے ہے۔ رہا معاملہ مسجد شوارع یا عام جامع مسجد کا تو وہاں امام مقرر نہیں ہوتا اور اگر ہو بھی تو اسے دوسرے پر فضیلت نہیں بلکہ اس میں تمام برابر ہیں اسی لئے وہاں کی ہر جماعت، جماعت اولی ہوتی ہے اور ہر جماعت میں افضل ہیں ہے کہ وہ نئی اذان و تکبیر کے ساتھ ہو اس پر حانیہ وغیرہ میں تصریح ہے کہ مقرر امام یعنی جماعت اولی کے بعد مسجد محلہ میں دوسرے امام کو محراب سے مدول کرنا چاہئے اقول شاید اس میں پہلی کے شرف کا اظہار ہے اور اس پر تنبیہ ہے کہ ہر وہ شخص جو جماعت اولی سے مؤخر ہو جاتا ہے وہ اصل مقامات سے بھی مؤخر ہو جاتا ہے، اور یہ بھی ہے کہ مسجد کا حق ادا ہو گیا تھا لہذا نماز میں دو دفعہ تکرار اس حدیث کی بنا پر مناسب نہیں کہ نماز کے بعد اس کی مثل نہ پڑھی جائے، ابن ابی شیبہ نے اسے امیر المؤمنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول کے طور پر نقل کیا ہے اور امام محمد کی عبارت سے واضح ہوتا ہے کہ یہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد عالی ہے، محقق علی الاطلاق نے فتح میں

و محمد اعلم بذلك منّا اه وقد حملہ
 علی الجماعة الثانية الامامان الجليلان
 فخر الاسلام وفخر الدين قاضی خاں قال فی
 الجهر قال حاصل ان تکرار الصلوة امت
 کان مع الجماعة فی المسجد علی هیئته
 الاولى فمکرونة الزوفی رد المحتار عن
 القنیة عن البزاریة عن ابی یوسف
 اذا لم تکن علی الهيئة الاولى لا تکره
 ولا تکره قال وهو الصحيح وبالعدل
 عن المحراب تختلف الهيئة وفيه عين
 التماثلانية عن الولوالجية وبه ناخذ
 این تخصیص چون مبنی بر تخصیص بود هر دو جایز و بیان
 نمود و در مکروهات خود سخن در آن لغز و در
 آخرش بجله فاغتفم هذه الفائدة له بشود
 و هم آنکه از حکمت و علتش استنباط خواست
 و تحقیقش علی ما اقول چنانست که معهود و متواتر
 از زمان برکت تر امان حضور سید الانس و الجان
 و علی آله افضل الصلوة و السلام قیام امام در
 محراب است فاما ظاهر این سنت مقصود و لعیبها نیست
 بلکه لغیر از اصل سنت توسط امام در صفت است
 لحکم بالغة سیاتیک بیان بعضیها ان شاء الله تعالی
 و لهذا باینکه قیام در محراب

فرمایا امام محمد یم سے زیادہ جانتے والے ہیں، دو
 بزرگ امام فخر الاسلام اور فخر الدین قاضی خاں نے
 اسے دوسری جماعت پر محمول کیا ہے۔ تجربہ میں حاصل
 یہ ہے کہ اگر تکرار جماعت محلہ مسجد میں پہلی حالت پر
 تو مکروہ ہے الخ و المختار میں بغیر وہاں برازیہ سے
 امام ابو یوسف کے والے سے ہے کہ جب پہلی حالت
 کے مطابق نہ ہو تو کراہت نہیں ورنہ کراہت ہوگی فرمایا
 یہی صحیح ہے اور محراب سے عدول کر لینے سے حالت
 بدل جاتی ہے اور اس میں تاثر بخانیہ وہاں دوا الجہ
 سے ہے کہ ہمارا عمل اسی پر ہے یہ تخصیص چونکہ دونوں
 جگہ پر نفس فہما پر مبنی تھی اس لئے اس کی تصریح
 کر دی اور مکروہات میں اس پر خود کچھ نہ فرمایا بلکہ اس
 کے آخر میں یہ جملہ کہ دیا "اس فائدہ کو غنیمت جانو"
 دوسری (تخصیص) اس کی حکمت اور علت سے
 مستنبط ہوتی ہے اس کی تفصیل میرے نزدیک یہ ہے
 کہ حضور سید الانس و الجان صلی اللہ علیہ و علی آله افضل
 الصلوة و السلام کی ظاہری حیات سے امام کا محراب
 میں کھڑا ہونا آ رہا ہے لیکن ظاہر ہی ہے کہ یہ سنت
 بظاہر مقصود نہیں بلکہ لغیر کی وجہ سے مقصود ہے بلکہ اصل
 سنت امام کا صفت کے درمیان کھڑا ہونا ہے ان
 عظیم حکمتوں کی وجہ سے جن میں سے بعض کا تذکرہ
 آ رہا ہے ان شاء اللہ تعالیٰ لہذا وہ جگہ جہاں محراب

۱/ ۵۱۶ مطبوعہ مصطفیٰ ابائی مصر

۲/ ۶۲ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی

۱/ ۲۹۱ مصطفیٰ ابائی مصر

۱۔ رد المحتار بحوالہ فتح القدیر باب الوتر والنوافل

۲۔ بحر الرائق

۳۔ رد المحتار مطلب فی کراہتہ تکرار الجماعت فی المسجد

بالتوسط صفت بر طرف افتد یعنی جمع میان هر دو
 نتوان کرد آنجا توسط صفت اختیار کنند و قیام محراب
 را ترک و جنب مثلاً مسجد صیفی و جنب شتوی باشد
 و مردمان بکثرت گرد آمدند که هر دو مسجد بصرف صلوة
 یک شمش آبی گاه را امام را حکم است که محراب گزاشته
 بکنار دیوار ایستد تا میانہ صفتها باشد **ف**
مد المحتسب عن معراج الدراية عن
مبسوط الأمام بكونه خواصر زامة السنة
ان يقوم في المحراب ليعتدل
الطرفان ولو قام في احد جانبي
الصحن يكره ولو كان المسجد
الصيفي بجنب الشتوي وامتلا المسجد
يقوم الأمام في جانب الحسنات
ليستوي القوم من جانبيه و
الاصح ما روي عن أبي حنيفة اني قوله
قال عليه الصلوة والسلام توسطوا الإمام
پس ایضا استعمال بحدیث و آن فرع نفیس عامر
بعد از آن مقال که السنة است يقوم في
المحراب و تعلیلش آن که ليعتدل الطرفان و
تعیینش بقول او ولو قام في احد جانبي الصحن
یکتا این مبدء و دلیل روشنی است بر آنکه اصل مقصود
توسیط امام است نه نفس قیام في المحراب

میں کھڑا ہونا اور توسط صفت دونوں جمع نہ ہو سکتے ہیں
 تو وہاں امام توسط صفت کو اختیار کرے اور محراب
 میں قیام کو ترک کر دے مثلاً مسجد صیفی شتوی کے
 پہلو میں ہو اور لوگ کثیر ہوں اور دونوں مساجد کی
 دو صفیں ایک ہو جائیں تو امام کے لئے حکم ہے کہ وہ
 محراب کو چھوڑ کر دیوار کے پاس کھڑا ہو تاکہ صفوں کے
 درمیان ہو جائے، **رو المحتسب عن معراج الدراية عن**
مبسوط الأمام بكونه خواصر زامة سنة ہے کہ امام کے لئے
 محراب میں کھڑا ہونا سنت ہے تاکہ دونوں اطراف
 میں برابری ہو جائے، اگر صفت کی ایک جانب کھڑا
 ہو تو یہ مکروہ ہے اور اگر مسجد صیفی، شتوی کے
 پہلو میں ہو، مسجد بھر جائے تو امام دیوار کی جانب
 کھڑا ہو تاکہ لوگ دونوں طرف برابر ہو جائیں اور اصح
 طور پر امام ابو حنیفہ سے مروی ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ
 والسلام نے فرمایا امام کو درمیان میں کھڑا کرو، پس
 اس حدیث سے استدلال اور اس پر اس فرع کا
 ذکر کہ محراب میں کھڑا ہونا سنت ہے، اس کی علت
 یہ تاکہ دونوں اطراف برابر ہو جائیں اور اس کے
 بعد یہ قول ذکر کرنا کہ اگر امام کسی صفت کی ایک جانب
 کھڑا ہو تو یہ مکروہ ہو گا۔ یہ تمام کے تمام اس بات
 پر روشنی دلیل ہیں کہ اصل مقصود امام کا درمیان
 میں کھڑا ہونا ہے محراب میں کھڑا ہونا مقصود نہیں

آرے غالب آنست کہ محراب بمقام تعادل فرض
ست چوں صفت کامل یا شدہ خود ظاہرست و آن گاہ
بترک محراب ترک سنت مقصودہ بافضل فہد وقت ست
ورشد در عافہ صاحبہ اشکال صفت بر پس
آیند کمال موجود متوقع می باشد و زیادتش نہجیکہ
توسط موجود از ہم باشد پس ترک محراب تعرض
بترک سنت و مخالف صفت عمل امست بود
و احکام فقہیہ بر امور غالبہ انفسا سب یا بد از ہی
امر حکم بر بنیت قیام فی المحراب کردہ اند اما اگر
مصحفہ در جائے خالی بید از مرد و مورد باشد
کہ چہیں چند کسان در وہ حاضر اند و آن بقدر زیادت
اصلاً متوقع نیست آن جا اگر امام راتبہ در گوشہ
از مسجد میاند صفت موجود ایستہ ظاہر مخالف سنت
نہ باشد زیر اگر سنت قولیہ و سطو الاصلام
خود ادا شدہ و سنن فعلیہ مبتنی بر ہمیں
حکمت بود و ایں جا از عدم وقوع زیادت
نہ کہ خود را بمرض مخالفست افکنند لازم
نیست و فعل متوارض از زمان آمدن
در مسجد ست از اشہر و اہم صاحبہ
بود، چو مسجدی خالی را بر آن قیاس نتوان
کردہ و کہ اہت حکم شرعی ست بے دلیل
شرعی رنگ ثبوت نیساید پس
ظاہراً ایں صورت نادر تر باشد
ایں ست مطلق نظر ملائ شامی و
ایں جبملہ مطالب را با وجہ کلام

ہاں اغلب یہی ہے کہ محراب ایسی جگہ ہوتا ہے جہاں
دونوں جانبوں میں برابری ہوتی ہے۔ جب صفت علی
ہو تو خود ظاہر ہے کہ اس وقت محراب کو چھڑنا موقع پر
سنت مقصودہ کو ترک کرنا یعنی وسط کا ترک لازم آئیگا
ورنہ عام مساجد میں بعد میں آنے والے حضرات سے
صفت کا مکمل ہونا متوقع ہوتا ہے اور صفت زیادگی ہو سکے ہیں
لیکن توسط موجود ہونے پر کوئی حرج نہیں پس اس صورت
میں محراب کو ترک کرنا سنت کا ترک اور امت کی مخالفت ہوگی۔
اور احکام فقہیہ اکثر ظہر پر امور غالبہ پر جاری کئے جاتے
ہیں اسی وجہ سے امام کے محراب میں کھڑے ہونے
کو سنت قرار دیا گیا ہے، اب اگر بے آباد مسجد
ایسی جگہ ہے جو گزرگاہ اور جائے ورود سے دور
ہے اس میں چند لوگ اکٹھے ہیں اب اس سے
زیادہ افراد کی ترقی بھی نہیں تو امام اس مسجد کے
کسی کونے میں موجود صفت کے درمیان کھڑا ہو سکتا
ہے اور ظاہر یہی ہے کہ یہ سنت کے خلاف نہیں
کیونکہ سنت قولیہ "امام کو درمیان میں کھڑا کرو"
پر عمل ہو رہا ہے اور سنت فعلیہ بھی اسی حکمت پر
مبنی ہے اور اس جگہ زیادہ کی عدم وقوع سے مخالفت
میں ڈالنا لازم نہیں آتا، اور آپ کی ظاہری حیات
سے جو معمولی چلن آ رہا ہے وہ مشہور اور آباد مسجد
میں ہے اس طرح کی تمام مسجد کو اس پر قیاس
نہیں کیا جاسکتا، کہ اہت حکم شرعی ہے جو کسی شرعی
دلیل کے بغیر ثابت نہیں ہو سکتی تو ایسی صورت کا
ظہر نادر تر ہے، علامہ رشامی کا علی نظر یہی ہے
اور ان تمام مطالب کو انہوں نے نہایت ہی اختصار

دریں دو لفظ اور اشہر و دو الفاظ اسرار ہذا
فی الامامہ الراتب للجماعة کثیرۃ

فمعنی قوله الامام
الراتب ای امام الجماعة الاولى دون
الثانية وهو فی مسجد المحلة فظاهر و
فی غیرہ کل امام لان جمیع جماعاتہ
اولی فالکل فی حکم الراتب فی مسجد
المحلة ومعنی قوله لجماعة کثیرۃ
ای واقعة او متوقعة وکذا قوله لثلاث
یلزم اى حالاً او صلاً ظناً واحتمالاً
هذا ما يعطيه الفقه فی تفسیر
حکامہ وتبیین مرامہ واللہ تعالیٰ
اعلم با حکامہ لکن از آنجا کہ بر خلاف
تخصیص اول اینجانب لفظ کہ مفید او باشد
بدست نہرود باستظهار خود پیش بودن او تصریح
نمود و در آخر سہ امر تبانی فرمود زیرا کہ می تواند
کہ شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام را در نفس
قیام امام راتب فی المحراب حکمت باشد پس
حرم بکلم نتران نمود کما هو داب العلماء فی
ابحاثہم ایں را تنافی نتران گفت
کہ جائے بر منصوب و مفاد پر لصوص اقتضار
ورزیدہ وجائے بر راستے خود استظهار
خصوصی و اگر نمودہ لفظ تر ایں ترک و

کے ساتھ ان دو الفاظ میں بیان کر دیا ہے کہ اور ظاہر
یہی ہے کہ یہ مقرر امام اور جماعت کثیرہ کے لئے ہے
امام راتب سے مراد پہلی جماعت کا امام ہے دوسری
کا نہیں اور یہ بات مسجد محلہ میں ظاہر ہے اس
کے علاوہ مسجد میں ہر امام مراد ہے کیونکہ وہاں کی
تمام جماعتیں اولیٰ ہیں لہذا وہاں کا ہر امام مسجد محلہ
کے امام مقرر کے حکم میں ہوگا، جماعت کثیرہ سے
مراد نفس الامر میں جو کثیر موجود ہوں یا ان کی
توقع ہواس طرح اس کا قول "تاکہ لازم نہ آئے"
حالت یا مآل، ظناً اور احتمالاً مراد ہے جو مشائی کے
کلام کی تفسیر و مقصد کی تفصیل کے بارے میں علما
براء اللہ تعالیٰ اپنے احکام کا سب سے زیادہ
عالم ہے لیکن اس وجہ سے کہ تخصیص اول کے خلاف
اس جگہ کوئی ایسی نص جو انھیں مفید ہوتی ان کے
ہاتھ میں نہ تھی تاکہ اپنے اخبار کی صورت میں اس
کی تصریح کر سکتے اور آخر میں "خود کرد" فرمایا کیونکہ
ہو سکتا ہے کہ شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام
کے ہاں محراب میں امام راتب کے نفس قیام میں
کوئی حکمت ہو۔ لہذا اس پر جزاً حکم جاری نہیں
کیا، علماء کا ایسے مقامات میں بحث کا یہی طریقہ
رہا ہے۔ تو اسے منافات نہیں کہہ سکتے ایک جگہ
پر حکم منصوب اور لصوص سے مستفاد پر منحصر ہے اور
دوسری جگہ خود اپنی رائے کا اظہار ہے اس ترک و

اظهار و اقتضار و استظهار و کلام شراح و محشیین
و خود علامہ شامی پوریافتہ می شود فافهم اذا
لديهم موايبا استظهروا والديات لهم
المشوق عليه و انما يمشون على النصوص
و ينقطعون اليه و يقفون لديه -

اما تحقيق کلام و تفسير و احکام محراب و قیام
فاقول و بالله التوفيق و به الاعتصام
حضرت عزہ منزہ از صوریست جلالت آلائہ و
توالت نعمائہ دریں محراب ہر شے را
صورتی دارد است و ہر صورت را حقیقتی
نہادہ شرع مطہر و غالب احکام
مطہر لظہر حقیقت شے را داشت و
صورت را نیز مہمل نگذاشت اسے بسا
احکام کہ تنہا بر صورت می رود و گاہی مجموع
حقیقت و صورت ہیأت اجتماعیہ طریقی
می شود و کل ذلک جلی عند فضلکم
لایخفی علی مشکو پس چنانکہ مسجد را
حقیقتیست و آن بقعہ مخصوصہ موقوفہ
للمصلوۃ مغزۃ فی جمیع الجهات عن حقوق
العبادست کہ بیچ بنائے عمارت را در سنگ
ماہیتش مدخل نیست ف الخانیۃ و
فی الہندیۃ عن الذخیرۃ عن
الواقعات للامام الصدور الشہید
مرجلہ لہ ساحۃ لا بناء

اظهار و اقتضار و استظهار کے متعدد نظائر شامی
محشیین اور خود علامہ شامی کے ہاں کثرت کے ساتھ
موجود ہیں کیونکہ جب تک فقہاء کو اپنی راستے پر حزم
نہ ہو وہ اس پر عمل نہیں کر سکتے وہ احکام منصوصہ
پر چلتے ہیں انہیں کی طرف انقطاع اور رجوع کرتے
ہیں اور انہیں پر گامزن ہو جاتے ہیں۔

اب رہ گیا معاملہ محراب و قیام کے احکام و
تفسیر کا تو اللہ کی توفیق اور اس کے سہارے سے
میں کہتا ہوں اس ذات اقدس نے جو صورت سے
منزہ ہے اس کی قدریں اور نعمتیں مسلسل ہیں اس
کائنات میں ہر شے کو اس نے صورت بخشی ہے
اور ہر صورت کو ایک حقیقت دے رکھی ہے شریعت
مسئلہ کے احکام میں مطہر لظہر اغلب طور پر شے کی حقیقت
ہے لیکن صورت شے کو بھی بے فائدہ نہیں چھوڑا
بہت دفعہ احکام صورت پر جاری ہوتے ہیں اور
بعض اوقات حقیقت و صورت دونوں کے مجموعہ
پر بحیثیت اجتماعی احکام لاگو ہوتے ہیں ، فاضل
لوگوں کے ہاں یہ نہایت ہی واضح اور آپ جیسے
لوگوں سے مخفی نہیں جیسا کہ مسجد کی حقیقت ہے
جس سے مراد وہ بقعہ ہے جو نماز کے لئے مخصوص
وقف شدہ ہو اور ہر لحاظ سے بندوں کے حقوق
سے علیحدہ کیا گیا ہو اس کی حقیقت میں عمارت
کا کوئی دخل نہیں ، خانہ اور ہندیہ میں ذخیرہ سے
و ہاں امام صدر الشہید کی واقعات کے حوالے
سے ہے کہ ایک آدمی کی کھٹی جگہ تھی جس میں کوئی

فِيهَا مَرْقُومَاتٌ يَصْلُوا فِيهَا ابْدًا وَ
 اَصْرَهُمْ بِالصَّلَاةِ مُطْلَقًا وَتَوَى الْاَبَدِ
 صَارَتْ السَّاحَةُ مَسْجِدًا لِمَوَاعِدِ
 لَا يُوْثِقُ عَنْهُ اِهْ مَخْصُورًا وَرَآءَ كَرِيمِ
 اَنْتَا لِعَمْرٍ مَسْجِدُ اللهِ مِنْ اَمْنٍ بِاللهِ
 وَكَرِيمَةٍ وَلَا تَبْشُرُهُنَّ وَانْتُمْ عَاكِفُونَ
 فِي الْمَسْجِدِ وَحَدِيثُ خَيْرِ الْبَقَاعِ الْمَسْجِدِ
 وَشَوَابِقُ الْاَسْوَاقِ رَوَاةُ
 الطَّبْرَانِيِّ وَابْنِ جَابِلٍ وَالْحَاكِمِ
 بِسَنَدٍ صَحِيحٍ عَنْ ابْنِ عَسَمَرٍ
 وَمَعْنَاهُ لِمُسْلِمٍ عَنْ ابْنِ هُرَيْرَةَ
 وَالتَّحْمِيدِ وَالْحَاكِمِ عَنْ جَبْرِ جَبْرِ
 مُطْعَمٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمْ مِنَ النَّسَبِ
 صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَحَدِيثُ
 لَا مَسْلُوءَ لِمَجَارِ الْمَسْجِدِ الْاَلَا فِي الْمَسْجِدِ
 رَوَاةُ الدَّارِ قُطْنِيِّ عَنْ جَابِرٍ وَابْنِ هُرَيْرَةَ وَفِي
 الْبَابِ عَنْ امِيرِ الْمُؤْمِنِينَ عَلِيِّ بْنِ أَبِي
 تَالِبٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا

تعمیر نہ تھی اس نے لوگوں سے کہا یہاں تم ہمیشہ نماز
 پڑھا کرو یا صرف مطلق نماز کا حکم کیا اور مسجد کی کیفیت کی
 تو یہ جگہ مسجد قرار پائے گی اب وہ شخص اگر فوت ہو جاتا
 ہے تو اس کے ورثا اس زمین کے مالک نہ ہوں گے اور
 آیت مبارکہ اللہ کی مسجد وہی تعمیر کرتے ہیں جو اللہ
 پر ایمان لائے ہیں۔ آیت کریمہ جب تم مسجد میں
 متکلف ہو تو اپنی بیویوں سے مباشرت نہ کرو
 اور یہ حدیث گو سب سے اعلیٰ جگہ مسجد ہیں اور
 بدرجہ جگہ بازار ہیں۔ اسے طبرانی، ابن حبان اور حاکم
 نے صحیح سند کے ساتھ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ
 تعالیٰ عنہما سے اور مسلم نے اسی معنی کی روایت حضرت
 ابو ہریرہ سے امام احمد اور حاکم نے حضرت جابر بن مسلم
 سے اور انہوں نے ہی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
 سے بیان کیا ہے۔ یہ اور حدیث کہ مسجد کے پڑوسی
 کی نماز مسجد کے علاوہ نہیں۔ اسے دارقطنی نے
 حضرت جابر اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما
 سے روایت کیا ہے، اس سلسلہ میں امیر المؤمنین

- ۱۔ فتاویٰ ہندیہ باب المسجد وما يتعلق به
 ۲۔ القرآن ۱۸/۹
 ۳۔ القرآن ۱۸۴/۲
 ۴۔ مجمع الزوائد بحوالہ طبرانی عن ابن عمر باب فضل المسجد
 ۵۔ الجامع الصغير حدیث ۴۰۰۲
 ۶۔ کنز العمال فضائل المسجد
 ۷۔ سنن دارقطنی کتاب الصلوة
 ۸۔ مطبوعہ نوری کتب خانہ پشاور ۲۵۵/۲
 ۹۔ مطبوعہ دار الکتاب بیروت ۶/۲
 ۱۰۔ دار المعرفہ بیروت ۴۰۰/۳
 ۱۱۔ مطبوعہ مکتبۃ التراث الاسلامی مؤسسة الرسالة بیروت ۵۲/۴-۵۳
 ۱۲۔ نشر السنۃ طہان ۲۲۰/۱

حضرت علی اور ام المومنین حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے۔ یہ تمام اور دیگر احادیث اور احکام فقہیہ کا تعلق بنظر اصلی یا کلی مسجد کی حقیقت کے ساتھ ہے البتہ مسجد کی ایک صورت ہوتی ہے جو بنائے مخصوص پر وہ مخصوص سے عبارت ہے، درج ذیل آیات اور احادیث میں یہی صورت مراد ہے "اگر اللہ تعالیٰ بعض کو بعض کے ذریعے دفع نہ کرتا تو یہود و نصاریٰ کی جمادات گاہیں اور مساجد گرا دی جاتیں جن میں اللہ کا ذکر گیر کیا جاتا ہے" وہ لوگ جنہوں نے مسجد خراہ کر بنایا اور حدیث مساجد مندی بناؤ ان میں بکثرت نہ رکھو۔ اسے یہی ہے حضرت انس اور ابن شیبہ نے ان سے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کیا حدیث "مجھے مساجد مزین کرنے کا حکم نہیں دیا گیا" اسے ابو داؤد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے صحیح سند کے ساتھ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بیان کیا۔ مسجد کو سونے کے پانی کے ساتھ نقش و نگار کرنا کا تعلق صورت مسجد کے ساتھ

المؤمنین الصدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا ہم عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم والکثر احادیث و احکام فقہیہ متعلقہ بمساجد نظر اصلی یا کلی ہمیں حقیقت است اور امور سے است کہ عبارت از بنائے مخصوص پر وہ مخصوص در آیت کریمہ ولو کادفم اللہ الناس بعضهم ببعض لفسدت السکون و مساجد میں ذکر فیہا اسم اللہ کثیرا و کثیرہ والذین اتخذوا مسجدا خیرا و حدیث ابنو المساجد و اتخذوها حتما و رواہ الدیلمی عن ابن ابی شیبہ عنہ و عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و حدیث ما امرت بتشید المساجد رواہ ابو داؤد عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و مستند نقش و نگار مسجد بآب زر و غیرہ مراد ہمیں صورت

سنة القرآن ۳۰/۲۲

سنة القرآن ۱۰۴/۹

سنة السنن الکبریٰ للبیہقی باب کیفیۃ بناء المسجد
سنة السنن ابو داؤد باب فی بناء المسجد

مطبوعہ دار صادر و مرویت
آفتاب عالم پریس لاہور
۲۳۹/۶
۶۵/۱

ست پچپان محراب صورتے دارد و آن طاق معین
 در مدار قبلہ است و تحقیقش کہ این صورت بر آن علم
 باشد مرفوعہ ست اسجد برائے قیام امام
 ملحوظ بدو لحاظ یکے آنکہ در عرض مسجد (کہ
 خط عمودست بر خط مار از مصل بقبض چنانکہ
 در دیار ما جنوباً شمالاً) واقع در وسط بود لحدیث
 و سطو الکامام و شدوا الخلل رواہ
 ابو داؤد عن ابی ہریرۃ رضی
 اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
 وحکمت در آن تعمیل و اعتدال
 در قُرب و بُعید رجال و سماء قرأت
 و اطلاق انتقال و سریان فیوض برین
 شمال از امام ست دوم آنکہ در جہت
 قبلہ تا حد تیسر شری و عادی ہر چہ
 تمام تر اقرب بقبلہ باشد لحدیث
 کانت بین مصلی رسول اللہ
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
 و بین المجدار مصلی الشافعی رواہ
 الائمۃ احمد والشیخان عن سہیل بن سعد
 رضی اللہ تعالیٰ عنہ و
 حدیث لایزال قوم یتأخسون حتی

ہی ہے۔ اسی طرح محراب کی ایک صورت ہے کہ
 وہ طاق جو قبلہ کی دیوار میں جوتا ہے اور اس کی
 حقیقت جس پر یہ صورت علامت ہے وہ جگہ ہے جو
 قیام امام کے لئے دو لحاظ سے ہو، اس میں ایک لحاظ
 یہ ہو کہ عرض مسجد میں (کہ گزرنے والے خط پر خط عمود
 ہو جو نمازی سے قبلہ کی طرف گزرنے والے خط پر
 جیسا کہ چار سے علاقے میں جنوباً شمالاً) وسط
 میں واقع ہے اس حدیث کی وجہ سے کہ "امام کو
 درمیان میں کھڑا کرو اور صفوں کے رستے بند کرو"
 اسے ابو داؤد نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ
 عنہ سے اور اس نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ
 وسلم سے روایت کیا ہے اور اس میں حکمت یہ ہے
 کہ لوگوں کے قرب و بعد میں برابری ہو تاکہ قرأت
 سننے، امام کے اوپر نیچے انتقال پر اطلاق اور
 دائیں بائیں لوگوں پر فیضان میں آسانی ہو جائے
 دوسرے لحاظ یہ کہ جہت قبلہ میں جو تاکہ حد شرعی و عادی
 تمام تر قبلہ سے اقرب ہو اس حدیث کی بنا پر کہ
 نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مصلیٰ اور دیوار
 کے درمیان بکری کے گزرنے کی جگہ ہوتی، اسے
 امام احمد، بخاری و مسلم نے حضرت سہیل بن سعد
 رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ اور یہ حدیث
 کہ ہمیشہ لوگ پیچھے ہوتے رہیں گے حتیٰ کہ

یُوْخِرُهُمُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ رَوَاهُ مُسْلِمٌ
وَابُو دَاوُدَ وَالنَّسَائُ وَابْنُ مَاجَةَ
عَنِ ابْنِ سَعِيدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ عَنْ
النَّبِيِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم
وَحَدَّثَنَا ابْنُ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْہُ لَا یُصَلِّیْنَ
اِحْدَکُمُ وَبَیْنَهُ وَبَیْنَ الْقِبْلَةِ فَجَوَّزُوا لَکُمُ
عَبْدَ الرِّزَاقِ فِی مَحْضَتِہٖ یَسْکُنُ دَرَفِی
تَوْسِیْعٍ بِرَأْسِ مَقْعَدِیَّایِ وَیَسْکُنُ لَکُمُ
عَدَمُ تَضِیْقِیْ بِرَأْکُرَیْ وَکَزَرَ لَکُمُ عَدَمُ تَعْطِیْلِ
پَارَةِ اَزْ قَبْضَتِہٖ مَسْجِدَ بَاسْمَالِیْنَ وَتَغَاوُلِ حَسَنِ
بِقَرَبِ رَحْمَتِہٖ وَزَوْدِکِی رَحْمَانِ سِتِّ جَلِّ وَحَلِّ
فَإِنَّ اِحْدَکُمُ اِذَا قَامَ فِی صَلَاتِہٖ فَاِنَّہٗ
یُنَاجِی رَبَّہٗ وَامَّا رَبَّہٗ بَیْنَهُ
وَبَیْنَ الْقِبْلَتِہٖ کَمَا رَوَاهُ الشَّیْخَانِ
وَاٰلِہٖ وَسَلَّمُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْہُ
تَعَالٰی عَنْہُ عَنْ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ
تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمُ پیداست و تَعْمِیْنِ اِی
مَوْضِعِ رَایطَاقِ مَعْرُوفِ بَلْکَہٗ بِرَیْجِ بِنَاہِرْ کَزَنِیَّاتِہٖ
تَا آئِکَ اِکْرَ مَسْجِدِ سَاحَتِہٖ سَاوَدَ بَاشَدَ اِی مَوْضِعِ
تَعْمِیْنِ وَتَحْدِیدِ اَوْخُودِ تَعْمِیْنِ مِی شُودُ دَر زَبَانِ عَرَبِ نِزْمِی
مَحْرَابِ بَاصْوَطِ طَاقِ جَنَّتِہٖ عَرَبِیَّایِ مِکَانَ رَفِیْعِ وَحَدِّہٖ

اللّٰهُ تَعَالٰی اَنْہِیْنَ یُوْخِرُهُمُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ اِسْمُ
ابُو دَاوُدَ، النَّسَائِیِّ اُوْر ابْنِ مَاجَةَ سَعْدِ
رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْہُ سَعْدِ اَنْہِیْنَ لَکُمُ
تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمُ سَعْدِ رَوَاہِیْتُ
کِی ہر حدیث کہ تم میں ہرگز کوئی نماز اس طرح ادا
نہ کرے کہ اس کے اور قبلہ کے درمیان بیکارغالی
جگہ رہے اسے عبد الرزاق کے مصنف میں ذکر
کیا ہے اس میں مقتدیوں اور بعد میں آنے والوں
کے لئے وسعت، ذاکرین اور گزردہ سننے والوں کے لئے
عدم تنگی، مسجد کے قبلہ کی جانب کسی گوشے کا مہمل
نہ ہونا، اللہ تعالیٰ کے قرب رحمت کے لئے نیک
خال ہے کیونکہ جب کوئی نماز میں کھڑا ہوتا ہے تو
وہ اپنے رب سے سرگوشی کر رہا ہوتا ہے اس نمازی
اور قبلہ کے درمیان اس کا رب ہوتا ہے جیسا کہ
بخاری و مسلم وغیرہ نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ
عناورہی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ذکر کیا
محراب کو طاق معروف یا کسی اور تعمیر کا حاجت نہیں
بلکہ اگر مسجد سادہ میدان ہو تو بھی مسجد کی حدود
خود بخود متعین ہو جاتی ہیں اور عربی زبان میں محراب
کا اطلاق صرف طاق پر ہی نہیں ہوتا بلکہ ہر بلند جگہ
صدر مجلس اور گھر کی اعلیٰ جگہ کو محراب کہا جاتا ہے

۱۸۱/۱ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی
۱۶/۲ مطبوعہ دارالعلوم اسلامیہ کراچی
۵۸/۱ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی

۱۸۱/۱ تسمیۃ الصفوف واقامتها
۱۶/۲ باب کم یكون جن الرجل في من ترة مطبوعہ دارالعلوم اسلامیہ کراچی
۵۸/۱ حکم البزاق باليد من المسجد

مجلس واشرف مواضع بیت الخراب نامہ لافہ
معايتنا في فيه ورتنا نزع عليه فربما
ادى الى حرب و قتال وفي الحديث
اتقوا هذا المذابح يعني المحاربين
رواه الطبراني في الكبير والبيهقي في
السنت عن عبد الله بن عمر بن
العاص رضي الله تعالى عنهما عن النبي
صلى الله تعالى عليه وسلم قال المناوي
في التيسر اي تجنبوا تحريك حرد و
المجالس يعني التنافس فيها وخراب مسجد
عسب تخرج اترلفت وتفسير ازجس معني ما غوذ
لانه حرد بالمقام ومقدمه واشرف
موضع فيه لكونه مقام الامام اوسط قطعة
تلى القبلة لتجرم محراب بالطلاق مقام في المسجد
تفسير كروه اندر مجمع بحار الانوار ست دخل
محرابا لهم هو الموضع العالي المشرف وهذا
المجلس ايضا ومنه محراب المسجد وهو
صدره واشرف موضع فيه ومنه تخرج المنس
كان يكره المحاربين اي لم يكن يحب ان يجلس
في حرد بالمجلس ويتوقف على الناس
ورقاموس فرمود المحراب الغرفة وهذا البيت اكرم

کیرنکہ اس میں ایک دوسرے پر رشک کرتے اور
اس حصول میں جھگڑتے ہیں بسا اوقات جنگ قتال
تک نوبت جا پہنچتی ہے اور حدیث میں ہے ای
ذابح یعنی محاربوں سے بچو، اسے طبرانی نے کبیر ابد
بیہقی نے سنن میں حضرت عبد اللہ بن عمر بن العاص
رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے انھوں نے نبی اکرم صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کیا، شیخ مناوی نے
تیسیر میں فرمایا یعنی صدور مجالس کی تلاش سے
بچو یعنی اس میں تنافس سے بچو۔ اترلفت و تفسیر
کی تفسیر کے مطابق مسجد کا محراب بھی اسی معنی سے
ما غوذ بہت کیونکہ یہ صدر مقام ادا اعلیٰ جگہ ہوتی ہے
اس لئے کہ امام کی جگہ قبلہ سے متصل سب سے
وسط میں ہے اسی لئے محراب کی تفسیر مسجد میں مطلق
مقام سے کی ہے، مجمع بحار الانوار میں ہے وہ ان
کے محراب میں داخل ہوا اور وہ محراب بلند و
عالی جگہ ہے، صدر مجلس کو بھی کہا جاتا ہے اسی
محراب مسجد ہے اور یہ صدر اور اعلیٰ جگہ ہے اسی
پر حدیث وال ہے کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ
عنه محارب کو پسند نہ کرتے یعنی لوگوں پر بلند اور
صدر مجلس کے طور پر بیٹھنا پسند نہ کرتے۔ قاموس
میں ہے محراب المناری، صدر گھر، گھر کا اعلیٰ مقام

۴۲۹/۲	مطبوعہ دار صادر بیروت	باب فی کیفیت بناء المساجد	۴۲۹/۲
۱۴۲/۱	دار المعرفۃ بیروت	۱۵۲ تحت حدیث	۱۴۲/۱
۲۴۹/۱	مفتی نوکلشور ٹکٹو	باب المحارب مع الزار	۲۴۹/۱

مواضعه ومقامه الامام من المسجد و
الموضع ينظر فيه الطلک فيستبعد عن
الناس ودر مختار رازی تختب صحاح ست المخراب
صدر المجلس ومنه مخراب المسجد ودر مخرج
ست محارب مشيكاہ ياكے محارب ومنه
محراب المسجد ودر مصباح النير ست المخراب
صدر المجلس ويقال هو اشرف المجالس
وهو حيث يجلس الملوك والسادات و
العظماء ومنه مخراب المصباح در تاج العروس
ست المخراب الغرقة وموضع العالي نقله
الهرودي في غريبه عن الاكاسمي وقال
الزجاج المخراب ارفع بيت في الدار وادفع
مكان في المسجد وقال ابو عبيدة المخراب
اشرف الاماكن قال ابن الانباري سمى
مخراب المسجد لانفراد الامام فيه وبعده
من القوم وفي لسان العرب المعاريب
صدر والمجالس ومنه مخراب المسجد
ومنه محارب غمدان باليمن
والمحراب القبلة ومحراب

مسجد میں امام کی جگہ، اور اس جگہ کو کہتے ہیں جہاں
بادشاہ تنہا بیٹھا ہوتا کہ لوگ دُور رہیں مختار
رازی تختب صحاح میں ہے کہ مخراب صدر مجلس کو
کہا جاتا ہے، اور اسی سے مخراب مسجد ہے۔ مخرج
میں ہے محارب مجالس کی اگلی جگہ، اسی سے
محراب مسجد ہے۔ مصباح النیر میں ہے مخراب
مجلس کے لئے ادنیٰ جگہ کو کہا جاتا ہے وہ اعلیٰ جگہ
ہے کہ وہاں بادشاہ، سادات اور بڑے
لوگ بیٹھتے ہیں، اسی سے عید گاہ کا مخراب ہے۔
تاج العروس میں ہے لفظ مخراب کو ہر وی نے
غریب میں اسمی سے نقل کیا اور زجاج نے کہا
کہ گھر کا سب سے بلند مقام مخراب کہلاتا ہے ہذا
مسجد میں بلند جگہ۔ ابو عبیدہ نے کہا مخراب بزرگ
جگہ ہے۔ ابن الانباری کہتے ہیں کہ مخراب کی
وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اس میں امام اکیل کھڑا ہوتا ہے
اور لوگوں سے دُور ہوتا ہے۔ لسان العرب میں
ہے کہ محارب سے مراد جائے صدر ہے اسی سے
محراب مسجد ہے، اسی سے مخراب مسجد ہے،
اسی سے یمن میں غمدان کے مخراب اور مخراب قبلہ

۵۵/۱	مطبوعہ مصطفیٰ البانی مصر	باب الباء فصل الحاء	لہ القاموس
۸۸/۱	دار العلم للکتابین بیروت	" "	لہ الصحاح
ص ۲۴	مجیدی کانیپور	" "	لہ الصراح
۱۶۸/۱	مشتورات دار البجوة قم ایران	تحت لفظ الحرب	لہ مصباح المنیر
۲۰۴/۱	احیاء التراث بیروت	فصل الحاء من باب الیاء	لہ تاج العروس

المسجد ایضا صد و رة واشرف موضع
 قیہ والمحراب اکرم مجالس الملوك عن
 ابی حنیفة وقال ابو عیبة المحراب سید
 المجالس ومقد مہا واشرفها قال وكذلك
 هو من المساجد مخلصا در معالم التنزیل
 فرمود المحراب اشرف المجالس ومقد مہا و
 كذلك هو من المساجد در انوار التنزیل سست
 (المحراب) ای الغرفة او المسجد او اشرف
 مواضعه ومقد مہا سمی بہ لانه
 محل محاربة الشیطان من كانہا
 (ای سیدتنا مریم) وضعت فی اشرف
 موضع من بیت المقدس در شرح او
 حایة القاضی سست ذکر للمحراب معانی
 المشہور منها الاخير ولذا اقتصر
 علیہ اخیرا فی قوله كانہا الخ در جلالین سست
 (المحراب) الغرفة وہی اشرف
 المجالس در تفسیر کبیر سست
 المحراب الموضع العالی الشریف
 وقیل المحراب اشرف المجالس

مسجد کا محراب بھی اس کی اعلیٰ واشرف جگہ
 ہوتی ہے یہ امام ابو حنیفہ سے ہے۔ ابو عیبة
 کہتے ہیں کہ محراب مجالس کی اعلیٰ واشرف جگہ ہوتی
 ہے اور اسی طرح مساجد کے محراب ہیں اور مخلصا
 معالم التنزیل میں ہے محراب سے مراد مجالس
 کی اعلیٰ اور مقدم جگہ ہے اور مسجد میں بھی محراب کا
 معاملہ ایسا ہی ہے۔ انوار التنزیل میں ہے
 (محراب) یعنی کمرہ یا مسجد یا کمرہ و مسجد کی اعلیٰ و
 اشرف جگہ مراد ہے یہ نام رکھنے کی وجہ سے
 کہ یہ شیطان سے محاربہ کی جگہ ہوتی ہے گریا
 (سیدہ مریم علیہا السلام) بیت المقدس
 کی اعلیٰ جگہ پر پیدا ہوئیں، اس کی شرح
 حایة القاضی میں ہے کہ محراب کے متعدد معانی
 ہیں ان میں سے مشہور آخری ہے اسی نے
 ماتن نے اس آخری معنی پر کانہا وضعت الخ
 کے الفاظ سے اقتصار کیا۔ جلالین میں ہے
 (محراب) کمرہ، یہ مجالس کی اعلیٰ جگہ ہوتی ہے
 تفسیر کبیر میں ہے محراب سے مراد بلند و اعلیٰ
 جگہ ہے، بعض کے نزدیک مجالس کے لئے

۳۰۵/۱	مطبوعہ دار صادر بیروت	فصل الحار المملک	لسان العرب
۳۴۲/۱	مطبوعہ مصطفیٰ البابی بیروت	سورة آل عمران	معالم التنزیل علی بامش التماز
۵/۲	مطبع مجتہبائی دہلی	ۛ	انوار التنزیل (بیضاوی)
۳۳/۳	دار صادر بیروت	ۛ	حاشیہ الشہاب المعروف حایة القاضی
۴۸/۱	مطبع مجتہبائی دہلی	ۛ	تفسیر جلالین

اعلیٰ و ارفع جگہ ہے۔ کثافت میں ہے محراب کا معنی کمرہ، بعض کے نزدیک مجالس کے لئے اعلیٰ و اشرف جگہ مراد ہوتی ہے۔ محراب کے بارے میں تمام ائمہ فقیہ کی عبارات جن سے واضح ہو رہا ہے کہ اس سے مراد جگہ طاق و غیرہ کی صورت کا نام نہیں بلکہ اٹھائیس بجری سے پہلے مساجد قدیمہ میں اس کا وجود نہ ہوتا تھا سب سے افضل مسجد مسجد حرام اس سے اب تک خالی ہے اور ہی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ظاہری حیات، ظفار، راشدین، امیر معاویہ اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے دور میں مسجد نبوی میں صورت محراب نہیں تھی بلکہ ولید بن عبدالملک مروانی نے اپنے دور امارت میں محراب بنایا اور یہ تسلیم ہے کہ زینت کے علاوہ امام کی جگہ پر علامت کے طور پر محراب کا ہونا بہتر ہے خصوصاً بڑی مساجد میں تاکہ ہر دفعہ خورد فکر نہ کرنا پڑے اور رات کو بغیر روشنی کے امام کو پایا جاسکے اور امام کے محراب میں مسجد کی وجہ سے مقتدیوں کو دست بھی مل جاتی ہے تو جبب محراب میں یہ مصالح تھے تو اس کا رواج ہو گیا اور تمام بلاد اسلامیہ میں یہ معروف ہوا تو یہاں مدلول کا نام دال کو دیا گیا ہے۔ سید محمودی قدس سرہ نے

وارفعھا در کشف ست غوفۃ و قیل اشرف المجالس و مقدر تھا این ست معظم عبارات ائمہ فقیہ کہ از جہاں نفس موصی نشان می دهد نہ از صورت طاق و چسپاں از نشان دہند کہ او خود حادث است در مساجد قدیمہ تا سال ہشتاد و ہشت ہجری نامے ازاں نبود افضل المساجد مسجد الحرام ہنوز ازاں خالیست و در مسجد اکرم سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نیز نہ زمانہ اقدس بود نہ بعد خلفائے راشدین نہ بعد امیر معاویہ و عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین بلکہ ولید بن عبدالملک مروانی زمانہ امارت خود اصلست کہ وہ است و تا نا کہ حاکی بر آن غیر زینت اعلام تمام امام ہشت ظاہر و قبیضہ ہا مسجد کہ در توسط صفت خاصہ بمساجد کبار حاجت بنظر و آرزو نہ یافتہ بشب نیز بہ روشنی در رک شود و براسے مقتدیاں مسجد امام در طاق فراخی فراسے ہم نمایہ چون کار مثل مصالح بود رواج گرفت و زان باز در عامہ بلاد اسلام معہرہ شد پس الملاق محراب بر آن نام متعین برآئ متعین ست اعنی نسبت الدال باسم المدلول سید محمودی

اکابر رحمہم اللہ تعالیٰ کی ان تصریحات سے یہ بات (باقی صفحہ آئندہ)

عند بتصریحات هؤلاء الکبراء رحمہم اللہ

قدس سرور در خلاصۃ الوقت و فصل ہشتم باب چہارم
 فرمایہ یحییٰ عن عبد المہدی بن عباس
 عن ابيه مات عقیق و لم یس فی المسجد
 شرفات و لا محراب فاوی من احد مش
 المحراب و الشرفات عمر بن عبد العزیز
 ہمد فصل دوم ازالہ منہ مود لعل یکن للمسجد
 محراب فی عہدہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ
 وسلم و لا فی عہد الخلفاء بعدہ حتی
 اتخذ عمر بن عبد العزیز فی امارة
 الولید امام عسقلانی و رفع اباری شرح صحیح بخاری
 آورد قال انکرمافی منہ حیث انہ
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کانت یقوم
 بجانب المنبر ای و لعل یکن للمسجد محراب
 امام عینی و رعمۃ القاری شرح بکثاری فرمود

خلاصۃ الوقت کے باب چہارم کی آٹھویں فصل میں فرمایا
 یحییٰ نے عبد المہدی بن عباس انھوں نے اپنے والد
 سے بیان کیا کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید
 ہوئے تو مسجد میں کنگرے اور محراب نہ تھے مسجد سے
 پہلے محراب اور کنگرے بنانے والے حضرت عمر بن
 عبد العزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں، اسکی دوسری
 فصل میں ہے کہ رسالتناہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
 کی ظاہری حیات اور خلفائے راشدین کے دور
 میں محراب نہ تھا حتیٰ کہ امارت ولید بن عبد الملک
 میں عمر بن عبد العزیز نے بنوایا۔ امام عسقلانی فتح الباری
 شرح البخاری میں فرماتے ہیں کہ امام کرمانی نے لکھا ہے
 کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منبر کی ایک جانب
 کونے پر تھے یعنی اس وقت مسجد میں محراب نہ تھا۔
 امام عینی نے عمدۃ القاری شرح البخاری میں فرمایا

(بقیہ ما شیء صفحہ گذشتہ)

تعالیٰ ظہر ان ما وقع فی الفتح مسألة
 القیام فی الطائف انہ نبی فی المساجد
 الحاریب من لدن رسول اللہ صلی اللہ
 تعالیٰ علیہ وسلم اھ سہو فلیتنبہ
 ۱۲ منہ غفرلہ (م)

واضح ہوگی کہ فتح القدر میں امام کے محراب میں
 کھڑا ہونے کے بیان میں جو کہا گیا کہ یہ محراب
 مساجد میں رسالتناہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی
 ظاہری حیات سے ہیں سو و مجہول ہے اس پر
 متنبہ رہنا چاہئے ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

۵۲۵/۲	مطبوعہ احیاء التراث میروت	الفصل السابع عشر	سہ وفاء الوفاء
۳۴۰/۱	" " " "	محراب المسجۃ النبوی و فی منہ	سہ وفاء الوفاء
۱۲۱/۲	مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر	قد کرمہ فی ان یکن من لعلی و المسترق	سہ فتح الباری شرح بخاری
۳۶۰/۱	نور بدیعہ سکھر	باب ما یقع الصلوۃ و ما یکرہ فیہا	سہ فتح القدر

انہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کانت
 یقوم بجانب المنبر لانه لم یکن لمسجد
 محراباً علامہ شیخ عقیق محدث دہلوی قدس سرہ
 العزیز درجہ ذیل القلوب شریف فرمایہ در زمان
 آل سرور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم علامت محراب
 کہ الآن در مساجد متعارف ست نبود ابتداء سے
 آن از وقتہ محمد بن عبد العزیز ست در وقتیکہ
 امیر یمنہ منورہ بود از جانب ولید بن عبد الملک
 اموی آہ ہمد آن ست طولی مسجد در زمان
 ولید دنیست ذراع بود و عسہ ض آں یکصد و
 شصت و ہفت ذراع و دی در تکلف و تصنع عمارت
 باقصی النایۃ کو شیدہ و علامت محراب کہ الآن در
 مساجد متعارف ست ادناست و پیش اذان
 نبود آہ مختراً ازین تقریر منیر مستنیر شد کہ بیچ مسجد
 شستری خواہ صیفی تا آنکہ بقعہ سادہ موقوفہ
 للصلوۃ نیز از محراب حقیقی تہی توان بود و چون ست
 مقام امام متوارف از زبان امام اہنام علیہ و علی آلہ
 الفضل الصلوۃ والسلام پس جائیکہ قیام امام فی المحراب
 راست گفتہ اند مراد ہمیں ست و نہ قیام
 در محراب صوری یا باز آسنے آن
 کہ او خود در زمان سنت بود و جائیکہ

مختار سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منبر کے پہلو
 میں قیام فرماتے کیونکہ اس وقت مسجد میں محراب نہ تھا
 علامہ شیخ عقیق محدث دہلوی قدس سرہ العزیز
 جذب القلوب میں فرماتے ہیں یہ محراب جو آج متعارف
 ہے رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ظاہری
 حیات میں نہ تھا اس کی ابتداء ولید بن عبد الملک
 اموی کے دور میں حضرت عمر بن عبد العزیز نے کی
 جبکہ وہ یہ نہ طیبہ کے گور نہ تھے آہ اور اسی میں ہے
 کہ ولید کے دور میں مسجد کا طول چالیس گز ہوا تھا
 اور عرض ایک سو پندرہ گز ہوا تھا اور عمارت بنانے
 میں تکلف و تصنع سے انھوں نے کام لیا اور علامت
 محراب جو آج کل مساجد میں متعارف ہے اس دور
 میں نہ تھا آہ المختار اس پر نور تقریر سے یہ بات
 آشکار ہو گئی کہ کوئی بھی مسجد خواہ شستری ہو یا
 صیفی جب سے وہ وقف ہوئی ہے وہ محراب حقیقی
 سے خالی نہیں ہوتی اور یہی وہ مقام ہے جو امام
 الائمہ علیہ و علی آلہ الفضل الصلوۃ والسلام کی ظاہری
 حیات سے امام کی جگہ بننا بالہذا جس جگہ بھی
 علماء نے امام کے محراب میں کھڑے ہونے کو سنت
 کہا ہے وہاں یہی محراب حقیقی مراد ہے نہ کہ محراب
 صوری میں قیام مراد ہے یا اس کے برابر جو اس وقت

لے عمدۃ القاری شرح بخاری تھ کہ صیفی ان یکن فی المصلی والستہ مطبوعہ دارۃ الطباعة الخیرۃ بیروت ۱۴۰۸ھ
 سکہ جذب القلوب الی دیار المحبوب باب ششم در بیان عمارت مسجد شریف نبوی مطبوعہ مکتبہ نعیمیہ چکنالگراں لاہور ص ۷۳
 سکہ جذب القلوب الی دیار المحبوب باب ہفتم در بیان تغیرات و زیادات کہ فیہ از وصفتہ ۱۴۰۸ھ ص ۷۸

مکر وہ گفتہ اند مراد و محراب صوری استادان
ست بوجہیکہ پائے اندر قضاے او باشد بدلیل و
آن اشتباہ حال امام ست بر قولے و تشبہ
پر یہود و شبہہ اختلاف مکان
بر قول اصح و وجہ اطلاق
محمد۔

بھی سنت تھا، اور جہاں علماء نے محراب میں امام
کے قیام کو مکر وہ قرار دیا ہے وہاں محراب صوری
میں کھڑا ہونا ہے اس طریقہ پر کہ اس کے پاؤں
محراب کے اندر ہوں اس پر دلیل، ایک قول کے
مطابق امام کے حال کا مشتبہ ہونا اور ایک قول
پر یہود کے ساتھ تشابہ، لیکن اصح قول کے مطابق
مکان کا مختلف ہو جانا ہے اور ایک وجہ امام محمد کے
قول کا اطلاق ہے۔

اقول مشتبہ ہونے کی علت میں نظر و
اشتباہ ہے کیونکہ یہ اکثر طور پر حاصل نہیں ہوتا مگر
اس صورت میں جب صفت زیادہ لمبی ہو اور یہ
اشتباہ قیام فی المحراب کے بغیر بھی حاصل ہو جاتا
ہے بلکہ اس وقت بھی جب محراب اور عمارت نہ ہو
اور یہ بھی معاملت کر گیا تمام مقتدیوں کا امام کو
اپنی اپنی آنکھوں سے دیکھنا ضروری ہے کیونکہ نظر
کی ایک حد ہے جس سے تجاوز نہیں ہوتی، تو جس
طرح محراب کے اندر کھڑے ہونے پر امام کے بعد
کی وجہ سے وہ نظر نہیں آتا اس طرح اسی کے بغیر
بھی بعد کی وجہ سے ممکن ہے کہ وہ نظر نہ آئے اور
اگر محض اطلاع کافی ہے خواہ وہ بالواسطہ کسی
مقتدی کے ذریعے ہو تو محراب میں کھڑے ہونے
سے اشتباہ کا پیدا ہونا کوئی معنی نہیں رکھتا اور
بلاشبہ آخری بات (وجہ) ہی معتبر ہے ورنہ
ہر وہ شخص جو صفت اول کے بعد والی صفت میں ہو
اسے اشتباہ کے بغیر کوئی چارہ نہیں، اسی طرح

اقول فی تعدیل الاشتباہ
نظر و اشتباہ فانہ لا یحصل غالباً الا
اذا اذداد طول الصوف و هو یحصل
بدون القیام فی المحراب بل مع
عدمہ المحراب والبناہ اصلاً و ایضاً ان
اسرید اطلاع الكل بنظر نفسه فان
النظر له حد لا یتجاوزہ فکما یجوز
عند قیام الامام فی المحراب لبعده
ما یعجز ایضاً بدونہ علی بعد
اخر و ان اکثری بالاطلاع ولو بواسطہ
من معہ فی الصلوۃ فلا معنی للاشتباہ
بالقیام فی المحراب ولا شک ان
الاخیر هو المعتمد و الا
لعمریں لحصل من
بعد المعتمد الاول بعد من
الاشتباہ ولا لمن فی
طرف الاول علی بعد

يستمع المنظور الا بالتقامت عند
القبلة در رد المحتار مستصحب محمد
في الجامع الصغير بالكراهة
ولم يفصل فاختلف المشائخ
في سببها فقل كونه يصير
ممتازا عنهم في المكاتب
المحسوب في معقب بيت
آخر وذلك صنيع اهل الكتب
واقصر عليه في الهداية و
اختاروا الامام السرخسي و
قال انه لا وجه وقيل اشتباك
حاله على من في يمينه
ويساره فعلق الاول بكونه
مطلقا وعلى الثاني لا بكونه
عند عدم الاشتباك وايد الثاني
في الفتح بامتنان الامام
في المكاتب مطلوب و تقدمه
واجب وغاية اتفاق الملتين
في ذلك وامتنان في الحلية وايداه
لكن نازعه في البحر بامتنان
مقتضى ظاهر الرواية الكراهة
مطلقا بان امتياز الامام المطلوب
حاصل بتقدمه بلا وقوف في مكان
آخر ولهذا قال في النول الجية
وغيرها اذا احرقت المسجد

اسی کو بھی جو صف اول کے اطراف میں اتنا دور
کھڑا ہو کہ نظر سے دیکھ نہ پائے۔ اشتباہ کو دور
کھانے کے لئے ان کو اپنے قبلے سے انحراف ضروری ہوگا۔
رد المحتار میں ہے کہ امام محمد نے جامع صغیر میں اس
محرابے میں ہونے پر کراہت کا حکم لگایا ہے اور
کوئی تفصیل نہیں دی اس لئے سبب کے بیان
میں مشائخ کا اختلاف ہوا، ایک یہ ہے کہ امام
ایسی صورت میں ممتاز ہو کر ٹوں ہو جاتا ہے جیسے
وہ کسی دوسرے کمرے میں ہے اور اہل کتاب کا
طریقہ ہے۔ ہایہ میں اسی پر اکتفا کیا گیا ہے۔
امام سرخسی نے اسے ہی پسند کیا اور کہا یہی ممتاز
ہے۔ بعض نے کہا کہ امام اپنے دائیں بائیں مقتدیوں
پر شبہ ہو جاتا ہے، پہلی صورت میں ہر حال میں
کراہت ہے اور دوسری صورت میں جب اشتباہ
نہ ہو کراہت نہ ہوگی۔ فتح میں یہ کہتے ہوئے
دوسری کی تائید کی اور کہا کہ امام کا ممتاز مقام پر
کھڑا ہونا تو مطلوب ہے اور اس کا مقدم ہونا
واجب ہے اور اس میں دونوں فریق متفق ہیں
اسے علیہ میں پسند کیا گیا اور اس کی تائید کی
لیکن مجسہد میں یہ کہتے ہوئے اس سے اختلاف
کیا کہ ظاہر روایت کا تقاضا یہی ہے کہ ہر حال
میں کراہت ہو اور یہ کہ امام کا مطلوبہ اقیانہ آگے
ہونے سے حاصل ہو جاتا ہے یہ اس کے دوسرے
مقام پر کھڑے ہونے پر موقوف نہیں ہے اسی لئے
دوالجیہ وغیرہ میں ہے کہ جب مقتدیوں پر مسجد

بمن خلف الامام لا ينبغي له ذلك
لانه يشبه تبایم المكانات اذ يعنى
وحقيقة اختلاف المكان تمنع المجواز
فتشبهه الاختلاف توجب الكراهة
والحراب وانت كان من المسجد
فمورته وهياتة اقتضت شبهة
الاختلاف اذ ملخصا قلت اى لان المحراب
انما نبى علامة لمحل قيام الامام ليكون
قيامه وسط الصف كما هو السنة
لا لان يقوم فى داخله فهو وان كان
من بقاع المسجد لكن اشبه مكانا
اخرا فادرك الكراهة ولا يخفى حسنى
هذا الكلام فافهم لكن تعدد مرات
التشبه انما يكره فى المذموم وفيما
قصد به التشبه لا مطلقا ولعل هذا
من المذموم متاملا
كلام الشامى -

اقول ولا محل المترجى بعد
ما افادنا قلا عن الولوالجية وغيرها
انه يشبه تبایم المكانات وحقيقته
تفسد فتشبهته تذكره بل لو عد
هذا دليلا براسه
لكفى وشفى حكا

تنگ نہ ہو تو امام کے لئے ایسا کرنا جائز نہیں کیونکہ
دونوں مقامات کا جُدا ہونا لازم آتا ہے اور
حقیقتہً جگہ کا اختلاف جواز نماز سے مانع ہے اور
جہاں اختلاف کا شبہ ہو وہاں کراہت ہوگی اور
محراب اگرچہ مسجد میں ہی ہے لیکن اس صورت و
ہیئت سے شبہ اختلاف پیدا ہوتا ہے اور تلخیصاً
قلت (میں دشامی، کہتا ہوں) محراب کا
مقصد یہ ہے کہ وہ قیام امام کی علامت ہو تاکہ
اس کا قیام صف کے درمیان ہو یہ مقصد نہیں کہ
امام محراب کے اندر کھڑا ہو۔ محراب اگرچہ مسجد
کا ہی مقصد ہے لیکن ایک دوسرے مقام کے مشابہ
ہے لہذا اس سے کراہت ہوگی۔ اس کلام کا حسن
و انصاف اسے اپنی طرح محفوظ کر لو، لیکن جیسے
گزرا کہ تشبہ بُری بات میں مکر وہ ہوتا ہے اور
اس صورت میں جب تشبہ مقصد ہو ہر حال میں
مکر وہ نہیں اور ممکن ہے یہ مذموم میں سے ہو۔
(کلام شامی ختم ہوا)

اقول (میں کہتا ہوں) یہ "مشابہ"
کئے کا محل نہیں کیونکہ اس نے تو الجیہ وغیرہ سے
نقل کر دیا ہے کہ یہ عمل دو جگہوں کے متخالفت
ہونے کے مشابہ ہے اور اگر تباین حقیقتہً ہو تو
اس سے نماز فاسد ہو جاتی ہے اور اگر تباین
کا تشابہ ہو تو نماز میں کراہت آئے گی بلکہ اگر اسے

لایخفی پیدا است کہ ایں شبہ و تشبہ و اشتباہ ہم با ہمیں در محراب صوری سنت نہ حقیقی اما قیام محاذات محراب صوری آنجاں کہ سجدہ در طاق افتد پس فی نفسہ نہ کراہتے وارد لعدم الوجوه المذكورة من التشبيه و الاشتباه فيہ نہ فضیلت لما قد منا انہ لم یکن فی اصل السنة محراب صوری و لا محاذاتہ پس نظر بناست خودش نباشد جز مباح ازینجاست کہ ایں راست نگفتہ اند و چوں مکروه ہم نبود دفع توہم را کلا باس آوردند آری اگر قیام محل محراب حقیقی موافق آید کما هو الغالب لا جرم سنت باشد نہ ازاں رو کہ محاذات محراب صوری سنت بل ازاں جهت کہ موافقات محراب حقیقی سنت ازین تحقیق انیق بگرداند روشن شد کہ اگر امام در مسجد صیغی محراب حقیقی ایستد یقیناً اصابت سنت یافته باشد و بیچ کراہتے برد و نبود گو محراب صوری را محاذی ہم مباشش چنانکہ صیغی در عرض ازید از شستوی باشد آنگاہ باید کہ از محاذات طاق بجانب زیادست میل کنند و توسط صیغی بایستد

مستقل دلیل بنایا جائے تو یہ کافی و شافی ہے جیسا کہ واضح ہے و حد یہ ظاہریات ہے کہ یہ شبہ ، تشبہ اور اشتباہ وغیرہ تمام صورتیں محراب صوری میں ہیں ، نہ کہ حقیقی ہیں ، محراب صوری کی محاذات میں اس طرح کھڑا ہونا کہ سجدہ محراب میں چوٹی نفسہ مکروه نہیں کیونکہ وجہ نہ مکروه یعنی شبہ ، تشبہ اور اشتباہ یہاں نہیں ہیں اور نہ اس میں کوئی فضیلت ہے کیونکہ ہم نے پہلے بتایا کہ دیا ہے کہ اصل سنت میں نہ محراب صوری ہے اور نہ اس کی محاذات پس وہ اپنی ذات کے حوالے سے سوائے مباح کے کچھ نہیں ، یہی وجہ ہے کہ اسے سنت نہیں کہا گیا ، چونکہ مکروه بھی نہیں تو علماء دفع توہم کے لئے لفظ "لا باس" لے آئے ہیں ، اگر اس کی محاذات کا قیام محراب حقیقی کے موافق ہو جاتا ہے جیسا کہ اکثر ہوتا ہے تو اب یہ سنت ہو گا مگر اس کی وجہ محراب صوری کے محاذی ہونا نہیں بلکہ محراب حقیقی کے موافق ہونا ہے ، بحمد اللہ اس شفاف تحقیق سے واضح ہو گیا کہ اگر امام مسجد صیغی میں محراب حقیقی میں کھڑا ہوتا ہے تو وہ یقیناً سنت کو پاسنے والا ہے اور اس پر ہرگز کوئی کراہت نہ ہوگی اگرچہ وہ محراب صوری کے محاذی نہ ہو ، کیونکہ جب مسجد صیغی عرض میں شستوی سے زیادہ ہو تو اس وقت محراب کی محاذات میں جانب زیادت کی طرف ہو کر صیغی کے درمیان میں

محراب حقیقی قیام کردہ باشد و بدستور و شتوی
 نیز اگر طاق در حاق وسط نبود امام را طاق گزاشته
 بوسط شتوی عدول باید کہ محراب حقیقی بدست
 آید و ولایت افغانستان از حلا سے زمان کہ
 قیام امام را در مسجد صفی مکروہ گویند دلیل بر آن
 از ہماں مسئلہ منیت قیام فی المحراب چوں در
 سوالیکہ نزد فقیر از ان ولایت آمدہ بود و انہود
 ناشی از اشتباہ معنی محراب است حسنہ زبان
 اورا محراب صوری گماشتند و از حقیقی غفلت
 کردہ اند و دانستہ شد کہ قیام در صوری سنت
 نیست بلکہ معنی حقیقیش خود مکروہ ہے سنت و انکہ
 سنت است پر مسجد صفی نیز فقہ وقت سنت
 پس کراہت از کجا امام ابن الہمام در فتح ایمنی
 را رنگ ایضاح داد کہ منہ بود لولہ
 تبین (ای المحادیب) کانست
 السنۃ ان یقعدہ فہ محاذیۃ ذلک
 المکان لانہ یحاذی وسط
 الصفۃ و هو المطلوب اذ قیامہ
 فی غیر محاذیۃ مکروہ
 احد و اگر چہ ناں باشد کہ صفی
 مطلقاً از صلاحیت اقامت جماعت
 بدرود زیرا کہ آنجا محراب صوری نہاں یافت
 و مجرد محاذات اگر چہ از دور بندہ نیست کما

کھڑا ہونا چاہتے تاکہ محراب حقیقی میں قیام ہو جائے
 اسی طرح شتوی میں بھی اگر طاق وسط میں نہیں
 تو امام طاق چھوڑ کر شتوی کے وسط میں ہو جائے
 تاکہ محراب حقیقی کو پایا جاسکے، افغانستان کے
 علاقے میں اس وقت کے علماء مسجد صفی میں امام
 کے قیام کو مکروہ قرار دیتے ہوئے یہی دلیل
 دیتے ہیں کہ محراب میں کھڑا ہونا سنت ہے کیونکہ
 اس ملک سے فقیر کے پاس جو سوال آیا ہے اس سے
 واضح ہوتا ہے کہ انہیں معنی محراب میں اشتباہ ہے
 اور انہوں نے محراب صوری مقرر کئے ہیں مگر محراب
 حقیقی سے غافل ہو گئے ہیں اور معلوم ہوا کہ
 صوری میں قیام سنت نہیں بلکہ اسے حقیقی سمجھا
 بذات خود مکروہ ہے اور جو سنت ہے
 وہ صفی مسجد میں بھی درست ہے، پس یہاں
 کراہت کہاں! امام ابن الہمام نے فتح القدر
 میں اسے واضح کہتے ہوئے کہا کہ اگر وہ بنے ہوئے
 نہیں (یعنی محاریب) تو سنت یہ ہے کہ اس
 جگہ کے محاذی کھڑا ہوا جائے کیونکہ وہ وسط صف
 کے محاذی ہے اور یہی مطلوب ہے کیونکہ محاذات کے
 علاوہ امام کا قیام مکروہ ہے احد اور اگر ایسے ہو
 کہ صفی اقامت جماعت کی صلاحیت نہ رکھتی کیونکہ
 وہاں محراب صوری نہیں اور صرف محاذات اگرچہ
 دور سے جو محراب کی نشانی نہیں ہے جیسا کہ تو نے

علمت وقد اعتدوا به والا لهدى حکما
 بکراهة قیام الامام فی العیسیٰ
 مطلقا وایں پر خلاف عمل و نیت جملہ امت
 ست مسجد را برد و در جبہ سرا و گرا از ہمیں
 رو بخش میکنند کہ ہر موسم اقامت جماعت
 ہر مسجد نتوانند اگر ایں پارہ از قیام امام
 معطل ماند لا حصر جماعت را نیز لازم
 باشد ہم در پارہ شتوی صفہا بستن کہ
 افراد امام بہر جبہ خود مکروہ ست پس از صیغی
 ہمسو نیابند مگر بعض قوم در بعض احیای
 آنگاہ کہ شتوی ہمہ آمودہ شود و ایں یقینا خلاف
 نیت و قصد جملہ بانیان و عمل و قرار شب عام
 مومنان ست باز در ہندو و برازیہ و غلامہ
 و ظہیریہ و خزانہ المقتیین و غیرہ کتب معتبرہ ست
 قوم جلوس فی المسجد الداخل
 وقوم فی المسجد الخارج اقام
 المؤذن فقام امام من اهل الداخل
 فامهم وقام امام من اهل الداخل
 فامهم قال من سبق بالشرح فهو
 والمقتدون به لا کراہة فی حقہم
 چرا بلانے نفی جنس مطلقا سلب مستغرق نمایند چرا
 نمونہ کہ امام مسجد صیغی و مقتدیانش ہر حال
 در گرد و گراہت اند زیرا کہ قیام

بجہ اور جیسا کہ انہوں نے اس کا اعتراض
 کیا ہے ورنہ وہ صیغی میں مطلقاً قیام امام کو
 مکروہ قرار نہ دیتے حالانکہ یہ بات تمام امت کے
 عمل کے خلاف ہے کیونکہ مسجد کے دو درجے
 موسم گرا و سرا کے لحاظ سے کئے جاتے ہیں کہ
 ہر موسم میں ایک جگہ جماعت نہیں کرائی جاسکتی تو
 اگر یہ حصہ قیام امام سے معطل ہو تو لازم ہوگا کہ
 جماعت بھی شتوی حصے میں صغی بنائے
 کیونکہ امام کا تنہا ہونا بذات خود مکروہ ہے تو اس
 طرح صیغی حصہ سے فائدہ صرف بعض اوقات بعض
 لوگ اس وقت ہی اٹھا سکیں گے جب شتوی حصہ
 پڑ ہو جائے گا اور یہ بات تمام بانیان صاحبہ کی
 نیت اور عمل اور قواعد امت کے خلاف ہے ہندیہ
 برازیہ، غلامہ، ظہیریہ، خزانہ المقتیین وغیرہ کتب
 معتبرہ میں ہے کہ کچھ لوگ مسجد کے اندر اور کچھ مسجد کے
 صحن میں کھڑے مؤذن نے اذان کہی اہل خارج میں سے
 امام نے جماعت کرائی اسی طرح اندرونیوں میں سے امام
 نے جماعت کرائی تو جس نے پہل کر دی وہ امام ہوگا اور
 تمام لوگ اس کے مقتدی ہوں گے ان کے حق میں کوئی
 کراہت نہ ہوگی کیونکہ یہاں کلا نفی جنس انہوں نے
 استعمال کیا ہے جو مطلق سلب کا احاطہ کرتا ہے
 انہوں نے یہ کیوں نہ کہا کہ مسجد صیغی کا امام اس کے
 مقتدی ہر حال کراہت میں مبتلا ہونگے کیونکہ انہوں نے

فی المحراب را ترک گفتند بالجمله این خطا سے
خاصیت است کہ ولایتیان درین جسد و زمان
احداث کردہ اندازیں یا خبر باید بود۔

سخنی راندن ماند از استظهار علامہ شامی
عالمہ اللہ بالطف النامی اقول انچہ بالا گفتہ ایم
غایت توجیہ کلام آن فاضل علام بود و جنوز
گل نظر سے دیدن دارد ماثور و مورث چنانکہ
دانی ہاں قیام امام و در محراب حقیقی است
و آن مقام اشرف موضع و صدر مسجد است چنانکہ
شنیدی پس ترک او بے عذر شرعی عدول از
افضل و خلاف متواتر العمل و فرجا بسوط ولایت
بر آن نہ ارد کہ اینجا فی نفسہ اصلاً منظور نیست بلکہ
غایتش آنست کہ توسط صفت سنت عظیمہ ہم تر
از آن است چون ہر دو دست و گریبان شود احتیاً
پرستت توسط رو پس انچہ بدل می چسبہ کلمات
ائمہ را بر اطلاق آئناہ اشتق اگر چہ در کمال غزل
باشد غیبہ امام جماعت ثانیہ فی مسجد المحراب
محراب حقیقی و مستحق است ہذا اخرا کلام
فی ہذا المقام وقد انضح بہ کل صراح
والکشف بہ جمیع الادھام والتأمت کلمات
الائمة الکرام وما توفیق الا باللہ الملک العلیم و
السلام مع الاکرام علی مولنا عبد السلام واللہ
سبحنہ وتعالی اعلم و علمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

پرمی فرمایند علمائے دین و فضلاء شرع متین

محراب میں قیام کو ترک کیا ہے۔ حاصل کلام یہ کہ یہ
بست بڑی غلطی ہے جو اسس دور میں ان علاقوں میں
پیدا ہوتی ہے اس سے باخبر ہونا چاہیے۔

و با معاطر علامہ شامی کے مختار قرار دینے کا تو
میں کہتا ہوں کہ جو کچھ ہم نے بیان کیا اس فاضل
علام کے کلام کی غایت توجیہ ہے اور جو کچھ منقول
متواتر ہے وہ امام کا محراب حقیقی میں قیام ہے
اور وہ مقام سب سے اعلیٰ اور صدر مسجد ہوتا ہے
جیسا کہ آپ پروردگار نے اس کا ترک بغیر کسی عذر کے
افضل سے اعراض اور متواتر عمل کے خلاف ہے
اور بسوط کا جزیئہ اس پر دلالت نہیں کرنا کہ یہ مقام
فی نفسہ مقصود نہیں بلکہ زیادہ سے زیادہ یہ کہ صفت کے
درمیان کھرا ہونا سنت عظیمہ ہے کیونکہ جب دونوں
میں تضاد ہو تو وسط میں کھرا ہونا سنت اور مختار
ہو گا، دل فنی بات یہ ہے کہ ائمہ کے کلام کو اپنے
اطلاق پر رکھیں اگرچہ کزوری بات ہے تاہم اس
سے محلہ کی مسجد میں بیٹے امام کا حقیقی محراب کو چھوڑنا
مرا ہے، یہ اس مقام میں آخری کلام ہے اور
اس سے پورا مقصد واضح ہو گیا اور تمام ائمہ کا
کلام موافق ہو گیا و ما توفیق الا باللہ الملک
العلیم والسلام مع الاکرام علی مولنا
عبد السلام واللہ سبحنہ وتعالی اعلم
و علمہ جل مجدہ اتم واحکم۔ (ت)

پھر امیر مملکت مولوی اسماعیل صاحب ۱۳ شوال ۱۳۲۱ء
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اور فضلاء شرع متین

اندریں صورت کہ شفعے مصلیٰ رو اسے خود راہیں نور
پرستہ کہ اولاً وسط رو راہ پر پشت نہاد و
ہر دو سرش را تحت البین بیروں آوردہ باز جانب
چپ را بر منکب راست و طرف راست را بر منکب
چپ افکند حتی کہ ہر دو سرش نیز بطرف پشت و
سری دستہاں صورت و حالت صلوة شرعاً
جائزست یا نہ ؟

اس مسئلہ میں کہ نمازی ایک چادر اس طرح پہنتا
ہے کہ پہلے اس کا نصف صدر اپنی پشت پر ڈالتا
سچا اور اس کے دونوں کونوں کو بغلوں کے نیچے سے
باہر نکالے اس کی بائیں جانب کو دائیں کاندھے اور
اس کے دائیں صدر کو بائیں کاندھے پر ڈالتا ہے
حتیٰ کہ اس کے دونوں کونے بھی پشت و سرین
تک پہنچ رہے ہوتے ہیں اس حالت میں نماز جائز
ہے یا نہیں ؟

الجواب

جائزست فی الصلحہ عن عمر بن
ابی سلمة رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال
سأیت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم یصلی فی ثوب واحد مثمتہ
بہ فی بیت امر مسلمة واضعاً یدہ علی
عاتقہا وللبخاری عن ابی ہریرۃ رضی اللہ
تعالیٰ عنہ قال سمعت رسول اللہ
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یقول من
صلی فی ثوب واحد فلیتخلف بینه
طرفین شیخ محقق دہلوی قدس سرہ وراشعۃ
اللمعات می فسر بایہ صورت اشتغال آن دست
کہ طرف راست از جامہ کہ ہر دو سرش راست است
گرفتہ بردوش چپ بنید از دو طرف چپ

جائز ہے کیونکہ بخاری و مسلم میں حضرت عمر بن ابی سلمہ
رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ میں نے بیت
حضرت ام سلمہ میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو
ایک کپڑے میں اس طرح نماز پڑھتے ہوئے دیکھا کہ
اس کی دونوں اطراف آپ کے کاندھوں پر تھیں ۔
بخاری میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے
ہے کہ میں نے رسالتناہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو
یہ فرماتے سنا جو آدمی ایک کپڑے میں نماز ادا کرے
اسے چاہئے کہ وہ اس کی دونوں اطراف کو مخالف
سمت میں ڈال لے ۔ شیخ محقق دہلوی قدس سرہ
اشعۃ اللمعات میں صورت اشتغال بیان کرتے ہوئے
فرماتے ہیں کہ اس کپڑے کی دائیں طرف جو کپڑا دائیں
کاندھے پر ہے بائیں پر ڈال دے اور بائیں کاندھے

کہ بردوش چپ است از زیر دست چپ
گرفته بردوش راست بیند از پستر بند ہر دو
طرف بر سینہ و غالباً احتیاج بہ بستن
ہر دو طرف بر سینہ بر تقریر نیست کہ گوشہائے
جامدہ راز نباشد و ہم و اشدن بود و اگر دراز
بسیار باشد احتیاج بہ بستن نباشد چنانکہ از
لباس فقرائے عین ظاہر میگردد و لہذا اور عبارت
بعض شایگان این قید واقع نشدہ . واللہ تعالیٰ اعلم
مسئلہ اول از ملک ہنگالہ ضلع عین سنگہ مرسلہ عبدالحکیم
۲۸ جمادی الاولیٰ ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ چترہ جو عین میں طاعت بیچ کے درمیں جو کچھ بلند ہی ہوتی ہے
اُس پر نماز جماعت میں امام کا کھڑے ہو کر نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں اور اس کے اگر دور کر دیا جائے تو نماز جائز
ہوگی یا نہیں ؟

الجواب

یہ صورت مکروہ ہے،

لمشاہدۃ الیہود فانہم یجعلون لاماعلم
علی دکانت متانہا عمن خلفہ
والاصحاح انت لا تقدیر، بل محل
ما یقم بہ الامتیان یکو حکما فی الدن
اور اگر اسے دور کر دیں تو امام اگر درمیں کھڑا ہو تو یہ بھی مکروہ ہے

لقول امامنا رضی اللہ تعالیٰ عنہ انی
اکبرہ للامام ان یقوم بین الناس یتین
ہمارے امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد ہے
کہ امام کے دوستوں کے درمیان کھڑا ہونے کو

سہ اشعۃ الطمعات باب الستر الفصل الاول مطبوعہ نور یہ رضویہ سکمر ۳۴۴/۱
سہ در مختار باب ما یفسد الصلوۃ الا مطبوعہ مجتہدی دہلی ۹۲/۱
سہ رد المحتار مطلب فی کراہۃ قیام الامام فی غیر الجواب مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۳۲۰/۱

کما فی البھراج ۔ ناپسند جانتا ہوں جیسا کہ معراج میں ہے (تہ)

اور اگر صحن میں کھڑا ہو کر کسی کی بلندی پر سجدہ کرے تو یہ سخت تر مکروہ ہے یہاں تک کہ وہ بلندی بالشت بھر ہو تو نماز ہی نہ ہوگی کما فی در المختار وغیرہ (جیسا کہ در مختار وغیرہ میں ہے ۔ ت) تو جب صحن میں صوفی کے لئے زیادہ وسعت چاہیں تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ وہ کسی بستر پر سجدہ کرے کہ طاق کے مثل بنائیں اور اتنا کراہی سے بھرا کر دیں عام صحن میں کھڑا ہو کر اس طاق نما میں سجدہ کرے اب کوئی کراہت نہیں ۔ واللہ تعالیٰ اعلم ۔

مسئلہ اناروئی ضلع علی گڑھ مدرسہ اسلامیہ مسئلہ حافظ عبدالکیم صاحب مدرس

۸ جمادی الاخریٰ ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ پہلی رکعت میں قبل یا پڑھے دوسری رکعت میں انا اعطینا پڑھے ترتیب واجب میں فرق آیا القرآن پڑھنے سے ۔ بینوا تو جبروا ۔

الجواب

ترتیب الخٹہ سے نماز کا عادی واجب ہونہ سجدہ مسوا آئے ۔ ہاں یہ فعل ناجائز ہے اگر قصد کرے گنہگار ہو گا ورنہ نہیں اور اگر بعد کی ضرورت پڑے پڑھنا جائز تھا زبان سے اوپر کی سورت کا کوئی حرف نکل گیا تو اب اُس کو پڑھے اگرچہ خلاف ترتیب ہو گا کیونکہ اس نے قصد نہ کیا اور اس کا حرف نکل جانے سے اُس کا حق ہو گیا کہ اب اُسے چھوڑنا قصد چھوڑنا ہو گا ۔ روا مختار میں ہے ۔

قرارت میں سورتوں کے درمیان ترتیب رکھنا واجب ہے ، چھوٹے بچوں کے لئے ضرورت تعلیم کے پیش نظر جائز ہے تاکہ آسانی ہو ط ، خلاف ترتیب یا تھوڑا فاصلہ اس وقت مکروہ ہے جب دانستہ ہو اگر قبول کرے جو تو مکروہ نہیں شرح المنیہ ، اور جب کراہت ختم ہو تو مشروع سے اعراض مناسب نہیں ۔ خلاصہ میں ہے کسی ایک نے سورت شروع کی اور دوسری کا ارادہ کیا جب ایک آیت یا دو آیات تلاوت کیں تو اس نے چاہا کہ یہ سورت چھوڑ دے اور وہ شروع کرے جس کا ارادہ تھا تو یہ مکروہ ہے الخ

ترتیب السور فی القراءۃ من واجبات التلاوة وانما جوز الصفار تسهیل لا ضرورة التعلیل ط التعلیم او الفصل بالقصیرۃ انما یکرہ اذا کان عن قصد فلو سهوا فلا شرح المنیہ ، واذا انتفت الکراہۃ فاعراضہ عن التی شرع فیہا لا ینفی ، فی المختصرۃ افتتح سورۃ و قصیدۃ سورۃ اخرع فلما قرأ آیتۃ او آیتین اراد ان یتروک تلك السورۃ ویفتتح التی ارادھا یکرہ الخ

وفي الفتح ولو كانت اى المقصر وحرفا واحدا
في رد المحتار انهم قالوا يجب الترتيب في
سورة القرآن فلو قرأ منكوسا اثم ركعت
لا يلزم منه سجود السهو لان ذلك من
واجبات القراءة لا من واجبات الصلوة
كما في البحر باب السهو الزاوي اقول
وبه يظهر ما في افتاء الشيخ الملا نظام
الدين والسد ملث العلماء بحر
العلوم سرحتها الله تعالى بايجاب السجود
فيه بناء على وجوبه فانه خلاف
المنقول المنصوص عليه في كتب المذهب
وقد كانت يتوقف فيه المولى بحر العلوم
قدس سره ، والله تعالى اعلم .

مشتق ۱۰۵ ۲۱ ذیقعد ۱۳۲۲ هـ

اور فتح میں ہے کہ اگرچہ پڑھا ہوا محض ایک حرف ہو الخ
رد المحتار میں ہے کہ فقہائے فرمایا ہے کہ قرآنی سورتوں
میں ترتیب ضروری ہے اگر کسی نے خلاف ترتیب پڑھا
تو وہ گنہگار ہوگا لیکن اس پر سجدہ سہولاً لازم نہیں ہوتا
کیونکہ یہ واجبات قرأت میں سے ہے نماز کے
واجبات میں سے نہیں جیسا کہ بحر کے باب السہو میں ہے
شامی، اقول (میں کہتا ہوں) اسی کے ساتھ
یہ بھی واضح ہو گیا کہ شیخ ملا نظام الدین والد محرمی
علیہ السلام بحر العلوم رحمہما اللہ تعالیٰ نے جو فتویٰ دیا
کہ اس صورت میں سجدہ سہولاً لازم ہے کیونکہ یہ عمل
واجب ہے یہ کتب نہ سبب میں منقول نص میں خلاف
سواء اس میں بحر العلوم قدس سرہ نے توقف سے
کام لیا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

اگر کسی شخص نے صبح کی نماز کے وقت جلدی میں غلطی سے یا اندھیرے میں اٹھی ڈالائی لڑھکھ کر نماز پڑھی تو
وہ نماز مکروہ تحریمی یا واجب الاعادہ ہوگی یا فاسد وغیرہ؟ بینوا توجروا۔

الجواب

واجب الاعادہ اور مکروہ تحریمی ایک چیز ہے، کپڑا الٹا پہنتا اور منا خلاف معتاد میں داخل ہے اور
خلاف معتاد جس طرح کپڑا پہن یا اور لڑھکھ کر بازار میں یا اکابر کے پاس نہ جاسکے ضرور مکروہ ہے کہ دربار عزت
احق بادب و تعظیم ہے۔

واصلہ کراہۃ الصلوة فی ثیاب مہنتہ
قال فی الدار وکسۃ صلواتہ فی ثیاب
اصل یہ ہے کہ کام و مشقت کے لباس میں نماز مکروہ ہے
اور میں ہے نمازی کا کام کے کپڑوں میں نماز ادا کرنا

مہنت قال الشامی وفسرہا فی شرح الوقایۃ
بما یدبہ فی بیتہ ولای ذہب بہ الی
الاکابرؑ

مکروہ ہے، شامی نے فرمایا اور اس کی تفسیر شرح وقایہ
میں ہے وہ کپڑے جو آدمی گھر پہنتا ہے مگر ان کے
ساتھ اکابر کے پاس نہیں جاتا۔ (ت)

اور ظاہر کراہت تنزیہی

فان کراہۃ التحریج لا یدلہا صحت نہی
غیر معروف عن الظاہر کما قال مشہ
فی ثیاب المہنتۃ والظاہر ان الکراہۃ
تنزیہیۃ۔

کیونکہ کراہت تحریمی کے لئے ایسی نہی کا ہونا ضروری
ہے جو ظاہر سے معروف نہ ہو، جیسا کہ علامہ شامی نے
کام کے کپڑوں کے بارے میں کہا کہ ظاہر کراہت
تنزیہی ہے۔ (ت)

اور اسے سدل میں کہ مکروہ تحریمی اور اس سے نہی وارد دخل نہیں کر وہ بلبس خلاف معتاد نہیں بلکہ کپڑا اور اسے
اس طرح سے ڈال لینا کہ دونوں جانبیں شکستہ رہیں مثلاً پیر سر یا کندھوں پر ڈال لی اور دو بالانہ مانا یا اگر کھانڈ سے
پر ڈال لیا اور آستین میں ہاتھ نہ ڈالا حکماً فی الدر وغیرہ (جیسا کہ دروغیرہ میں ہے۔ ت) اور اگر آستینوں
میں ہاتھ نہ ڈالے اور بند نہ باندھے تو یہ بھی سدل نہ رہا اگرچہ خلاف معتاد ضرور ہے، ہاں امام ابو جعفر ہندوانی نے
اس صورت کو مشابہ سدل ٹھہرا کر فرمایا کہ بڑا کیا امام ابن امیر الحاج نے جلی میں ایک قید اور بڑھائی کہ اگر نیچے کرنا نہ ہو
ورنہ صریح نہیں اور اقرب یہ ہے کہ دونوں صورتوں میں حرج ہے

قال فی رد المحتار قال فی الخزانۃ بل
ذکر ابو جعفر انہ لو ادخل ید ید فی قمیہ ولم
یشد وسطہ اولہ میزرا شراۃ فہو مستثنی
لانہ یشبہ السدل اھ قلت نکت قال
فی المحلیۃ فیہ فظہر ظاہر بعد امت
یکون تحت قمیص او نحوہ

رد المحتار میں ہے کہ قرآن میں ہے بلکہ ابو جعفر نے ذکر
کیا کہ اگر نمازی نے اپنے بازوؤں کو آستینوں میں
داخل کر دیا اور درمیان کو نہیں باندھ لیا اس نے
اس کے ٹخن بند نہ کئے تو خطا کا رہے کیونکہ سدل کی
طرح ہے اور میں کتابوں علیہ میں ہے کہ اس میں
واضح اعتراض ہے جبکہ اس کے نیچے قمیص یا ایسا کپڑا

۹۱/۱	مطبوعہ مجتبائی دہلی بھارت	سکہ در مختار باب ما یفسد الصلوۃ وما یکوہ فیہا
۶۴۱/۱	ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	سکہ رد المحتار " " " " " " " " " " " "
"	" " " " " " " " " " " "	سکہ " " " " " " " " " " " "
۹۱/۱	مجتبائی دہلی بھارت	سکہ در مختار " " " " " " " " " " " "

مما يستزاد في **اقول** وفيه قطر
ظاهرات انكشاف شئ من صدر الرجل
وبطنه لاساءة فيه اذا كان عاتقة
مستوريت وانما نهى التبعي صلى الله
تعالى عليه وسلم عما اذا صلى في ثوب
واحد وليس على عاتقه منه شئ ولا شك
ان ارسال اطراف مثل الشاية من
دون ان يضر ازارها انما يشبه السدل
بنفس هيأة ولا مدخل فيه لوجود
القميص تحته وعدمه لما ان السدل
سدل وان كان فوق القميص ورايتني
كتبته على هامشه ما نصه **اقول** النظر ان كان
ففي كراهة التبريم اما التبريم فلا شك في ثبوته.

ہرچ بہن ڈھانپ دے اور **اقول** (میں کہتا ہوں)
اس میں نظر ہے کیونکہ انسان کے سینے اور بطن کے
کسی حصے کا ظاہر ہونا اس میں کوئی برائی نہیں جبکہ
اس کے کاندھے مستور ہوں اور ساتھاب صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم نے اس صورت میں ایک کپڑے میں نماز سے
منع فرمایا ہے جبکہ اس کے کاندھے پر کوئی شئی نہ ہو اور
اس میں کوئی شک نہیں کہ اطراف کا گھونٹنا بھی بائد
کے بغیر سدل کے مشابہ ہے اس میں نیچے قمیص اور عدم
قمیص کا کوئی دخل نہیں کیونکہ سدل سدل ہی ہوتا ہے
اگرچہ قمیص پر جو اور بچے یا درہا ہے کہ میں نے اس کے
حاشیہ پر لکھا ہے **اقول** نظر تب ہے کہ اگر کراہت
تحریمی جو اور اگر تنزیہی ہو تو اس کے ثبوت میں کوئی
شک نہیں۔ (ت)

ہاں اگر قصداً ایسا کیا تو نماز کو محل ہے پر وہی جانا اور اس کا ادب و اجلال ہلکا مانا تو کراہت و
حرمت درکنار معاذ اللہ اسلام ہی نہ رہے گا۔ کما قالوا فی الصلوة جاسوا الراس اذا كان للاستہانة
(جیسا کہ علماء نے اس شخص کے بارے میں فرمایا جو مستی و کلاہلی کے درجے سے نیچے سر نماز ادا کرتا ہے۔ ت) والعیاذ
باللہ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلے میں کہ کسی نے غلو بندہ میں لپیٹ کر نماز پڑھائی بغیر ٹوپی کے،
تو یہ نماز مکروہ تحریمی یا تنزیہی ہوئی یا نہیں؟

الجواب

مخالف سنت ہوا، حدیث میں ہے:

الفرق بیننا وبين المشركين العمامة
ہمارے ساتھ مشرکین کے درمیان فرق ٹوپیوں پر

۶۴۰/۱	مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	باب ما یضد الصلوة	سہ رواہ البخاری
۵۲/۱	مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی	باب اذا صلى في ثوب واحد	سہ صحیح بخاری
۳۴/۱	الطبع الاسلامی مبارکپور انڈیا	مکروہات الصلوة	سہ جہ الترمذی علی رواہ البخاری

علی القلائس۔

عامر باندہ صاحب۔ (ت)

وقرر الشیخ قدس سرہ فی اللغات
ان التعمیم مشکوکی العرب ثابت معلوم فالمدعی
انما جعل العمامہ علی القلائس وھم
یتعممون بدوئھا۔
اور شیخ قدس سرہ نے لغات میں ثابت کیا ہے
کہ مشرکین عرب کا عمامہ باندہ ثابت ہے۔ اب
معتز یہ ہوگا کہ ہم فریوں پر عمامہ باندہ کرتے ہیں اور مشرکین
فریوں کے بغیر۔ (ت)

پھر اگر نگہ بند چھوٹا ہو کہ ایک دو پیچ سے زائد نہ کر سکے تو یہ سنت عامہ کا بھی ترک ہوگا واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ از رام پور مرسلہ جناب مولانا مولوی شاہ سلامت اللہ صاحب ۴ محرم الحرام ۱۳۶۳ھ
(مع رسالہ رقم الجواب فی مسئلہ الجواب)

خلاصہ سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید امام مسجد کہتا ہے کہ محراب ہی کے پاس نماز پڑھنا مسنون
ہے باہر مسجد کے مکروہ ہے باوجودیکہ اندر مسجد کے عشا کے وقت سخت گرمی اور لوگوں کو تکلیف ہوتی ہے زید
اندر ہی محراب کے پاس پڑھتا ہے اکثر ضعفاً کو اس تکلیف و گرمی سے بچنے ہی پر جاتی ہے اور بیہوشی ہوتی خوف
ہلاکت ہوتا ہے لیکن زید نہیں مانتا۔ بینوا تو جبر و

الجواب

تقریر فقیر پر جواب مولوی معز اللہ خاں صاحب و تائید مولانا شاہ سلامت اللہ صاحب

بجزی اللہ المجیب خیر او شیب دایم فی الغافل المؤید بنصہ القریب (جواب لینے
والے کو اللہ جزائے خیر دے اور اس فاضل کو ہر دقرب سے نوازے۔ ت) فی الواقع زید کا قول محض
باطل و جہالت اور اس پر ایسا اصرار اور اس کے سبب نمازیوں بلکہ خود نماز و جماعت نماز کو اس درجہ اصرار
صریح ضلالت ہے، فقیر نے اپنے فتاویٰ میں اس مسئلہ کی تنقیح تمام اور محراب کی حقیقی و صورتی اقسام اور حدیثاً
وفقہائے ان کے احکام اور تحقیق مرام و ازالہ اوہام بفضلہ تعالیٰ برد جبہ کافی و شافی ذکر کی یہاں اسی قدر
کافی کہ ہندیہ و بزاز یہ و خلاصہ و نظیر و خزانۃ المفتین وغیرہ کتب معتدہ میں ہے،

قوم جلوس فی المسجد الداخل وقوم
فی المسجد الخارج اقام المؤذن قدام
کچھ لوگ داخل مسجد اور کچھ خارج مسجد میں مؤذن نے
تکبیر کی اہل خارج میں سے امام نے جماعت کرائی

سے سنن ابوداؤد باب فی التمام مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۲۰۸/۲

مشکوٰۃ العالیہ کتاب العباس ایک ایم سی سی کمپنی کراچی ص ۳۷۳

امام من اهل الخارج فامهم وقام امام
من اهل الداخل فامهم من لم يسبق
بالشروع فهو والمقتدون به لا كراهة في حقهم
امام ابن امير الحاج عجلي شریع فرماتے ہیں ، المسجد الخارج صحن المسجد (مسجد
خارج سے صحن مسجد مراد ہے ۔ ت) دیکھو کسی شریع ہے کہ صحن مسجد میں نماز پڑھتی جماعت کوئی امانت کرنی اصلاً
کسی طرح مکروہ نہیں

لان السابق بالشروع في الصلوة المذكورة
ان كان امام الخارج وهو الذي هو و
مقتدوه كلهم في الصحن كان هو المحكوم
له بقول الاثمة هو والمقتدون به
لا كراهة في حقهم ولا هذا نفى الجنس
فتنفيد نفى حكل كراهة عنهم وهو
المقصود - والله تعالى اعلم .

مسئلہ از ماہر و مطہر کبرہ محلہ مدرسہ چوہدری محمد طیب صاحب م مجموع المرام ۱۳۲۳ھ
جوئیوں سمیت نماز پڑھنا ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا کہ ہم سے شعیب نے کہا ہم کو ابو مسلمہ سید بن یزید
ازدی نے خبر دی کہ میں نے انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جو تیسراں
پہنے پہنے نماز پڑھتے تھے ؛ انہوں نے کہا

حدثنا آدم بن ابی ایاس قال انا ابو مسلمة
سعيد بن یزید الازدی قال سالت انس بن
مالك اكان النسبى صلى الله تعالى عليه
وسلم يصلى في ثعلبية قال نعم
آدم ابن ابی ایاس بیان کرتے ہیں کہ مجھے ابو مسلمہ
سعيد بن یزید الازدی نے بتایا کہ میں نے حضرت
انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کیا نبی اکرم
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ثعلبین میں نماز ادا کی ہے ؟
انہوں نے فرمایا ہاں ۔ (ت)

لے فتاویٰ ہندیہ فصل فی بیان من جوامع بالامامة
فلامۃ الفتاویٰ الفصل الخامس فی الامامة والاختلاف
لے علیہ العمل شرح فیتہ لمصلی
۸۴/۱ مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور
۱۲۵/۱ مطبوعہ مکتبہ جدیدہ کوئٹہ

ابن بطال نے کہا جب جوتے پاک ہوں تو ان میں نماز پڑھنا جائز ہے میں کہتا ہوں مستحب ہے کیونکہ ابو داؤد اور
حاکم کی حدیث میں ہے کہ یہودیوں کا خلافت کر وہ جوتوں اور عورتوں میں نماز نہیں پڑھتے اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ
عنه نماز میں جوتے اتارنا مکروہ جانتے تھے اور ابو عمر و شیبانی کوئی نماز میں جوتا اتارے تو اس کو مار دیتے تھے اور
ابراہیم سے جو امام ابو حنیفہ کے استاد ہیں ایسا ہی منقول ہے۔ شرکائی نے کہا صحیح اور قوی مذہب یہی ہے کہ
جوتیاں پہن کر نماز پڑھنا مستحب ہے اور جوتوں میں اگر نجاست ہو تو وہ زمین پر گر دینے سے پاک ہو جاتے ہیں
خواہ وہ کسی قسم کی نجاست ہو تر یا خشک، جرم والا یا بے جرم۔

الجواب

اللهم هداية الحق والصواب أقول وبالله التوفيق وبه الوصول الى ذرى التحقيق
(اے اللہ! حق اور صواب کی ہدایت دے) اقول ادا اللہ ہی توفیق دینے والا اور وہ ہے جو تحقیق کی منزل
پر پہنچانے والا ہے۔ سخت اور تنگ پہنچے کا جوتا جو مسجد میں انگلیوں کا پیٹ زمین پر پچھانے اور اس پر
اعتماد کرنے اور دینے سے مانع ہو ایسا جوتا پہن کر نماز پڑھنی صرف کراہت و اسارت و درکنار مذہب مشہور
منفی پر کہ رو سے راستا مفسد نما ہے کہ جب پاؤں کی انگلی پر اعتماد نہ ہو اسجد نہ ہو اور جب سجدہ نہ ہو نماز
نہ ہوئی، امام ابو بکر جمہامی و امام کریم و امام قدوری و امام برہان الدین صاحب بدایہ و غیرہم اجلہم ائمر لے اس کی
تصریح فرمائی، محیطہ خلاصہ و بذاریہ و کافی و فتح القدر و سراج و کفایہ و مجتبے و شرح الجمع للمصنف و غیرہ وغنیہ
شرح غیہ و فیض المولیٰ اکرم و جوہرہ فیروہ و نور الایضات و مرآۃ المفلاح و درختی و درختار و علیگیریہ و فتح المعین
علاہم ابوالسعود ازہری و جوامع علمی علاہم نوح آفندی و غیرہ کتب معتبرہ میں اسی پر جہوم فرمایا، زاہدی نے کیا یہی
ظاہر الروایۃ ہے علامہ ابراہیم کی سنی فرمایا اسی پر فتویٰ ہے، جامع الرموز میں فقیہ سے نقل کیا یہی صحیح ہے، رد المحتار
میں لکھا کتب مذہب میں یہی مشہور ہے، درختار میں ہے،

فیہ (ای فی شرح الملتقی) یفتون وضع	اس (شرح الملتقی) میں ہے قدم کی انگلیوں کا
اصابع القدم ولو واحدة نحو القبلة	زمین پر جانب قبلہ رکھنا فرض ہے خواہ وہ ایک ہی
والا لو تجوز الناس عن غفلوت و شرط	کیوں نہ ہو ورنہ جائز نہیں اور لوگ اس سے غافل
طهارۃ المکان وان یجد حجبہ	ہیں اور مکان کا پاک ہونا بھی شرط ہے اور حجر زمین
الامراض والناس عنه غفلون اھ ملخصاً	کو پانا اور لوگ اس سے بھی غافل ہیں اور غفلت سے

اسی میں ہے،

منها (ای من الفرائض) السجود بوجهته
وقد میہ ووضع اصبع واحدة متھما
شروط۔

غیر میں ہے،

لو سجد ولم يضع قدمیه علی الارض
لا یجوز ولو وضع احدھما جائز۔

غیر میں ہے،

المرا د من وضع القدم وضع اصابعھما
قال النہادی ووضع رؤس القدمین
حالة السجود فرضاً وفيه نظر الكرخ
سجد وراقم اصابع من جلیہ عن الارض
لا تجوز وكذا في الخلاصة والبرازی وضع
القدم بوضع اصابعه وان وضع اصبع
واحدة او وضع ظھر القدم بلا اصابع
ان وضع مع ذلك احدي قدمیه صح
والا فلا فھم من هذا ان المراد بوضع
الاصابع توجیہہا نحو القبلة لیسکون
الاعتماد علیہا والا فھو وضع ظھر القدم
وقد جعلہ غیر معتبر وهذا مما یجب
التنبیہ لہ فانت اکثر الناس عنہ
عافلون۔

ان میں سے (یعنی فرائض میں سے) پیشانی اور
قدیم پر سجدہ کرنا ہے اور ان دونوں پاؤں میں سے
ایک انگلی کا لگنا شرط ہے۔ (ت)

اگر سجدہ کیا لیکن قدم زمین پر نہ لگے تو وہ جائز نہ ہوگا
اور اگر ان سے ایک قدم لگ گیا تو جائز ہوگا (ت)

قدم رکھنے سے مراد اس کی انگلیوں کو رکھنا ہے،
ناہی نے کہا حالت سجدہ میں دونوں قسموں
کی انگلیوں کے سروں کا زمین پر رکھنا فرض ہے۔
فخر کرخی میں ہے، اگر کسی نے سجدہ کیا مگر پاؤں
کی انگلیاں زمین سے اٹھی رہیں تو سجدہ نہ ہوگا۔
اسی طرح خلاصہ میں ہے۔ بزازہ میں قدم رکھنے
سے مراد انگلیوں کا رکھنا ہے اور اگر قدم کی پشت
انگلیوں کے بغیر لگائی تو اگر اس کے ساتھ کسی
ایک قدم کو بھی لگایا تو صحیح و نہ نہیں، اس سے
پر بھی مجھ آرہا ہے کہ انگلیوں کے رکھنے سے مراد
انہیں قبلہ کی طرف کرنا ہے تاکہ ان پر ٹیک ہو ورنہ
قدم کی پشت پر ہوگا اور اسے تو غیر معتبر قرار دیا گیا
ہے اور اس پر متنبہ ہونا نہایت ضروری ہے کیونکہ
اکثر لوگ اس سے غافل ہیں۔ (ت)

۴۰/۱	مطبوعہ مطبع مجتہدانی دہلی بھارت	باب صفۃ الصلوۃ	سنة در شمار
۲۶۱	مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور	باب فرائض صلوۃ بحث السجود	سنة غیر المصلی
۲۸۵	سہیل اکیڈمی لاہور	فرائض صلوۃ	سنة غیر المستی شرع غیر المصلی

بحر الرائق و شریعت میں ہے :

السجود في الشريعة وضع بعض الوجه
مما لا سخرية فيه وخبر بقولنا لا سخرية
فيه ما اذا رفع قدميه في السجود فانه
لا يصح لان السجود مع رفعهما
بالتلاعب اشته منه بالتعظيم والاحلال
ويكفيه وضع اصبع واحدة فلولم يضع
الاصابع اطلاقاً ووضع ظهرا القدم فانه
لا يجوز لان وضع القدم بوضع الاصبع
احتمالاً

بحرہ نیر میں ہے :

من شرط جواز السجود ان لا يرفع قدميه
فان رفعهما في حال سجوده لا تجزئ
السجدة وان رفع احداهما قال في
المرتبة يجزئ مع الكراهة ولو حصل
على السدكان وادنى من جليبه عن الدكان
عند السجود لا يجوز وكذا على السريبر
اذا ادنى من جليبه عنها لا يجوز

فتح القدير میں ہے :

اما افتراض وضع القدم فلان السجود

شریعت میں سجدہ یہ ہے چہرہ کا زمین پر رکھنا اور اس
میں تحریت نہ ہو لا سخریۃ فیہ سے وہ صورت
خارج ہو جاتی ہے جس میں دونوں قدم حالت
سجدہ میں زمین پر نہ ہوں کیونکہ حالت سجدہ میں
ان کا زمین سے اٹھا ہوا ہونا تعظیم و عزت کے
بجائے مذاق پر دلالت کرتا ہے اور اس میں
ایک انگلی کا زمین پر ٹک جانا کافی ہوتا ہے پس
اگر کسی نے انگلیاں بالکل نہیں لگائیں مگر
پشت قدم کو لگایا تو یہ جائز نہیں کیونکہ قدم کے
رکنے سے مراد انگلی کا لگانا ہے (تلفیضاً) (ت)

جواز سجدہ کے لئے شرط یہ ہے کہ دونوں قدم
زمین سے اُٹھے ہوئے نہ ہوں اگر حالت سجدہ
میں اُٹھے ہوئے رہے تو سجدہ جائز نہیں ہوگا
اور اگر ان میں ایک رکھا ہوا تھا تو مرتبہ میں ہے
کہ سجدہ جائز مگر مکروہ ہوگا۔ اگر کسی نے اونچی
جگہ نماز پڑھی اور سجدہ کے وقت پاؤں نیچے
لٹکا دیئے تو جائز نہیں، اسی طرح چارپائی سے
اگر پاؤں نیچے لٹکا دیئے تو سجدہ نہ ہوگا۔ (ت)

قدم کا زمین پر لگنا اس لئے ضروری ہے کہ ان کا

میں سے فہم بالاعراب اشبہ منہ بالتعظیم
والاجلال ویکفیه وضع اصبع واحدة وقف
الوجہ و وضع القدم میت فرض فانت رفع
احدهما دون الاخری جازدیکرۃ
شرح لغتہ ہستانی میں ہے :

الصحيح وان رفع القدمين مفسد كما
في القنية
فتح اللامعين میں ہے :

وضع اصبع واحدة من القدمين
شرط
اُسی میں ہے :

يفترض وضع واحدة من اصابع
القدمين

اُسی میں زیر قول کنز وجہ اصابع من جلیہ نحو القبلة (پاؤں کی انگلیوں کو قبلہ کی طرف
کے زمین پر لگایا جائے۔ ت) فرمایا :

خص اصابع الرجلين بالذكور مع ان
اصابع اليدين كذلك حتى يكره
تحويلها عن القبلة انما خصها
وضعها موجهة كما
ذكر في فروع افندي و نحوه

مطبوعہ فوریر رضویہ سکھر ۲۶۵/۱

۱۳۰/۱ - مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ابراہیم

۱۶۹/۱ - ایرچ ایم سعید کمپنی کراچی

۱۹۱/۱ " " " "

باب صفة الصلوة

فصل فی فرائض الصلوة

باب صفة الصلوة

" " " "

فتح القدير

جامع الرموز

فتح اللامعين

" " " "

قال الترمذی و وضع رأس القدمین
حالة السجود فرضاً و فی مختصر
الکرخي سجود و رفع اصابع الرجلین عن
الارض لا يجوز قال و فهم من هذا
ان السراة بوضع الاصابع توجيهها نحو
القبلة لیكون الاعتماد علیها و الا فهو وضع
نظير القدم و هو غیر معتبر الخ و کذا الخلی
عن المنیة الخ .

نور الایضاح و مرقی الفلاح میں ہے ،
من شرط صحة السجود و وضع شئی من
اصابع الرجلین موجهاً بباطنه نحو
القبلة و لا یکنی لصحة السجود و وضع
ظاهر القدمین
رد المحتار میں ہے ،

و کذا قال فی الهدایة و اما وضع
القدمین فقد ذکر القندی انہ فرض
فی السجود اذ اذا سجد و رفع اصابع
رجلیہ لا يجوز کذا ذکرہ الکرخي و الجماعی
و لو وضع احدهما جاز قال القاضی خاں و
یکره قال فی المجتبی قلت ظاهر ما فی مختصر
الکرخي و المحيط و القندی انہ اذا رفع
احد نهما دون الاخری لا يجوز و قد رأیت فی

یہ میں زاہدی نے کہا حالت سجدہ میں قدمین کی
انگلیوں کے سروں کا لگانا فرض ہے ، مختصر کرخي
میں ہے کسی نے سجدہ کیا مگر پاؤں کی انگلیاں زمین
پر نہ لگیں تو یہ جائز نہیں اور فرمایا اس سے یہ بھی
سمجھ آ رہا ہے کہ انگلیوں کے لگانے سے مراد انھیں
قبلہ کی طرف متوجہ کرنا ہے تاکہ اعتماد ان پر ہو ورنہ
تو پشت قدم پر ہوگا جو معتبر نہیں الخ علی میں
غیر سے یہی ہے ۔ (ت)

صحت سجدہ کے لئے پاؤں کی انگلیوں کا قبلہ
کی طرف متوجہ ہو کر زمین پر لگانا شرط ہے
فقط ظاہر قدم کا زمین پر لگانا کافی
نہیں ۔ (ت)

ہدایہ میں اسی طرح ہے ، رد قدمین کا لگانا تو تہذیبی
نے کہا کہ یہ سجدہ میں فرض ہے پس جب سجدہ کیا
مگر پاؤں کی انگلیاں نہ لگیں تو سجدہ صحیح نہ ہوگا ،
اسی طرح کرخي اور جماعی نے کہا اور اگر ایک
انگل لگ گئی تو جائز ہے ، قاضی نے کہا مگر کراہت
ہے ۔ مجتبی میں ہے مختصر کرخي ، محیط اور قدوری
کا ظاہر بتا رہا ہے کہ جب ایک پاؤں اٹھا ہوا ہو
تو یہ جائز نہیں اور میں نے اس کے بعض نسخوں

بعض النسخ فيه روايتان احد مشي على رواية
الجواز برقم احد منهما في الغرض والمصلحة
وغيرهما وذهب شيخ الاسلام الى ان
وضعهما سنة واختار في العناية هذه
الرواية وقال انها الحق واقر في الدرر وجه
ان السجود لا يتوقف تحققة على وضع
القدمين فيكون افتراض وضعهما تزيادة
على الكتاب بخبر الواحد لكن مذهبنا
في شرح المنية وقال ان قوله هو
الحق بعيد عن الحق وبضد الحق
اذ لا رواية تساعد والدراية تنفيه لانه
ما لا يتوصل الى الفرض الا به فهو فرض و
حيث تضافت الروايات من ائمة باين
وضع اليدين والركبتين سنة ولو تدرواية
بانه فرض تعين وضع القدمين او احد لهما
لفرضية ضرورة التوصل الى وضع الجبهة
وهذا الولو ترد به عنهم رواية كيف و
الروايات في متوافر اه ويزيد ما في شرح
المجمع لمصنفه حيث استدلى على ان وضع
اليدين والركبتين سنة بان ماهية السجدة
حاصلة بوضع الوجه والقدمين على الارض
وكذا ما في الكفاية عن الزاهد من ان
ظاهر الرواية ما ذكر في مختصر الكرخي وبه
جزم في اسراج وفي الغرض يدعى هذا وقال في المحلية
والاوجه على منوال ما سبق هو الوجوب

میں دو روایتیں دیکھی ہیں احد فیض اور خلاصہ
وغیرہ میں روایت جواز پر عمل کیا ہے۔ شیخ الاسلام
کہتے ہیں کہ دونوں پاؤں کا رکھنا سنت ہے غنیہ
میں اسی روایت کو مختار کہا ہے اور کہا یہی حق
ہے اور درمیں ماسے ہی ثابت رکھا، وجہ یہ ہے
کہ سجدہ قدیم کے لگنے پر موقوف نہیں لہذا ان
کے لگنے کو فرض قرار دینے سے خبر واحد سے کتابت
پر زیادتی لازم آئے گی لیکن شرح منیہ میں اس کی
تردید ہے کہ اسے حق کہنا حق سے بعید ہے بلکہ
اس کا خلاف احق ہے کیونکہ کوئی روایت تائید
نہیں کرتی اور روایت اس کی نفی کرتی کیونکہ
جو فرض تک پہنچائے وہ بھی فرض ہوتا ہے، اور
اس مقام پر اپنے ائمہ سے کثرت کے ساتھ روایات
ہیں کہ قدیم اور ہاتھوں کا زمین پر رکھنا سنت ہے اور
فرض کی روایت نہیں تاہم پیشانی لگانے کیلئے دو یا ایک قدم کا
لگانا فرض نہیں اگر کوئی روایت ہوتی تب بھی حکم تھا کہ اس بار
میں بات کیڑ ہیں اسکی تائید خود ائمہ کی شریعت کے اس مسئلہ سے ہوتی ہے
ہاتھوں اور قدموں کا زمین پر لگانا سنت ہے کیونکہ
سجدہ کی ماہیت چہرہ اور قدیم زمین پر رکھنے سے
حاصل ہو جاتی ہے الا اسی طرح کفایہ میں زاہدی
کے حوالے سے ہے کہ ظاہر الروایۃ وہی ہے جس کا
ذکر مختصر الکرخی میں اور اسی پر شرح میں جزم فرمایا اور فیض میں ہے
اسی پر فتویٰ ہے، حلیہ میں ہے کہ ششہ طریقہ کے
مطابق سابق حدیث کے پیش نظر وجوب ہی مختار
ہے اور یعنی اس طریقہ پر جو ان کے شیخ نے ہاتھوں اور

لما سبق من الحديث ادعى على متوال ما حقه
 شيخه من الاستدلال على وجوب وضع
 اليدين والركبتين وتقدماته اعدل الاقول
 فكذا هنا واختار في البحر والشوئبالية
 قلت ويمكن حمل حمل من الروايتين
 السابقتين عليه بحمل عدم الجواز
 على عدم الحل لعدم الصحة ونفي شيخ
 الاسلام فرضية وضعهما لا ينافي
 الوجوب وتصريح القدوري بالفرضية
 يمكن تاويله فان الفرض قد يطلق على الواجب
 تامل وما مر عن شرح المنية للبحث فيه
 صحال لان وضع الجبهة لا يتوقف على
 وضع القدمين بل توقف على الركبتين
 واليدين ابلغ قد عوى فرضية وضع القدمين
 دون غيرهما ترجيح بلا مرجح والمراد ايات
 المتطابقة انما هي في عدم الجواز كما يظهر
 من كلامهم لا في الفرضية وعدم الجواز
 صادق بالوجوب كما ذكرنا والحاصل ان
 المشهور في كتب المذهب اعتماد الفرضية
 والارجح من حيث السد لئلا
 والقواعد عدم الفرضية (ملخصاً) و
 الله تعالى اعلم

قوله ولو واحدة صرح به في

قدموں کے رکھنے پر یہ استدلال کیا تھا اور یہ مخزن چکا
 کہ یہ معتدل قول ہے پس یہاں بھی یہی معاملہ ہے
 اور اسے بحسب اور شریک فیہ میں غتار کہا
 میں کتابوں کے یہ ممکن ہے کہ سابقہ دونوں
 روایات میں عدم جواز کو عدم حلت پر محمول
 کریں نہ کہ عدم صحت پر، شیخ الاسلام کی
 ان کے زمین پر لگنے کی فرضیت کی نفی کرنا وجوب
 کے منافی نہیں، قدوری کی تصریح کہ یہ فرض ہے
 اس کی تاویل ممکن ہے کیونکہ بعض اوقات
 فرض کا اطلاق وجوب پر ہوتا ہے، تامل۔ شرح
 المنیہ کے حوالے سے جو کچھ گزرا ہے وہ قابل
 بحث ہے کیونکہ پیشانی کا رکھنا قدیم کے رکھنے
 پر موقوف نہیں بلکہ آسمان اور گھنٹوں پر موقوف ہونا
 زیادہ واضح ہے لہذا قدیم کو زمین پر رکھنے کو فرض
 قرار دینا اور دوسروں کو نہ قرار دینا ترجیح بلا مرجح
 ہے اور روایات کثیرہ اس کے عدم جواز میں
 ہیں جیسا کہ علماء کے کلام سے واضح ہے نہ کہ
 عدم فرضیت میں، اور عدم جواز، وجوب کی
 صورت میں بھی صادق آتا ہے جیسا کہ ہم نے ذکر
 کیا ہے، حاصل یہ کہ مشہور کتب مذہب میں
 فرضیت ہے اور قواعد کے مطابق رائج وجوب
 ہے (ملخصاً) واللہ تعالیٰ اعلم
 قولہ اگرچہ ایک انگلی ہو، فیض میں

الفيض قوله نحو القبلة اقول وفيه
نظر فقد قال في الفيض ولو وضع ظهرو
القدم دون الاصابع بان كان المكان
ضيقا او وضع احد منهما دون الاخرى
لفريقه جاز كما لو قام على قدم واحد و
ان لم يكن المكان ضيقا يكره اه
فهذا صريح في اعتبار وضع ظاهر القدم
وانما الكلام في الكراهة بلا عذر ركن من ايت
في الخلاصة ان وضع احد منهما بان الشرطية
بدل او العاطفة اه لكن هذا ليس صريحا
في اشتراط توجيه الاصابع بل المصروح
به ان توجيهها نحو القبلة سنة يكره
تركها حكما فب البرجندى
والقهستاني (ملخصا)

یہ ملا رشائی کا کلام ہے کہ قدرے اختصار کے ساتھ منقول ہوا۔

انا اقول وبالله العون حصل
عدم الجواز على عدم الحمل في الصلاة
بعيد ولهذا اعترفتم ان المشهود
في كتب المذهب اعتماد الضرعية مع
قولكم ان تظاقر السوايات انما
هو في عدم الجواز فلو لا ان
مراد الشائع السدانم هو
الاقتراض فمن اين يكون اعتماد الضرعية

اسی کی تصریح ہے قولہ قبلہ کی طرف اقول
اس میں نظر ہے فیض میں ہے اگر قدم کی پشت
فلکی اور انگلیاں نہ لگیں مثلاً جگہ تنگ ہے یا تنگی کی
وجہ سے ایک قدم ہنگا دوسرا نہ لگا سکا تو جائز ہے
جیسا کہ کوئی ایک قدم پر کھڑا ہوتا ہے اگر مکان
تنگ نہ ہو تو کراہت ہے اور یہ عبارت اس بات
پر تصریح کہ پشت قدم کا اعتبار ہے کلام اس میں ہے
کہ بلا عذر یہ مکروہ ہے لیکن میں نے خلاصہ میں دیکھا ہے
کہ وہاں او وضع کی بجائے ان وضع احدیہما
ہے (یعنی ان شرطیہ کے ساتھ) لیکن یہ بات انگلیوں
کے متوجہ کرنے کا شرط قرار دینے میں صریح نہیں بلکہ
تصریح یہ ہے کہ قبلہ کی طرف انگلیوں کو متوجہ کرنا سنت
ہے اور اس کا ترک مکروہ جیسا کہ برجندی اور قہستانی
میں ہے۔ (ملخصا)

میں اللہ کی مدد سے کہتا ہوں نماز میں عدم جواز کو
عدم حلت پر محمول کرنا بعید ہے اسی لئے تم نے
اعتراف کیا کہ مشہور کتب مذہب میں فرضیت ہے
باوجود اس کے کہ تمہارا قول ہے کہ اکثر روایات
عدم جواز پر ہیں اگر ان کی مراد مشہور و معروف فرض قرار
دینا نہیں تو فرضیت پر اعتماد کتب مشہور میں کیجئے
ہو گیا، پھر عمل میں گناہش ہے کہ "لہ یجز" کہا گیا
اور ضمیر مثلاً رفع قدیم کی طرف لوٹ رہی ہو جب

مشہور فی کتب المذہب شمس العمل مساع
 حدیث یقال لہری جزوالضمیر فی دفع القدمین
 مثلاً اما اذا قيل لم تجزوا الضمیر للصلاة تعین
 مفید المحدث الصیحة وثبوت الفرضیة بالمعنی
 المقابل للوجوب وهو کذلک فی غیر ما کتب
 منها مختصر الکفری کما تقدم هن اوجه وآلاف
 مثله اضافة عدم الجواز للوجود کما مضی عن
 الجوهرۃ والثالث اظهر منه التبعیر بعدم الاجزاء
 کما سلف عنها ایضا فهو مفسر لا یقبل التأویل
 والمراد بکذا الحكم بالفساد کما صحت عن جامع
 المروز عن القنیة والخامس مقابلتهم عدم
 الجواز هن ایه حکم الجواز علی ما اذا رفع
 احدی القدمین کما فی الفتح والوجیز
 والجوهرۃ وغیرها نفس ایضا غلب امرأۃ
 الجوانر بمعنی الصیحة الا ترى انهم حکموا
 علیہ بالکراهۃ والمراد کراهۃ التحریم
 کما هو المحمل عند الاطلاق و
 حکما هو قضیۃ الدلیل هنا فالجواز
 بمعنی الحل منقذ فیہ ایضا و
 السادس قد عبر فی عدة کتب بالخلاصۃ و
 المیزانیة والغنیة والبحر الرائق ونور الايضاح
 ومراقی الافلاح وغیرها کما سبق بعد مر الصیحة
 وهو صریح فی المراد والسابع مثله المحکم
 بالشرطیۃ کما فی الدرر والجوهرۃ وابی المسعود
 نور الايضاح ومراقی الافلاح وغیرها والثامن

”لحدیث جز“ کہا جائے تو ضمیر نماز کی طرف
 لوٹے جس سے عدم صحت کا تعین ہو جاتا اور اس
 فرضیت کا بھی جو صحتی وجوب کے مقابل سے اور
 متعدد کتب میں اسی طرح ہے ان میں سے مختصر الکفری
 بھی ہے جیسا کہ پہلے گزرا، یہ ایک صورت ہے
 دوسری اس کے مثل کہ عدم جواز کی سجدہ کی طرف اضافہ
 جیسا کہ جوہرہ کے حوالے سے گزرا ہے، تیسری جو کہ
 واضح ہے کہ عدم اجزاء سے تعبیر کرنا جیسا کہ پہلے آیا
 یہ بھی مفسر ہے اور یہ تاویل کو قبول نہیں کرتا۔ چوتھی
 اسی طرح حکم بالفساد جیسا کہ آپ نے جامع الزوائد
 سے قنیہ کے حوالے سے پڑھا ہے۔ پانچویں یہ کہ
 انھوں نے مقابلہ عدم جواز کا جواز کے ساتھ کیا ہے اور
 جواز کا حکم اس صورت میں ہوگا جب ایک قدم
 اٹھا ہوا ہو جیسا کہ فتح، وجیز، جوہرہ وغیرہ میں ہے
 اس پر بھی تصریح ہے کہ جواز بمعنی صحت مراد
 ہے کیا آپ دیکھتے نہیں کہ انھوں نے اسے مکروہ
 کہا ہے اور کراہت سے مراد تحریمی ہے جیسا کہ الملاق
 کے وقت بُرا کرتا ہے اور یہاں دلیل کا تقاضا بھی
 یہی ہے تو جواز بمعنی طہت یہاں بھی نہ بُرا، چھٹی
 کہ بہت سی کتب مثلاً خلاصہ، المیزانیہ، غنیۃ، البحر الرائق
 نور الايضاح، مراقی الافلاح وغیرہ میں اسے عدم صحت
 کے ساتھ تعبیر کیا ہے اور یہ مراد پر واضح تصریح ہے۔
 ساتویں اسی کی مثل حکم بالشرطیۃ ہے جیسا کہ در، جوہرہ،
 ابرسود، نور الايضاح اور مراقی الافلاح میں ہے۔
 آٹھویں شرط صحیح، کافی، فتح، بحر وغیرہ میں ہے

مہرہ فی شرح المجمل والکافی والفتح و
البحر وغیرہ کما مرید دخول ذلك في حقيقة
السجود شرعاً وکل قاض یا لافتراض بالمعنی
الخاص غیر قابل للتأویل الذی ابدیت موه
فکیف یمکن اس جاع جمیع تلك المصرايح فی
ماتابا بالثبایء الواضحة قافی یتأقی التوفیق و
من این یسوع ترک النصوص المذهب الی
بحث ابداء العلامة ابن امیر الحاج وامن
تبعه البحر و الشریانی علی مناقضة منهما
لا نفسهما سر حمهم الله تعالی و البحر صرح
ههنا وقبله بان السجود مع رفعة القدمین
تلاعب و الشریانی قد جزم فی متنه و شرحه
یا افتراض و ضم بعض الاصابه و المحقق علی
الاطلاق اعلم و افقه من تلیذه ابن امیر الحاج
وقد جزم بما جزم وقد سمعت کل ذلك ثم النظر
فی دلیل العلامة ابراهیم الحلبي مد فوج بما
قد منا من الفخر و البحر و الشریانی ان السجود
مع رفعة القدمین بالتلاعب اشبه منه بالتعظیم
ولان سلم ان کذلک الیدان و الركبتان و کون
توقف وضع الوجه علی وضع هاتین ایدین
من توقف علی وضع القدمین مع ظهور
ضعفه فی الیدین فلا حاجة فی وضعه الی
وضعهما اصلاً و کذا فی الركبتین فامن
الواقم ههنا التساوی لا الابلغیة
نحن لا نینفی الکلام علی توقف

جیسا کہ گذر اگر یہ ماہیت سجدہ میں شرعاً داخل ہے
اور یہ تمام امور یہاں فرض معنی خاص کیے فیصلہ کن
ہیں جو قابل تاویل نہیں ہیں تو یہ تصریحات جس نے وضع
انکاری ہیں اس پر ان کو کیسے محمول کیا جاسکتا ہے یہ
توفیق کہاں ہوئی اور مذہب کی نصوں کو چھوڑ کر علامہ
ابن امیر الحاج کی بحث کی غنائش کس سے
نکل اگرچہ بحر اور شریانی میں اس کی اتباع کی گئی ہے
علامہ انیس ان کا خود اپنا تضاد ہے بگرنے یہاں
اور اس سے پہلے تصریح کی ہے کہ قدموں کے
اٹھانے ہوئے سجدہ مذاق ہے۔ شریانی
نے متن اور شرح میں کہ انگلیوں کے لٹکانے پر جزم
کیا ہے اور محقق علی الاطلاق اپنے سبب گرد
ابن امیر الحاج سے زیادہ صاحب علم و فقه ہیں
اور انہوں نے اسی پر جزم کیا جس پر کرنا تھا اور
وہ تمام آپ نے پڑھ لیا ہے پھر علامہ ابراہیم الحلبي کی
دلیل پڑھاؤں اس سے تم جو ہوتا ہے جزم نے پہلے فتح
بحر، شریانی کے حوالے سے بیان کیا کہ قدم اٹھانے
ہوئے سجدہ کرنا تعظیم کے بجائے مذاق کے زیادہ
قریب ہے اور ہم تسلیم نہیں کرتے کہ ہاتھوں اور
گھٹنوں کا یہی معاملہ ہے اور پھر سے کاٹتے
فستہ میں کے گتے سے ان پر زیادہ موقوف ہے
باوجود اس کے اس کا ضعف ہاتھوں میں ظاہر ہے
کیونکہ پھر سے کے رکھنے میں ان دونوں کی ضرورت
اصلاً نہیں اسی طرح گھٹنوں کا معاملہ ہے کیونکہ
یہاں مساوات ہے زیادتی نہیں اور ہم کلام کی

وضعه الوجه بل على توقفت
 السجود المطلوب الشرعي عليه
 وهو الذاع يكون على جهة التعظيم و
 الاجلال ولا تعظيم اذا وضع الوجه ورفع
 اليه من كما افاد المحقق على الاطلاق
 فعن هذا كان وضع القدم مما لا يتوصل
 الى الغرض الا به فكان فرضا لا جرم له تفرّد
 العلامة الحلبي بهذا التعليل بل سبقه
 اليه امام جليل وهو الامام ابو البركات
 المنسفي قال في شرح وافية الكافي وضع
 القدمين فرض في السجود لا لا يمكن تحقيق
 السجود الا بوضع القدمين اه فلم يقبل
 لا يمكن وضع الوجه بل تحقيق السجود
 اما قول الغنية نحو القبلة وقد تبعه
 عليه العلامة الشرنبلالي في مسرّاتي
 الفلاح والمدقق العلافي والعلامة نوح
 اخندي والعلامة ابو السعود الانهري وقد
 تلونا عليك نصوصهم جميعا فاقول
 حمل على ما فهمتم بعيد من مرامهم كل
 البعد وكيف يرد مونه وهم مصرحون
 بانفسهم ان توجيه الاصاب سنة يكره
 تركه فلم يحتج عليهم بالبرجندك و
 القهستاني لم لا يحتج عليهم بهم

بنياء چہرے کے رکھنے کے موقوف پر نہیں رکھتے بلکہ سجدہ
 کے موقوف ہونے پر رکھتے ہیں جو مطلوب شرعی ہو
 اور اس میں تعظیم و توقیر ہو نہ کہ اس صورت میں
 جب چہرہ رکھا ہوا اور قدم اٹھے ہوئے ہوں جیسا
 کہ محقق علی الاطلاق نے فرمایا قراب قدموں کا رکھنا
 فرض کی تکمیل کے لئے ضروری ہوا تو وہ لا محالہ فرض
 ہوگا اور علامہ حلبي اس تعلیل کے بیان کرنے میں تنہا
 نہیں بلکہ اس سے پہلے ایک امام جلیل جن کا اسم گرامی
 ابو البركات المنسفي ہے نے بیان کی ہے، شرح
 وافية النکافی میں فرمایا سجدہ میں قدموں کا لگانا
 فرض ہے کیونکہ سجدہ کا وجود قدیمین کے رکھنے کے بغیر
 ممکن نہیں اور انہوں نے یہ نہیں کہا کہ چہرے کا رکھنا
 ممکن نہیں بلکہ کہا کہ سجدہ کا وجود ممکن نہیں۔ رہا غنیہ کا
 قول "قبلہ کی طرف" تو اس کی علامہ شرنبلالی نے
 مراۃ الفلاح میں، مدقّ العلافي، علامہ نوح اخندي
 علامہ ابو السعود ازہری نے اتباع کی ہے، اور ہم
 نے ان کی عبارات کا تذکرہ کر دیا ہے فاقول ان
 کی عبارات کو جو تم نے سمجھا ہے وہ ان کے مقصود
 کہیں دور ہے اور یہ مراد لے بھی کیسے سکتے ہیں
 حالانکہ خود انہوں نے تصریح کی ہے کہ انگلیوں کا
 قبلہ کی طرف متوجہ کرنا سنت اور اس کا ترک مکروہ
 ہے۔ پس برجندي اور قهستاني کے حوالے سے
 ان کے خلاف احتجاج کیوں کیا ہے، کیوں نہ ان کے

قال الحلبي قبيل فصل النوافل يعني كل
شيء لم يذکر في فرض او واجب قد ذكرنا
في صفة الصلوة مما سوى ما عينا ههنا انه
سنة فهو آداب لكن هذا التحميم فيه نظر و
فان من جملة ذلك وضع اليدين والركبتين
في السجود وهو سنة وكذا ابداء الفبيحين
ومجافاة البطن عن الفخذين وتوجيه
الاصابع نحو القبلة فيه فان كل ذلك سنة
لما تقدم من ادلتها هناك وقال الشرنبلاني
متنا وشرحنا يكره تحويل اصابع يديه
او رجليه عن القبلة في السجود وغيره لما
فيه من اثراتها عن الموضع المسنون
وقال العلافي يستقبل باطراف اصابعه
ما جلبيه القبلة ويكره ان لم يفعل ذلك
بل انما ارادوا رحمهم الله تعالى على ما المعنى
الملك المنعم عز جلاله ان يقولوا يفترض
وضع بطن الاصابع ولا يكفي وضع ظهرها
ولا ما أسها الكائن عند ظهرها لان
على الاول يكون وضع ظهرها
القدم وقد اسقطوه عن
الاعتبار وعلى الثاني

خلاف خود ان کی عبارات سے احتجاج کیا —
حلبی نے فصل النوافل سے متور اپیلے منبرمایا کہ
نوافل سے مراد ہر وہ شیء ہے جس کا فرض یا واجب
ہونا مذکور نہ ہوا ورنہ اسشیاء کو ہم نے صفة الصلوة
میں سنت ہونا معین کیا ہے ان کے سوا تمام آداب
ہیں لیکن یہ تعمیم محل نظر ہے کیونکہ ان میں حالت سجود
میں ہاتھوں اور گھٹنوں کا رکنا بھی ہے حالانکہ وہ
سنت ہے اسی طرح پہلوؤں کا رانوں کا پیٹنا
دور رکنا، حالت سجود میں انگلیوں کو قبلہ کی طرف
متوجہ کرنا بھی ہے کیونکہ یہ سابقہ دلائل کی بناء پر
سنت ہیں شرنبلانی نے متن اور شرح میں کہا حالت
سجود وغیرہ میں ہاتھوں اور پاؤں کی انگلیوں کا
قبلہ سے پھیرنا مکروہ ہے کیونکہ اس میں طریقہ سنت
کی خلاف ورزی ہے۔ مطابق نے کہا پاؤں کی
انگلیوں کو قبلہ رخ کیا جائے اور اگر نہ کیا تو کراہت
ہوگی، اللہ تعالیٰ نے مجھے جو آگاہ فرمایا ہے اس کے
مطابق یہ سمجھا ہوں کہ وہ تمام بزرگ رحمہم اللہ تعالیٰ
یہ کہنا چاہتے ہیں کہ ایک انگل کا باطن لگانا فرض ہے
اس کا ظاہر اس کا سر جو باطن والا حصہ ہے نکالنا
کافی نہیں کیونکہ پہلی صورت میں قدم کی پشت پر سجدہ
ہوگا جس کا وہ اعتبار ہی نہیں کرتے، دوسری صورت میں

يكون وضعا مجردا عن الاعتماد والمقصود
الاعتماد وقد بين هذا بقوله ليكون
الاعتماد عليها والا فهو وضع ظهر القدم
وقد جعله غير معتبرا وانما عبء عنه
بالتوجيه نحو القبلة فلو ان المعنى ان اراد
في سجود الاعتماد على بطن اصب قد مر
لم يمكنه ذلك الا بتوجيهها نحو القبلة
اعنى بالمعنى المفترض في الاستقبال
مستدابين الجنوب والشمال لا بالمعنى
المسنون الثاني للانحراف ، وكذا ان
اراد توجيهها للقبلة بالمعنى العام
لهيئات له الا باصابة بطنها الارض ،
وهذا اظهر جدا فبينهما تلازم في الصلوة
وان كان يمكن خارجها من سجد غلطا او
عند الغير القبلة ان يعتمد على بطنها وهي
على خلاف جهة القبلة ، فكان هذا من
باب اطلاق اللازم واردة الملزوم ، اما
السنة فجعلها على مسامحة القبلة من دون
انحراف ، وهذا الذي ليس في تركه الا
الكراهة والاسادة ، هكذا ينبغي ان يفهم هذا
المقام والحمد لله الملك المنعم وذلك
ما نقل الامام ابن امير الحاج في المحلية عن
التحقيق مقر اعليه المعتبر في القدمين
بطون الاصابع الخ اما ما تقدم عن الفيض في
العبارة في الخلاصة والوجيز والمحلية والغنية و

اعتماد نہیں ہوگا حالانکہ مقصود اعتماد ہے جسے ان
الغائے سے بیان کیا گیا ہے تاکہ ان پر اعتماد ہو ورنہ
سجدہ قدم کی پشت پر ہوگا حالانکہ اسے معتبر تسلیم نہیں
کیا گیا ، یہاں فقہاء نے قبلہ کی طرف متوجہ کرنا کہا ہے
کیونکہ نازی اگر حالت سجدہ میں قدم کی ایک انگلی
کے باطن پر اعتماد چاہے تو یہ ممکن نہیں مگر اس
وقت جب اسے قبلہ کی طرف متوجہ کرے میری مراد
جزاؤ شمالا استقبال قبلہ کے لئے اسے بچا جائے
نکہ وہ معنی مسنون جو انحراف کے منافی ہے اور
اسی طرح اگر متوجہ ہونے کا عام معنی لیا جائے تو
بھی انگلیوں کے باطن کا زمین پر لگنا ضروری ہوگا اور یہ
بالکل واضح ہے پس ان دونوں کے درمیان نماز میں
تلازم ہے اگرچہ نماز سے باہر یہ ممکن ہے اس شخص
کے لئے جس نے غیر قبلہ کی طرف غلطی سے یا عمدہ
سجدہ کیا کہ وہ انگلیوں کو قبلہ رو کئے بغیر
ان پر ٹیک لگائے تو یہاں اطلاق لازم اور
مراد ملزوم ہے ، رہا معاملہ سنت ہونے کا تو وہ
قبلہ کی جانب ہے بغیر کسی انحراف کے ، اور وہ
یہ ہے جس کے ترک میں کراہت و اسامہ کے
علاوہ کچھ نہیں اس مقام کو اس طریقہ سے سمجھنا چاہئے
تمام حمد اللہ تعالیٰ کے لئے جو عابد و منعم ہے اور
یہی وہ ہے جو امام ابن امیر الحاج نے علیہ میں
ثابت رکھتے ہوئے تحقیق سے نقل کیا کہ معتبر قدمین
میں انگلیوں کا باطن ہے الخ اور جو تم نے فیض سے
نقل کیا ہے کہ خلاصہ ، وجیز ، علیہ ، فنیہ ، ہندیہ

وغیرہا بلا خلاف بات الشرطیۃ دومن اد
العاطفۃ فاذا فی نسخۃ الفيض تصحیفت و
قد اغتربه العلامة البرجندی فی
شرح النقایۃ فلیتنبہ وبالجملة فتحریر
مما تقریر ان الاعتقاد فی السجود علی بطن
احدی اصحاب القدم العشر فرضیۃ فی المذهب
المعتمد المقتفی بہ والاعتقاد علی بطون
کلہا اد اکثرہا من کتبات القدمین لایبعد
ان ینجب لما حردہ فی الحلیۃ وتوجیہہا نحو
القلبۃ من دون انحراف سنۃ اغتنام هذا
التحریر المفرد السیر فلعلک لاتجدہ من
غیر الفقیر ولله الحمد والمنة .

اور شک نہیں کہ ان بلاد میں اکثر تو نے سلیم ش ہی پنجابی خورد تو کے منسلک گاہی وغیرہ خصوصاً جبکہ
نتے ہوں ایسے ہی ہوتے ہیں کہ انگریزوں کا پیٹ زمین پر باعتماد تمام کچھ نہ دیں گے تو ان جو توں کو ہیں کہ مذہب مفتی پر
پر نماز ہوگی ہی نہیں اور گناہ نہ ہو جوازی تو ضرور نقد وقت ہے عرب شریف کے جو توں میں صوفی پاؤں کے نیچے چڑا ہوتا
تھا اور اوپر بندہ شس کے لئے تیسرے شراک کہتے تھے پھر عرب میں نعل کی تعریف یہ تھی کہ نرم و رقیق ہو یہاں تک کہ
صوفی اگر سے پرت کی زیادہ پسند رکھتے . مجمع بحار الانوار میں زیر حدیث ،

ایک آدمی نے رسالتاب علی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
کی خدمت میں ایک انصاری کی شکایت کرتے ہوئے
کہا ، اے ایک پرت والے جو تے پسینے والوں میں
افضل ترین ذات . فرد اس فعل کرکھتے ہیں جس کا
ایک پرت ہو ، اور عرب جو تے کی نرمی کو پسند کرتے
ہیں اور یہ ملوک کا لباس ہے (ت)

انرا جلا شکالہ علی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلموس جلا من الانصار فقال یا خیر من
یمشی بعل فرد ، والفرد هم المتفرد
تخصیص ولہو قطار قب وانما هي طارقب
واحد والعرب یمدح بوقۃ النعال ویجعلها
من لباس الملوک

تو وہ کیسے ہی سنتے ہوتے مسجد میں فرض و واجب کیا کسی طریقہ مسنونہ کو بھی مانع نہ ہوتے ان افعال پر یہاں کی
 بوجہوں کا قیاس صحیح نہیں۔ پھر اگر اسی طرح کے جوتے ہوں کہ سنت مسجد میں بھی غلط نہ ڈالیں تو اگر وہ سنتے بالکل
 غیر استعمالی ہیں تو انہیں پہن کر نماز پڑھنے میں حرج نہیں بلکہ افضل ہے اگرچہ مسجد میں ہو۔ درمختار میں ہے،
 مہلاتہ فیہما افضل (ان میں نماز افضل ہے۔ ت) مگر عند تحقیق استعمالی جوتے پہن کر نماز پڑھنی
 مکروہ ہے اور اگر معاذ اللہ نماز کو کہ عارضی بارگاہ شہنشاہ حقیقی ملک الملوک رب العرش عز جلالہ ہے بلکہ
 جان کر استعمالی جوتے پہنے ہوئے نماز کو کھڑا ہو گیا تو صریح کفر ہے پھر بنیت استغفار نری کہ بہت بھی اُس حالت
 میں ہے کہ غیر مسجد میں ایسا کرے اور مسجد میں تو استعمالی جوتے پہنے جانا ہی ممنوع و ناجائز ہے نہ کہ مسجد میں
 یہ جوتا پہنے شرکت جماعت نماز و دخول مسجد کے یہ احکام بکہ اللہ تعالیٰ دلائل کثیرہ سے روشن میں تفصیل پر قیام پائی ہوگی
 لہذا چند کلمات نافع و سود مند یاد حق اللہ تعالیٰ القا کریں کہ بعد از تعالیٰ احکام کا ایضاح اور اوہام کا ازالہ کریں
فاقول وبالله استعین! پس میں اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرتے ہوئے کہتا ہوں۔ (ت)

افادۃ اول متون و شروح و فتاویٰ تمام کتب مذہب میں باختلاف تصریح صاف ہے کہ ثیاب بذلت
 فہنت یعنی وہ کپڑے جن کو آدمی اپنے گھر میں کام کاج کے وقت پہنے رہتا ہے جنہیں میل کپلی سے بچایا نہیں جاتا
 انہیں پہن کر نماز پڑھنی مکروہ ہے، تہذیب البصائر و درمختار میں ہے،

کروہ صلوتہ فی ثیاب بذلتہ (یلبسہا فی
 بیتہ) (و مہنتہ) ای خدمۃ المنزل
 غیرہا۔
 کام کے کپڑوں میں نماز مکروہ ہے (وہ کپڑے
 جو گھر میں پہنتا ہے) (اور صنعت کے کپڑوں میں)
 یعنی خدمت والے اگر اس کے پاس دوسرے

کپڑے ہوں (ت)

درر و غرر و شرح وقایہ و شرح نقایہ و مجمع الانوار و جلالہ و رد المحتار میں ان کی تفسیر کہ
 مایلبسہ فی بیتہ و لایذهب بہ الی الا کابوئیک
 جو کپڑے صرف گھر میں پہنتا ہو وہ پہن کر اکابر کے
 ہاں نہ جاتا ہو۔ (ت)

غنیہ میں ان کی تفسیر کہ : مالا یصلحان ولا یحفظ من الدنس و نحوہ (جن کپڑوں کو وہ میل کپلی سے محفوظ

۹۳/۱	مطبوعہ مجتہدانی دہلی	باب مایفسد القلۃ و مایکرہ فیہا	ملہ و درمختار
۹۱/۱	" " "	" " "	ملہ " "
۲۷۲/۱	مصطفیٰ البابا مصر	مطلب مکروہات الصلوۃ	ملہ رد المحتار
ص ۳۲۹	سہیل اکیڈمی لاہور	فصل کراہیۃ الصلوۃ	ملہ غنیۃ المستفی

درکتاب جو۔ ت) اُسی میں ہے۔

يَكُونُ تَكْمِيْلًا لِرِعَايَةِ الْاَدَبِ فِي الْوَقُوفِ بَيْنَ يَدَيْهِ
تَعَالَى بِمَا امْكُنْ مِنْ تَجْمِيْلِ الظَّاهِرِ وَالْبَاطِنِ
وَفِي قَوْلِهِ تَعَالَى خُذْ وَاَزِيْزَتَكَ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ
اِشَارَةٌ اِلَى ذَلِكَ وَاَنْ كَانَتْ الْمُرَادُ بِهَا
مِثْلُ الْعَوْرَةِ عَلَى مَا ذَكَرَهُ اَهْلُ التَّفْسِيْرِ
كَمَا تَقَدَّرَ ۛ

اللہ تعالیٰ کی بارگاہِ اقدس میں ظاہری و باطنی جمال کا
حصول اس بارگاہ کے آداب میں سے ہے اور
اللہ تعالیٰ کے ارشادِ گرامی ”تم ہر مسجد میں جانے
کے وقت زینت اختیار کرو“ میں اسی طرف اشارہ
ہے اگرچہ اس سے مراد ستر عورت ہے جیسا کہ
مفسرین نے بیان کیا (ت)

امیر المؤمنین فاروقِ عظیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک شخص کو ایسے ہی کپڑوں میں نماز پڑھتے دیکھا، فرمایا،
بھلا بتاؤ تو اگر میں کسی آدمی کے پاس تجھے بھیجوں تو انھیں کپڑوں سے چلا جائے گا؟ کہنا نہ۔ فرمایا، تو اللہ
عز و جل زیادہ مستحق ہے کہ اس کے دربار میں زینت و ادب کے ساتھ حاضر ہو۔ علیہ پھر بکرار اُتی میں ہے،
احتجوا لہ فی الذ خیرۃ ہانہ روی ان عسمر
رضی اللہ تعالیٰ عنہ ساری مر جلا فعل ذلک
فقال ارایت لو ارسلتک الی بعض الناس
اکنت تسرف فی ثیابک ہنہ فقال لا فقال
عمر قالہ الحق ان یتزین لہ ۛ

ذخیرہ میں اس پر یوں استدلال ہے کہ حضرت عمر
رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک شخص کو ایسے کرتے ہوئے
دیکھا تو فرمایا کیا خیال ہے اگر تجھے میں کسی آدمی کے
پاس بھیجوں تو انھیں کپڑوں میں چلا جائے گا؟
عرض کیا، نہیں۔ فرمایا، اللہ تعالیٰ سب سے زیادہ
حقدار ہے کہ اس کے ہاں حاضری کے لئے زینت
اختیار کی جائے۔ (ت)

بعض اللہ کلامِ خدمت کے کپڑے کہ گھر میں پہنے جاتے ہیں انھیں پہن کر نمازِ مکروہ ہو اور استعمالی جوتے کہ پانچا
میں پہنے جاتے ہیں انھیں پہن کر نمازِ مکروہ نہ ہو معمولی کپڑے کہ میل سے محفوظ نہیں رکھے جاتے ان سے نماز میں
کراہت ہو اور استعمالی جوتے کہ نجاسات سے بچائے نہیں جاتے ان سے نماز میں کراہت نہ ہو یہ بدراہت
عقل کے خلاف اور صریحاً غریب انصاف ہے و لیس ہذا صحت باب القیاس۔ بل کما تری استدلال
بفحوی الخطاب لایحوم حولہ شک ولا رتیاب (یہ مسئلہ قیاسی نہیں بلکہ اذکار و خطاب سے آپ

استدلال دیکھ رہے ہیں اس میں نہ کوئی شک ہے نہ ریب۔ (ت)

افادہ دوم متون و شروح و فتاویٰ تمام کتب مذہب میں بلا خلاف تصریح صاف ہے کہ اندھے کے پیچھے نماز مکروہ ہے کہ اسے نجاست سے کامل احتیاط و شواہد ہے، ہدایہ میں ہے،
 یکرہ فقہیہ الامامیہ لانہ لا یتوقیٰ
 النجاسة۔
 تاہنا کا امام بنانا مکروہ ہے کیونکہ وہ نجاست سے نہیں بچ سکتا۔ (د ت)

کافی امام تسفی میں ہے،

الامام لا یصحون ثیابہ من النجاسات
 فالصبر اولى بالامامة۔
 تاہنا اپنے کپڑوں کو نجاسات سے محفوظ نہیں رکھ سکتا لہذا امامت کے لئے بنانا ہونا بہتر ہے (ت)
 در مختار میں ہے،

و نحوه الامشی نھرت (اس کی مثل اعشی ہے، نہر۔ ت)
 رد المحتار میں ہے،

الاعشی هو من البصر لئلا ینھار قاموس و
 هذا ذکرہ فی النھو یحشا اخذ امن تعلیل
 الاعشی بانہ لا یتوقی النجاسة بلکہ
 اعشی سے مراد وہ شخص ہے جس کی دن یارات کو نظر کم ہو جائے، قاموس۔ نہر میں تاہنا کی علت یہی بیان ہوئی ہے کہ وہ نجاست سے نہیں بچ سکتا۔ (د ت)

ابو السعود علی النکزی میں ہے،

والاعشی لانہ لا یتوقی النجاسة وھذا یقتضی
 کراہۃ امامتہ، لا اعشی۔
 تاہنا کیونکہ وہ نجاست سے نہیں بچ سکتا اور یہ
 تقاضا کرتا ہے کہ اعشی کی امامت بھی
 مکروہ ہو۔ (د ت)

۱۰۱/۱	مطبوعہ المکتبۃ العربیۃ کراچی	باب الامامۃ	سلف الہدایہ
			سلف کافی شرح وافی
۸۳/۱	مطبوعہ مطبع مجتہدانی دہلی	باب الاشی بالامامۃ	سلف الدر المختار
۴۱۴/۱	مطبعة البابا فی مصر	باب الامامۃ	سلف رد المحتار
۲۰۸/۱	مطبوعہ ریح ایم سعید پبلیشرز کراچی	باب الامامۃ	فتح المعین حاشیہ علی شرح النکزی

طحاوی علی المراقی میں اس کے بعد ہے ، وہو الذی لایبصر لیلۃ (وہ شخص جسے رات کو دکھائی

نہ دے ۔ ت)

محل انصاف ہے کہ نمازی پر بہیز گارنا دنیا بیکہ ضعیف البصر کے کپڑوں یا بدن پر اندیشہ و مظنہ نجاست زیادہ ہے یا ان استحقاقی جو قوی پر جنس ہیں کرپا خانے تک میں جانا ہوتا ہے پھر وہاں کراہت ہوتا یہاں نہ ہوتا صریح عکس مدعا ہے بلکہ وہاں ایک حصہ کراہت ہو تو یہاں کئی جتنے ہونا ہے۔

افادہ سوم علمائے حدیث مذکور سوال کی شرح میں تصریح فرمائی کہ عام لوگوں کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر قیاس صحیح نہیں حضورؐ پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے برابر کون احتیاط کر سکتا ہے !
اقول اور اگر نادرا کوئی شے واقع ہو تو جبریل امین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم حاضر ہو کر عرض کر دیتے ہیں جیسا کہ حدیث خلع نعال فی الصلوٰۃ سے ثابت ہے۔ مجمع بحار الانوار میں ہمزین " فرمایا ،

یصلی فی النعلین لایؤخذ منه لغبیه حضور علیہ السلام نے نعلین میں نماز ادا کی اس سے کوئی دوسرا مثال نہیں کر سکتا کیونکہ کوئی دوسرا آپ کی طرح حفاظت نہیں کر سکتا۔ (مت)

افادہ چارم بے جرم نجاست مشک بول وغیرہ کاملاً صرف زمین پر گر دینے سے پاک ہو جانا جیسا کہ سوال میں بیان کیا حسب تصریح صریح کتب معتبرہ تمام ائمہ مذہب کے خلاف ہے۔ امام محمد کے نزدیک تو نعل و خف بھی مطلقاً بے دھوئے پاک نہیں ہو سکتے جیسے کپڑے کا حکم ہے اور امام اعظم کے نزدیک نجاست جو مردار اور خشک ہو گئی ہو اس کے بعد اس قدر گر گئی کہ اس کا اثر زائل ہو جائے اُس وقت طہارت ہوگی اور تر نجاست یا بے جرم جیسے پیشاب وغیرہ بے دھوئے پاک نہ ہوں گے ، ادا امام ابی یوسف کی روایت میں اگرچہ خشک ہو جانا شرط نہیں ہے مگر دھوئے زائل کر دینے سے پاک ہو سکتی ہے مگر جرم دار نجاست کی ضرور قید ہے اکثر مشائخ نے قول امام ابی یوسف ہی اختیار کیا اور یہی مختار لفظی ہے تو بے جرم نجاست کی بے دھوئے تطہیر ائمہ ثلاثہ مذہب کے بھی خلاف اور جمہور مشائخ مذہب کے بھی خلاف اور قول مختار لفظی کے بھی خلاف ہے وقد صرحوا ان لا عبۃ بالبحث علی خلاف المنقول (اس کی تصریح کی ہے کہ خلاف منقول بحث کا اعتبار نہیں ۔ ت) ، ہر ایہ میں ہے ۔

جب موزے پر ایسی نجاست لگ جائے جس کا
جسم جو مثلاً لید، پاختہ، خون اور خشک ہو جائے
تو زمین پر گر کر لیا جائے تو جائز ہے اور یہ استحساناً
ہے۔ امام محمد نے فرمایا یہ جائز نہیں قیاس کا
تقاضا یہی ہے اور اگر نجاست نہ ہو تو دھو کر
پہلے جائز نہیں۔ امام ابو یوسف نے کہا جب زمین
پر گر کر اسی کی نجاست کا اثر باقی نہ رہا تو عمومی غرض
کے پیش نظر یہ پاک ہو جائے گا اور مروی کا اطلاق
یہی ہے اور ہمارے مشائخ رحمہم اللہ تعالیٰ اسی پر
ہیں اور اگر مشابہ موزے پر لگ گیا اور خشک گیا تو وہ کفر
جائز نہیں اور یہی حکم ہر اس نجاست کا ہے جس کا
جسم نہیں مثلاً شراب۔ (مختصر) (ت)

اکثر مشائخ قول ابو یوسف پر ہیں اور یہی
مختار ہے (ت)

ہمارے اکثر مشائخ اسی پر ہیں، شمس المذہب
نے فرمایا یہی صحیح ہے اور اسی پر فتویٰ ہے (ت)

خلاصہ میں ہے اسی پر عام مشائخ ہیں اور یہی صحیح
ہے اور غائیہ، کافی اور حاوی میں تصریح ہے کہ

إذا أصاب الخبث ثلثة سنة لها جرم كاللوث
والعذرة والعدم فحقت فذلك بالارض
جائز وهذا استحسنه وقال محمد
رحمه الله تعالى لا يجوز وهو القياس
وفي الرطب لا يجوز حتى يغسله وعن
ابي يوسف رحمه الله تعالى انه اذا مسحه
بالارض حتى لم يبق اثر النجاسة يطهر
لعموم البلوى والطلاق ما روي عليه
مشائخنا رحمه الله تعالى فان أصاب
بول فبیس له يجرز حتى يغسله
وكذا كل ما لا جرم له
كالخمر (مختصراً)

فتح القدير میں ہے،

وعلى قول أبي يوسف أكثر المشائخ
وهو المختار

غایہ میں ہے،

عليه أكثر مشائخنا قال شمس الانمعة
السرخسي وهو صحيح وعليه الفتوى
عليه میں ہے،

في الخلاصة وعليه عامة المشائخ و
هو الصحيح ونص في الفتاوى الختمة والكافي والحو

۵۶/۱	مطبوعہ المکتبۃ العربیۃ کراچی	باب الانجاس و تطہیر	لہ البیان
۱۴۲/۱	نورید رضویہ سکیم	~ ~ ~	فتح القدير
~	مطبوعہ نورید رضویہ سکیم	باب الانجاس و تطہیر	سنة حاشیة علی حاشیة فتح القدير

فتویٰ اسی پر ہے۔ (ت)

على ان الفتوى عليه.

بحر الرائق میں ہے :

اکثر مشائخ اسی قول پر ہیں نہادیر، عنادیر، خانہ اور
غلامہ میں ہے کہ فتویٰ اسی پر ہے، فتح القدیر میں
ہے یہی مختار ہے۔ (ت)

على قوله اكثر المشايخ وفي النهاية والعمدة
والحانية والخلاصة وعليه الفتوى و
في فتح القدیر وهو المختار
توضیر الابصار میں ہے :

اگر موزہ یا اس کی مانند کوئی شے صاحب جنم نہایت
سے ناپاک ہو جائے تو وہ رگڑنے سے پاک
ہو جائے گی ورنہ دھونا ضروری ہوگا۔ (ت)

يظهر خفت ونحوه تنجس بنى جبرم
بدلك والا فيفضل

طحاوی علی المراقی الفلاح میں ہے :

اس سے اس نہایت سے احتراز ہے جو
جسم والی نہ ہو کیونکہ اس صورت میں اسے
بالاتفاق دھونا ضروری ہے۔ اسے عینی نے
ذکر کیا۔ (ت)

واحقره بدن غير ذي الجرم فانه
يفضل اتفاقا ذكره الصيغ

بحر میں ہے :

اگر جسم والی نہایت نہ ہو تو اس کا دھونا ضروری ہے
اور جسم کا شرط ہونا تمام کا قول ہے اس لئے کہ اگر
پیشاب ٹپ گیا اور خشک ہو گیا تو دھونے کے سوا
جواز نہ ہو گا کیونکہ اس کے اجزاء اس شے میں
داخل ہو چکے ہیں سب کا اتفاق ہے اس بات پر

انه لو يكن لها جرم فلا بد من غسله
واشتراط الجرم قول الكل لانه لو
احابه بول فيس لهي جرم حتى يغسله
لان الاجزاء متشرب فيه فاتفق
الحصل على ان المطلق

سہ مئیدہ محل شرح فیہ لمصلی

۲۱۳/۱	مطبوعہ ایچ ایم سعید پرنٹنگ کراچی	بابہ الانجاس	کہ بحر الرائق
۵۳/۱	مطبع مجتبیٰ دہلی	"	کہ در مختار
۸۷ ص	مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی	"	کہ طحاوی علی المراقی الفلاح

مقید الممختصر۔

کہ مطلق متعبد ہے الممختصر (ت)

منہ الخالق میں ہے،

الحاصل انہم اتفقوا علی التعیید
بالجرم۔

غنیہ میں ہے،

ان لو یکن لہا ای للنجاسة التي اصابته
المغف جرم كالبول والخمر ونحوهما
فلا بد من الغسل بالاتفاق شرطاً
کامناً او یا بقاء۔

خلاصہ یہ ہے کہ تمام فقہاء کا اس قید پر اتفاق
ہے کہ وہ نجاست جسم والی ہو۔ (ت)

اگر اس نجاست کے لئے جسم نہیں جو موزے کو
گل مثلاً بول و شراب وغیرہ تو وہ خشک ہو گی
یا ابھی تر ہے اسے بالاتفاق دھونا ضروری
ہے۔ (ت)

روا مختار میں علامہ قدسی سے ہے، البعث لا یقضي علی المذہب (اختلاف مذہب
پر فائق نہیں۔ ت) اُسی میں ہے،

الفرض فی اشواط الطوائف اکثر السبعم
لا حکم لہا وان قال المحقق ابن الہمام
ان الذی ندین اللہ تعالیٰ بہ ان لا یجزئ
اقل من السبعم ولا یجبر بعضہ بشئ فانه
من ابعاثہ المتخالفة لاهل المذہب
قاطبة کما فی البحر وقد قال تلمیذہ
العلامة قاسم ان ابعاثہ المتخالفة
المذہب لا تعتبر۔

حوائج میں فرض سات چکروں کا اکثر ہے ذکر تمام اگرچہ
محقق ابن ہمام نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں تب جزا
دے گا جب سات سے کم نہ کریں اور اس کی کما ازالہ
کسی اور شئی سے نہیں کیا جاسکتا کیونکہ یہ ابحاث اہل مذہب
کے مخالفین میں جیسا کہ بحر میں ہے ان کے ساتھ گرد
علامہ قاسم نے کہا کہ مذہب کے
مخالف ابحاث کا کوئی اعتبار
نہیں۔ (ت)

اور شک نہیں کہ اکثر نجاست کہ عام لوگوں کے جوڑوں کو ملتی ہے یہی نجاست رقیقہ استغفہ کے پانی اور پیشاب کی
ہوتی ہے۔ واللہ اعلم

۲۲۲/۱	مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	باب الانجاس	سہ بحر الزائق
۲۲۳/۱	" " " " " " " "	باب الانجاس	سہ منہ الخالق عاشیہ علی البحر الزائق
۱۴۸ ص	مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور	فصل فی آسار	سہ غنیہ المستمل
۲۱۰/۲	مصطفیٰ البانی مصر	باب نکاح الرقیق	سہ روا المختار
۲۲۴/۲	مصطفیٰ البانی مصر	باب الجنایات	سہ روا المختار

مسئلہ

۲۱ ربیع الاول شریف ۱۳۲۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ حقہ تبا کو پینے والے کے منہ کی بونہاز میں دوسرے نمازی کو معلوم ہوتی تو کوئی قیامت تو نہیں ہے؟ بیتوا تو بعتوا۔

الجواب

منہ میں بہہ ہو جانے کی حالت میں نماز مکروہ ہے اور ایسی حالت میں مسجد میں جانا حرام ہے جب تک منہ صاف نہ کر لے اور دوسرے نمازی کو ایذا پہنچتی حرام ہے اور دوسرا نمازی نہ بھی ہو تو بدبو سے طائفہ کو ایذا پہنچتی ہے۔ حدیث میں ہے:

انما المصلیٰ تذاذی صلیتا ذی منہ بنوا آدم۔ طائفہ کو ہر اس شئی سے اذیت ہوتی ہے جس سے بنی آدم کو اذیت پہنچتی ہے۔ (مت) واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ازرباست جاوہر مکان عبدالحیہ خاں صاحب مرشد دار ۱۳۲۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ حالت نماز میں کسی مقام پر کھلی چلے تو کھاد سے یا نہیں اور اگر کھاد سے تو کتنی مرتبہ؟

الجواب

ضبط کرے اور نہ ہو سکے یا اس کے سبب نماز میں دل پریشان ہو تو کھالے مٹا ایک رکن مثلاً قیام یا قعود یا رکوع یا سجود میں تین بار نہ کھاد سے دو بار تک اجازت ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ازرباست جاوہر از موضع تکریم سادات حکیم ذی الحجہ ۱۳۲۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں:

- (۱) اگر تہنہ کے نیچے لنگوٹ بندھا ہو تو نماز جائز ہے یا نہیں؟
- (۲) تہنہ کا بیچ کھول کر نماز کیوں پڑھتے ہیں؟
- (۳) دائرہ میں ڈانبا بندھ کر نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟
- (۴) کمر میں پیشکا بانڈھ کر نماز درست ہے یا نہیں؟
- (۵) کسی چیز کی صورت (تصویر) اگر حسیب میں رکھی ہو تو نماز ہوگی یا نہیں؟
- (۶) روپیہ حسیب میں رکھ کر نماز درست ہے یا نہیں؟

الجواب

- (۱) درست ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔
 (۲) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز میں کپڑا سمیٹنے گھڑنے سے منع فرمایا ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔
 (۳) منع ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز میں بائوں کے روکنے سے منع فرمایا ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔
 (۴) درست ہے مگر دامن اس کے نیچے نہ دب جائے واللہ تعالیٰ اعلم۔
 (۵) نماز درست ہوگی مگر یہ فعل مکروہ و نا پسند ہے جبکہ کوئی ضرورت نہ ہو روپے اشرفی میں ضرورت ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۶) درست ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

۱۰۱۱ھ از شہر کدہ ۲۸ شوال ۱۳۲۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ انگر کے کے بند یا گھنڈی باندھے یا لٹکائے یا کرتے کرتے جو سامنے سینہ پر گٹھ میں لٹے ہوتے ہیں باندھے ہوئے یا کرتے کی وہ گھنڈی جس کے کوٹ آگے سینہ پر نہیں ہوتے بلکہ وہ نون کندھوں پر ایک ایک گھنڈی لگی ہوتی ہے ایک گھنڈی لٹکا کر ناز پٹے تو کوئی حرج تو نہیں ہے؟ اگر کسی شخص کی ہمیشہ یہ عادت ہے کہ وہ گھنڈی کرتے کے تلے میں جو ہیں ایک کھل رکھے ہیں سے کہ کچھ گلا کھلا ہوا رہے تو کوئی حرج ہے یا نہیں؟ بینوا فوجہ و ا۔

الجواب

اصل یہ ہے کہ سدا یعنی پچھنے کے کپڑے کو بے پنے لٹکانا مکروہ تحریمی ہے اور اس سے نماز واجب الاعادة جیسے انگر کھیا کر تاکندھوں پر سے ڈال لینا بغیر آستینوں میں ہاتھ ڈالنے یا بعض بارانیاں وغیرہ ایسی جنتی ہیں کہ ان کی آستینوں میں مونڈھوں کے پاس ہاتھ نکال لینے کے چاک بنے ہوتے ہیں ان میں سے ہاتھ نکال کر آستینوں کو بے پنے چھوڑ دینا یا رضائی یا چادر کندھے یا سر پر ڈال کر دونوں آنچل چھوڑ دینا یا شال یا رو مال ایک شانہ پر اس طرح ڈالنا کہ اس کے دونوں پتو آگے پیچھے چھوٹے رہیں اور اگر رضائی یا چادر کا شانہ سیدھا آنچل بائیں شانے پر ڈال لیا اور بائیں آنچل چھوڑ دیا تو حرج نہیں اور کسی کپڑے کو ایسا خلعت عادت پہننا جسے مذہب آدمی صحیح یا بازار میں نہ کر سکے اور کرے تو بے ادب خفیض الحركات سمجھا جائے یہ بھی مکروہ ہے جیسے انگر کھیا پٹنا اور گھنڈی یا باہر کے بند لٹکانا

یا ایسا کرتا جس کے بدن سینے پر ہیں پہننا اور بوتام اتنے لگانا کہ سینہ یا شانہ کھلا رہے جبکہ اوپر سے انگر کھانڈ پینے ہو
یہ بھی مکروہ ہے اور اگر اوپر سے انگر کھانا پہنا ہے یا اتنے بوتام لگائے کہ سینہ یا شانہ ڈھک گئے اگر چہ اوپر کا
بوتام نہ لگائے سے گلے کے پاس کا خفیت ختم کھلا دیا شانوں پر کے پاک بست چھوٹے چھوٹے ہیں کہ بوتام لگانا
جب بھی کوتاہی سے گلے کا شانہ ڈھکے رہیں گے تو عروج نہیں اسی طرح انگر کے پر جو صدی یا چنڈ پہنتے ہیں اور عرف نام
میں ان کا کوئی بوتام بھی نہیں لگاتے اور اسے معیوب بھی نہیں سمجھتے تو اس میں بھی عروج نہیں ہونا چاہئے کہ یہ خلاف
معتاد نہیں ہذا ما ظہری من کما تہم والعلو بالحق عندی (یہ وہ ہے جو جہاں است فقہار سے بھرپور
واضح ہوا باقی حق کا علم میرے رب کے پاس ہے۔ ت، درمختار میں ہے،

کوئے تحریر یا سدل ثوبہ ای ارسالہ بلا لبس
معتاد و کذا القباء بکمر الی دراء ذکرہ
الحلبی کشد و مندی یوسلہ کتفیہ خلوص
احدہما لہ یکمرہ کمالہ عذر و خسار ج
صلوۃ فی الاصح

پھر شہ کو لگانا مکروہ تحریمی ہے یعنی ایسا لگانا جو
معتاد پہننے کے خلاف ہو اسی طرح آستین والی تبا
کا پیچھے کی طرف ڈالنا اسے علی نے ذکر کیا مثلاً پٹکا
یا رد مال دونوں کا نہ حوں سے لگانا، اگر ایک
طرف سے ہو تو مکروہ نہیں جیسا کہ اصح قول کے
مطابق حالت عذر اور نماز سے باہر کا معاملہ ہے۔

رد المحتار میں ہے،

ای کے کلام کے ظاہر سے پتا چلتا ہے اس میں کوئی
فوق نہیں کہ پکڑا کر سنے سے محفوظ ہو یا نہ ہو لہذا اس
موردت میں ٹپی دے کوٹ میں کراہت نہیں ہوگی جو سر
پر ہو، اس کی تصریح شرح وقایہ میں ہے اور یعنی
جب اس نے گردن کو نہ باندھا ہو ورنہ کوئی سدل
نہ ہوگا وہ ردی تبا میں جن کی آستینوں میں نہ حوں کے
پاس سوراخ ہوتے ہیں، اگر نمازی اس میں بٹھی ہوئی جگہ
سے ہاتھ نکالے اور آستین کو ویسے ہی ڈال لے
تو یہ مکروہ ہے اس پر سدل کا صدق ہے کیونکہ یہ

ظاہر کلامہم انه لا فرق بین ان یکون
الثوب محفوظاً من الوقوع اولا فعلى هذا
لا تکرہ فی الطیلسان الذی یجعل علی السراس
وقد صرح بہ فی شرح الوقایہ اھ اے
اذ الوردہ علی عنقہ والا فلا سدل والا قیۃ
الرومیۃ القی تجعل لاکامہا خسوف
عند الضمد اذا اخرج المصلی یدہ من
الخسوف و اس سدل المصکم میکرہ
لعبد قہ السدل لانہ

اس خلاء من غیر لبس لان لبس الکم با دخال
الید و تمامہ فی شرح النیۃ ، والشیء شی
یعتاد وضعہ علی التفتین کما فی البحر و
ذلک نحو الشال فاذا رسل طرفا منہ علی
صدرہ و طرفا علی ظہرہ یکبرہ ، و فی الخزان
بل ذکر ابو جعفر اند لو ادخل ید یدہ فی
کیسہ ولہ یزیر اثر رارہ فہو مٹی لانہ
یشبہ السدل اھ لکن فی الخلیہ فیہ نظر
ظاہر بعد ان یکون تحت قمیص او نحوہ ما
یستل البدن اھ مختصرا ولنا فی ما قال
فی الخلیۃ نظر قد مناہ - واللہ تعالی اعلم

بغیر سینے کے چھوڑنا ہے اور آستین کا پہننا ہا تھا
داخل کر کے ہوتا ہے اس کی تفصیل شرح غیہ میں ہے
بحر میں ہے شد (صاف یا پرتا) عادی شی ہے
اسے کاندھے پر رکھا جاتا ہے اس کی مثل شال ہے
جب اس کی ایک طرف اپنے سینے پر اور ایک طرف
اپنی پشت پر رکھی تو یہ مکروہ ہے، خزان میں ابو جعفر
نے ذکر کیا اگر کسی نے دونوں ہاتھ آستینوں میں
ڈالے اور ان کے مٹن بند نہ کئے تو یہ گناہ گار ہو گا
کیونکہ یہ سدل کے مشابہ ہے لیکن حلیہ میں کہا کہ جب
وہ قمیص یا ایسے کپڑے کے تحت ہو جو بدن کو ڈھکا
رہا ہو تو اس میں نظر ہے اھ اختصاراً جبکہ خود حلیہ کی
گفتگو میں فقہ ہے جیسا کہ نیچے ہم نے بیان کر دیا ہے۔

واللہ تعالی اعلم

مسئلہ ۱۸۵ از کالج علی گڑھ کرہ ۱۹۰۷ مسئلہ محمد عبد الجبار یوسف زئی سرسید کورٹ ۲۹ صفر ۱۳۲۴
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جس کمرہ میں یا مکان میں تصاویر مردم آویزاں ہوں اُس میں
نماز پڑھنا جائز یا ناجائز حرام ہے یا مکروہ؟ اگر ناجائز یا مکروہ ہے تو شارع نے جو مصلحت اس میں رکھی ہے
وہ برائے غریبی اور باریکی ظاہر ہونے کے بیان فرمائے جائیں، دوسرے یہ کہ نماز ساتھ خیال غیر اللہ اور جہن
معروف ہو کر ہونا چاہیے لہذا کیا مضائقہ ہو سکتا ہے اگر تصاویر اُس جگہ ہوں یا احتیاط کیا اس قدر کافی نہیں
ہو سکتا ہے کہ صرف سامنے یا اُس حد تک کے جہان تک نظر پڑ سکے تصاویر ہادی جائیں اور پس پشت اگر
تصاویر ہوں وہ رہیں اور نماز پڑھ لی جائے تو نماز ہو جائے گی یا کیا نقص پیدا ہو جائے گا؟ فقط

الجواب

جاندار کی اتنی بڑی تصویر کہ اُسے زمین پر رکھ کر کھڑے ہو کر دیکھیں تو اعضاء بالتفصیل نظر آئیں شریک
نہ مریدہ ہونے چہرہ محکومہ نہ پاؤں کے نیچے نہ فرشتے پاؤں زمین نہ غنئی پوشیدہ جس کمرہ میں ہوا اُس میں نماز مطلقاً

مکروہ ہے خواہ آگے ہو یا پیچھے یا مہلتے یا بائیں یا اوپر یا سجدہ کی جگہ اور اُس سبب میں یہ ترجیحاً سجدہ یا جانتا
قبلہ ہونا ہے پھر اوپر پھر دہنے بائیں پھر پیچھے اور اس میں کراہت کے متعدد وجوہ ہیں اُس مکان کا معبود
کفار سے مشابہ ہونا، تصویر کا بطور اعزاز ظاہر طور پر رکھا یا لگا ہونا آگے یا جائے سجدہ پر جو تو اس کی مبادلت سے
مشابہ بڑا مکڑ رکعت کا اُس مکان میں نہ آنا مترادف حدیثوں میں ہے کہ حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم نے فرمایا :

ان السُّنُكَةَ لَا تَدْخُلُ بَيْتًا فِيهِ كَلْبٌ وَلَا
صُورَةٌ ۖ
بیشک فرشتے اُس گھر میں نہیں جاتے جس میں کتا
یا تصویر ہو۔

یہ وجہ اُن تمام صورتوں کو شامل اور وہم مذکور فی السوال کا علاج کمال ہے واللہ تعالیٰ اعلم
مسئلہ ۱۹۱ از جندی بازار مرسلہ فضل الرحمن سادہ کار ۵ ص ۱۳۲۲

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جو امام ازار تختوں کے نیچے تک پہن کر نماز پڑھائے
نماز مکروہ تحریمی ہے یا تنزیہی ؟ قبلہ رخ ایک قدم کو نہ رکھنا یا ایک قدم پر کھڑا رہنا نماز میں جائز ہے یا خلاف
سنت اور مکروہ تنزیہی ہے ؟ براہ مجددی استفتاء بحوالہ عبارت کتب متداولہ معتبرہ فقیہ ارقام فرمائیں۔
بینوا تو جہدوا۔

الجواب

ان ازار کا تختوں سے نیچے رکھنا اگر اسے تکبر و جبرام ہے اور اس صورت میں نماز مکروہ تحریمی و نہ صرف
مکروہ تنزیہی، اور نماز میں بھی اس کی غایت خلاف اولیٰ۔ صحیح بخاری شریف میں ہے، صدیق اکبر
رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی : یا رسول اللہ ! میرا تہبند لٹک جاتا ہے جب تک میں اس کا خاص خیال
نہ رکھوں۔ فرمایا : لست ممن یصنعہ خیلاً (تم ان میں نہیں ہو جو براہ تکبر ایسا کریں، فتاویٰ
علیگیرہ میں ہے،

اسیال الرجل انوارہ اسفل من الکعبین کسی آدمی کا ٹخنوں سے نیچے تہبند لٹکا کر چلنا اگر
ان لہ یکت الخیلا ففیہ کراہۃ تنزیہ تکبر کی بنا پر نہ ہو تو مکروہ تنزیہی ہے۔ غرائب
کذا فی الغرائب واللہ تعالیٰ اعلم۔ میں یونہی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

۱۔ مسند احمد بن حنبل مروی عن ابی طلحہ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۳۰/۴
۲۔ صحیح بخاری باب فی جزائرہ من غیر خیلا مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۸۶۰/۲
۳۔ فتاویٰ ہندیہ کتاب الکراہیۃ الباب التامع فی اللبس۔ نوری کتب خانہ پشاور ۲۲۳/۵

دونوں باتیں خلاف سنت و مکروہ ہیں، ہاں تراویح میں التقدیم یعنی تھوڑی دیر ایک پاؤں پر زور رکھنا پھر تھوڑی دیر دوسرے پر سنت ہے کما حقہ فی الحلیۃ وینشاء فی قناتنا (علیہ میں اس کی تفصیل ہے اور ہم نے اپنے فتاویٰ میں بھی اسے بیان کیا ہے۔ ت)

مسئلہ نمبر ۱۱۱۱ از قادی کے ضلع بیربھوم حکم جنگالہ فرسیدہ سید ظہور الحسن صاحب قادیان زاتی کو تانی
۲۲ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۶ھ

آج کل دیار جنگالہ کے بعض بعض شہروں میں بعض لوگوں نے فرض جماعت میں سرنگار کے نماز پڑھنا اختیار کیا ہے اگر کسی نے کہا کہ جماعت کی ادانت ہوتی ہے تو اس کے جواب میں یہ لوگ کہتے ہیں کہ عاجزی انگساری کی وجہ سے پڑھتا ہوں اسی طرح عاجزی و انگساری کے بہانے سے بعض لوگوں نے علاوہ نماز کے بھی سر پر ٹوٹی رکھنا چھوڑ دیا ہے تو کیا سرنگار فرض جماعت میں نماز پڑھنے سے نماز جائز ہوگی یا مکروہ ہوگی اگر جائز ہوگی تو کیا حضور سرنگار کائنات یا حضرت مولائے کائنات یا حضرات امین منظرین یا حضرات صحابہ کرام یا اولیائے عظام نے کبھی فرض جماعت میں سرنگار نماز پڑھی ہے یا نہیں، اور علاوہ نماز کے بھی ان حضرات نے کبھی بھی سرنگار رکھا ہے یا نہیں، اور صرفیائے عظام کی کتابوں میں سرنگار نہ مذکور ہے اور آدابہ آیا ہے یا نہیں اور احادیث شریفہ و فضیلت سے اس کی کراہت ثابت ہے یا نہیں؟ بیوقوف ہو جاؤ۔

الجواب

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت کرمہ نماز مع کلاہ و عمامہ ہے اور فقہاء کرام نے منگلے سر نماز پڑھنے کو تین قسم کیا ہے اگر برہنیت تو اضع و عاجزی ہو تو جائز اور بوجہ کسل ہو تو مکروہ، اور معاذ اللہ نماز کو بے قدر اور ہلکا سمجھ کر ہو تو کفر، جب مسلمان اپنی نیت تو اضع جانتے ہیں تو اسے نہ ماننے کی کوئی وجہ نہیں، مسلمان پر بدگمانی حرام ہے منگلے سر رکھنے کا احرام میں حکم ہے اور اس حالت میں شبانہ روز برابر سر پر بند رہنا حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و صحابہ کرام سب سے ثابت، بغیر اس کے منگلے سر کی عادت ڈالنا کوچر و بازار میں اسی طرح پھیرنا نہ ہرگز ثابت ہے نہ شرعاً نہ بخلاف اسباب شہرت ہے اور ایسی وضع جس پر انگلیاں اٹھیں شرعاً مکروہ، مجمع البحار وغیرہ میں ہے۔

الخروج عن عادة البلد شہرة و مکروہ ہے۔ اہل شہر کے معمول سے نکلنا شہرت اور مکروہ (ت)، صرفیہ کرام کا اس بارے میں کوئی قول اس وقت ذہن میں نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۱۔ از شہر کتبہ محلہ سہواٹی ٹولہ مسئلہ حافظ رحیم اللہ صاحب ۱۱ جمادی الاخری ۱۳۲۶ھ
 بسمہ الحمد کے محمد رسول اللہ والذین معہ رکوع پڑھا ایک مقتدی کے منہ سے سہواً
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نکلا اور دوسرے مقتدی نے عمداً صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا حضور ان
 دونوں مقتدیوں کی نماز ہوئی یا نہیں؟ اور جو شخص یہ کہے کہ نماز کے اندر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نہ سہواً کہنا چاہیے
 نہ عمداً ایسے شخص کا کیا حکم ہے؟

الجواب

اللہ عز وجل کا نام پاک سن کر حکم ہے کہ عز وجل یا جل جلالہ یا اس کی مثل کلمات تعظیفی کے حضور اقدس
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام پاک سن کر واجب ہے کہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام یا اس کے
 مثل کلمات درود کے محریہ دونوں وجوب بیون نمازیں نماز میں سران کلمات کے جو شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام نے
 مقرر فرمائے ہیں اور کی اجازت نہیں خصوصاً جہرہ نماز میں وقت قرات امام مقتدی کا سننا اور خاموش دہنا
 واجب ہے یونہی امام کے خطبہ پڑھتے میں جب عز وجل اور یہ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ایسا سے علیہ آئیں
 سامعین دل میں کلمات تھیں درود کہیں زبان سے کہنے کی وہاں بھی اجازت نہیں نماز میں نام الہی سن کر جل و علا
 یا نام مبارک سن کر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہنا اگر بقصد جواب ہے نماز جاتی رہے گی سہواً یا عمدہ ، اور اگر بقصد
 جواب تو قصد ممنوع اور سہواً پر مواخذہ نہیں ، در مختار میں ہے ،

سمع اسم اللہ تعالیٰ فقال جل جلالہ او
 النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فصلی علیہ
 او قرأ لا امام فقال صدق اللہ ورسولہ
 لفسدان قصد جوابہ آھ قال العلماۃ الشامی
 ذکر فی البحرانہ لو قال مثل ما قال
 المؤذین ان اراد جوابہ تفسد وکذا لو لم
 تکن نیت لانت الظاہر انہ اراد الاجابۃ
 وکذا لک اذا سمع اسم النبی صلی
 اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فہم صلی
 اگر اللہ تعالیٰ کا نام سن کر جل جلالہ ، حضور علیہ
 الصلوٰۃ والسلام کا نام سن کر درود شریف ، امام
 کی قرات سن کر صدق اللہ ورسولہ کہنا تو مقصود
 جواب تھا تو نماز فاسد ہو جائے گی اھ علامہ شامی
 نے فرمایا بحر میں ہے کہ اگر نمازی نے نماز ان کا جواب
 دیتے ہوئے اذان کے کلمات کہے تو نماز فاسد
 ہو جائے گی ، اسی طرح اس صورت کا حکم ہے
 جب کوئی نیت نہ بھی کرے کہ ظاہر جواب دینا ہی ہے
 اسی طرح جب سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

عليه فهذا الجابة اه ويشكل
على هذا كلمة ما من التفصيل
فيمن سمع العاطس فقال الحمد لله
تأمل استفيد انه لو لم يقصد الجواب
بن قصد الشناء والتعظيم لا تفسد لان
نفسه تعظيم الله تعالى و
والصلوة على النبي صلى الله تعالى
عليه وسلو لا ينافي الصلوة كما شرح المنية اه
كلام العلامة ش .

اقول والذي من التفصيل ان
سامع عطسة غيرة ، لو قال الحمد
لله فان عطف الجواب اختل المشائخ
او التعظيم قدت او لم يرد واحد منهما
لا تفسد فهو و صحيح في شروح
المنية عدم الفساد مطلقا
لانه لم يتعارف جوابا قال بخلاف
جواب السائر بالحمد لة التعارف اه
اهدش و رأيتني كتبت على قوله
عدم الفساد مطلقا
مانصبه .

اقول لابد من استثناء
امادة التعظيم كما لا يخفى

لا اسم گرامی شستا اور درود شریف پر حاویہ بھی جواب
ہی ہے اور اس پر گزشتہ گفتگو کے ساتھ
اعتراض ہوگا جس میں فرق کیا گیا تھا کسی نے
چھینک سن کر الحمد لله کہا غور کرو، جو واضح
کر دیا ہے کہ اگر مقصود جواب نہ ہو بلکہ اللہ کی ثنا و
تعظیم جو تو نماز فاسد نہ ہوگی کیونکہ اللہ تعالیٰ کی
تعظیم اور رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت
میں سلام نماز کے منافی نہیں بشرح المنیہ اور علامہ
شامی کا کلام ختم ہوا .

اقول (میں کہتا ہوں) جو تفصیل پیچھے
گزری کہ اگر غیر کی چھینک سننے والے نے الحمد لله
کہا تو اگر مقصود جواب تھا تو اس میں مشائخ کا
اختلاف ہے یا مقصود تعظیم تھا تو نماز فاسد
ہو جائے گی یا دونوں میں سے کوئی بھی مقصود تھا
تو نماز فاسد نہ ہوگی نہر، اور شرح منیہ میں اس بات
کو صحیح قرار دیا ہے کہ کسی صورت میں بھی نماز فاسد
نہ ہوگی کیونکہ یہ جواب متعارف نہیں بخلاف اس صورت
کے سبب خوش کن بات پر الحمد لله کہے تو یہ جواب
متعارف ہے احش۔ مجھے یاد آتا ہے کہ اس کے
قول عدم الفساد مطلقا پر یہ لکھا تھا
اقول یہاں ارادہ تعظیم مستثنیٰ کرنا ضروری ہے
جیسا کہ واضح ہے اور تفصیل اس سے متعلق نہیں

حکم دیا جاتا ہے اب اگر کوئی بے ادب اسے حجت بنا کر اپنے باپ کو تو قہر کہا کر سے غزوہ رگستان مستحق سزا ہے نماز حاضری بارگاہ بے نیاز سے کسی نواب کے دربار میں تو آدمی جوتا پس کر جاسے، یہ تو ادب کا حکم ہے اور آج کل لوگوں کے جوتے صحابہ کرام کے جوتوں کی طرح نہیں ہوتے، رد المحتار میں ہے: **وَلَعَالِهِمُ الْمُنْتَجِسَةُ** (لوگوں کے جوتے ناپاک ہوتے ہیں۔ ت) پھر لڑت غالباً ایسا پھنسا ہوا ہوتا ہے کہ سجدے میں انگلیوں کا پیسٹ زمین پر بچھانے نہ دے گا تو آداب درکنار سرے سے نماز ہی نہ ہوگی۔ **وَهُوَ تَعَالَىٰ أَعْلَمُ**

مسئلہ ۱۰۲۲ از کلامہ ضلع بدایوں مرسلہ نسیم خاں ۷ ذی الحجہ ۱۳۲۶ھ

ایک شخص نے پہلی رکعت میں **لَمْ يَكُنِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا** پڑھی اور دوسری میں سورہ دہر اس سے کہا کہ ایک تو تم نے قرآن شریف اٹا پڑھا دوسرا پہلی سورہ پھونکی پڑھی اور بعد کی بڑی نماز میں کراہت تو نہیں آئی، کہا کچھ عروج نہیں حدیث سے ثابت ہے۔ فقط

الجواب

اس میں دو کراہتیں ہوتیں: ایک دوسری رکعت کی پہلی سے اس قدر تطویل اور دوسری مفت اشہ کراہت ہے۔ قرآن مجید کے محکوس پڑھنا یا گناہ و سخت ناجائز ہے حدیث میں ہے ایسا شخص غوث نہیں کرتا کہ اللہ تعالیٰ اس کا دل اٹ دے۔ **وَاللّٰهُ تَعَالٰی سَمِیعٌ**

مسئلہ ۱۰۲۳ از دھام پور ضلع بجنور مرسلہ حافظ سید بنیاد علی صاحب ۸ محرم الحرام ۱۳۱۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسجد کے حجرہ میں کوئی شخص علیحدہ نماز پڑھے تو اس کی نماز ہوگی یا نہیں؟ بینوا تو جردا

الجواب

مسجد کے حجرہ میں فرضوں کے سوا اور نمازیں پڑھنا بستر ہے یہاں تک کہ قرائن کے قبل و بعد کے سنن مرکبہ میں بھی برہنائے اصل حکم افضل یہی ہے کہ غیر مسجد میں ہو، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں،

أَفْضَلُ صَلَوةٍ الْمَرْءِ فِي بَيْتِهِ إِلَّا الْمَكْتُوبَةَ (فرض نماز کے علاوہ آدمی کی نماز گھر میں افضل ہے۔) مگر قرائن بے عذر قوی مقبول اگر حجرہ میں پڑھے اور مسجد میں نہ آئے گنہگار ہے، چند بار ایسا ہو تو خاسق

۹۵۲/۱	مطبوعہ مصطفیٰ اہلبائی مصر	باب صلوة الجنائز	لے رد المحتار
۲۶۶/۱	۲۰ نور محمد اصبح المطابع کراچی	باب صلوة النافلا	لے صحیح مسلم

مردود الشہادۃ ہوگا، حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:
لا صلوة لجوار المسجد الا في المسجد۔ مسجد کے پڑوسی کی نماز صرف مسجد میں ہوتی ہے (ت)
واللہ تعالیٰ اعلم۔

۱۰۲۵ مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ چوری کا کپڑا پہن کر نماز کا کیا حکم ہے؟ بیضا تو جہودا
الجواب

چوری کا کپڑا پہن کر نماز پڑھنے میں اگرچہ فرض ساقط ہو جائیگا الا ان الفساد مجاود (کیونکہ فساد نماز
سے باہر ہے۔ ت) مگر نماز مکروہ تحریمی ہوگی لا مشتمال علی المحرم (حرام چیز اٹھائے بغیر، بھٹے کی وجہ سے) کہ
جائز کپڑے پہن کر اس کا اعادہ واجب کا صلوة فی الامرض المخصوصة سوا بسوا (جس طرح مخصوصہ
زمین پر نماز کا حکم ادیدہ برابر ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امام کے سر پر دستار نہ ہو اور مقتدی کے دستار ہو
تو کسی کی نماز میں کچھ خلل آتا ہے یا نہیں؟ اور اگر کچھ خلل آتا ہے تو امام کے یا مقتدی کے؟ اور اگر خلل ہے تو
کس قسم کا خلل ہے؟ بیضا تو جہودا

الجواب

کسی کی نماز میں کچھ خلل نہیں، علامہ مستجاب نماز سے ہے اور ترک مستحب سے خلل درکنار کراہت بھی
نہیں آتی،

وذلك لان التعميم من سنن التروا شد و
سنن التروا واند حکمها حکم المستحب۔
در مختار میں ہے،

لها آداب ترکہ لا یوجب اساءة ولا عتابا
کترک سنة التروا واند لکن فعلہ افضل
نماز کے آداب میں جی کا ترک اساتر و عتاب لازم نہیں
کرتا مثلاً سنن زوائد کا ترک، لیکن ان کا
بجالاتا افضل ہے (ت)

رد المحتار میں ہے،

السنة نوعان سنة الهدی و ترکها
سنة الدار قطنی باب البحث لجوار المسجد علی الصلوة فی الامرض
سنت کی دو اقسام ہیں، سنت ہدی، اس کے
مطبوعہ نشر السنة طمان ۲۲۰/۱
مطبوعہ مجتبیٰ دہلی بکارت ۴۳/۱

یوجب اساءة وکراهة کالجماعة و
الاذان والاقامة ونحوها وسنة الزوائد
وتروکها لا یوجب ذلک کیرالنسبی صلی اللہ
تعالی علیہ وسلم فی لباسہ والنفل و
منہ المندوب یشاب فاعلم ولا یسقی تارکہ
کذا حقیقۃ الصلۃ ابن کمال فی تغییر
التنقیح وشرحه فلا فرق بین النفل و
سنن الزوائد من حیث الحدیث لانه لا یمکرہ
ترک کل منہما وقد مثلوا السنة الزوائد
بتطویلہ علیہ الصلوۃ والسلام الاعتراۃ و
المکرم والسجود ولما لو تکی مکملات البدین
وشعائرہ سمیت سنة الزوائد بخصلات
سنة المهدی وھی السنن المؤکدة القریبة
من الواجب الحق یضلل تارکہا آھ ملخصا
واللہ تعالی اعلم

مسئلہ ۱۰۲ مسئلہ محمد ابراہیم علیہ السلام خراج قطب بریل

۲۲ شوال المکرم ۱۳۲۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مراد کی نماز پڑھانے کے واسطے جو جائے نماز ملتی ہے اس سے
گرتا یا کچھ اور کچھ انجان جائز ہے یا نہیں؟ اور اگر جائز نہیں تو اس سے جو نماز مفروضہ پڑھی گئی وہ لوٹائی جائیگی
یا نہیں؟ اور اس شخص سے یہ جائے نماز کے واسطے کچھ انجان جائز ہے یا نہیں؟ با دلیل و حوالہ کتب تحریر
کریں۔ بینوا قوجروا

الجواب

اس جائے نماز سے دو غرضیں درگزر کی ہیں، ایک یہ اکثر نماز جنازہ راستے وغیرہ بے احتیاطی کے مقامات
پر ہوتی ہے مسجد کہ صاف و پاکیزہ رکھی جاتی ہے اس میں نماز جنازہ منع ہے تو بغرض احتیاط امام کے نیچے جائے نماز

ترک سے اساءت وکراہت لازم آتی ہے مثلاً جماعت
الاذان اور تکبیر وغیرہ سنت زوائد اس کے ترک سے
اساءت وکراہت لازم نہیں آتی مثلاً آپ صلی اللہ
تعالی علیہ وسلم کا لباس پہننا، نفل و مندوب کے معاملہ
بھی یہی ہے اس کے کرنے والے کو ثواب ہوگا مگر
تارکہ گناہگار نہیں۔ علامہ ابن کمال نے تفسیر التقیح اور
اور اس کی شرح میں اسی طرح تحقیق کی ہے پس
نفل اور سنن زوائد میں حکم کے لحاظ سے کوئی فرق نہیں
کیونکہ کسی کا بھی ترک مکروہ نہیں، فقہائے بعض اوقات
سنت زوائد کی مثال نماز میں آپ صلی اللہ تعالی علیہ
وسلم کا قرأت، رکوع اور سجود کو لیا کرنا بھی دی ہے
جب وہ دین اور شعائر دین کا حصہ نہیں تو انھیں
سنت زوائد کہا جاتا ہے بخلاف سنت ہدی کے وہ
سنن مؤکدہ ہوتی ہیں جو واجب کے قریب ہیں ان کا
تارکہ گناہ ہے احقر فیضاً۔ واللہ تعالی اعلم (ت)

بچا دی جاتی ہے کہ سب مقتدیوں کے لئے اُس کامیہ کرنا دشوار ہوتا ہے، اور اگر فرض کیجئے کہ وہ تمام جگہ ایسی ناپاک ہے کہ سب کی نماز نظر واقع نہ ہو سکے تو جائے نماز کے سبب امام کی نماز ہو جائے گی اور اسی قدر سب مسلمانوں کی طرف سے اداائے فرض و ابرا ئے ذمہ کے لئے کافی ہے کہ نماز جنازہ میں جماعت شرط نہیں، دوسری نفع فقیر کو دے جانما بعد از نماز کسی طالب علم اور فقیر پر تصدق کر دی جاتی ہے اور یہ دونوں غرضیں محمود ہیں تو اُس کے جواز میں کلام نہیں اور جس فقیر پر وہ تصدیق کی گئی اُس کی ملک ہے گرتا وغیرہ جو چاہے بنا لے اس میں نماز مکروہ بھی نہیں نہ اصلًا حاجت اعادہ کمالا ینحی (جیسا کہ مخفی نہیں۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم

باب الوتر والنوافل

(وتر اور نوافل کا بیان)

مسئلہ ۱۰۲۸

۲۱ ربیع الاول شریف ۱۴۱۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین، اس مسئلہ میں کہ ہر شخص نماز نہر و عشاء یا جماعت پڑھ چکا خواہ امام تھا یا مقتدی اب دوسری جماعت قائم ہوئی وہ شریک جماعت ہوا تو وہ نیت نماز کی کیا کرے؟ بینوا قوجروا۔

الجواب

نفل کی نیت چاہئے،

فان الفريضة في الوقت لا تتكرر، وفي الحديث لا يصل بعد الصلوة مثلها۔ کیونکہ وقتی فريضہ میں تکرار نہیں، حدیث میں ہے نماز کی مثل نماز کے بعد اذان کی جلتی۔ (ت)

اور اگر فرض کی نیت کرے گا جب بھی نفل ہی ہوں گے فان الفريضة في الوقت لا تتكرر، (کیونکہ فريضہ ایک وقت میں تکرار نہیں ہوا کرتا۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۰۲۹ از موضع سریناں ضلع بریلی مرسلہ امیر علی صاحب قادری ۲ رجب ۱۴۳۱ھ

نیا کپڑا پہن کر نفل پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب

نیا کپڑا پہن کر نفل پڑھنا بہتر ہے، یونہی نیا جوتا بھی اگر اس کا پنجہ اتنا کڑا نہ ہو کہ پاؤں کی کسی انگلی کا

پیٹ زمین سے نہ گئے وہ ایسا ہوگا تو غارت ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

منتہیٰ المسلم از بریلی مرسلہ نواب سلطان احمد خاں صاحب ۱۳ رمضان المبارک - ۱۳۱۰ھ

آج کل وتر باجماعت پڑھنا بوجہ فضل جماعت افضل یا بوقت تہجد بھی بہتر ہے؟ بینوا توجروا

الجواب

وتر رمضان المبارک میں ہمارے علمائے کرام قدست اسرار ہم کو اختلاف ہے کہ مسجد میں جماعت سے پڑھنا افضل ہے یا مثل نماز گھر میں تنہا، دونوں قول باقوت ہیں اور دونوں طرف نصیح و تزجیح اول کو یہ مزیت کہ اب عامہ مسلمین کا اس پر عمل ہے اور حدیث سے بھی اس کی تائید نکلتی ہے، ثانی کو یہ فضیلت کہ وہ ظاہر الہادیہ ہے، رد المحتار میں زیر قول در مختار الجماعۃ فی وتر رمضان مستحبۃ علی قول (ایک قول کے مطابق رمضان میں وتر کی جماعت مستحب ہے۔ ت) فرمایا،

وغير مستحبة علی قول (خریب یصیہا وحدث فی بیتہ وھما قولان مصححان وسیاتی قبیل اور الٰہ الضمیضۃ توجیہ الثانی بانه الصذھب۔ ایک اور قول کے مطابق مستحب نہیں ہے بلکہ اخص گھر میں تنہا ادا کرے، اور یہ دونوں اقوال صحیح قرار دے گئے ہیں حنفیہ اور اک فریضہ سے منور اس پکے آئے گا کہ دوسرے قول کو ترجیح ہے کہ یہی مذہب ہے۔ (ت)

در مختار میں ہے :

ھل الافضل فی الوتر الجماعۃ امر المنزل تصحیحان لکن نقل شارح الوہبانیۃ ما یقتضی ان المذہب الثانی و اقربہ المصنف وغیرہ۔ کیا وتر میں جماعت افضل یا گھر میں ادا کرنا دونوں کی تصحیح ہے لیکن شارح وہبانیہ نے جو نقل کیا ہے اس کا اقتضا ہے کہ دوسرا قول مذہب ہے اور اسے مصنف وغیرہ نے بھی ثابت رکھا ہے (ت)

رد المحتار میں ہے :

مرجع الکمال الجماعۃ باندہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا منہ او ترجمہ کمال نے اس بنا پر جماعت کو ترجیح دی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ کو وتر پڑھائے۔

ثم بين العذر في تأخير مثل ما هنس في
التراويح فالتراويح فالتراويح فكما ان الجماعة
فيها سنة فكذا الترتيب حروفي شرح العنية
الصحيح ان الجماعة فيها افضل الا ان
سنيها ليست كسنية جماعة التراويح اه
قال الخبير الرضوي وهذا الذي عليه
عامة الناس اليوم اه وقواء المعشوي ايضا
بانه مقتضى ما مر من ان كل ما شروع
بجماعة فالمسجد افضل فيه اه ما في
مراد المختار اقول في هذه التقوية
عندي نظر ظاهر فانه لو كان المراد ان
ما جاء بجماعة فالمسجد افضل فيه
فمنعوج كانت كل تعديج بجماعة
ما لم يكن على سبيل التداخي مع
ان الافضل فيه البيت وفاقا وان كانت
المراد ما ندب فيه الشروع الى الجماعة
فمسلم لكن هذا اول المسئلة فلا استناد
به صريح المصداقة فليست امل -

پھر جماعت چھوٹنے پر وہی حکمت بیان کی جو نماز تراویح
میں تھی تو ترک مکمل تراویح والا سب جس طرح ان
میں جماعت سنت ہے اسی طرح وتروں میں بھی
بحر۔ شرح المغنی میں ہے کہ صحیح یہ ہے کہ جماعت
وتروں میں افضل مگر اس کی سنت تراویح کی جماعت
کی طرح نہیں اور خبر علی نے فرمایا اسی پر آگے لوگوں
کا عمل ہے اور محشی نے بھی یہ کہتے ہوئے اس
کی تائید کی جو مشقہ اصول کا تقاضا بھی یہی ہے کہ
ہر وہ نماز جو جماعت کے ساتھ مشروع ہے وہ
مسجد میں افضل ہے اور رد المحتار کی عبارت ختم
ہوتی اقول اس کی تائید میں میرے نزدیک
نظر ظاہر ہے اگر مراد ہو کہ ہر وہ نماز جو جماعت کے
ساتھ جائز ہے اس میں مسجد افضل ہے تو یہ ممنوع
ہے کیونکہ جن نوافل کی علی سبیل التداخی جماعت
نہ ہوں کی جماعت جائز ہے حالانکہ ان کی ادائیگی
بالا اتفاق گھر میں افضل ہے، اور اگر مراد یہ ہو کہ
جس نماز کو جماعت کے ساتھ ادا کرنا شریعت نے
مستحب قرار دیا ہو تو یہ مسلم ہے لیکن یہ بعینہ سوال
ہے اسی کے ساتھ استناد کرنا ضرورتاً مصاددہ
علی المطلب ہے۔ پس غور کیجئے۔ (ت)

بالجہز اس مسئلہ میں اپنے وقت و حالت اور اپنی قوم و جماعت کی موافقت سے جسے انسب جانے اس
پر عمل کا اختیار رکھتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۳۱۔ از کلکتہ دھرم تلامذہ مرسلہ جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب ۱۲ رمضان شریف ۱۳۱۱ھ
 کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ رمضان شریف میں عشاء کی نماز فرض جس میں مصلی تہجد گزار
 یا غیر تہجد گزار نے جماعت کے ساتھ ادا کی ہر اس کو نماز و ترجماعت کے ساتھ ادا کرنا ضرور ہے یا نہیں؟
 بینوا تو جردا۔

الجواب

کسی کو بھی ضرور نہیں بلکہ افضلیت میں اختلاف ہے، ہمارے اصل مذہب میں افضل یہی ہے کہ
 تنہا گھر میں پڑھے۔ اور ایک قول پر مسجد میں جماعت سے پڑھنا افضل ہے، اب اکثر مسلمین کا عمل اسی پر ہے
 کسافی السدود و حواشیہ و بینا و فی فتاوانا (جیسا کہ درآورد اس کے تراشی میں ہے اور ہم نے
 اپنے فتاویٰ میں بیان کیا ہے۔ ت) بہر حال ضروری کسی کے نزدیک نہیں واللہ تعالیٰ اعلم۔
 مسئلہ ۱۳۲۔ از سرور ضلع ایٹہ محلہ ملک زاداں مرسلہ مرزا احباب حسین صاحب

۲۴ ربیع الآخر شریف ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ نماز تہجد واجب ہے یا سنت؟
 اگر سنت ہے تو موکرہ یا غیر موکرہ؟ اس کا تائید کنہنگار ہے یا نہیں یعنی قصہ ترک کرنے والا؟ مفصل مع
 احادیث ارقام فرمائیے گا۔ بینوا تو جردا۔

الجواب

تہجد سنت مستحبہ ہے تمام مستحب نمازوں سے اعظم و اہم، قرآن و احادیث حضور پر نور سید المرسلین
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کی ترغیب سے مالا مال۔ مانہ کتب مذہب میں اسے مندوبات و مستحبات سے
 گنا اور سنت مذکورہ سے جدا کر کیا، تو اس کا تارک اگرچہ فضل کبیر و غیر کثیر سے محروم ہے گنہگار نہیں۔ بحوالہ
 و علیگیری و در مختار و فتح اللعین السید ابوالسعود ازہری میں ہے، الصندوبات صلوٰۃ اللیل
 (رات کی نماز مندوبات میں سے ہے۔ ت) مراقی الفلاح میں ہے، من تحیۃ المسجد
 ندب صلوٰۃ اللیل (تحیۃ المسجد سنت اور رات کی نماز مستحب ہے۔ ت) غنیہ شرح نیہ میں ہے،
 من النوافل المستحبة قیام اللیل (نوافل مستحبہ میں سے رات کی نماز ہے۔ ت)

فتح العین حاشیہ علی شرح المغز باب التروا و النوافل مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲۵۴/۱
 مراقی الفلاح مع حاشیہ الخطاوی فصل فی بیان النوافل - نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۱۶-۱۵
 غنیۃ المستغنیۃ الصلی فصل من النوافل بحث قیام اللیل مطبوعہ سیل اکیڈمی لاہور ص ۳۲۲

علیہ میں ہے:

صاحب الحادی القدسی کی رائے یہی ہے کہ
رات کی نماز مستحب ہے۔ (ت)

مثنیٰ صاحب الحادی القدسی علیٰ انہما
مندوبۃ۔

جامع الرمزی میں ہے:

وقتی سنی میں چاشت کی نماز اور مستحبات میں
تہجد کا ذکر ان کا اچھا اتمام ہے اور ملخصاً
(ت)

الاحسن انما السنن المؤقتۃ بذکر و صلوات
الفرجی والمستحبات بذکر و التہجد
احد ملخصاً۔

غرض ہمارے کتب مذہب کے احکام منصوصہ مذکور علیٰ جہت النقل میں اس کا استحباب ہی مصرح
ہے بعض علمائے مالکیہ و شافعیہ مثل امام ابو عمران عبد البر و امام ابو زکریا ندوی جانیہ سنیت لکھے۔ اور بعض
ائمہ تابعین حسن بصری و عبیدہ سلانی و محمد بن سیرین قائل وجوب ہوئے کما ینفہر بمطالعۃ عمدۃ القاری
و شرح المنوطا للزرقانی و غیرہما (جیسا کہ عمدۃ القاری، شرح المنوطا للزرقانی و غیرہ کے مطالعہ سے
پتا چلتا ہے۔ ت) قلب وجوب کو تو جہر علمائے ذہاب ابودرد و قریاتے اور مخالفت اجماع بتاتے ہیں
کما فیہما و فی مشروح مسلم للندوی و البخاری للقسطلانی و الموہب للزرقانی و غیرہما
(جیسا کہ ان دونوں میں ہے اور شرح مسلم للندوی، شرح بخاری للقسطلانی اور مواہب للزرقانی و غیرہ
میں ہے۔ ت) اور ہمارے علماء وجوب و سنیت کی یکساں تضعیف فرماتے ہیں۔ شرح نقایۃ قسمتانی
میں ہے:

شان رکعات بتسلیمۃ او تسلیمتین للتہجد
وقیل لہ رکعتان سنۃ و قیل قرصہ
کما فی المحيط
تہجد کی ایک یا دو سلاموں کے ساتھ آخر رکعات
میں بعض کے نزدیک دو رکعات سنیت ہیں بعض
کے نزدیک یہ فرض ہے جیسا کہ محیط میں ہے (ت)

البتہ ہمارے علماء متاخرین سے امام ابن الہمام نے سنیت و استحباب میں تردد اور بالآخر
جانب اول میل اور انہیں کے اتباع سے اُن کے تکیذ علامہ حلی نے علیہ میں اسے اشبہ فرمایا، یہ ان

سہ حلیۃ المحمل شرح غیۃ المصل

سہ جامع الرمزی
فصل التہجد
سہ ایضاً

مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۱/ ۲۰۴

۱۰۱ امام کی اپنی بحث ہے۔ نہ مذہب منصوص یا آنکھ خود اعتراف فرماتے ہیں کہ احادیث قولیہ حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صرف استیجاب ہی کا افادہ فرماتے ہیں۔ مستند ان کا مواظبت فعلیہ حضور والا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے مگر خود فرماتے ہیں کہ مواظبت وہی مفید سنیت جو فعل نفل پر ہو، تو اس مسئلہ کی بنا پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر تہجد فرض ہونے نہ ہونے پر ہی۔ اگر حضور پر فرض نہ تھا تو بوجہ مواظبت اُست کے لئے سنت ہوگا ورنہ مستحب۔

۱۰۲ قال قدس سرہ بقی ان صفة صلوة الليل في حقنا السننية او الاستحباب يتوقف على صفتها في حقها صلى الله تعالى عليه وسلم فان كانت فرضا في حقها فهي مندوبة في حقنا لان الاذلة القولية فيها انما تغيد الندب والمواظبت الفعلية ليست على قطع لتكون سنة في حقنا وان كانت تطوعا فسنة لنا۔

۱۰۳ امام ابن ہمام قدس سرہ نے فرمایا کہ باقی رہا معاملہ رات کی نماز کا کہ آیا ہمارے حق میں سنت ہے یا مستحب تو یہ بات اس پر موقوف ہے کہ وہ سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حق میں کیا تھی، اگر وہ آپ پر فرض تھی تو ہمارے حق میں مستحب ہے کیونکہ اولہ قولیہ اس کے بارے میں مستحب ہونے کا فائدہ دیتی ہیں اور مواظبت فعلیہ نفل پر نہیں کہ وہ ہمارے حق میں سنت بن جاتے، اور اگر آپ کے ملنے یہ نفل تھی تو ہمارے ملنے یہ سنت ہوگی۔ (ت)

اب اسی معنی کو دیکھتے تو اس میں بھی قول جمہور مذہب حقار و منصور حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حق میں فرضیت ہے اسی پر ظاہر قرآن عظیم شاہد اور اسی طرف حدیث مرفوعہ وارد۔

۱۰۴ قال الله تعالى يا ايها الذين امنوا صلوا قبلهم قال الله تعالى يا ايها الذين امنوا صلوا قبلهم وقال تعالى ومن الليل فتهجد به ^۱۔

۱۰۵ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے اسے چادر اوڑھنے والے رات کو قیام کیا کرو۔ دوسرے مقام پر فرمایا: رات کو تمہید ادا کیا کرو۔ (ت)

۱۰۶ ان آیتوں میں خاص حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو امر الہی ہے اور امر الہی مفید و واجب۔

۱۰۷ ولا ينافيه قوله تعالى نافلة قالنا فسلط اللہ تعالیٰ کا نافذ فرمان اس وجہ کے متافی نہیں

الزيادة اي خاتمة في فرائضك اذ في
درجاتك بتخصيص اي جاهد بك فانت
الفرانض اعظم درجات واكبر تفضيلا
بل مؤيد له قوله تعالى لك قال الامام
ابن الهمامس بما يعطى التقيد بالمجرو
ذلك فانه اذا كان النفل المتعارف يكون
كذلك له ولغيره اه

کیونکہ تاقلہ کا معنی زائدہ ہے اب معنی ہوگا کہ آپ
کے فرائض یا درجات میں یہ اضافہ ہے کہ آپ پر
یہ لازم واجب ہے کیونکہ فرائض سب سے بڑے
درجے و فضیلت پر فائز کرنے کا سبب بنتے ہیں
بلکہ اس کی تائید اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد "لک"
سے ہو رہی ہے۔ امام ابن ہمام کہتے ہیں کہ بعض
اوقات مجرور "لک" کے ساتھ مقید کرنا اسی
بات کا فائدہ دیتا ہے (یعنی یہ فرائض میں آپ کے لئے اضافہ ہے) کیونکہ متعارف نوافل صرف آپ
ہی کے لئے نہیں بلکہ اس میں آپ اور دیگر لوگ مشترک ہیں (ت)

طبرانی معجم اوسط اور ہیثمی سنن میں ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے راوی حضور اقدس
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

ثلاث هن علي فرائض وهن لكم سنة
الوتر والسواك وقيام الليل

تین چیزیں مجھ پر فرض اور تمہارے لئے سنت
ہیں، وتر و مسواک و قیام شب۔

اقول والحديث ان لم يصلح حجة
فقد استظهر بظاهر الكتاب العزيز، وقد نص المحقق
ففيه في الفهم القدير بمسئلة امرأة المفقود في الحديث
الضعيف يصلح مرجحا لا مثبتا بالاصالة قال د
مؤافقة ابن مسعود مرجح آخر

اقول (میں کہتا ہوں) اگرچہ یہ حدیث
حجت نہیں بن سکتی مگر قرآن عزیز کے ظاہر سے
اس کی تائید ہو رہی ہے اور خود محقق نے فتح القدير
میں مسئلہ مفقود کی برہنی کے تحت لکھا ہے کہ حدیث
ضعیف کسی شئی کی اصل کو ثابت نہیں کر سکتی البتہ مرجح

سلف فتح القدير باب النوافل مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۲۹۱

تفسیر و تشریح بحوالہ معجم اوسط و سنن ہیثمی زیر آیہ من ایل فتجدہ تاقلہ تک مطبوعہ مکتبہ آیہ اللہ العلیی قم ایران ۲/۱۹۶

تفسیر خازن سورہ بنی اسرائیل میں مذکور ہے مطبوعہ مصلیٰ البانی مصر ۲/۱۴۲

کنز العمال بحوالہ ہیثمی الاکمال میں وقت اوتورم ۱۹۵۰ء مکتبۃ التراث الاسلامی موسستہ الرسالہ بیروت ۵/۴۶

معجم الزوائد بحوالہ معجم اوسط باب ما یاء فی الخصائص مطبوعہ دار الکتاب بیروت ۸/۲۶۴

المعجم الاوسط حدیث ۲۲۹۰ مکتبۃ السامع الریاض ۴/۱۶۵

سلف فتح القدير کتاب المفقود مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۵/۳۴۲

ہن سکتی ہے اور کہا کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی موافقت دوسرا مرجع ہے (ت)

اقول وھہنا موافقة سلطات المفسرين موجه آخر (اور یہاں سلطان المفسرين

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی موافقت ایک دوسرا مرجع ہے - ت) ابو جعفر طبری

حضرت سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی ،

أمر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بقیام

الدلیل وکتب علیہ دون امتہ بیہ

امام محمد بن السنہ لغوی معالم میں فرماتے ہیں ،

كانت صلوة الدلیل فی یضیة علی النبی صلی

اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی الابد ۱۰۱ و

علی الامۃ ، ثم ہار الوجوب منسوخا

فی حق الامۃ ، وبقی فی حق النسب صلی

اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اھ مطعنا

فتح القدر میں ہے ، علیہ کلام الاحولیین من مشائخنا (ہمارے مشائخ اصولیین

کی رائے یہی ہے - ت) شرح مواہب زرقاتی میں ہے ، ہو قول الاکثر و مالک (اکثر علماء

اور امام مالک کا یہی قول ہے - ت) مواہب میں ہے ، ہذا ما صححہ الراغبی و لقلہ

النووی عن الجمہور (راغبی نے اسی کی تصحیح کی اور نووی نے اسے جمہور سے نقل کیا ہے - ت)

شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی اشعة الملمات میں فرماتے ہیں ،

مختار آن ست کرا از امت منسوخ شد برآنحضرت مختار یہی ہے کرا امت سے یہ منسوخ ہے اور

۱۵/۹۰ مطبوعہ مطبوعہ مہمہ مصر

المواہب اللدنیۃ بحوالہ طبری الباب الثالث فی ذکر تہجد علی علیہ وسلم مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت ۱۴۸

۴/۱۴۲ معالم التنزیل علی حاشیۃ الحارثی زیر آیۃ ومن ایل قسیدہ الز

۱/۲۹۱ فتح القدر باب المنازل مطبوعہ مکتبہ نویریہ رضویہ سکھر

۴/۲۵۵ شرح الزرقانی علی المواہب الباب الثالث فی ذکر تہجد علی علیہ وسلم مطبوعہ مطبوعہ عامرہ مصر

شرح مواہب اللدنیۃ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم باقی ماندہ آخر عمر وقد
حقق ذلك في موضعه
سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حق میں یہ
وجوب تمام عمر باقی رہا اور اس کی تحقیق اس کے
مقام پر ہوئی ہے۔ (ت)

قریوں بھی منیت تہ ثابت نہ ہوئی، اور وہی مذہب واستقیاب تہ یقول مجہور و مشرب و مختار و منصور رہا۔
اتقول شک نہیں کہ تہ ثابت اسے امر میں حضور اقدس صلوٰۃ اللہ تعالیٰ وسلام علیہ اور حضور کی امت سب پر
فرض تھا کما شہدت بہ سورۃ المزمل "صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم" (جیسا کہ اس پر سورہ مزمل
(صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) گواہ ہے۔ ت) تو اب ان کی فرضیت ثبوت ناسخ پر موقوف امت کے حق میں ناسخ
بدلی اجماع امت ثابت وان لم نعلم سند الاجماع (اگرچہ ہم اس اجماع کی سند سے آگاہ نہیں تھے)
حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے باب میں دعویٰ نسخ کو بھی کوئی ایسی ہی روشنی لیل چاہیے جو اپنے افادہ
میں احتمالات سے منزہ ہوں فان الاحتمال یقطع الاستدلال ولا یقوم بامر محتمل حجتہ لیکر کہ
احتمال استدلال کو ختم کر دیتا ہے اور امر متعلیٰ محبت نہیں ہو سکتا۔ ت) حدیث ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا
ان اللہ عز وجل افترض قیام اللیل فی
اولیٰ هذه السورۃ فقاری صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم واصحابہ حولہ وامسک اللہ
مخاتمہا الثنی عشر شہراً فی السماء حتی
انزل اللہ فی آخر هذه السورۃ التخیف
فصار قیام اللیل تطوعاً بعد فرض یضیئہ
مرادہ مسلم وابوداؤد والنسائی۔

ان اللہ عز وجل نے اس سورہ کی ابتدا میں قیام شب
فرض فرمایا تو سورہ رحمان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
اور آپ کے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نے
ایک سال تک قیام کیا اور اس سورہ کے آخری
حصہ کو اللہ تعالیٰ نے بارہ ماہ تک آسمان پر رکھے
رکھا حتیٰ کہ اس سورہ کے آخر میں تخیف نازل
ہوئی تو فرض ہونے کے بعد اب قیام شب نفل بن گیا۔
اس کو مسلم، ابوداؤد اور نسائی نے روایت کیا (ت)
حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے نسخ میں نص نہیں و ہذا اعلامہ ذرقانی نے شرح مواہب
میں فرمایا: دلالتہ لیست بقویۃ لاحتمالہ (اس کی دلالت احتمال کی وجہ سے) حضور اکرم کے حق
سے اشد الامتات باب صلوۃ اللیل مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۵۰۶/۱
کے صحیح مسلم " نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۵۶/۱
سنن نسائی باب قیام اللیل " نور محمد خانہ آرام بان کراچی ۲۳۴/۱
شرح الزرقانی علی مواہب الباب الثالث فی ذکر تجزئہ صلی علیہ وسلم مطبوعہ مطبعہ عامہ مصر ۲۵۴/۲

میں نسخ پر، قوی نہیں۔ ت) رسائل الارکان مولانا بکر العلوم میں ہے :

هذا لا يقتضيه به القائل بالفریضة لانه
يقول لعلى امر المؤمنين امرات ان
صلوة اللیل كانت فریضة على الامة
ثم فسختها الله تعالى عن الامة وصارت نفلا
واما عليه صلى الله تعالى عليه وسلم
فبقيت الفریضة كما كانت يظهر من
خاتمة سورة المزمل **اقول** كانه يريد
قوله تعالى علوان لم تحموه فتاب عليكم
وقوله تعالى علوان سيكون منكم مرفق و
الحدود يضر بون في الامر من يتفوت من
فمنزل الله فامس الظاهرات
الخطاب فيه للامة .

جو حضور پر فریضت تہجد کا قائل ہے وہ ام المؤمنین
رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس فرمان سے قانع نہیں ہو سکتا
کیونکہ وہ کہہ سکتا ہے آپ کا مقصد یہ بیان کرنا ہے کہ
پچھلے قیام شب اُمت پر فرض تھا پھر فرض منسوخ ہو کر
نفل ہو گیا۔ رہا معاذ سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
کا تو وہاں یہ فرض ہی باقی رہا جیسا کہ خاتمہ سورۃ سے
ظاہر ہو رہا ہے **اقول** شاید اس سے ان کی
مراد خاتمہ سورۃ کے یہ الفاظ ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے
فرمایا : وہ جانتا ہے اے مسلمانو ! تم سے رات کا
شمار نہ ہو سکے گا تو اس نے اپنے کرم سے تم پر رخصت
فرمایا۔ اور اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان آؤ وہ جانتا ہے کہ
منقریب تم میں کچھ پیار ہوں گے اور کچھ زمین پر سفر
کریں گے اللہ کا فضل تلاش کریں گے کیونکہ ظاہر
یہی ہے کہ یہاں خطاب اُمت کے لئے ہے ات
ثم اقول ہیں احتمال کافی غرضاً جبکہ جو حسبِ حدیثہ اُس کا پتا چلتا ہو **اولاً** اسی حدیث

میں لفظ اُرداء و دیوں میں :

قال (ای سعد بن هشام) قلت حدثنی
عن قیام اللیل قالت الت فقراً
یا ایہا المزمل قال قلت بطلت قالت
فان اول هذه السورة نزلت
فقام اصحاب رسول الله صلى الله

اس (یعنی سعد بن ہشام) نے کہا کہ میں نے عرض
کیا کہ مجھے قیام شب کے بارے میں بیان کیجئے تو
اُم المؤمنین نے فرمایا کیا تو نے سورۃ یا ایہا المزمل
نہیں پڑھی ؟ عرض کیا ہاں پڑھی ہے۔ فرمایا اس
سورۃ کا ابتداء ہی حسبِ نزول ہوا تو حضور کے اصحاب

تعالیٰ علیہ وسلم حتی انتفضت اقدامہم
وحبس خاتمہا فی السماء اثنتی عشر
شہرا ثم نزل آخرها فعباد قیامہ
اللیل تلو عابعد فرض یضہ
ثانیاً خود ام المؤمنین سے حدیث گزری کہ قیام لیل حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر فرض
امت کے لئے سنت تھی۔

ثالثاً اسی طرح ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے نسخ ذکر فرمایا حکماء واء ابو داؤد (جیسا
کہ ابو داؤد نے اسے روایت کیا ہے۔ ت) حاکم و وہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حق میں فرضیت
مانتے ہیں کما تقدم (جیسا کہ صحیحہ گزرا۔ ت)

رابعاً جب ام المؤمنین کا ارشاد ان تک پہنچا فرمایا، صدقت، کما یقینہ مسلم
والنسائی (انہوں نے سچ فرمایا، جیسا کہ اسے مسلم اور نسائی نے بیان کیا ہے۔ ت) اور منسند فرمایا
هذا والله هو الحدیث کما عند ابی داؤد (اللہ کہ قسم یہ وہی حدیث ہے جیسا کہ ابو داؤد کے
ہاں ہے۔ ت) اگر اس کے معنی وہ اپنے خلاف کچھ بتیایں دے۔

ثم اقول (پھر میں کہتا ہوں) بلکہ تحقیق یہ ہے کہ آخر سورۃ نے مطلق قیام لیل نسخ نہ فرمایا بلکہ
اول سورۃ میں جو نصف شب یا قریب بہ نصف کے تعین رہی اسے منسوخ فرما کر مطلق قیام کی فرضیت باقی
رکھی بقولہ تعالیٰ فاب عینک فاقرا واما تیسر من القرآن (کیونکہ اللہ تعالیٰ ارشاد ہے
اللہ تعالیٰ نے تم پر اپنے کرم سے رجوع فرمایا ہے کہ اب تم آتنا قرآن پڑھو جو تم پر آسان ہو۔ ت) اس کے
بعد پھر دوبارہ نسخ مطلق ہو کر استحباب رہا ہے۔ جلالین شریف میں ہے
خفف عنهم بقیامہ ما تيسرو منه ثم نسخ
ذلك بالصلوات الخمس
پرمقام رکھا پھر یہ قیام پانچ نمازوں کی فرضیت کے بعد
منسوخ ہو گیا (ت)

۱۹۰/۱	باب رفع الصوت بالقرآن	مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور	۱۹۰/۱
۱۸۵/۱	باب نسخ قیام اللیل	" " " " " "	۱۸۵/۱
۱۹۰/۱	باب رفع الصوت بالقرآن	" " " " " "	۱۹۰/۱
۲۰/۳	تفسیر القرآن	سورۃ منزل	۲۰/۳
۳۷۷/۲	مطبوعہ مطبع مجتہدین دہلی		۳۷۷/۲

کشاف و ارشاد العقل وغیرہ میں ہے :

عبر عن الصلوة بالقرأة لانها بعض
ازکافها کما عبر عنها بالقیام والسرکوع
والسجود یرید فصلوا اما تیسرے علیکم
ولم یعذر من صلوة اللیل و هذ
ناسخ الاول ثم نسخا جميعها بالصلوات
الخمس

یہاں نماز کو قرأت سے تعبیر فرمایا ہے کیونکہ قرأت
نماز کا رکن ہے جیسا کہ نماز کو قیام ، رکوع اور
سجود کے ساتھ تعبیر کیا ہے مقصد یہ ہونا کہ تم اتنی
نماز پڑھتے رہو جو تم پر آسان ہو لیکن قیام شب
نہیں چھوڑ سکتے ، اور یہ حکم ابتداء سے سورۃ کے لئے
ناسخ پھر پانچ نمازوں کا حکم ان سب کے لئے
ناسخ قرار پایا۔ (ت)

تفسیر کرنی وقت حیات الہیہ میں ہے : ہذا هو الاصل لا یسوی اصح ہے۔ (ت) ام المؤمنین یقیناً
ناسخ اول کا ذکر فرما رہی ہیں ہم تسلیم کرتے ہیں کہ اس میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی داخل ، پھر
اس سے انتفاع فرمیت کہاں حاصل ، ناسخ ثانی میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دخول کسب
ثابت ہوا نہ ہرگز اس میں کوئی نقص نازل ، توضیح مذکور سے انتفاع جو بپرسک سرے سے زائل
و ہذا تحقیقات اخراجہ و اعز الینابہا
بتوفیق اللہ العلی الاکبر فمرسلۃ
لنا صنفناہا بعد ورود هذا السؤال
فی تحقیق هذا المقال سمیناہا "مرعایۃ
المنۃ فی ان المتہجد نفل امر سنة" فلینظر
شمہ والحمد للہ علی کشف الغمۃ۔

یہاں دیگر ضحایت اور تحقیقات میں اللہ کی توفیق سے
ان کا ذکر ہم نے اس سوال کے ورود کے بعد اپنے
ایک رسالے (جس کو ہم نے اسی مقال کی تحقیق میں
تصنیف کیا ہے) میں کیا ہے اس کا نام "مرعایۃ
المنۃ فی ان المتہجد نفل امر سنة" اس کا مطالعہ
کیجئے ، اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے عقد سے
محول دے۔ (ت)

ثُمَّ اقُولُ وباللہ التوفیق فقیر کے نزدیک اسی بحث میں حق تحقیق یہ ہے کہ یہاں دو چیزیں

ہیں صلوة لیل و نماز تہجد ، صلوة لیل ہر وہ نماز نفل کہ بعد فرض عشاء رات میں پڑھی جائے۔ حضور اقدس
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

ماکان بعد صلوٰۃ العشاء فهو من الليل
سواء الطیرانی عن ایاس بن مغویۃ
المزنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بسند
حسن۔
جو نماز بعد عشاء پڑھی جائے وہ سب نماز شب ہے
اسے طبرانی نے سند حسن کے ساتھ حضرت
ایاس بن معاویہ المزنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے
روایت کیا ہے۔

یہ بیشک سنت مذکورہ ہے کہ اس میں عشاء کی سنت بعد یہ بکسنت فجر بھی داخل، صحیحین میں ام المؤمنین
سیرتہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہے،

کانت صلوٰۃ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
فی شہس رمضان وغیرہ ثلاث عشرة رکعة
باللیل ومنہا رکعة الفجر
آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نماز شب رمضان
وغیرہ میں تیرہ رکعتیں تھیں، ان میں دو رکعت
فجر کی بھی ہیں (ت)

اس معنی پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صلوٰۃ لیل کو بعد فرائض نماز سے افضل بتایا،
کیا المسلم عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ
عنہ یرفعہ افضل الصلوٰۃ بعد الفریضۃ
صلوٰۃ اللیل
جیسا کہ مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ
عنہ سے مروی ہے کہ فرائض کے بعد افضل نماز
رات کی نماز شب (ت)

ورنہ جمہور علماء کا اتفاق ہے کہ سنی رات بھر سب مسنون نمازوں سے افضل ہیں اور ہمارے ائمہ کا اجماع
ہے کہ سنت فجر سنی رات بھر سے بھی اعلیٰ و اجل اور نماز تہجد افضل کہ بعد فرض عشاء قدرے سو کر طلوع فجر
ہے پھر پڑھے جائیں، طبرانی حجاج بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی،

انما تہجد المرء یصلی الصلوٰۃ بعد
وقدۃ
قدرے سو کر آدمی جو نماز ادا کرے اسے تہجد
کہا جاتا ہے (ت)

معالم میں ہے: التہجد لا یكون الا بعد النوم (تہجد سونے کے بعد ہی ہوتی ہے۔ ت)

۲۷۱/۱	مطبوعہ مکتبہ فیصلیہ بیروت	۷۸۷	حدیث ۵۵	المعجم الکبیر ترجمہ ۵۵
۲۵۵/۱	نور محمد اصح المطابع کراچی	باب صلوٰۃ اللیل		صحیح مسلم
۳۶۸/۱	" " " " " " " "	باب فضل صوم الحرم		" " "
۲۲۵/۳	مکتبہ فیصلیہ بیروت	حدیث ۲۲۱۶		المعجم الکبیر ترجمہ ۲۵۰
۱۷۴/۱	مطبوعہ مصطفیٰ البانی مصر	من ایلی فتہجد		معالم التزیل علی حاشیۃ الخازن تحت قولہ تعالیٰ ومن ایلی فتہجد

علیہ میں قاضی حسین سے ہے،

انہ فی الاصطلاح صلوۃ المطلق فی
اللیل بعد النوم۔
اصطلاح میں رات کو سونے کے بعد نوافل کی
ادائیگی کو تہجد کہا جاتا ہے (ت)

ولہذا رد المحتار میں فرمایا:

صلوۃ اللیل و قیام اللیل اعم من
التہجد۔
رات کی نماز اور قیام لیسل تہجد سے عام
ہے۔ (ت)

یہ مستحب سے زائد نہیں ورنہ سونا بھی سنتِ موکدہ ہو جائے اور شب بیداری گناہِ ٹھہرے کہ تحتبہ
اسنتِ موکدہ ہوئی اور وہ بے نوم حاصل نہیں ہو سکتی اور سنتِ موکدہ کا حصول جس پر موقوف ہے وہ
سنتِ موکدہ سے لاف حکم المقدمۃ حکم ماہی مقدمۃ لہ (کیونکہ مقدمہ کا حکم وہی ہوتا ہے
جو اس پر موقوف ہونے والے کا ہے۔ ت) اور سنتِ موکدہ کا ترک مطلقاً یا بعد عادت گناہ اور بعد
احراز کبیرہ شب بیداری کی غایت یہ تھی کہ مستحب ہوتی مگر جب وہ ترک سنتِ موکدہ کی موجب مستحب
کیسی ہو کر وہ ممنوع ہونی لازم، کوئی مستحب کیسی ہی فضیلت والا ہو جب کسی سنتِ موکدہ کے فوست کا
موجب ہو مستحب نہیں ہو سکتا مذہبِ ہونگا۔ ہمارے امام مذہبِ سنیہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے
پینتالیس برس حشا کے دنوں سے صبح کی نماز پڑھی کیا معاذ اللہ پینتالیس سال کا ترک سنتِ موکدہ پر اصرار
فرمایا فقد ظہر الحق و اسفر الفلق و بقیۃ الکلام فی ثلاث السالۃ و الحمد للہ رب
الجلالۃ (حق واضح ہو گیا صبح طلوع ہو گئی اور بقیہ کلام ہمارے اس مذکورہ رسالہ میں ہے، حمد ہے
صاحبِ جلال رب کی۔ ت) واللہ سبغہ و تعالیٰ اعلم۔

۳۳۔ تم کہہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ سنتیں گھر میں پڑھنا افضل ہے یا مسجد میں؟ اور
سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عادت کس طرح تھی یا کوئی عادت نہ تھی؟ بلکہ کبھی گھر میں پڑھتے کبھی
مسجد میں؟ اور روافض کی مشابہت اور رفض کی تمہت سے بچنے کو مسجد میں پڑھنا ضرورہ لازم ہے یا نہیں؟
اور حدیثوں میں گھر میں پڑھنے کی فضیلت وارد ہوئی وہاں صرف نوافل ہیں یا سنتیں بھی؟

الجواب

ومن اللہ سبغہ توفیق الصدق و الصواب تراویح و تحیۃ المسجد کے سوا تمام نوافل

ملہ علیہ العمل شرح غیۃ المصلی

نکد رد المحتار مطلب فی صلوۃ اللیل
مطبوعہ ایچ ایم سعید پبلی کراچی ۲۲/۲

سنی راتیں ہوں یا غیر راتیں ہو یا غیر نوکھ گھر میں پڑھنا افضل اور باعث ثواب اکمل۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

جلیکم بالصلوۃ فی بیوتکم فان خیر صلوۃ
المسافر فی بیتہ الا المکتوبۃ۔ رواہ البخاری
و مسلم۔

اور فرماتے ہیں:

صلوۃ المسافر فی بیتہ افضل من صلاتہ
فی مسجد ی هذا الا المکتوبۃ۔ رواہ
ابوداؤد۔

اور عود عادت کو یہ سنیہ المسلمین کی اسی طرح تھی۔ احادیث صحیحہ سے حضور والا کا تمام سنی کا شانہ
الحکام آستانہ میں پڑھنا ثابت۔ حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں، رسول اللہ
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم گھر میں چار رکعت ظہر سے پہلے پڑھتے پھر باہر تشریف لے جاتے اور لوگوں کو نماز
پڑھاتے پھر گھر میں رونق افروز ہو کر دو رکعتیں پڑھتے، اور مغرب کی نماز پڑھ کر گھر میں جلوہ فرما ہوتے اور دو
رکعتیں پڑھتے، اور عشا کی امامت کر کے گھر میں آتے اور دو رکعتیں پڑھتے، جب صبح ہوئی دو رکعتیں پڑھ کر
باہر تشریف لے جاتے اور نماز فجر پڑھاتے۔

اخرج مسلم فی صحیحہ و ابوداؤد فی
المسنن واللفظ لمسلم عن عبد اللہ بن
شقیق قال سألت عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ
عنہا عن صلوۃ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم عن قطوعہ فقالت کان یصلی فی
بیتہ قبل الظہر اربعاً، ثم یمشی فیصلی
بالتاسۃ ثم یمشی خل

مسلم نے صحیح میں اور ابوداؤد نے سنن میں روایت
کیا ہے مسلم کے الفاظ میں کہ عبد اللہ بن شقیق کہتے
ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نفی نماز کے
بار سے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا میرے حجرے
میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ظہر سے پہلے چار
رکعات ادا فرماتے پھر باہر تشریف لے جاتے اور

فیصلی رکعتین وكان یصلی بالناس
المغرب ثم یدخل فیصلی رکعتین
ویصلی بالناس العشاء ویدخل بیلتی
فیصلی رکعتین، ثم ذکر صلوٰۃ اللیل
والموترالی ان قالت وكان اذا طلع الفجر
صلی رکعتین ثم اذا بوداؤد ثم یخرج
فیصلی بالناس صلوٰۃ الفجر۔

لوگوں کو جماعت کرواتے پھر حجرہ میں جلوہ افروز
ہوتے تو دو رکعت پڑھتے، جب مغرب کی نماز کی
جماعت کرواتے پھر حجرہ میں تشریف لا کر دو رکعت
پڑھتے، لوگوں کو عشاء کی نماز پڑھا کر میرے ہاں
تشریف لاتے تو دو رکعت ادا کرتے۔ پھر انھوں
نے رات کی نماز اور وتر کا ذکر کرتے ہوئے کہا جب
طلوع فجر ہو باقی قرآپ دو رکعت ادا کرتے۔
ابرداؤد میں یہ اضافہ ہے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم حجرہ سے
نکل کر لوگوں کو فجر کی نماز پڑھاتے۔ (دست)

اسی طرح سنن مجید کا مکان جنت نشان میں پڑھا۔ صحیحین میں مروی زمانہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں
لوگ مغرب کے فرض پڑھ کر گھروں کو لوٹ جاتے یہاں تک کہ مسجد میں کوئی شخص نہ رہتا تو یا دو بعد مغرب کچھ
پڑھتے ہی نہیں،

فی الفتح عن السائب بن یزید قال لقد
سألت الناس فی زمن عمرو بن الخطاب
اذا انصرفوا من المغرب انصرفوا جمیعاً
حق لا یبقی فی المسجد احد کا تھمس
لا یصلون بعد المغرب حتی یصلی روت
الی اہلہم۔

فتح میں سائب بن یزید سے ہے کہ میں نے ابوہریرہؓ
میں لوگوں کو مغرب کے بعد اکٹھے لٹٹے ہوئے دیکھا
حتیٰ کہ کوئی مسجد میں باقی نہ رہتا، مگر یا دو مغرب کے
بعد کوئی نماز ادا نہ کرتے یہاں تک کہ وہ اپنے گھر
میں چلے جاتے۔ (دست)

سیدنا عائشہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لوگوں کو دیکھا کہ مغرب کے فرض پڑھ کر مسجد میں سنتیں پڑھنے
کے ارشاد فرمایا یہ نماز گھر میں پڑھا کرو۔

انخرج ابوداؤد والترمذی والنسائی
ابوداؤد، ترمذی اور نسائی نے حضرت کعب

سنن صحیح مسلم باب جواز النافلة قائماً وقاعداً الخ مطبوعہ نور محمد اصبح المطابع کراچی ۲۵۴/۱
سنن ابوداؤد باب تفریع ابواب التلویح ورکعات السنۃ۔ آفتاب عالم پریس لاہور ۱۷۸/۱
سنن فتح القدیر باب ادناک الفریضۃ مکتبہ قدیر رضویہ سکھر ۴۱۶/۱

عن کعب بن عجرة وابن ماجة عن
حدیث سرافع بن خدیج والسیاق
لابی داؤد قال امن النبی صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم اوقی مسجد بنی عبد الاشہل
فصل فیہ المغرب فلما قضاوا صلواتهم
واہم یسبحون بعدھا فقال هذه صلوة
البیوت ولفظ الترمذی والنسائی عیکم
بهذه الصلوة فی البیوت وابن ماجة
ادکعوا ہاتین السکتین فی بیوتکم

بن حجر سے اور ابن ماجر نے حضرت رافع بن خدیج
سے روایت کیا ابو داؤد کے الفاظ یہ ہیں کہ نبی اکرم
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بنو عبد الاشہل کی مسجد میں
تشریف لائے تو آپ نے مغرب کی نماز ادا کی
جب لوگ فرائض پڑھ چکے تو آپ نے انھیں
نوافل پڑھتے ہوئے دیکھا تو آپ نے فرمایا ایہ
گھروں کی نماز ہے۔ ترمذی اور نسائی کے الفاظ
ہیں کہ تم یہ نماز اپنے گھروں میں ادا کیا کرو۔
ابن ماجر کے الفاظ ہیں ایہ دو رکعات تم اپنے
گھروں میں ادا کیا کرو۔ (ت)

شیخ محقق علامہ عبدالحی محمد ثعلبی دہلوی قدس سرہ العزیز شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں:

ہر گاہ تمام کردند مردم نماز فرض را دید آنحضرت
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایٹاں را کہ نماز نفل
می گزارند کہ مراد بوس سنت مغرب است بعد از
فرض یعنی در مسجد پس گفت آنحضرت صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم ای یعنی سنت مغرب یا مطلق نماز
نفل نماز خانہا است کہ در خانہا باید گزارد
نہ در مسجد بدانکہ افضل آنست کہ نماز نفل
غیر فرض در خانہ بگزارند چنانچہ جو علیہ آنحضرت
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منکر فی مسجد یا عذیب
خصوصاً سنت مغرب کہ برگز در مسجد گزارد و
بعض از علما گفته اند کہ اگر سنت مغرب را
در مسجد گزارد از سنت واقع نمی شود و بعض

جب لوگوں نے فرض نماز ادا کر لی تو حضور علیہ
الصلوٰۃ والسلام نے انھیں فرائض کے بعد
نوافل یعنی سنتی مغرب کو مسجد میں ادا کرتے ہوئے
دیکھا تو آپ نے فرمایا ایہ سنتی مغرب یا مطلق
نماز نفل گھروں کی نماز ہے انھیں گھروں میں ادا کرنا
چاہئے نہ کہ مسجد میں۔ واضح رہے کہ فرض کے علاوہ
نوافل گھر میں ادا کرنے چاہئیں۔ سرور عالم صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم کا یہی عمل تھا البتہ کسی سبب یا عذر
کی صورت میں سنتی ہے خصوصاً نماز مغرب کی سنت
مسجد میں ادا نہ کی جاتی۔ بعض علما نے فرمایا کہ
اگر کسی نے سنت مغرب مسجد میں ادا کی تو سنت
واقع نہ ہوں گی اور بعض کے نزدیک ایسا آدمی

گفتہ اند کہ عاصی می گردد از جهت مخالفت امر کہ
ظاہر شد در وجوب است و چہرہ بر آئند کہ امر مانع
استجاب است لیکن
گنہ گار بھی ہو گا کیونکہ اسی نے آپ صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم کے امر (جس سے ظاہر وجوب ہے)
کی مخالفت کی ہے اور چہرہ کے نزدیک یہاں امر
استجاب کے لئے ہے الخ (ت)

لکھا ہے اگر بعض مشن مسجد میں پڑھنے کا اتفاق ہوا تو علماء فرماتے ہیں وہ کسی عذر و سبب سے تھا کما مر
عن الشیخ و بشملہ قال العلامة ابن اخیو الحاج فی شروح المینیۃ (جیسا کہ شیخ کے حوالے سے
محذرا اسی کی مثل علامہ ابن امیر الحاج نے شرح فیہ میں فرمایا۔ ت) معہذا ترک ایما نا منافی سنیت و
استجاب نہیں بلکہ اس کا مقرو و موکہ ہے کہ موافقت محققین کے نزدیک امارت و وجوب کما فی البحر
و غیریہ (جیسا کہ بحر وغیرہ میں ہے۔ ت) علاوہ بریں اگر بالفرض رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
نے دائما سب سنتیں مسجد ہی میں پڑھی ہوتیں تاہم بعد اس کے کہ حضور ہم سے ارشاد فرمایا کہ "فرضوں کے
سوا تمام نمازیں تمہیں گھر میں پڑھنی چاہئیں" اور فرمایا "ماورائے فرائض اور نمازیں گھر میں پڑھنا مسجد
دینہ طیبہ میں پڑھنے سے زیادہ ثواب رکھتا ہے" بلکہ مسجد میں پڑھتے دیکھ کر وہ ارشاد فرمایا کہ "نماز گھروں
میں پڑھا کر دیکھنا مکمل ذللت (جیسا کہ یہ سب کچھ نیچے گزرا ہے۔ ت) تو ہمارے لئے بہتر گھر ہی میں
پڑھنے میں ہے کہ قول فعل پر مزع ہے اور ان احادیث میں نماز سے صرف نوافل مطلقہ مراد نہیں ہو سکتی
کہ ماورائے فرائض میں سنن بھی داخل اور قضیہ مسجد بنی عبدالاشعل کا خاص سنن مغرب میں تھا کما سبق
(جیسا کہ نیچے گزرا۔ ت) اسی طرح فقہاء بھی عام حکم دیتے اور نوافل کی تفصیل نہیں کرتے، چاہے میں ہے
والافضل فی عامۃ السنن و النوافل
الصنزل و هو المروی عن النبی صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم
تمام سنن و نوافل کو گھر میں ادا کرنا افضل ہے
اور یہی بات رسالت اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
سے مروی ہے۔ (ت)

فتح القدیر میں ہے :

عام فقہانے عبارت کتاب (ہایہ) کی طرح مطلقاً
جواب دیا ہے اور قضیہ ابو جعفر نے اسی پر
عامتہم علی اطلاق الجواب
کعبا مرقا الکتاب و بہ افقی

لہ اشعۃ اللمعات باب من صلی مسلوۃ مرتین فصل ثالث مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۵۰۳/۱
لہ الہدیۃ جزء اول باب ادراک التفریضہ مکتبہ عربیہ کراچی ۱۳۲/۱

الفقیہ ابو جعفر قال الا انت یخشى
انت یشغل عنها اذا رجع فان
لم یخف فلا فضل البیت

شرح مفید میں ہے :

ثم السنة في سنة الفجر وكذا في سائر
السنن ان يأتي بها اما في بيته وهو
الافضل او عند باب المسجد واما
السنن التي بعد الضريضة فانه ان تطلع
بها في المسجد فحسن وتطوع بها
في البيت افضل وهذا غير مختص بسما
بعد الضريضة بل جميع التواخل ما بعد
الترابيح وتحتية المسجد لا فضل فيها
المزول لما روى عن النبي صلى الله تعالى
عليه وسلم انه كان يصلي جميع السنن
والوتر في البيت ثم ملخصها .

یہ کہتے ہوئے فتویٰ دیا ہے مگر اس صورت میں
کہ جب کسی مشغولیت کی بنا پر گھر لوٹ کر نوافل کے
وقت ہو جانے کا خطرہ ہو (تو مسجد میں ہی پڑھ
لے) ہاں اگر خوف نہ ہو تو گھر میں ادا کرنا افضل ہے۔

پھر سنت، سنن فجر میں اسی طرح بقیہ سنن میں
کہ ان کو گھر میں ادا کرے اور یہی افضل ہے
یاد رواۃ مسجد کے پاس ادا کرے۔ رہیں وہ
سنتیں جو فرائض کے بعد ہیں اگر مسجد میں ادا کرے
تو بھی ٹھیک اور اگر گھر میں ادا کرے تو زیادہ بہتر
ہے، اور یہ صرف ان سنن کا معاملہ نہیں جو فرائض
کے بعد ہیں بلکہ تراویح و تحیۃ المسجد کے علاوہ باقی
تمام نوافل کو گھر میں ادا کرنا افضل ہے کیونکہ
رسالہ کتاب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بارے
میں مروی ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
سنن دو ترکو گھر میں ہی ادا فرماتے تھے اور تحیۃ

اور عیب ثابت ہو چکا کہ سنن و نوافل کا گھر میں پڑھنا افضل اور یہی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم کی عادت طیبہ، اور حضور نے جو نہی بھی حکم فرمایا تو بخیاں مشابہت روا فض اُسے ترک کرنا کچھ وجہ
نہ رکھا ہے۔ اہل بدعت کا فحش اُن کی بدعت یا شعار خاص میں کیا جائے نہ یہ کہ اپنے مذہب کے امور
خیر سے جو بات وہ اختیار کریں ہم اُسے چھوڑتے جاتیں آخر افضی کلمہ بھی تو پڑھتے ہیں۔ بالکل احمسہل حکم
استنباطی یہی ہے کہ سنن قبلہ مثل رکعتیں فجر و بائی ظہر و عصر و مشا مطلقاً گھر میں پڑھ کر مسجد کو جائیں کہ
ثواب زیادہ پائیں، اور سنن بعدہ مثل رکعتیں ظہر و مغرب و عشاء میں جسے اپنے نفس پر اطمینان کامل حاصل ہو

کہ گھر جا کر کسی ایسے کام میں جو اسے اس کے سنن سے باز رکھے مشغول نہ ہو گا وہ مسجد سے فرض پڑھ کر پلٹ آئے اور سنتیں گھر ہی میں پڑھے تو بہتر اور اس سے ایک زیادہ ثواب یہ حاصل ہوگی کہ جتنے قدم بارادہ یا اسے سنن گھر تک آئے گا وہ سب حسنات میں لکھے جائیں گے۔

قال تبارک و تعالیٰ و تکتب ما قد مسا و
انما سرهم و کل شیء احصینہ فی اصنام
صین الہ
اللہ تبارک و تعالیٰ کا فرمان ہے : ہم لکھ رہے
ہیں جو انہوں نے آگے بھیجا اور جو نشانیاں پیچھے
چھوڑ گئے اور ہر شیء کو ہم نے کتاب میں شمار
کر رکھا ہے۔ (ت)

اور جسے یہ وثوق نہ ہو وہ مسجد میں پڑھ لے کہ نماز افضلیت میں اصل نماز فوت نہ ہو، اور یہ معنی عارضی
افضلیت صلوٰۃ فی البیت کے منافی نہیں، نظیر اس کی نماز وتر ہے کہ بہتر اخیر شب تک اس کی تاخیر ہے
مگر جو اپنے جانگنے پر اعتماد نہ رکھتا ہو وہ پچھلے پڑھ لے کما فی کتب الفقہ (جیسا کہ کتب فقہ میں ہے)۔
مگر اب عام عمل اہل اسلام سنن کے مساجد ہی میں پڑھنے پر ہے اور اس میں مصالح ہیں کہ ان میں احلیان
کم ہوتا ہے جو مساجد میں ہے اور عادت قوم کی مخالفت موجب طعن و انگشت نمائی و انتشار ظنون و فتح
باب غیبت ہوتی ہے اور حکم صرف استنباطی تھا قرآنی مصالح کی رعایت اس پر مرجع ہے، ائمہ دین
فرماتے ہیں، الخروج عن العادة شہرة و مکروہ (معمول کے خلاف کرنا شہرت اور مکروہ
ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۰۳۵ از لشکر گواہان محکمہ ڈاک مرسلہ مولوی نور الدین احمد صاحب غفرہ ذی الحجہ ۱۳۱۲ھ
(۱) نفل کا سوائے تراویح و نماز کسوف و خسوف بجماعت غرض ہونا تو معلوم ہے لیکن بعض مشائخ
کے یہاں جو یا اعتبار کسی کسی کتاب کے بعض نمازیں نفل کی مثلاً صلوٰۃ قضا کے عمری (۳۴ نفل قبل
آخری جمعہ کے) اور نفل شب برات بجماعت ہوتے ہیں ان کی کیا اصل ہے، جو از کس بنا پر ہے
اور مخالفت کیوں ہے، جن فتاویٰ کی رو سے جو از نکالنا ہے وہ کہاں تک معتبر ہے؟

(۲) نفل دوم عاشوراء ہم کو پڑھنا مناسب ہے یا نہیں؟

الجواب

(۱) ہمارے ائمہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے نزدیک نوافل کی جماعت بتداعی مکروہ ہے۔ اسی حکم میں

نماز خسوف بھی داخل کر دہ بھی تنہا پڑھی جائے اگرچہ امام جمعہ حاضر ہو حکما فی الشامی عن اسمعیل عن
 البرجندی (جیسے کہ شامی نے اسمعیل سے اور انھوں نے برجندی سے نقل کیا ہے۔ ت) حکم میں ہے
 اما الجماعة فی صلوة الخسوف فظاهر کلام الجہم الغفیر من اهل المذہب
 ربا صلوة خسوف کی جماعت کے بارے میں حکم تو
 اہل مذہب کے جم غفیر کے کلام سے یہی ظاہر ہے
 کراہتھا الخ
 کہ یہ مکروہ ہے الخ (ت)

صرف تراویح و صلوة الکسوف و صلوة الاستسقاء مستثنی ہیں
 وذلك بوفاق اشتنا علی الاصح فالخلف
 اصح مذہب کے مطابق ہمارے ائمہ کا اتفاق
 ہے، اختلاف آخری (صلوة الاستسقاء)
 کے سنون ہونے میں ہے نہ کہ جواز میں، جیسے
 کہ درمختار میں تصریح ہے (ت)

تداعی مذہب اصح میں اُس وقت متحقق ہوگی جب چار یا زیادہ مقتدی ہوں دو تین تک گراہت
 نہیں،

فی الدرر یکبر ذلك لو علی سبیل التداعی
 بان یقتدی اربعۃ ہو احد کما فی الدرر
 درمختار میں ہے یہ مکروہ ہے اگر علی سبیل التداعی
 ہو مثلاً چار آدمی ایک کی اقتداء کریں جیسا کہ درر
 میں ہے احد، طحاوی علی مرقی الفلاح میں ہے
 اگر تین نے ایک کی اقتداء کی تو اصح یہی ہے کہ
 یہ مکروہ نہیں۔ (ت)

نماز قضا سے عمری کہ آخر جمادی المبارک رمضان میں اُس کا پڑھنا اختراع کیا گیا اور اُس میں یہ
 سمجھا جاتا ہے کہ اس نماز سے عمر بھر کی اپنی اور ماں باپ کی بھی قضائیں اُتر جاتی ہیں محض باطل و

۱۸۳/۲	مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	باب الکسوف	۱
۱۱۸/۱	مطبوعہ مطبعہ مجتبیٰ دہلی	باب الاستسقاء	۲
۹۹/۱	~ ~ ~	آخر باب الوتر والنوافل	۳
۲۱۱	نور محمد کتب خانہ آرام باغ کراچی	حاشیہ الطحاوی علی مرقی الفلاح	۴

بدعت سیدہ شفیقہ ہے کسی کتاب معتبر میں اصلاً اس کا نشان نہیں، نماز شب پر بات اگرچہ مشائخ کرام قدس سرہم نے بجااحت بھی پڑھی، قوت القلوب شریف میں ہے،

يستحب احياء خمس عشرة ليلة (الى قوله) ليلة النصف من شعبان وقد كانوا يصلون في هذه الليلة مائة ركعة بآلف مرة قل هو الله احد عشر ا في كل ركعة ويسمى هذه الصلوة صلوة الخیر ویتعبر فومن برکتهاء و یجتمعون فیها و ربما صلوا جماعة علیہ برکت مستمرة، اس رات (یعنی پندرہ شعبان) میں اجتماع کرتے اور احياء اس نماز کو باجماعت ادا کرتے تھے۔ (ت)

اور یہی مذہب علمائے تابعین سے لقمان بن عامر و خالد بن معدان اور احمد مجتہدین سے اسحق بن راہویہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ہے مگر ہمارے ائمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا مذہب یہی ہے کہ جماعت بتدائی ہو تو مکروہ ہے

كما نص عليه في البزانية والقارخانية والحاوي القديسي والحلية والغلية ونور الايضاح ومراقي الفلاح والاشباه وشروحهها والمدار المختار وحواشيه وغير ذلك من الكتب المعتمدة.

جیسا کہ اس پر بزانہ، تارخانہ، الحاوی القدسی، غنیہ، نور الايضاح، مرقی الفلاح، الاشباہ اور اس کی شرح، درمختار اور اس کے حواشی، اور اس کے علاوہ دیگر معتد کتب میں تصریح ہے (ت)

(۲) عاشورایام فاضلہ سے ہے اور نماز بہترین عبادات اور اوقات فاضلہ میں اعمال صالحہ کی تکثیر قطعاً مطلوب و مندوب مگر اس دن نوافل معینہ بطرق مخصوصہ میں جو حدیث روایت کی جاتی ہے علماء اسے موضوع و باطل بتاتے ہیں کیا صرح بہ ابن الجوزی فی موضوعاتہ و اقربا علیہ فی اللآلی (اس کی تصریح ابن جوزی نے اپنی موضوعات میں کی اور امام سیوطی نے اللآلی میں

اسے ثابت رکھا ہے۔ ت (موضوعات گیر کا علی قاری میں ہے، مہلوقہ عاشوراء موضوع بالاتفاق
(عاشوراء کی نماز بالاتفاق موضوع ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم
مسئلہ ۱۰۳۶ از علاقہ جاگل تھانہ ہری پور کوٹ نجیب اللہ خاں مرسلہ شہیر محمد شیخ

۱۴ رمضان شریف ۱۳۱۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ وتر میں نیت وتر کی کرے یا واجب کی یا سنت کی
یا کیا؟ بینوا تو جروا

الجواب

وتر کی نیت تو ضروری ہے پھر چاہے اسی قدر پر قناعت کرے اور بہتر یہ ہے کہ وتر واجب
کی نیت کرے کہ ہمارے مذہب میں وتر واجب ہی ہیں اور اگر سنت بمعنی مقابل واجب کے نیت کی
تو ہمارے امام کے نزدیک وتر ادا نہ ہوں گے۔

فی الدر المختار لا بد من التعيين عند
النية لغيره انہ ظہر او عصر و واجب
انہ وتر او نذرانہ مختصرا و فی رد المحتار
ای لا يلزمه تعيين الوجوب وان كانت
حظيا ينبغي ان ينويه لي مطابق اعتقاد
المذ. واللہ تعالیٰ اعلم

در مختار میں ہے نیت کے وقت اس بات کا تعین
کہ یہ فرض ہے مثلاً یہ ظہر و عصر کی نماز ہے یا
واجب مثلاً وتر یا نذر کی نماز ہے ضروری ہے
اختصاراً، اور رد المحتار میں ہے کہ تعین واجب
لازم نہیں، ہاں اگر وہ جنفی ہو تو مناسب یہی ہے
کہ اس کی نیت کرے تاکہ وہ اس کے اعتقاد
کے مطابق ہو جائے الخ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۰۳۷ از ملک بنگالہ ضلع چائیکام ڈاکخانہ بلدی مرسلہ محمد حبیب اللہ صاحب

۸ جمادی الاخریٰ ۱۳۱۷ھ

چرمی فرمائید علمائے دین اندری مسئلہ کہ جناب
قاضی ثناء اللہ صاحب در مالابہ منہ آورده اند کہ
اس مسئلہ میں علماء کی کیا رائے ہے کہ مالابہ منہ
میں قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے ذکر کیا ہے کہ

۲۸۹ ص	مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت	۱۱۳۱	شہ الاسرار المرفوعہ لملا علی قاری حدیث
۶۷/۱	مطبوعہ مجتہاتی دہلی بھارت	باب شروط الصلوٰۃ	۱۱۳۱
۴۱۹/۱	ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	۱۱۳۱	۱۱۳۱

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز تہجد میں قیام طویل فرماتے تھے کہ آپ کے پاؤں مبارک متورم ہو جاتے اور پھٹ جاتے، یہ قول قابل اعتبار ہے یا نہیں، متورم ہونا اور پھٹنا دونوں صحاح ستہ سے ثابت ہیں یا صحاح کے علاوہ بعض بعض علما کا یہ کہنا ہے کہ مبارک قدموں کا متورم ہونا تو صحاح سے ثابت ہے مگر پھٹ جانا ثابت نہیں، کس کا قول معتبر ہے، مسئلہ کتاب کے ساتھ بیان کریں اور علما کے لئے اللہ تعالیٰ سے اجر پائیں۔

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم در صلوٰۃ تہجد قیام بسیار می فرمودند حتی کہ در پائے مبارک آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تورم و خشق شدہ است؛ قول مذکور قابل اعتبار است یا نہ و تورم و خشق در صحاح ستہ ثابت است یا خارج از صحاح بعض عالم میگویند کہ در وقت ہم مبارک آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم در صحاح ثابت است و خشق ثابت نیست قولی کہ اگر کس مقیر است بینوا بسند الکتاب و وجودا من اللہ الوہاب۔

الجواب

قاضی صاحب کا کلام درست و صحیح ہے اس کا انکار ناواقفیت ہے۔ پاؤں کا متورم ہونا اور پھٹ جانا دونوں ہی صحاح ستہ سے ثابت ہیں، یہ خبر شیخ ابی داؤد اور جامع صحیح امام بخاری میں مروی ہے کہ میں صدقہ بن فضل انیس ابن حنیفہ انصاری نے زیاد سے بتایا کہ میں نے حضرت مغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قیام فرمایا حتی کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مبارک قدم متورم ہوئے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان الفاظ کے ذریعے مغفرت بخشش کی تو بخیر دی ہے لیفقدک اللہ ما تقدم من ذنبك وما تأخر۔ تو

ابن جاسق قاضی درست و سہی ست انکار شہ از ناریہ روی ست، تورم و الشقاق پر در صحاح ستہ خبر ای سنن ابی داؤد مروی ست و در جامع صحیح امام بخاری ست حدیثنا جسد قنہ بین فضل انصاری ناہن عیینہ شہنا زیاد انہ سمع المغیرہ یقول قام النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حتی تورحت قدمہ فقیل لہ قد غفر اللہ لک ما تقدم من ذنبك وما تأخر قال افلا اکون حبدا شکورا الحدیثنا الحسن بن عبد العزیز شہنا عبد اللہ بن یحیی اخبرنا حیوۃ عن ابی الاسود

انه سمع عروۃ عن عائشة
 رضى الله تعالى عنها ان
 نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ
 وسلم کان یقوم من
 اللیل حق تنظر قد صا
 فقالت عائشة لو تصنع هذا
 یا رسول اللہ وقب خفیر اللہ
 لك ما تقدم من ذنبك و ما
 تأخر قال ایضا احب ان
 اکون عبدا شکورا الحدیث
 قال البخاری فی کتاب الصلوة
 تظفر قد صا الفطور والشقوق
 انظرت انشقت ۱۰ واللہ تعالیٰ
 اعلم۔

آپ نے فرمایا، کیا میں اس کا شکر گزار بندہ نہ بنوں!
 حسن بن عبد العزیز انھیں عبد اللہ بن محمد انھیں حیرۃ
 انھیں ابوالاسود نے بیان کیا کہ میں نے حضرت عروہ
 رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ
 تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
 رات کو قیام فرماتے حتیٰ کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ
 وسلم کے قدم مبارک چھٹ جاتے، میں نے عرض کیا،
 یا رسول اللہ! اتنی مشقت کیوں اٹھاتے ہو حالانکہ
 اللہ تعالیٰ نے آپ کے اگلے اور پچھلے معاملات پر
 مغفرت و بخشش کی ضمانت فراہم کر دی ہے تو
 آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، کیا میں اس کا
 شکر گزار بندہ نہ بنوں؟ اس حدیث کو امام بخاری
 نے کتاب الصلوة میں ذکر کر کے فرمایا، تظفر
 قد صا الفطور کا معنی پھٹ جانا ہے کیونکہ انظرت
 اور انشقت دونوں کا معنی پھٹ جانا ہے ۱۰
 واللہ تعالیٰ اعلم

مشتملہ از بریلی ملاحظہ فرمائیے ۲۹ ذی القعدہ ۱۳۲۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نماز عشاء میں آخری نفل بیٹھ کر پڑھنا چاہئے یا کھڑے
 ہو کر؟ سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کس طور پر ہمیشہ ان نفلوں کو ادا فرمایا اور کس طرح پڑھنا باعث
 نیا دتی ثواب ہے؟ بینوا توجہوا

الجواب

حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ نفل بیٹھ کر پڑھے مگر ساتھ ہی فرمادیا کہ میں تمہارے مثل

۱۰ صحیح البخاری سورۃ الفتح زیر قول لیغفر لک اللہ الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱۶/۲
 ۱۰ باب قیام النبی صلی اللہ علیہ وسلم اللیل الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۵۲/۱

نہیں، میرا ثواب قیام و قعود دونوں میں یکساں ہے تو اُمت کے لئے کھڑے ہو کر پڑھنا افضل اور دونا ثواب ہے اور بیٹھ کر پڑھنے پر بھی کوئی اعتراض نہیں واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۰۳۹ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نماز تہجد ادا کرتا ہے لہذا اس کو وتر بعد فراغت تراویح پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ یا کسی کی تراویح اتفاق سے کچھ باقی رہ گئی ہیں تو وہ امام کے بعد تراویح پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب

تہجد پڑھنے والا بعد تراویح وتر پڑھ سکتا ہے بلکہ جائز ہے پراعتقاد نہ ہو تو پہلے ہی پڑھ لینا بہتر ہے جس نے امام کے ساتھ بعض تراویح نہ پائیں تو بعد امام اُن کو پڑھنے خواہ و تروں سے پہلے یا بعد اور اول بہتر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۰۴۰ از ریاست الوراء چوتانہ محلہ قاضی وارہ مدرسہ مولوی محمد رکن الدین صاحب نقشبندی ۲۲ ذی الحجہ ۱۳۲۳ھ

مسئلہ یہ ہے کہ جمعہ کی پہلی چار سنتیں اگر قضا ہو جائیں تو بعد فرض جماعت کے اُسے سنت وقت کے اندر قضا کر لے یا نہیں؟ اس میں بھی صاحب رد المحتار تحریر فرماتے ہیں کہ جمعہ کی سنت مثل سنت ظہر کے نہیں ہیں لہذا اگر ارشش ہے کہ اس کی تحقیق سے براہیسی ڈاک اطلاع بخشی جائے۔ دو چار علماء سے جو گفتگو ہوئی تو انہوں نے جناب کی تحقیق کی طرف توجہ دلائی۔

الجواب

ہاں وقت میں انہیں ادا کر لے وہ ادا ہوگی نہ کہ قضا، در مختار میں ہے۔

بمخلاف سنتہ الظہر و کذا الجمعة فانه
ان خلاف فوت مراکعتہ یترکھا ویقتدی
ثم یاتی بها علی انه سنة فی وقته اعی
الظہر یہ

بمخلاف ظہر کی سنت کے، اسی طرح جمعہ کا معاملہ
ہے، پس اگر نماز کی ایک رکعت نکل جائے گا
خطرہ ہو تو سنن ترک کر کے جماعت میں شامل
ہو جانا چاہئے پھر ان سنتوں کو اپنے وقت یعنی
ظہر میں ادا کرے۔ (دست)

بحوالہ الرائق میں ہے،

وحکم الاسابیع قبل الجمعة کالادبیم
جمعہ کی پہلی چار سنتوں کا حکم وہی ہے جو ظہر سے
سہ در مختار باب اوراک الغریضہ
مطبوعہ مطبعہ مجتبائی دہلی بھارت ۱۰۰/۱

قبل الظهر کمالا یخفی

پہل چار سنتوں کا ہے جیسا کہ واضح ہے (ت)

ما شیعہ علامہ خیر الدین الزلی علی البحر الرائق میں فتاویٰ علامہ سراج الدین حانوفی سے ہے،

فعلی ما قالوا فی المتن وغیرہا من ان
سنة الظهر تقضى، يقتضى ان تقضى
سنة الجمعة اذا فرق آخر ثم نقل عن
مرافضة العلماء ما رده في منحة الخالق
ورد المحتار۔

اس بنا پر کہ جو فقہانے کہا ہے کہ سنتوں وغیرہ پہلے کہ
ظہر کی سنتیں ادا کی جائیں اس کا تقاضا ہے کہ بعد
کی سنتیں بھی ادا کی جائیں کیونکہ ان میں کوئی فرق
نہیں اور پھر انہوں نے روئے العلماء سے وہ نقل
کیا جسے مؤرخ الحالی اور رد المحتار میں رد کیا ہے (ت)

جامع الرموز میں ہے،

يترك سنة الظهر ولو حکما فيد خل فيه
سنة الجمعة فتقضى على الخلاف
سنة الظهر۔

ظہر کی سنتیں چھوڑ دی جائیں اگرچہ ظہر مکمل ہو تو جواز
ترک میں جمعہ کی سنتیں بھی داخل ہوں گی تو انہیں
بر خلاف سنت ظہر ادا کیا جائے (ت)

رد المحتار شامی کا استدلال کہ،

قد يستدل للفرق بينهما بان القياس
في السنن، عدم القضاء وقد استدل
قاضي خان بقضاء سنة الظهر بما عن
عائشة رضي الله تعالى عنها من
النسبي صلى الله تعالى عليه وسلم كان
اذا فاتته اكله اربع قبل الظهر قضاها
بعد، فيكون قضاءها ثبت بالحدیث
على خلاف القياس۔

بعض اوقات ان کے درمیان فرق کے لئے یہ
استدلال کیا جاتا ہے کہ قیاس کا تقاضا ہے کہ منہج
میں قضا نہیں، اور قاضی خان نے ظہر کی سنتوں
کی قضا پر اس حدیث سے استدلال کیا ہے جو
حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے
کہ اگر ظہر سے پہلے کی چار رکعات حضور علیہ الصلوٰۃ
والسلام سے رہ جائیں تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم ظہر کے بعد انہیں ادا فرمایا کرتے تھے پس ان کی
اداء خلاف قیاس حدیث سے ثابت ہوتی (ت)

سنة بحر الرائق	باب ادراك الفريضة	مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	۵۵/۲
سنة حاشية منحة الحالی علی البحر الرائق	قول حکم الاربع قبل الجمعة کے تحت	" "	۵۵/۲
سنة جامع الرموز	فصل ادراك الفريضة	مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران	۲۲۳/۱
سنة رد المحتار	باب " "	مصطفیٰ البابائی مصر	۵۳۱/۱

اس پر فقیر غفرلہ المولیٰ القدر نے اپنی تعلیقات میں یہ لکھا :

اقول فيه ان الحاق سنة الجمعة بسنة
الظهير دليل المساواة فلا يفور كسوى
التقضاء فيهي على خلاف القياس لان
الالحاق دلالة لا يختص بمعقول المعنى
كما نص عليه الامام ابن الهيثم وغيره
من اعلام اربل لقائل انت يقول
ان سنة الجمعة من افراد سنة الظهير
فلا الحاق فافهم وبالجملة فالاحوط
الايتان بها خروجا عن العهدة بيقين
والله تعالى اعلم۔

اقول بجمد کی سنتوں کو ظہر کی سنتوں کے ساتھ مساوی
کی بنا پر لائق کرنے میں ان کو خلاف قیاس قضا
کرنے میں کوئی ضرر نہیں کیونکہ دلالت الحاق کے لئے
معقول یعنی ہونا ضروری نہیں جس طرح اس پر
امام ابن ہمام وغیرہ نے تصریح کی ہے بلکہ فتاویٰ
کے لئے یہ کہنا ممکن ہے کہ بعد کی سنتیں ظہر کی
سنتوں کا ہی فرد ہیں تو پھر کوئی الحاق نہ ہوگا لہذا
سمجھو الغرض احتیاط یہی ہے کہ انہیں بجایا جائے
تاکہ ذمہ داری سے بالیقین عہدہ برآ ہوا جائے
واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۲۸ محرم ۱۳۰۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے فوجت جماعت کے خوف سے سنتیں فجر کی
ترک کیں اور جماعت میں شامل ہو گیا اب وہ ان سنتوں کو فرضوں کے بعد سورج نکلنے سے پیشتر پڑھے یا بعد؟
بیٹو اتوجروا

الجواب

جبکہ فرض فجر پڑھ چکا تو سنتیں سورج بلند ہونے سے پہلے ہرگز نہ پڑھے، ہمارے اندر رجیم اللہ تعالیٰ
عنہم کا اس پر اجماع ہے بلکہ پڑھے تو سورج بلند ہونے کے بعد دوپہر سے پہلے پڑھ لے، نہ اس کے بعد پڑھے
نہ اس سے پہلے۔ رد المحتار میں ہے :

اذا فات وجدها فلا تقضى قبل طلوع
الشمس بالاجماع لكرهية النقل بعد
العصم، واما بعد طلوع الشمس فكذلك
عند هذا وقال محمد احب الحيات
يقضيها الى الزوال كما في الدرر۔

جب اکیلی سنتیں رہ گئی ہوں تو بالاجماع طلوع
آفتاب سے پہلے انہیں قضا نہ کرے کیونکہ اس
وقت نقل نماز مکروہ ہے۔ رد المحتار آفتاب کے بعد
تو شیخین کے نزدیک یہی حکم ہے مگر امام محمد فرماتے
ہیں کہ زوال سے پہلے پہلے ان کا ادا کر لینا صحیح ہے
جیسا کہ درمیں ہے (ت)

اور یہ خیالی کہ اس میں قصد وقت قضا کرنا ہے ناواقفی سے ناشی، یہ سنتیں موجب فرضوں سے پہلے نہ پڑھی گئیں خود ہی قضا ہو گئیں، اُن کا وقت یہی تھا کہ فرضوں سے پیشتر پڑھی جائیں، اب اگر فرضوں کے بعد سورج نکلنے سے پیشتر پڑھے گا جب بھی قضا ہی ہوں گی ادا ہو گزرنے ہوں گی الاتری الی قولہ لا تقضی قبل طلوع الشمس یا کاجماع فقد سخی صلواتہا قبل الطلوع بعد الفرض قضاء (آپ نہیں دیکھتے کہ انہوں نے کہا یا لاجماع طلوع آفتاب سے پہلے قضا نہ کرے اس میں فرض کے بعد طلوع سے پہلے نماز کو قضا کیا گیا ہے۔ ت) لیکن طلوع سے پہلے قضا کرنے میں فرض فجر کے بعد فوافل کا پڑھنا ہے اور یہ جائز نہیں، لہذا ہمارے اماموں نے اس سے منع فرمایا اور بعد طلوع وہ حرج نہ رہا لہذا اجازت دی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۰۴۲ از اوچین مکان میر خادم علی صاحب اسسٹٹ مرسلہ حاجی یعقوب علی خاں صاحب

۲۲ شعبان ۱۳۱۱ھ

اس مسئلہ میں کیا حکم ہے کہ بکر و ضو نماز فجر کا کر کے ایسے وقت میں آیا کہ امام قعدہ اخیرہ میں ہے جو سنت پڑھتا ہے تو جماعت جاتی ہے اور جماعت میں طاس ہے تو سنتیں فوت ہوتی ہیں اس صورت میں سنتیں پڑھے یا قعدہ میں مل جائے؟ بینوا و توجروا

الجواب

اس صورت میں بالاتفاق جماعت میں شریک ہو جائے کہ جماعت میں ملنا سنتیں پڑھنے سے اہم و آگہ ہے، جب یہ جائے کہ سنتیں پڑھوں گا تو جماعت ہو چکے گی بالاتفاق جماعت میں مل جانے کا حکم ہے اگرچہ ابھی امام رکعت ثانیہ کے شروع میں ہو قعدہ تو ختم نماز ہے اس میں کیونکر امید ہو سکتی ہے کہ امام کے سلام سے پہلے یہ سنتیں پڑھ کر جماعت میں مل سکے گا،

فی الدر المختار اذا خاف فوت رکعتی
الفجر لا اشتغاله بسنتہا ترکھا لکون
الجماعة اکمل الخ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔
در مختار میں ہے کہ سنتوں میں مصروفیت کی بنا پر
فجر کے فرض الف کے فوت ہونے کا خوف ہو تو
انہیں چھوڑ دیا جائے کیونکہ جماعت ان سے
اکمل ہے الخ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۱۰۴۳ از مقام یوید قلعہ رام چھاؤنی ڈیرہ اسماعیل خاں رحمت علی بنگال ملک وزیرستان
مرسلہ عبد اللہ خاں صاحب سوار ۱۳ صفر ۱۳۲۰ھ

سے اے لغاتے تو جواب ہر سوال
مشکل از محل شریعہ قیل ، قال

(آپ سے طاقات بھی ہر سوال کا جواب ہے اور بغیر قیل و قال آپ سے
سوال حل ہو جاتا ہے)

بعد تفتائے قدس موسیٰ کے مدعا یہ ہے کہ یہاں ہم لوگوں میں ایک حافظ قرآن شریف بہت عمدہ تلاوت
کرتے ہیں سب بزرگوں کا مشورہ ہوا کہ حافظ صاحب ہم کو پورا قرآن سنائیں سب کی صلاح سے بعد نماز عشاء
پچھنی دو رکعت نفل میں دو پارے روز سنائے دس یوم بعد معلوم ہوا کہ نفلوں میں جماعت درست نہیں
بعد کو سب کی رائے سے عشا کے فرضوں میں دو رکعت پیشتر میں قرآن سنایا یہ یوم مٹا ہو گا کہ بعض نے کہا
تھوڑی نماز درست نہ ہوئی اب آپ لکھیے کہ کسی طرح قرآن شریف علاوہ رمضان مبارک سنانا درست
ہے یا نہیں؟ اب سب کہتے ہیں و تروں میں سناؤ اور اب یہ بھی سنا ہے کہ سنتوں میں جماعت درست
نہیں ہے پھر کیا بندوبست کیا جائے؟ اور جو نماز اس طور پر بھی ہے وہ قبول ہوئی یا پھر قضا کریں؟ یہ جگہ
پہاڑ ہے ایک قلعہ ہے جس میں ہم قریب سو جوانوں کے رہتے ہیں۔

الجواب

استسقاء کے سوا ہر نماز نفل و تراویح و کسوف کے سوا ہر نماز سنت میں ایسی جماعت جس میں چار یا
زیادہ شخص مقتدی بنیں مکروہ ہے اور و تروں کی جماعت غیر رمضان میں اگر اتفاقاً کبھی ہو جائے تو حرج نہیں مگر
الزام کے ساتھ وہی حکم ہے کہ چار یا زیادہ مقتدی ہوں تو کراہت ہے اور فرضوں میں قراءت طویل قدر سنت
سے اس قدر زیادہ مقتدیوں میں سے کسی شخص پر بار گزرے سخت ناجائز و گناہ ہے یہاں تک کہ اگر ہزار
مقتدی ہیں اور سب خوشی سے راضی ہیں کہ قراءت قدر سنت سے زیادہ پڑھی جائے مگر ایک شخص کو ناگوار
ہے تو اسی ایک کا لحاظ واجب ہو گا اور قدر سنت سے پڑھنا گناہ ہو گا، درمختار میں ہے:

یصلی بالناس من یملک اقامۃ الجمعة
سراکتین کا نفل و صلوة الکسوف سنتہ
واختارہا فی الاسرار و وجوبہا
واختلف فی استقامۃ صلوة
وہ شخص جو جمعہ قائم کر سکتا ہے لوگوں کو مثل نفل کے
دو رکعات نماز پڑھا سکتا ہے اور صلوة کسوف
سنت ہے اور اسرار میں اس کے وجوب کہ
مختار کہا ہے، نماز استسقاء کے سنت ہونے

الاستسقاء وهو بلا جماعة مسنونة بل هي
جماعة آخر ملقطاً.

اُسی میں ہے:

لا يصلي الوتر ولا التطوع بجماعة خارج
س مضافات ای یکروہ ذلک لو علی سبیل
التداخی بان یقتدی اربعة بواحد
كما فی الدرر.

رد المحتار میں ہے:

قوله يكره ذلك اشار الى ما قالوا ان
المراد من قول القدری في مختصرة
لا يجوز انكراهة لا عدم اصل الجواز
لكن في الخلاصة عن القدری انه
لا يكره وایده في الحلیة بما
اخرجه الطحاوی عن المسورین
من حرمة قال دفنا ابا بكر رضي الله تعالى
عنه لیسلا فقال عمر رضي الله
تعالى عنه اني لما اوتيت فقام
وصفنا وراة لا فصل بنا
ثلث ركعات لم یسلم الا
في اخرهن ثم قال و
يمكن ان يقال الظاهر

میں اختلاف ہے اور یہ جماعت مسنون بلکہ جائز
ہے اور ٹھیکاً (ت)

رمضان کے علاوہ وتر اور نوافل کو جماعت کے ساتھ
ادانہ کیا جائے یعنی یہ عمل مکروہ ہے اگر علی سبیل
التداخی ہو یا اس طور کہ چار آدمی کسی ایک کی اقتدا
کریں جیسا کہ درمیں ہے (ت)

ان کا قول "یکروہ ذلک" علماء کے اس قول کی
طرف اشارہ ہے جو انہوں نے فرمایا کہ قدری کے
اپنی مختصر میں قول "لا يجوز" کا معنی یہ ہے کہ
مکروہ است ہے نہ کہ اصل جواز معدوم ہے لیکن
ظہار میں قدری سے ہے کہ یہ مکروہ نہیں اور
اس کی تائید علیہ میں اس روایت سے کی ہے جو
طحاوی نے حضرت مسور بن عفرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
سے روایت کی ہے کہ ہم نے سیدنا ابو بکر صدیق
رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو رات کو دفن کیا تو حضرت عمر
رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میں نے ابھی وتر نہیں
پڑھے، آپ کھڑے ہوئے تو ہم ان کے پیچھے
صفت بنائی تو انہوں نے ہمیں تین رکعت پڑھائیں
اور ان کے آخر میں سلام پھیرا، پھر کہا کہ یہ کہنا

۱۱۷/۱	مطبوعہ مطبع مجتہد فی دہلی بھارت	باب الکسوف	۱۱۷/۱
۱۱۸/۱	" " " " " "	باب الاستسقاء	۱۱۸/۱
۹۹/۱	" " " " " "	باب الوتر والنوافل	۹۹/۱

ان الجماعة فيه غير مستحبة ثم ان
كان ذلك احيا ناكما فعل عمر رضي الله
تعالى عنه كانت مباحا غير مكروه وان
كان على سبيل المواظبة كان بدعة
مكروهة لانه خلاف المتوارث وعليه
يحمل ما ذكره القدوري في مختصره
وما ذكره في غير مختصره يحمل على
الاول والله تعالى اعلم.

در مختار میں ہے،

يكره تحريمها تطويل الصلوة على القوم
نرا اذا على قدر السنة الز وتمام الكلام
عليه في رد المختار والمحلية وغيرهما
وبالبحث والتحقيق يظهر ما ذكرنا.

پس اگر اس کا بند و بست منظور ہو تو اس کی تین صورتیں ہیں،

(۱) یہ کہ فرضوں کی دو رکعت پیش میں قراءت ہو اس شرط پر کہ جماعت کے آدمی گئے بندھے ہوں اور
وہ سب دل سے اس تطویل پر راضی ہوں کسی کو گراں نہ گزرے۔

فان الله لا يمل حتى تملوا حكما في الصحيح
عن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم.
ان الله تعالى لا يمل حتى تملوا حكما في الصحيح
عن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم.
تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان ہے (ت)

اگر یہ محد و دو لوگ راضی ہوں مگر جماعت میں یہی معنی نہیں اور لوگ بھی آ کر شریک ہو جاتے ہیں اور ان کا اس
تطویل پر راضی ہونا معلوم نہیں تو جائز نہ ہو گا حد و اعتدال الوقوع في المحسوم (حرام میں واقع ہونے)

۲۸/۲	مطبوعہ ایچ ایم سعید پبلی کیشنز کراچی	باب الوتر والتواضع	رد المختار
۸۳/۱	مطبوعہ مطبع مجتہدانی دہلی بھارت	باب الامانة	رد مختار
۱۹۴/۱	مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور	باب ما یومر به من القصد في الصلوة	سفن ابو داؤد

محکم ہے کہ ظاہر یہی ہے کہ و تروں میں جماعت
غیر مستحب ہے، اور اگر یہ بعض اوقات ہو تو جیسا
کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کیا تو یہ مباح
غیر مکروہ ہے، اور اگر اس میں دوام ہو تو یہ بدعت
و مکروہ ہے کیونکہ منقول کے خلاف ہے اور مختصر
قدوری میں جو مذکور ہے اسے بھی اسی پر محمول
کیا جائیگا اور مختصر کے علاوہ میں جو مذکور ہے اسے
پہلی صورت پر محمول کیا جائیگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

نماز کا مقتدیوں پر قدر سنت سے زیادہ مل کر ناکروہ
تحریمی ہے الا اس پر تفصیل کلام رد المختار اور علیہ
وغیرہ میں موجود ہے اور بحث و تحقیق سے وہ ظاہر
ہو گا جو ہم نے ذکر کیا ہے (ت)

سے بچنے کے لئے۔ ت۔

(۲) سنتوں، فطروں، وتروں میں ماقط قرار ت کرے اور ہر بار مختلف لوگ مقتدی ہوں کہ کسی بار میں تین سے زیادہ مقتدی نہ ہوں مثلاً عشاء کے بعد دو سنتوں میں تین مقتدیوں کے ساتھ آدھا پارہ پڑھ لیا پھر وتروں میں دوسرے تین آدمی شریک ہو گئے آدھا ان میں پڑھا پھر فطروں میں دوسرے تین مل گئے آدھا اب پڑھا یا وتروں سے پہلے جتنے نفل چاہے امام نے مختلف تین تین آدمیوں کے ساتھ پڑھے کہ سو یا زیادہ شخص سب کو حصہ رسد ایک قرار ت طویل میں شرکت پہنچ گئی۔

(۳) سنتوں غلہ فطروں میں سب مقتدی ایک ساتھ شریک ہو کر ایک ہی بار میں ساری قرار ت سب سنیں مگر یوں کہ مقتدی سب یا تین سے جتنے زیادہ ہیں یوں سنت مان لیں کہ میں نے اللہ تعالیٰ کے لئے نذر کی کہ یہ رکعتیں اس امام کے ساتھ باجماعت ادا کروں اس صورت میں بھی کراہت نہ رہے گی اگرچہ کوئی ایسی پسندیدہ بات یہ بھی نہیں، در مختار میں ہے،

فی الاشباہ عن البرازية يكره الاقتداء في
 مملوكة مرغائب وموااة وقدر الا اذا قال
 مذوت كذا وكذا بهذا الامام جماعة
 قلت وقمة عباد الله البرازية من الجماعة
 ولا ينبغي ان يتكلم كل هذا التكلم
 لا امر مكره الا امر - والله تعالى اعلم
 میں اختتامی عبارت یوں ہے کہ اس امر مکرہ کے لئے یہ تمام تکلفات مناسب نہیں اور۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت۔)

مسئلہ ۱۲۱ از احمد آباد گجرات دکن محلہ مرزا پور مدرسہ اسلامیہ مدرسہ شیخ علامہ الدین صاحب

۲۲ ربیع الاول شریف ۱۳۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ نزدیک امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور علمائے حنفیہ کی نماز تہجد کی ساتھ جماعت کے پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ اور دیگر ایام مخصوصہ مثلاً یوم عاشورا وغیرہ میں نفل جماعت جائز ہیں یا نہیں؟ اور یہاں کے مولوی نماز تہجد کی جماعت سے پڑھنا از حدیث ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما

منصوص کتھے ہیں اور وقت تہجد کے جماعت بھی کرتے ہیں، آیا جماعت تہجد اور نفلوں کی کرنا مستحب یا سنت کیا ہے؟ اور جبکہ برعکس ہو تو کیا مکروہ ہے یا بدعت ہے یا کیا ہے؟ اللہم اھدنا بینوا بحکم الکتاب تو جہد ایوم الحساب۔

الجواب

تراویح و کسوف و استسقاء کے سوا جماعت نوافل میں ہمارے اندر رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا مذہب معلوم و مشہور اور عامۃ کتب مذہب میں مذکور و مسطور ہے کہ بطوائف مذاہبی مضائقہ نہیں اور تداعلی کے ساتھ مکروہ۔ تداعلی ایک کلمہ کو بلا تاجع کرنا اور اسے کثرت جماعت لازم عادی ہے اور اس کی تحدید امام نسفی وغیرہ نے کافی میں یوں فرمائی کہ امام کے ساتھ ایک دو شخص تک بالاتفاق بلا کراہت جائز اور تین میں اختلاف اور چار مقتدی ہوں تو بالاتفاق مکروہ، یہ تحدید امام شمس الانکب سے منقول ہے کافی کا نص جہاد یہ ہے،

(لا یصلی تطوع بجماعة الا قیام رمضان) وعن شمس الانکب ان التطوع بالجماعة انما یکبر اذا کان علی سبیل التداعی اصالو اقتدی واحد بواحد او اثنان بواحد لا یکبر واذا اقتدی ثلثة بواحد اختلف فیہ وان اقتدی اربعة بواحد کسره اتفاقاً۔

نفل جماعت کے ساتھ لو انہ کئے جاتیں مگر رمضان کا قیام شمس الانکب سے یوں منقول ہے کہ نوافل کی جماعت اس صورت میں مکروہ ہے جب علی سبیل التداعی ہو، اگر ایک نے ایک کی اقتدار کی یا دو نے ایک کی تو کراہت نہیں اور جب تینے ایک کی اقتدار کریں تو اس میں اختلاف ہے اور اگر چار نے ایک کی اقتدار کی تو یہ بالاتفاق مکروہ ہے۔ (د ت)

اور اصح یہ ہے کہ تین مقتدیوں میں بھی کراہت نہیں، طحاوی علی مرقی الفلاح میں ہے، قوله اختلف فیہ والاصح عدم الکراہۃ۔ ان کا قول اختلف فیہ "اس میں اصح یہ ہے کہ کراہت نہیں۔ (د ت)

مگر انھیں امام شمس الانکب سے خلاصہ وغیرہ میں یوں منقول کہ تین مقتدیوں تک بالاتفاق کراہت نہیں

چار میں اختلاف ہے اور اصح کراہت۔ فتاویٰ خلاصہ کا نص عبارت کتاب القلوۃ فصل خامس عشر میں یہ ہے،

اصول هذا ان التقوى بالجماعة اذا كان
على سبيل التداخلى يكره في الاصل للمصدر
الشهيد اما اذا اصر على الجماعة بغیر
اذان واقامة في ناحية المسجد لا يكره
وقال شمس الائمة العلواني رحمه الله
تعالى ان كان سوى الامام ثلاثة لا يكره
بالاتفاق وفي الاسر بع اختلاف المشايخ و
الاصح انه يكره له

اس مسئلہ کی اصل یہ ہے کہ جب نوافل کی جماعت
علی سبیل التداخلی ہو تو صمد شہید کی اصل میں ہے
کہ یہ مکروہ ہے لیکن اگر مسجد کے گوشے میں بغیر اذان
تکمیر نفل کی جماعت ہوئی تو کراہت نہیں، اور
شمس الائمة العلوانی نے فرمایا کہ اگر امام کے علاوہ تین
افراد ہوں تو بالاتفاق کراہت نہیں اور اگر مقتدی
چار ہوں تو اس میں مشائخ کا اختلاف ہے اور
اصح کراہت ہے (ت)

بالجملة مقتدیوں میں بالاجماع جائز اور پانچ میں بالاتفاق مکروہ، اور تین اور چار میں اختلاف
نفل و مشائخ، اور اصح یہ کہ تین میں کراہت نہیں چار میں ہے، تو مذہب فقاریہ نکلا کہ امام کے سوا چار یا
زائد ہوں تو کراہت ہے ورنہ نہیں، ولہذا در و عترہ پھر در مختار میں فرمایا،
یکره ذلك لو على سبيل التداخلى، بان
یقتدی اربعة بواحد
پھر اظہر یہ کہ یہ کراہت صرف تنزیہی ہے یعنی خلاف اولیٰ لصحافة التوارث (کیونکہ یہ
طریقہ توارث کے خلاف ہے۔ ت) نہ تحریری کہ گناہ و ممنوع ہو، رد المحتار میں ہے،

في المحلية الظاهر ان الجماعة فيه
غير مستحبة ثم ان كان ذلك احياها
كان مباحا غير مكروه وان كان على سبيل
المواظبة كان بدعة مكروهة لانه خلاف المتواتر
ويؤيد ايضا ما في ابدان من قوله

حلیہ میں ہے کہ ظاہر یہی ہے کہ نفل میں جماعت
مستحب نہیں پھر اگر کبھی کبھی ایسا ہو تو یہ مباح
ہے مکروہ نہیں اور اس میں دوام ہو تو طریقہ
متواتر کے خلاف ہونے کی وجہ سے بدعت
مکروہ ہے اس کی تائید بدائع کے اس قول سے

ان الجماعة في التطوع ليست بسنة الا
في قيام رمضان اه فان نفى السنة
لا يستلزم الكراهة ثم ان كان
المواظبة كان بدعة فيكره وفي حاشية
البحر للغير الوصل على الكراهة في الضيا
والنهاية يامنه الوتر فغل من وجه
والنفل بالجماعة غير مستحب لانه
لم تفعله الصحابة في غير رمضان اه
وهو كما نصريح في انها كراهة تنزيه
تاصل الله اه مختصرا۔

بھی ہوتی ہے کہ جماعت، قیام رمضان کے علاوہ
نوافل میں سنت نہیں اہ کیونکہ نفی سنت کراہت
کو مستلزم نہیں پھر اگر اس میں دوام ہو تو یہ
بدعت و مکروہ ہوگی، اخیر دلی نے حاشیہ بحر میں
کہا کہ ضیاء اور نہایہ میں کراہت کی علت یہ بیان
کی ہے کہ وتر من وجہ نفل ہیں اور نوافل کی جماعت
مستحب نہیں کیونکہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ
علیہم اجمعین نے رمضان کے علاوہ وتر کی جماعت
نہیں کرائی اہ یہ گویا اس بات کی تصریح ہی ہے
کہ جماعت مکروہ تنزیہی ہے تاہل اہ اختصاراً

صلوة الرغائب و صلوة البراءة و صلوة القدر کہ جماعت کی رو کے ساتھ بکثرت بلاد اسلام میں
راتی تھیں متاخرین کا اُن پر انکار اس قدر ہے کہ عوام سنت نہ سمجھیں ولہذا وجیز کردہ میں بعد بحث
کلام فرمایا،

فلو ترك امثال هذه الصلوات تارك
ليعلم الناس انه ليس من الشعائر
في حسن

اگر ان نمازوں کو کوئی اس لئے ترک کرتا ہے کہ
لوگ جان لیں کہ یہ شعائر اسلام نہیں تو یہ اچھا
کام ہے۔ (ت)

اور بعض ناس کا غلو و افراط سمجھ نہیں اور حدیث بروایت مجاہل انا موجب وضع نہیں
نہ وضع حدیث موجب منع عمل ہے، نقل بالحدیث الموضوع اور عمل بما فی الحدیث الموضوع میں زمین
آسان کا بل ہے، کما حققنا کل ذلك في منير العيون في حكم تقبيل الابهاميين (جیب کہ ہم نے
اس کی پوری تحقیق رسالہ منیر العین فی حکم تقبیل الابہامیین میں کی ہے۔ مت) خصوصاً ان کا فصل
بجماعت اجلہ اعلم اولیائے کبار و علمائے ابرار تھے کہ ایک جماعت تابعین کرام و ائمہ مجتہدین اعلام سے
شاہت و منقول ہے، لطائف المعارف امام حافظ زین الدین ابی رجب میں ہے،

سہ رد المحتار باب الوتر والنفل مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۴۸/۴
سہ فتاویٰ ہزاریہ علی حاشیہ فتاویٰ ہندیہ کتاب الصلوة مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۵۴/۴

وليلة النصف من شعبان كان المتابعون من اهل الشام كخالد بن معدان و مكحول ولقمان بن عامر وغيرهم يعظّمونها ويجهّدون فيها في العبادة وعنهم اخذ الناس فضيلتها وتعظيمها وقد قيل انه بلغهم في ذلك انار اسرائيلية فلما اشتهر ذلك عنهم في البلدان اختلف الناس في ذلك ، فمنهم من قبله ووافقهم على تعظيمها منهم طائفة من حاد اهل البصرة وغيرهم و اكثر ذلك اكثر العلماء من اهل الحجاز منهم عطاء بن ابي مليكة وعبد الرحمن بن زيد بن اسلم عن فقهاء المدينة وهو قول اصحاب مالک وغيرهم وذلك كله بدعة ، واختلف علماء اهل الشام في صفة احيائها على قولين احد هما انه يستحب احيائها جماعة في المساجد كان خالد بن معدان ولقمان بن عامر وغيرهما يلبسون فيها احسن ثيابهم ويتبخرون ويكتحلون ويقومون في المساجد ليحلتهم ذلك ووافقهم اسحق بن عمار اهوية على ذلك وقد ذكر بعد القول الاخر وهو كراهة الجماعة دومن الانفراد وان عليه امام الشام الاثر المثل لكن فيه سقطا في نسخته

یعنی اہل شام میں احمد تابعین مثل خالد بن معدان و امام مکحول و لقمان بن عامر وغیرہم شب برات کی تعظیم اور اس رات عبادت میں کوشش عظیم کرتے اور انھیں سے دونوں نے اُس کا فضل مانا اور اُس کی تعظیم کرنا اخذ کیا ہے ، کوئی کہتا ہے انھیں اسباب میں کچھ آثار اسرائیلی پہنچے تھے ، غیر جب ان سے یہ امر شہروں میں پھیلا علماء اس میں مختلف ہو گئے ایک جماعت نے اسے قبول کیا اور تعظیم شب برات کے موافق ہوئے اُن میں سے ایک گروہ عابدین اہل بصرہ وغیرہم ہیں ، اور اکثر علماء نے اس کا انکار کیا ان میں سے ہیں امام عطاء و ابن ابی ملیکہ و عبد الرحمن بن زید بن اسلم فقہائے مدینہ سے ہیں اور یہ قول مالکیہ وغیرہم کا ہے کہ یہ سب نو پیدا ہے ، علماء اہل شام اس رات کی شب بیداری میں کہ کس طرح کی جائے دو قول پر مختلف ہوئے ، ایک قول یہ ہے کہ مسجدوں میں جماعت کے ساتھ مستحب ہے ، خالد بن معدان و لقمان بن عامر وغیرہم اکابر تابعین اس رات اچھے سے اچھے کپڑے پہنتے ، بخور کا استعمال کرتے ، سُرمہ لگاتے اور شب کو مسجدوں میں قیام فرماتے ۔ امام عہد السخیّین راہور سے بھی اس بارے میں اُن کی موافقت فرمائی الخ ، دو سرا قول یہ کہ مساجد میں اس کی جماعت مکروہ ہے اور یہ قول شام کے امام و فقیہ و عالم امام اوزاعی کا ہے ۔ لیکن میرے پاس موجود نسخہ سے

فلو يتيسر لي نقله ويتفهم بما ذكره
عن الشونبلاط فانه انما اخذ
عنه -

کچھ عبارت ساقط ہے اس کی عبارت نقل کرنا میسر
نہیں اس کی وضاحت اس سے ہو جائے گی جسے
میں شرنبلالی کے حوالے سے ذکر کر رہا ہوں کیونکہ انھوں
نے اس سے اخذ کیا ہے۔

مرآۃ الفلاح شرح نور الایضاح میں ہے :

انکه اکثر العلماء من اهل الحجاز منهم
عطاء وابن ابی علیکة وفقهاء اهل مدینة
واصحاب مالک وغیرهم وقالوا ذلک کله
بدعة ولم یقل عن النبی صلی اللہ
تعالی علیہ وسلم ولا عن اصحابہ احياء
لیدتی العید جماعة واختلف علماء الشام
فی صفة احياء لیلة النصف من شعبان
على قولین احدهما انه استحب احياءه
بجماعة فی المسجد طائفة من اعيان
التابعین کثالہ بن معدان ولقمان
بن عامر وافقہم اسحق بن سراہویة
والقول الثانی انه یکره الاجتماع لہا فی
المساجد للصلوة وهذا قول الاثر الخ
امام اهل الشام وفقہم وعالمہم

اہل حجاز میں سے اکثر علماء نے اس کا انکار کیا ہے
ابن میں سے ہیں امام عطاء وابن ابی علیکة و فقہاء
مدینہ اور اصحاب امام مالک وغیرہم۔ یہ علماء کہتے
یہ سب نوپیدا ہے نہ ہی نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ
و سلم سے عیدین کی دونوں راتوں کی باجماعت شب بیداری
منقول ہے اور نہ ہی صحابہ کرام سے مروی ہے اور
علاء شام بیداری شب براءت میں کہ کس طرح
کی بیئہ دو قول پر مختلف ہوئے، ایک قول یہ ہے
کہ مسجدوں میں جماعت کے ساتھ بیداری مستحب
یہ قول اکابر تابعین مثل خالد بن معدان اور
لقمان بن عامر کا ہے، امام مجتہد اسحق بن سراہویہ نے
بھی اس بارے میں ان کی موافقت فرمائی ہے۔
دوسرا قول یہ ہے کہ مسجد میں اس کی جماعت مکروہ
ہے یہ قول اہل شام کے امام و فقیہ و عالم امام ادرانی
کا ہے۔ (مت)

شیخ محقق، علم علماء اللہ مولانا عبدالحی محمد دہلوی قدس سرہ ما ثبت بالسنۃ میں حدیث صلوة الرقاب
پر محدثین کا کلام ذکر کر کے ارشاد فرماتے ہیں :
هذا ما ذكره المحدثون على طريقتهم في تحقيق
یعنی یہ وہ کلام ہے کہ محدثین نے اپنے طریقہ تحقیق استناد

و تنقیہ آثار پر ذکر کیا اور اس سے اس قدر مبالغہ کرنے کا تعجب ہے انہیں اتنا کٹنا کافی نہ تھا کہ حدیث ہمارے نزدیک درجہ صحت کو نہ پہنچی اور زیادہ تعجب امام محی الدین نووی سے ہے کہ وہ تو مسائل فقہ میں راہ انصاف چلتے ہیں اور دیگر شافعیہ کی طرح حنفیہ کے ساتھ تعصب نہیں رکھتے، تو یہ مسئلہ جس میں ہم بحث کر رہے ہیں زیادہ انصاف و ترک افراط کے لائق تھا اس لئے کہ یہ فعل لویا سے عظام و علمائے کرام قدس اسرار ہم کی طرف منسوب ہے۔

پھر شیخ محقق رحمہ اللہ تعالیٰ نے دربارہ صلوۃ الرغائب خود ہی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ایک حدیث بحوالہ جامع الاصول کتاب امام رزین سے نقل کی جس کی وضع اس لئے ہے کہ صحاح ستہ کی حدیثیں جمع کر کے اور اس کے آخر میں ابن اثیر سے نقل کیا،

یعنی یہ حدیث میں سے کتاب رزین میں پائی اور صحاح ستہ میں مجھے نہ ملی اور اس پر جرح ہے۔

یعنی کتاب مستطاب بہجۃ الاسرار شریف میں حضور پُر نور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ذکر اقدس میں صلوۃ الرغائب کا ذکر آیا ہے کہ شعیبہ رغائب میں لویا رجم ہوئے الی آخر کلمات، نیز امام ابوالحسن نور الدین علی قدس سرہ نے بسند خود حضرت عاتیات سیدنا سیف الدین عبد الوہاب و سیدنا

الاسانید و نقد الاحادیث و عجبا منهم امت یہا لغوا فی هذا الباب هذه النبی لعمرة و یکتفهم ان یقولوا لہ یصبح عندنا ذلک و العجب من الشیخ محی الدین النووی مع سلوکه طریق الانصاف فی الابواب الفقہیة و عدم تعصبه مع الحنفیة کما هو دایم الشافعیة فما نحن فیہ اولى بذلك لنسبته الی المشائخ العظام والعلماء الکرام قدس اسوارہم۔

پھر شیخ محقق رحمہ اللہ تعالیٰ نے دربارہ صلوۃ الرغائب خود ہی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ایک حدیث بحوالہ جامع الاصول کتاب امام رزین سے نقل کی جس کی وضع اس لئے ہے کہ صحاح ستہ کی حدیثیں جمع کر کے اور اس کے آخر میں ابن اثیر سے نقل کیا،

هذا الحديث مما وجدته في كتاب رزین و لہ اجدہ فی واحد من الكتب الستة و الحديث مطعون فیہ۔

پھر فرمایا،

وقد وقع في كتاب بهجة الاسرار ذكر لیلۃ الس ثانی فی ذکر سیدنا و شیعنا القطب الربانی و غوث الامم الی الشیخ محی الدین عبد القادر الحسینی البجیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال اجتمع المشائخ و کانت لیلۃ الس ثانی الی آخر ما ذکر من الحکایة

وذكر ايضا انه نقل عن الشيخين القدوتين
 الشيخ عبد الوهاب والشيخ عبد السراق
 قالا بكون الشيخ بقا بن بطوس محرر يوم الجمعة
 الخامس من رجب السنة ثلث وأربعين
 وخمسمائة الى مدرسة والده الشيخ عي
 الدين عبد القادر رضي الله تعالى عنه و
 قال لنا الاساتمة عي سبب بكوري اليوم
 اني رأيت الياسرة نوراً اضاءت به الافاق
 وعبر اقطار الوجود ورأيت اسوار ذوق
 الاسرار فبينها ما يتصل به
 ومنها ما يمنع مانع من الاتصال به وما
 اتصل به سر الاضواء نوراً فقلب يتنوع
 ذلك النور فاذا هو بهادر عن الشيخ عبد القادر
 خسر دلت الكشف عن حقيقة فاذا هو نور
 شهوده قابل نور قلبه وتقادح هذات
 النور ان وانعكس ضياءها على صورة
 حاله واتصلت اشعة التقادحات من
 محيط جمعه الى وجهه قربة فاشرق به
 النور ولوحى ملك نزل الليلة الاتاه
 وصافحه واسمه عندهم الشاهد والشهود
 قالا فأتينا رضى الله تعالى عنه وقلنا
 له اصليت الليلة صلوحة السرغائب
 فانشد به

اذا نظرت عيني وجوه حياثي
 فلك صلاقي في لياالي الرغائب

تاج الدين ابو بكر عبد الرزاق ابنائے حضور پُر نور
 سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت کی
 کہ روز جمعہ پنجم رجب ۵۴۳ کو حضرت شیخ بقا بن بطوس
 قدس سرہ العزیز صبح تڑکے مدد سے انور حضور پر نور رضی اللہ
 تعالیٰ عنہ میں حاضر آئے اور ہم سے کہا مجھ سے پوچھتے
 نہیں کہ اس قدر اول وقت کیوں آیا میں نے آگاہ کیا
 ایک نور دیکھا جس سے تمام آفاق روشن ہو گئے اور
 جمیع اقطار عالم کو عام ہوا اور میں نے اہل اسرار کے
 اسرار دیکھے کہ کچھ تو اس نور سے متصل ہوئے ہیں اور
 کچھ کسی مانع کے سبب اتصال سے رک گئے ہیں جو اس
 سے اتصال پاتا ہے اس کا نور دو بالا ہو جاتا ہے تو
 میں نے غور کیا کہ اس نور کا خزانہ وطن کیا ہے کہاں
 سے چمکا ہے ناگاہ کھلا کہ یہ نور حضور پر نور سیدنا شیخ
 عبد القادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے صادر ہوا ہے اب
 میں نے اس کی حقیقت پر اطلاع چاہی تو معلوم ہوا کہ
 یہ حضور کے مشاہد سے کا نور ہے کہ حضور کے نور قلب سے
 مقابل ہو کر ایک کی جوت دوسرے پر پڑی اور دونوں
 کی روشنی حضور کے آئینہ حال پر منعکس ہوئی اور یہ
 آپس میں ایک دوسرے کی جوت بڑھانے والے
 نوروں کے بقیے حضور کے مقام جمع سے منزلت قریب
 تک متصل ہوئے کہ سارا جہان اُس سے جگمگا اٹھا
 اور جتنے فرشتے اُس مات اترے تھے سب نے حضور کے پاس
 آکر حضور سے مصافحہ کیا (اور بھیجی الاسرار شریف میں
 فقیر نے یوں دیکھا کہ کوئی فرشتہ باقی نہ رہا جو اُس رات
 زمین پر نہ اُترا اور حضور کے پاس آکر حضور سے مصافحہ

رضی اللہ تعالیٰ عنہ وعن الصحابة جميعا۔
 عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے اور جمیع صحابہ سے اللہ راضی ہو۔ (ت)

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ رکعتیں بیٹھ کر بھی پڑھی ہیں
 کما عند مسلم عن امر المؤمنين الصلوة
 رضی اللہ تعالیٰ عنہا قالت بعد ما ذكرت
 وترک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ثم
 یصلی رکعتین بعد ما یسلم وهو قائم
 ولاحمد عن ابی امامة رضی اللہ تعالیٰ
 عنہ انه صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان
 یصلیہما بعد الموتر وهو جالس
 جیسے کہ مسلم میں ہے حضرت ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ
 تعالیٰ عنہا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نماز وتر
 ذکر کرنے کے بعد فرماتی ہیں کہ پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ
 علیہ وسلم سلام پھرنے کے بعد بیٹھ کر دو رکعات
 نماز ادا کرتے۔ اور امام احمد نے حضرت ابوامامہ
 رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وتروں کے بعد بیٹھ کر دو رکعات
 نماز ادا فرماتے تھے (ت)

اور کبھی ان میں قہر و قیام کو جمع فرمایا ہے کہ بیٹھ کر پڑھتے رہے جب رکوع کا وقت آیا کھڑے ہو کر رکوع فرمایا
 فلا بن ماجہ عن امر المؤمنين ام سلمة
 رضی اللہ تعالیٰ عنہا انه صلی اللہ تعالیٰ
 علیہ وسلم کان یصلی بعد الموتر رکعتین
 خفیفین وهو جالس فاذا اراد ان
 یرکع قام فركع
 ابن ماجہ میں ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ
 عنہا سے مروی ہے کہ رسالتا صلی اللہ تعالیٰ
 علیہ وسلم وتروں کے بعد دو رکعات نماز اختصار
 کے ساتھ بیٹھ کر ادا کرتے تھے اور جب آپ رکوع
 کا ارادہ فرماتے تو قیام فرماتے پھر رکوع کرتے (ت)

مگر بیٹھ کر پڑھنا دوامانہ تھا بلکہ اس بات کے بیان کے لئے کہ بیٹھ کر پڑھنا بھی جائز ہے جیسا کہ خود ان
 نفلوں کا پڑھنا بھی اس بیان کے واسطے تھا کہ وتر کے بعد نوافل جائز ہیں اگرچہ اولیٰ یہ ہے کہ جتنے نوافل
 پڑھنے ہوں سب پڑھ کر آخر میں وتر پڑھے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں،

اجعلوا آخر صلواتکم باللیل وتراً۔ رواہ
 اپنی نماز شب میں سب سے آخر وتر رکھو۔ اسے

صحیح مسلم باب صلوة اللیل و عدد رکعات النبی الخ مطبوعہ اصح المطابع کراچی ۱/۲۵۶
 سنہ مستدرک احمد بن حنبل حدیث عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا دار الفکر بیروت ۶/۵۳
 سنہ سنن ابن ماجہ باب ماجاء فی رکعتین بعد الموتر جالسا آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۸۵
 سنہ صحیح مسلم باب صلوة اللیل و عدد رکعات النبی الخ اصح المطابع کراچی ۱/۲۵۶

وجوه اذا ما اسفرت عن جمالها

اضاءت لها الاكوان من كل جانب

ومن لعنوف الحب ما يستحقه

قد الذی لہ آیات قط ہوا جیب

ہ نقلہ الشیخ قدس سرہ والذی

سأنا العبد الضعیف غفر اللہ لہ فی البہجۃ

الکریمۃ نصہ ہکذا ولعرق ملک انزل

اللیلۃ الی الامرض وانا وما فحہ الخ

نہ کیا ہر یعنی تمام کلمہ اللہ زمین پر آئے اور محبوب خدا

سے مصافحے کئے، فرشتوں کے یہاں حضور کا نام پاک

شاید مشہور ہے (شاید کہ مشاہدہ والے ہیں اور

مشہور کہ سب کلمہ ان کے پاس آئے قال

تعالیٰ ان قرآن الفجر کان مشہودا اعلم

قشہدۃ الملتکۃ) دونوں شاہزادگان رو جہاں

نے فرمایا ہم یہ سن کر حضور پر نور کے پاس جانے ہوئے

اور حضور سے عرض کی کیا آج کی رات حضور صلوٰۃ الرضا

پڑھی (یعنی جس کے انوار پہلے یہ شب شب رفا تب ہی تھی کہ جب کی نوچندی شب جمعہ تھی) حضور پر نور رضی اللہ

تعالیٰ عنہ نے اُس پر یہ اشعار ارشاد فرمائے: جب میری آنکھ میری پیاریوں کے چہرے دیکھے تو یہ شبہا

ر فتاب میں میری نماں ہے۔ وہ چہرے کہ جب اپنے جمال کا جلوہ دکھائیں تو ہر طرف سے سارا جہان چمک اٹھے

اور جس نے محبت کا حق پورا نہ کیا وہ کبھی کوئی واجب نہ لایا (پیاریاں عالم قدس کی تجلیاں ہیں) واللہ

تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۴۵ از ریاست جاوہر مکان جد تجدید فاضل صاحب سرشتہ دار ۱۸ جمادی الاولیٰ ۱۳۲۵ھ

کیا فرماتے ہیں علامہ دین کہ بعد وتر کے نفل جو پڑھے جاتے ہیں اُن کا بیٹہ کر پڑھنا بہتر ہے یا کھڑے

ہو کر؟ کتاب مالا بد منہ ہندی میں صفحہ ۴۴ میں تحریر ہے کہ بعد وتر کے دو رکعت بیٹہ کر پڑھنا مستحب ہے۔

الجواب

کھڑے ہو کر پڑھنا افضل ہے، بیٹہ کر پڑھنے میں آداب ثواب ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

فرماتے ہیں:

ان صلی قاتما فهو افضل ومن صلی

قاعد افضلہ نصف اجر القائم۔ ۳۱ واک

البعاد صلی عمارت بن حصین

ما ثابت من السنن حدیث صلوٰۃ المفلح

مسئلہ ۱۴۶ از ریاست جاوہر مکان جد تجدید فاضل صاحب سرشتہ دار ۱۸ جمادی الاولیٰ ۱۳۲۵ھ

کیا فرماتے ہیں علامہ دین کہ بعد وتر کے نفل جو پڑھے جاتے ہیں اُن کا بیٹہ کر پڑھنا بہتر ہے یا کھڑے

ہو کر؟ کتاب مالا بد منہ ہندی میں صفحہ ۴۴ میں تحریر ہے کہ بعد وتر کے دو رکعت بیٹہ کر پڑھنا مستحب ہے۔

ان صلی قاتما فهو افضل ومن صلی

قاعد افضلہ نصف اجر القائم۔ ۳۱ واک

البعاد صلی عمارت بن حصین

ما ثابت من السنن حدیث صلوٰۃ المفلح

مسئلہ ۱۴۶ از ریاست جاوہر مکان جد تجدید فاضل صاحب سرشتہ دار ۱۸ جمادی الاولیٰ ۱۳۲۵ھ

کیا فرماتے ہیں علامہ دین کہ بعد وتر کے نفل جو پڑھے جاتے ہیں اُن کا بیٹہ کر پڑھنا بہتر ہے یا کھڑے

ہو کر؟ کتاب مالا بد منہ ہندی میں صفحہ ۴۴ میں تحریر ہے کہ بعد وتر کے دو رکعت بیٹہ کر پڑھنا مستحب ہے۔

مسلم عن احمد المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔
مسلم نے ام المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا ہے۔

امام نووی منہاج پیر علامہ قاری مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں:

ہا تات الکرکعتان فعلہما رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جالساً للعبان
جواز الصلوٰۃ بعد الوتر و بیامت جواز
النفل جالساً ولم یواظب علی ذلك
اے دو رکعات کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
اس نے بیٹھ کر ادا فرماتے تھے تاکہ وتر کے بعد جواز
نماز اور بیٹھ کر جواز نفل کا اظہار ہو جائے، البتہ
آپ نے اس پر ہمیشگی نہیں فرمائی (نت)

بلکہ اگر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمیشہ یہ نفل بیٹھ کر پڑھتے جب بھی ہمارے لئے کھڑے ہو کر پڑھنا ہی
افضل ہوتا کہ یہ حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اپنے لئے فعل ہوتا اور ہمارے لئے صاف وہ ارشاد قولی
ہے کہ کھڑے ہو کر پڑھنا افضل ہے اور بیٹھے کا ثواب آدھا ہے، اور اصول کا قاعدہ ہے کہ قول فعل میں ترجیح
قول کو ہے کہ فعل میں احتمال خصوصیت ہے نہ کہ یہاں تو تصریحاً بیان خصوصیت فرمایا ہے۔ صحیح مسلم شریف میں
عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے: "مجھے حدیث پہنچی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا
کہ بیٹھے کی نماز آدمی ہے، میں خدمت اقدس میں حاضر ہوا تو خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بیٹھ کر
نماز پڑھتے پایا میں نے سر انور پر ہاتھ رکھا (اقول یعنی یہ خیال گزرا کہ شاید بخار وغیرہ کے سبب بیٹھ کر
پڑھ رہے ہوں)

وهذا بحمد الله منزح نفيس واخف يستغنى
به عما اطال الطبعي وابن حبيب و
الحمد لله رب العالمين، نفيس اور واضح چونکہ یہ سناتے ہیں
اس طریک کے مستغنی کر دیتی ہے جو علامہ طبعی ابن حجر اور

عبد (فوجدتہ یصلی جالساً فوضعت
یدی) بعد الفرائض
من الصلوٰۃ ثم رأیت
تو میں نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بیٹھ کر نماز
پڑھتے ہوئے پایا تو میں نے سر انور پر ہاتھ رکھ دیا
شاید یہ نماز سے فارغ ہونے کے بعد کا معاملہ ہو
(باقی اگلے صفحہ پر)

۱۶۳/۲ منہ المرقاۃ شرح مشکوٰۃ باب التصدیق بعمل فصل اول مطبوعہ مکتب خانہ امدادیہ ملتان
۲۵۳/۱ صحیح مسلم باب جواز النافل قائماً وقاعداً الخ نور محمد اصح المطابع کراچی

والقاری وقعوا فیما کان لہم منہ ودحة
 ملا علی قاری نے کی احیہ حضرت طرالت کے باعث

(بقیہ ماضیہ صفحہ گزشتہ)

ابن حجر جزم بہ وقال بعد فراغہ
 اذ لا یظن بہ الوضوء قبلہ (علی رأسہ)
 ای لیتوجه الیہ وکانہ کانت ہناک
 ما لم من انت یحضر بین یدیدہ
 ومثل هذا الایسوی خلاف الادب
 عند طائفة العرب لعدم تکلفہم
 وکمال تألفہم وکذا لک فی قولہم لہ
 انت دون انتم الذی ہو
 مقتضی حسن الاداب فی
 معرض الخطاب لایتوجہ علی
 قائلہ العتاب وتکلف الطیب
 ہناک شروح الکتاب واوراد
 السؤال والجواب ونسب قلة
 الادب الی الاصحاب وقال علی
 وجہ الاطناب فانت قلت الیس
 یجب علیہ خلافتہ ذلک
 توقیر الہ علیہ الصلوۃ والسلام
 قلت لعلہ صمد رحمہ لا عن قصد
 لولعلہ استغریب کونہ علی خلافت
 ما حدث عنہ واستبعده لا
 فارادہ حقیقہ ذلک فوضعم

پھر میں نے دیکھا کہ ابی جزم نے یہ کہتے ہوئے اس پر
 جزم کا اظہار کیا کہ یہ معاملہ فراغت کے بعد ہوا کیونکہ
 اس سے پہلے ہاتھ رکھنے کے ہارسے میں سوچا ہی
 نہیں جاسکتا (آپ کے سرافندس پر) یعنی آپ صلی اللہ
 تعالیٰ علیہ وسلم اس کی طرف متوجہ ہوں اور گویا آپ کے
 سامنے آنے سے وہاں کوئی رکاوٹ تھی اور ایسے
 طریقے کو بعض عربوں کے ہاں عدم تکلف اور کمال محبت
 کی وجہ سے خلاف ادب تصور نہیں کیا جاتا اور اسی
 طرح بعض عربوں کا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے
 "انت" (تو) استعمال کرنا نہ کہ "انتم" (تم)
 جو کہ خطاب کے موقع پر حسن اداب کا مقتضی ہے اس
 کے قائل پر عتاب کا موجب نہیں بنتا۔ علامہ طیبی نے
 کتاب کی شرح میں اس مقام پر تکلف کرتے ہوئے
 سوال و جواب وارد کیا اور صحابہ کی طرف قلم ادب
 کی نسبت کی اور طرالت سے کام لیتے ہوئے سوال
 کیا اگر تو کہے کیا ان پر حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی
 تعظیم و توقیر کے پیش نظر اس کے خلاف عمل لازم نہ تھا؟
 جواباً کہا میں کہتا ہوں شاید ان سے یہ معاملہ
 عدم دانستگی میں ہوا ہو یا ممکن ہے کہ انہوں نے
 ان سے حادث شدہ واقعہ کے خلاف معاملہ کو
 نہایت ہی اجنبی اور بعید تصور کیا اور اس کی تحقیق کا
 (باقی اگلے صفحہ پر)

عنہ و یا اللہ التوفیق۔

ایسی چیز میں واقع ہوئے جس سے محفوظ رہنا اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ان کے لئے مفید تھا (ت)

مضمر اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرمایا اسے عبد اللہ بن عمر! کیا ہے؟ میں نے عرض کی یا رسول اللہ!

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

ارادہ کرتے ہوئے اپنا ہاتھ سراقہ میں پر رکھ دیا اسی لئے سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ناپسند کیا اور فرمایا تجھے کیا ہو گیا ہے؟ الخ تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کا نام لیا اور ان کی نسبت ان کے باپ کی طرف کی اور اسی طرح حضرت عبد اللہ کا قول کہ آپ بیٹے کر نماز اور افراسیہ ہیں کیونکہ یہ حال بہت اشکال کو بخیر کر رہا ہے پھر میں نے ابن جحش کو دیکھا کہ انہوں نے یہاں یہ لکھا ہے کہ عربوں کی عادات میں سے ہے کہ جب کوئی ان میں سے کسی سے ایسی چیز دیکھتا ہے جو نہایت اچھی ہو تو وہ ایسا ہی کرتا ہے تو یہ متعارف کے منافی نہیں البتہ خلاف الحدیث ہے جو خلاف ادب ہے اس کی نظیر یہ ہے کہ بعض عرب گفتگو و ملاقات کے وقت آپ کی ماضی مبارک کو مس کرتے تھے اور ہاں سے دور میں اس کا مشاہدہ یوں کیا جاسکتا ہے کہ بعض بزرگ بڑے شریف حکم کی وارثی پکڑ کر یہ کہتے ہیں اسے حسن میں تجھ پر فدا حالانکہ اس کا جو تا اسکی انجلیوں کے ساتھ لکھا رہا ہوتا ہے ۱۲ منہ (ت)

یذکر علی رأسہ وذلک انکر علی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بقولہ مالک الخ فسماء ونسبہ الی ابیہ وکذا قول عبد اللہ انت تصلى قاعدا فانه حال مقرر علی جهة الاشکال، ثم رأیت ابن حجر قال کان ذلک فی عادۃ قمر ففعلہ المستغرب الشئ المتعجب من وقوعہ من استغرب عنہ ذلک فلا ینافی المتعارف الا ان ذلک خلاف الادب ونظیرہ ان بعض العرب کان رباً للمسلم لجمیۃ الشریفة عند مفادختہ معہ ام وقد شوهد فی زماننا ان بعض اجلاء العرب یسبک لجمیۃ شویف حکمہ ویقول انا فدا الشیاء حسن والمحال انه قد ینکون نعلہ معلناً فی اصبعہ ۱۲ منہ (م)

شریف حکم کی وارثی پکڑ کر یہ کہتے ہیں اسے حسن میں تجھ پر فدا حالانکہ اس کا جو تا اسکی انجلیوں کے ساتھ لکھا رہا ہوتا ہے ۱۲ منہ (ت)

فت، حاشیہ شکی یہ عبارت مرقاہ شریع مشکوٰۃ سے نقل کی گئی ہے مطالعہ کے لئے باب التصدی فی العمل جلد سوم مطبوعہ مکتبہ امدادیہ عمان میں ۱۵۹ طالعہ ہو۔

نذیر احمد سعیدی

میں نے سنا تھا کہ حضور نے فرمایا بیٹے کی نماز آدھی ہے اور خود حضور بیٹے کو پڑھ رہے ہیں۔ فرمایا، اجل و لکھ
لست کا حد منکھ۔ ہاں بات دہی ہے کہ بیٹے کا ثواب آج ہے مگر میں بخاری شریک نہیں میرے لئے ہر طرح پورا
کامل اکل ثواب ہے یہ میرے لئے خصوصیت و فضل رب الارباب ہے۔
مرقاۃ میں ہے :

یعنی هذا من خصوصیات ان لا ینقص ثواب
صلواتی علی ای وجهہ تکون من جلواتی و
ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء قال تعالیٰ
وکان فضل اللہ علیک عظیماً - و اللہ
تعالیٰ اعلم۔
آپ کی مراد یہ ہے کہ یہ میری خصوصیت ہے کہ میری نماز
جس طریقہ پر بھی ہو اس کے ثواب میں کمی نہیں کی جاتی
کہ میری نماز میرے خاص تعلق سے ہے اور یہ اللہ
تعالیٰ کا فضل ہے جسے وہ چاہتا ہے عطا فرماتا ہے
اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے آپ کی ذات اقدس سس پر اللہ
تعالیٰ کا فضل عظیم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۱۰۲۶ از بھنڈی بازار کارخانہ کرسی مرسلہ شمسہ خاں ولد احمد خاں معمار ۲۹ رجب ۱۳۱۱ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ صلوٰۃ التسمیٰ پڑھنے کی کیا ترکیب اور اس کا کیا وقت ہے؟

الجواب

اس نماز کی بہت فضیلت اور بڑا ثواب اور اُنس میں بڑی ممانعت کی امید ہے وہ چار رکعت نفل ہے
کہ غیر وقت مکروہ میں ادا کی جائے یعنی صبح صادق کے طلوع ہونے سے آفتاب نکل کر بلند ہونے تک جائز نہیں
اور شام کے دوپہر کو جائز نہیں اور جب آفتاب ڈوبنے کے قریب آئے کہ اُس پر نگاہ نہ تکلف ٹھہرنے لگے
اُس وقت جائز نہیں، نماز عصر کے فرض پڑھنے کے بعد شام تک جائز نہیں، جس وقت امام خطبہ پڑھ رہا ہو
اُس وقت جائز نہیں غرض جتنے وقت نفل نماز کی کراہت کے ہیں اُن اوقات سے بچ کر جس وقت چاہے پڑھے
اور بہتر یہ ہے کہ ٹھہرے پہلے پڑھے حکماً فی الہندیۃ عن المضمرات عن المعلى (جیسا کہ ہندوستان میں
مضمرات اور معلى کے واسطے سے ہے۔ ت) اور افضل دن جمعہ کا ہے اور اُس کا مناسب طریقہ کہ ہمارے
ائمہ کرام کے مذہب سے موافق ہے یہ ہے کہ صبح خلت اللھم پڑھ کر پندرہ بار سبحن اللہ والحمد للہ ولا الہ

۱/ ۲۵۳ صبح مسلم باب جواز النافلة قائماً وقاعداً مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی
۲/ ۱۶۰ ۳/ ۱۶۰ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ باب القصد فی اہل فصل ثالث مطبوعہ مکتبہ امادیر سلطان
۱/ ۱۱۳ ۲/ ۱۱۳ فتاویٰ ہندیہ باب التاسع فی التوافل نورانی کتب خانہ پشاور

سراج میں ہے :

کل ترویجۃ اربعہ رکعات بتسلیمتین لے
ہر ترویجۃ چار رکعتوں کا دو سلاموں کے ساتھ
پڑھا جائے۔ (ت)

یہاں تک کہ اگر چار یا زائد ایک نیت سے پڑھے گا تو بعض ائمہ کے نزدیک دو ہی رکعت کے قائم مقام ہوگی
اگرچہ صحیح یہ ہے کہ جتنی پڑھیں شمار ہوں گی جبکہ ہر دو رکعت پر قعدہ کرتا رہا ہو۔ غلطگیری میں ہے ۔

ان قعد فی الشانیۃ قد را القشہد اختلافوا
اگر دوسری رکعت میں قشہد کی مقدار نمازی بیٹھ گیا
فیہ فعلی قول العامة یجوز عن تسلیمتین
تو اس میں اختلاف ہے اکثر علماء کی رائے یہ ہے
وهو الصحیح ہکذا فی فتاوی قاضی خاں
کہ یہ دو سلاموں کے قائم مقام ہے اور یہی
واللہ تعالی اعلم۔ صحیح ہے ، فتاوی قاضی خاں میں اسی طرح ہے ۔

واللہ تعالی اعلم (ت)

مشملہ مسئلہ مستور علی حسین صاحب از آئوہ محلہ خیل حکیمان معرفت جناب حاجی فطیم اللہ صاحب

۱۷ رمضان ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ رمضان شریف میں لڑکوں کے پیچھے دن میں دو تین بالغ حافظ وغیرہ نماز
کے اندر قرآن مجید سناتے ہیں یہ امر مشروع ہے یا نہیں ؟ بظاہر کتب فقہیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ نوافل روز میں
سزا پڑنا واجب ہے بلکہ جب اس کے لڑکا ہو یا بالغ اس کی نماز کو اہت تحریری سے تو خالی نہ ہوگی یہ اور بات ہے
کہ لڑکے کے ذمہ عادیہ واجب نہ ہو جیسا کہ لڑکا اگر نماز نفل کو فاسد کر دے گا تو اجماعاً اس کے ذمے قضا
نہ آئے گی اور یہ اقتدار لڑکے کے پیچھے مختار مذہب کے موافق تو صحیح ہی نہیں ہے اس کے متعلق جواب یا صواب
بحوالہ عبارت کتب فقہیہ تحریریہ فرمائیے ، ابو جزیلی کے عند اللہ مستحق ہو جئے۔ بیعتوا تو جودا

الجواب

یہ امر بالاتفاق مشروع و مشروع ہے مذہب صحیح پر تو اس لئے کہ وہ جماعت باطل ہے لاق نفل
البالغ مضمون فلا یصح بنا الا قوی علی الاضعف (کیونکہ بالغ کے نوافل اس کے ذمہ لازم ہو جاتا
ہیں لہذا القوی کی بناء اضعف پر صحیح نہیں۔ ت) اور درختار میں ہے ۔

صلوۃ العید فی القصر تکبیر تحریر کیا گئی۔ دیہاتوں میں نماز پڑھ کر وہ تحریر ہے کیونکہ یہ ایسے عمل اشتغال بمالایہ صبح ہے۔
کا ارتکاب ہے جو صحیح نہیں۔ (ت)

اور مذہب ضعیف پر اس لئے کہ دن کے نفل میں اختلا واجب ہے، حدیث میں ہے، صلوۃ النہار عجمًا (دن کی نماز بتری ہے۔ ت) در مختار میں ہے،

یاجبہ الا ما وجوباً فی الفجر و اولی العشا ینت الی قولہ ویسّر فی غیرہما۔ امام فخر اور عشا تین کی پہلی دو رکعتوں میں جہر کرے (آگے چل کر رکھا) ان کے علاوہ میں امام سہرا پڑھے جیسا کہ دن کے نوافل کا معاملہ ہے۔
واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۱۴۴۰ از قصبہ اردو علی گڑھ محلہ کٹرہ برکان شیخ عبدالحق صاحب رسالہ

مستولہ شیخ عبدالحمد صاحب زاہد نعمانی قادری ۴ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و صوفیائے عقیق اس مسئلہ میں کہ بعد نماز فجر آفتاب طلوع ہونے پر جو نوافل اشراق (دو لغایت چھ رکعت) اور ایک پھر دن پڑھے پر جو نوافل نماز چاشت (دو لغایت بارہ رکعت) پڑھے جاتے ہیں شرح مشکوٰۃ میں ان نوافل یعنی اشراق اور چاشت ہی کو نماز ضعیفی لکھا ہے، لیکن ایک بزرگ صوفی مشرب نماز ضعیفی کو ان نوافل یعنی اشراق اور چاشت سے علیحدہ بتاتے ہیں اور خود بھی عرصہ چالیس سال سے اشراق اور چاشت کے علاوہ نماز ضعیفی کے نوافل (دو لغایت آٹھ رکعت) علیحدہ پڑھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ میرے پیر طہیت نے علیحدہ پڑھنا بتلایا ہے اور ملک سندھ میں امام آدمی نماز ضعیفی کے نوافل نماز اشراق اور چاشت کے علاوہ علیحدہ پڑھتے ہیں اور بعض علمائے تصنیف کر لینا بھی ظاہر کرتے ہیں چونکہ اسی مسئلہ میں اختلاف واقع ہو گیا ہے اس لئے استفتاء ہے کہ صحیح طریقہ کیا ہے؟ اور نماز ضعیفی، اشراق اور چاشت کے نوافل کو کہتے ہیں یا علیحدہ نماز ہے؟ بیخواب و جودا

الجواب

نماز ضعیفی وہی نماز چاشت ہے نوافل پڑھنے کا اختیار ہے تمام اوقات غیر مکہ و مدینہ میں اگر نوافل ہی پڑھے کون منع کرتا ہے مگر شرعی معنی میں اپنی طرف سے ہمت نکالنا ضرور مشنیع و معیوب ہے ہر شخص

۱۱۴/۱	مطبوعہ مطبع مجتہدانی دہلی بھارت	باب العیدین	۱
۹۹/۱	مکتبہ عربیہ کراچی	کتاب الصلوۃ فصل فی القراءۃ	۱
۷۹/۱	مطبوعہ مجتہدانی دہلی بھارت	باب صفۃ الصلوۃ فصل فی بھارہام	۱

جانتے کہ رضی کا ترجمہ چاشت ہی ہے تو صلوٰۃ المصلیٰ نہیں مگر نماز چاشت۔ اور ان دو کے سوا کسی تیسری نماز کا احادیث سے ثبوت بھی نہیں ومن ادعیٰ فعلیہ البیان (جو دعویٰ کرتا ہے وہ دلیل لاتے۔ ت۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔)

۱۰۵۵ھ از عثمان پور ضلع بارہ بنکی مسئلہ محمد حسن یار خاں صاحب ۱۹ رمضان ۱۳۴۵ھ
 کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ نماز تہجد میں غیر متین ترجمہ حصین کے دیکھنے سے بروایت چار رکعت اور آٹھ رکعت اور تیرہ رکعت نماز تہجد میں ہے، ایک شخص تہجد گزار اہل سنت سے معلوم ہوا کہ بارہ رکعت تہجد کی اور کیسے پڑھنے کی یہ ہے کہ اول رکعت میں ایک مرتبہ قل ہو اللہ شریف دوسری میں دو بار بارہوں میں بارہ مرتبہ یا ہر رکعت میں تین تین بار قل ہو اللہ شریف پڑھا جائے، یہ کچھ میں نہیں آتا کہ صحیح کون سا قاعدہ ہے اور تہجد میں کس رکعت پڑھنا چاہئے اور بعد الحمد کے جیسا کہ نماز میں قاعدہ ہے کہ جو سورہ چاہے پڑھے غیر متین میں قل ہو اللہ پڑھنے کا قاعدہ مسطورہ بالا نہیں لکھا ہے اور جو بعد وتر کے دو رکعت نفل پڑھے جاتے ہیں ان کو بھی تہجد کے وقت میں پڑھنا چاہئے مثل وتر کے یا عشاء کے وقت ادا کرنا چاہئے؟ اور نماز صلوٰۃ التسبیح میں کل ترجمہ سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العظیم ایک شخص کہتا ہے کہ ہر رکعت میں گیارہ گیارہ بار پڑھنا چاہئے یہ چار رکعت میں دو رکعت کی نیت کی جائے یا چار کی؟ دعائے ماثور کیا ہے معلوم نہیں اور کس موقع پر پڑھی جائے؟ دعائے تہجد بغرض تصحیح مرسل ہے یا مقلب القلوب قلبی الیک یا موصوف القلوب صبروت قلبی علی دینک و طاعتک اور غیر متین میں سنت فجر میں قل یا ایہا الکفرون اور قل ہو اللہ پڑھنے کو لکھا ہے اس ترکیب سے پڑھنا سنت فجر یا نفل میں جائز ہے یا نہیں؟ اور جیسا کہ فسررض میں بقید سورہ پڑھنا جائز ہے اور سنن ابن ماجہ کے ترجمہ رفع الحاجہ کی دو جلدیں میرے پاس ہیں جن میں تہجد وغیرہ کا ذکر نہیں ہے جلد اول میں ہے اور ایک کتاب و خلیفہ میں قلیا اور قل ہو اللہ سنت میں پڑھنے کو لکھا ہے اور دوسری میں الم نشرح اور الم ترکیف لکھا ہے جو فرض و وتر میں بغرض تلاوت کھانے اور وتر میں اخیر رکعت میں قل ہو اللہ پڑھنا ضرور ہے یا اور سورہ کو ملا کر پڑھنے سے نماز ہو جائے گی؟ بینوا تو جیروا

الجواب

عشاء کے فرض پڑھ کر آدمی سورہ پھر اس وقت سے صبح صادق کے قریب جس وقت آنکھ کھلے دو رکعت نفل صبح طلوع ہونے سے پہلے پڑھے تہجد ہو گیا اقل درجہ تہجد کا یہ ہے اور سنت سے آٹھ رکعت مروی ہے اور مشائخ کرام سے بارہ اور حضرت سیدہ اطلقہ بنید بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

دوہی رکعت پڑھتے اور ان میں قرآن عظیم ختم کرتے، بغرض اس میں کمی بیشی کا اختیار ہے اتنی اختیار کرے جو ہمیشہ نیکہ ہو سکیں مگر چہ دوہی رکعت ہو کہ حدیث صحیح میں فرمایا،

احب الاعمال الى الله ادومها وان قل يله الله تعالى كسب سے زیادہ پسند وہ عمل ہے کہ ہمیشہ ہو اگرچہ تھوڑا ہو۔

قرارت کا بھی اختیار ہے چاہے ہر رکعت میں تین تین بار سورۃ اخلاص پڑھے کہ اس کا ثواب ایک ختم قرآن کے برابر ہے خواہ یوں کہ بارہ رکعتیں ہوں پہلی میں ایک بار، دوسری میں دو بار، یا پہلی میں بارہ دوسری میں گیارہ، اخیر میں ایک کہ یوں ۲۶ ختم مستند ان کا ثواب ہو گا، اور پہلی صورت میں جیسے کا ہوتا۔ اور بہتر یہ ہے کہ جتنا قرآن مجید یا ہر اس نماز میں پڑھ لیا کرے کہ اُس کے یاد رہنے کا اس سے بہتر سبب نہیں۔ تہجد پڑھنے والا جسے اپنے اُٹھنے پر اطمینان ہو اُسے افضل یہ ہے کہ تو بعد تہجد پڑھے پھر وتر کے بعد نفل نہ پڑھے جتنے نوافل پڑھنا ہوں وتر سے پہلے پڑھ لے کہ وہ سب قیام اللیل میں داخل ہوں گے اور اگر سمجھنے کے بعد میں تو تہجد میں داخل ہوں گے۔

(۲) صلوۃ التسبیح میں سبحان الله والحمد لله ولا اله الا الله والله اكبر ہر جب کہ دس دس بار پڑھنا چاہئے، گیارہ بار بتائے والا غلط کہتا ہے مگر ہر قیام میں قرارت سے پہلے پندرہ بار ہے۔

(۳) صلوۃ التسبیح میں ہر رکعت کی نیت کی جائے۔

(۴) بعد دونوں درودوں کے قبل سلام یہ دعا پڑھے،

اللهم اني اسألك توفيق اهل الهدى	اے اللہ! میں تجھ سے اہل ہدی جیسی توفیق،
وامال اليقين ومناصحة اهل التوبة	اہل یقین جیسے اعمال، اہل توبہ جیسی نصیحت،
ومعزم اهل الصبر وجد اهل الخشية	اہل صبر کا عزم، اہل خشیت کی محنت، اہل رغبت
وطلب اهل الرغبة وتعب اهل الورع	کی طلب، اہل ورع کی جہاد، اہل علم کا عرفان
ومعرفان اهل العلم حق اخافك	مانگتا ہوں کہ مجھے تیرا خوف نصیب ہو۔ اے اللہ!
اللهم اني اسألك مخافة تحجزني	میں تجھ سے اس بات کا سوال کرتا ہوں کہ مجھے
عن معاصيك حق اعمل	ایسا خوف عطا فرما جو تیری نافرمانی سے روک لے

بطاعتك عملا استحق به رضاك و حتى
اما صحتك بالتوبة خوفا منك و حتى اخلص لك
النهيحة جبالك و حتى اتوكل عليك في الامور
حسن ظن بك سبحانه خالق النور
ساتھ مجھے حسن ظن نصیب ہوا اے خالق نور! تیری ذات تمام محبوب اور نقائص سے پاک ہے۔ (ت)

(۵۱) سنت فجر میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مروی و ماثر سنت وہی ہے کہ پہلی رکعت میں سورہ کافرون
اور دوسری میں اخلاص اور الم نشرح اور الم ترکیب پڑھنا مشائخ سے بطور عمل مروی ہے جس کا فائدہ دلیل (حدیث) ہے
اور یہ کہ نوافل میں اختیار ہے جس طرح جو چاہے پڑھے۔

(۶۱) وتر میں اخیر رکعت میں قل هو اللہ احد شریف پڑھنا ماثر ہے مگر ضرور نہیں جو چاہے پڑھے، بہتر
یہ ہے کہ پہلی میں سبح اسم ربك الاعلیٰ یا انا انزلنا اور دوسری میں کفرون تیسری میں اخلاص۔
واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۰۵۹ امام نے ٹکڑے کے وقت چار رکعت نماز سنت ادا کرنے کے بعد کلام دنیا کیا بعد اس کے نماز پڑھائی
تو اس فرض نماز میں کون نقصان آئے گا یا نہیں؟ اور نماز سنت کا ثواب کم ہو جائے گا یا باطل ہو جائے گی؟

الجواب

فرض میں نقصان کی کوئی وجہ نہیں کہ سنتیں باطل نہ ہوں گی، یا اس کا ثواب کم ہو جاتا ہے۔ تزیل البصائر
میں ہے۔

ولو تكلو بين السنة والفرض لا يسقطها
ولكن ينقص ثوابها۔ واللہ تعالیٰ اعلم
اگر کوئی سنن و فرائض کے درمیان کلام کرتا ہے تو اس
سے سنن ساقط نہیں ہو جاتی مگر ان کے ثواب میں
کمی واقع ہو جاتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۱۰۵۸ از ریاست جاوہر مکان عبد الباقی صاحب سرشت دار ۱۳۱۵ھ

کیا قرآن میں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ سنتیں پڑھنے کے بعد اگر گفتگو کی جائے تو پھر اعادہ سنتوں کا
کرے یا نہیں؟

الجواب

اعادہ بہتر ہے کہ قبل سنتوں کے بعد کلام وغیرہ افعال منافی تحریر کرنے سے سنتوں کا ثواب کم ہو جاتا ہے اور بعض کے نزدیک سنتیں ہی جاتی رہتی ہیں تو تکمیل ثواب و خروج عن الاخلاق کے لئے اعادہ بہتر ہے جبکہ اُس کے سبب شرکت جماعت میں خلل نہ پڑے مگر فجر کی سنتیں کہ اُن کا اعادہ جائز نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔
مسئلہ ۱۰۵۹ از پبلی سیت محلہ پنجابیان متصل مسجد مدرسہ شیخ عبدالحکیم صاحب غرض جب ۱۳۱۰ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین ان مسائل میں :

(۱) ایک مسجد کہ اُس میں فجر کی نماز کے وقت بعد شروع ہو جانے جماعت کے اکثر نمازی آتے جاتے ہیں اور بعد حصول طہارت سنتیں فراداً کر کے شریک جماعت ہو جاتے ہیں مگر سنتیں فجر کی خلافت قاعدہ شریعہ ادا ہوتی ہیں صورت یہ ہے کہ ایام گرامی اندرونی درجہ مسجد میں تو بسبب گرمی کے جماعت نہیں ہوتی اکثر اوقات دوسرے ساتہاں مسجد میں ہو کر قی سب اوقات اندرونی درجہ میں سنتیں ادا کرنے کے واسطے جانے کی گنجائش نہیں رہتی یا بسبب شدت گرمی کے نمازی اند جاننا بھی گوارا نہیں کرتا ایسی شکل میں بعض واقفین تو صحن مسجد میں سنتوں کی آڑ میں سلتیں پڑھ لیتے ہیں وہ بھی پار پار چٹھن بقد رتعداد سنتوں کے پڑھ سکتے ہیں مگر نمازی بعد کو آنے والے زیادہ ہوتے ہیں سب لوگ آرسنتوں کی نہیں پاتے اور بعض لوگ بوجہ عدم واقفیت یا کم توجہی کے اس کی ضرورت بھی نہیں سمجھتے اور بعض اوقات شدت گرمی سے صحن مسجد میں نماز ہوتی ہے تو سنتوں بھی سنتوں کی آڑ کو نہیں ملے اکثر بدو ن حامل کسی شے کے سنتیں پڑھی جاتی ہیں مگر از روئے اُس مسند فقہیہ کے کہ جماعت شروع ہو جانے کے بعد سنتیں فجر کی خارج از مسجد ادا کی جائیں ہم کو عمدہ موقع حاصل ہے کہ مسجد سے ملحق چار طرف مسجد کے چار کمرے مدرسہ کے ہیں اس طرح سے کہ فرش سے فرش طاسہ حد فاصل مابین مسجد اور مدرسہ کے صحنوں کی فصیلیں ہیں ہر ایک ہاتھ تختینا چوڑی اور ایک بالشت اونچی ہیں اور یہ جگہ مکانات مسجد اور مدرسہ ایک احاطہ کے اندر ہیں اگر ہر ایک صحن خواہ چٹائی صحن مدرسہ میں یا کسی کمرہ مدرسہ میں ملحق صحن مسجد کے واسطے ادا سے سنتوں فجر کے بچا دیں اور وہ لوگ جو بچے آتے ہیں طہارت حاصل کر کے اُس چٹائی پر جو مدرسہ میں خارج از مسجد بھی ہے سنتیں فراداً کر کے شریک جماعت ہوتے جائیں تو سنتیں بھی حسب قاعدہ شریعہ ادا ہوں اور نمازیوں کی بھی سہولت کا باعث ہو مگر زید اس کو وہ بنا پر ناجائز کہتا ہے ایک یہ کہ نمازی جب مسجد کی فصیلوں پر ہو وضو کرنے کا موقع ہے بیٹھ کر وضو کرے گا تو لا بد مسجد کے صحن میں سے گزر کر مدرسہ کے صحن میں جو چٹائی بھی ہے سنتیں ادا کرنے کے واسطے جائے گا تو یہ صورت خلافت شریعہ ہے اس وجہ سے کہ بعد از اذان مسجد سے خارج ہونا جائز نہیں اس گناہ کا ترکیب ہو گا مسائل کہتا ہے کہ اگر ایسا ہی خارج ہونا ہے تو اس بنا پر اور بھی مسائل متفرع ہوتے

ہیں وہ یہ ہیں کہ پانی لینے کا کنٹینر اور سقاوے اور پیا کی حاصل کرنے کا غسل خانہ یہ سب کرا عاظمہ مسجد کے اندر ہیں مگر مسجد کے حدود و فصولوں سے باہر ہیں نمازی حسب عادت مروجہ زمانہ کے اکثر اول مسجد میں آتا ہے اپنا کپڑا وغیرہ مسجد میں رکھ کر عہد کو پانی لے کر طہارت وغیرہ وغیرہ کرتا ہے مگر یہ عادات زمانہ کی عام مقامات کی مسجد کے موافق ہیں تو کیا یہ سب بعد ازاں مسجد سے خارج ہونے کے گناہ کے مرتکب ہوتے ہیں یا احاطہ مسجد کے بیرونی دروازہ سے نکلنے والا اور وہ بھی جو مسجد میں واپس آنے کا قصد نہ رکھتا ہو۔

(۲) دوسری وجہ ممانعت زید کی یہ ہے کہ صبح مدرسہ کا بھی فرش پختہ ہے اور چھوٹے لڑکے بعض برہنہ پا پیشاب کر یا پاخانہ میں اور غسل خانہ میں جاتے ہیں اور اُسی فرش صبح مدرسہ پر جو گر گزرتے ہیں اور فجر کو اکثر شہنم کی کچھ بھی فرش پر ہوتی ہے اور گناہ شب کی بارش کی بھی نمی فرش پر ہوتی ہے پس ایسے مشکوک فرش پر چٹائی کا بچانا چٹائی کا ٹپس کرنا اور نیز نمازیوں کی نماز غراب کرنا ہے حالانکہ افضل عبادت کی نماز ہے سائل کہتا ہے پس ایسے مشکوک کی وجہ سے صبح مدرسہ میں جو چٹائی بچائی گئی ہے اس پر سنتیں ادا کرنا یا اس پر سے وضو کر کے جس حالت میں کہ نمازی کے بیرون وضو کے پانی سے ہنوز خشک نہیں ہوئے ہیں گزر کر کمرہ مدرسہ میں سنتیں ادا کرنا جائز ہوگا یا نہیں؟ اور وہ چٹائی جس پر ہوگی یا پاک قابل ادا ہے نماز رستہ کی اور نیز اس نمازی کے جو وضو کر کے اُس پر مشکوک فرش سے گزرا ہے پاک رہی گئے یا ناپاک ہو جائیں گے؟ اور ایسی چٹائی کا بچانے والا واسطے اجتماع ادا سنتوں فجر کے طریقہ نیک کا جاری کرنے والا ہوگا اور ثواب پاسے گا؟ اُی وجوہات مروجہ صدر جو باعث ممانعت زید کے ہیں ان کی وجہ سے بعد ازاں مسجد سے نمازیوں کے خارج کرنے کا اور مشکوک فرش پر سنتیں ادا کرنا اور نمازیوں کی نماز غراب کرنے کا باعث ہو کر عذاب پاسے گا یا اس قسم کے مشکوک پیدا کر کے تمام نمازیوں کو تنگی میں ڈالنے والا ہوگا؟ بیان فرمائیے ثواب پاسے۔

الجواب

زید کے دونوں اعتراض باطل و بے معنی ہیں۔ مسجد سے بے نماز پڑھنے باہر جانا دو شرط سے ممنوع ہے ایک یہ کہ وہ خروج بے حاجت ہو ورنہ بلا شبہہ جائز ہے بشرطیکہ جس شخص کی ذات سے دوسری مسجد کی جماعت کا انتظام وابستہ ہے وہ بعد ازاں بلکہ خاص اقامت پر وقت باہر جاسکتا ہے یونہی جسے دوسری مسجد میں بعد نماز دینی سبق پڑھنا یا سنتی عالم کا وعظ سننا ہو اسی طرح پیشاب یا استنجے یا وضو کی حاجتیں۔ دوسرے یہ کہ مشروع جماعت تک واپسی کا ارادہ نہ ہو ورنہ مضائقہ نہیں اگرچہ بے ضرورت ہی سہی۔

فی السور المختار، کتبہ تحریر میں اللہ تعالیٰ
خروج من المسجد من بعد اذان
در مختار میں ہے کہ نکلنا اس شخص کا جس نے نماز
نہ پڑھی ہو اسی مسجد سے جس میں اذان ہو چکی ہو

فيه جرى على الغالب والمراد دخول الوقت
اذن فيه اولا الامن ينقطع به، والمرجعة
اخرى اذ كان الحضور لمسجد حيمه ولم
يصلوا فيه اولا استاذة لدرسه او لسماع الوخط
او الحاجة وصحت عزمة امت يعود نهرا
وفي رد المحتار قوله للنهي هو ما في اجب
حاجة من ادراك الاذان في المسجد ثم
خرج لويخرج للحاجة وهو لا يريد الرجوع
فهو منافق ام وفيه عن الجرح لو كانت
الجماعة يوقعون لدخول الوقت المستحب
كالصباح مثلا فخرج ثم رجع وصل معهم
ينبغي امت لا يكسر احد قال وجزم بذلك
كله في النهل لانه كلامهم عليه قوله الامن
ينقطع به له الخروج ولو عند الشروع
في الاقامة وبه صرح في مفت الدرد
الفتاوى وشرح الوقاية اذ مختصرا

مکروہ تحریمی ہے یہ غالب پر حکم ہے اور مراد دخول وقت
ہے خواہ اذان ہوئی ہو یا نہ ہوئی ہو البتہ اس شخص
کو جانے کی اجازت ہے جس نے کسی دوسری جماعت
کا انتظام کرنا ہے یا اپنے محلہ کی مسجد کی طرف جانا،
در انحالیکہ وہاں لوگوں نے نماز ادا نہیں کی یا استاد
سے سبق لینا ہے یا وعظ سننا ہے یا کوئی حاجت
ہے ذہ شخص دوبارہ آجانے کا ارادہ رکھتا ہو
نہرا رد المحتار میں قوله للنهي (یعنی اس پر نہیں
وارد ہے) سے مراد ابن ماجہ کی وہ روایت ہے
جس میں ہے کہ مسجد میں اذان کو پایا پھر بغیر کسی
حاجت و ضرورت کے چلا گیا اور واپسی کا ارادہ
بھی نہیں رکھتا تو وہ منافق ہے اور اسی میں بھر
سے ہے کہ اگر بناحت لوگوں نے اس لئے مؤخر
کی کہ وقت مستحب آجائے مثلاً صبح کی نماز، تو کوئی
شخص چلا گیا پھر لوٹ کر اذان کے ساتھ نماز ادا کی تو
اسے مکروہ نہ قرار دینا ہی مناسب ہے اور نہ ہی اس پر
کلام ملایا کہ وجہ سے جزم کا انکار کیا ہے، مان کا قول الامن ينقطع
وہ نکل سکتا ہے خواہ اقامت شروع ہو چکی ہو، اور اسی پر قی در، فتاویٰ اور شرح وقایہ میں جسندم
کیا گیا ہے اذ اختصاراً (ت)

یہاں دونوں شرطوں سے ایک بھی تحقق نہیں سنتیں بحال قیام جماعت بیرون مسجد پڑھنے کا حاجت شرعی
ہونا بھی ظاہر اور قصور جرم بھی بدیہی تو عدم جواز و حصول گناہ کا حکم صریح باطل قطعی
في الدر المختار اذا اخاف فوت الوقت
لاشتغاله بسفها تركها

والا لابل یصلیہا عند باب المسجد وقت
مرد المختار ای خارج المسجد کسما
صرح مبعہ الفقہتانی وقال فی العنایة
لأنه لو صلاها فی المسجد کان معتقدا فیہ
عند اشتغال الامام بالقریضۃ وهو مکروه
ومثله فی النہایة والمحرر ایچ ام مختصرین۔

ترک کرے ورنہ ترک نہ کرے بلکہ انہیں مسجد کے دروازے
کے پاس ادا کرے۔ رد المختار میں ہے یعنی مسجد سے
باہر ادا کرے، جیسا کہ اس پر قسستانی نے تصریح کی ہے۔
عنا یہ میں ہے اگر اس نے مسجد میں ادا کیں تو
یرامہ کے فریضہ میں مشغول ہونے کے وقت تو اسل
پڑھنے والا قرار پائے گا جو کہ مکروہ ہے۔ اسکی مثل
نہایہ اور معراج میں ہے اور دونوں کتابوں کی عبارت
اختصاراً منقول ہے (ت)

بعینہ یہ صورت حسیدنا عبد اللہ بن عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ثابت ہے ایک روز وہ ایسے وقت
تشریف لائے کہ جماعت فجر قائم ہو چکی تھی انہوں نے ابھی سنتیں نہ پڑھی تھیں ان کی بہن ام المؤمنین حفصہ رضی اللہ
تعالیٰ عنہا کا حجرہ مطہر مسجد سے ملا ہوا تھا جس کا دروازہ میں مسجد میں متادیاں چلے گئے اور سنتیں حجرہ میں
پڑھ کر پھر مسجد میں آکر شامل جماعت ہوئے۔ امام اجل ابو جعفر طحاوی شرح معانی الآثار میں فرماتے ہیں:

حدثنا علی بن شیبۃ ثنا الحسن بن موسیٰ
ثنا شیبان بن عبد الرحمن عن یحییٰ بن
ابی کثیر عن نرید بن اسلم عن ابن عمر
رضی اللہ تعالیٰ عنہما انه جاء والا ما یصلی
الصبح ولہم ین صلی الکرکتین قبل صلوة
الصبح فعبلا ہما فی حجرۃ حفصۃ رضی اللہ
تعالیٰ عنہما ثم انہ صلی مع الامام ففی ہذا الحدیث
عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما انه صلاہما
فی المسجد لان حجرۃ حفصۃ مرفوع اللہ
تعالیٰ عنہما من المسجد۔

زید بن اسلم سے مروی ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ
عنہما آتے تو امام صبح کی نماز پڑھا دیتا تھا آپ نے فجر
کی دو سنتیں ابھی ادا نہیں کی تھیں تو آپ نے حضرت
حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حجرہ مبارکہ میں انہیں
ادا کیا پھر امام کے ساتھ شریک ہوئے۔ اس حدیث
نے واضح کر دیا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے
فجر کی سنتیں مسجد میں ادا کیں کیونکہ حجرہ حفصہ رضی اللہ
تعالیٰ عنہما مسجد کا حصہ تھا۔ (ت)

۱۔ رد مختار باب ادراک الفریضہ مطبوعہ مطبعہ تہذیبی بھارت ۱/۹۹ - ۱۰۰
۲۔ رد المختار باب ادراک الفریضہ - ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۵۶
۳۔ شرح معانی الآثار باب الرجل یصلی المسجد الامام فی الصلوة مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۲۵۸

بلکہ جب وہ دارس متعلق مسجدِ صمد و مسجد کے اندر ہیں اُن میں اور مسجد میں راستہ فاصل نہیں صحت ایک فاصل سے
صحنوں کا امتیاز کر دیا ہے تو اُن میں جانا مسجد سے باہر جانا ہی نہیں یہاں تک کہ ایسی جگہ مشکف کو جانا حباب نہ
کردہ گویا مسجد ہی کا ایک قطعہ ہے۔

یہی بات امام طحاوی نے فرمائی کہ ام المؤمنین کا حجرہ
مسجد کا حصہ ہے۔ رد المحتار میں بتاتے ہیں کہ اگر
مشکف منارہ پر چڑھا تو بالاتفاق اس کا اعتکاف
فاسد نہ ہوگا کیونکہ منارہ مسجد کا حصہ ہے اس
کی دلیل یہ ہے کہ اس میں ہر وہ عمل مثلاً بول وغیرہ
منہ سے ہو مسجد میں منع ہے تو یہ مسجد کے دیگر گوشوں
کی طرح ایک گوشہ ٹھہرا۔ (ت)

چٹائی کو اُن خیالات بعیدہ کی بنا پر نجس بتانا محض پیرویِ اہلِ اہم ہے شرع مطہر نے دوبارہ طہارت

جیسا کہ اس کی تفصیل طریقہ محمدیہ اور حدیثِ ندیہ میں
ہے اور اسے عبد الضعیف غفر اللہ تعالیٰ عنہ "الاحل
من السكر لطلبہ سکر دوم" میں بیان کیا ہے۔ (ت)

اگر کپڑے یا بدن یا برتن کو نجاست لگنے میں شک ہے
تو وہ پاک ہوگا جبکہ نجاست کا یقین نہ ہو، یہی حکم
ان کنوؤں، حوضوں اور تالابوں کا ہے جو راستوں
میں بنائے گئے ہیں ان سے چھوٹے بڑے، مسلمان
اور کفار سبھی پانی حاصل کرتے ہیں (ت)

وهذا ما قال الامام الطحاوي ان حجرة
ام المؤمنين من المسجد في رد المحتار
عن ابدانهم لوصفها في المشكف المنارة
لم يفسد ببلالات لانها منه لانه يمنع
فيها من كل ما يمنع فيه من البول ونحوه
فاشبهه تراوية من ترايا المسجد۔

چٹائی کو اُن خیالات بعیدہ کی بنا پر نجس
بتانا محض پیرویِ اہلِ اہم ہے شرع مطہر نے
دوبارہ طہارت

من شك في انائه او ثوبه او بدنه اصابته
نجاسة او لا فهو طاهر ما لم يستيقن وكذا
الاباسر والمياض والنجاسات الموضوعة في
الطرق والبيوت والمستحق منها العطار والكبار
والمسلمون والكفار۔

باب الرجل يدخل المسجد والاسم في القلعة الخ	باب الرجل يدخل المسجد والاسم في القلعة الخ	باب الرجل يدخل المسجد والاسم في القلعة الخ	باب الرجل يدخل المسجد والاسم في القلعة الخ
مطبوعہ ریح ایم سید کبیری کراچی ۲۵۸/۱	مطبوعہ ریح ایم سید کبیری کراچی ۲۵۸/۱	مطبوعہ ریح ایم سید کبیری کراچی ۲۵۸/۱	مطبوعہ ریح ایم سید کبیری کراچی ۲۵۸/۱
۴۴۶/۲	۴۴۶/۲	۴۴۶/۲	۴۴۶/۲
مصطفیٰ البانی مصر ۱۱۱/۱	مصطفیٰ البانی مصر ۱۱۱/۱	مصطفیٰ البانی مصر ۱۱۱/۱	مصطفیٰ البانی مصر ۱۱۱/۱

یہ ہے کہ نماز ہو گئی دسویں رکعتیں تراویح میں شمار ہوں گی مگر خلاف و مکروہ ضرور ہوں گے عید کا قول لایکروہ (مکروہ نہیں۔ ت) خلاف صحیح ہے۔ غنیہ شرح غنیہ میں قول المصنف ولا یکروہ لانہ اکمل مخالف لہما ذکر فی الخلاصۃ وغیرہا انہ یکروہ (مصنف کا قول ذکر کر دہ نہیں کیونکہ یہ اکمل ہے خلاصہ وغیرہ کے مخالف کیونکہ وہاں لکھا ہے مکروہ ہے۔ ت) عید شرح غنیہ میں ہے :

وهو مشکل بانہ خلاف المنقول واذا قانوا
بکراہۃ الزیادۃ علی ثمان فی مطلق التطوع
لیلا فلا یکونوا قائلین بکراہتہا فیما کان
منہ مسئلونا وہی فلا جرم ان فی الثصاب و
خزانۃ الفتاویٰ والصحیح انہ لو قصد
ذلک یکروہ واللہ تعالیٰ اعلم۔

یہ مشکل ہے کیونکہ یہ منقول کے خلاف ہے اور جب
انہوں نے رات کے فوافل مطلقہ کو آٹھ سے زائد
پر کراہت کا حکم نافذ کیا ہے تو انہیں تراویح جو کہ
مسنون ہیں میں کراہت کا حکم بطریق اولیٰ جاری کرنا
چاہئے۔ لاجرم ثصاب اور خزانۃ الفتاویٰ میں ہے
کہ اگر کسی نے عید ایسا کہا تو مکروہ ہے۔ واللہ
تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ از پبلیشیت مدرسہ پنجابیاں مسئلہ حافظ محمد احسان صاحب ۱۰ رمضان المبارک ۱۳۱۰
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرح متین اس مسئلہ میں کہ نابالغ کے چھپے نماز تراویح حسب نزہ
نا جائز اور جس ماقظ کا سن پورہ سال کا بروہ ہوتی میں داخل ہے یا خارج ؟ اور شرعاً حد بلوغ کی ابتداء
از روئے سن کے سال سے معتبر ہے ؟ بینوا تو خبر دے

الجواب

مسئلہ میں اختلاف مشائخ اگرچہ بکثرت ہے مگر اجماع و اجماع و اقویٰ یہی کہ بالغوں کی کوئی نماز اگرچہ نفل
مطلق ہو نابالغ کے چھپے صحیح نہیں۔ ہاں یہی ہے
الصختار انہ لا یجوز فی الصلوٰات
حکماً

نہیں۔ (ت)

بجواب میں ہے :

۱۔ غنیۃ المستمل شرح غنیۃ المصلیٰ فصل فی الزاقل
۲۔ التعلیق النجلی لما فی غنیۃ المصلیٰ مع غنیۃ المصلیٰ فصل فی السنن
۳۔ البدایہ باب الامت
مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۴۵
مطبوعہ مکتبہ قدوریہ جامعہ نظامیہ لاہور ص ۳۹۹
مکتبہ عربیہ کراچی ۱۰۳/۱

وهو قول العامة كما في المحيط وهو ظاهر
الرواية^١ أكثر علماء كاشي قول ہے اور یہی ظاہر
روایت ہے۔ (ت)

اور اقل مدت بلوغ پندرہ کے لئے بارہ سال اور زیادہ سے زیادہ سب کے لئے پندرہ برس ہے اگر اسی میں سال
میں اثر بلوغ یعنی انزال منی خواب خواہ بیداری میں واقع ہو رہا ہو ورنہ بعد تہائی پندرہ سال کے شرعاً بالغ ٹھہر جائیگا
اگرچہ اثر اصلاً ظاہر نہ ہو۔

في التنوير بلوغ الغلام بالانزال فاما له
يوجد فيها شئ منها فحتى يتو خمس عشرة
سنة به يفتى وادنى مدته له اثنا عشرة
سنة هو المختار اهـ ملخصاً

تنویر میں ہے لڑکا احتلام سے بالغ ہو جاتا ہے اگر
احتلام نہ ہو تو پندرہ سال کی عمر میں بالغ ہوگا، اسی
پر فتویٰ ہے، کم از کم مدت بارہ سال ہے، یہی
مختار ہے (احملخصاً) (ت)

پندرہ سال کا بالغ ہونا اگر معلوم ہو (اگرچہ پونہی کہ وہ خود اپنی زبان سے اپنا بالغ ہو جانا اور انزال منی واقع ہونا
بیان کرتا ہو اور اُس کی ظاہر صورت و حالت اس بیان کی تکذیب نہ کرتی ہو) تو وہ بالغ مانا جائے گا ورنہ نہیں۔

في الدر المختار فان برهقا بان بلغا هذا
السن فقل بالغا بعد ان لم يكن بهما
الظاهر كذا في نسخة في العمادية وغيرهما
فبعد سنن عشوة سنة يشترط شرط اخر لصحة
اقراره لا بالبلوغ وهو ان يكون بحال يحتضر
مثله والا لا يقبل قوله شرح وهبانية
وهما حينئذ كبالغ حكما فلا يقبل
بحدوده البلوغ بعد اقراره لا مع احتمال
حاله الخ - والله سبحانه وتعالى اعلم

در مختار میں ہے اگر وہ اس عمر کو پہنچے کہ قریب البلوغ
ہیں اور دوسری گزرتے ہیں کہ ہم بالغ ہیں تو ظاہراً کوئی
بات ان کی تکذیب نہ کرتی ہو تو ان کی تصدیق
کی جائے گی، اسی طرح عمادیہ وغیرہ میں اسے
مقیم کیا گیا ہے اور بارہ سال کے بعد صحت اقرار
بلوغ کے لئے ایک اور شرط لگائی گئی ہے کہ اسی
طرح کے لڑکوں کو احتلام ہوتا ہو ورنہ ان کا دعویٰ
قبول نہ ہوگا شرح و ہبانیہ، اوداب = دونوں
بالغ کے حکم میں ہوں گے احتمال کی وجہ سے اقرار کے
بعد ان کا انکار بلوغ قابل قبول نہ ہوگا۔ (واللہ تعالیٰ اعلم)

لے برالرائی باب الامامت
لے در مختار فصل بلوغ الغلام
لے ایضاً

مطبوعہ ایچ ایم سید کمپنی کراچی
مطبع نجفبائی دہلی

۲۵۹/۱
۱۹۹/۲

مسئلہ ۱۶۲ از او بین مسئلہ یقرب علی خاں
چرمی فرمایند علمائے کرام و دین مسئلہ کہ غیر مقلدین
نماز تراویح را بہت عمری قرار دادہ از بہت تخفیف
نمودہ یا زود رکعت میخوانند جائز است یا نہ ؟ بینوا
توجروا۔

۱۲ ربیع الاخری شریف ۱۳۱۱ھ
علماء کرام اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں کہ غیر مقلدین
سے میں تراویح کو بہت عمر (یعنی اللہ تعالیٰ عنہ)
قرار دیتے ہوئے ان میں تخفیف کر کے گزار کر لی
ہیں یہ جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

تراویح سنت مؤکدہ است و نزد محققین بزرگ سنت
مؤکدہ نیز آئمہ شود خاصہ چون ترک را عادت گیر و
عدوشش نزد جمہور علمائے اُمت است رکعت ست
و در روایت از امام مالک سی و شش رکعت فی
الدر المختار التراویح سنۃ مؤکدہ
لمواظبة الخلفاء الراشدين وھی عشرون
مسکنة باز سنت امیر المؤمنین عارفاروق رضی اللہ
تعالیٰ عنہ عین سنت حضور پر نور سید عالم صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم ست سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
ما را حکم با قداستے ابو بکر و عمر فرمود رضی اللہ تعالیٰ
عنہما تاکید تمام با تبارع سنت خلفائے راشدین
نمود رضی اللہ تعالیٰ عنہم احمد و ابوداؤد و
الترمذی و ابن ماجہ عن العصبی عن
بہی سامیۃ ماضی اللہ تعالیٰ عنہ قال
قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
علیکم بسنتی و سنت الخلفاء الراشدين
المہدیین عنوا علیہا بالواجب الترمذی

تراویح سنت مؤکدہ ہے، محققین کے نزدیک سنت
مؤکدہ کا تارک گنہگار ہے خصوصاً جب ترک کی عادت
بنالے، تراویح کی تعداد جمہور امت کے ہاں بیس
ہی ہے۔ ایک روایت کے مطابق امام مالک کے
ہاں ان کی تعداد چھتیس ہے۔ در مختار میں ہے
تراویح سنت مؤکدہ ہیں کیونکہ خلفاء راشدین نے
اس پر دوام فرمایا اور وہ بیس رکعات ہیں، پھر
حضرت عارفاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سنت رسالت
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہی سنت ہے کیونکہ
آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہی سنت اور بکر
اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی اقتدا کا حکم دیا ہے
اور خلفاء راشدین کی اتباع سنت میں تاکید مل فرمائی
ہے۔ امام احمد، ابوداؤد، ترمذی اور ابن ماجہ نے
حضرت عصبی بن ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت
کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تم پر
میری اور خلفائے راشدین کی سنت لازم ہے اسے دانستوں
اچھی طرح مضبوطی کے ساتھ تمام لو۔ ترمذی نے

و حسنہ عن عبد اللہ بن مسعود و احمد
و الترمذی و ابن ماجہ و الرویانی عن
حذیفۃ بن الیمان و ابن عدی عن انس
بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہم قالوا
قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
اقتدوا بالذین من بعدی من اصحابی
ابی بکر و عمرؓ و انکم ایسے ہا کاں سنت
امیر المؤمنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ را بجا لیں
روافض بدعت عمری نامند و متہوران ایشان
نہ لہم اللہ تعالیٰ تفریح بفضلات حضرت و الایش
کنند جو ایش محل بروز جزا است و سيعلم
الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون۔ نسأل
اللہ العفو و العافیۃ۔ واللہ بختہ
و تعالیٰ اعلم۔

نے حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت کیا اور
حسن کہا۔ احمد، ترمذی، ابن ماجہ اور روایاتی نے
حضرت حذیفہ بن یمان اور ابن عدی نے حضرت انس
بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت کیا کہ
نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، مگر! تم
میرے بعد میرے صحابہ اربعہ و عمر کی اقتدا کرنا۔
یہ دیکھ لوگ جو اہل تشیع کی نقل کرتے ہوئے حضرت
عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سنت کو بدعت عمری
کہتے ہیں اور ان میں سے کچھ دریدہ دہنی کرنے والے
حضرت کے عل کو گرا بی کہتے ہیں اس کا حساب و
کتاب بروز جزا انھیں دینا ہوگا حضرت عالم
جانی میں لکھ کر وہ کس طرف پلٹا کھائیں گے۔ اللہ
تعالیٰ سے غم و غایت کا سوال ہے۔ واللہ
بختہ و تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۱۶۳ اذ بگرام شریف محلہ میدان پرہہ مدرسہ حضرت سید ابراہیم صاحب داذیقہ ۱۳۱۱ھ
کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ تراویح میں پورا کلام اللہ تعالیٰ سُنتا پڑھنا سنت
مؤکدہ ہے یا سنت یا مستحب وغیرہ؟ اور بعد سُنتے ایک پورے کلام اللہ شریف کے جو لوگ سورہ فیل سے
آخر تک وہ بارہ پڑھتے ہیں ان کا کیا حکم ہے یعنی ہر رات رمضان شریف میں تراویح بست رکعتیں پڑھنا سنت
مؤکدہ یا سنت یا مستحب وغیرہ ہے یا کیا ارشاد ہے؟ ایک رات اسی ماہ صیام میں طبیعت میری نا درست
تھی تراویح ایک شب کی عجب سے نہ ہوئیں اب ان کی قضا کروں یا نہیں اور کروں تو کس وقت؟ بینوا
تو جبروا۔

الجواب

تراویح میں پورا کلام اللہ شریف پڑھنا اور سُنتا سنت مؤکدہ ہے بعد صبح یہ ہے کہ بعد ختم کلام مبارک بھی تمام

یہاں شہر مبارک میں جتنی رکعت تراویح پڑھنا سنت ہو کر ہے، تراویح اگر ناکہ ہو گئیں تو ان کی قضا نہیں کل ذلک مضموح بہ فی الکتب الفقہیۃ (ان تمام پر کتب فقہ میں تصریح ہے۔ ت۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔)

مسئلہ ۱۰۶۴ از بگرام شریف محلہ میدانی پورہ مرشد حضرت صاحبزادہ سید ابراہیم میاں صاحب دینی و امت پرکاشم ۳۲ رمضان شریف ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں تراویح میں بعد سورہ فاتحہ سورہ اخلاص پڑھنا جائز ہے یا مکروہ باوجودیکہ امام اور محدثین بھی جانتا ہے: بینوا تو جسدوا

الجواب

جائز ہے بلکہ اگرچہ سورہ فیل سے آخر تک نکرانہ طرہ بہتر ہے کہ اس میں رکعات کی گنتی یاد رکھنی نہیں پڑتی۔ رد المحتار میں ہے:

فی التجنيس واختار بعضهم سورة الاخلاص في كل ركعة وبعضهم سورة الفيل اي البداءة منها ثم يعيد ها وهذا احسن لئلا يشغل قلبه بعد الركعات
ورجحنا ان لا يقرأ سورة ويعيد ها في الثانية (ان قولہ) ولا يکرہ فی النفل شی من ذلک واللہ تعالیٰ اعلم۔

تجنیس میں ہے بعض نے ہر رکعت میں سورہ اخلاص کو مختار کیا بعض نے سورہ فیل یعنی اس سے ابتدا ہوا۔ پھر تکرار کیا جائے اور سب سے بہتر ہے تاکہ دل تندرکعات کی طرف متوجہ نہ ہو۔ (ت)

مسئلہ ۱۰۶۵ از شہر کندہ بریل مرشد مولوی شجاعت علی صاحب ۲۵ رمضان مبارک ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ تراویح میں ختم قرآن شریف کے لئے ایک بار جہر سے بسم پڑھنا چاہئے یا نہیں؟ فقط بینوا تو جسدوا

الجواب

ہاں۔ فی المسلمہ وشرح الفوائد البسملة مسلم اور شرح الفرائح میں ہے کہ بسم قرآن کی

۴۷/۲	مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	بحث التراویح	۴۷/۲
۸۱/۱	مطبوعہ مجتہدانی دہلی بھارت	آخر فصل بحکم الامام	۸۱/۱

من القرآن آية فتقرأ في الختم مرة على
هذا ينبغي ان يقرأها في التراويح بالجهور
مرة ولا تتأدى سنة الختم دونها والله
سبحانه وتعالى اعلم.

مسئلہ ۱۰۶۶ از صاحب گنج گیا
مسئلہ مولوی کریم رضا صاحب حکم ذیقعدہ ۱۳۱۲ھ
(۱) نماز تراویح کی جماعت اس طور پر کہ اللہ تعالیٰ سے شروع کرتے ہیں اور انسان تک ایک ایک سورہ
ایک ایک رکعت میں پڑھتے ہیں اور پھر اللہ تعالیٰ سے انسان تک دوبارہ وسلسل رکعتوں میں پڑھتے
ہیں جائز ہے یا نہیں؟

(۲) ہر ترویکہ کے بعد دعا مانگنا جائز ہے یا نہیں؟
(۳) کسی مافظہ کو اس طور پر نماز تراویح کی پڑھانی کہ پہلے ایسی قوم کے ساتھ جو آٹھ رکعتیں تراویح منقولہ
پڑھ چکے ہوں بارہ رکعتیں ختم تراویح پڑھا کر پھر دوسری قوم کے پاس جو بارہ رکعتیں تراویح کی منقولہ
پڑھ چکے ہوں جا کر آٹھ رکعتیں تراویح کی ہر شب میں پڑھانی جائز ہیں یا نہیں؟ بینوا بالفقہ و
السنة والكتاب فوجروا من الله حسن العباد (فقہ اور کتاب و سنت کے مطابق جواب
حنایت کو کہ اللہ تعالیٰ سے اجر عظیم پاؤ۔ ت)

الجواب

(۱) جائز ہے

في الهندية بعضهم اختار قل هو الله احد
في كل ركعة وبعضهم اختار قراءة سورة
الفيل الى آخر القرآن وهذا حسن
القولين لانه لا يشبه عليه عدد الركعات
ولا يشغل قلبه بحفظها كذا في التجميع
والله تعالى اعلم

ہند میں ہے بعض نے ہر رکعت میں قل هو الله
احد کو اختیار کیا اور بعض نے سورہ فیل سے آخر
تک کو اور یہ احسن قول ہے کیونکہ اس صورت میں
عدد رکعات میں اشتباہ نہیں ہوتا اور نہ ہی
ان کے یاد رکھنے میں مصروف ہوتا ہے جیسا کہ تجميع
میں ہے اور اللہ تعالیٰ اعلم (ت)

من فرائع الرحمة شرح مسلم البشت مسئلۃ البطلۃ من القرآن مطبوعہ قم، ایران ۱۴/۲
مکملہ فتاویٰ عالمگیری باب التاسع فی التراويح مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱۸/۱

(۲) جائز ہے

فی رد المحتار قال القہستانی فیقال ثلاث
صوات سبحن ذی الملک والملكوت سبحن
ذی العزۃ والعظۃ والقدرۃ والکبریاء
والجبروت سبحن الملک الہی الذی
لا یموت مبدوح قدوس رب الملشکۃ و
الروح لا الہ الا اللہ نستغفر اللہ نسألك
الجنة ونعوذ بک من النار کما فی منہج
العباد آملہ واللہ تعالی اعلم۔

رد المحتار میں ہے کہ قہستانی نے کہا کہ تین دفعہ
یہ کلمات پڑھے جائیں : ملک و ملکوت کے مالک
تیری ذات پاک ہے اس صاحب عزت و عظمت
اور جبروت و کبریا تیری ذات اقدس پاک ہے اے
مالک جو زندہ ہے اس پر موت نہیں تیری ذات
پاک ہے تو پاک و قدوس ہے ملائکہ اور جبریل کا
رب ہے اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ، ہم اللہ
تعالیٰ سے معافی مانگتے ہوئے جنت کا سوال اور
دوزخ سے پناہ مانگتے ہیں منہج العباد اللہ واللہ
تعالیٰ اعلم (ت)

(۳) اصل یہ ہے کہ ہمارے نزدیک بیسٹ رکعت تراویح سنت عین ہیں کہ اگر کوئی شخص مرد یا عورت بلا عذر
شرعی ترک کرے جتنے کراہت و اسارت ہر اور ان کی جماعت کی مساجد میں اقامت سنت کفایہ کہ اگر
اہل محلہ اپنی اپنی مسجدوں میں اقامت جماعت کریں اور ان میں بعض گھروں میں تراویح تنہا یا باجماعت پڑھیں تو
حرف نہیں اور اگر تمام اہل محلہ ترک کریں تو سب گنہگار ہوں ، رد المحتار میں ہے ،

اہل التراویح منقہ عین فلو ترکھا
واحد کفرۃ

در مختار میں ہے ،

والجماعة فیہا سنة علی الکفایۃ فلو
الاصح فلو ترکھا اہل مسجد اشوا ، لا
توترک بعضهم

ان میں اجماع قول کے مطابق سنت کفایہ ہے ، اگر
تمام اہل مسجد نے اسے ترک کیا تو گنہگار ہوں گے
اور اگر بعض نے ترک کیا تو گنہگار نہ ہونگے (ت)

۴۶/۲	مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	بحث التراویح	رد المحتار
۲۵/۲	" " " "	" " " "	" "
۹۸/۱	" " " " مجتہدین دہلی بھارت	فصل فی التروید والترافل	رد مختار

رد المحتار میں ہے :

ظاہر کلامہم ہذا ان المسنون کفاہ اقامتہا
بالجماعة فی المسجد حتی لو اقاموا جماعة
فی بیوتہم ولو تقسم فی المسجد اثم الکلیۃ
یہاں سنت کفاہ سے مراد یہ ہے کہ تراویح کو مسجد میں
جماعت کے ساتھ ادا کیا جائے اگر تمام نے گھروں
میں جماعت کے ساتھ ادا کیں اور مسجد میں ادا نہ کیں
تو سب گناہوں کے ذات ،

پس صورت مستفسرہ میں امام اور دونوں جگہ کے مقتدی جنوں فریق سے جس کے لئے یہ فعل اس ثبوت
کا موجب ہو اس کے حق میں کراہت و اسارت ہے ورنہ فی نصبہ اس میں حرج نہیں مثلاً امام و ہر دو قوم
کی مسجد میں جماعت تراویح جدا ہوتی ہے یہ گھروں پر بطور مذکور جماعت و افراد اڑھتے ہیں تو کسی پر مواخذہ
نہیں کہ ہرگز وہ مقتدیان نے اگر بعض ترویحات تنہا اور ہر سر فریق نے مسجد سے جدا پڑھیں مگر جبکہ ان کی مسجد
میں اقامت جماعت ہوتی ہے سنت کفاہ ادا ہو گئی ہاں امام دونوں قوموں کو پوری تراویح پڑھانا تو یہ
بجراہت ہوتی اس سے صورت مستفسرہ خالی ہے۔

فی الہندیۃ اقامہ یصلی التراويح فی مسجدین
فی محل مسجد علی الکمال زیہ جو نہ کذا فی
المحیط المرخصی والفتویٰ علی ذلک
کذا فی المضمورات
ہندیہ میں ہے ایک امام دو مسجد میں تمام تراویح
پڑھاتے ہیں تو یہ جائز نہیں جیسا کہ محیط مرخصی میں ہے
مضمورات میں ہے کہ فتویٰ اسی پر ہے۔

(د)

اور اگر ان میں کسی فریق کی مسجد میں ہی جماعت بطور مذکور ہوتی ہے تو اس کے لئے کراہت ہے کہ اس کی مسجد
میں پوری تراویح جماعت سے نہ ہوئیں لہذا اس صورت میں یہ چاہئے کہ ایک فریق آٹھ یا بارہ رکعتیں دوسرے
امام کے پیچھے پڑھ کر باقی میں اس حافظ کی اقتداء کرے اور دوسرا فریق بارہ یا آٹھ رکعات میں دوسرے کا مقتدی
ہو کر باقی میں اس کا مقتدی ہو کہ اب دونوں مسجدوں میں پوری تراویح کی اقامت جماعت سے ہو جائے گی اور
اس میں کچھ مضائقہ نہیں کہ بعض ترویحات میں ایک امام کی اقتداء ہو اور بعض دیگر میں دوسرے کی ، ہاں یہ
نا پسند ہے کہ ایک ترویح میں دو رکعت کا امام اور ہر دو کا اور ،

فی الخانیۃ اقاموا التراويح یا ماہین فصلی
خانیہ میں ہے تراویح دو اماموں نے پڑھائیں ، ہر

امام نے دو رکعات پڑھائیں تو بعض نے اسے جائز کہا
اور صحیح یہ ہے کہ یہ طریقہ مستحب نہیں۔ مستحب یہ ہے
کہ ہر امام چار رکعات پڑھائے تاکہ اہل حرمی کے
موافق عمل ہو جائے۔ (ت)

کل امام تسلیعۃ بعضهم جوڑوا ذلك
والصحيح انه لا يستحب وانما يستحب
ان يصلي كل امام ترويحة ليكون موافقا
عمل اهل الحرمين
سراجہ راجع میں ہے۔

اگر نماز تراویح دو اماموں نے پڑھائی مستحب یہ ہے
کہ ہر ایک کامل ترویجہ کے بعد عمل چھوڑے، اگر
دو رکعات پڑھوڑا ہے تو صحیح قول کے مطابق
یہ مستحب نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

ان صلواہا بامامین فالمستحب ان
یکون انصراف کل واحد علی کمال
الترویحة فان انصرف علی تسلیعۃ لا یستحب
ذلك فی الصحیحین واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۰۶۹ از بدایں حلقہ کٹرہ براہم پورہ مسئلہ شیخ عبد الغنی صاحب ۱۱ رمضان شریف ۱۳۱۲ھ
ایک شخص ایک مسجد میں فرض جماعت سے پڑھا کر تراویح بینش رکعت پڑھاتا ہے پھر وہی شخص دوسری
مسجد میں تراویح بینش رکعت جماعت سے پڑھاتا ہے آیا یہ امامت اس کی صحیح ہے نہیں؟ اور مقید یا نہ مسجد
دیگر کی تراویح ہو جاتی ہے یا نہیں؟ فقط۔

الجواب

مذہب راجع میں امامت صحیح ہے تراویح ہو جاتی ہیں مگر خلاف علماء و اختلاف تعصیب و مخالفت طریقہ
متواتر سے بچنے کے لئے بے ضرورت اس سے احتراز کیا جائے۔

غائبہ، خلاصہ اور نظیریہ میں ہے کہ سبب تراویح
ایسے شخص کے پیچھے پڑھی جو فرض انقض پڑھا رہا ہے
یا اس شخص کی اقتدار میں جس نے تراویح کے علاوہ
توافل پڑھائے تو اس میں علماء کا اختلاف ہے
صحیح یہی ہے کہ جائز نہیں اور ہندو میں ہے کہ

فی الخانیة والمخلاصة والظہیریة وغیرھا
اذ اہل التراویح مقتد یا بمن یصلی
المکتوبۃ او بمن یصلی نافلۃ غیر التراویح
اختلفوا فیہ والصحیح انہ لا یجوزونہ
فی الہندیۃ امامہ یصلی التراویح

لے فتاویٰ قاضی خاں باب التراویح مطبوعہ مطبعہ خشئی نوکلشور لکھنؤ، بھارت ۱۱۰/۱
لے سراج الوداع شرح قدوری
لے خلاصۃ الفتاویٰ الفصل الثالث فی التراویح مطبوعہ مکتبہ جمعیۃ دہلی ۶۴/۱

فی مسجدین فی کل مسجد علی الکمال
لا یجوز کذا فی محیط السرخسی والفتوی
علی ذلک کذا فی المصنعات آھ و فی اماسة
التنویر والدور متنفل ہفتہ فی
غیر التراویح فی الصحیحہ خانیہ و
کانہ لانہا سنۃ علی ہیأۃ مخصوصہ
فی راعی و ضعیفہا الخاص بالخروج من العہدۃ
اح فی رد المحتار امت ما ذکرہ المصنف
ہیئۃ الخائف لما قدم فی شروط الصلوۃ
بقولہ و کفی مطلق نیۃ الصلوۃ لفعل
وسنۃ و تراویح و ذکر الشارح ہناک انہ
المستند و نقلنا ہناک من البحر اند
ظاہر الروایۃ و قول عامۃ المشائخ
و صحیحہ فی الہدایۃ و غیرہا و رجحہ
فی الفتاوی و نسب الی المحققین رحمہم اللہ
والفتوی متی اختلف من حق ظاہر الروایۃ
واللہ سبغہ و تعالیٰ اعلم۔

وہ امام کا دو مساجد میں تمام تراویح پڑھتا ہے جائز
نہیں، محیط سرخسی اور مقننات میں ہے کہ فتویٰ
اسی پر ہے۔ تنویر اور رد کے باب الامامت
میں ہے کہ نقل پڑھنے والے کی فرض پڑھنے والے کی
اقتدار تراویح کے علاوہ صحیح ہے خانیہ، کیونکہ
تراویح ہیئت مخصوصہ کے ساتھ سنت ہیں تو عہدہ پر آ
ہونے کے لئے ان میں اس وجہ مخصوص کی رعایت کرنا
ضروری ہے اور وہ مختار ہیں ہے مصنف نے جو کچھ
یہاں ذکر کیا ہے وہ اس کے خلاف ہے جو اس نے
شروط صلوۃ میں یوں ذکر کیا کہ نقل، سنت اور تراویح
کے لئے مطلق نیت کافی ہے اور شارح نے وہاں
کہا کہ مقدمہ یہی ہے اور وہاں بخبر سے نقل کیا کہ یہی
ظاہر روایت اور اکثر مشائخ کا قول ہے، بدایہ
وغیرہ میں اس کو صحیح قرار دیا گیا ہے۔ فتح میں اس کو
ترجیح دیتے ہوئے اسے محققین کی طرف منسوب کیا
تو جب فتویٰ میں اختلاف ہو جائے تو ظاہر روایت
کو ترجیح ہوتی ہے۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۱۰۷۰ از کبیر میرٹھ کوٹھی حافظ عبد الکریم صاحب بازار لال کونٹی مرسلہ مولوی اسمان اللہ صاحب
۲۷ ماہ مبارک ۱۳۲۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ جو اکثر بکر رمضان شریف کے اخیر
عشرہ کی طاق راتوں میں نوافل میں شبینہ پڑھا جاتا ہے یعنی ایک یا ایک سے زیادہ رات میں تم قرآن عظیم

۱۱۶/۱	مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور	فصل فی التراویح	لے فتاوی عالمگیری
۸۵/۱	مطبع مجتبیٰ دہلی بھارت	باب الامامت	سکھ در مختار
۵۹۰/۱	ایچ ایم سعید کینی کراچی	۰	سکھ رد المختار

ہوتا ہے اور یہ نوافل باجماعت پڑھے جاتے ہیں یہ شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ ایک صاحب فرماتے ہیں کہ اگرچہ کلام مجید باجماعت نوافل میں ترتیل کے ساتھ ہی کیوں نہ پڑھا جائے وہ بھی ممنوع ہے اور نیز کہتے ہیں کہ جماعت نوافل کی سوا تراویح کے اصلاً جائز نہیں ہے اور جس حدیث میں مسجد کے وقت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی شرکت نوافل مسجد میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیچھے مروی ہے وہ ثابت صرف ائمہ ایک شخص کے ہے، تیسری بات وہ یہ کہتے ہیں کہ سنتیں فوری اگر رہ جائیں اور فرضوں میں کوئی شامل ہو جائے تو پھر اس کو وہ سنتیں نہ قبل طلوع آفتاب پڑھنی چاہئیں نہ بعد میں، ان تینوں مسائل کو امید ہے کہ مشرح بیان فرمائیں۔ جزاک اللہ خیر الجزاء۔

الجواب

علمائے بنظر منع کسل و لول اقل مدت ختم فترت ان عظیم میں دن مقرر فرمائی مگر اہل قدرت و نشاط بہر عبادت کو ایک شب میں ختم کی بھی ممانعت نہیں، بہت اکابر دین سے منقول ہے،
 کما بسطہ المولیٰ عبد الغنی النابلسی قدس جیسا کہ اس پر تفصیل بحث علامہ عبد الغنی نابلسی
 سرہ القدوسی فی المحدثۃ النذیریہ و غیرہ قدس سرہ القدوسی نے حدیقہ نمبرہ اور دیگر علماء
 نے اپنی کتب میں کی ہے۔ (ت)

خود امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دو رکعت میں قرآن شریف ختم کیا کما فی الدر المختار
 (جیسا کہ در مختار میں ہے۔ ت) فعل غیر تراویح میں امام کے سوا تین آدمیوں تک تو اجازت ہے ہی چار
 کی نسبت کتب فقہیہ میں کراہت لکھے ہیں یعنی کراہت تہذیب جس کا حاصل غلط اولیٰ ہے نہ کہ گناہ حرام
 کما بینا فی فتاویٰ (جیسا کہ ہم نے اس کی تفصیل اپنے فتاویٰ میں دی ہے۔ ت) مگر مسئلہ
 مختلف یہ ہے اور بہت اکابر دین سے جماعت نوافل بالائے اعمیٰ ثابت ہے اور عوام فعلی غیر سے منع
 نہ کئے جائیں گے علمائے امت و حکماء ملت نے ایسی ممانعت سے منع فرمایا ہے، در مختار میں ہے،
 اما العوام فلا یمنعون من تکبیر ولا تنفل عوام کو تکبیرات اور نوافل منسل سے کبھی بھی منع
 اصلاً لقلة رغبتهم فی الخیرات پھر نہ کیا جائے کیونکہ پہلے ہی نیکیوں میں ان کی
 رغبت کم ہوتی ہے، بحر۔ (ت)

اسی میں ہے ،

ولا يمنع العامة من التكبير في الاسواق
في الايام العشرة به تاخذ بحره ومجتمعي
وغیره ۱۰

حدیث نذیری میں ہے ،

ومن هذا القبيل نهى الناس عن صلوة
المرغائب بالجماعة وصلوة ليلة القدر
ونحو ذلك وان عزم العلماء بالكرهية
بالجماعة فيها فلا يفتى بذلك العوام لئلا
تقبل من غيرهم في الخيرات وقد اختلفت
العلماء في ذلك فعممت في جوازها جماعة
من المتأخرين وابقاء العوام راغبين
في الصلوة اولى من تنفيرهم ۱۱

عوام کو ان (ذوالحجہ کے) دس دنوں میں بازار
میں تکبیرات پڑھنے سے منع نہ کیا جائے ، اسی پر
ہمارا اعلیٰ ہے ، بحر ، مجتبیٰ وغیرہ (ت)

اسی قبیل سے نماز مرغائب کا جماعت کے ساتھ
ادا کرنا اور لیلۃ القدر کے موقع پر نماز وغیرہ بھی
ہیں اگرچہ علمائے ان کی جماعت کے بارے میں
کراہت کی تصریح کی ہے مگر عوام میں یہ فتویٰ
نہ دیا جائے تاکہ نیکیوں میں ان کی رغبت کم نہ ہو
علمائے اس مسئلہ میں اختلاف کیا ہے اور
متاخرین میں سے بعض نے اس کے جواز پر رکھا
بھی ہے عوام کو نماز کی طرف راغب رکھنا انھیں
فہرت دلانے سے کہیں بہتر ہوتا ہے ۔ (ت)

صبح کی سنتیں اگر نہ پڑھیں اور قرطوں میں شامل ہو گیا قبل طلوع وار تفاع شمس تو البتہ ان کی
اجازت نہیں اگر پڑھے گا گنہگار ہوگا اور بعد بلندی آفتاب اُن کا پڑھنا ممنوع نہیں ضرور مستحب ہے
کلام علمائے لا یقضی (ادا نہ کیا جائے) بعض نفی مطالبہ ہے نہ مطالبہ نفی ، رد المحتار میں ہے ،
اذا فات وحدثها لا تقضى قبل طلوع
الشمس بالاجماع اما بعد طلوع الشمس
فكذلك عندهما وقال محمد رحمه الله
تعالى احب الى امتي يقضيها الى
المزوال كما في الدرر قبل

۱۱۴ / ۱ باب العیدین
مطبوعہ مطبع مجتبیٰ دہلی بھارت
۱۵۰ / ۲ مطبوعہ نور و ضور فیصل آباد

ہذا قریب من الاتفاق لان قوله احب
الحدیث دلیل علی انہ لو لم یفعل لا لوم علیہ وقال
لا یقضى وان قضی لا یاس به کذا فی الخبائریة
ومنهم من قال الخلاف فی انہ لو قضی کان
غلاماً مبتدأ اذ سنة کذا فی النایة یعنی فضلاً
عندہما سنة عندہما کما ذکرہ فی الکافی
اسمعیل یح والیہ تعالیٰ اعلم۔

یعنی شیخین کے نزدیک نفل مگر امام محمد کے نزدیک سنت، جیسا کہ انکافی لاسمعیل میں ہے۔ (ت)
مسئلہ از سبعل مرسلہ حکم کفایت اللہ صامب ۹ شوال ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے فرض شہادت ادا کیا اور تراویح جماعت سے اب
وتر جماعت سے ادا کرنا چاہتا ہے یا نہیں؟ اور اولیٰ کیا ہے؟ مع اللہ وحوالہ کتب بیان فرمایا جائے۔ بینوا
للہ توجروا عند اللہ۔

الجواب

جس نے فرض تنہا پڑھے وتر کی جماعت میں شریک نہ ہو گا کما فی الغنیۃ وجامع الرموز وورد الحداد
(جیسا کہ غنیۃ، جامع الرموز اور رد المحتار میں ہے۔ ت)، جس نے فرض کسی جماعت میں پڑھے ہوں اس کے باب
میں بھی ملتا مختلف ہیں کہ وتر جماعت سے ادا کرنا اولیٰ ہے یا تنہا پڑھنا دونوں طرف ترجیحیں ہیں اور زیادہ
راحمان اس طرف ہے کہ جماعت افضل ہے۔

رجحہ الامام ابن الہمام وصحیحہ العلامة الحلبي
فی الغنیۃ وقال خیر الرملی علیہ عامۃ
النام الیوم یح والیہ تعالیٰ اعلم
امام ابن الہمام نے اسے ترجیح دی، علامہ حلبي نے
غنیۃ میں اس کی تصحیح فرمائی، اور خیر الدین رملی نے
فرمایا، آج لوگوں کی اکثریت اس پر ہے۔ واللہ
تعالیٰ اعلم (ت)

رد المحتار باب اوراکم الفریضہ مطبوعہ مطبعۃ البانی مصر ۵۳۰/۱
غنیۃ المستملی فصل فی التواضل - سہیل اکیڈمی لاہور ص ۴۱۰
منہ الخانی علی البحر الرائق بحوالہ الخیر الرملی باب الترتب والنوازل مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۶۹/۱

مسئلہ ۱۰۲: از پیلور ضلع بریلی مسئلہ حافظ کلن صاحب ۲۳ شوال ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ماہ رمضان شریف میں دو حافظوں نے ایک مسجد میں قرآن عظیم اس ترتیب سے سنایا کہ ایک حافظ نے اول مثلاً و کسئل تراویح میں ایک یا سوا یا ڈیڑہ پارہ آٹھ سے سنایا اور پھر دوسرے حافظ نے آخر دس تراویح میں وہی پارہ ایک یا سوا یا ڈیڑہ آٹھ کا پڑھا یعنی ابتداء سے انتہاء تک یہی طریقہ قرأت کا رکھا کہ جو کچھ پہلے حافظ نے پڑھا تھا وہی پارہ دوسرے حافظ نے پڑھا اور ایک ہی تاریخ پر مشافہہ پچیس یا چھپیس تک دونوں نے ختم قرآن کریم فرمایا پس از روئے شرع ملہر کے یہ طریقہ قرآن شریف کے پڑھنے کا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا بالکتاب توجروا بغیر حساب (کتاب سنت سے جواب دیجئے اور بغیر حساب اجر پاؤ۔ ت)

الجواب

یہ طریقہ مکروہ ہے اور اگر ثابت ہو کہ بعض مقتدیوں پر گراں گزرنے کا باعث تھا (اور ضرور ہو گا) تو سخت ممنوع ہے کیوں کہ ختم محاسنت سے زائد میں تو ایک امر از حد از سنت کے لئے مقتدیوں پر گراں کی گئی اور یہ ناجائز ہے و انما حلل عند ترک ختم بکسل القوم لا نہ سنة فاما نہ اذ یترک لا نہ فتنہ (قوم کی سستی کی وجہ سے ایک ختم قرآن ترک نہیں کیا جائے گا کیونکہ یہ سنت ہے اور جو اس سے زائد ہے وہ ترک کر دیا جائے گا کیونکہ یہ فتنہ ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۰۳: از بلند ٹی افریقہ سائل حاجی عبد اللہ و حاجی یعقوب علی ۲۴ محرم ۱۳۲۱ھ

رمضان المبارک میں میں نے نماز عشاء جماعت سے نہیں پڑھی ہے مسجد میں جاتے وقت جماعت عشاء ہو گئی تھی اور نماز تراویح کی کھڑی تھی میں نے جلدی سے نماز عشاء ادا کی اب تراویح کی جماعت میں شامل ہو کر نماز تراویح ادا کر سکتا ہوں یا نہیں؟ یا ایکنے پڑھنا چاہئے؟

الجواب

جس شخص نے نماز عشاء تنہا پڑھی وہ تراویح کی جماعت میں شامل ہو سکتا ہے تنہا نہ پڑھے، ہاں وتر کی جماعت میں شامل نہیں ہو سکتا۔ جس نے فرض تنہا پڑھے ہوں وہ وتر بھی تنہا پڑھے۔ درمختار میں ہے، فضلیہ و حدیثیہا معہ ام ای معسل فرض تنہا پڑھنے والا تراویح جماعت کے ساتھ پڑھے۔ الغرض وحدۃ یعصل التراویح مع الاحام۔ یعنی تنہا فرض ادا کرنے والا تراویح امام کے ساتھ ادا کرے۔

رد المحتار میں ہے،

اذا اتصل الفرض معه لا يتبعه فـ جب فرض امام کے ساتھ ادا نہیں کئے تو وتر
الوتر آج۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ میں اس کی افتاء نہ کرے۔ اح۔ واللہ تعالیٰ

اسلم۔ (ت)

نکاحہ از فیض آباد محلہ رکاب گنج مرسلہ فیاض حسین ٹیکیدار پتھر ۲۳ رمضان المبارک ۱۳۳۱
حضور والا دست بستر سلام مسنون کے بعد عرض ہے تا بعد از بخیریت ہے خوشنودی مزاج اقدس
درکار از راہ شفقت مربیانہ معاف فرمایا جاتکہ آج سے پہلے عریضہ نہ لکھ سکا اور آج پھر جو موقع ملا ہے وہ
خاص ضرورت سے براہ کرم شرع شریف کے مقدس قانون کے مطابق رائے صاحب و حکم مناسب سے
اطلاع بخشی جائے۔ میرے وطن ماوہ میں ایک بزرگ مفتی قوم میں سے از راہ خیر و برکت ختم قرآن شریف کے
دن بیسویں رکعت میں اللہ تبارک و تعالیٰ سے مختلف آیات مختلف ساکنان محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم و خیرہ کے ساتھ تراویح ختم کرنے کی ہدایت فرمایا کرتے ہیں لیکن اس زمانے کی نئی روشنی اس کے خلاف
ہے لہذا اس کے جواز کے متعلق جو آیات شریفہ کتب احادیث سے پائی جائیں ان سے اطلاع بخشی جائے تاکہ
مخالفین کو سمجھا دی جائیں۔ براہ کرم شفقت مربیانہ فرمائی ہو اسی ڈاک جواب با صواب عریضہ بذاتہ شاد فرمایا جا
کیونکہ اس کی یہاں فوری ضرورت ہے، فقط

الجواب

یہ صورت بلاشبہ جائز و مبارک ہے سنہ ابی داؤد میں الامام قتادہ اور ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تہجد کی نماز میں ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بہت پست آواز سے
پڑھتے دیکھا اور فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بہت بلند آواز سے، اور بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا کہ کچھ ایک
سورت سے پڑھا اور کچھ دوسری سورت سے لیا، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تینوں صاحبزادوں سے
وجہ دریافت فرمائی، صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی، قد اسمعت من تاجیت یا رسول اللہ میں
جس سے مناجات کرتا ہوں وہ اس پست آواز کو بھی سنتا ہے۔ فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی،
یا رسول اللہ اوقف النوسان واطرد الشیطان یا رسول اللہ میں اس نے اتنی آواز سے پڑھا کہ ہوں
کہ ادگمتا جاگے اور شیطان بھاگے۔ بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی، اکلام طیب یجمعہ اللہ

بعضہ الی بعض یا رسول اللہ قرآن مجید سب پاکیزہ کلام ہے کچھ یہاں سے کچھ وہاں سے ملا لیتا ہوں ارادۃ
النہد یونہی ہوتا ہے۔ فرمایا، کلکو قد اصحاب تم قیوں نے ٹھیک بات کی درست کام کیا۔ فتاویٰ خلاصہ
میں ہے،

الانتقال من آية من سورة الى آية اخرى
من سورة اخرى او آية من هذه السورة
بينهما آيات مكررة في الغرض اما في
النوازل لا يكره ان يملط
غنیہ شرع فیہ میں ہے،

قراءة آية من بين الآيات كقراءة سورة من
بين السور فكما لا يكون قراءة سورة متفرقة
من اثناء القرآن مغیر التالیف والمنظم
لا يكون قراءة آية من كل سورة مغیرا
لہیکہ
آیات میں سے کسی آیت کا پڑھنا ایسے ہی ہے
جیسے سورتوں میں سے کسی سورت کا پڑھنا ہے تو جس
طرح متفرق سورتوں میں سے قرأت کرنا قرآنی
تالیف و نظم میں تبدیلی پیدا نہیں کرتی اسی طرح
ہر سورت سے کسی ایک آیت کا پڑھنا تبدیلی پیدا
نہیں کرتا۔ (د ت)

رد المحتار میں ہے،

اما ضم آيات متفرقة فلا يكره كما لا يكره
ضم سور متفرقة بدليل ما ذكرناه
من القراءة في الصلوة - والله تعالى
اعلم.

مسئلہ از دعا پور محلہ بندہ قیاس ضلع بجنور، ذیقعدہ ۱۳۳۱ھ مسئلہ اللہ دیا
جناب فیض احتساب فضائل مآب جناب مولانا صاحب زادہ افضلک بعد آداب گزارش ہے کہ شخص جو
لے سنن ابرار و باب رفع الصوت بالقراءة فی الصلوة دلیل مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱۸۸
مکہ خلاصۃ الفتاویٰ الفصل الحادی عشر فی القراءة مطبوعہ مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۹۴/۱
سے غنیۃ المستمل شرح غنیۃ المعنی تمامات فیما یکرہ من القرآن فی الصلوة مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۰
سکھ رد المحتار آخر باب سجود التلاوة مطبوعہ ایچ ایم سعید کینی کراچی ۱۱۹/۲

صوم و صلوٰۃ کا پابند ہے مگر تراویح قصداً چھوڑ دیتا ہے اس کے واسطے وعید ہے یا نہیں؟ اور یہ بھی تحریر کریں
کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کیوں نہیں پڑھیں؟ ان پر وعید ہے یا نہیں؟

الجواب

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا،

عَنْكَو بَسَنَقْ وَ سَنَةِ الْخَلْفَاءِ الرَّاشِدِينَ
عَنْهُمْ اَعْلَاهَا بِالْاَوْجَازِ

تم پر لازم ہے میری سنت کا اتباع اور خلفائے
راشدین کی سنت کا، اسے دانتوں سے مضبوط
پکڑو۔

اور فرمایا،

اَقْدُوا بِالَّذِينَ هُمْ بَعْدِي ابْنِي بَكْرٍ وَ عَمْرٍ .
ابو بکر و عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) کی پیروی کرو جو
میرے بعد خلیفہ ہوں گے۔

سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہی شب تراویح میں امامت فرما کر بخوفِ فریبت ترک فرمادی کہ اُس
وقت تک وہ سنتِ مؤکدہ نہ ہوئی تھی، جب امیر المؤمنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اُسے اجزا فرمایا
اور عامۃ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اُس پر بھتے ہوئے اُس وقت سے وہ سنتِ مؤکدہ ہوئی نہ فقط فحسل
امیر المؤمنین سے بلکہ ارشاداتِ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے۔ اب ان کا
تارک ضرور تارکِ سنتِ مؤکدہ ہے اور ترک کا عادی خاسق و عاصی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۱۰۶۹ھ از بنارس رام نگر مرسلہ حافظ امام الدین صاحب ۵ رمضان ۱۳۳۶ھ

جب احقر کا حافظ ہو گیا تو لوگوں نے اسی سے پڑھایا مسجد کے پیش امام صاحب نے بخوشی شہ روئے
احقر کو عنایت کئے جسے احقر نے اُسی وقت اپنے استاد محرم کی تذکر دی میرے ایک مکتبی بھائی کی خواہش
تھی کہ ان پانچ میں سے چندہ تبرک میں کچھ دوں مگر حضرت استاذی کی حالت بمقابلہ تبرک قابلِ ترجیح معلوم ہوئی
لہذا میں نے چندہ تبرک میں اس میں سے کچھ نہ دیا دوسرے سال معلوم ہوا کہ اب کے سال امام صاحب شہ دیں گے
پھر سنا گیا کہ شہ ہی دیں گے، اس پر قوی خیال کی بنا پر سمجھا گیا کہ انھیں مکتبی بھائی صاحب کی بدولت پانچ کر دیا
گیا ہے جس کی غرض کے مطابق چندہ تبرک میں نے نہیں دیا تھا اس لئے میں نے ان سے شکایت کی کہ استاذ

میرسہ بھی ہیں اور آپ کے بھی پھر آپ ان کی بھلائی کے بجائے ان کی نقصان دہ سانی کے درپے کیوں ہیں؟ اس پر بات بڑھی اور امام صاحب مسجد کے کافروں تک پہنچی، اس کے بعد مجھے روپے کی گفتگو پر سخت افسوس ہوا اور دلی میں خطرہ پیدا ہوا کہ کس میراث ثابت نہ اُٹل ہو جائے اس لئے میں نے بااعلان کہا کہ صاحب جو میں کوئی اُجرت نہیں مقرر کرتا، یہ جس قدر باتیں ہوئی ہیں بھائی صاحب سے بات بڑھ جانے کے سبب ہوئی پھر ختم کے دن امام صاحب نے سات ہی روپے دے جنہیں لیتے وقت اختر کے دل کی عجب حالت تھی مگر خیالی نفع استاد مکرم نے لئے اور اُسی وقت اُن کی خدمت میں پیش کر دیا تاہم مجھے ہر وقت اس کا خطرہ رہتا ہے کہ گو ہم اپنے لئے نہیں لیتے پھر بھی لیتے ہیں۔ لیکن اس خیال سے کہ اب استاد مکرم کو بھروسہ رہتا ہو گا کہ اسے سات روپے ملیں گے اور یہ مجھے دے گا اور پھر اس سے میرا فلاں فلوں کام چلے گا لیکن سے انکار کرتے بھی نہیں بنتا۔ شبینہ کیسا ہے جو ایک دن میں چند حفاظ مل کر ختم کرتے ہیں۔

الجواب

مولیٰ سبحنہ و تعالیٰ ایسے بندہ کو برکت دے جو قرآن عظیم پر اُجرت لینے سے بچیں آپ صاف کہہ دیں کہ محض ادا سے سنت و حصولِ ثواب کے لئے پڑھتا ہوں کوئی معاوضہ نہ چاہتا ہوں نہ ہو گا اس کے بعد امام یا جو مسلمان کچھ خدمت کریں وہ اُجرت نہیں ہو سکتی اس کا لینا حلال اور استاد کو دینا سعادتمندی و فداویٰ امام قاضی خاں میں ہے، الصریح یفوق الدلائل (صریح کو دلائل پر فوقیت ہے۔ ت) شبینہ کہ ایک یا چند حفاظ مل کر کرتے ہیں مکروہ ہے، اکابر نے ایک ایک رات میں برسوں ختم فرمایا ہے مگر وہ خاص اپنے لئے نہ کہ حاجت میں جس میں ہر قسم کے لوگ ہوں خصوصاً اکثر بلکہ شاید کل وہی ہوں جو اسے بار کھیں اور مشایخ شرمی شریک رہیں۔ حدیث صحیح میں ہے، اذا امر احدکم الناس فلیخفف (جب تم میں کوئی لوگوں کی اُمت کراے تو تخفیف سے کام لے۔ ت) اور ارشاد فرمایا، لا یسأم حق تساموا (اللہ تعالیٰ ثواب میں کمی نہیں فرماتا جب تک تم نہ اکتاؤ۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

مشتملہ از ادویہ ضائع آبادہ مدرسہ اسلامیہ مدرسہ عبدالحی صاحب مدرس ۱۳۴۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ تراویح کے ہر چار رکعت پر ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا

۱۵۹/۲ کتاب التہجد مطبوعہ مطبعہ مجتہدانی دہلی بجاہت

۹۷/۱ معجم البخاری باب اذا سلی لنفسه فلیطول ما شاء مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی

۲۴۷/۴ مسند احمد بن حنبل حدیث سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ۷ دار الفکر بیروت

چاہتے یا صرف تسبیح بلا ہاتھ اٹھاتے پڑھتے؟

الجواب

تسبیح میں ہاتھ اٹھانے کی کیا ضرورت؟ ہاں کوئی دُعا مانگے تو ہاتھ اٹھائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم
مسئلہ ۱۰۷۷ از گلستہ مالک تہ عاصی ذکر یالین ملہ مرسلہ شیخ روشن علی صاحب ۳ شوال ۱۳۳۷ھ
ایک شخص جو اپنے کو اہلسنت سے کہتا ہے اس کا قول ہے کہ نماز تراویح کے اندر دو چیزیں ہیں ایک
قراءت قرآن مجید کی جو کہ فرض ہے اور دوسری تراویح سنت مؤکدہ۔ جب نماز تراویح میں قرآن شریف پڑھا گیا
تو دونوں مذکورہ بالا چیزوں سے ایک ادا ہوئی ایک باقی رہ گئی ہے یعنی تراویح سنت مؤکدہ کا ثواب حاصل ہوا
مگر قراءت کے ثواب سے محروم رہ گیا جو کہ فرض ہے اس لئے جماعت کے لوگ بعد نماز تراویح کے بیٹھ جائیں کسی
سے قرآن شریف سن لیں تاکہ دونوں ثواب حاصل ہو جائیں، کیا یہ قول زید کا صحیح ہے؟

الجواب

زید کا قول محض باطل اور دین میں بدعت پیدا کرنا ہے اور شریعت مطہرہ پر افراط ہے، تراویح سنت
مؤکدہ ہے صرف ایک آیت کا پڑھنا نماز میں ہر مہینے ہر وقت میں فرض ہے تمام قرآن مجید کی تلاوت خارج
نماز خاص رمضان شریف میں فرض ہو یہ جمل محض ہے، جب تراویح پڑھیں اور ان میں قرآن عظیم پورا پڑھا سنا
دونوں سنتیں ادا ہوئیں، دونوں کا ثواب بعونہ تعالیٰ مل گیا بعد تراویح بیٹھ کر پھر قرآن مجید پورا سننا فرض و مکمل
نہ واجب نہ سنت مؤکدہ نہ غیر مؤکدہ، اگر کوئی کہے تو ایک مستحب ہے جیسے اور اوقات میں تلاوت اور اسے
فرض یا واجب یا مؤکد کہنا حرام و بدعت، اور وہ قرآن کریم کہ تراویح میں پڑھا گیا اسے ناکافی کہنا سنت
جماعت و لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ رد المحتار میں ہے،

قراءة المخطم فی صلوة التراويح سنة، و
صححة فی الخاتمة و غیرها، و عزاکا فی
الهدایة الی اکثر المشایخ، و فی الکافی
الی الذہبی، و فی البرہان، و هو المروی
عن ابی حنیفة و المنقول فی الآثار
کافی و ہندیہ میں ہے،
تراویح میں ختم قرآن سنت ہے، غایہ وغیرہ میں
اسی کو صحیح کہا ہے، ہدایہ میں اس کی تسبیحیت
اکثر مشائخ کی طرف کی ہے، کافئی میں جمہور کی طرف
کی ہے اور برداق میں ہے کہ یہی امام ابو حنیفہ
رحمہ اللہ تعالیٰ سے آثار میں منقول ہے۔ (ت)

السنة فی التراويح انما هو المخطم
باب التروا والداخل
مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۴۶/۶

مرة فلا يترك لكل القوم - والله تعالى اعلم کی مستی اور کاپی کی وجہ سے اسے ترک نہ کیا جائے۔

(والله تعالى اعلم (ت)

مسئلہ ۱۷۹ از قصبہ کاشی پور محلہ قاضی بارغ ضلع فیضی تال مسئلہ جناب شیخ اللہ بخش و محمد وزیر خان
۱۴ محرم ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ قرآن شریف کے اندر جو ایک سو چودہ سُورہیں ہیں اگر حافظ قرآن تراویح میں ہر سُورہ میں بسم اللہ شریف پڑھے تو جائز ہے یا نہیں؟ یا کیا نفع نقصان ہے؟ ایک شخص یہاں پر ہر سُورہ میں بسم اللہ شریف ظاہر کر کے پڑھتے ہیں تو ان پر اعتراض واجب ہے یا نہیں؟ ان سے کہتے ہیں کہ آپ ہر سُورہ میں بسم اللہ شریف پڑھتے ہیں ہم نے کسی حافظ اور عالم کو ظاہر کر کے بسم اللہ پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا۔

الجواب

نماز میں بسم اللہ شریف آواز سے پڑھنا منع ہے صرف تراویح میں جب ختم کلام مجید کیا جائے سورۃ بقرہ سے سورۃ ناس تک کسی ایک سورہ پر آواز سے پڑھ لی جائے کہ ختم پُورا ہو، ہر سورۃ سے آواز سے پڑھنا منوع ہے اور مذہب حنفی کے خلاف۔ مگر وہ وغیرہ بعض جاہل نے جو اس کے خلاف فتویٰ دیا ہے حماقت و جہالت ہے والتفصیل فی مسالئنا و صاف الرجیح فی بسملۃ التراویح (ت) میں ہے۔ (والله تعالى اعلم)

مسئلہ ۱۸۰ از دھرم پور ضلع باندہ شہر رگنہ ڈبائی کوٹھی قواب صاحب مسئلہ عبد الرحیم ۲۸ رمضان ۱۳۳۹ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نماز تراویح حافظ کے نہ ہونے سے سورۃ الم ترکیف سے پڑھی جائیں بیس رکعت، لیکن اس طریق سے کہ ایک ایک رکعت میں ایک سورۃ دوسری میں قل ھو اللہ یہاں تک کہ بیس رکعت میں نو سورۃ الم ترکیف سے اور گیارہ سورۃ قل ھو اللہ پڑھی جائیں مگر گیارہویں رکعت میں جبکہ سورۃ اذا جاء پر پڑھی جائے اور بارہویں میں قل ھو اللہ تو ایک سورہ تبت یہاں تک کہ سورۃ اسی طرح سے جب انیسویں رکعت میں قل ھو اللہ اور بیسویں میں ناس تو ختم ہو جاتی ہے اس صورت میں کچھ کراہت ہے یا نہیں؟ بینوا تو جہروا

الجواب

یہ دونوں صورتیں وجہ کراہت ہوں گی کہ پچ میں چھوٹی سُورہ کا چھوڑ دینا مکروہ ہے یہ آسان ہے کہ

قل ہمارے نے نجات نہیں ہے، بڑھتا ہے کونفس شبینہ جائز اور مباح ہے بلکہ بزرگان دین کا معمول ہے یہ اور بات ہے کہ اگر منہیات شرع اس میں شامل ہوں یا لوگ اس کو اچھی طرح نہ سنیں بلکہ اس وقت بیٹھے باتیں کریں یا حق اور چائے پینے میں مشغول رہیں یا قرآن مجید ایسا غلط اور جملہ جملہ پڑھا جائے کہ سمجھ میں نہ آئے تو بیشک ایسی صورت ناجائز ہوگی بلکہ ایسی صورت اگر تراویح میں واقع ہو تو تراویح کے لئے کیا حکم نہ ہوگا کیا نفس تراویح ان طواف کی وجہ سے ناجائز ٹھہرے گی؟ نزدیک ہے شبینہ پڑھنے والے اور سنتے والے کو پانسو جوتے لگانے چاہئیں، اس سال رمضان مبارک ۱۴۳۹ھ میں ہم چھ مسلمانانِ مین چوری نے اپنے اپنے ذوق و شوق سے چند حافظ بلوائے جوتہا حمد اور صاف پڑھنے والے تھے سب نے مل کر نفل نمازیں ستائیسویں شب کو ایک قرآن مجید ختم کیا جس میں نہ منہیات شرعیہ تھے نہ کسی پر بار ہوا سببِ نہایت مستعدی اور سکون سے سنا اس پر نزدیک بہت غصہ آیا دیدہ امام جامع مسجد ہے انھوں نے بالاطلاق ہم سب مسلمانوں پر اسی جامع مسجد میں بعد نماز مغرب بیٹھے پڑھ کر دے ہو کہ ماں بہن کی گالیاں دیں اور کہا شبینہ سُنا اور وہاں جانا سب گناہ ہے کوئی شبینہ کو جائز ثابت کر دکھائے تو پچائش روپیہ دوں گا ایسے شخص کی نسبت جو اس قسم کے سبب شتم مسلمانوں کو دے بازاری اور فحش کلمات اس کے زباں زد رہتے ہوں اور مسلمانوں کو جو اس کے مقتدی نہیں ماں بہن کی گالیاں دے، چنانچہ اسس بنا پر وہ کل مقتدی اس سے ناخوش ہیں اسی کی امامت کا کیا حکم ہے؟ بدینہ اتوجہ و

الجواب

فقیر ۲۹ شعبان سے بوجہ طلالت رمضان شریف کرنے اور شدتِ گرما گزارنے کو پہاڑ پر آیا ہوا ہے وطن سے مجبور اپنی کتب سے دور لہذا زیادہ شرح و بسط سے معذور مگر حکم مسئلہ بفضلِ تعالیٰ واضح و مبہون۔ شبینہ فی نفسہ قطعاً جائز و روا ہے اکابر ائمہ دین کا معمول رہا ہے اسے حرام کنا شریعت پر افتر ہے، امام الاثر سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تیس برس کامل ہر رات ایک رکعت میں قرآن مجید ختم کیا ہے۔ رد المحتار میں ہے،

قال الحافظ الذہبی قد تواتر قیامہ	حافظ ذہبی نے فرمایا کہ آپ کا قیام اللیل، تہجد
باللیل و تہجد و تعبدہ، ای و من	اور تہجد و تراویح کے ساتھ منقول ہے۔ یہی وجہ ہے
ثم کان یسعی بالوتد لکثرة قیامہ باللیل	کہ آپ کو وتد (کیل) کہا جاتا کیونکہ آپ کے
بل احیاء بقراءۃ القرآن فی رکعة ثلاثین	قیام لیل میں کثرت تھی بلکہ آپ تیس سال تک رات کو
سنة یلہ	ایک رکعت میں پڑھے قرآن کی تلاوت کرتے (ت)

بطریق شریعی کسی حکم کو بعض جہاد سے خاص مان لینا جزاف ہے اور یہ کہنا کہ ان کا یہ فعل ہمارے لئے حجت نہیں اور آپ کے خلاف محض لاف ہے ان کا فعل حجت نہ ہو گا تو کیا زید و عمر و کا ہو گا ! جو اہل الفتاویٰ امام کرمانی پھر فتاویٰ علیگیریہ میں ہے،

انصابتہم سلف بافعال اہل الدین شیخ اہل دین کے افعال سے تم تک کیا جاسکے گا (دست)
 علامتے کرام نے فرمایا ہے سلف صالحین میں بعض اکابر دن رات میں دو ختم فرماتے بعض چار بعض آٹھ میزان الشریعۃ امام عبد الوہاب شرعانی میں ہے کہ سیدی علی مرتضیٰ قدس سرہ نے ایک رات دن میں تین لاکھ ساٹھ ستر ختم فرماتے تھے آثار میں ہے امیر المؤمنین مولیٰ علی رحمہ اللہ تعالیٰ وجہ الکریم بایاں پاؤں رکاب میں رکھ کر قرآن مجید شروع فرماتے اور دہننا پاؤں رکاب تک نہ پہنچا کہ کلام شریف ختم ہو جاتا۔ بلکہ خود حدیث میں ارشاد ہے کہ داؤد علیہ السلام اپنے گھوڑے زین کرنے کو فرماتے اور اتنی دیر سے کم میں زبور یا توراۃ مقدس ختم فرما لیتے۔ توراۃ شریف قرآن عظیم سے حجم میں کئی حصے زائد ہے

والحدیث دواۃ احمد و البخاری عن ابی ہریرۃ
 رحمہ اللہ تعالیٰ عن عن النبی صلی اللہ تعالیٰ
 علیہ وسلم قال خفف علی داود القرآن
 فکانت یا صریدا و ابہ ففسرہ فیقرأ القرآن
 من قبل ان یسرع دواۃ۔
 امام احمد اور امام بخاری نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ
 تعالیٰ عنہ سے یہ حدیث شریف روایت کی ہے کہ
 رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا حضرت
 داؤد علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ نے تلاوت آسان
 فرمادی تھی آپ سواری پر زین رکھنے کا حکم دیتے اور
 زین رکھ جاتی تو آپ زین رکھنے سے پہلے زبور تلاوت
 کر لیتے۔ (دست)

یہ سب روایات اور احادیث سے زائد ہماری کتاب الفیوض المکیۃ لمحب الدولۃ المکیۃ میں ہیں
 ان افعال کریمہ کو حجت نہ ماننا کیسی گستاخی ہے، جاہل وہ کہ اسوت اور حجت میں فرق نہ جاسکے، ہم ان میں
 افتراء پر قادر نہیں مگر وہ حجت شرعیہ فرمودہ ہیں کہ فی نفسہ یہ فعل حسن ہے کہ است یا عالمت اگر آئے گی تو عارض

سہ فتاویٰ جندیۃ کتاب الکراۃ الباب الساب عشر فی الفکار نورانی کتب خانہ پشاور ۲۵۲/۵
 سہ الیزان الکبریٰ فصل فی بیان بعض ما اطلعت علیہ من کتب الشریعۃ الخ مطبوعہ مصطفیٰ البانی مصر ۱/۴۹

سہ صحیح البخاری کتاب الانبیاء قول اللہ اتینا داؤد زبوراً مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲۸۵/۱

سے، اور وہ یہاں پانچ ہیں:

اول عدم تعلق یعنی جلدی کے وجہ سے معافی قرآن کریم میں تفکر و تدبر نہ ہو سکے گا، اصل وجہ منصوص فی الحدیث ہی ہے سنن دارمی و ابی داؤد و ترمذی و ابی ماجہ میں عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے:

لیرفقہ من قرأ القرآن فی اقل من ثلاث یلہ جس نے تین رات سے کم میں قرآن مجید ختم کیا اس نے سمجھ کر نہ پڑھا۔

یہ وجہ صرف نفی افضلیت کرتی ہے جس سے کراہت بھی ثابت نہیں ہوتی۔ ولہذا ملکی وغیرہ میں کراہت مشیینہ کے قول کو بعبیہ ضعف و مرجوحیت نقل کیا

حدیث قال افضل القراءة ان يتدبر في معناه حق قيل يكثر ان يختم القرآن في يوم واحد یہاں الفاظ یہ ہیں کہ افضل قرأت یہ ہے کہ اس کے معافی میں تدبر ہو حتیٰ کہ یہ کہا گیا ہے کہ ایک دن میں ختم قرآن مکروہ ہے۔ (ت)

اقول پھر یہ بھی ان کے لئے ہے جو تفکر معافی کریں یہاں کے عام لوگ کہتے ہیں پڑھنے تفکر

سے محروم ہیں ان کے لئے دیر بے سرو ہے اور وہ مقصود لفظ نہیں بلکہ اسی سے مقصود ہے ان کے لئے مقصد جلدی ہی کا افضل ہونا چاہئے کہ جس قدر جلد پڑھیں گے قرأت زائد ہوگی اور قرآن کریم کے ہر حرف پر دس نیکیاں ہیں سو کی جگہ پانچ سو حرف پڑھے تو ہزار کی جگہ پانچ ہزار نیکیاں ملیں، نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من قرأ حرفاً من کتاب اللہ فله حسنة و جس نے قرآن کریم کا ایک حرف پڑھا اس کے لئے ایک

الحسنة بعشر امثالها لا اقول الا حرف و نیکی ہے اور ہر نیکی دس نیکیاں، میں نہیں فرماتا کہ

ولكن الف حرف و كلام حرف و صیغہ الف ایک حرف ہے بلکہ الف ایک حرف ہے اور لام

حرف و رواہ الدارمی والقزوينی و ایک حرف ہے اور میم ایک حرف ہے۔ اے دارمی

صحیحہ عن ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ اور ترمذی نے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ

عنہ سے روایت کیا اور اسے صحیح کہا۔ (ت)

۱۱۹/۲ جامع الترمذی ابواب القراءة مطبوعہ امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی

۳۱۶/۵ فتاویٰ ہندیہ کتاب النکاح باب الرابع فی الصلوة الخ مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور

۱۱۵/۲ جامع الترمذی باب ماجاء فی من قرأ حرفاً من القرآن الخ مطبوعہ امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی

اور ہر ثواب فہم پر موقوف نہیں، امام احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رب عزوجل کو ثواب میں دیکھا عرض کی، اسے میرے رب! کیا چیز تیرے بندوں کو تیرے عذاب سے نجات دینے والی ہے۔ فرمایا: میری کتاب۔ عرض کی: یا رب! بغیر فہم اسے میرے رب! کچھ کر یا بے کچھ بھی۔ فرمایا: بغیر فہم و بغیر فہم کچھ کر اور بے کچھ۔

دوم کسل، نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ان الله لا يسام حتى تساموا بیشک اللہ تمہارے ثواب دینے میں کمی نہیں فرماتا جب تک نہ اکتاؤ۔

اقول یہ وجہ عام عوام کو عام ہے اور احکام فقہیہ میں غالب ہی کا اعتبار ہوتا ہے کما بیضاہ فی رسالتنا کشف الہامین علی حکم مجاورۃ المحرمین و رسالتنا جمل النور فی نہیں النساء عن زیارة القبور (جیسا کہ ہم نے اسے اپنے رسالے کشف الرین علی حکم مجاورۃ المحرمین اور اپنے رسالے عمل التورفی فی النساء عن زیارة القبور میں بیان کیا ہے۔ ت) مگر اس وجہ کا مفاد صرف کراہت تنزیہی ہے، علماء نے تصریح فرمائی کہ کسل قوم کے سبب تراویح میں قرآن نہ پھوڑیں، تنزیہ لا بصلاً و در مختار میں ہے:

الختم صرة مستنة ولا یترک الختم ایک دفعہ ختم قرآن سنت ہے لہذا اسے لکسل القوم (ملخصاً) قوم کی سستی کی بنا پر ترک نہ کیا جائے (ملخصاً)۔

اگر کراہت تحریم ہوتی اس سے احتراز احتراز سنت پر مقدم رہتا اور مکروہ تنزیہی بوازداداحت رکھتا ہے نہ کہ گناہ و حرمت کما حققناہ فی رسالتنا جمل مجملیہ ان المکروہ تنزیہا لیس بمعصیۃ (جیسا کہ ہم نے اپنے رسالے عمل مجلیہ ان المکروہ تنزیہا لیس بمعصیۃ میں اس کی تحقیق کی ہے۔ ت)

سوم ہذرہ گھاس کا ٹٹا۔ در مختار میں ہے:

یا قی الامام والقوم بالشنا، فی کل شفع امام اور مقتدی ہر شفع میں شتا پڑھیں اور امام تشہد و یزید الا سامر علی التشہد (بانت یزید بال دعوات بحر، ش) الا ان یصل

۲۴۷/۶ مطبوعہ دار الفکر بیروت

۹۸/۱ مطبوعہ مطبعہ مجتبیٰ دہلی بھارت

۹۹/۱

۴۷/۲ ایک ایم سعید پبلیشنگ کراچی

آخر باب التور والوافل

انقصہ فیاتی بالصلوات ویترک الذموات و
 یجتنب المنکرات ہذا صفة النقصات و ترک
 قعود تسمیة و طمانینة و تسبیح و
 استراحة ۱۰
 اور دعائیں ترک کر دے، منوعات سے اجتناب کرے
 مشابہت زیادہ تیز قرات کرنا، کعود تسمیہ ترک کرنا
 الطمانین کے ساتھ نماز ادا کرنا، تسبیح اور جملہ استراحت
 کا ترک کرنا۔ (ت)

بعض لوگ ایسا جملہ پڑھتے ہیں علیہ یا حکیم، یعقلون، تخلصون فرض لفظ ختم آیت کے سوا کچھ کچھ
 میں نہیں آتا یہ نفس سنت کا قافی اور بدعت شنیعہ اور اسارت ہے۔

چہارم ترک واجبات قراۃ مثل متصل، یہ صورت گناہ و مکروہ تحریمی ہے۔

پانچم امتیاز حروف تشابہ مثل ث س ص، ط، تہ، ذ ظ و غیرہ نہ رہنا، یہ خود محسوس و
 مفہوم ناسخ ہے مگر ہندوستان کی جمالتوں کا کیا علاج، حفاظ و علماء کو دیکھا ہے کہ تراویح و رکناز فرض میں بھی
 اس کی رعایت نہیں کرتے، نمازیں مفت پر باد جاتی ہیں اناللہ وانا الیہ مرجعون۔

شبیہ مذکورہ سوالی کہ ان عراض سے خالی تھا اس کے جواز میں کوئی شبہ نہیں مگر آٹھ اور ہے کہ
 حاجت نفل میں تداعی نہ ہوتی ہو کہ مکروہ ہے۔ مسلمانوں کو فحش گائیاں دینا خصوصاً ماں بہن کی خصوصاً مسجد میں
 سخت فسق ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں،

لیس المؤمن بالطعان ولا اللعان ولا الفاحش
 ولا البذی و سواہ احمد و البخاری فی
 الادب المفرد و الترمذی و حسنہ و
 ابن حبان و الحاکم فی صحیحہما حسنہ
 ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
 مسلمان نہیں ہوتا بہت طعن کرنے والا بہت لعنت
 کرنے والا نہ بے حیائش گو۔ اسے امام احمد، بخاری
 نے ادب المفرد میں، ترمذی نے اسے حسن کہا۔
 ابن حبان اور حاکم نے اپنی اپنی صحیح میں تفسیر ابن مسعود
 رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔

نصر صابرا اس کا عادی ہے اُس کے سخت فاسق مصلح ہونے میں کلام نہیں اُسے امام بنا نا گناہ ہے اور
 اُس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی کر پڑھنی گناہ اور پڑھ لی ہو تو پھیرنی واجب۔ فتاویٰ تجر و غنیہ میں ہے،
 لو قد موافقاً یا ثمود (۱) اگر فاسق کو امامت کے لئے مقدم کر دیا تو تمام لوگ گنہگار ہوں گے۔ (ت)

۱۰۹ / ۱ مطبوعہ مطبع مجتبیٰ دہلی بھارت
 ۱۹ / ۲ - امین پبلی کتب خانہ رشیدیہ دہلی
 ۵۱۳ / ۳ - سہیل اکیڈمی لاہور
 آغریاب التور و التوافل
 باب ما جاء فی اللعنة
 فصل فی الامامة
 جامع الترمذی
 غنیۃ المستفی

تیسرے الحقائق امام زین العابدینؑ میں ہے، الا ان فی تقدیم الامامة تعظیماً وقد وجب علیہم اہانتہ
شروعاً (کیونکہ اس کی امامت کے لئے تقدیم میں تعظیم ہے حالانکہ شرعاً اس کی اہانت لازم ہے۔ ت) واللہ
تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۰۸۲ از گھوسی ضلع اعظم گڑھ محلہ کریم الدین پور مدرسہ جامع فنون عقیدہ و تعلیہ فقہ ملت مولانا حکیم
محمد امجد علی صاحب اعلیٰ رضوی رحمۃ اللہ علیہ مصنف بہار شریعت ۸ رمضان المبارک ۱۳۳۱ھ
مفتی و امیر دامت برکاتہا و استبرکاتہم بعد سلام و نیاز غلامانہ معروض حافظ نے تراویح میں فاتحہ اور سورۃ
توبہ کے درمیان اعوذ باللہ من النار ومن شر الکفار الخ بالجہر بعد اذان پڑھا اب دریافت طلبت امر ہے
کہ نماز پڑھتی یا نہیں؟ اور ہوتی تو کیسی؟ اگر نماز واجب الاعادہ ہو تو ان دونوں رکعتوں میں جو قرآن پڑھا گیا
ختم کے پورا ہونے میں اس کا اعادہ بھی ضرور ہے یا کیا؟

الجواب

سورۃ توبہ شریف کے آغاز پر مجاہد قسید یہ قنود محدثات موام سے ہے شرع میں اس کی اصل نہیں
غیر ہر دو نماز اس میں حرج نہ تھا۔ رہی نماز اگر سورۃ فاتحہ کے بعد یہی سورۃ توبہ شروع کی اور اس سے پہلے وہ
اعوذ پر ہی تو نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہوتی کہ واجب منہ سورۃ بڑھ فصل بالابنہی ترک ہوا مگر اعادہ تراویح
اعادہ قرآن لازم نہیں یہ جب تھا کہ تراویح باطل ہو جاتی اور اگر فاتحہ کے بعد کچھ آیات انفال پڑھ کر توبہ شروع کی
اور اس سے پہلے وہ تعدد پڑھا تو اگرچہ کراہت تحریم و وجوب اعادہ نہیں مگر جماعت تراویح میں مثل جماعت فرائض و
واجبات یہ فعل مکروہ و خلاف سنت ضرور ہے اور اس کا جہر سے پڑھنا اور زیادہ نادانی و قلت شعور ہے ان
دو رکعتوں کا اعادہ اولیٰ ہے قرآن حکیم کے اعادہ کی اصلاً حاجت نہیں۔ در مختار میں ہے،

الامام لا یشغل بغیر القرآن و ما ورد حمل امام قرآن کے علاوہ میں مشغول نہ ہو اور جو دعائیں
وغیرہ منقول ہیں اس صورت پر محمول ہیں جب اکیلا
علی النفل منضی ۱۔
آدمی نفل پڑھ رہا ہو۔ (ت)

رد المحتار و علیہ میں ہے :

اما الامام فی الفرائض فلما ذکرنا من انہ فرائض میں امام کا معاملہ تو وہی ہے جو ہم ذکر کر آئے

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لعلہ یفعلہ فیہا،
 وکذا اللاتمة من بعدہ الی یومنا ہذا
 فکان من المحدثات ولا نہ تشقیل علی
 النجوم فیکثر، واما فی التطویح فانکات فی
 التراویح فکذا لک الخ واللہ تعالیٰ اعلم۔
 یعنی نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز میں ایسا
 فعل نہیں کیا اسی طرح آپ کے بعد آج تک اللہ نے
 بھی نہیں کیا تو اب اس کے خلاف کرنا بدعت ہوگا
 اور دوسرا یہ بھی ہے کہ قوم پر نقل ہوگا لہذا مکروہ ہے
 رہا معاملہ ذوالفعل کا تو اگر تراویح میں قرواں بھی یہی
 حکم ہے الخ (د)، واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۰۸۳ لہذا جانہر محلہ راستہ متصل مکان ڈپٹی احمد جانی صاحب مرسلہ محمد احمد خاں صاحب
 ۲۰ شوال ۱۳۱۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ جو شخص کہے کہ نماز تراویح میں قرآن شریف
 کے سنیے سے ذکر و تلاوت باسعادت آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا سننا اچھا ہے، آیا یہ شخص غلطی پر ہے
 یا نہیں؟ بحوالہ کتب تحریر کریں۔

الجواب

اگرچہ قرآن عظیم و تمہیل و تبکیر و تسبیح و ذکر شریف حضور پر نور مستید العالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
 سب ذکر الہی ہیں کہ یہ در فضائل ذکرک کی تفسیر میں حدیث قدسی ہے،
 جعلتک ذکرا من ذکری فمن ذکرک فقد
 یعنی رب العزت عز و علا اپنے حبیب اکرم صلی اللہ
 تعالیٰ علیہ وسلم سے فرماتا ہے میں نے تمہیں اپنے ذکر
 میں سے ایک ذکر بنایا تو جس نے تمہارا ذکر کیا اس نے میرا ذکر کیا۔ (دست)
 مگر قرآن عظیم اعظم طرق اذکار الہیہ ہے حدیث قدسی میں ہے سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
 فرماتے ہیں رب عز و جل فرماتا ہے،

من شغلہ القرآن عن ذکری و مسائلتی
 اعطیتہ افضل من اعطی السائلین،
 وفضل کلام اللہ علی سائر الکلام
 جسے قرآن عظیم میرے ذکر و دعا سے روکے یعنی بجائے
 ذکر و دعا قرآن عظیم ہی میں مشغول رہے اسے
 مانگنے والوں سے بہتر عطا کروں اور کلام اللہ کا فضل

سہ رد المحتار فصل فی القراءۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۵۴۵/۱
 سہ کتب الشفاء الفصل الاول من الباب الاول مطبوعہ شریک صحافیہ دولت عثمانیہ ترکی ۱۵/۱

کفضل اللہ علی خلقہ ﷺ رواۃ الترمذی سب کلامی پر ہوا ہے جیسا اللہ عزوجل کا فضل اپنی مخلوق پر۔ اسے ترمذی نے روایت کر کے وحسنہ۔

عسی قرار دیا ہے۔ (ت)

غیر صائراویک کا ایک ختم کہ سنت جلیلہ ہے اور مجلس مبارک حل مستحبات اور سنت مستحب سے بلاشبہ افضل، ہاں اگر کسی شخص کے لئے کوئی عارضی خاص پیدا ہو تو ممکن کہ ذکر شریف مستحبات کے حق میں قرآن مجید سننے بلکہ اصل تراویک سے بھی اہم و اذکار ہو جائے مثلاً اس کے قلب میں عدد وحیم نے معاذ اللہ حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف سے کچھ وسوسہ ڈالے امہ ایک عالم دین مجلس مبارک میں ذکر اقدس فرما رہا ہے اُس کا سنا اس وسوسہ کو دور کرے گا اور دل میں معاذ اللہ معاذ اللہ اُن کے جم جانے کا احتمال ہے تو قطعاً اس پر لازم ہوگا کہ ذکر شریف میں حاضر ہو کہ محبت و تعظیم حبیب کریم علیہ و آلہ افضل الصلوٰۃ و التسلیم اصل کا رد و طرد ایمان ہے معاذ اللہ یہ نہ ہو تو پھر نہ قرآن مفید نہ تراویک نافع، فسأل الله العفو والعافية (ہم اللہ تعالیٰ سے معافی اور درگزر کا سوال کرتے ہیں۔ ت)

مسئلہ ۱۰۸۳ از بینگالہ ضلع پانگام تھانہ راڈ بیان موضع پھرا مرسلہ مولوی محمدی صاحب م اشوال ۱۳۲۱
چرمی فرمایند ملائے دین و مفتیان شرح متین اندیز
اس مسئلہ میں ملائے دین کیا فرماتے ہیں کہ وہ رمضان
میں جماعت وتر میں شرکت نہ کرنا اور ہر روز جماعت
موجودہ سے باہر چلا جانا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟
وتر کی جماعت کے تارک کو فاسق و فاجبر و غیر
کہا جاسکتا ہے یا نہیں؟ شریعت کا حکم کیلئے
بینوا اتوجروا۔

الجواب

جماعت وتر نہ واجب ست نہ ہو کہ وتر ترک
او بیچ بڑہ کاری نیست بلکہ اختلاف درافست کہ
افضل جماعت ست یا وتر تنہا گزاردن غی
المدار المختار هل الافضل فی التوسر
جماعت وتر نہ واجب نہ مستحب مذکورہ اس
کے ترک میں کوئی گناہ نہیں بلکہ اس مسئلہ میں اختلاف
ہے کہ جماعت افضل ہے یا تنہا وتر ادا کرنا۔
در مختار میں ہے کہ کیا وتر جماعت کے ساتھ افضل

۱۱۹/۲ طبوہ امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی

۳۱۴/۲ طبوہ نشر السنۃ ۲۴۵۹ حدیث ۲۴۵۹ طبوہ نشر السنۃ ۲۴۵۹

الجماعة ام المنزل تصحيحاً لله تعالى
تعالى اعلم

مسئلہ ۱۰۸۵ از موضع خورد سوڈا ک خانہ بدوسلئے نفلج بارہ بنکی مسئلہ سید صفدر علی صاحب

۲۳ محرم ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ یہ کچھ قید ہے کہ غائبہ ترکی تیسری رکعت میں سورۃ فاتحہ کے ساتھ سورۃ اخلاص ہی منہم ہو دوسری سورۃ نہ ہو؟

الجواب

کوئی قید نہیں اختیار ہے جو سورۃ چاہے پڑھے یا چھوٹی آیتیں یا بڑی ایک آیت۔ واللہ تعالیٰ اعلم
مسئلہ ۱۰۸۶ از مولوی عبد اللہ صاحب مدرس مدرسہ منظر الاسلام بریلی ۹ صفر ۱۳۳۹ھ
دو تہوں میں مشاہدے کے قوت ثبوت جانے پر کیا پڑھنا چاہئے؟ اور ایسی حالت میں سجدہ سہو کرنا ہو گیا یا نہیں؟

الجواب

ہر دعا پڑھنے سے واجب قنوت ساقط ہو جاتا ہے، اہل اگر بالکل کوئی دُعا قبول کر نہ پڑھی تو سجدہ سہو کہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۰۸۷ از شہر مراد آباد محلہ مظہرہ حیدرآباد مدرسہ مولانا مولوی سید اولاد علی صاحب
۹ رمضان المبارک ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ دو تہوں کے مسبوق کو اپنے قنوت شدہ رکعت میں قنوت پڑھنی چاہئے یا نہیں؟

الجواب

مسبوق کی اگر دو ترکی تینوں رکعتیں قنوت ہوئی، اخیر میں قنوت پڑھے اور اگر ایک رکعت بھی ملی ہے اگرچہ تیسری کے رکوع ہی میں شامل براتواب باقی نماز میں قنوت نہ پڑھے گا۔ درمختار میں ہے،
المسبوق فیقننت مع امامہ فقط ویصیر صدر کاباد راک الرکوع الثالثۃ ۱۰۸۷ واللہ تعالیٰ اعلم
تیسری رکعت کا رکوع پانے سے بد رک ہو جائیگا
واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

۹۹/۱	مطبوعہ مطبعہ مجتہبی دہلی، بھارت	آغریاب الوتر والتر اقل	۹۴/۱
۹۴/۱	"	"	"

مسئلہ ۱۰۸۸ مسئلہ شوکت علی صاحب ۱۷ ربیع الآخر شریف ۱۳۲۰ھ

کیا حکم ہے اہل شریعت کا اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نماز وتر کی تیسری رکعت میں بعد الحمد وقل کے تکبیر کہہ کر دعائے قنوت کے بدلے میں تین بار قل ہو اللہ شریف پڑھ لیتا ہے اور دعائے قنوت اُس کو نہیں آتی ہے پس اُس کی نماز وتر کی صحیح ہوتی ہے یا نہیں؟ اور اگر وہ ہر روز سجدہ سو کر لیا کرے تو نماز وتر اُس کی صحیح ہو جائے گی؟
بیٹنوا توجبوا۔

الجواب

نماز صحیح ہو جانے میں تو کلام نہیں، نہ یہ سجدہ سو کا محل کو سہو کوئی واجب ترک نہ ہوا، دعائے قنوت اگر یاد نہیں یا دکرنا چاہئے کہ خاص اُس کا پڑھنا سنت ہے اور جب تک یاد نہ ہو اللہ سے بنا اثنافى الدنيا حسنة وفى الآخرة حسنة وقنا عذاب النار پڑھ لیا کرے، یہ بھی یاد نہ ہو تو اللہ اغفر لی تین بار کہہ لیا کرے، یہ بھی نہ آتا ہو تو صرف یا سب یحییٰ بار کہہ لے واجب ادا ہو جائے گا، یہاں کہ قل ہو اللہ شریف پڑھنے سے بھی یہ واجب ادا ہوا کہ نہیں اتنے دُفوں کے وتر کا اعادہ لازم ہو۔ ظاہر ہے کہ ادا ہو گیا کہ وہ ثناء ہے اور ہر ثناء دعا ہے

بل قال العلامة القاری و غیرہ من العلماء کل دعاء ذکر و کل ذکر دعاء وقد قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم افضل الدعاء الحمد لله۔ رواه الترمذی وحسنه و النسائی وابن ماجه وابن حبان والمحاکم ومصححه عن جابر بن عبد اللہ عن عنی اللہ تعالیٰ عنہما هذا ولیحررہ واللہ تعالیٰ اعلم

بلکہ علامہ مرقی قاری اور دیگر علماء نے فرمایا یہ دعاء ذکر ہے اور ہر ذکر دعاء۔ رسالتنا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان ہے سب سے افضل دعاء الحمد لله ہے۔ اسے ترمذی نے روایت کر کے حسن کہا۔ نسائی ابن ماجہ ابن حبان اور حاکم نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کر کے صحیح کہا اسے محفوظ کر لو اور غور کرنا چاہئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

اجتناب العمال عن فتاوی الجہال

(قنوت نازلہ پڑھنے کے بارے میں ایک فتوی کا رد)

۱۰۸۹ھ از شہر دہلی علی الدار پرنسپل مسند ضیاء الدین صاحب ۲۶ جمادی الاخری ۱۳۱۶ھ
 ۱۰۹۵ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید وہابی نے اول چند رسائل عقائد و دہا بیت و
 گستاخی شان معتمدین دین پر مشتمل طبع کئے جس پر علمائے کبیری وغیرہ نے ۱۳۱۲ھ میں اُس کی دہا بیت پر فتوی دیا
 اُس نے باصرہ جماعت اہلسنت مجبور ہو کر اپنے تحفظ کے لئے ربیع الاول ۱۳۱۴ھ اُس وقت ایک پرچم باظہار
 توبہ چھاپ کر شائع کر دیا جب اہلسنت اُس کی طرف سے ملتی ہو گئے تو اُس نے اپنے اُسی زمانہ ساتھی دہا بیت
 کی تحریرات سے ایک تحریر حال کی بنا کر ظاہر کی جس کا تاریخی نام "خودی سوال" لکھا ہے جس سے وہی ۱۳۱۳ھ
 پیدا ہے اگرچہ آخر میں ۱۳۱۵ھ لکھ دیا ہے اس تحریر پر وہ طالب مباحثہ ہے اور چند شرائط بحث لکھے ہیں وہ
 تحریر خاص اُس کے قلم کی لکھی ہوئی مع توبہ نامہ و شرائط مباحثہ حضرات علمائے اہلسنت کے ملاحظہ میں حاضر
 ہو کے چند امور کا استفسار ہے،

(۱) اس تحریر میں جو حکم اُس نے قرار دیا کہ نماز فجر میں قنوت پڑھنا وقت فتنہ و فساد و غلبہ کفار جائز و باقی
 وغیرہ منسوخ ہے اور باقی کسی سختی مثل طاعون و دہا وغیرہ کے وقت جائز نہیں یہ حکم تفصیلی ہمارے
 اندک ہے یا اُس کا اپنا اختراع ہے۔

(۲) طاعون یا دہا کے لئے قنوت مانتے کو کذب و بتان بتانا علمائے کرام و فقہائے اعلام کی شان
 میں گستاخی ہے یا نہیں؟

(۳) اس تحریر کے مضامین والفاظ و طرز بیان و احادیث و اشعار سے اس شخص کا بے علم و جاہل و منصب فتویٰ کے ناقابل ہونا ظاہر ہے یا نہیں۔

- (۴) اگر ظاہر ہے تو نااہلی کو مفتی بننا حلال ہے یا حرام اور اس کے فتوے پر عوام کو اقتدار چاہئے یا نہیں؟
 (۵) اُس نے اس تحریر میں جو سندی تقریریں لکھی ہیں اگر ان سے اُس کا مطلب ثابت نہیں تو آیا یہ امر صرف اُس کی جہالت و بے علمی سے ہے یا کہیں بہ دیا نستی اور عوام کو فریب دہی بھی پیدا ہوتی ہے؟
 (۶) جو اس تحریر ضروری سوال کو صحیح و درست بناتے وہ جاہل و نا فہم ہے یا نہیں؟
 (۷) شرائط مباہلہ جو اُس نے لکھے ہیں وہ اُس کے اگلے اشتہار و قہر کے خلاف ہیں یا نہیں اور اُس سے اُس کی قدیم وادبیت کی بڑھ پیدا ہوتی ہے یا نہیں؟ بیعت و اقوجو و

الجواب

اللهم لك الحمد تحریرات مذکورہ نظر سے گزریں، ضروری سوال میں جو حکم اختیار کیا محض غلامت تحقیق ہے ہمارے اندر کرام کی تصریحات کتب متونی دیکھئے تو عموماً یہ ارشاد ہے کہ غیر وتر میں قنوت نہیں ان میں وقت غلبہ کفار کا بھی کہیں استثناء نہیں اور اگر تحقیقات جہور شارحین پر نظر ڈالئے تو مطلقاً نازل کے لئے قنوت لکھتے ہیں خاص فتنہ و غلبہ کفار کی ہر جگہ قید نہیں لگاتے۔ فقہ شرح غیر میں ہے،

قال الحافظ ابو جعفر الطحاوی انما لا یقنن عندنا فی صلوة الفجر من غیر بلیۃ فاذا وقعت فتنۃ او بلیۃ فلا یاس بہ لہ
 یعنی امام ابو جعفر طحاوی نے فرمایا نماز فجر میں ہمارے یہاں قنوت نہ ہونا اُس وقت ہے کہ کوئی بلا و مصیبت نہ ہو جب کوئی فتنہ یا کسی قسم کی بلا واقع ہو تو نماز فجر میں قنوت پڑھنا مضائقہ نہیں۔

شرح نقایہ برجندی میں ہے، فی الملتقط قال الطحاوی فذا کو نحوۃ یعنی امام ناصر الدین محمد سمرقندی نے ملتقط میں امام طحاوی کا قول مذکور نقل فرمایا۔ بحر الرائق میں ہے،

وفی شرح النقایۃ معزیا الی النقایۃ و ان نزل بالمسلمین فانہ لہ فتنۃ اکامد علیہ الخ
 یعنی علامہ شرنبلالی نے شرح نقایہ میں بحر الرقایۃ امام سروجی بیان کیا کہ اگر مسلمانوں پر (معاذ اللہ) کوئی سختی آئے تو امام قنوت پڑھے الخ

۴۶۰ ص	مطبوعہ سیدی اکیڈمی لاہور	۱۳۰/۱	۴۴/۲
۱۳۰/۱	نوکلشور بکھنڈ	۴۴/۲	۴۴/۲
۴۴/۲	مطبوعہ اربع ایم سید کیٹنی کراچی	۴۴/۲	۴۴/۲

منہ الخانی میں ہے :

کذا فی شرح الشیخ اسمعیل لکنہ عزاء
الی غایۃ البیان ولما وجد المسألة فیہما
خلطہ اشتبہ علیہ غایۃ السروجی لغایۃ
البیان لکنہ نقل عن البایۃ ما نصہ اذا وقعت نازلة
فنت الامام فی الصلوة المجدریۃ وقال الطحاوی لا یفت
عند نافی صلوة المغرب فی غیر بلدیۃ اما اذا وقعت فلا بأس بہ
اور انہیں نے غایۃ امام عینی سے نقل کیا کہ جب کوئی سختی واقع ہو امام قنوت پڑھے اور امام طحاوی کا
وہی ارشاد ذکر فرمایا — اسی میں ہے :

(قولہ ولہما انہ منسوخ) قال العلامة نوح
أفندی هذا علی اطلاقہ مسلّم فی غیر
النوازل واما عند النوازل فی القنوت
فی الفجر فینبغی ان یتابع عند الضل
لان القنوت فیہا عند النوازل لیس
بمنسوخ علی ما هو الی تحقیق کما مرّ الخ۔

اشباہ والنظائر میں ہے :

فی فتح القدر ان مشروعیۃ القنوت
لنوازل مستمرة لم تنسخ
اسی میں ہے :

ذکر فی السراج الوہاج قال الطحاوی الخ

یعنی اسی طرح پر مسئلہ شرح شیخ اسمعیل للدرر والغرر
میں ہے انہوں نے اسے غایۃ البیان علامہ انصاری
کی طرف نسبت کیا مگر مجھے غایۃ البیان میں نہ ملا
شاید غایۃ السروجی سے اشتباہ ہوا لیکن اس نے بیان
سے نقل کیا جس کی عبارت یہ ہے : جب کوئی سختی آئے تو امام
جہری نماز میں قنوت پڑھے اور طحاوی نے فرمایا ہمارے نزدیک
فجر میں بغیر مصیبت نہ پڑھے تاہم جب مصیبت نازل ہو تو قنوت نہیں پڑھتا
اور انہیں نے غایۃ امام عینی سے سختی واقع ہو امام قنوت پڑھے اور امام طحاوی کا

یعنی علامہ نوح آفندی نے فرمایا جب سختی کسی شائق
کے پیچھے نماز فجر پڑھے تو بغیر کسی نازلہ کے قنوت میں
اس کا اتباع نہ کرے کہ وہ ہمارے نزدیک منسوخ
ہے لیکن بلاؤں کے وقت صبح میں ہمارے سب
اماموں کے ہاں مقتدی کو باتباع امام قنوت پڑھنا
چاہیے کہ تحقیق یہی ہے کہ سختیوں کے وقت نماز صبح
میں قنوت منسوخ نہیں۔

یعنی فتح القدر میں ہے کہ سختی کے لئے قنوت پڑھنے
کی شرعاً اجازت برابر پہلی آئی ہے منسوخ نہ ہوئی۔

سراج الوہاج میں امام طحاوی کا وہ ارشاد ذکر کیا کہ کوئی
بلا آئے تو قنوت فجر میں سرعاً نہیں۔

۴۴/۲	مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	باب الوتر والنوازل	منہ الخانی علی بحر الرائق
۴۵/۲	" " "	" " "	" " "
۶۱-۶۲/۲	مطبوعہ دارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی	قائدہ فی الدعاء لرفع الطامون	اشباہ والنظائر
۶۳-۶۴/۲	" " "	" " "	" " "

مراقی الفلاح شرح نور الایضاح میں غایۃ سرودی کا کلام نقل کر کے مثل علامۃ ابراہیم علی شاریغ غیدہ فرمایا،
 فنکون مشرور عینہ مستمرة وهو محمول
 قنوت من قلت من الصحابة رضي الله تعالى
 عنهم بعد وفاته صلى الله تعالى عليه وسلم
 وهو مذهبنا وعليه الجمهور وقال الامام
 ابو جعفر الطحاوي رحمه الله تعالى ان
 یعنی سختیوں کے وقت قنوت کا مشرور ہونا باقی ہے
 اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے بعد وفات اقدس
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جو قنوت پڑھی اُس کا موقع
 یہی ہے یعنی سختی کے وقت پڑھتے تھے، ہمارا اور
 جمہور ائمہ کا یہی مذہب ہے، امام طحاوی فرماتے ہیں
 کوئی قنوت یا بلا جو قنوت میں مضائقہ نہیں۔

حاشیہ مراقی السید الطحاوی میں ہے،

قوله وهو محمول ان ای جمول ناسرلة
 قوله وهو مذهبنا ای القنوت للحادثة
 اس کا قول وہ موقع ہے الخ، یعنی سختی کے وقت۔
 اس کا قول وہ ہمارا مذہب ہے یعنی کسی سختی کے
 واقع پر۔ (ت)

در مختار میں ہے،

لا یقنن لغیرہ الا ناسرلة یعنی وتر کے سوا کسی نماز میں قنوت نہ پڑھے مگر کسی سختی کے لئے۔
 فتح اللہ المسیح حاشیہ کنز العمال السید ابی السعود الازہری میں امام طحاوی کا ایشاد مذکور کسی بلا کے
 وقت قنوت پڑھیں سرخ نہیں نقل کر کے فرمایا،
 وظاہرہ انه لو قنن فی الفجر لیلیۃ اند یقنن
 قبل الركوع بحموی۔
 یعنی علامہ سیستانی رحمہ تعالیٰ نے فرمایا امام طحاوی کے اس
 ارشاد سے ظاہر یہ ہے کہ اگر کسی بلا کے سبب نماز
 فجر میں قنوت پڑھے تو رکوع سے پہلے پڑھے۔

طحاوی حاشیہ در میں ہے،

قال العلامة نوح بعد کلام قد صہ فعلی
 یعنی علامہ نوح نے ایک کلام ذکر کر کے فرمایا تو اس

۲۰۰	مطبوعہ نور محمد تجارت کتب کراچی	باب الترتوا حکام	۲۰۰	مطبوعہ نور محمد تجارت کتب کراچی	۲۰۰
۹۴/۱	مطبوعہ مجتبیٰ دہلی	باب الترتوا النواقل	۹۴/۱	مطبوعہ مجتبیٰ دہلی	۹۴/۱
۲۵۲/۱	ایک ایم سی بی کتب کراچی		۲۵۲/۱	ایک ایم سی بی کتب کراچی	۲۵۲/۱

فتح اللہ المسیح

هذا الا يكون القنوت في صلوة الفجر عند وقوع النوازل منسوخا بل يكون امسوا مستمرا ثابتا و يدل عليه قنوت من قننت من الصلوة بعد رسول الله تعالى عليه وسلم فيكون المراد بالنسخة نسخ عموم الحكم لانسخة نفس الحكم قال في المستقط قال الطحاوي الخ (ثم قال) قال بعض الفضلاء هو مذهبنا وعليه الجهميون.

تقریر پر بلا میں اترتے وقت نماز فجر میں قنوت منسوخ نہ ہوگی بلکہ باقی و ثابت ہوگی اور اس کی دلیل صحابہ کا بعد نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قنوت پڑھنا ہے تو ہمارے علماء جو قنوت فجر کو منسوخ بتاتے ہیں اس کی مراد یہ ہے کہ سختی و غیر سختی ہر صورت میں قنوت کا عموم منسوخ ہو گیا نہ یہ کہ قنوت رہا ہی نہیں ملقط میں ہے امام طحاوی نے فرمایا کوئی فتنہ یا بلا ہو تو فجر میں قنوت پڑھ سکتے ہیں، بعض علماء نے فسد یا یہ چار اور جمہور کا مذہب ہے۔

رواۃ میں عبارات بجز شرنبلالی و شرح شیخ اسماعیل و بنایہ و اشتباہ و غایہ وغنیہ ذکر کر کے فرمایا، قنوت النائم عندنا مختلف بصلوة الفجر سختی کے لئے قنوت ہمارے نزدیک نماز فجر سے خاص ہے۔
مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں ہے،

قال الخطابی فيه دليل على جواز القنوت في غير النوتر قلت لكن يقيده بما اذا نزلت نائما و حينئذ لا خلاف فيه
یعنی نماز فرض میں قنوت خاص اس صورت میں ہے جب کوئی سختی اترے اُس وقت اُس میں خلافت نہیں،

کلام یہاں مسئلہ قنوت نازل اور اس کے اجماع یا خلافت ہونے کے بحث میں نہیں۔
وقد تقد مر عن الشرنبلالی والحبلى و نوح أفندي والطحاوى بنسبة الجهمي والمرالمشعري بمحمول خلافت و افاد الامام ابن الهمام في الفتح و تبعه الحلبي في الغنية ان قنوت النوازل امر
پہلے شرنبلالی، حلبي، نوح أفندي اور طحاوی سے جمہور کی نسبت گزارش اختلاف کی طرف مشعر ہے، امام ابن حمام نے فتح میں اور حلبي نے ان کی اتباع میں غنیہ میں کہا کہ قنوت نازل اجتہادی معارضہ ہے اور دونوں طرف کے دلائل

لہ حاشیۃ الطحاوی علی الدر المختار باب النوازل مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۲۸۳/۱
لہ رد المحتار مطلب فی قنوت النازلۃ ۴۹۱/۱
لہ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ باب القنوت، الفصل الاول ۱۰۹/۳
مکتبۃ المدنیہ طمان

(دیکھئے۔ دت)

مجتہد فیہ و ذکر کلام النظرین۔

کلام اس میں ہے کہ **اولاً** اس سبب عبارات میں نازلہ بلیغہ حادثہ سبب لفظ مطلق ہیں کسی میں خاص لغتہ و غلبہ کفار کی تخصیص نہیں نازلہ ہر سختی زمانہ کو کہتے ہیں جو لوگوں پر نازل ہو۔ **اشباہ** میں ہے ۱
 قال فی المصباح النازلۃ المصیبة الشدیدۃ
 تنزل بالناس انتھی و فی القاموس النازلۃ
 الشدیدۃ انتھی و فی الصحاح النازلۃ الشدیدۃ
 من شدائد الدھر تنزل بالناس انتھی
 مصباح میں ہے کہ قنوت نازلہ اس وقت پڑھی جائیگی
 جب لوگوں پر شدید قسم کی مصیبت نازل ہو انتھی
 قاموس میں ہے نازلہ کا معنی شدیدۃ انتھی صحاح
 میں ہے کہ نازلہ اسے کہتے ہیں جو شدیدۃ دھر میں
 لوگوں پر نازل ہوں انتھی۔ (دت)

نور مصنف ضروری سوال کو اقرار ہے کہ عند النازلۃ (سخت مصیبت کے وقت۔ دت) کی قید سے ہر سختی بھی جاتی ہے بالینہم بر خلاف اطلاق علما۔ اپنی طرف سے خاص لغتہ و فساد و غلبہ کفار کی قید لگانا اور کہنا کہ ہر ایک نازلہ نہیں "کلام علما میں تصرف بجا ہے۔

ثانیاً میں اطلاق سے احتیاج کرتا ہوں کہ علما میں صاف تعین موجود ہے عامۃ عبارت نہ گورہ دیکھئے لفظ نازلۃ یا بلیغہ نہ کہ موضع شرط میں واقع ہو کہ اگر کوئی سختی یا کسی قسم کی بلا آئے تو نماز فجر میں قنوت پڑھے یہ امر اثر مصیبت ناس کو عام ہے "لما نصوا ان التکرۃ فی حیث الشرط تعد" (کیونکہ علماء نے تصریح کی ہے کہ نہ کہ شرط کے تحت ہو تو عام ہو تب ہے کہ تکرار کا ان کے معنی میں وہ حکم لگادینا کہ علما کا بکار نہ پائے۔
ثالثاً ابن حبان نے اپنی صحیح بالتحاسیم والافراح میں بطریق ابراہیم بن سعد عن الزہری عن سیدہ و ابی مسلم حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ۱

قال کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لا یقنن فی صلوۃ الصبح الا ان یدعوا
 رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز صبح میں قنوت نہ پڑھتے مگر جب کسی قوم کے لئے ان کے فائدے کی دعا فرماتے یا کسی قوم پر ان کے نقصان کی دعا فرماتے۔
 فتح القدیر وغیرہ و مرقاة شرح مشکوٰۃ میں فرمایا: وھو سند صحیح یہ سند صحیح ہے۔ خطیب بغدادی

۱۔ اشباہ و النظائر فائدہ فی الدعاء لرفع الظلمون مطبوعہ ادارۃ القرآن العلوم الاسلامیہ کراچی ۲/۶۳۲۲۲
 ۲۔ مرقاة شرح مشکوٰۃ باب القنوت الفصل الثانی مکتبہ ادبیہ ملتان ۳/۱۸۲
 ۳۔ " " " " " " " " ۳/۱۸۲

اعامنا الاعظم ابی حنیفة النعمان رضی اللہ
تعالیٰ عنہ وعن مقلدیہم اھ بلغظک مع
ان الصبیح فی المسئلة الاصولہ قولنا
فقد اقام اثمتنا علیہا براہین لا قیل
لاحدیہا فیتم الالزام ولا یبقی لاحد مجال
کلام۔

سابعاً رقاۃ شرح مشکوٰۃ میں ہے،

قال ابن حجر اخذ منه الشافعی انه یسن
القنوت فی الخیرۃ سائر المکتوبات للنازلة
التي تنزل بالمسلمین عامة کوباء قحط
وطاعون او خاصۃ ببعضہم کأسیر
العالم والشیجاج من تعدی نفعہ و
قول الطحاوی لم یقل بہ فیہا خیر
الشافعی غلط منہ بل قنت علی رضی اللہ
تعالیٰ عنہ فی المغرب بھغین اھ و
نسبۃ ہذا القول الی الطحاوی علی ہذا
المناوال غلط، اذ اطبق علماءنا علی
جواز القنوت عند النازلۃ

اُسی میں ہے،

قال الامام التووی القنوت مسنون

یہ رسالہ ہمارے نام ابو حنیفہ نعمان رضی اللہ عنہ کے
اور ان کے مقلدین کے اصولوں پر ہے اھ یہ تمہارے
اپنے الفاظ ہیں باوجودیکہ صحیح مسئلہ اصول میں ہمارا
قول ہے ہمارے ائمہ نے اس پر ایسے دلائل قائم
کئے ہیں کہ کوئی ان پر قیل و قال نہیں کر سکتا، پس
الزام تمام ہوا اور اس کے بعد کسی کو کلام کی مجال و
طاقت نہیں (ت)

ابن حجر نے فرمایا کہ امام شافعی نے یہاں سے یہ
بات اخذ کی ہے کہ اس وقت تمام قرآن کی آخری
رکعت میں قنوت نازل پڑھنا سنت ہے جب عام
مصیبت مسلمانوں پر مثلاً وبا قحط، طاعون نازل
ہو یا خاص مصیبت بعض لوگوں پر نازل ہو مثلاً
کسی عالم یا بہادر جس کے نفع کثیر ہوں، کا مقید
ہو جانا، اور امام طحاوی کا یہ قول کہ نازل میں اس بات
کا قول امام شافعی کے علاوہ کسی نے نہیں کیا کہ
ان کی طرف سے غلطی ہے بلکہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ
عنہ نے مقام صغین پر مغرب کے وقت قنوت
پڑھی ہے اھ اور اس قول کی اس طریق پر امام
طحاوی کی طرف نسبت کرنا غلط ہے کیونکہ ہمارے علماء
شدید مصیبت کے وقت قنوت نازل پڑھتی ہیں (ت)

امام نووی نے فرمایا فجر کی نماز میں ہمیشہ قنوت سنت

فی صلوة الصبح وانما واحاقی غیرہا ففیہ
ثلاثة اقوال والصحيح المشهور انه اذا
نزلت نافلة كعدو او قحط او بلاء او عطش
او غير ذلك اهرق المسلمون ونحو ذلك ففتوا
في جميع الصلوات المكتوبة والا فلا ذكره
الطیبي وفيه ان مسنونته فی الصبح غیر
مستفادة من هذا الحديث

دیکھ کر مولانا علی قاری نے امام ابن حجر مکی سے تصریح صریح نقل فرمائی کہ جس نازلہ کے لئے قنوت پڑھی جاتی ہے وہ بلاء و قحط و طاعون وغیرہ سب کو شامل ہے اور امام طیبی سے انہوں نے امام اہل ابو زکریا نووی سے نقل کیا کہ نازلہ میں قحط و بلاء و تشنگی وغیرہ سب داخل ہیں اور ان اقوال کو مسلم و مقرر رکھا اور بعض بیان کہ خلافت مذہب کے اُن پر اعتراض کر دیا اسے برقرار رکھا بلکہ نازلہ کے معنی مذکور نقل کے صاف فرما دیا کہ امام طحاوی کی طرف قنوت نازلہ کا انکار اس طرح نسبت کر دینا ٹھیک نہیں کہ اُس کے جواز پر تو ہمارے علماء کا اتفاق ہے اس سے صاف مفہوم کہ وہی نازلہ جس کے معنی ابھی بیان ہو چکے کہ قحط و بلاء و طاعون سب اس میں داخل ہیں اسی کے لئے ہمارے علماء جواز قنوت کے قائل ہیں۔

خاصاً کیوں راہ دور سے نشان معنی مقصود دیکھئے کلمات علماء سے صاف صریح تصریحیں لیجئے، اسی مرقاة شریف میں ہے :

قال ابن الملك وهذا يدل على ان القنوت
في الفرض ليس في جميع الاوقات بل اذا
نزلت بالمسلمين نافلة من قحط و غلبة
عدو و غير ذلك

علامہ زین العابدین بن ابراہیم بن محمد مصری نے کتاب الاشباہ میں غایہ و مخی و فتح کی عبارات کہ نازلہ میں قنوت، روئے نقل کر کے فرمایا،

۱۷۹/۳	مطبوعہ مکتبہ امدادیہ طہان	باب القنوت	۱۷۹/۳
۱۸۱/۳	۱۸۱/۳	۱۸۱/۳	۱۸۱/۳

فَالْقَنُوتُ عِنْدَنَا فِي النَّاسِ لَمْ يَثْبُتْ وَهُوَ
الِدَعَاءُ بِرَفْعِهَا وَلَا شَكَّ أَنَّ الطَّاعُونَ مِنْ
أَشْدَّ النَّوَاحِلِ ۱

یعنی ان عباراتِ علمائے شایستگی جو کہ ہمارے نزدیک
بلوغت کے وقت قنوت پڑھنا ثابت ہے اور وہ یہی
ہے کہ اُس بلا کے دفع کی دعا کی جائے اور شک نہیں
کہ طاعون سخت تر بلاؤں میں سے ہے۔

اسی طرح علامہ سید احمد مصری نے حاشیہ نور الایضاح اور علامہ سید محمد دمشقی نے حاشیہ شرح تنویر
میں دفع طاعون کے لئے قنوت پڑھنے کی تصریح فرمائی اور انھیں جو محقق صاحبِ بحر کا سوال دیا ان کی عبارت ایشاء اللہ
تعالیٰ عنتریب آتی ہے اور ثانی نے زیر قول شارح مدققی لا یقنن لغیرہ الا لثبوتہ (شدید مصیبت کے
بغیر قنوت نہ پڑھی جائے۔ ت) فرمایا:

قَالَ فِي الْمَصْحُوحِ النَّاسِلَةُ الشَّدِيدَةُ هُنَّ
أَشَدَّ الدَّعَاءِ وَلَا شَكَّ أَنَّ الطَّاعُونَ مِنْ
أَشْدَّ النَّوَاحِلِ ۲

صحاح میں ہے نازلہ اس مصیبت کو کہا جاتا ہے
جو شدید ہر میں سے ہو اور اس میں کوئی شک نہیں
کہ طاعون شدید ترین مصیبتوں میں سے ہے (شہادت)

تبلیغ : ان بیانوں سے چند امر یہ ظہور ہوئے :

۱۔ قنوت یہ کہ طاعون دو بار اور ان کے مثل ہر ایسے عارض کے لئے قنوت صحیح حدیثوں کے اطلاقات سے ثابت
ہے تو یہ یعنی مصنف "ضروری سوال" کا قنوت نوازل کو جائز و ثابت مان کر اُسے بعض نازلہ سے خاص کرنا اور
باقی کی نسبت کنا جب تک شریعت سے کسی کام کی اصل نہ ملے وہ کام یا تو بہت ہر گنا یا گناہ محض بے معنی ہے
کیا اطلاقی احادیث اس شخص کے نزدیک کوئی اصل شرعی نہیں کہ اس کے حکم کو بے اصل و گناہ مانا ہے۔

دوم قنوت طاعون وہاں کہ نہ صرف اطلاقات کلام علی بقرآن کی صحت تعمین شامل جن میں خود امام اہل
ابو جعفر طحاوی بھی داخل تو اس کی بنا پر زید کا ادعا کہ نہ اقوال خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ثابت اور
نہ ہمارے امام صاحب کے قواعد میں کے اقوال سے وہ ایک زائد بات ہے "صریحاً نا فہمی ہے۔

سوم اطلاق و عموم سے استدلال نہ کوئی قیاس ہے نہ مجتہد سے خاص کہا بیحدہ خاتم المحققین
سیدنا المجدد قدس سرہ الامجد فی کتابہ المستطاب اصول الرشاد لقمہ مہانی الفساد
(جیسا کہ ہمارے والد گرامی خاتم المحققین قدس سرہ نے اپنی مبارک کتاب اصول الرشاد لقمہ مہانی الفساد

میں بیان کیا ہے۔ مثلاً اس اخیر زمانہ فقہ میں طرح طرح کے نئے، قسم قسم کے بابے ایسے پیدا کئے گئے ہیں کی حرمت کا ذکر نہ قرآن مجید میں ہے نہ حدیث شریف میں نہ اقوال ائمہ میں، مگر انھیں حرام ہی کہا جائے گا کہ وہ حلال مسکوح حرام (برنشر آورئے حرام ہے۔ ت) کے علوم اور یہ حدیث یستحلون الخمر والحریرو والخنصر والمہانفت (وہ ریشم، شراب اور مزامیر کو حلال سمجھیں گے۔ ت) وکیرہ من الناس من یشتوی لہو الحدیث (اور کچھ لوگ کھیل کی باتیں خریدتے ہیں۔ ت) کے شمول و اطلاق میں داخل، اب اگر کوئی جاہل کہہ اٹھے کہ یہ تو تم قیاس کرتے ہو احادیث میں کہیں تصریح نہیں پائی جاتی نہ ہمارے امام صاحب کے تابعین سے ہمارے ائمہ قیاس مسائل فقہیہ وغیرہ میں بیکار ہے تو اس سے یہی کہنا چاہئے کہ اسے ذی ہوش یا یہ قیاس نہیں بلکہ جب ایک مطلق یا عام احادیث و کلمات علماء کے کرام میں وارد ہے تو اس کے دائرے میں جو کچھ داخل سب کو وہ حکم محیط و شامل، تو ثابت ہوا کہ زید کا ضروری سوال میں خود ہی یہ سوال قائم کرنا کہ جب قنوت عند النازل ثابت اور جائز ہوتی تو بر قسم کی بلا وہ مصیبت پر جائز ہوتی چاہئے اور اس کا یہ محل جواب دینا کہ ہمارے ائمہ قیاس مسائل فقہیہ وغیرہ میں بیکار ہے احادیث میں کہیں تصریح نہیں پائی جاتی نہ ہمارے امام صاحب کے تابعین کے اقوال سے "صریح نادانی ہے۔

چہ چہ اگر صرف یہی اطلاق و علم احادیث و اقوال ائمہ ہوتے تو ثابت کہنے کے لئے کافی تھے ایسے مسئلے کو ہرگز کذب و بہتان نہیں کہہ سکتے۔ دوسرے دلائل کی نظر سے راجع اور راجع کا اختلاف دوسری بات ہے مگر آپ اور میں سچے کہ طاعون و وبا و قحط وغیرہ کے لئے قنوت کی صاف صریح تصریحیں امام اجل ابو زکریا نووی شارح صحیح مسلم شریف (جن کی جلالت شان پر علمائے جمیع مذاہب حق کا اجماع ہے) اور امام جلیل شرف الدین حسن بن محمد طبری شارح مشکوٰۃ و امام شہاب الحق والہدٰی احمد بن محمد کلینی و علامہ عبد اللطیف بن عبد العزیز شہیر بابین فرشتہ از اجلہ علمائے حنفیہ و محقق فقیر زین بن نجیم مصری حمہ حنفیہ و مولانا علی محمد سلطان محمد بروی قادری کلینی و فاضل جلیل سید احمد مصری طحاوی حنفی و عالم نبیل سید محمد آفندی شامی حنفی نے فرمائیں اور امام ابن حجر مکی نے اسے امام مجتہد عالم قریش سیدنا امام ابو عبد اللہ محمد بن ادریس شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا تو مصنف ضروری سوال کا قول کہ "طاعون یا وبا کے لئے قنوت ثابت نہیں وہ ایک قسم کا کذب اور بہتان ہے اگر خطا ایسا کہ بے موقع کسی سے سرزد ہو جائے جناب الہی میں توبہ و استغفار جلد کر لے" محض کذب و بہتان اور ان ائمہ کرام و علمائے اعلام کی جناب میں گستاخی و توہین شان ہے، زید پر لازم ہے کہ اپنی اس خطا اور بے موقع کلمے سے جناب الہی میں توبہ و استغفار کرے اگر بغیر من باطل یہ قنوت نازل صرف امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذہب ہوتا اور ہمارے ائمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم بالاتفاق اس سے انکار فرماتے تو غایت یہ کہ یہ مسئلہ ائمہ مجتہدین کا

اختلافیہ اور ہمارے مذہب کے خلاف ہوتا ہے اسے کذب و بہتان کہنا اس حالت میں بھی حلال نہ تھا نہ کہ اس صورت میں کہ خود ہمارے ائمہ و علماء کے بھی اطلاق و عموم و خصوص سب کچھ موجود اور اگر اسے خصوص نقل فعل کا منکر ٹھہرایے تو اول تو یہاں اس کا محل نہیں کہ اس خصوص کا مدعی کوئی تھا جس کے ذمہ یہ الفاظ نکلتے۔

ثانیاً اوپر واضح ہو چکا کہ عدم نقل فعل نہ زیادہ کو مفید نہ اس کے مخالف کو مضر، تو اس کا ذکر محض فضول و نادانی ہے بالکل آفتاب کی طرح واضح ہوا کہ زید نے اس تحریر ضروری سوال میں نہ ہمارے متوی مذہب کے ظاہر پر عمل کیا نہ ہمارے شارحین اعلام کا قول لیا بلکہ اپنی طرف سے ایک نیا فتویٰ گھڑ دیا۔

ہاں مذہب امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تفصیل کرتے ہوئے بعض ائمہ حدیث کے کلام اور بعض صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے مذہب کی توجیہ کرتے ہوئے ہمارے بعض ائمہ کے کلام میں کچھ ایسی گفتگو واقع ہوئی ہے جو ایسا وہم پیدا کرتی ہے پھر اس پر کسی نے اعتماد نہیں کیا نہ ہمارے علماء کا مذہب ہے اور نہ ہی یہ اہل کے کلام میں نہ کہ ہے باوجودیکہ ان کی عموم پر تصریح منقول ہے لہذا ممکن ہے کہ یہاں قصر اتفاق واقع ہو گیا ہو اور قصر مقصود نہ ہو جو بھی جو اسے ہمارا مذہب بنا دیا گیا میرے علم کے مطابق اس میں زید کے لئے کوئی فائدہ نہیں۔
واللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم (ت)

بل قد وقع ما يوهم في كلام بعض أئمتنا
المحدثين في تقرير مذهب الأمام أحمد بن
حنبل رضي الله تعالى عنه وفي كلام بعض
أئمتنا في توجیه مذهب بعض الصحابة
رضوان الله تعالى عليهم ثم لم يعتمدوا
ولا جعله مذهب علمائنا ولا ذكره
في تقرير كلامهم مع انه قد اشرقت التميم
صريحاً في حتم ان يكون القصر ههنا وقع
انما لا حضرا و ايا ما كان فجعل هذا
مذهبنا لاسلفنا زید فيه فيما اعلوه الله
سبحنه و تعالیٰ اعلم۔

”ضروری سوال“ کے اظہار خطا کو اسی قدر بس تماثیل حاجت شریعہ ناقصوں قاصدوں کی جس باتوں
سفاہتوں کا شمار اپنا شیورہ نہیں بقولہ تعالیٰ و اعراض عن الجھلین (اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی
ہے کہ جاہلوں سے روگردانی کیجئے۔ ت) مگر امر متعلقہ بدین میں بعد سوال سائل بیان امر حق ضروری اور
یہاں مصلحت دینی اس کی طرف داعی کہ جب ایک ایسا بے علم و کم فہم و مشکوک و متہم شخص اپنے آپ کو مفتی و
مصنف بنائے ہوئے ہے اور بعض عوام اسے عالم و قابل اعتماد سمجھتے ہیں تو اس کے پر جہل و نااہل ہونے کا
آشکارا اگر ان شاء اللہ دین عوام کو نافع اور ضلالت و جہالت میں پڑنے کا دافع ہوگا و یا اللہ التوفیق زید
کی ترکیب و بندش الفاظ و اشاد اعلیٰ میں اگرچہ خطا ہائے فاحشہ موجود ہیں مگر ان سے تعرض واجب محصلین نہیں

لہذا انہیں چھوڑ کر اس کے باقی کثیر و بسیار احکام و جمالیات سے صرف بعض کا اظہار کیا جاتا ہے،
جہالت ۱: حدیث مذکور ابن جہان کے نزدیک دعویٰ تخصیص کا صاف رد تھی براہِ نادانی اپنی دلیل بنا کر نکلی اور
 اس پر فائدہ یہ جما دیا کہ یہاں سے سمجھا گیا کہ کفار ظالم کریں تو نصرت چاہئے ظالموں کے لئے قنوت ثابت نہیں
 عقلمند سے پوچھا جائے کہ اس حدیث میں ظلم کفار کی تخصیص کہاں ہے اور اس کے ذکر سے سوا ضرر کے تجھے کیا
 فائدہ حاصل ہوا۔

جہالت ۲: قنوت فجر کے بارے میں جاریہ مشائخ کرام تصریح فرماتے ہیں کہ منسوخ ہے و لہذا حکم
 دیتے ہیں کہ حنفی اگر فجر میں شافعی کی اقتدا کرے قنوت میں اس کا اتباع نہ کرے کہ منسوخ میں پروی نہیں۔
 اس قدر پر تو کلمات علما متفق ہیں، ہاں محلِ فطریہ ہے کہ یہاں عموم نسخ ہے یا نسخ عموم۔ عموم نسخ یہ کہ نازلہ
 بے نازلہ کسی حال میں قنوت فجر کی مشروعیت باقی نہیں عموماً نسخ ہو گیا، اور نسخ عموم یہ کہ نازلہ و بے نازلہ ہر حال
 میں عموماً قنوت کا پڑھا جانا یہ منسوخ ہوا صرف بحالت نازلہ باقی رہا، نسخ عموم پر تو بہت احادیث صحیحہ و سلیل
 ہیں جن کی تفصیل امام محقق علی الاطلاق نے فتح القدر میں افادہ فرمائی اور مسند احمد و صحیح مسلم و سنن نسائی و
 ابن ماجہ میں انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے،

ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قنوت شہرا یدعو علی اعیان من اعیان العرب ثم ترکہ ثم ادا ابن ماجہ فی صلوٰۃ الصبح ^۱ و هو عند البخاری فی مغازی بزیادة بعد الركوع و ترکہ ثم ترکہ ^۲
 رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک مہینے تک نماز صبح میں قنوت پڑھی، عرب کے کچھ قبیلوں پر دعائے بلاکت فرماتے تھے پھر چھوڑ دی۔ ابن ماجہ نے یہ اضافہ کیا کہ نماز صبح میں قنوت پڑھتے تھے۔ بخاری کے مغازی میں یہ اضافہ ہے کہ قنوت رکوع کے بعد تھی پھر اسے ترک کر دیا کہ الفاذا کہ انہی ترک کرنا۔

اور صحاح ستہ میں الضمیر حدیث ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے کہ ترک کا سبب نزول آیہ کریمہ لیس
 لك من الامر شي اذ يثوب عليهم اذ يذنبون فانهم ظلمون ^۳ (آپ کے ہاتھ میں معاملہ نہیں چاہئے تو

۱۔ صحیح مسلم باب استیجاب القنوت فی جمیع الصلوات مطبوعہ نور محمد اصحاطیہ کراچی ۲۳۶/۱
 ۲۔ سنن ابن ماجہ باب ما جاء فی القنوت فی صلوٰۃ الفجر۔ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۸۹/۱
 ۳۔ صحیح بخاری باب غزوة الرجیع و رمل و ذکوان، قدیمی کتب خانہ کراچی ۵۸۶-۸۷/۲
 ۴۔ القرآن ۱۲۸/۳

اللہ تعالیٰ ان کی توبہ قبول فرمائے یا انہیں عذاب دے کیونکہ یہ ظالم ہیں۔ (ت) سہ، یہاں نفرد و طرف ہائی ہے اگر معنی آیت مطلقاً مانعت اور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ترک فرمانا برہنہ سے ارتقاع شریعت ہو یعنی غیر میں قنوت اصل مشروع نہ رہی تو عموم فسخ ثابت ہوگا اور اب قنوت نازل بھی مفسوخ ٹھہرے گی، اور اگر معنی آیت ان خاص لوگوں پر دعائے بلاکت سے مانعت ہو کہ ان میں بعض علم الہی میں مشرف باسلام ہوئے ہوں تھے اور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ترک انہیں کے بار میں ہونا مطلقاً تو صرف فسخ عموم ہی ثابت ہو گا اور قنوت نازل مشروع رہے گی۔ یہی دونوں نظریں امام محقق علی الاطلاق نے فتح القدر پھران کی تسمیہ علامہ محقق حلی نے شرح کبیر میں افادہ فرمائیں، ان دونوں کتابوں اور مرقاة شرح مشکوٰۃ میں ہے،

واذا ثبت الضغوة وجب حمل الذی عن النس من رواية ابی جعفر (هو الرازی) و نحوه (کدینا من عبد اللہ خادم النس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ما نال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یقنت فی العصبه حتی قام قلب الدنيا) اما علی الفاضل زلات الرازی کشیدوا و هم قاله ابو نوح رعة و دینار و قد قیل فیہ ما قیل (او علی طول القيام فانه یقال علیہ ایضا او یحمل علی قنوت النوازل و یكون قوله) (اے قول النس رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ثم شرک فی الحدیث الاخر (السراد فی الصحاح) یعنی الذی ما علی اولئك القوم لا مطلقاً آھ مختصراً مزید امنی ما بین ہلالین۔

جب فسخ ثابت ہو تو اس روایت کو جسے حضرت انس سے ابو جعفر (رازی) یا اس کی مثل دیگر روایات (مثلاً دینار بن عبد اللہ حضرت انس کے خادم ہیں سے مروی ہے کہ رسالت اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وصال تک فجر کی نماز میں قنوت پڑھتے تھے) یا غلطی پر محمول کیا جائے گا کیونکہ بقول رازی ابو نوح کثیر انوسم ہیں اور دینار کے بارے میں بھی جو کچھ کہا گیا ہے وہ یہی کچھ ہے) یا طول قیام پر محمول کیا جائیگا کیونکہ قنوت کا اطلاق (انس پر بھی ہوتا ہے یا اسے قنوت نازل پر محمول کیا جائے گا اور ان (حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا قول دوسری حدیث (جو صحاح میں موجود ہے) میں کہ پھر اسے ترک کر دیا گیا یعنی قوم کے خلاف دعا ترک کر دی نہ کہ ہر دعا احداً مختصراً اور میری طرف سے وہ اضافہ ہے جو ہلالین کے درمیان ہے (ت)

نیز کتابیں مذکورین میں ہے :

فیجب کون بقاء القنوت فی النوازل مجتہدا
فیہ وذلك ان هذا الحدیث (ای حدیث
ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بطریق
حماد بن ابی سلیمان و ابی حمزة القصاب
عن ابراہیم عن علقمة عنہ قال لریقنت
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
فی الصبح الا شہرا ثم ترکہ لریقنت قبلہ
ولا بعدہ ولفظ حماد لم یز قبل ذلك ولا بعدہ
لم یؤثر عنہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من
قوله ان لا قنوت فی نائلة بعد هذه ،
بل مجرد العدم بعد ما فیتجہ الاجتہاد
بان یظن ان ذلك انما هو لعدم وقسوح
نائلة بعد ما تستدعی القنوت فتکون
شرعیۃ مستمرة وهو محصل قنوت من
الصحابة بعد وفاته صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم ، او ان یظن رفع الشرعیۃ نظرا الی
سبب ترکہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
وهو انه لما نزل قوله تعالیٰ لیس لك من
الامر شیء ترکہ - واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم
اہ بزیاۃ -

لا قول لیس لك من الامر شیء نازل ہر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کو ترک کر دیا واللہ سبحنہ و
تعالیٰ اعلم اہ بزیاۃ - (ت)

مصابہ کے وقت قنوت پڑھنے کو باقی رکھنے کے
معاصلے کو اجتہادی قرار دینا واجب ہے کیونکہ حدیث
یعنی حدیث ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ و طریق
مروی ہے حماد بن ابی سلیمان و ابو حمزہ القصاب نے
ابراہیم سے انھوں نے علقمہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک ماہ تک صبح کی نماز میں قنوت
پڑھا پھر آپ نے اسے ترک فرمادیا اس سے پہلے بھی
آپ نے قنوت فجر میں بھی نہ پڑھی اور نہ بعد میں - حماد
کے الفاظ یہ ہیں کہ اس سے پہلے بھی نہ رکھا اور نہ بعد
میں اور نہ ہی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے یہ قول
منقول ہے کہ شدید مصیبت میں اس کے بعد قنوت
نہیں پڑھی جائے گی بلکہ اس کے بعد محض عدم

منقول ہو انہذا السس معاصلہ میں اجتہاد ہو گا
بایں طور کہ غالب گمان ہے کہ اس کے بعد کوئی ایسی
شدید مصیبت ہی نازل نہ ہوئی جو قنوت کا تقاضا
کرتی لہذا قنوت دایما جاری ہوگی اور یہی محل ہے
اس قنوت کا جو حضور علیہ السلام کے صحابہ رضوان اللہ
تعالیٰ علیہم سے منقول ہے یا بایں طور کہ گمان یہ

ہے کہ اس کا جواز ختم ہونا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
کے ترک کے باعث ہے سبب یہ کہ جب اللہ تعالیٰ

روشنی علم تو یہ ہے مگر مصنف ضروری سوال کی سخت نافرمانی کو وقتاً فی باتوں کو ایک کر دیا اور کچھ نہ سمجھا، خود اُسی کا ایک کلام دوسرے کو زد کر دے گا مسلک تو وہ اختیار کیا کہ قنوت نازلہ باقی ہے غسوخ نہیں اگرچہ نازلہ کے معنی خاص فتنہ و فساد و غلبہ کفار کے لئے ایک جگہ لکھا عند النازلہ بدعت نہیں مداومت بدعت اور دین میں نیا کام ہے۔ پھر لکھا ”دلیل اوپر نسخ قنوت کے مداومت کے طور پر اور دلیل واسطے جواز قنوت کے عند النازلہ“۔ پھر لکھا مداومت کے طور پر غسوخ اور عند النازلہ غیر غسوخ۔ اور مزے سے وہی آیہ کریمہ اور وہی حدیث بحوالہ صحیحین ذکر کر کے کہہ دیا ”اسی آیت سے اور حدیث متفق علیہ سے نسخ قنوت عموماً ثابت ہوا سو اسے قنوت وتر کے ذی ہوشش سے پوچھا جائے کہ اس حدیث سے کس چیز پر قنوت نہ کر رہی؟ نازلہ پر اور نزول آیت کس قنوت کے بارے میں جواز قنوت نازلہ میں اگر آیت و حدیث سے اسی کا نسخ ثابت ملتا ہے تو قنوت نازلہ کہاں باقی رہی؟ وہی تو مراحہ ان سے غسوخ ہوئی یہ طرفہ تھا ہے کہ وہی غسوخ وہی باقی، دلائل و کلا قنوت الا باللہ العلی العظیم۔

جہالت ۳۱ حدیث طارق اشجی رضی اللہ تعالیٰ عنہ در بارہ انکار قنوت فجر (جس طرح معمول شافعیہ ہے) نسائی نے اس طرح روایت کی کہ میں نے حضرت سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و خلفائے اربعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے پیچھے نماز پڑھی کسی نے قنوت نہ پڑھی وہ بدعت ہے۔

اور ترمذی و ابن ماجہ نے یوں کہ ان کے صاحبزادے سید ابی امامہ نے ان سے پوچھا آپ نے حضور اللہ صلی اللہ تعالیٰ تعالیٰ علیہ وسلم و خلفائے اربعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے پیچھے نمازیں پڑھیں کیا وہ فجر میں قنوت پڑھتے تھے؟ فرمایا انتی نکالی ہوئی ہے۔

ایک ہی حدیث مضبوط ایک ہی صحابی ایک ہی مخرج اور مصنف ضروری سوال نے اسے بلفظ اول ذکر کہہ کے نسائی و ابن ماجہ و ابن ترمذی سب کی طرف نسبت کیا اور لفظ دوم کہے نسبت چھوڑ کر کہہ دیا: ان دونوں حدیثوں میں لفظ بدعت اور محدث کا وارد ہے۔ ایسی حدیث کو دو حدیثیں کہنا اصطلاح فقہاء و کبار اصطلاح محدثین پر بھی ٹھیک نہیں آ سکتا یہ زید کی بے خبری و غفلت ہے۔

جہالت ۳۲ قنوت مذکورہ ائمہ شافعیہ و ائمہ مالکیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو حدیث مذکور سے بدعت بتا کر آجے حاشیہ جمایا ”اللہ حکم بدعت کا یہ ہے کہ کل محدث بدعت و کل بدعت ضلالة و کل ضلالة فی النار“ اور نوپیدا چیز بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی اور ہر گمراہی دوزخ میں جاسے گی۔ (ت) قطع نظر اس سے کہ

سنن النسائی	باب عن المنافقین فی القنوت	مطبوعہ مکتبہ سلفیہ لاہور	۱۲۸/۱
سنن جامع الترمذی	باب فی ترک القنوت	امین کمپنی دہلی	۵۳/۱
سنن ابن ماجہ	باب ماجاء فی القنوت فی صلوة الفجر	ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	ص ۸۹

جملہ اولیٰ حکم بہ رحمت نہیں سکھ رہے ہیں، اجتہادیات ائمہ دین کو ایسے احکام کا مورد قرار دیں کیسی ہے یا کی وجہ اُت ہے
عاشا ائمہ کرام اہلسنت کا کوئی مسئلہ خلافت و فی انا کا مصداق نہیں وہ سب حق و ہدایت و سبیل جنت ہے۔

جہالت ۵ تا ۸ : حدیث عاصم بن سلیمہ ذکر کی،

قلنا کانس بن مالک ان قومایزعمون ان
النسبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لہ یزل
یقنت فی العجر فقال کذبوا انما قننت
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شہس
واحد ایدعو علی احياء من احياء المشرکین۔
اھ اس کا ترجمہ کیا ہم نے پوچھا انس بیٹے مالک سے
یہ کہ مقرر ایک قوم گمان کرتی ہے یہ کہ نبی کریم صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم ہمیشہ قنوت پڑھتے تھے نماز فجر میں، سو
جواب دیا مالک نے کہ وہ لوگ اپنے گمان میں جھوٹے
ہیں سو اسے اس کے نہیں کہ قنوت پڑھی آپ نے

میں ایک، سو بھی بد دعا کرنے کو اور قبیلوں کے قبیلوں سے مشرکین کے۔

اولاً حماد بن عرب میں زعم یعنی مطلق قول بھی شائع یہاں تک کہ صحیح حدیث میں زعم جہل تک واقع۔
ثانیاً کلام نا محقق یا خلاف تحقیق بھی مراد ہو تو یہ حکم اس قائل کے نزدیک ہوتا ہے جو اسے بلفظ زعم
تعبیر کرتا ہے اس سے یہ مستفاد نہیں کہ معاذ عمر خود بھی اسے مشکوک یا مظنون سمجھتا ہے، زید نے زبردستی یزیدھوں
کے معنی یہ بنائے کہ جو قنوت فجر کے قائل ہیں خود ہی اسے شک و گمان کے مرتبہ میں جانتے ہیں اور اسی بنا
پر کذبوا کا ترجمہ کیا کہ وہ اپنے گمان میں جھوٹے ہیں یہ نیز جہا کہ اب اس پر غائد جہا اس حدیث سے یہ بھی
سمجھا جاتا ہے کہ زمانہ تابعین میں قنوت کا فقط گمان ہی گمان تھا یقینی امر نہ تھا، پس حقیقی روایات اور روایات کے
خلاف ہیں وہ سب ظنیات ہونی چاہئیں واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ افسوس کہ جو کتنا چاہتا وہ بھی کہ نہ جانا
عقل مند سے پوچھا جائے کہ قائلان قنوت بالکیر و شافعی نے کس دن کہا تھا کہ قنوت فجر یقینی ہے یا مانعان قنوت
حنفیہ و حنبلیہ کب کہہ سکتے ہیں کہ عدم قنوت قطعی ہے مسائل اجتہاد یہ دونوں طرف ظنیات ہوتے ہیں پھر یہ کون سا
فائدہ آپ نے نکالا اور اس سے بحث میں کیا نفع حاصل ہو۔

ثالثاً اس سب سے قطع نظر کیجئے تو ان قومایزعمون میں لفظ قوم نکرہ چیز اثبات میں ہے
جس کا مفاد صرف اس قدر ہو گا کہ کچھ لوگ بطور و جمیع بقائے قنوت مانتے ہیں اس سے کب لازم ہو گا کہ زمانہ تابعین
میں سب قائلان قنوت اسے اسی درجہ میں جانتے ہیں۔

جہالت ۹ : حدیث ام الرضیٰ ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا،

نہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قنوت فجر سے
عن القنوت فی المغرب منع فرمایا۔

جس میں تین راوی ضعیف و شدید الضعیف ہیں ذکر کر کے تضعیف رواۃ کا جواب دیا کہ امام صاحب کی تحقیق کو
وہ مانع نہیں۔

”دوم یہ کہ انس بن مالک نے بدعت اور محدث کہا تو گمان یہ ہو سکتا ہے کہ آپ کو اس خبر کی ضرورت خبر ہوگی
اگرچہ بدعت اور محدث کی جگہ لفظ نبی کا نہ ذکر کیا ہو اور اسی پر اکتفا کیا، قطع نظر اس سے کہ بدعت یا محدث کے
قابل حضرت طارقؓ بھی ہیں نہ حضرت انسؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرمیدہ کہنے سے اس گمان کی راہ کہ حدیث سے علی ضرور
انہیں اس خبر کی خبر ہوگی انہوں نے صراحت فرمیدہ ہونے کی وجہ ارشاد فرمادی تھی کہ میں نے سید عالم و خلفاء کرام
صلی اللہ تعالیٰ علیہم وسلم سب کے پیچھے نماز پڑھی اسے فرزندہ! وہ نبی تکلی سے اس میں خبری پر اطلاع کی ہو بھی
نہیں نکلتی نہ کہ اس سے گمان ہو کہ ضرور خبر معلوم ہوگی بلکہ انصافاً اس سے یہی قیادہ کہ نہیں یا تو واقع ہی نہ ہوئی یا
چوٹی ترا انہیں خبر نہ تھی ورنہ عدم فعل کا ذکر نہ کرتے صاف جواب دیتے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو
اسے منع فرما چکے ہیں جواب مستند میں دلیل اتوی کا ترکہ کیوں کیا جاتا۔

جہالت ۱۰ : ایک حدیث کی سند ذکر کی، عن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ، اہ
ترجمہ میں بھی لکھا ”انس نے عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے“۔ عالم صاحب کو اتنی خبر نہیں کہ صحابہ بیت
درکنار مسعود سب سے مسلمان ہی نہ ہوا، جاہلیت میں مرا۔ اُسے رضی اللہ عنہ میں شامل کرنا کیسی جہالت اور
دانستہ ہوتو سخت تر آفت۔

جہالت ۱۱ : آگے لکھا فتح القدیر میں تحت حدیث عبد اللہ بن مسعود کے بیان کیا ہے چنانچہ

لو یکن انس نفسه یقنن فی الصبح کما رواہ	خود حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فجر میں قنوت
الطبرانی واذا ثبت النسخ وجب حمل	نہیں پڑھتے تھے اس کو طبرانی نے روایت کیا ہے
الذی عن انس من رواية ابی جعفر اما	اور جب نسخ ثابت ہو گیا تو وہ روایت حضرت انس
علی الغلط او علی طول القيام، فانه یقال	رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو ابو جعفر سے مروی ہے یا تو
علیه ایضاً فی الصبح حنه علیہ الصلوۃ	اسے غلطی پر محمول کیا جائے گا یا طول قیام پر

والسلام افضل الصلوة طول القنوت ای
انقیاد میں

کیونکہ حدیث صحیح میں اس پر قنوت کا اطلاق موجود ہے
کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ، نماز میں
افضل ترین عمل طویل قنوت یعنی قیام ہے ۔ (دست)

قطع نظر اس سے کہ تحت حدیث فلاں یا زیر آیت چنان اہل علم کے محاورہ میں اس معنی پر بولا جاتا ہے کہ
اُس آیت و حدیث کی تفسیر و شرح یا اُس کی بحث میں ایسا کہا نہیں جیسا کہ حدیث ابنی جعفر رازی ہے اُس کے
تحت اُس کی بحث میں حدیث ابن مسعود و حدیث طبرانی وغیرہ مذکور ہیں نہ کہ ایک دوسرے کے تحت میں عبارت
فتح کا صاف مطلب جسے ہر عرف شناس عربی بے تکلف پہلی ہی نگاہ میں سمجھ لے رہے ہے کہ حدیث ابنی جعفر میں جو
دوام قنوت نہ کو رہا ممکن ہے کہ وہاں قنوت سے طویل قیام مراد ہو کہ لفظ قنوت اس معنی پر بھی بولا جاتا ہے دیکھو
حدیث صحیح میں ارشاد ہو کہ بہتر نماز طویل قنوت ہے یعنی جس میں قیام دیر تک ہو مصنف ضروری سوال ایسی
سلیس عبارت کے واضح معنی کو خاک نہ سمجھا لفظ ایضاً کو کہ صراحتاً نقل کی طرف ناظر تھا اس سے قطع نظر
کو کہ مابعد سے ملایا اور ایضاً فی الصحیح کو مستند جدا گانہ مٹھرایا و لہذا لفظ ایضاً پر نشان (دس) کہ علامت
فصل ہے لکھایا اور عبارت کا ترجمہ یوں فرمایا "کیونکہ وہ لفظ قنوت کا مقرر ہوا گیا ہے اور طویل قیام کے اور
بھی یہ حدیث کے وہ لفظ قنوت کا آیا ہے جو مذکور ہے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کہ افضل ترین
نمازوں کی وہ نماز ہے جس میں قنوت یعنی قیام دراز ہو" اس جہالت کی کچھ حد ہے اور ذرا پختہ ادیبی قابلِ لہذا
کہ "یہ صحیح حدیث کے وہ لفظ قنوت کا آیا ہے" گویا یہاں اس کی بحث تھی کہ حدیث میں کیسے لفظ قنوت
آیا ہی نہیں۔

جہالت ۱۲، اسی عبارت فتح کے آخر میں تھا،

والاشکال نشان اشتراك لفظ القنوت
بين ما ذكر وبين الخضوع والسكون
والدعاء وغيرها۔

یہاں اشکال قنوت کے ان معانی میں اشتراک
کی وجہ سے پیدا ہوا ہے یعنی نہ کوہ شئی (طویل
قیام ، خضوع ، سکوت اور دعاء وغیرہ کے
درمیان لفظ قنوت مشترک ہے ۔ (دست)

یہاں ما ذکر سے مراد وہی طویل قیام تھا اور اُس کے معطوفات خضوع و سکوت و دعاء وغیرہ یعنی قنوت کا

لفظ جبکہ ان سب معانی پر بولا جاتا ہے اس وجہ سے حدیث ابی جعفر میں قائلین قنوت فجر کو اشتباہ پیش آیا اس سے دعا سمجھ لئے حالانکہ مراد طول قیام تھا کہ ہمیشہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز فجر میں قیام طول فرمایا یہ ایسے صاف معنی ہیں کہ عربی کا ہر مبتدی بے قائل سمجھ لے، اب مصنف صاحب کا علم دیکھتے عبارت صرف "ما ذکرتمک نقل کی اور ترجمہ فرمادیا" اور جو مشکلیں پیدا ہوئی ہیں وہ لفظ قنوت کے مشترک المعنی کے سبب اور وجہ سے درمیان اُس چیز کے جو نہ کو رہی یعنی اپنے محل پر پورا ہوا ترجمہ فتح القدیر کی عبارت کا: "گویا آپ کے نزدیک بین صرف شے واحد پر داخل ہوتا ہے معطوف کی حاجت ہی نہیں ماذکر کے معنی یہ کہ اپنے محل پر مذکور ہوئی ہے اسی پر مطلب تمام ہو گیا۔

جہالت ۱۳: سوال قائم کیا جب نسخ قنوت ثابت ہوا تو عندنا نازلہ جازکماں رہا" اور اس کے جواب میں لکھا: "بواب بصورت اجمالیہ اجماعیہ یہ ہے فی فتح القدیر و ترو نوافل کی بحث میں قولہ انہ مشروعیۃ القنوت فی النافلة مستمرة لہ تنسخ الخ تحقیق کے جائز ہونا قنوت کا یہ وقت سختی فسوخ نہیں" فتح القدیر سے استناد اور قنوت نازلہ کے اجماعی ہونے کا ادعا بکف حیرانہ داد کا تماشا ہے فتح القدیر کی اسی عبارت میں صراحت فرمایا کہ نازلہ میں بقائے قنوت مجتہد فیہ ہے فسوخ ہونا نہ ہونا دونوں طرف نظر جاتی ہے وقد تقد مر فہد فی بیان الجہالة الثانیۃ (اس کے الفاظ کا تذکرہ جہالت نمبر ۱ میں ہو چکا ہے۔ ت) اسی عبارت منقولہ زید کے بعد بلا فصل فرمایا تھا: "وبہ قال جماعة من اہل الحدیث" (محمد شین کی ایک جماعت نے یہی قول کیا ہے۔ ت) کہاں ایک گروہ محدثین کا قول ہونا اور کہاں جماعہ۔ جہالت ۱۴: "جو قنوت دونوں حضرات نے نماز فجر میں پڑھی وہ بارادہ اصلاح ذات البین کے تحت نہ پڑھا" بدعا نہیں مگر دعائے وصول مکروہ اور شک نہیں کہ فریقین میں ہر ایک کو اپنی مغلوبی مکروہ ہوئی ہے اور شک نہیں کہ دونوں جماعتیں اپنا غلبہ اثباتی تحقیق مصنف ابو بکر بن ابی شیبہ میں امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے ہے۔

انہ لما قنت فی صلوۃ الصبح اذکر الناس
علیہ فقال انما استنصرنا علی عدونا۔
جب انہوں نے نماز فجر میں قنوت پڑھی تو لوگوں نے
آپ پر اعتراض کیا تو آپ نے فرمایا ہم نے دشمن پر
دعا کرتے ہیں۔ (مت)

محرر مذہب سنیہ امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کتاب الاکتار میں فرماتے ہیں :

قال ابراهيم (هو النخعي) وان اهل الكوفة
انما اخذوا القنوت عن علي رضي الله تعالى
عنه قنوت يدعوا على معاوية حين حاربته ،
واما اهل الشام فانما اخذوا القنوت عن
معاوية رضي الله عنه قنوت يدعوا على علي رضي
عنه حين حاربته قال محمد وبقول
ابراهيم فاخذ وهو قول ابي حنيفة .

حضرت ابراہیم (نخعی) نے بیان فرمایا ہے کہ اہل کوفہ
نے قنوت حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اخذ
کی ہے کیونکہ انھوں نے اس وقت قنوت پڑھی جب
حضرت معاویہ سے ان کی جنگ ہوئی ، اور اہل شام
نے حضرت معاویہ سے قنوت اخذ کی ہے کیونکہ وہ بھی
جنگ علی رضی اللہ عنہ کے وقت قنوت پڑھا کرتے تھے ،
امام محمد نے فرمایا کہ حضرت ابراہیم کے قول پر ہمارا عمل
ہے اور امام ابوحنیفہ کا بھی یہی قول ہے ۔ (ت)

جہالت ۱۵ : ” بعید نہیں کہ ان حضرات نے قنوت اس مضمون کی پڑھی ہو کہ اللھم ا صلح بیننا و
بین قومنا فانھما اخواننا بغوا علیہما (اے اللہ ! ہمارے اور قوم کے درمیان صلح پیدا فرما کیونکہ
وہ ہمارے بھائی ہیں انھوں نے ہمارے خلاف بغاوت کر دی ہے ۔ ت) امیر المومنین کی طرف سے یہ قنوت
مطل کیا امیر مغویہ بھی تھا؟ اللہ امیر المومنین کو باغی سمجھتے تھے یہ زاجا بلا نہ افترا ہے امیر مغویہ رضی اللہ تعالیٰ
عنہ سے صاف تصریح بسند صحیح موجود ہے کہ مجھے خلافت میں نزاع نہیں تھی میں اپنے آپ کو مولیٰ علی کا ہمسر
سمجھتا ہوں ،

وانی لاعلم انہ افضل منی و احق بالامر
ولکن لستم تعلمون ان عثمان قتل ظلما
وانا انت حبه و ولیہ اطلب بد صہ یلہ
رواہ یحیی بن سلیمان الجعفی استاذ
الامام البخاری فی کتاب صفین بسند جید
عن ابی مسلم الخولانی .

میں خوب جانتا ہوں کہ امیر المومنین کرم اللہ تعالیٰ
وجہہ مجھ سے افضل و احق بہ امامت میں مگر تمہیں
خبر نہیں کہ امیر المومنین عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ظلماً
شہید ہوئے میں اُن کا ولی اور اپنی جگہ ہوں اُن کا قصاص
مانگتا ہوں ۔ اے امام بخاری کے استاد یحییٰ بن سلیمان
الجعفی نے کتاب صفین میں سند جید کے ساتھ
ابو مسلم خولانی سے روایت کیا ہے ۔

جہالت ۱۶: خود ہی سوال میں لکھا "جب قنوت عند النازل جائز ہوئی تو ہر مصیبت پر جائز ہوتی چاہے جس طرح قلت باران، سیلاب، زلزلہ، آکندہ، امراض مختلفہ خاص کر وبا اور طاعون کہ وہ اشد النازل ہے" اور جواب دیا "ہمارا تمہارا قیاس بیکار ہے ان مصیبتوں کے لئے شارع علیہ السلام نے جہاں جہاں طریقہ بتا دیا اور ان کا حکم بھی سننادیا چنانچہ کتب فقہ ان سے مملو ہیں الخ" اس کو قیاس بتانے کی جہالت اور مذکور ہو چکی مگر طاعون کو خود اشد النازل" لکھنے سے رہا سہا اور بھی جمل کا پردہ کھل دیا جب قنوت نازل ثابت اور طاعون سب سے سخت تر نازل ہے تو اس کے لئے بدلہ انص قنوت ثابت اور بدلہ انص سے اثبات کو قیاس بتانا سخت جہالت، اب مصنف ضروری سوال کی مثال اس ذی ہوش کی طرح ہے جس سے کہا جائے والدین کو مارنا حرام ہے کہ اللہ عزوجل نے فرمایا لا تقفل لہما آفت ماں باپ سے ہوں نہ کہہ۔ جب ہوں کہنے سے مخالفت ہے تو مارنا اس سے سخت تر ہے بدرجہ اولیٰ منہ سے وہ کہے ہمارا تمہارا قیاس مسائل فقہیہ وغیرہ میں بیکار ہے "قرآن میں تو کہیں والدین کو مارنے کی ممانعت نہیں ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلیٰ العظیم۔

جہالت ۱۷: قلیٰ نظر اس سے قلت و کثرت باران و سیلاب و زلزل و دریا و امراض مختلفہ سب کے لئے جہاں جہاں طریقہ شارع صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہاں بتایا، اگر اس بیان پر مصنف سے مطالبہ کیا جائے تو خود ہی اپنی جہالت کا اقرار کرنا پڑے، بالفرض جہاں جہاں طریقہ ارشاد بھی ہوئے ہوں تو سب کے لئے ایک طریقہ عام ہونے کی کیا مثالی ہے پھر اس باب سے سوائے اپنے اظہار علم اور کیا حاصل ہوا۔

جہالت ۱۸: اشباہ والنظائر والے صاحب نے فرمایا ہے کہ ۹۹۹ء کو سننادے میں مصر اتفاقاً ہوا میں لوگوں نے مجھ سے پوچھا طاعون میں قنوت پڑھنے سے، سو میں نے جواب دیا کہ اس کی تصریح کہیں نہیں، حکم نہیں کر سکتا، چنانچہ

قوله سلئت عنہ فی الطاعون سنتہ تسعم و تسعین وتسعمائة بالقاءھرة فاجبت ہائی
لہام لا صریحاً۔
۹۹۹ء میں سوال کیا گیا تو میں نے جوابا کہا اس پر تصریح میرے مطالعہ میں نہیں آئی۔ (ت)

صاحب اشباہ ورحمہ اللہ کا انتقال ہر شتم رجب ۱۰۰۰ء کو ہوا۔ طوہر حموی شرح اشباہ فن ثانی کتاب القنوت میں نقل فرماتے ہیں ا

قد توفي المصنف رحمہ اللہ لثمان مہربین مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ کی وفات رجب ۱۰۰۰ء

من رجب سنة سبعين وتسعمائة ۱۰۰۰ھ میں ہوئی (ت)
 آپ ۹۹۹ھ کا واقعہ اُن سے لکھا رہے ہیں حقیقتہً اشباہ میں یہاں سنۃ تسع وستین وتسعمائة یعنی
 ۹۹۹ھ نو سو انتہر جے آپ ۹۹۹ھ بتا رہے ہیں۔

بہالت ۱۱۹: اور پھر بیان کیا (یعنی صاحب اشباہ نے) کہ اگر کوئی قنوت پڑھا چاہے تو اکیس
 دو رکعت نماز نفل کی نیت کر کے پڑھے چنانچہ

یقننت للطاعون لانه اشد التوازل بل ذکرہ ۱۰۰۰ھ
 قنوت پڑھے واسطے طاعون کے مقررہ بڑی
 سخت ہے سختوں سے مگر جماعت سے نہ پڑھے
 بلکہ پڑھے دو رکعتیں اکیلے اکیلے اہ نیت کرے
 دو رکعت نفل کی واسطے دفع طاعون پورا ہوا حاصل مطلب
 اشباہ والے کا۔

قطع نظر اس سے کہ یہ عبارت اشباہ کی نہیں بلکہ صاحب اشباہ سے ناقل کی ہے اور اس میں بل ذکر کی ضمیر خود

علیہ ضروری سوال میں یونہی لکھا اور اسی غلطی کی بنا پر طاعت کو خود بھی اشد التوازل کہا حالانکہ اشباہ میں من اشد التوازل (م)

علیہ حکذا بخطہ وصوابہ بل ذکر ۱۲ (م) یہ ان کی تحریر ہے اور درست بل ذکر ہے (متن)

علیہ حکذا بخطہ وصوابہ رکعتین (م) یہ ان کی تحریر ہے درست رکعتین ہے۔ (متن)

علیہ ظاہر کہیں طحاوی حاشیہ مرقی الطلاح دیکھنے کو مل گئی اس میں انہوں نے فرمایا تھا،

فی الاشباہ یقننت للطاعون لانه من

اشد التوازل بل ذکر انہ یصلی

لہ رکعتین فوا دی وینوی رکعتا

رافع الطاعون ۱۰۰۰ھ

کی کی جاسے۔ (ت)

یہ صاحب اپنی خوش فہمی سے سمجھے کہ یہ سب عبارت فی الاشباہ کے تحت میں داخل ہے ۱۲ (م)

۱۰۰۰ھ غزیمون البصار شرح الاشباہ فی ثانی کتاب الوقف مطبوعہ دارۃ القرآن العلوم الاسلامیہ کراچی ۱/۳۰۸

۱۰۰۰ھ حاشیہ الطحاوی علی مرقی الطلاح باب الوتر نور محمد تجارت کتب کراچی ص ۶-۲

صاحبِ اشباہ ہی کی طرف سے جسے آپ نے چنانچہ ذکرِ عبادتِ اشباہ ہونے کا اٹھا رکھا اور بل ذکر کا مطلب کچھ نہ بنا لہذا اُسے ترجمہ سے خارج کر دیا طرفِ سخت جہالتِ فاشیہ ہے کہ دو رکعت پڑھنے کے مسئلہ قنوت کا ترجمہ بنا دیا کہ قنوت پڑھا چاہے تو ایک دو رکعت نفل کی نیت کر کے پڑھے اور اسی لئے اپنی طرف سے ترجمے میں ”مگر“ تراش لیا کہ ”مگر جماعت سے نہ پڑھے“ حالانکہ کوئی کم علم بھی عبارتِ اشباہ خواہ عبارتِ مذکورہ ناقلِ عن الاشباہ دیکھ کر کسی طرح اس جہالت کا گمان بھی نہ کرے گا۔ اشباہ میں تو قنوت طاعونِ ثابت فرما کر نماز طاعون کا مسئلہ ہی جدا شروع فرمایا اور بعد اگانہ دلیلوں سے اُس کا ثبوت دیا۔

حيث قال صرح في الغاية بانه اذا نزل بالمسايين
نازلة قلت الامام في صلوة الفجر فالتقنوت
عندنا في النازلة ثابت ولا شك ان الطاعون
من اشد النوازل وفي السراج الوهاج قال
الطحاوي لا يقنن في الفجر عندنا من غير بلية
فان وقعت فلا بأس به كذا في المنتقى انتهى
فان قلت هل له صلوة قلت هو كان خسوف
لما في منية المفتي في الخسوف والظلمة
في النهار واشتداد الريح والمطر والثلج
والافزاع وعموم المرض يوصل وحدها
انتهى ولا شك ان الطاعون من قبيل عموم
المرض فتسن له ركعتان في احدى المختصا
ثر الباري، شديد خوف يا مرض عام لاقى هو طاعة قنوتها نماز ادا کریں انتہی اور اس میں کوئی شک نہیں کہ طاعون
ایسی مرض ہے جو عام لوگوں کو لاحق ہو جاتی ہے لہذا اس کے رفع کے لئے بھی دو رکعات تنہا ادا کرنا سنت
ہوگا اور مختصراً (ت)

اور ناقل نے بھی بل ذکر لکھ کر اُسے جدا کر دیا تھا مگر جب آدمی کو مسل سہل عبارات کا ترجمہ سمجھنے کی قیادت نہ ہو تو مجبور ہے۔

جہالت ۲۰ اس سے بھی سخت تر جہالت یہ کہ صاحبِ شاہ کا مطلب وہ ٹھہرایا کہ طاعون میں قنوت کی تصریح کہیں نہیں میں حکم نہیں کر سکتا اور عبارت یہ نقل کی کہ یقیناً للطاعون جس کا آپ ہی ترجمہ کیا کہ قنوت پڑھے واسطے دفع طاعون کے۔ کیوں حضرت! کیا یہ حکم نہ ہوا، واقعی جو بزرگوار اپنا لکھا آپ نہ سمجھ سکے پورا معذور ہے یہ سر دست بین جہالتیں ہیں اور شروع کلام میں اولاً سے خامساً اور اس کے تنبیہ میں اول سے چہارم تک جو سخت وجہ قاہرہ سے "فوری سوال" کی بجا ملتیں جہالتیں ثابت کی گئیں انہیں شامل کیجئے تو یہاں تک ۲۹ جہالات شدیدہ بیان ہوئیں اب عیسویں جہالت سب سے بڑھ کر سخاوت ملاحظہ ہو: فوری سوال کی ساری محنت وجہانکا ہی اپنے اس ادعا سے باطل کے اثبات کو تھی کہ فتنہ و غلبہ کفار کے سوا طاعون وغیرہ نازل کی قنوت کذب باطل و بہتان بے ثبوت و گناہ و بدعت و ضلالت و فی النار ہے جو اسے ثابت مانے اس پر حکم تعمیل تو بے واسطہ کفار سے ساڑھے پانچ ورق کی تحریریں وئس صفحے اسی مضمون میں سیاہ کئے یہ سب کچھ لکھ لکھا کر اب چلتے وقت عاشیہ پر ایک فائدہ کا نشان دیا "فتنہ زمانہ طاعون میں نماز پڑھنے کی ترکیب" اور متن میں لکھا "هذه الكيفية لصلوة الطاعون (یہ نماز طاعون کا طریقہ ہے۔) پچھلے دل میں نیت کر کے زبان سے کہے نیت ان اوصالی اللہ تعالیٰ رکعتین صلوة النفل لدفع الطاعون متوجہا الی جهة الکعبة الشریفة اللہ اکبر (میں اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے رفیع طاعون کی خاطر دو رکعات ادا کرتا ہوں اس حال میں کہ میں کعبۃ اللہ کی طرف متوجہ ہوں۔) پھر وہ سری رکعت کے آخر کو شیخ میں جو قنوت ماثور ہو پڑے کہ مشکل ہو اور طاعون کے اور اگر ایسی قنوت اس کو یاد ہی نہ ہو تو رہنا اتنا فی الدنیا حسنة و قنار بنسا عذاب النار پڑے یہ آیہ وافی بلیہ جامع جمیع ادعید کی ہے۔ اللہ تعالیٰ دونوں کے ارادے سب جانتا ہے پچھلے وہ اگلا پچھلا لکھا یا بھولنا دکنار یہی یاد نہ رہا کہ فوری سوال کی تحریر کس غرض کے لئے تھی کس بات کا مدعی، کا ہے اس کا رہنما اپنے زعم میں جنت کا راستہ کی طریق نار تھا خود ہی کذب و بہتان بنانے لگے ضلالت و فی النار کی ترکیبیں بنانے لگے یا رب مگر اسے اتلا لیا تو اس کے سوا کیا کہنے، طرف یہ کہ اوپر سوال قائم کیا تھا "بارادہ دفع طاعون یاد باکری سی قنوت ہے" اور جواب دیا تھا "کہیں پتا نہیں" اب حکم ہوتا ہے کہ قنوت ماثورہ پڑھے کہ مشکل ہو اور طاعون کے "اب خدا جانے کہاں سے اس کا پتا لگ گیا۔" تصحیفات اغلاط یعنی جہالت کچھ ہے اور پڑھیں کچھ، یوں تو زیادت و نقص و تبدیل ہر قسم کی خطا اس "فوری سوال" میں موجود ہے یہیں

علم یہ ترکیب بھی نئی ہے قنوت میں ملا مختلف ہیں کہ قبل رکوع ہے یا بعد آپ فرماتے ہیں خود رکوع میں پڑھے ۱۲ (م)
علمہ تحریر تہذیبی یونہی ہے جیسے کپڑوں میں پانچ کو پانچ مقبولہ لکھتے ہیں ۱۲ (م)

”قناہنا عذاب النار“ کو آیت بنا دیا حالانکہ قرآن عظیم میں قنا کے بعد لفظ مرینا لکھا نہیں، من اشهد التوازل سے من اڑا کر طائون کو اشہد التوازل لکھا اور اپنے ہی پاؤں پر تیشہ مارا، عبارت اشباہ میں سبعین کو تسعین بنایا مگر زیادہ اظہار علم کو تصغیف میں یہ ہیں شیبان بن خروخ کو اصل عبارت سند اور ترجمہ دونوں میں شیبان بن خروخ لکھا یہ نام صحیح مسلم و سنن ابی داؤد و سنن نسائی میں خدا جانے کتنی جگہ آیا ہے اگر یہ کتابیں پڑھی ہوتیں تو ایسی غلطی شاید نہ ہوتی اللہم اشہد و وطئتک علی مضر و وجک آیا دونوں جگہ و طئتک بہم و بجائے تا بنایا اور قبیلہ قارہ کو کہ یہ لفظ بھی وارد ہوا تھا دونوں جگہ صاف قارہ بحرف فاء بجائے قاف تحریر کیا اور سب میں اخیر کا لطیفہ یہ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مناجات مروی ہے،

اللہم لا قابض لما بسطت ولا باسط لما قبضت ولا هادئ لما مضت ولا مضئ لما هدیت ، ولا معطئ لما منعت و لا مانع لما أعطیت ، ولا مقرب لما باعدت ولا مباعد لما قربت	اے اللہ! جس چیز کو تو نے کش دیا اسے کوئی سمیٹنے والا نہیں، اور جسے تو نے بند کر دیا اسے کوئی کھولنے والا نہیں، اور جس کو تو نے ہدایت دی اسے کوئی گمراہ کرنے والا نہیں اور جس کو تو نے گمراہ کیا اسے ہدایت دینے والا کوئی نہیں، اور جو تو نے عطا کیا اسے کوئی روکنے والا نہیں، اور جو تو نے روک لیا اسے کوئی عطا کرنے والا نہیں، اور جس کو تو نے دور کر دیا اس کو قریب کرنے والا کوئی نہیں، جس کو تو نے قریب کیا اسے دور کرنے والا کوئی نہیں۔ (دست)
--	--

آپ اسے نکلتے ہیں اللہم لا قابض لما بسطت و یا باسط لما قبضت۔ اہل علم کی غلطی اس طرح کی نہیں ہوتی، اتنا بھی نہ سمجھا کہ یوں ہوتا تو یا قابضا لما بسطت و یا باسطا لما قبضت نصب کے ساتھ ہوتا نہ بالضم کہ برہر حصول معمول کلمہ شبہہ مضاف ہو کر مفرد نہ رہا اور نصب واجب ہوا کہ قولک یا طاہا جبلا و یا خیرا من مزید اور یہ جو حدیث نقل کی جس میں یہ مناجات مذکور ہوئی

عَلَّہ یعنی چُڑھ ۱۲ (م) عَلَّہ یعنی نشیب ۱۳ (م) عَلَّہ یعنی چُڑھا ۱۴ (م)

۱۔ مسند الامام احمد بن حنبل حدیث جہد اللہ الزدی مطبوعہ دار الفکر بیروت ۳/۲۲۳
 ۲۔ دُرُ مُشَوَّر تحت آیت وَلَکِنَّ اللّٰہَ جَبَّ اَیْکُمُ الْاِیْمَانَ مطبوعہ منشورات مکتبۃ آیۃ اللہ الخلیفہ قم ایران ۶/۸۹
 ۳۔ کنز العمال غزوۃ اُحمد حدیث ۴۰۰۴۰ مطبوعہ موسستہ الرسالہ مکتبۃ التراث الاسلامی بیروت ۱/۲۳۳

اقول والا دل عندی اولی لقول رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اسلم ما لہما اللہ وغفار غفر اللہ لہما ما واللہ ما اسنا قلته ولكن اللہ قال رواہ مسلم عن ابی ہریرۃ واحمد والطبرانی فی الکبیرہ المحاکم عن سلمۃ بن الاکحوم وابوبکر بن ابی شیبۃ عن خفاف بن ایماہ الغفاری وابویعلی الموصلی عن ابی ہریرۃ الاسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

اقول میرے نزدیک پہلا احتمال اولیٰ ہے کیونکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اسلم سے اللہ تعالیٰ نے مصالحت فرمائی اور غفار کے لئے اللہ تعالیٰ نے مغفرت فرمائی، خبردار! خدا کی قسم میں نے یہ بات خود نہیں کی لیکن اللہ تعالیٰ نے فرمائی ہے۔ اس کو امام مسلم نے ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ اور امام احمد نے اور طبرانی نے کبیر میں اور امام حاکم نے سلم بن اکوع اور ابوبکر بن ابی شیبہ نے خفاف بن ایماہ غفاری سے اور ابویعلیٰ موصلی نے ابو ہریرہ اسلمی رضی اللہ عنہ روایت کیا ہے۔

مصنف ضروری سوال نے اپنی نادانی سے غفار و اسلم کو ولید پر معلوف اور انجہ کے نیچے داخل سمجھا گویا یہ قبائل انصار بھی مکہ ولید و سلم و عیاش وضعفا سے مومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین دستِ کفار میں گرفتار تھے ان سب کی نجات کے لئے دعا فرمائی جاتی تھی حالانکہ یہ حدیث اُس حدیث سے جدا ہے صحیح بخاری شریف صفۃ الصلوٰۃ میں ہے ذکر غفار و اسلم صوف حدیث اول روایت فرمائی اور استسقامیں کہ اسے اس کے ساتھ روایت کیا صاف فصل بتا دیا

حیث قال عن ابی ہریرۃ انت النسبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کانت اذا رفعہ رأسہ من الرکعۃ الاخیرۃ یقول اللھم انج عیاش بن ابی سربیعۃ اللھم انج سلمۃ بن ہشام اللھم انج الولید بن الولید اللھم انج المستضعفین صحت المؤمنین اللھم اشد دو طائفتی علی مفسر

جہاں فرمایا: ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام آخری رکعت سے سر اٹھاتے تو یہ کہتے اسے اللہ! نجات دے عیاش بن ابی ربیعہ کو، اسے اللہ! نجات دے سلمۃ بن ہشام کو، اسے اللہ! نجات دے ولید بن ولید کو، اسے اللہ! نجات دے مومنین میں سے ضعیفوں کو، اسے اللہ! تو اپنی سخت گرفت فرما مفسر پر ۱۰۱

اللهم اجعلها سنين كسنى يوسف وامن
النسبى صلى الله تعالى عليه
وسلم قال غفاس غفر الله لهما
واسلمهما الله تعالى۔
اللہ ! ان پر قوط مسلط فرما جس طرح یوسف علیہ السلام
کے زمانے میں قوط ہوا۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ
والسلام نے فرمایا، غفار کے لئے اللہ تعالیٰ نے
مغفرت فرمائی ہے اور اسلم سے اللہ تعالیٰ نے صلح
فرمائی ہے۔ (ت)

فتح الباری و عمدة القاری و ارشاد الساری شروح صحیح بخاری میں ہے :

قوله وان النسبى صلى الله تعالى عليه وسلم الخ
حديث اخره هو عند (البخارى) بالاسناد
المذكور كانه سمعه هكذا فاورد كما سمعه
خزاد العيني وقد اخرج احمد كما اخرج
البخارى عليه
قوله ان النسبى صلى الله تعالى عليه وسلم الخ
یہ دوسری حدیث ہے اور یہ بخاری کے ان مذکورہ سند
سے ہی مروی ہے، گویا انہوں نے اسی طرح سن کر شامل
کر لیا۔ اور عینی نے یہ بات زیادہ لکھی کہ اس کو امام احمد
نے بھی تحریر کیا جس طرح اس کو امام بخاری نے تحریر کیا۔

ذی ہوش نے یہ بھی نہ دیکھا کہ روایت میں غفار م فرج ہے نہ نصیب نہ نصیب پر حلف کیونکہ لکن اعطى
روایت ضروری سوال میں واقع ہر معنہ بطور خود ذکر کیا جسے بے اصل اطلاق سے بھر دیا، غلط عبارت
یہ ہے ایک عام بیٹا مالک کا دھوکہ دے دو اور نصیب پیغمبر خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس ہدیہ لایا حضور نے فرمایا
ہم کافر کا ہدیہ قبول نہیں کرتے وہ اسلام تو نہ لایا مگر انکار بھی نہ کیا اور بولا اسے حبیب خدا! میرے پیچھے ایک قوم
ہے آپ چند اصحاب ہمراہ دو تو امید کہ وہ سب مسلمان ہو جائیں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شریا چاہیں
ہو ان انصاری سے جو سب کے سب قرآن مجید کے حافظ تھے عامر کے ہمراہ کر دے اور ایک راہبر بھی ہمراہ ہو لیا ان

عن سب انصاری نہ تھے بعض مہاجر تھے تھیں میں سے، کان اکثرہم من انصار و اربعة من المهاجریۃ
(ان میں اکثر انصار تھے اور چار مہاجرین تھے)۔
(باقی اگلے صفحہ پر)

۱۳۶/۱ صحیح بخاری ابواب الاستسار باب دعاء النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی
۲۶/۱ عمدة القاری شرح بخاری مطبوعہ ادارة الطباعة المنيرية بیروت
۴۱۰/۲ فتح الباری مطبوعہ دار المعرفہ بیروت
۲۳۶/۲ ارشاد الساری مطبوعہ دار الکتاب العربیہ بیروت
۴۵۲/۱ تاریخ النخیس سریت المنذر بن عمر الخ ہرموزہ مطبوعہ موسسة شعبان بیروت

پر مندرکوسروار کیا اور بنام عامر بن طفیل ایک خط لکھا اگر حوالہ مندرکے کر دیا، یہ صحابہ بر معونہ کے قریب پہنچ کر وہیں قیام کیا پھر ایک شخص کے ہاتھ وہ خط عامر بن طفیل کے پاس بھجوا دیا، جب وہ خط عامر بن طفیل نے پڑھا آگ کا شعلہ بن گیا اور جھپٹ کر خط پہنچانے والے کو قتل کر ڈالا، پھر اپنے تمام حلیفوں اور قبیلوں کی کمک کے ساتھ ان صحابہ کو قتل کر ڈالا اور مندرک کو زندہ قید کر لیا، قطع نظر اس سے اوکلا عامر بن مالک ابوہریرہؓ نے اسے حبیب خداؐ ہرگز نہ کہا کہ یہ خاص کلمہ اسلامی تھا۔

ثانیاً "بمراہ ہو یا" سے ظاہر ہے کہ بطور خود ساتھ ہو یا حالانکہ حدیث میں ہے خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مطلب سلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو رہبری کے لئے ہمراہ فرمادیا تھا۔

فقد اخرج الطبرانی من طريق عبد الله ابن لهيعة عن ابى الاسود عن عروة قال قال نبى الله صلى الله تعالى عليه وسلم المنذر بن عيسى والساعدي وبعث معه المطلب السلمي ليد لهم على الطريق. الحديث ذكر في الاصابة في ترجمة المطلب. طبرانی نے اس کی تخریج عبد اللہ بن لہیعہ کے طریق سے انہوں نے ابوالاسود انہوں نے عروہ سے روایت کیا، کہا کہ پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے منذر بن عیسیٰ و الساعدی کو بھیجا اور ان کے ساتھ مطلب سلی کو بھی بھیجا تاکہ ان کو راستہ بتائیں، الحدیث: اس کو الامامہ میں مطلب کے عنوان کے تحت ذکر کیا۔ (ت)

ثالثاً قربان اقدس خاص بنام عامر بن طفیل نہ تھا بلکہ وہ اسے محمد بنی عامر کے نام تھا، غیس میں ہے، و کتب

(بقیہ ماثیہ صفحہ ۵۱۷)

دارج میں ہے، اکثر ایشاں انصار ہندو بعضے از مہاجرانی (ای میں اکثر انصار تھے اور کچھ مہاجر تھے۔ ت) نیز غیس میں ہے،

لہیکن القراء المذكورون كلهم من الانصار بل كان بعضهم من المهاجرين مثل عامر بن خزيمة مولی ابی بکر الصدیق و نافع بن عبد ربیع و قاء الخزاعی و غیر ہما رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ ذکر تمام قرار انصار نہ تھے بلکہ کچھ مہاجر بھی تھے جیسا کہ عامر بن خیمہ مولی ابوبکر الصدیق اور نافع بن عبد ربیع بن درفہ، حسنہ امی و غیر ہما رضی اللہ تعالیٰ عنہم مہاجر تھے۔ (ت)

۱۔ الامامہ فی تفسیر الصحابہ بحوالہ الطبرانی ترجمہ المطلب السلی ۸۰۲۹ مطبوعہ دار صادر بیروت ۲/۲۵۵
۲۔ دارج النبوة سریت بر معونہ مطبوعہ فورید رضویہ سکیم ۲/۱۴۳
۳۔ تاریخ الخلیس سریت المنذرانی بر معونہ ر۔ موسسہ شعبان بیروت ۱/۴۵۲

کتا بانی دوسرا نجد و بنی حاصلو (اور آپ نے نجد کے رئیسوں اور بنی عامر کے نام خط لکھا۔ ت) طاریج میں ہے،
مکتوبہ بروسانے نجد و بنی عامر نوشت۔

مرابعا حافظ قرآن کے اگر یہ معنی کہ قرآن مجید سے کچھ یاد تھا تو اس میں ان صحابہ کی کیا خصوصیت؟ انہیں
قرآن نام کہنے کی یہ وجہ نہیں ہو سکتی اور اگر یہ مراد کہ جس قدر قرآن عظیم اس وقت آراء سب ان سب کو یاد تھا تو اس
کا کوئی ثبوت نہیں بلکہ انہیں قرآن کہنے کی وجہ یہ کہ شب کو درس و تلاوت قرآن مجید میں بکثرت مشغول رہتے۔ صحیح بخاری
میں انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے: یتدارسون القرآن باللیل والصلوٰۃ (رات کو قرآن اور نماز پڑھتے۔ ت)
عمدة القاری کتاب الجہاد باب العون بالمدویں ہے: سموا بہ بکثرة قراءتہم (قرآن اس لئے انہیں
کہا گیا کہ کثرت سے قرآن پاک پڑھتے تھے۔ ت)

خواہسا عامر بن طفیل کے خاص اپنے قبیلہ بنی عامر نے ہرگز ملک نہ دی بلکہ صاف انکار کر دیا کہ تیرا چچا عامر بن
ناک انہیں اپنی پناہ میں لے چکا ہے ہم اس کا ذرہ برگز نہ توڑیں گے۔ جواب لہ زیر میں ہے،

استصرخ علیہم بنی عامر فلو یجیبوہ، و قالوا: عامر بن طفیل نے مسلمانوں کے خلاف بنو عامر قبیلہ کو مدد
لینا نخواستہ ابا براء، و قد عقد لہم عقد آجوا۔ کے لئے آواز دی پس انہوں نے مدد سے انکار کیا اور
انہوں نے صاف کہہ دیا ہم تیرے چچا ابو براء کا صحابہ نہیں توڑیں گے کیونکہ اس نے ان مسلمانوں کو پناہ دینے کا
معاہدہ کر رکھا ہے۔ (ت)

۳۵۲/۱	مطبوعہ موسسہ شعبان بیروت	سرۃ المنذر بن عمرو الی بزمعونہ	سہ تاریخ الخلیس
۱۴۲/۲	نذیر رضویہ سکھر	سرۃ بزمعونہ	سہ مدارج النبوة
۴۳۱/۱	قدیمی کتب خانہ کراچی	کتاب الجہاد	سہ صحیح بخاری
۵۸۲/۲	~ ~ ~ ~	کتاب المغازی	صحیح بخاری
۲۷۰ و ۲۳۵/۳	دار الفکر بیروت	از مسند انس رضی اللہ عنہ	مسند احمد بن حنبل
۷۵/۲	دار المعرفۃ بیروت	سرۃ بزمعونہ	شرح الزرقانی علی الواجب
۳۱۰/۱۲	ادارۃ الطباعة المنیریہ بیروت	باب العون بالمدد	سہ عمدة القاری شرح بخاری
۴۲۶/۱	المکتب الاسلامی بیروت	سرۃ بزمعونہ	سہ مواہب لدنیہ

فت: صحیح بخاری میں یہ حدیث دو جگہوں پر منقول ہے اس میں یتدارسون کی جگہ یحطون کا لفظ ہے البتہ بعینہ انہی
الفاظ کے ساتھ یہ حدیث شرح الزرقانی میں موجود ہے خالطہ ہو۔ تیز راجحہ سعیدی

سیرت ابن ہشام میں ہے :

استصغرہ علیہم بنی عامر فابوا ان یجیبوہ الی
مادعائہم الیہ وقالوا لن نخضر الی آخر
ما صرح۔
تیس میں ہے :

استصغرہ عامر بن الطفیل بنی عامر علی المسلمین
فامتنعوا وقالوا لا نخضر ذمۃ الجب ہوا
حلف الی۔

دارج میں ہے : تمامہ بنی عامر از جنگ مسلمانان ابا آوردند تمام بنو عامر نے مسلمانوں سے جنگ کرنے
سے انکار کر دیا۔ ت)

سادساً عامر بن طفیل کا مخالف فرمان اقدس حسرت بن طمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کرنا بھی خلاف تحقیق
ہے بلکہ ان کا قاتل اور شخص تھا کہ بعد کو اسلام لے آیا کسا دواہ الطبری عن ثابت البنانی عن انس بن
مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ (اس کو طبرانی نے ثابت بناتی سے انھوں نے انس بن مالک سے روایت کیا۔ ت)
اور عبد اللہ عامر بن طفیل کفر پر مراکفا فی صحیح البخاری عن اسحق بن ابی طلحہ عن انس بن مالک رضی اللہ
تعالیٰ عنہ (جیسا کہ صحیح بخاری میں اسحق بن ابی طلحہ سے انھوں نے انس بن مالک سے روایت کیا۔ ستہ)
صحیح بخاری شریف میں ہے :

جعل یحد ثہم فادماوا الی مرسل فالتہ من
خلفہ قطعہ۔

یعنی حرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کافروں کو پیام اقدس
پہنچاتے اور ان سے باتیں فرما رہے تھے کہ انھوں نے
کسی کو اشارہ کیا اس نے پیچھے سے آکر نیزہ مارا۔ ات)

امام حافظ الشافعی نے فتح الباری میں فرمایا : لو اعرفت اسم الرجل الذی طعنتہ لہجے انس

۱۸۵/۲	مطبوعہ دار الفکر بیروت	سریہ بزمعون	سیرت ابن ہشام
۴۵۲/۱	• موسستہ شعبان بیروت	سریہ المنذر الی بزمعون	سیرت تاریخ التمیم
۱۳۲/۷	• قریہ رضویہ سکھر	سریہ بزمعون	سیرت مدارج النبوة
۵۸۶/۲	• قیدی کتب خانہ کراچی	غزوۃ الریحہ : جلد و ذکر ان الخ	سیرت صحیح بخاری
۳۹۱/۸	• مصطفیٰ البانی مصر	• • •	فتح الباری شرح البخاری

نیز دمارنے والے کا نام معلوم ہوا۔ زرقانی شرح مواہب میں ہے:

فی الطبرانی من طریق ثابت عن انس امان

قاتل حوامر بن ملحان اسلم و عامر بن اطفال

مات کافر اکما نقد مر انتھی من الفتوح

سابعاً ان سب سے قطع نظر کے بعد اس میں ایک غلطی یہ ہے کہ جب وہ خط عامر نے پڑھا آگ بگولہ ہو گیا۔

کتب سیر میں تصریح ہے کہ اس غیث نے فرمان اقدس دیکھا تک نہیں۔ سیرت ابن اسحق و سیرت ابن ہشام و

مواہب لدنیہ میں ہے: لما اتاک لہ ینظری الی الکتاب (جب اسے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا خط ملا تو اس نے

خط نہ پڑھا۔ ت)

شاہناخت غلط فاحش یہ ہے کہ "مندر کو زندہ قید کر لیا" حالانکہ منذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ عین معرکہ میں

شہید ہوئے، معالم التنزیل میں ہے:

قتل المنذر بن عمرو واصحابه الاثنتہ نفس

کانوا فی طلب ضالۃ لہم الا

مدارج میں ہے:

تم اصحاب شہید شدند الا منذر بن عمرو باو گفتند اگر

نواہی تر امان و ہم امان و ایشاں را قبول نہ کرد و

با ایشاں مقاتلہ کرد تا شہید شد بگئے

سیرت ابن اسحاق و ہشام میں ہے:

لما رآہم اخذوا سبویہم ثم قاتلوہم

حتی قتلوا من عند اخرہم یرحمہم اللہ

شرح الزرقانی علی المواہب سر یہ بر معونہ

مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۶۶/۲

کتب مواہب لدنیہ

تاریخ الخلیفہ سر یہ منذر بن عمرو الا بر معونہ

مطبوعہ دار الاسلامی بیروت ۴۲۶/۱

مطبوعہ نور بدین بیروت ۴۵۳/۱

مطبوعہ نور بدین بیروت ۱۳۴/۲

ف: معالم التنزیل میں منذر بن عمرو کا ذکر دو جگہ (ص ۴۱۷ و ۴۱۸) پر نظر سے گزرا ہے وہاں یہ عبارت نہیں مل سکی

ابن تاریخ الخلیفہ میں معالم التنزیل کے حوالے سے جتنی بھی عبارت نقل کی ہے اس نے تاریخ الخلیفہ کے حوالہ نقل کیا ہے۔

مذہب احمد

الاکعب بن مزید اخا بن دینار بن النجاس
فانهم تركوه وبه وقع خارت من بين القتلى
فجاش حتى قتل يوم الينذوق شهيدا يوم
الله

کعب بن مزید، دینار بن نجار کے بھائی کو زخمی حالت میں
چھوڑ دیا اور لاشوں میں سے وہ زندہ رہے اور بعد
میں وہ اپنی زندگی میں جنگ خندق میں شریک ہوئے
اور وہاں وہ شہید ہوئے۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ (ت)

مواہب میں ہے: قتلوا الی اخرهم الاکعب بن مزید الخ (انہوں نے سب کو شہید کر دیا صرف
کعب بن زید زندہ بچے الخ۔ ت) ہمیں میں ہے: قتلوا من عند اخرهم الاکعب بن مزید الخ (انہوں نے
کعب بن زید کے علاوہ سب کو موقع پر شہید کر دیا الخ۔ ت) خود حدیث میں ہے حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم نے فرمادی:

ان اخوانکم نقوا المشركين فاقتلوهم فله
يبقى منهم احد وانهم قالوا اينما يذبح قومنا
انا قد رضينا ورضي عنا ربنا فانارسلهم
اليكم قدر رضوا ورضي عنهم رواه الحاكم
عن ابن مسعود رضي الله تعالى عنه

تمہارے بھائی مشرکین سے مقابلہ کرتے ہوئے شہید
ہو گئے ان میں سے کوئی نہ بچا اور انہوں نے شہید
ہوئے ہوئے دعا کی کہ اسے ہمارے رب! ہماری
طرف سے ہماری قوم کو یہ پیغام پہنچا دے کہ ہم
اللہ تعالیٰ سے راضی ہوئے اور اللہ تعالیٰ ہم سے

راضی ہوا، حضور علیہ السلام نے فرمایا میں ان کا پیغام تمہیں پہنچا رہا ہوں کہ وہ بھی اور اللہ بھی راضی ہوا۔ اس کو
حاکم نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔ (ت)

فریب وہی عوام جہالتہ اغلاط کثیرہ کے ساتھ فریب وہی عوام بھی ضروری سوال میں ضرور ہے،
فریب ۱: حدیث مذکور ابی جہان ذکر کی جو صراحتہ مطلق تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز صبح
میں قنوت نہ پڑھتے مگر جب کسی قوم کے نفع یا ضرر کی دعا فرمائی برقی تو مصنف "ضروری سوال" نے اس کا ترجمہ
لکھ کر معاً جوڑ دیا یعنی سو اس کے پیغمبر خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور کسی مصیبت پر قنوت نہیں پڑھتے
تھے "جس سے عوام تجھیں حدیث میں کسی خاص مصیبت کا ذکر ہے اسی کے لئے قنوت پڑھنے کا ثبوت ہے

۱۸۵/۲	مطبوعہ دار الفکر بیروت	سریہ بر معونہ	سیرت ابن ہشام
۴۲۶/۱	المکتب الاسلامی بیروت	"	مواہب لدنیہ
۴۵۲/۱	مؤسسۃ شعبان بیروت	"	تاریخ الخلفاء
۱۱۱/۲	مطبوعہ دار الفکر بیروت	الاشہاد ربنا یلع الخ	المستدرک علی الصحیحین کتاب الجہاد قول الشہداء ربنا یلع الخ

باقی بہ ثبوت، اس مخالف سے جو فائدہ اٹھانا چاہا اسے ہمیں ظاہر بھی کر دیا کہ "اب یہاں سے سمجھا گیا کہ کفار ظلم کریں تو نماز فجر میں نصرت چاہئے طاعون یا وبا کے لئے قنوت ثابت نہیں۔ حالانکہ ہر الجبہ خواں عربی بتا سکتا ہے یہ محض دھوکا دیا ہے حدیث میں اصل کسی مصیبت خاص کا نام نہیں جس کے غیر پر لفظی قنوت ہو۔

قریب ۲۰ قنوت نازلہ خود بھی تو غیر مفسورخ مانی ہے اگرچہ خاص ایک نازلہ میں ہے۔ اب جو اس پر سند پیش کرتی ہوئی تو علامہ طحاوی و علامہ شامی و محقق سامی بحر طامی صاحب اشباہ و نامی کا دامن پکڑا کہ "چنانچہ ماشیہ درخت طحاوی و شامی و اشباہ و النظائر وغیرہ وغیرہ نے اس کی تصریح کی ہے" حالانکہ اوپر واضح ہو چکا کہ یہ علمائے کرام تو نہ صرف تعلیم نازلہ بلکہ خاص طاعون ہی کے لئے قنوت ثابت کر رہے ہیں جس کے سبب معاذ اللہ اس شخص کے نزدیک کذب و بہتان میں پڑے ہیں ان کے کلام پورے طور پر نقل نہ کرنا دیکھنا جو عبارت ان کے نام سے نقل کی اس میں دو کاسہ وانیال کہیں ایک یہ کہ خود ان کے ترجمہ کلام میں وہ الفاظ ملا دے جو اپنے ساختہ مذہب کے مطابق تھے، دوسرے یہ کہ ایک عربی عبارت اپنی طرف سے بنا کر اس کلام سے ملا دی اور سب کا ایک ساتھ ترجمہ کر دیا جس سے ناواقف کو دھوکا ہو کہ یہ سارا کلام ان علمائے کرام کا ہے، وہ نقل و ترجمہ غصائیہ ہے، وغیرہ وغیرہ نے اس کی تصریح کی ہے اور وہ یہ ہے کہ

وقد قننت ابو بکر الصديق وعمر وعلي ومطرية	ترجمہ اور قنوت پر ہی ابو بکر صدیق اور عمر فاروق
فالقنوت في الشاملة ثابت فافهم واختم	اور حضرت علی اور حضرت مغیرہ نے پس قنوت پچھلے
قلت والنسابة الشاملة هنا هو الذي	ہم نے سختی اور فتنہ اور فساد اور غلبہ کفار و شرار کے ثابت
منه كور في الاحاديث ولا يقاس على	ہے سو سمجھ اور قنیت جہاں اب کتابوں میں کو مراد
غيره والله اعلم۔	نازلہ سے اس جگہ وہی نازلہ مراد ہے جو مذکور ہوا ہے

حدیثوں میں ۱۰ اور نسیم خیال کیا جاوے گا اور غیر اس نازلہ کے اعتقادی ہر ایک نازلہ نہیں۔
ترجمہ اصل میں فتنہ و فساد و غلبہ کفار و شرار لفظ بڑا حد سے کہ نہ یہ علم کہیں دیکھو جو بات مولوی صاحب نے کہی تھی وہی ان کتابوں میں کہی ہے ورنہ اصل عبارت علماء میں نہ ان لفظوں کا اصل پتا نہ اس مفرض فاسد کے سوا ترجمہ میں اس پیوند کا کوئی منشا، پھر قلت سے آخر تک ایک عبارت عربی گھر کر عبارت سے ملا دی اور اس کا ترجمہ اردو کیا کہ ناواقف کم علم جانیں یہ قلت انہی علمائے غریبوں نے فرمایا ہے

عہ اس غریبی علم کو دیکھئے کہنا یہ مقصود ہے کہ لا یقاس علیہ غیوہ اور نازلہ اس پر قیاس نہ کیا جائیگا اور کہا یہ کہ لا یقاس علی غیوہ نہ قیاس کیا جائیگا اور غیر اس نازلہ کے۔ (م)

میں اس کا وجود مفقود بلکہ بالتصریح اُس میں قوت کا حکم دینا موجود اسے کس درجہ کی تحریف و بہ دینا حق و مخالفہ و قریب وہی کہا جائے والیعا ذہا لله سب العلمین ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

مخالفیت تو یہ نامہ خود اس ضروری سوال سے بھی پیدا ہوگا اُس میں اپنے طرفداروں کے ایک رسالے کی نسبت لکھا تھا کہ اُس میں سادات کوام و علمائے عظام کی شان و عظمت کے خلاف الفاظ کیلئے برتے گئے ہیں واقعی یہ کمال و سب سے بے ادبی میرے طرفداروں سے تو گویا بھی سے ہوتی ہیں نہ ان کل حضرات بابرکات سے معافی چاہتا ہوں خواہ حضرات سادات و علمائے اہل سیرت خواہ اہل مبہم خواہ آفاقی وہاں تو آج کل کے علما کو جو آپ کے طرفداروں نے کچھ الفاظ کیلئے لکھے اُس سے معافی چاہی اور ضروری سوال میں خود آپ اکابر سابقین علمائے عظام و فقہائے کوام و سادات فخریہ مثل امام قزوینی و امام ابن حجر و امام طیبی و علامہ ابن ملک و محقق زین العابدین ابن نجیم و مولانا علی قاری مکی و سید علامہ شامی و امثالہم کو معاذ اللہ کذب و بہتان کی طرف نسبت فرما رہے ہیں شاید یہ الفاظ کیلئے نہ ہوں گے۔

ثانیاً اُس میں لکھا تھا "واللہ بائدہ میں مذہب اربعہ متحدہ کہتے دل سے حق جانتا ہوں" یہاں صراحتاً قوتِ فکر کو کہ مذہب امام مالک و امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہے بدعت و ضلالت و فی النار بتایا اور صریحاً تصریحیں موجود اور امام ابن حجر مکی نے خود امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بیان مذہب میں اُسے ذکر فرمایا۔

ثالثاً اُسی میں لکھا تھا "جمہور علماء کا اتباع اختیار کیا ہوا ہے کوام نذر و نیاز عرفی میں جبکہ فقہائے کوام نے تصفیہ کر دیا ہے اور مستحسن کر رکھا ہے تو ہم انہی کی پیروی کریں یہ ایک اختلافی مسئلہ ہے لیکن بندہ اپنے پُرانے خیالات سے باز آکر اولیاء کی نذر و نیاز عرفی جو فی زمانہ خاصا عوام میں مروج ہے کہ اس کو مستحسن جانتا ہوں سوائے اُس کے میری تصانیف میں جو بات خلاف اقوال جمہور علماء ہو اُس کو واپس لیتا ہوں اور حمد کرتا ہوں کہ آئندہ علمائے کوام کے مخالف کوئی مسئلہ نہیں کہوں گا" اور یہاں مذہب اربعہ اجماع متون پر اقتصار بیان طریقہ مصدقہ جمہور شارحین اختیار کیا نسب کے مخالف مسئلہ لکھ دیا یہ ضروری سوال کی مخالفت تھی۔

رابعاً شرائط بحث میں تو صراحتاً اُس توہ کو قرار دیا نذر و نیاز عرفی اولیائے کوام قدس اسرار ہم جو فی زمانہ مروج ہے ظاہر ہے کہ زمانہ صحابہ و تابعین و تبع تابعین میں اس پر کوئی نزاع قائم نہ ہوتی نہ اس کا کوئی تصفیہ اُس وقت کے فقہائے کوام نے کیا تو لاجرم قریباً نامے میں جمہور علمائے متاخرین ہی کی پیروی کو لکھا اور ان کی مخالفت کا عند کیا تھا اب شرائط بحث کی بحث میں قزوینی بحث کے متاخرین متعین سب کو بالائے طاق رکھ کر مخالفت لکھ دیا کہ سندین میں اصول و فروع مسائل میں نہایت خیر القرون کی ہوتی چاہئے یعنی صحابہ و تابعین

تبیح تابعین اور اُس پر عمل بھی جاری ہوا ہوئے وہ بایسیت پیدا ہونے کو اولاً و ثانیاً ضروری سوال ہی کی وہ
تقریریں کہ یہ ارشاد فقہا کذب و بہتان ہے اور وہ نہ ہب ائمہ بدعت و ضلالت و فی النار ہے کافی تھیں۔
مثلاً مگر شرائط بحث میں تو صاف صاف وہی معمولی تقریر و ہدایہ کہ قرون ثلاثہ کی سند معتبر ہے باقی سب
باطل حراۃ لکھ دی اور اس کے ساتھ اور تنگی بڑھادی کہ صحابہ و تابعین کی سند بھی مقبول نہیں جب تک اُس پر
عمل نہ جاری ہوا ہو یہ باتیں ضرور و بایسیت کی ہیں۔

رابعاً اور شرط لگائی کہ "کوئی مستند کسی کتاب میں بے سند لکھا ہو وہ بغیر اسناد کے تسلیم نہ کیا جائے گا"
ہر شخص جانتا ہے کہ کتب فقہیہ متون و شروح و فتاویٰ کسی میں ذکر اسناد نہیں ہوتا تو اس شرط میں صاف بتا دیا کہ
کتب فقہ مہمل و ناقابلِ عمل ہیں ان کا مسئلہ تسلیم نہ کیا جائے گا یہ اول نمبر کی و بایسیت غیر مقلدی ہے ان وجوہ
سے ضرور ظاہر ہوتا ہے کہ یہ اپنی قدیم و بایسیت پر باقی ہے و العیاذ باللہ تعالیٰ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔
بالجملہ ان تمام بیانات جملہ سے واضح ہوا کہ ضروری سوال کی تقریر ہمارے علمائے کرام کے خلاف
ہے وہ شر اسر غلطیوں سے بھری ہے جو اسے صحیح درست بتائے سخت جاہل و ناقص ہے ضروری سوال کا مصنف
علم دین سے بہرہ نہیں رکھتا وہ نہ عبارت سمجھ سکتا ہے نہ ترجمہ کی یاقوت رکھتا ہے پھر مطلب سمجھتا تو بڑا درجہ ہے
وہ خود اپنا لکھا نہیں سمجھتا نہ نافع و مضرب نیز کرتا ہے اور اس کے ساتھ کلمات غلط کو بدلنا لکھنا یا بڑھانا نقصان
عوام کو کچھ کچھ مطلب بنانا علاوہ ہے ایسا بے علم و کج فہم مرکز فتویٰ دین کی قابلیت نہیں رکھتا نہ اُس کے فتویٰ پر اعتماد
ہو سکتا ہے۔ صحیح بخاری و صحیح مسلم و مسند امام احمد و جامع ترمذی و سنن ابن ماجہ میں حضرت عبداللہ بن مسعود
رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

اتخذ الناس مردواً ما جھلا فخلو فاختوا
بغیر علم و فضل و ادب خلوا
لوگ جاہلوں کو مرد و نابینا بنائیں گے ان سے مسئلے پوچھے
جائیں گے وہ بغیر علم کے فتویٰ دیں گے آپ بھی
گمراہ ہوں گے اور ان کو بھی گمراہ بتائیں گے۔

اس صحیح حدیث سے ثابت ہوا کہ جو ایسے شخص کے فتوے پر اعتماد کرے گا گمراہ ہو جائے گا نیز اُس کے اقوال و
کلمات سے یہ بھی ظاہر ہوا کہ وہ فقہائے کرام کی شان میں گستاخ ہے ہمارا شاد است علا کہ کذب و بہتان بتاتا
اور مذہب اہل حق کو ضلالت و فی النار بتاتا اور تمام کتب فقہ کو مہمل و بیکار ٹھہرتا ہے اس نے اپنی توبہ توڑی
اور قدیمی و بایسیت اب تک نہ چھوڑی مسلمانوں کو اس کی صحبت سے احتراز چاہئے کہ حکم صحیح گمراہی میں پڑنے کا

۲۰/۱ کتاب العلم باب کیف یقبض العلم مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی
صحیح مسلم باب رفع العلم و قبضہ الخ - نور محمد اصح المطابع کراچی ۲۴/۲

اندریشہ ہے ایسی حالت میں جو اس کی اعانت کرے اگر ایسی کی بنیاد قائم کرتا ہے یاں اگر وہ پھر از سر نو ان تمام حرکات سے تائب ہو اور ایک زمانہ تمتہ گزرے جس میں اس سے وہ باتیں صادر ہوں جن سے اس کی توبہ دوم کا بر خلاف توبہ اول تھا ہونا ظاہر ہو تو اس وقت اس سے تعرض نہ کیا جائے گا مگر اس کے فتوے پر اعتماد پھر بھی نہیں ہو سکتا کہ اس قدر سے اس کا جہل زائل ہو کر عالم نہ ہو جائے گا لاکھوں عوام شقی المذہب بیکہ اللہ ایسے ہیں جن سے تمام عمریں کبھی کوئی بات بد مذہبی یا گستاخی شان ائمہ فقہاء و کتب فقہیہ کی صادر ہی نہ ہوئی مگر جبکہ وہ بے علم ہیں مطلقاً نہیں بن سکتے۔ اللہ عز و جل قدوس سے پچائے اور بظیف غاکپائے بسند گان بارگاہ بیکس پناہ حضور پرنور سید یوم النشر صل اللہ تعالیٰ علیہ وسلم توفیق علم و عمل عطا فرمائے آمین آمین والحمد للہ رب العالمین و صلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا و آلہ و صحبہ اجمعین اھیت۔

واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم و علیمہ و جل مجدہ
اتم و احکم کتبہ محمد المصطفیٰ
بحامد رضا البریلوی عفی عنہ بمحمد النبی
الامی صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ و سلم۔

اور اللہ تعالیٰ پاک و بلند زیادہ علم والا ہے اور اس کا علم اتم اور زیادہ حکم ہے۔ اس کو کئی محمد المعروف حامد رضا بریلوی نے اللہ تعالیٰ اس کو اپنے پیارے ائمہ نبی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کے وسیلہ سے معاف فرمائے۔ دت

فی الواقع یہ تفصیل کہ قنوت نازلہ جائز ہے مگر اس کا جواز صرف ایک نازلہ سے خاص باقی اس میں ناجائز ہمارے ائمہ کرام کا مذہب نہیں مصنف ضروری سوال کی تحریروں سے اس کی جہالت و بطلان صاف ظاہر ہے بیشک ایسے شخص کو مفتی بننا حلال نہیں نہ اس کے فتوے پر اعتماد جائز، مجیب سلم القریب المجیب نے جو امور بالحد میں لکھے ضرور قابل لحاظ و مستحق عمل ہیں مسلمانوں کو ان کی پابندی چاہئے کہ باذنہ تعالیٰ مضرت دینی سے محفوظ رہیں۔

و باللہ العزیز واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم
کتبہ عبد المذنب احمد رضا البریلوی
عفی عنہ بمحمد المصطفیٰ النبی الامی
صلی اللہ تعالیٰ علیہ و سلم۔

اللہ کی رحمت سے ہی حفاظت ہے اور اللہ تعالیٰ سبحانہ زیادہ علم والا ہے۔ اس کو گنہگار بند سے احمد رضا بریلوی نے لکھا اسے حضرت محمد مصطفیٰ النبی الامی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وسیلہ سے معافی ہو۔

مسئلہ ۱۰۹۶ از رنگون گلی نمبر ۲۵، دکان نمبر ۵۴
مسئلہ حافض محمد یوسف صاحب ۵ ذیقعدہ ۱۳۲۹ھ

ہمارے سنی حنفی عالم لوگ اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں کہ اس شہر میں ایک مسجد کا امام صاحب دو تین روز سے فجر کے فرض دوسری رکعت میں سمع اللہ لمن حمد کے بعد پانچ اٹھا کر قنوت پڑھتا ہے یعنی

سلطان کے واسطے دُعا مانگتا ہے اور سب مقتدی لوگ بلند آواز سے پکارتے ہیں پس دریافت طلب یہ بات ہے کہ ہمارا مذہب حنفی ہے یہ امام صاحب کیسے ہیں اور ان کے پیچھے نماز کا کیا حکم ہے ؟

الجواب

اگرچہ متون میں مطلق حکم ہے کہ لا یقننت فی غیرہ غیر وتر میں قنوت نہ پڑھے۔ مگر محققین شراح نے باتجانب امام طحاوی وقت نازل و حدوث بلائے عام نماز فجر میں قنوت پڑھنے کی اجازت دی ہے لہذا یہ مسئلہ ایسا نہیں جس کی بنا پر اُس عالم کے پیچھے نماز میں کچھ عرج ہو جو کہ وہ واقع میں سنی المذہب صحیح العقیدہ ہے، اور اگر غیر مقلد ہے تو آپ ہی گمراہ ہدین ہے اور اس کے پیچھے نماز ناجائز محض کما حقیقتاً فی النہی الاکید عن الصلوۃ وسواء عندی التقلید (جیسا کہ ہم نے اپنے رسالہ "النہی الاکید عن الصلوۃ وراء التقلید" میں تحقیق کی ہے۔ ت) رد المحتار میں ہے لا یقننت لغیرہ الا لئلا نزلہ (صرف مصیبت میں قنوت نازل پڑھے۔ ت) غنیمت میں ہے : هو مذہبنا وعلیہ الجمہور (یہی ہمارا اور جمہور کا مذہب ہے۔ ت) رد المحتار میں کلام امام طحاوی نقل کر کے فرمایا :

هو صریح فی ان قنوت النازل عندنا
مختص بصلوة الفجر دون غیرها عن الصلوۃ
الجہریۃ والسریۃ
یہ اس بات کی مراعت ہے کہ قنوت نازل صرف فجر کی نماز کے لئے مختص ہے دوسری جہری یا ستری نمازوں میں نہیں۔ (ت)

امام کو چاہئے کہ یہ قنوت بھی آہستہ پڑھے اور مقتدی بھی دعا ہی میں پڑھیں، ہاں اگر امام قنوت آواز پڑھے تو مقتدی آمین کہیں مگر آواز نہ کہیں بلکہ آہستہ کہہ کر آمین نماز میں مکروہ ہے، پھر علماء کو اختلاف ہوا کہ یہ قنوت رکعت ثانیہ کے رکوع کے بعد جو یا پچھلے اور تحقیق یہ ہے کہ رکوع سے پہلے ہونا چاہئے۔ رد المحتار میں ہے :

هل المقتدی مثله امر لا وهل
القنوت قبل الركوع
کیا قنوت نازل پڑھنے میں مقتدی بھی امام کی طرح پڑھے یا نہیں، اور کیا قنوت رکوع سے قبل پڑھی جائے

۲۱/۱	مطبوعہ ایچ ایم سیدہ کمپنی کراچی	باب الوتر والنوافل	سنة فخر الدقائق
۹۴/۱	مطبوعہ مجتہاتی دہلی	" " "	سنة الدر المختار
ص ۲۲۰	سہیل اکیڈمی لاہور	صلوة الوتر	سنة غنیۃ المستملی شرح فیتہ المصلی
۲۹۶/۱	مصطفیٰ ابابانی مصر	باب الوتر والنوافل	سنة رد المحتار

ادبعده لماما والذی یظهر فی ان المقتدی
یتابع امامه الا اذا جهز فی وقت وانه یقنت
بعد الركوع ثم رأیت الشرنبلانی فی مسواقی
الصلاح صرح بانه بعد واستظهر المحموی
انه قبله ولا يظهر ما قلناه والله تعالی اعلم
اقول بل الا حق بالقبول ما قال السید
المحموی لقول الفتح ولما ترجیح ذلك
خبر ما بعد الركوع من كونه محلاً للقنوت
وقال ايضا وهذا تحقيق خروج القنوة
عن المحلية بالكلية الا اذا اقتدی بمن
یقنت فی الوتر بعد الركوع فانه يتابعه اتفاقاً
اه والله تعالی اعلم۔

یا بعد میں، مجھے یہ تفصیل نظر نہیں آتی، مگر مجھے معلوم
ہوتا ہے کہ مقتدی امام کی اتباع کرے لیکن جب
امام قنوت پڑھنے میں جہر کرے تو مقتدی کو چاہئے
کہ وہ آمین کہے اور قنوت رکوع کے بعد پڑھے اس
کے بعد مجھے شرنبلانی کا قول عراقی الطلاح میں ملا جس
میں انھوں نے رکوع کے بعد کی تصریح کی بنا اور حموی
نے رکوع سے قبل کو ظاہر قرار دیا لیکن زیادہ واضح
یہی ہے جس نے کہا ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔
اقول — بلکہ حموی کا قول زیادہ مقبول ہو
کیونکہ فتح القدیر کا قول یہ ہے کہ جب رکوع سے قبل
کو ترجیح ہے تو رکوع کے بعد قنوت کا محل نہ رہا اور
اور انھوں نے یہ بھی کہا کہ قنوت قنوت کی محلیت ہے
بامر سے تحقیق یہی ہے یاں اگر کوئی ایسے امام کی اقتداء میں ہے بزرگ کرنا کہ بعد تر میں قنوت پڑھے تو نمازی کو چاہئے
کہ وہ اس امام کی اتباع کرے اس میں اتفاق ہے اه والله تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۱۰۹ از کراچی گاڑی حاطہ مولیٰ نہ یمن محلہ رام باغ مرسلہ نور احمد ۱۹ ربیع الآخر ۱۳۲۶ھ
کیا حنفی امام نماز فجر میں دعائے قنوت و دیگر دعاؤں کو باوازی بند پڑھے تو جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

حنفی مذہب میں وتر کے سوا اور نمازوں میں قنوت منع ہے متون کا مسئلہ ہے ولا یقنت فی
غیرہ (غیر وتر میں قنوت نہ پڑھے۔ ت) مگر جب معاذ اللہ کوئی بڑے عام نازل ہو جیسے طاعون و وبا وغیرہ
تو امام اجل طحاوی و امام محقق علی الاطلاق وغیرہ شراح نے نماز فجر میں دعائے قنوت جائز رکھی ہے کما فصلنا
فی فتاوانا (جیسا کہ ہم نے اپنے فتاویٰ میں اس کی تفصیل بیان کر دی ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔
مسئلہ ۱۰۹ سائل مذکور اصرار

حنفی امام بسو اللہ و آمین آہستہ حنفی طریقہ پر نہ پڑھے اور دعائے قنوت و دیگر دعاؤں کو شافعی

طریقہ سے پڑھے تو نماز اور ایسے امام کی اقتدار جائز ہے یا نہیں؟ یہ کھل امام نے متواتر تین روز بغیر اطلاع مقتدیوں کے کیا جس سے مقتدیوں کی جداگانہ حالتیں مثلاً کوئی رکوع میں کوئی قیام میں اور کوئی سجدہ میں تھا یہ نماز ہوتی یا نہیں؟

الجواب

(۱) بے صورت نازلہ جو کوئی ایسا کرے گا موجب کراہت ہوگا اُسے منع کیا جائے گا اگر نہ مانے اُس کی اقتدار نہ کریں۔

(۲) جس نے امام سے پہلے کوئی فعل کیا اور امام سے پہلے ہی فارغ ہو گیا اور پھر امام کا اُس میں ساتھ نہ دیا مثلاً دو تہجد قنوت ہوا اور یہ رکوع میں گیا اور امام رکوع میں نہ آنے پایا تھا کہ اس نے سر اٹھا لیا اور پھر امام کے ساتھ یا بعد رکوع نہ کیا تو ایسے مقتدی کی نماز نہ ہوتی نہ ہوگئی اور اُس میں جو پہنچے ہوئی اُس کا وبال امام کے سر پہ اتار دینے تو جمعہ وعیدین میں سجدہ سہو صاف رکھا ہے جبکہ جماعت کثیر ہو کہ ہر قسم کے لوگوں کا مجمع ہوگا بعض کو باعث وحشت ہوگا کہ یہ کیا چیز ہے حالانکہ وہ بعد ختم نماز ہے نہ کہ عین وسط نماز میں بے اطلاع مقتدیوں ایسی نئی حرکت کس قدر باعث فتنہ ہے فسأل الله العفو والعافية والله تعالى اعلم۔

مسئلہ اگر اچھی بندہ صدر بازار و دکان سیٹھ حاجی احمد حاجی کریم محمد شریعت جنرل مرحمت مرسلہ شہر ولد حاجی ۲۳ ربیع الآخر ۱۳۴۹ھ

امام حنفی المذہب در وقت حدوث حادثہ و نازلہ طاعون و وبا در رکعت اخیر نماز فرض فجر و عاقبت شفعہ مع چند الفاظ دعا سے مزید افغ الو باسدوز یا جفت روز خواند آیا دریں صورت اس فعل امام مطابق مذہب جمہور حنفیہ است یا نہ اگر کہے اس امام را باعث ترکیب شدن فعل صدر و باقی وغیر مقلد خوانست پس حکم او چیست۔

کسی حادثہ یا طاعون کی وبا وغیرہ کے پھیلنے کے موقع پر حنفی امام فجر کی آخری رکعت میں دعا سے قنوت مرویہ اور اس کے ساتھ چند مزید عربی الفاظ جو دفع بلا کے لئے تین یا سات روز پڑھے تو کیا یہ فعل جمہور احناف کے مطابق ہے یا نہیں؟ اور اگر کوئی شخص امام کے مذکور عمل کی بنا پر امام کو وبا کی اور غیر مقلد کہہ دے تو ایسے شخص کا کیا حکم ہے؟

الجواب

قنوت در نازلہ حقیقی حنفیہ مثل امام طحاوی و امام ابن الہمام وغیرہا کبرائے اعلام اثبات کردہ اند عمل برویچ علاقتہ بوجاہت حنفی حقیقین مثلاً امام طحاوی، امام ابن ہمام وغیرہا بڑے حضرات نے مصیبت کے نزول پر قنوت نازلہ کے عمل کا اثبات کیا ہے اور اس معاملہ میں وہایت

و غیر مقلدی ندارد و ہر کہ بایں طعنے زندہ جاہل ست تقسیم
 باید کرد آنجا کہ مجمع جو عوام باشد اقام بایں کار نباید کرد
 کہ باعث تنفیر و فتح باب غیبت نشود قال صلی اللہ
 تعالیٰ علیہ وسلم بشر و ادلا تنفیر و الا امر منع
 فرمودہ اند کہ پیش جہال قرار نہائے کہ گوش اد باو
 آشنا نیست بخوانند تا خبر بفتہ ایشان نشود اگر چہ
 ہر قرار تھا یقیناً حق ست کما فی غنیۃ العلامة
 ابو اہیم الحلبی وغیرہا و اللہ تعالیٰ اعلم۔

اور غیر مقلدیت کا کوئی دخل نہیں، جو یہ طعنہ دے وہ
 جاہل ہے اسے سمجھانا چاہئے، اور عوام کے مجمع میں
 ایسی بات نہیں کرنی چاہئے جو عوام میں نفرت پیدا
 کرے اور غیبت بنے، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام
 نے فرمایا ہے کہ لوگوں کے لئے نفرت کی بجائے خوشی
 کا سامان بنو۔ اسی لئے اگر کرام نے ایسی قرارت
 جو لوگوں میں معرفت و مافوس نہیں ہے پڑھنے
 سے منع فرمایا ہے تاکہ لوگوں میں شکوک و شبہات کا
 فتنہ نہ بنے اگرچہ تمام قرامات برحق ہیں جیسا کہ علامہ
 ابو اہیم حلبی کی غنیۃ وغیرہ میں ذکر فرمایا ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

منہ السلام از مجلسی ۳ مستور محمد سعید اللہ علی خطیب ذکر یا مسجد ۳ صفر ۱۳۲۹ھ

ما قولک و اہم فضیلتک (ملائے کرام اللہ تعالیٰ تمہارے فضل و کرم کو قائم و دوام فرمائے آپ کا
 کیا ارشاد ہے۔ ت) نظر رسالت ماضی و جنوں نے آج کل بالخصوص سلطنت اسلامیہ عثمانیہ اور بالعموم تمام
 مسلمانان عالم کو گھیر رکھا ہے بعض مفتین جہری فرض نمازوں میں باوازی بلند قنوت خوانی کا فتویٰ دیتے ہیں نوشتا
 فتویٰ مولوی کفایت اللہ دہلوی کا الفاظ ہذا ہے علمائے احناف اہلسنت کے نزدیک :

- (۱) وقت نازل قنوت تمام جہری فرض نمازوں میں ہے یا صرف فجر میں ؟
- (۲) بعد سمع اللہ لمن حمد یا تمنا اٹھا کر پھر پڑھی جائے یا کسی طرح ؟
- (۳) یہ وقت اسن کا مقتضی ہے یا نہیں کہ قنوت پڑھی جائے ؟ بیضاوا جسو کہ اللہ

الجواب

قنوت نازل امام طحاوی وغیرہ شراح نے چاند رکھی ہے و صرف نماز فجر میں ہے اور ہمارے نزدیک
 بعد رکوع قنوت کا محل ہی نہیں قبل رکوع چاہئے کما نص علیہ الحق علی الاطلاق فی فتح القدیر
 (جیسا کہ محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر میں اس کی تصریح فرمائی ہے۔ ت) اس ہندوستان میں اسلام اس
 وقت خود مسلمان کھلانے والوں کے ہاتھوں سے سخت نزع میں ہے قنوت کا وقت ہے واللہ تعالیٰ اعلم

و در گفت شانید میں بعد قنوت یا تہ اٹھا کر تکبیر کہیں اور امام و مقتدی سب آہستہ قنوت پڑھیں جس مقتدی کو یاد نہ ہو آہستہ آہستہ آمین کہتا رہے واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۱۰۳ از دہا پور محلہ موچیاں ڈاک خانہ خاص ضلع بجنور مستول غلام محمد صاحب ۸ شعبان ۱۳۳۹ھ جناب مولوی صاحب رہنمائے نگران دام افشاء بعد ادا سے نیاز مندانہ کے معروض خدمت ہے یہاں قصبہ دھام پور میں زمرہ خلافت نے نماز میں ایک نیا طریقہ نکالا ہے وہ یہ ہے کہ پانچوں وقت کی نماز میں اخیر فرض میں رکوع کے کھڑے ہو جاتے ہیں اور امام صاحب دعا با آواز بلند پڑھتا ہے اور مقتدی با آواز بلند کئی کئی مرتبہ آمین کہتے ہیں بلکہ بیس بیس مرتبہ سے زیادہ مقتدی آمین کہتے ہیں بعد سجدہ میں جا کر سلام پھیرتے ہیں۔ حالی جاہ ہمارے امام صاحب حنفی کے طریقہ میں یہ نماز جائز ہے یا ناجائز؟ یا کہ کسی صاحب نے یا کہ انامیں میں سے کسی نے پڑھی ہے؟ اور اس طریقہ سے نماز ہوتی ہے یا کہ فاسد ہو جاتی ہے؟ ہم کو اس نماز میں شریک ہونا چاہئے یا نہیں؟

الجواب

یہ طریقہ قنوت نازلہ کا ہے جو متون مذہب حنفی کے خلاف ہے مگر بعض شراح نے اجازت دی ہے اس سے بھی چار باتوں میں مخالفت ہے۔

اول بعد رکوع ہمارے نزدیک محل قنوت ہی نہیں کما حقہ المحقق علی الاطلاق فی فتح القدیر (جیسا کہ محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر میں اس کی تحقیق کی ہے۔ ت۔) دوم امام کا ہر سے دعا پڑھنا مخالفت قرآن کریم و مذہب حنفی ہے۔ سوم یہ بھی مقتدیوں کا آمین بالجہر۔

چہاں رم قنوت نازلہ ہمارے یہاں صرف نماز فجر میں ہے اور بعض کتب میں نماز جہر واقع ہوا، پانچوں نمازوں میں ہونا ہمارے یہاں کسی کا قول نہیں تو ہمارے نزدیک اس کے سبب تاخیر سند ضی لازم آئے گی اور اس کے سبب نماز واجب الاعادہ ہوگی ایسی نماز میں شرکت نہ کی جائے جبکہ فاعل حنفی جماعت علی سکتی ہو اور شرکت کی ہو ظہر و عصر بلکہ عند التحقیق غیر فجر کا اعادہ کر لیں بلکہ فجر کا بھی جبکہ لوگ بعد رکوع قنوت کریں کہ مذہب حنفی میں خلافت محل ہے اگرچہ شامی و شرنبلالی کو شبہ ہو ا وہ مذہب میں صاحب قول نہیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۱۰۴ از کوہ گسوئی کسر پٹ روٹی گودام مستولہ عبید اللہ ۱۰ رمضان ۱۳۳۹ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ عرصہ ایک سال سے میں سنا کرتا ہوں کہ :

(۱) اس جگہ اور دیگر شہروں میں ایک نماز درجاً پڑھی جا رہی ہے جس کا ثبوت مجھ کو آج تک کسی نے نہ دیا اور یہ کہہ کر ثبالی دیا کہ حدیث کی کتابوں میں دیکھو تو تم کو معلوم ہو جائے گا، نماز اس طرح پڑھی جاتی ہے کہ ہر ایک فرضی نماز کی آخر رکعت میں بعد رکوع امام کچھ پڑھتا ہے اور مقتدی آمین کہتے ہیں اور استفسار کرنے پر کہ امام کیا پڑھتا ہے یہ جواب ملتا ہے کہ دعائے قنوت پڑھی جاتی ہے اور اگر دعائے قنوت کی عربی دریافت کی جاتی ہے تو اس سے صاف جواب سخت حیرت اور تعجب کا مقام میں مسجد جانے سے قاصر بلکہ مستثنیٰ اس وجہ سے یہ مسئلہ حل طلب بہت ضروری ہے۔

(۲) اس خادم کی نظر سے ربیع ثانی مظاہر حق "جلد اول کتاب الصلوٰۃ باب القنوت مندرجہ ذیل احادیث گزریں جس سے بالکل حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا امر ظاہر نہیں ہوتا کہ آپ نے امت کے لوگوں کو امر کیا ہو کہ وہ بھی اس کو پڑھا کریں بلکہ حدیث خود ظاہر کر رہی ہے کہ حضور نے بغیر انہی اس کو ترک کر دیا، فصل ثانی کتاب مذکور،

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جب کسی کے خلافت یا کسی کے تنہا دعا فرمانے کا ارادہ فرماتے تو کبھی رکعت کے بعد سبح اللہ کہہ کر یوں فرماتے اے اللہ! ولید، سہم بن ہشام اور عیاش بن ابی رعبیدہ کو نجات دے، اے اللہ! قبیلہ مضر کو سخت پکڑاؤ۔ قطنا نازل فرما جیسا کہ یوسف علیہ السلام کے زمانہ میں قطنا نازل ہوا اور یہ بد دعا بلند آواز سے پڑھتے اور کبھی آپ کسی نماز میں یوں پڑھتے اے اللہ! فلاں و فلاں پر لعنت فرما جس سے مراد عرب کے بعض قبائل مراد ہوتے، حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے آیہ کریمہ نازل فرمائی کہ اے پیارے حبیب! یہ معاملہ آپ کے ذاتی اختیار میں نہیں ہے۔ یہ حدیث متفق علیہ ہے۔ اور حضرت عاصم احول رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا

وہی ابی ہریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان اذا اراد ان یبدعو علی احد او یدعو لاجد قنیت بعد الركوع فربما قال اذا قال سمع اللہ لمن حمد لا ربنا انت الحمد اللہم انسج الولید و سلمۃ بن ہشام و عیاش بن ابی رعبیۃ اللہم اشد و دوطاً تک علی مضر سنین کسختی یوسف بذلت و کاف یقول فی بعض صلوٰتہ اللہم العن فلانا و فلانا لاجیاد من العرب حتی انزل اللہ لیس لك من الاصر شئ الا یمۃ شفیق علیہ و عن عاصم الاحول قال سئلت عن انس بن مالک عن القنوت فی الصلوٰۃ کانت قبل الركوع

او بعدہ قال قبلہ انما قنت رسول اللہ
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بعد
الركوع شهرا انه كانت بعث
اناسا يقال لهم القراء فاصيبوا
فقت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم بعد الركوع شهرا يدعوا
عليهم متفق عليه فصل ثانی کتاب مذکور
عن ابن عباس قال قنت رسول اللہ
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شهرا
متتابعاً فی الظهر والعصر والمغرب
والعشاء وصلوة الصبح اذا قال سمع
اللہ لمن حمدہ من الركعة الاخيرة
يدعو علی احياء من بنی سلیم، سید
و ذکوان وعصیة ویوقن من خلفہ
رواہ ابو داؤد، وعن انس ان النسبی
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قنت شهرا
ثم ترکہ۔ سواہ ابو داؤد والنسائی۔

کہ کیا نماز میں قنوت دو رکعت سے پہلے تھی یا بعد میں،
قرآنوں نے فرمایا پہلے تھی۔ حضور علیہ السلام نے
صرف ایک ماہ رکوع کے بعد قنوت پڑھی کیونکہ آپ
نے قراء کی ایک جماعت کو تعلیم کے لئے بھیجا تو ان کو
راستہ میں شہید کر دیا گیا، تو اس واقعہ پر حضور
علیہ السلام نے ایک ماہ رکوع کے بعد قنوت پڑھ
بدعا فرمائی (متفق علیہ) کتاب مذکور کی دوسری
فصل میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے
مروی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک
ماہ مسلسل ظہر، عصر، مغرب، عشاء اور فجر کی نماز میں
قنوت پڑھی اور جب نماز کی آخری رکعت کے رکوع
کے بعد سمع اللہ لمن حمدہ کہتے تو اس وقت
سب کے قبائل بنی سلیم، رحل، ذکوان اور عصیہ پر
بدعا فرماتے اور مقتدی آئین کہتے۔ اس کو ابو داؤد
نے روایت کیا ہے اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے
مروی ہے کہ حضور علیہ السلام نے یہ قنوت ایک
ماہ پڑھ کر پھر چھوڑ دی، اس کو ابو داؤد اور نسائی
نے روایت کیا ہے۔ (ت)

چونکہ حنفی مذہب کے مطابق آئین آواز سے کنارہ کا گیا ہے مگر اب تو پندے پندہ منٹ آئین اس زور سے
کھینچی جاتی ہے کہ مسجد گونج اُٹھتی ہے بلکہ نماز جمعہ میں لوگوں کی کثرت سے آئین کا شور تو حد درجہ بڑھ جاتا ہے
اس بستی میں صرف ایک مسجد ایک قبرستان ہے، مذہب حنفی کے سب پیرو ہیں، امام مسجد جن سے
اس کا رواج ہوا ہر شخص کو مجبور کر رہے ہیں کہ اس کی ادائیگی اگر کوئی قاصر ہوگا اسلام سے خارج سمجھا جائیگا
اُس کا جنازہ مسلمان نہیں اٹھائیں گے جبب ملازمت لوگ باہر سے آتے ہیں اُن کے لئے ایسا نادر شاہی
حکم بہت ہی گراں ہو رہا ہے اور بے وقت پولیس میں موت بونے کے لحاظ سے مجبوراً ادا کر رہے ہیں
وہی مثل کٹر بدست مارے روٹے نہ دے، اور خفیہ قبر درویش برجان درویش کے مصداق

الجواب

(۱) اصل مسئلہ متوں یہ ہے کہ ترووں کے سوا کسی نماز میں دعائے قنوت نہیں، تو یہ بالابصار وغیرہ میں ہے، ولایقنت فی غیرہ (غیر میں قنوت نہ کرے۔ ت) مگر امام غلاوی وغیرہ شراح نے معاذ اللہ کسی نازلہ یعنی عام مصیبت کے وقت اس کے دفع کے لئے بھی قنوت جائز رکھی اسی بارے میں حدیث ہے:

قلت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عرب کے چند قبائل کے شہر اعلیٰ عدۃ قبائل من الکفار (ت) خلافت قنوت ایک ماہ پڑھی۔

اس کے لئے کوئی دعا مخصوص نہیں بلکہ جو بلا مثل طاعون و وبا یا غلبہ کفار والعیاذ اللہ تعالیٰ اس کے دفع کی دعا کی جائے گی تحقیق یہ ہے کہ قنوت صولت نماز میں ہے دعا وقع فی بعض الكتب فی صلوٰۃ الجہر فمصحف من صلوٰۃ الفجر (جو بعض کتب میں آیا ہے کہ جہر والی نماز تو یہ جہر بدل گیا ہے اصل فجر ہے۔ ت) اور تحقیق یہ ہے کہ فجر کی دوسری رکعت میں بعد قنوت قبل رکوع بولان ما بعد الس کوع قد خرج عن تحلیۃ القنوت کما حققہ المحقق فی الغتہ (کیونکہ رکوع کے بعد قنوت کا عمل نہیں ہے جیسا کہ محقق نے اسے فتح میں ثابت کیا ہے۔ ت) اور امام و مقتدی سب آہستہ پڑھیں لکن دعا و سنة الدعاء الاخفاء (کیونکہ وہ دعا ہے اور دعا کا طریقہ اخفاء ہے۔ ت) جی مقتدیوں کو یاد نہ ہو وہ آہستہ آہستہ آمین کہیں، واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) اوپر بیان ہوا کہ اس قنوت کا جواز ہی ظاہر متوں مذہب حنفی کے خلاف ہے مذکر معاذ اللہ اس پر ایسا اصرار کہ جو نہ کرے خارج از اسلام سمجھا جائے اور مسلمان اس کا جائزہ نہ اٹھائیں یہ ظلم اور اشد ظلم ہے اور سخت کبیر ہے اور اللہ و رسول پر افتراء اور نئی شریعت دل سے گھڑنا اور مسلمانوں کو ناجہ حق معاذ اللہ کافر بنانا اور محکم ظاہر احادیث خود کافر بنانا ہے قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فقد باء بہ احدیہما (رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا دونوں میں سے ایک اس کو اپنے پر وار د کرے گا۔ ت) اور آمین بالجہر مذہب حنفی میں کہیں نہیں، ہاں شراح وقت نازلہ قنوت اسی طریقہ پر رواد کرتے ہیں جس کی تحقیق اوپر بیان ہوئی اور حدیث و فعل بھی مثل حدیث قولی جئت سے لقولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صلوا را یتعنونی اصل (اس لئے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ

۴۱/۱	مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	باب التواضع والترافل
۱۲۸/۱	" " " " " "	باب القنوت فی صلوٰۃ الفجر وغیرہ
۲۷۲/۱	مطبوعہ نشر السنۃ لمطابق	باب فی ذکر بالاذان والاماتۃ

والسلام نے فرمایا ہے کہ ایسے نماز پڑھو جیسے تم نے مجھے پڑھتے ہوئے دیکھا۔ (ت) اور ترک دعا و جہ قضا نے حاجت یا بعض مخصوصین پر دعا سے رب عزوجل کی حاجت نفس دُعا سے منع نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۰۶ از دین قریب سورت بخد مت جناب مولانا مولوی محمد علی احمد صاحب محدث سورتی (رحمہ اللہ تعالیٰ)

و انما بغرض تحقیق نزد فقیر ۱۶ ربیع الاول شریف ۱۳۱۹ھ

کیا فرماتے ہیں علامہ یون و مفتی ابی شرح متین اس مسئلہ میں کہ دعائے قنوت کا کس مصیبت کے نازل ہونے کے وقت خواندہ نماز میں پڑھنا یا غرض کسی وقت کے فرض نماز میں پڑھنا شرع شریف سے ثابت ہے یا نہیں؟ خاص کر ایام و بائے طاعون میں اور اس کے پڑھنے کا محل فرض کی آخری رکعت میں قبل رکوع کے یا قنوت میں امام اور مقتدی دونوں پڑھیں یا صرف امام یا واز بلند پڑھے اور مقتدی آمین آہستہ آہستہ کہیں بیٹھا تو جودا۔

الجواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۵ اللھم لك الحمد (اے اللہ! تیرے لئے حمد ہے۔ ت) عام بلکہ عام متون مذہب میں دربارہ و تراشاد ہوا۔

لا یقنن فی غیرہ و کذا اصرحو ان الماصومہ غیر تو میں قنوت نہ پڑھے جیسا کہ فقہاء کرام نے تصریح فرمائی ہے کہ مقتدی اس امام کی جو فجر میں قنوت پڑھتا ہے

منسوخ و انہ محدث ہے

پسروی اس معاملہ میں ذکر کریں، اور انھوں نے وجہ یہ بتائی ہے کہ یہ منسوخ ہے لہذا یہ نئی چیز ہے۔ (ت)

اور محققین شراح مثل امام ابن الہمام و علامہ سرحدی و امام عینی شارحین بدایہ و علامہ کنزی شارح نعت یہ و علامہ ابراہیم علی شارح غیہ و علامہ زبیری بن نجم شارح کنز و علامہ شربلانی شارح نور الایضاح و علامہ عطائی شارح تنویر و علامہ سیستانی شارح اشباہ و علامہ نوح آفندی و علامہ سید ابوالسعود ازہری عثمینی کنز و علامہ سید محمد شامی عثمینیان دروغیہ و بہجیت امام اجل حافظ الحدیث ابو جعفر طحاوی ہشکام نزول و نازل مثل طاعون و غیرہ (وہ البیاد باللہ تعالیٰ المعروف نماز فجر میں تجزیر قنوت کی نتیجہ و تحقیق اور اطلاق متون کی اس سے تفسیر فرماتے ہیں غنیہ المستمل و مراقی الفلاح وغیرہ میں ہے)

و هو من ہبنا و علیہ الجمیع و اذ قد صرح یہی ہمارا مذہب ہے اور جہر بھی اس کے قائل ہیں اور

اور اس بارے میں صحیح حدیث بخاری اور مسلم وغیرہ میں
موجود ہے اور وہ حضرت انس اور ابو ہریرہ رضی اللہ
تعالیٰ عنہما سے مروی ہے اور حضرت امیر المؤمنین
صدیق اکبرؓ عمر فاروقؓ علی مرتضیٰؓ اور امیر معاویہؓ
وغیرہم رضی اللہ عنہم کا قنوت کے بارے میں عمل
اس حدیث کے مطابق تھا، میں کتابوں پر وہ مسئلہ
نہیں جس میں کچھ ڈاپایا جائے۔ (تہ)

پھر برتقیر قنوت بلا شبہ سبیل وہی ہے جو فاضل حبیب سلمہ الحبیب نے اختیار فرمائی کہ امام و مقتدی سب
آہستہ پڑھیں۔

اقول ہمارے اکثر کرام سے مشاقرین اور ہمارے
مشائخ عظام نے وتر کی قنوت کے بارے بحث میں
فرمایا کہ یہ قنوت چہر پڑھی جائے یا آہستہ تو آہستہ
پڑھنا ہی مختار ہے جیسا کہ چاہیں ہے اور یہی اصح
ہے جیسا کہ محیط میں ہے اور یہی صحیح ہے جیسا کہ
قاسمی خاں کی شریعت جامع صغیر میں ہے۔ اور یہ کہ
کیا مقتدی صرف آئین کہیں یا وہ بھی قنوت پڑھیں تو
ای کا قنوت پڑھنا صحیح و مختار ہے جیسا کہ محیط اور
ذکر شرح وغیرہ میں ہے۔ اور اس بات کی وجہ
یہ ہے کہ قنوت وتر جو کہ اللہم انا نستعینک التر
سہ کہ قرآن سے مشابہت ہے جیسا کہ فقہاء نے
بیان کیا ہے۔ لہذا جس طرح قرآن کا جہر کرتا ہے وہی
طرح قرآن کے مشابہ چیز کا بھی امام جہر کرے اور
جس طرح مقتدی قرآن کی قرات نہیں کرتا اسی طرح
قرآن کی مشابہت والی چیز کی بھی مقتدی قراست
نہ کرے جیسا کہ علیہ، غنیہ، بحر وغیرہ میں تقریر کی گئی ہے

بہ الحدیث فی الصحیحین وغیرہما عن
انس وابی ہریرۃ وغیرہما رضی اللہ
تعالیٰ عنہم قالوا وهو محمل ما روى
من قنوت امراء المؤمنين الصديق و
الفاروق والمرقضي ومعوية وغيرهم رضوان
الله تعالى عليهم قلت وليست المسئلة
صما تجرى فيه المماكسة.

اقول وما وقع من الخلاف بين ائمتنا
الكرام ومشايقنا الاعلام في قنوت
الوتر هل يجهر به ام يسر وهو
المختار، كما في الهداية وهو الاصح،
كما في المحيط والصحیح، كما في شرح
الجامع الصغير لقاضي خاں و هل يؤمن
الماصور ام يقنت وهو الصحیح المختار
كما في المحيط والشرح المذکور
وغیرہما فانما منشؤه ان لقنوت
الوتر اللهم انا نستعینک التر
القرآن علی ما ذکر وہ فکما یجهر
الامام بالقرآن فکذا یما فیہ
شبہتہ وکما لا یقرء الصوتم القرآن
فکذا مالہ شبہتہ

كما قرءه في الحلیة و
الغنیة والیحر وغیرہا

ولا كذا لك قنوت الفواضل وانما هو
دعاء محض فيترك فيه الامام و
العاموم ويخفيانه كما في الادعية فانه
هو المتدوب اليه في الدعاء
مخراخفاء واجب نہیں کہ چہر گناہ ہو،

وقد صرحوا بانہ اذا جهر سهوا بشئ
من الادعية والاثنية لا يجب عليه
السجود كما في رد المحتار ولو وجب
لوجب كما لا يخفى .

جبکہ قنوت نازل کا یہ مقام نہیں ہے وہ تو محض دعا
ہے جس میں امام اور مقتدی مساوی شریک ہیں لہذا
دونوں اس کو آہستہ پڑھیں گے جس طرح تمام
دعاؤں میں مستحب یہ ہے کہ آہستہ پڑھا جائے (ت)

جبکہ فقہاء نے تصریح کی ہے اگر کوئی شخص بھول کر
کوئی دعا و شتاہ جہ سے پڑھے تو سجدہ سہو واجب
نہ ہوگا جیسا کہ رد المحتار میں ہے اور اگر قنوت نازلہ
یاد دعا کا اخفاء واجب ہوتا تو اس کے جہ سے سجدہ
سہو واجب ہوتا جیسا کہ واضح ہے۔ (ت)

پھر اگر امام جہ کرے تو بنظر حشمت امامت مقتدیوں کا اس کی وجہ آہستہ آہستہ اُس سے جدا اپنی اپنی متفرق
دعا میں مشغول ہونے سے اولیٰ ہے کیا استظہار العلامة الشامی (جیسا کہ علامہ شامی نے اس کو ظاہر قرار دیا
ہے۔ ت) رہا یہ کہ قول قنوت نازلہ پر اس کا محل قبل رکوع ہے یا بعد، مشارع ذہیب و علامتے متقین سے اس
باب میں کوئی قول منقول نہیں متاخرین شراح کی نظر مختلف ہوئی، علامہ شرنبلالی کے کلام سے بعد رکوع ہونا ظاہر، علامہ شامی
نے اسی کو اظہر کیا، علامہ سیّد حموی نے فرمایا قبل رکوع چاہئے، علامہ ابن ہری نے اس سے مقرر کیا۔ علامہ طحاوی نے
فرمایا اعتقائے نظر تعمیر ہے چاہے قبل پڑھے یا بعد۔ شرح نور الایضاح میں ہے،

قال الامام ابو جعفر الطحاوی رحمہ اللہ
تعالى انما لا یقنن عند نافی الفجر من غیر
بلیۃ فاما وقعت فتنۃ او بلیۃ فلا بأس بہ فعلہ
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ای
بعد الركوع كما تقدم ۛ

امام ابو جعفر طحاوی نے فرمایا ہے کہ ہمارے نزدیک کسی
مصیبت و بلا کے نزول کے بغیر فجر کی نماز میں قنوت
نازلہ نہ پڑھی جائے، اور اگر کوئی فتنہ یا بلا واقع ہوتی ہو
تو پھر کوئی حرج نہیں، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم نے ایسا کیا ہے یعنی رکوع کے بعد پڑھے،
جیسا کہ پہلے گزرا ہے (ت)

فتح المبین میں بعد نقل قول امام طحاوی ہے،

ظاہرہ انہ لو قنت فی الفجر لیلیۃ انہ یقنت قبل الركوع

طحاوی حاشیہ مرقا میں ہے،

قال الحموی وینبغی ان یکون القنوت قبل الركوع فی الركعة الاخیرة ویکبر لہ

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اگر نزولِ بلا کے موقع پر قنوت پڑھے تو رکوع سے قبل پڑھے۔ (ت)

حموی نے کہا ہے کہ مناسب یہ ہے قنوت آخری رکعت کے رکوع سے قبل پڑھے اور اس کے لئے تکبیر بھی کہے۔ (ت)

قول شرنبلالی ای بعد الركوع (یعنی بعد رکوع۔ ت) پر لکھا، هذا یتخالف ما قد صاۃ عن الحموی

(یہ حموی سے مروی کے خلاف ہے۔ ت) رد المحتار میں ہے،

الذی یظہر لی ان الصقندی یتابع اصاحہ الا اذا جہر فیمون وانه یقنت بعد الركوع لا قبلہ بدلیل ان ما استدلل بہ الشافعی علی قنوت الفجر وہ فیہ التصریح بالقنوت بعد الركوع حمله علیما ونا علی القنوت للنازلة ثم رایت الشرنبلالی فی مرقا الفلاح صرح بانہ بعدہ واستظهر الحموی انہ قبلہ والا ظہر ما قلنا

شیخ نزیدیک ظاہرات یہ ہے کہ مقتدی بھی امام کی پیروی میں پڑھے لیکن اگر امام قنوت پڑھنے میں جہر کرے تو پھر مقتدی صحت آمین کے اور قنوت رکوع کے بعد پڑھے۔ پہلے نہ پڑھے۔ اس کی دلیل وہ حدیث ہے جس سے امام شافعی رحمہ اللہ نے فجر میں قنوت پڑھنے پر استدلال کیا ہے اس حدیث میں بعد از رکوع کی تصریح ہے۔ اس حدیث میں بعد از رکوع قنوت کو قنوت نازلہ پر ہمارے علماء نے محمول کیا ہے، پھر میں نے دیکھا کہ شرنبلالی نے مرقا الفلاح میں بعد از رکوع کی تصریح کی ہے اور حموی نے قبل از رکوع کو نازلہ قرار دیا ہے جبکہ زیادہ واضح وہ ہے جو میں نے کہا ہے

۲۵۲/۱	مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	باب الوتر والنوازل	فتح المبین
۲۰۶ ص	نور محمد کاناغہ تجارت کتب کراچی	باب الوتر	فتح المبین
۲۰۷	"	"	"
۲۰۸	"	"	"
۲۹۶/۱	مطبعة البانی مصر	مطلب فی القنوت للنازلة	فتح المبین

طحاوی علی الدر المختار میں ہے :

قلت قد ورد فعله قبله وبه قال
الإمام مالك وبعده وبه قال إلا ما
اشافى فمقتضى النظر التحيد و ذكر
الشرنبلاني انه يقنت بعد الركوع
قول ومسلک ہے غورہ مکر سے معلوم ہوتا ہے کہ دونوں طرح کا اختیار ہے اور شرنبلانی نے بعد از رکوع کو ذکر
کیا ہے۔ (ت)

اقول اس قضیہ نظر میں نظر ظاہر ہے

فليس اختلاف المجتهدين قاضيا بالتسوية
عندنا إذا كان احدا القولين اليق بمذهبنا
واقعد باصولنا۔

اور فقیر کے نزدیک اقرب والنسب مختار سیّد علامہ محوی سے معنی علی الاطلاق نے فتح القدر میں فرمایا :

لما توجه ذلك خروج ما بعد الركوع من
كونه محلا للقنوت فلذا روى عن ابي حنيفة
رحمته الله تعالى انه لو سئى عن القنوت
فتذكره بعد الاعتدال لا يقنت بـ

میں کتابوں کے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا عمل
قبل از رکوع کے بارے میں مروی ہے یہ امام مالک کا قول
مسلم ہے اور دوسری روایت میں حضور علیہ الصلوٰۃ
السلام کا عمل بعد از رکوع مروی ہے، اسی پر امام شافعی کا
قول ومسلک ہے غورہ مکر سے معلوم ہوتا ہے کہ دونوں طرح کا اختیار ہے اور شرنبلانی نے بعد از رکوع کو ذکر

ہمارے نزدیک مجتہدین کے اختلاف کا مطلب دونوں
طرح کی مساوات نہیں ہے جبکہ ہمارے مذہب اور
ہمارے اصول کی ایک قول ثابت کرتا ہے اور دوسرا صحیح ہے۔

جب قبل از رکوع قنوت پڑھنا ترجیح پا چکا ہے تو اب
رکوع کے بعد قنوت کا عمل نظم ہو گیا اسی لئے امام ابو حنیفہ
سے مروی ہے کہ اگر کوئی شخص قبل از رکوع قنوت پڑھے
کو بخیر قبول جائے اور رکوع سے کھڑا ہو جائے تو اب یا دکنے
پر قنوت نہ پڑھے (ت)

ہاں اس میں شک نہیں کہ بر تقدیر قنوت فوازل مقتدی قبلیت و بعدیت میں اتباع امام کرے گا اور اگر امام بعد رکوع
پڑھے تو یہ بھی بعد ہی پڑھے گا

فانه اذا كان يتابعه في قنوت الوتر بعد
الركوع مع نص المذهب انه قبل الركوع
فهذا اولى۔

کیونکہ جب وتر کی قنوت میں مقتدی رکوع کے بعد
پڑھے میں امام کی پیروی کر سکتا ہے حالانکہ ہمارے
مذہب میں قبل از رکوع قنوت پر تصریح موجود ہے تو اس
قنوت فوازل میں بطریق اولیٰ امام کی پیروی کر سکتا ہے (ت)

رہ حاشیہ الطحاوی علی الدر المختار باب الوتر والنوافل مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۲۸۱/۱
رہ فتح القدر باب صلوٰۃ الوتر - تدریس رضویہ مستحکم ۳۷۲/۱

فتح القدير میں ہے :

هذا يحقق خروج القومة عن المحلية
بالكلية الا اذا اقتدى بمن يقنت في الوتر
بعد الركوع فانه يتابعه اتفاقا لله والله
تعالى اعلم۔
مسئلہ کیا فرماتے ہیں علامہ دین اس مسئلہ میں کہ دفع طاعون و وباء کے لئے نماز فجر میں قنوت پڑھنا
جائز ہے یا نہیں؟ بینوا تو جودا

الجواب

وقت نزول وازل وطلو مصائب اُن کے دفع کے لئے نماز فجر میں قنوت پڑھنا احادیث صحیحہ سے ثابت
اور مشروعیہ اس کی مستمر غیر منقطع۔

روی الامام البخاری والامام مسلم في
صحيحيهما والمحافظة النسائي في سننه واللفظ
للبخاري قال اخبرنا احمد بن يونس
ثنا ائمة عن التميمي عن ابى جعفر عن انس
رضي الله تعالى عنه قال قنت النسبي صلى
الله تعالى عليه وسلم شهر ايدعو على مرسل
وذكوان ولفظ المسلم من طريق المحقق
عن سليمان التيمي عن ابى جعفر عن انس
مالك رضي الله تعالى عنه قنت رسول الله
صلى الله تعالى عليه وسلم شهرا بعد
الركوع في صلوة الصبح يدعوا على مرسل وذكوان
ويقول عصية عصت الله ورسوله وفي صحيحه

بخاري احمد مسلم في
اصحهما في سننه واللفظ
للبخاري قال اخبرنا احمد بن يونس
ثنا ائمة عن التميمي عن ابى جعفر عن انس
رضي الله تعالى عنه قال قنت النسبي صلى
الله تعالى عليه وسلم شهر ايدعو على مرسل
وذكوان ولفظ المسلم من طريق المحقق
عن سليمان التيمي عن ابى جعفر عن انس
مالك رضي الله تعالى عنه قنت رسول الله
صلى الله تعالى عليه وسلم شهرا بعد
الركوع في صلوة الصبح يدعوا على مرسل وذكوان
ويقول عصية عصت الله ورسوله وفي صحيحه

فتح القدير باب الصلوة
مسئلہ صحیح بخاری کتاب المغازی باب غزوة الرجیع الزم قدیمی کتب خانہ کراچی ۵۸۴/۲
مسئلہ صحیح مسلم باب استحباب القنوت فی جمیع الصلوات الزم مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۲۳۴/۱

ایضا حدیثا محمد بن مهران الرازی
 فذا کریا سنادہ عن ابی سلمة عن ابی ہریرۃ
 حدیثہم ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
 قنّت بعد الرکعة فی صلوٰۃ شہرا ، اذا قال
 سمع اللہ لمن حمدہ یقول فی قنوتہ اللھم
 انج الولید بن الولید ، اللھم نج سلمة
 بن هشام ، اللھم نج عیاش بن ابی ربیعۃ ،
 اللھم نج المستضعفین من المؤمنین ،
 اللھم اشد ووطأتک حل مفر ، اللھم
 اجعلہا علیہم سنین کسفی یوسف ، قال
 ابو ہریرۃ ثم رأیت رسول اللہ صلی اللہ
 تعالیٰ علیہ وسلم ترک الدعا بعد ، فقلت
 ادی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
 قد ترک الدعاء لھم ، قال فقیل وما
 تراھم قد قد شوا۔

مهران نے اپنی سند کے ساتھ الاسلمہ سے انھوں نے
 حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ حضور
 علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک ماہ رکوع کے بعد سمع اللہ
 لمی حمد کہنے پر قنوت پڑھی اور قنوت میں یہ پڑھا اے
 اللہ! نجات دے دیکر ، اے اللہ! نجات دے
 سلمہ بن ہشام کو ، اے اللہ! نجات دے عیاش
 بن ابی ربیعہ کو ، اے اللہ! نجات دے ضعیف مہتر
 کو۔ اے اللہ! اپنی سخت پکڑ فرما مضر پر ، اے اللہ!
 ان پر قنوت مسطوط فرما جتنے سال یوسف علیہ السلام کے
 زمانہ میں قنوت نازل ہوا۔ ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 فرماتے ہیں کہ میں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو
 دیکھا کہ آپ نے ہر دعا چھوڑ دی تو میں نے دل میں کہا
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر دعا چھوڑ دی اور کہا
 کہ مجھے کمالیہ کہ وہ حفاظ آگئے تمھارا کیا خیال
 ہے۔ (ت)

عبد الرزاق ، حاکم ، دارقطنی باسناد صحیح بطریق الامام باقر حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اوی
 اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لیسزل
 یقنّت فی العصب حق فارق الدنیا۔
 حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ قنوت تاحیات
 پڑھتے رہے۔ (ت)

یہ حدیث اور دیگر احادیث قنوت فربہ خلاف شافعیہ کہ انھیں فجر میں دوام قنوت کی دلیل ٹھہراتی ہیں
 صریح نوازل میں وارد ان پر محمول۔ پس حاصل یہ کہ جناب سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وقت
 نزول شدہ دوام قنوت پڑھی اور جب وہ بلا دفع ہو جاتی ہو جہاں ارتفاع ضرورت ترک فرماتے اور مشرعیہ

لہ صحیح مسلم باب استحباب القنوت فی جمیع الصلوات الا مطہرہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۷/۲
 لہ المصنف عبد الرزاق باب القنوت حدیث ۳۹۶۳ - المکتب الاسلامی بیروت ۱۱۰/۲
 سنن الدارقطنی باب صفۃ القنوت الز مطہرہ نشر السنۃ طان ۳۹/۲

اس قنوت کی کتب حنفیہ میں بھی مصرح ہے کہ استسبائہ و درجہ اور بجز الاراق و غایت و مطلقاً و سراج و دایج و شرح نقایہ ششمی و فتح القدر ابن الہمام و کلام رئیس الحنفیہ امام ابو جعفر بن سلام طحاوی وغیرہ سے ثابت مترون میں غیر ترمذی قنوت پڑھنا منوع ٹھہرا یا شارحین کرام نے قنوت نازل کو اس سے استسنا فرمایا۔

درجہ ترمذی میں ہے کہ غیر ترمذی صرف قنوت نازل پڑھ سکتا ہے اور قنوت نازل امام چہری نماز میں پڑھے اور بعض نے کہا تمام نمازوں میں پڑھے، اور بجز الاراق میں ہے کہ شرح نقایہ میں غایہ کے حوالہ سے ذکر کیا کہ اگر مسلمانوں پر کوئی مصیبت نازل ہو تو امام نماز فجر میں قنوت پڑھے یہ امام احمد اور امام توری کا قول ہے اور جمہور محدثین نے کہا کہ قنوت نازل تمام نمازوں میں جائز ہے اور الاستسبائہ والنظائر ————— طاحون کو ختم کرنے میں دُعا کا فائدہ ہے۔ چہرہ میں ۹۹۹ میں طاحون کے موقع پر مجھ سے اس بارے میں سوال کیا گیا تو میں نے جواب میں کہا کہ میں نے صریح طور پر اس بارے میں نہیں دیکھا لیکن غایہ میں تصریح ہے کہ شتمی نے اس بات کو صاحبین کی طرف منسوب کیا اور کہا کہ اگر کوئی مصیبت نازل ہو تو امام نماز فجر میں قنوت پڑھے، یہ امام احمد اور امام توری کا قول ہے اور جمہور ائمہ حدیث نے فرمایا کہ تمام نمازوں میں قنوت جائز ہے انتہی، اور فتح القدر میں ہے قنوت نازل جاری ہے منسوخ نہیں ہے اور اہل حدیث کی جماعت کا یہ قول ہے اور انھوں نے ابو جعفر کی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے

فی الدار المختار ولا یقنت فی غیرہ الا نازلۃ فیقنت الامام فی الجہریۃ وقیل فی الصلۃ وفي البحر الرائق فی شرح النقایۃ معنیاً الی الغایۃ وان نزل بالمسلمین نازلۃ قنت الامام فی صلوة الجہر وهو قول الثوری واحمد، وقال جمہور اہل الحدیث القنوت عند النوازل مشروع فی الصلوات کلہا و فی الاشباہ والنظائر فائدۃ فی الدعاء برفق الطاعون شلت عنہ فی طاعون سنة تسع وستین وتسعمائة بالقاهرة، فاجبت بانی لہ امرہ صریحاً، ولكن صرح فی الغایۃ وعزاء الشتمی الیہا بانہ اذا نزل بالمسلمین نازلۃ قنت الامام فی صلوة الفجر وهو قول الثوری واحمد، وقال جمہور اہل الحدیث القنوت عند النوازل مشروع فی الصلوات کلہا انتہی، و فی فتح القدر ابن مشرعیۃ القنوت للنازلۃ مستمر لہ تنسخ، و یہ قال جماعة من اہل الحدیث و حملو علیہ حدیث ابن جعفر

عن انس رضي الله تعالى عنهما ما زال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يقنت حتى قاسق الدنيا اي عند النوازل ، وما ذكرنا من اخبار الخلفاء يفيد تقريرا لفعلمهم ذلك بعد رسول الله تعالى عليه وسلم وقد قنت الصديق رضي الله تعالى عنه في محاربة الصحابة رضي الله عنهم وسيلة الكذاب وعند محاربة اهل الكذب ، وكذلك قنت عمر رضي الله تعالى عنه واكد لك قنت علي رضي الله تعالى عنه في محاربة معاوية رضي الله تعالى عنهما ، وقنت معاوية في محاربة رضي الله تعالى عنهما انتهى قال قنت عندنا في النازلة ثابت وهو الدعاء برفعها ولا شك ان طاعون من اشد النوازل قال في المعيبات النازلة المصيبة الشديدة تنزل بالناس انتهى ، وذكر في السراج الوهاج قال الطحاوي ولا يقنت في الفجر عندنا من غير بلية فان وقعت بلية فلا بأس به كما فعل رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم فانه قنت شهرا فيها يدعو على سحره وذكوان وبني الحيا من شهر تركه كذا في الملتقط انتهى (ملتقط)

مروی حدیث اسی معنی پر محمول کیا ہے اور وہ یہ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تاخیرات قنوت نازل مصیبت پر پڑتے رہے۔ اور خلفاء کے عمل کے بارے میں جو ہم نے ذکر کیا ہے وہ بھی اس کی تائید کرتا ہے کہ انہوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد یہ عمل جاری رکھا اور ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسیلر کذاب سے صحابہ کی جنگ اور اہل کتاب سے جنگ میں قنوت پڑھی، اسی طرح عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے قنوت پڑھی اور ایسے ہی علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے جنگ کے دوران پڑھی اور حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جنگوں کے دوران قنوت پڑھی انتہی پس قنوت نازل ہمارے پاس مصیبت کو ختم کرنے کے لئے دعا کے طور پر ثابت ہے۔ اور اس میں شک نہیں کہ طاعون بھی بڑی مصیبت ہے اور مصباح میں فرمایا کہ نازل لوگوں پر شدید مصیبت کے نزول کو کتے ہیں انتہی، اور سراج الوہاج میں ذکر ہے کہ امام طحاوی نے فرمایا کہ نزول مصیبت کے بغیر نازل فجر میں قنوت نہ پڑھی جائے لیکن اگر مصیبت نازل ہو تو ہمارے نزدیک قنوت پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے جیسا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک ماہ قنوت پڑھی اور اس میں رحل، ذکر ان اور بنو لحيان پر بدعا فرمائی اور پھر آپ نے ترک کر دی۔ ملتقط میں اسی طرح ہے انتہی ملتقط۔ (ت)

یہاں سے ظاہر کہ اختلاف شافعیہ و حنفیہ دوبارہ قنوت فجر کہ وہ علی الدہام حکم دیتے اور ہم انکار کرتے ہیں غیر نوازل میں ہے نہ قنوت نوازل میں اور بلاشبہ طاعون و وبا اشد نوازل سے ہیں اور ان کے علوم میں داخل کما حقہ من الاشباہ (جیسا کہ اسباب سے گزارشات) پس اگر امام دفع طاعون و وبا کے لئے نماز فجر میں قنوت پڑھے تو اس کے جواز و مشروعیت میں کوئی شبہ نہیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۰۶ جمادی الاخریٰ ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جسے امام کے پیچھے نماز وتر میں بھی رکعتیں فوت ہوئیں اور قنوت بھی وہ جب اپنی باقی نماز پڑھنے کو کھڑا ہو تو اخیر رکعت میں دعا سے قنوت دوبارہ پڑھے یا وہی جو امام کے پیچھے پڑھی کافی ہے۔ بینوا تو جبروا

الجواب

اُسی پر اکتفا کرے دوبارہ نہ پڑھے کہ تکرار قنوت مشروع نہیں،

فی الدرد اما المسبوق فيقنت مع امامه فقط اه في س الاحتاد لانه اخر صلواته وما يقضيه اولها حكما في حق القراءات وما اشبهها واذا وقع قنوته في موضعه يتيقن لا يكرر لان تكراره غير مشروع شرح المنية اه واللہ تعالیٰ اعلم۔

قریں ہے کہ مسبوق (جس کی کوئی رکعت جماعت سے رہ جائے) صحت امام کے ساتھ قنوت پڑھے اور رد المحتار میں ہے کیونکہ امام کے ساتھ اس کی نماز کا آخری حصہ جماعت میں کوٹھا کر رہا ہے وہ قراۃ وغیرہ کے اعتبار سے مکمل نماز کا اول ہے، اور جب قنوت امام کے ساتھ اپنے محل میں ادا ہو چکی ہے تو اس کا تکرار نہ کیا جائے کیونکہ اس کا تکرار جائز نہیں، شرح غیہ اور واللہ تعالیٰ اعلم (د)

مسئلہ ۱۰۷ از اوچیں عوادہ اگر ایہا مسئلہ محمد بن عبد اللہ بن علی خاں صاحب از مکان میر غلام علی صاحب اسسنت یکم ربیع الآخر ۱۳۰۰ھ

وہ مسجد مردم در آن مسجد کہ امام جماعت تراویح مشغول تمام ست حاضر گرہیدند آئنا نماز فرض جماعت ادا نمایند یا بعد اگانہ خواندہ خواندہ علی جماعت تراویح شوند و باز دو دو تہیں آدمی مسجد میں آئے تو امام نماز تراویح میں مشغول تھا، کیا یہ آئے والے اپنے فرض کی ادائیگی کے لئے جماعت کرائیں یا علیحدہ علیحدہ پڑھیں اور اس کے بعد

راہبر امام بخارا تہا چہ اگر امام را بجماعت فرض
نیافتہ، بینوا تو جہودا

کے ساتھ فرض ادا نہ کرنے کی وجہ سے در علیہ پڑھیں ؟ بیان کردہ احسبہ پاؤ - (د ت)

الجواب

ہو، ت تراویح مانع جماعت فرض نیست لای حیاء
جماعة انما یمنع اقامة جماعة اخرى ف
شمانہا و مکانہا اذا كانت الاولى جامعة لكل
من یأتی الی الدخول فی نفسها و جماعة التراويح
لا تمدعو من لوی یصل الفرض الی الدخول فیہا
فان الصحیح المعتقد بطلای التراويح قبل
اداء الفرض ولذا اقال فی جامع الرموز
اذا دخل واحد فی المسجد و الامام ف
التراويح یصلی فرض العشاء اولہ ثم یتابع
پس آتا کہ از پس رسیدند چون شرعاً مامورند بادائے
فرض پیش از تراویح چہ الممنوع باشد از جماعت
حالانکہ چون امام در تراویح سست محراب مشغول باشد
پس عدول از وہ کہ مبدل ہیأت و بر نہ ہب صحیح و منفی
بتنافی کراہت سست کما نص علیہ فی مواضع
من ساد المحتار اینجا خود حاصل ست پس
بر نہ ہب صحیح ایناں را بیچ مانع از اقامت جماعت
نیست آدے ہر قدر کہ تواند دور از جماعت قوم
جماعت فرض بر پا کنند تا ہم تویشتی از التباس
افعال و اشتغال بالی ایمن باشند و ہم براہل تراویح

تراویح کی جماعت، فرض کی جماعت کے لئے مانع
نہیں ہے کیونکہ دوسری جماعت کے لئے موجود
جماعت مانع ہوتی ہے جو کہ تمام آنے والوں کے لئے
یہ پہلی موجود جماعت اپنے لئے داخل ہونے کی امانی ہو
جبکہ بعد میں آنے والے ان لوگوں کو جنہوں نے فرض
نماز نہیں پڑھی، کے لئے یہ موجود جماعت تراویح دانی
نہیں ہے کہ اس میں شامل ہوں، کیونکہ فرض ادا
کرنے سے قبل تراویح کا پڑھنا صحیح مذہب میں باطل ہے
اسی بنا پر جامع الرموز میں لکھا ہے کہ جب کوئی ایک
شخص جماعت تراویح ہوتے وقت آئے تو اس کو
پہلے عشاء کے فرض پڑھنے ہوں گے اور اس کے بعد تراویح
کہ جماعت میں شریک ہو، پس بعد میں آنے والے لوگ
جب اس بات کے پابند ہیں کہ وہ پہلے فرض ادا کریں
اور بعد میں تراویح پڑھیں تو شرعاً ان کو فرض کی ادائیگی
جماعت کراٹنے میں کیا مانع ہے خصوصاً جبکہ امام
تراویح پڑھاتے ہوئے محراب میں ہے تو بعد میں
آنے والے اپنی جماعت کو محراب سے ہٹ کر کرائیگی
جس سے پہلی جماعت کی حیثیت تبدیل ہو جائے گی
اور دوسری جماعت کی کراہت ختم ہو جائیگی جیسا کہ رد المحتار

خصوصاً امام تالی قرآن تبیس نہایت ہذا اکلہ مسما
لا یخفی علی من لہ مساس بالفقہ باز آنکس
کہ فرض بجا است گزارده است خواہ خود امام بود یا امام
دیگر غیر ای امام اقدانمودہ اور امیرسد کہ در وتر بایں
امام اقدانکند آرسے ہر کہ فرض بہ تنہائی ادا نمود اور
در وتر ہم منفرد باید بود علامہ شامی در رد المحتار فرمود
لوصلاھا (یعنی صلوة العشاء) جماعتہم
غیرہ ثمرہ صلی الوتر معہ لا کراہۃ شامی
دین فقیر این مسئلہ را در فتاویٰ خود ہم ہر چہ تمام تر رنگ
تفصیل را دہام - واللہ تعالیٰ اعلم

کی تصریح کے مطابق صحیح اور مفتی بہ مذہب یہی ہے
جب کراہت کی وجہ خود بخود ختم ہو گئی تو ان لوگوں کی جماعت
کے لئے کوئی بھی مانع نہ رہا، ہاں ممکن حد تک ان کو
چاہئے کہ تراویح کی جماعت سے دور اپنی جماعت کریں
تاکہ آپس میں قرائت اور افعال میں اشتباہ نہ پیدا ہو
اور اطمینان قلبی سے نماز ادا ہو سکے، نیز تراویح کے
امام ہو کہ قنوت میں مصروف ہے کہ اشتباہ سے بچا یا
جاسکے۔ فقہ سے مس رکھنے والے کو یہ تمام مسائل
معلوم ہے اور پھر جو شخص عشاء کے فرض جماعت سے
ادا کر چکا ہو خواہ اپنی جماعت کرائی ہو یا کسی اور امام یا

اس تراویح والے کے ساتھ جماعت میں شامل ہوا ہو اس کو تراویح اور وتر کی جماعت میں شریک ہونا جائز ہے،
ہاں جس نے فرض بغیر جماعت اکیلے پڑھے ہوں اس کو تراویح پڑھنے چاہئیں۔ علامہ شامی نے رد المحتار میں
فرمایا کہ اگر کسی نے عشاء کی نماز کسی دوسرے امام کے ساتھ جماعت سے ادا کی ہو تو وہ بلا کراہت اس امام کے
ساتھ وتر جماعت سے پڑھ سکتا ہے فوراً کیجئے، جبکہ اس فقیر نے اس مسئلہ کو ہم پہلے تفصیل کے ساتھ اپنے فتاویٰ
میں بیان کر دیا ہے۔ (د) واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۱۹ از او جہن علاقہ کرا الیہ مدرسہ یعقوب علی خان صاحب از مکان میر خادام علی صاحب سسٹنٹ
۲۹ ربیع الآخر ۱۳۰۴ھ

بقلم نجمتہ رقم جہارت فتاویٰ صاحب چینی ترقیم
آمدہ است کہ ہر آنکس کہ نماز فرض بجا است گزارده
است خود امام بود یا امام دیگر غیر ای امام اقدان
نمودہ اور امیرسد کہ در وتر اقدانکند آرسے ہر کہ
فرض بہ تنہائی ادا نمود اور وتر ہم منفرد باید بود جی
طور علامہ شامی در رد المحتار فرمودہ است فقط صاحب

آپ کے مبارک قلم سے فتویٰ یوں جاری ہوا ہے کہ
جو شخص عشاء کی نماز یعنی فرض جماعت سے پڑھ چکا
ہے خواہ خود امام بنا یا کسی دوسرے امام کے ساتھ
جماعت میں پڑھ چکا ہو اس کو اس امام کے ساتھ
باجماعت وتر پڑھنے کا اختیار ہے، ہاں جو شخص
اکیلے فرض ادا کرے اس کو وتر بھی اکیلے پڑھنے چاہئیں

در فوائد الاحمال تصنیف قاضی محمد تقی صاحب فیروز پوری
 کہ فیروز پورہ از توابع ملک میوات ست و ایں کتاب
 در علم فقہ معتبرست ارقام فرمودہ کہ بعد نماز مندرض
 درجہ واجب ست پس بسبب سنت جماعت واجب
 را ترک نماید و سنت را ادا سازد گے وہ ابو دبل لازم و
 واجب ست بعد ازانے نماز وتر تراویح یا قیام نہ ادا کند
 اگرچہ جماعت فرض بشمول نشہ باشد بھی ست حکم
 کتب الفقہ و در شامی جلد اول صفحہ ۴۷۹ و در طحاوی
 جلد اول صفحہ ۲۹۷ و در المختار و تریکیہ القیام مصنف
 مولانا صاحب جلد ثانی صفحہ ۱۷۱ و طبری نوشتہ است
 کہ اگرچہ جماعت فرض بدست نیامدہ باشد تاہم وتر
 را ضرور بجماعت ادا سازد لا بدست پس بعد جماعت
 فرض وتر را بجماعت ادا نمودن درست ست یا قطعی
 حکم مخالفت ست مطلق فرمایند و ایں گستاخی کہ ازین
 احقر البریہ رقتہ است معاف فرمایند و بخوف طول
 اصل عبارت موقوف داشتہ۔

ہیں یا جائز نہ ہونے کا قطعی حکم ہے۔ مطلق فرمائیں۔ اس فقیر سے اگر گستاخی ہوئی ہو تو معاف فرمائیں اور طوالت
 کے ڈر سے اصل عبارت موقوف کر دی ہے (ت)

الجواب

اللہم ہدایۃ الحق والصواب، مہربان
 حکم مسئلہ بیان ست کہ فقیر نوشتہ
 و انچہ از چار کتاب آوردہ اند کہ جماعت وتر
 مطلق ضروری و ثابتی ست در سر
 پیشین اثنی عشریہ شامی و طحاوی و در مختار
 زہسار ازین معنی نشانے نیست و

علا مر شامی نے رد مختار میں یہی بیان کیا ہے فقط
 حالانکہ فوائد الاحمال جو کہ قاضی محمد تقی فیروز پوری کی
 تصنیف ہے اور فیروز پور میرات کے علاقہ سے
 تعلق رکھتا ہے اور یہ کتاب علم فقہ میں معتبر ہے،
 اس میں انھوں نے لکھا ہے کہ فرض کے بعد واجب کا
 درجہ ہے لہذا سنت جماعت کی وجہ سے واجب کو
 یعنی وتر ترک کرنا اور سنت یعنی تراویح کو ادا کرنا کتب
 جائز ہو سکتا ہے اس لئے لازم ہے کہ وتر یا جماعت
 ادا کر کے باقی تراویح کو بعد میں پڑھے اگرچہ اس نے
 فرض اکیلے ہی پڑھے ہوں، یہی حکم کتب فقہ میں ہے
 اور شامی جلد اول صفحہ ۴۷۹، اور طحاوی جلد اول
 صفحہ ۲۹۷، اور مختار و تریکیہ القیام مصنف مولانا
 عبدالحی محمدت دہلوی میں لکھا ہے کہ اگرچہ فرض جماعت
 سے ادا نہ کئے ہوں تب بھی ضروری ہے کہ وتر جماعت
 سے ادا کرے۔ اب سوال یہ ہے کہ فرض یا جماعت
 ادا نہ کئے ہوں تب بھی وتر جماعت سے ادا کرنا جائز

اسے اللہ! حق اور درستگی کی رہنمائی فرما۔ میرے
 مہربان اس مسئلہ کا حکم وہی ہو اس فقیر نے لکھا ہے
 اور انھوں نے جن چار کتابوں کے حوالہ سے لکھا ہے
 کہ وتر کو جماعت سے پڑھنا مطلقاً ضروری ہے ان
 میں سے پہلی تین یعنی شامی، طحاوی اور رد مختار میں
 قطعاً اس مفہوم کا کوئی نشان تک نہیں ہے اور

تزکیۃ القیام واقیر کا ہے ندیدہ بکنا مش تشید مہم
 اگر از تصانیف شیخ محقق قدس سرہ العزیز ست
 یقین دارم کہ اس حکم درہ برگزینا شد و چنان گمان
 برودہ آید کہ ملت معتدہ بحرف شیخ مستند این چنین
 کلا سے بے سند پر خلافت اجماع رقم زندہ ضروری و
 لا بدی بودنش در کنار طاربا اختلاف ست کہ افضل
 در وتر جماعت ست یا بخاندہ تخلص تنہا گزاردن
 از افتا ہر دو قول را تصحیح مندرجہ اند طرہ
 آنکہ در غنتار ہیں قول اخیر یعنی انفضلیت
 افضل را نہ ہب قرار داد و شیخ محقق
 در ماضیت بالسنۃ ہمیں را مختار گفت و
 آنکہ انفضلیت جماعت را مزج داشتند سچیہ
 نگاشتند کہ جماعت در وتر سنۃ بیش نیست
 بلکہ سنیت او از سنیت جماعت تراویح نازل
 ست و در بحر الرائق وغیرہ ہیں بر لفظ استہابہ
 تعبیر رفت۔ ایک عبارت در مختار
 هل الافضل فی الوتر الجماعۃ
 ام المفضل فی صحابۃ لکن نقل
 شارح الوہبانیۃ ما یقتضی
 ان المذہب الشافعی و
 اقرب المصنف وغیرہ
 شیخ سرمایہ اختلافوا فی
 الافضل فقال بعضهم

تزکیۃ القیام نام کی کتاب اس فقیر نے نہ دیکھی نہ سنی
 اگر واقعی یہ کتاب شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی ہے
 تو پھر مجھے یقین ہے کہ اس کتاب میں یہ حکم ہرگز نہ ہوگا
 حضرت شیخ جیسے قابل اعتماد عالم کے بارے میں یہ
 کیسے گمان کیا جاسکتا ہے کہ انہوں نے ایسی بے سند
 بات اور خلاف اجماع تحریر کر دی ہے چہ جائیکہ
 انہوں نے ضروری اور لا بدی قرار دیا ہو۔ علماء میں
 قرینہ اختلاف ہے کہ رمضان میں وتر باجماعت پڑھنا افضل ہے
 یا تنہا گھر میں جبکہ ائمہ کرام نے دونوں باتوں کو صحیح قرار
 دیا ہے اور پھر تماشا یہ ہے کہ در مختار میں دوسرے
 قول یعنی گھر میں اکیلے پڑھنے کے احکامات کا مسلک قرار دیا
 ہے اور شیخ محقق نے بھی اپنی کتاب ماضیت بالسنۃ
 میں اسی دوسرے قول کو ترجیح دی ہے اور وہ لوگ
 جو وتر کو جماعت سے پڑھنے کو افضل کہتے ہیں ان کے
 نزدیک بھی وتر باجماعت سنیت سے زیادہ نہیں
 بلکہ یہ سنیت ان کے ہاں تراویح کے سنیت سے کم درجہ
 ہے اور بحر الرائق میں تو اس کا استہاب سے تعبیر
 کیا ہے۔ در مختار کی جہاد تہرہ ہے کیا وتر کی جماعت
 افضل ہے یا گھر میں پڑھنا، دونوں کی تصحیح موجود ہے
 لیکن وہبانیہ کے شارح نے جو نقل کیا اس کا متعلق
 یہ ہے کہ دوسرا قول مذہب و مسلک سے اسی کو
 مصنف وغیرہ نے ثابت کیا ہے، اور شیخ عبدالحق
 نے یوں فرمایا ہے علماء نے وتر کے بارے میں اختلاف

الافضل الجماعة وقال الأخسود
 الافضل انت يوتسوفى منزله منفردا
 وهو المختار. علامه شامى قدس سره السامى
 فرمود مرجع الكمال الجماعة فى شروح
 المنية والمصحيح انت الجماعة فيها
 افضل الا انت منيتها ليست كسنية
 جماعة التراويح اه مذهبنا. علامه
 طحطاوى زير قولش فى رمضان يصل النوتر
 بها اى بالجماعة تحرير نموده اى استجابا
 كما فى البحر و ظاهر ما سياتى لعانها
 فيه سنة كالتراوىح پس روشن شد
 كه نسبت كلام ذكر باين علما غلط بوده است
 و اگر از حكم ضرورى ولا بدى بودن جماعت قطع نظر
 نموده آيد تا هم نسبت بعسلامة شامى نسبت
 بخالفست زيرا كه اور علامه تعالى تفسيره
 فرموده است كه هر كه در ضمن منفرد بود در
 وترجم اقترا كنند از علامه شمس قميستاقى آورده
 و اذا لم يصل الفرض معه لا يتبعه
 فلو ستر باز خود گفت
 ينبغي ان يكون قول القهستاقى

بكيه افضل جماعت ہے يا افضل یہ ہے كه گھر میں
 ايکے پڑھے، اور یہ دوسرا قول ترجيح يا فہم ہے۔ علامہ
 شامی نے فرمایا ہے کہ کمال نے جماعت والے قول
 کو ترجيح دی ہے۔ اور عید کی شرح میں ہے کہ چچ یہ
 ہے کہ جماعت افضل ہے، لیکن وتر کی جماعت سنت
 تراویح کی جماعت کی سنت کی طرح نہیں ہے اور مطلقاً
 اور علامہ طحطاوی نے ماتن کے اس قول کہ 'رمضان
 میں وتر جماعت سے پڑھے' کے بعد لکھا ہے کہ یہ
 استجاب ہے جیسا کہ بحر میں ہے اور ظاہر یہ ہے
 کہ جواب سے آگے آئیگا کہ رمضان میں وتر کی جماعت
 سنت ہے جیسے تراویح سنت ہے۔ پس معلوم ہوا
 کہ مذکورہ بات ان علما کی طرف غلط غسوب کی گئی ہے
 اور لا بدی اور ضروری حکم سے قطع نظر بھی علامہ شامی
 کی طرف اس بات کو غسوب کرنا ایک مخالفت
 چیز کو غسوب کرنا ہے کیونکہ انھوں نے تصریح کی ہے
 کہ اگر فرض جماعت سے نہ پڑھے ہوں تو وتر بھی
 جماعت سے نہ پڑھے اور علامہ قمستانی کے حوالہ سے
 انھوں نے کہا ہے کہ جب فرض امام کی اقتدا میں
 نہ پڑھے ہوں تو وتر میں اس کی اقتدار نہ کرے،
 اور علامہ نے خود فرمایا کہ علامہ قمستانی کا یہ کہنا کہ

۳۰۲	ص	ادارہ تعلیم و ترویج لاہور	الفصل السابع	لہ ثابت بالسنۃ
۵۲۵/۱		مصطفیٰ البابی مصر	باب الوتر والنوافل	لہ رد المختار
۲۹۷/۱		مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت	باب الوتر والنوافل	سلک ما شیتہ الطحاوی علی الدائم المختار
۵۲۴/۱		مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر	باب الوتر والنوافل	لہ رد المختار

معه احتراز عن صلواتها من نفوذ افعال
 صلاھا بجاعة مع غیرہ ثم یصلی الوتر
 معه لا کراهة تاملاً لہ و در مختار این
 مسئلہ را اصل ذکرے نیست۔ مصنف و شارح
 انسلم اللہ تعالیٰ اجور هما و افاض
 علینا نورهما ہیں فمشتہ اند کہ ہرگز تراویح
 منفرد و بدو در جماعت وتر داخل ہی تواند شد
 حیث قالوا لولم یصلھا ای التراویح
 بالامام او صلاھا مع غیرہ لہ
 ان یصلی الوتر معہ ای مسئلہ
 را با مسئلہ ماچہ علاقہ کہ ایجاب کلام
 در منفرد فی الفرض ست نہ منفرد فی التراویح
 و ضمیر در نیست کہ ضمیر کہ تراویح
 تنها گذارده است در فسخ فی غیر
 منفرد و بدو باشد باز شارح رحمہ اللہ
 تعالیٰ سوائے آورده است کہ اگر ہمہ با
 جماعت تراویح را ترک کردہ باشد آیا
 ایشان را ہی رسد کہ وتر با جماعت گزارند
 اینجا بیچ یکے نمودہ امر بر اجابت کتب
 فسخ بود حیث قال بقی لہ
 ترکھا الحکل هل یصلونہ
 الوتر بجماعة فلیراجع آریہ

اس امام کے پیچھے فرض نہ پڑے ہوں" کا مطلب یہ ہے
 اکیلے پڑے ہوں، لیکن اگر اس نے فرض کسی دوسرے
 امام کی اقتدار میں پڑے ہوں تو پھر وہ میں امام کے ساتھ
 جماعت میں پڑنے میں کوئی کراہت نہیں ہے، غور کرنا
 اور در مختار میں اس مسئلہ کا بالکل ذکر نہیں ہے مصنف
 اور شارح (اللہ تعالیٰ ان کے اجر کو عظیم فرمائے اور
 ان کے نور کا ہم پر فیضان فرمائے) دونوں نے لکھا ہے
 کہ کسی نے صرف تراویح اکیلے پڑھی ہوں تو وہ وتر کی
 جماعت میں شریک ہو سکتا ہے۔ انہوں نے یوں فرمایا
 اگر اس نے تراویح امام کے ساتھ نہ پڑھی ہوں یا کسی
 اور امام کے ساتھ پڑھی ہوں تو اس کو اس امام کے
 ساتھ وتر پڑھنا جائز ہیں لیکن اس مسئلہ کا ہمارے
 مسئلہ سے کوئی تعلق نہیں کیونکہ ہمارا مسئلہ تو اکیلے فرض
 پڑھنے والے کے بارے میں ہے نہ کہ اکیلے تراویح
 پڑھنے کے بارے میں ہے، کیونکہ تراویح اکیلے پڑھنے
 کو یہ لازم نہیں کہ فرض بھی اکیلے پڑے ہوں۔ اس کے
 بعد شارح نے خود سوال اٹھایا کہ اگر تمام حاضرین نے
 تراویح با جماعت نہ پڑھی ہوں تو ان کو یہ جائز ہوگا
 کہ وہ وتر با جماعت ادا کریں۔ شارح نے یہ سوال بیان
 کر کے کوئی جواب نہ دیا بلکہ یہ کہا اس بارے میں کتب
 کو دیکھا جائے، انہوں نے اس کو یوں بیان فرمایا
 یہ بات باقی ہے کہ اگر تمام حاضرین نے تراویح کی

علامہ علی حشری در جواب ایس سوال از داسے و فہم خود
چنان بحث کرے کہ جماعت تراویح یکسر متروک باش
ماہم مقتضائے تحلیل آنست کہ جماعت و تراویح باشد
لیرا کہ اونما مستقل بنفساست و هذا
نفسه علی ما نقل العلامة الطحطاوی
قوله فلیرا جہ قضیۃ التحلیل فی
المسئلة السابقة بقولہم لانہا
تبع ان یصلی الوتر بجماعة فی هذه
المسئلة لانہ لیس بتبع للتراویح
ولا للعشاء عند الامام محمد بن عبد اللہ
تعالی ای جانسیز چنانکہ دیدی کلام در
منفرد فی الفرض نیست فعلم بما یوہم
قوله ولا للعشاء بجواز جماعة
الوتر وان ترکوا جماعة الفرض
اصلا لکنہ کما علمت خلاف
المنقول وما کان لببحث
ان یقبل علی خلاف
المنصوص لاسیما و هو غیر مستقیم
فی نفسه اذ لیس قضیۃ
التحلیل ما مر کما انما
العلامة الشافعی و احبابہ
حیث قال قوله بقی الذی
یظہر ان جماعة الوتر

جماعت کو ترک کیا ہو تو وہ وتر جماعت سے پڑھ سکتے
ہی تو اس مسئلہ میں کتب کو دیکھا جائے، ہاں علامہ
علی حشری نے از خود اس سوال کے جواب میں اپنی رائے
اور فہم سے یہ بحث کی ہے کہ اگرچہ تراویح کی جماعت
متروک ہوگئی مگر اب وتر کی جماعت کو ترک نہ کریں اس
کی وجہ یہ ہے کہ وتر ایک مستقل طریقہ نماز ہے اور ان
کامیابین ہے جیسا کہ علامہ طحطاوی نے ان کا بیان نقل
کیا ہے کتب کی طرف رجوع کرو، یہ اس علت کا قرینہ
ہے جو انہوں نے سابقہ مسئلہ میں بیان کی ہے کہ تراویح
تابع ہیں اس لئے اس کو جائز ہے کہ وہ وتر باجماعت
پڑھے، کیونکہ وتر تراویح کے تابع ہیں اور نہ ہی
عشاء کے، امام صاحب کے قول میں رحمہ اللہ تعالیٰ
آپ نے ملاحظہ کیا کہ یہاں بھی فرض ایک طرح ہے واسلے
کے بارے میں بات نہیں ہے۔ ہاں اس کا قول
”عشاء کے بھی تابع نہیں“ وہم پیدا کرتا ہے کہ وتر کی
جماعت جائز ہے اگرچہ سب حضرات نے فرض کی جماعت
کو ترک کر دیا ہو، لیکن آپ کو معلوم ہے کہ یہ بات نقل
کے خلاف ہے اور منقول کے خلاف کوئی بحث
قابل قبول نہیں ہوتی خصوصاً جبکہ وہ بحث خود بھی
درست نہ ہو، کیونکہ حقیقت والا معاملہ وہ نہیں جو بیان
ہو، جیسا کہ علامہ شافعی نے خوب بیان فرمایا جس کی
انہوں نے یہ کہنا یہ بات باقی ہے الخ ان کا یہ
سوال اس بات کو ظاہر کر رہا ہے کہ وتر کی جماعت

تبع لجماعة التراويح وان كان
الموت بنفسه اطلاق ذاته
لا من سنة الجماعة في الموت
انما عرفت بالاشرتابعة للتراويح
على انهم اختلفوا في افضلية
صلاتها بالجماعة بعد التراويح
حكما ياتي آخر ومن فقيه در قوی عربیہ
کہ بحواب سوال مولوی محمد عبد اللہ صاحب
پنجابی هزاری بتاریخ نوزدہم شہر ربیع الآخر
۱۳۰۶ ہجری نوشتہ ام ایس مقام را باقصائے
مراتب تنقیح و توضیح رساندہ ام و بافتہ التوفیق
سخی گفتن ماند از کتاب فوائد الاعمال مہربانا معتبر
بودی کتابے نزد بعض معتقدین تہزبہ و معتبر
بودنش فی نفسہ تہزبہ دیگرست باز احتساب
کتابے مستلزم آن نیست کہ ہرچہ در مذکور
ست علقہ و منہورست از نہاد در کتب احبہ
اترہیح یک کتابے نیابی کہ در بعض مواضع محال
نقد و تنقیح نہ است باشد تا بتالیف ما امد
ہند چہ رسد مؤلف اگر ایس مسئلہ
را از پیش خود گفتہ است بچہ تیرزد ورنہ
برو لازم بود کہ نص کتاب آوردے یا لا اقل
نام کتاب برو سہ تنہا گفتش کہ ہمیں
ست حکم کتب الففتہ چگونہ قبول افتد

تراویح کی جماعت کے تابع ہے اگرچہ ترقی فقیہ مستقل
نماز ہے، کیونکہ وتر کی جماعت کا سنت ہونا یہ نقل
سے ثابت ہے کہ یہ تراویح کے تابع ہے یہ علیحدہ
بات ہے کہ علماء نے تراویح کے بعد وتر باجماعت
پڑھنے کی افضلیت میں اختلاف کیا ہے، جیسا کہ
آئندہ ذکر ہے اور کچھ فقیر نے عربی فتویٰ جو کہ
مولوی عبد اللہ صاحب پنجابی ہزار سی کے سوال
کے جواب میں بتاریخ ۱۹ ربیع الآخر ۱۳۰۶ لکھا ہے
اس میں اس مقام پر خوب اعلیٰ تنقیح و توضیح سے کام
لیا ہے، و بافتہ التوفیق فوائد الاعمال کے متعلق بات کرنا
باقی ہے، میرے مہربان کسی کتاب کا معتقدین کے
ہاں معتبر ہونا ایک بات ہے اور اس کتاب کی
پسینہ نشیت میں معتبر ہونا اور بات ہے نیز کسی کتاب
کے معتبر ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ اس میں جو کچھ
موجود ہے وہ تمام معتبر و مختار ہو ہرگز ایسا نہیں
ہے کیونکہ ہرے ہرے ائمہ کرام کی کتابوں میں سے
کوئی بھی کتاب ایسی نہیں کہ اس کے بعض مقامات
قابل تنقید و تنقیح نہ ہوں، تو ہم نئے لوگوں کی
کتابوں کے بارے میں یہ کیسے کہا جاسکتا ہے کہ
ان میں سب کچھ درست ہے۔ فوائد الاعمال کے
مصنف نے اگر مسئلہ خود اپنی طرف سے کہہ دیا
تو اس کی کوئی حیثیت نہیں ہے ورنہ ان پر لازم
تھا کہ کسی ایک کتاب کا ہی حوالہ ذکر کر دیتے اور

مالا نکه در کتب فقہ پھر غیۃ الفقہاء وغنیۃ و شرح
 نقایہ و رد المحتار تنقیص بخلافش می یابیم
 باز اگر بر خاطر احباب گران نیاید سخنی
 از نقد کلامش را نم و بر ہنگام واضح و لائق
 گردد ام کہ ایں کلام حسب قدر از پایہ فقہیت
 دور و مہجور افتادہ است اولاً باید دانست
 کہ علماء را در وقت تراویح دو قول بذیل بطراز
 صحیح ست یکے آنکہ وقتش مابین عشاء و ترست
 ستا آنکہ بعد و تر و انہود چنانکہ بیش از فرض روا
 نیست صحیحہ فی الخلاصۃ و رجحہ
 فی غایۃ البیان بیانہ
 السما شور المتواتر است اح شہ عن
 البیہود دوم آنکہ بعد عشاء تا طلوع
 فجر ہمیں ست اس جہ التصحیحین
 عزاء فی الکاف الی الجہود
 و صحیحہ فی الہدایۃ و
 الخانیۃ و المحيط اح شہ عن
 المزین بر مذہب اول مسلمہ کہ ا
 چیزے از تراویح باقی ماند و امام بو تر بر خاست
 حکم بھی ست کہ یہ بقیہ تراویح
 اشتغال نماید و بجا عست و تر در نیاید
 زیرا کہ نزد ایشان پس از تر وقت تراویح

حرف یہ کہ دینا کہ کتب فقہ کا یہ حکم ہے کیسے قابل قبول
 ہو سکتا ہے حالانکہ کتب فقہ مثلاً غیۃ الفقہاء وغنیۃ
 شرح النقایہ اور رد المحتار میں ہم اس کا خلاف
 پاتے ہیں پھر اگر دوستوں پر گران نہ گزرے تو ہم اس کا
 تنقیدی جائزہ پیش کریں، اور ان پر واضح کر دیں کہ ان
 کے بیان کی کیا حیثیت ہے اور یہ کہ فقہ سے اس کا
 کوئی تعلق نہیں ہے اولاً معلوم ہوتا چاہئے کہ
 تراویح کے وقت کے بارے میں علماء میں اختلاف
 ہے اور اس میں دو قول ہیں جو کہ قصص کے معیار پر
 آتے ہیں: ایک یہ کہ تراویح کا وقت، نماز یعنی فرض
 عشاء اور وتر کے درمیان ہے اس بنا پر فرض سے
 قبل تراویح جائز نہیں جس طرح کہ وتر کے بعد جبائز
 نہیں، اس قول کو خلاصہ میں صحیح قرار دیا ہے، اور
 غایۃ البیان نے اس کو زمانہ بزمانہ منقولی کہہ کر ترجیح
 دی ہے اح۔ یہ شارح نے بکرم سے نقل کیا ہے۔
 دوسرا قول یہ ہے کہ اس کا وقت بعد از عشاء
 تا طلوع فجر ہے، یہی قول صحت میں رائج ہے اور
 کافی میں اس کو جمہور کی طرف منسوب کیا ہے اور
 ہاید، خانیہ اور محیط میں اس کو صحیح قرار دیا ہے اح۔
 یہ شارح نے نیز سے نقل کیا ہے اب پہلے قول کے
 مطابق اگر کسی کی کچھ تراویح رہتی ہوں اور امام وتر
 شروع کر چکا ہے اس کو یہ حکم ہے کہ وہ امام کے

وقت می شود امام طاهر بن احمد بخاری در خلاصہ فرمود یشتغل بالسترویحة الفاتحة لانه لا یسکنه الا تیات بها بعد الوتر ورنه یسب دوم بهمسر و امر غیرست اما اختلاف در افضل افتاد هر که در وتر انفرادی بهتر دانسته نزد او اشتغال بترویج فائز است احسن باشد و هر که جماعت نیکوتر گفته پیش او جماعت و تر و رسا ختم و ترویج فائز را پس انداختن غمشته و مانا که ہیں صاحب باشد و فقیر گویم چون میج دوم جانب عدم محبت تراویح بعد و تراست یعنی الف برامات آن باشد و الله تعالی اعلم قال فی الدر المختار وقتها بعد صلاة العشاء الی الفحیر قبل الوتر و بعدة فی الاصح فلو فاته بعضها قام الامام الی الوتر او تر معه ثم صلی ما فاتة او قال فی رد المحتار قوله فلو فاته بعضها الی تفویم علی الاصح لكنه مبني علی ان الافضل فی الوتر الجماعة لا المستزل

ساخته و تر پڑھے بلکہ بقیہ تراویح کو پہلے پڑھے کیونکہ اس قول والوں کے ہاں وتر کے بعد تراویح کا وقت ختم ہو جاتا ہے۔ امام طاہر بن احمد بخاری خلاصہ میں فرماتے ہیں کہ وہ بقیہ تراویح ادا کرے کیونکہ وتر کے بعد اس کو تراویح پڑھنا ٹھکی نہیں۔ اور دوسرے قول کے مطابق اس کو دونوں طرح اختیار ہے کہ بقیہ تراویح وتر سے پہلے پڑھے یا بعد۔ لیکن افضل پہلے میں ضرور اختلاف ہے کہ جو لوگ وتر تنہا پڑھنا افضل کہتے ہیں کہ تراویح پہلے پڑھے اور جو جماعت کو بہتر مانتے ہیں ان کے نزدیک پہلے وتر جماعت کے ساتھ پڑھے کہ اسکے بعد بقیہ تراویح پڑھے، تسلیم ہے کہ پسند ہر امر میں ہے لیکن ایک قول میں وتر کے بعد تراویح جائز نہیں ہے، اس لئے یہ فقیر کہتا ہے کہ اس قول کی رعایت زیادہ مناسب ہے، واللہ تعالی اعلم۔ در مختار میں کہا کہ تراویح کا وقت عشاء کی نماز کے بعد تا طلوع فجر ہے و تر سے قبل یا بعد اصح قول ہے۔ پس اگر کچھ تراویح رہ جائیں اور امام وتر کے لئے کھڑا ہو جائے تو اسے چاہئے کہ وہ امام کے ساتھ و تر پڑھے اور فوت شدہ تراویح اس کے بعد پڑھے او۔ اس پر رد مختار میں کہا (قولہ فلو فاته بعضها الزی) یعنی ما تن کا قول کہ اگر کچھ تراویح رہ جائیں، یہ اصح قول تفریع ہے لیکن یہ تفریع اس بات پر مبنی ہے کہ وتر گھر کی بجائے

و فیہ خلاف سینا فی فتوالہ او ترجمہ ای علی
وجہ الافضلیۃ الخ بالجلد بریک مذہب رہ ہمیں
ست کہ جماعت و تر شرک نکلند و ہر مذہب دیگر نزد
بعض افضل ہیں ست و نزد بعض اگرچہ اقتدا افضل
اما وجوب و لزوم اقتدا کہ صاحب فوائد نوشت مذہب
ہر جملے نیست نہ شمار از شرع برو سے دیکھتے۔
ثانیاً قول اولیس بسبب سنت جماعت واجب
را ترک نماید و سنت را ادا سازد کے رد ا بود
طرف استدلال ست اگر لفظ واجب صفت جماعت
ست ہا بہ غلط و باطل بالا گفتہ ایم کہ جماعت
و تر نزد بیچ کسے واجب نیست و اگر مضاف الیہ
است پس دلیل واضح الاختلال سخن در ترک
جماعت ست نہ در ترک و تر پس قول او کے دالہ
کے رد ا بود الخ اصل حکم ہاں ست کہ فقیر و فتوائے
پیشین نوشتہ لم و از رد و قدح بحکامات سکوت
اولی بود اگر ایضاً صواب و کشف ارباب مقصود
نبودے باز در ضمن بیان مسائل نافذ کہ برو سے
کار آمد دفع خوبی ست کہ حامل بریں تحریری تواند شد
مہربان سخن برانچہ فعل منسہ مودہ اند رواں کردم و نہ
فقیر کتاب فوائد الاعمال ہم ندیدہ ام نہ اقم کہ اصل
جہار تشہیت و موفقت کیست واللہ تعالی اعلم
پر بحث کرنے سے سکوت بہتر تھا، اگر درست موقع کی وضاحت اور شکوک کو دفع کرنا مقصود نہ ہوتا نیز بحث میں
ضمنی مسائل میں جو کہ بحثے کار لائے میں مفید ہو سکتے تھے جی کی وجہ سے میں نے یہ بحث کی ہے ورنہ ضرورت نہ تھی،

یا جماعت پر حنا افضل ہے اور اس میں اختلاف ہے جو
آگے آرہا ہے۔ اور اس کا قول کہ امام کے ساتھ و تر
پڑھے یعنی مستحب یہ ہے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ ایک
قول میں یہ متعین ہے کہ وہ جماعت کے ساتھ و تر پڑھے
اور دوسرے مذہب پر افضل یہ ہے کہ و تر یا جماعت
نہ پڑھے ایک قول کے مطابق اور دوسرے قول کے
مطابق اگرچہ اقتدار اور جماعت افضل ہے تاہم
جماعت کا لازم ہونا اور واجب ہونا ترک کے لئے کسی
عالم کا مذہب اور قول نہیں جیسا کہ فوائد الاعمال والے
نے لکھا ہے اور نہ ہی شرع میں اس پر کوئی دلیل ہے۔
ثانیاً اس کا یہ کہنا کہ سنت کی وجہ سے جماعت واجب
کا ترک کرنا کیسے جائز ہو سکتا ہے، یہ عجیب استدلال
ہے اس میں لفظ واجب اگر جماعت کی صفت ہے
تو یہ غلط اور باطل ہے کیونکہ و تر کی جماعت کسی کے
ہاں بھی واجب نہیں ہے اور لفظ واجب جماعت کا
مضاف الیہ ہے یعنی واجب کی جماعت تو پھر یہ دلیل
واضح طور پر خلل والی ہے کیونکہ بات تو ہو رہی ہے جماعت
کے ترک میں نہ کہ واجب یعنی و تر کے ترک میں، اس کا
یہ کہنا کہ کیسے جائز ہو سکتا ہے، کیسے جائز اور درست
ہو سکتا ہے! الحاصل یہ کہ اس مسئلہ کا حکم وہی ہے
جو اس فقیر نے پہلے فتوے میں لکھا ہے، ایسی باتوں
پر بحث کرنے سے سکوت بہتر تھا، اگر درست موقع کی وضاحت اور شکوک کو دفع کرنا مقصود نہ ہوتا نیز بحث میں
ضمنی مسائل میں جو کہ بحثے کار لائے میں مفید ہو سکتے تھے جی کی وجہ سے میں نے یہ بحث کی ہے ورنہ ضرورت نہ تھی،

مہربانوں نے جیسے عبارت نقل کی اس کے مطابق میں نے تسلیم کر سکتے ہوئے جواب لکھ دیا اور نہ اس فقیر نے کتاب
فوائد الاعمال نہیں دیکھی اور نہ یہ معلوم کہ اصل عبارت کیا اور کتاب کا مصنف کون ہے، واللہ تعالیٰ اعلم
مسئلہ مدرسہ مولوی محمد عبداللہ صاحب پنجاب بی ہزاری مدرسہ اول مدرسہ عربیہ بریلی

۱۹ ربیع الآخر شریعت ۱۳۰۶ھ

اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے، آپ کا کیا ارشاد ہے
ایسے شخص کے بارے میں جس نے فرض اکیسے گھر میں
پڑھے یا کسی دوسرے امام کے ساتھ جماعت میں
پڑھے کیا وہ شخص باجماعت تراویح والے امام کے
چوٹے وتر باجماعت پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟ اور وتر
باجماعت رمضان کے تابع ہے یا فرض کی جماعت کے
تابع ہیں، بیان کردہ اجر پاؤ۔ (ت)

ما قولكم رحمكم الله تعالى في الرجل
الذي اقتدى بالامام في التراويح
وقد صلى الفرض في
بيته او مع غيره ذلك الامام هل يصلي
الوتر بالجماعة ام لا والوتر بالجماعة
تأثم لمضات ام لجماعة الفرض
بينوا توجروا۔

الجواب

جس نے فرض اکیسے پڑھے ہوں وہ وتر کی جماعت میں
شریک نہ ہو اور جس نے فرض جماعت ادا کئے ہوں اگرچہ
کسی دوسرے کی جماعت کے ساتھ پڑھے ہوں وہ اس
وتر پڑھانے والے کے ساتھ جماعت میں شریک ہو سکتا
ہے اگرچہ اس نے اس امام کے ساتھ تراویح نہ پڑھی
ہوں، یہی صحیح اور قابل اعتماد ہے، فقیر کی شرح غنیہ میں
علامہ براہیم حلبی نے فرمایا کہ جب فرض جماعت کے
ساتھ نہ پڑھے تو عین الاثر کراہیسی سے روایت ہے
کہ وہ تراویح اور وتر امام کے ساتھ نہ پڑھے اور یوں
اگر اس نے تراویح امام کے ساتھ نہ پڑھی ہو تو بھی وہ
وتر امام کے ساتھ پڑھے، اور ابو یوسف البانی نے فرمایا
کہ اگر امام کے ساتھ کچھ تراویح پڑھ لی ہوں تو اس کے
ساتھ وتر پڑھ سکتا ہے اور یوں ہی اگر اس نے تراویح

من صلى الفرض منفردا لا يدخل
في جماعة الوتر ومن صلاها
جماعة ولو خلف غير هذا الامام
فله ان ياقم به في الوتر
اعب وان لم يكن ادرك التراويح
معه هو الصحيح المعتمد في الفتن
مشروم المنية للسلامة ابراهيم
الحلبی اذا لم يصلي الفرض مع
الامام ففعل عین الاثمة الكراہیسی
انه لا يتبعه في التراويح ولا الوتر
وكذا اذا لم يتابعه في التراويح لا يتابعه
في الوتر فقال ابو يوسف البانی اذا صلى مع الامام
شيئا من التراويح يصلي معه الوتر وكذا اذا

لوید رکعہ شیئا عنہا وکذا اذا صلی
التراویح مع غیرہ لہ انت یصلی
الموتر معہ وهو المصحیح ذکرہ
ابواللیث وکذا قال ظہیر الدین
المرغینانی لوصلی العشاء وحده
فلہ انت یصلی التراویح مع الامام
وهو المصحیح حتی لو دخل بعد ما صلی
الامام الفرض وشرع فی التراویح
فانہ یصلی الفرض أولا وحده ثم
یتابع فی التراویح وفي القنیۃ
لو ترکوا الجماعة فی الفرض
یس لہم ان یصلوا التراویح جماعة
لانہا تبع للجماعة ام وقال فی رد المحتار
عند قوله لو لم یصلھا (ای التراویح) بالامام
لہ انت یصلی الموتر معہ فی
القنۃ خانیۃ عن القسۃ انہ سئل
علی بن احمد عن صلی الفرض و
التراویح وحده او التراویح فقط
هل یصلی الموتر مع الامام فقال لا ام ثم
سأیت القہستانی ذکر تصحیح ما ذکرہ
المصنف (ای من جواز الموتر جماعة
لم یصلی التراویح منفردا تک و
الفرض جماعة قال الشامی

جماعت سے کچھ بھی نہ پڑھی ہوں تو وہ شریک ہو سکتا
ہے، اور اگر اس نے ایسے ہی تراویح کسی دوسرے
امام کے ساتھ پڑھی ہوں تو وہ ترکی جماعت میں شریک
ہو سکتا ہے، یہی صحیح ہے اس کو ابراہیم نے ذکر
کیا ہے اور ظہیر الدین مرغینانی نے بھی یہی کہا ہے کہ
اگر اس نے فرض اکیلے پڑھے ہوں تو تراویح امام کے
ساتھ پڑھ سکتا ہے یہ صحیح ہے حتیٰ کہ اگر وہ امام کے
فرض پڑھ لینے کے بعد اور تراویح میں شروع ہونے کے
بعد مسجد میں آیا تو اس کو چاہئے کہ پہلے اکیلے فرض پڑھ کر
بعد میں تراویح کی جماعت میں شریک ہو۔ اور قنیۃ میں
اگر کچھ لوگوں نے فرض کی جماعت ترک کر دی تو ان کو
تراویح باجماعت نہیں پڑھنی چاہئے کیونکہ تراویح فرض
باجماعت کے تابع ہیں اور رد المحتار میں اس کے
قول پر اگر اس نے تراویح امام کے ساتھ نہ پڑھی ہوں
تو اس کو ورنہ امام کے ساتھ پڑھنے کی اجازت ہے نہ
تارخانیہ میں قنۃ سے نقل ہے کہ علی بن احمد سے سوال
کیا گیا کہ وہ شخص جس نے فرض اور تراویح اکیلے پڑھے ہوں
یا صرف تراویح اکیلے پڑھی ہوں کیا وہ ورنہ امام کے ساتھ پڑھ
سکتا ہے؟ تو انہوں نے جواب میں کہا کہ نہیں پڑھ
سکتا ہے۔ پھر میں نے قہستانی کو مصنف کی تصحیح ذکر
کرتے ہوئے پایا یعنی جس نے تراویح اکیلے اور فرض
جماعت سے پڑھے ہوں تو اس کو ورنہ جماعت سے
پڑھنے کی اجازت ہے۔ علامہ شامی نے مستدرایا کہ

ثم قال (يعني القهستاني) لكنه اذا لم
يصل الفرض معه لا يتبعه في الترتيب
قلت وعزاء القهستاني للمنية وعلى منية
الفتهاء لا منية المصل كما ظنه بعض
المتصدين للفتوى في عصرنا فتسببه
الى عدم مطابقة النقل للنقل عنه
قال الشامي فتقوله (يعني المصنف)
ولو لم يصلها اي وقد صلى الفرض
معه نكت ينبغي ان يكون قول
القهستاني معه احتراز عن صلواتها
منفردة قلت فيكون على وزان قول
الغنية المار اذا لم يدرك معه شيئا
منها فانما اراد به الا فطر ادلا ما يشمل
الادراك مع غيره بدليل قوله عطف
عليه وكذا اذا صلى التراويح مع
غيره قال الشامي اما لو صلاها (يعني
الفريضة) جماعة مع غيبة
ثم صلى الترمعه لا كراهة
تأمل انتهى اقول معلوم
ان التمسيد في قوله
لا يتبعه للامام مطلقا لا لخصوص

قهستاني نے پھر فرمایا، لیکن اگر فرض اس نے جماعت
سے نہ پڑھے ہوں تو وتر بھی یا جماعت نہ پڑھے اور
میں کتا ہوں کہ اس بات کو قہستانی نے غیر کی طرف
خسب کیا ہے یا در ہے کہ یہ غیر الفقہاء مراد ہے
غیر المصل نہیں جیسا کہ بعض معاصر فتویٰ نویسوں کو یہاں
غلط فہمی ہوئی ہے اور انہوں نے نقل کو اصل کے
مطابق نہ ہونے کی شکایت کی ہے علامہ شامی نے
فرمایا کہ مصنف کا قول کہ اگر اس نے تراویح امام کے
ساتھ نہ پڑھی ہوں یعنی فرض امام کے ساتھ پڑھے ہوں
لیکن مناسب یہ ہے کہ قہستانی کا "معه" کتا یہ
تراویح اکیلے پڑھنے کی صورت کو جدا کرنا ہے میں کتا
ہوں یہ غیبہ کے تحت قولی "جب امام کے ساتھ کچھ
تراویح نہ پڑھتے" کے انداز پر ہے کہ اس سے مراد
اکیلے پڑھنا ہے نہ کہ وہ معنی جس میں کسی دوسرے امام
کے ساتھ پڑھنا شامل ہو۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ انہوں
نے دوسرے امام کے ساتھ پڑھنے کو علیحدہ عطف
کے ذکر کیا ہے۔ اور علامہ شامی نے فرمایا اور اگر اس
نے فرض کسی اور امام کے ساتھ جماعت میں پڑھا ہو
اور پھر وتر اس امام کے پیچھے پڑھ لے تو کوئی کراہت
نہیں وغیرہ۔ انتہی۔ میں کتا ہوں یہ بات واضح
ہے کہ "لا يتبعه" میں غیریہ کا مرجع خاص امام نہیں

۵۲۲/۱	مطبع مصطفیٰ البانی مصر	باب الترتیب والترافل	سہ رد المحتار
"	"	"	سہ "
"	"	"	سہ رد المحتار

هذا الامام فان من صلى الفريضة منفردا ليس له ان يدخل في جماعة او تروا مع هذا الامام ولا مع غيره فكذا في قوله معه وبالجملية فالتحصي شينات احدهما انت المنفرد في الفريضة منفردا في الوتر او ما وقع في منهية الدر الفريدي في مسائل القيام والقيام للعيد للفاضل المفتي محمد عنایت احمد عليه رحمة الاحد ان لم يصل الفريضة بجماعة فله ان يدخل في جماعة الوتر وعزاة لحاشية الطحاوی فهو وانا قد راجعت المعنى اليه فلم اجدها ناهيا بما ظن نعم قد تشبه من بعض كلماته راحة ذلك حيث قال عند قول الدر المختار لو تركها العكس (يعني جماعة التراويح) هل يصل الوتر بجماعة فليراجع قضية التعليق في المسئلة السابقة (اي لو تركوا الجماعة في الفريضة لم يصلوا التراويح جماعة) بقولهم لانها تبسم انت يصل الوتر جماعة في هذه الصورة لانه ليس بتبسم

بلکہ کوئی بھی ہو سکتا ہے، کیونکہ جس نے فرض اکیلے پڑھے ہوں وہ کسی امام کے ساتھ وتر باجماعت نہیں پڑھ سکتا خواہ یہ امام ہو یا کوئی اور ہو، اور اسی طرح اس کے قول "معه" میں بھی ضمیر کا مرجع عام ہے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ یہاں دو چیزیں حاصل ہوئیں، ایک یہ کہ جس نے فرض اکیلے پڑھے وہ وتر بھی اکیلے پڑھے۔ در الفریضہ فی مسائل الہیام والقیام والعیہ جو کہ فاضل مفتی محمد عنایت احمد علیہ الرحمۃ کی کتاب ہے، کے منہر میں جو ذکر ہے کہ اگر کسی نے فرض باجماعت سے نہ پڑھے ہوں تو وتر کی باجماعت میں شریک ہو سکتا ہے، اور اس بات کو انہوں نے حاشیہ طحاوی کی طرف منسوب کیا ہے، تو یہ سہو ہے۔ حالانکہ میں نے حاشیہ طحاوی کو دیکھا ہے میں غلطاس میں یہ بات صراحتاً ذکر نہ پائی، ہاں علامہ طحاوی کی ایک عبارت سے اس بات کی برآ آتی ہے، جہاں انہوں نے درختار کے اس قول "اگر سب نے باجماعت تراویح کو ترک کر دیا ہو تو کیا وہ وتر باجماعت ادا کر سکتے ہیں، اس بارے میں رجوع کرنا چاہئے" پر لکھا ہے کہ سابقہ مسئلہ کی تعلیل کی طرف رجوع کرنے کا اشارہ ہے یعنی وہ سابقہ مسئلہ یہ ہے کہ اگر فرض باجماعت کو انہوں نے ترک کیا ہو تو تراویح سے ادا نہ کریں "اس مسئلہ کی تعلیل یہ ہے، جس کو انہوں نے یوں بیان کیا ہے، کیونکہ تراویح تالیف

للتراویح ولا للعشاء عند الامام
 رحمہ اللہ تعالیٰ انتہیٰ علی انتہی
 فقد یوہم قوله ولا للعشاء جو انہ
 الترتیب جماعت و لو لم یصل ہو بیل
 الكل الفرض بها لكنه كما علمت خلاف
 المنصوص فان الذی فی
 رد المحتار عن شرح النقایة
 عن المنیة ان لم یحصل
 علی ما مرکات ادخل فی
 السرد علی هذا الایهام و اما
 ما ذکر انہ لیس بتبع عند
 الامام فنعم و نعم الجواب
 عنه ما افاد المولیٰ المحقق
 ابن عابدین ان اصله فی
 ذاته لا تنافی کون جماعته تبعاً
 قلت الاتوی ان الظہر و
 العبر من اعظم الفروض
 المستقلة والجمع بينهما من
 توابع الوقوف بعرفة و لو فی حجة
 نافلة فانهم قال الشامی
 انهم اختلفوا فی افضلیة صلاتها
 بالجماعة بعد التراویح

ہیں و و ترک اس صورت میں جماعت کے ساتھ پڑھے
 کیونکہ و تراویح کے تابع ہیں اور نہ ہی عشاء کے
 تابع ہیں امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک،
 انتہیٰ علی انتہی اس میں اس کا قول کہ و تراویح کے تابع
 نہیں ہے و جم پید اگر تا ہے کہ اس کے یا سب کے
 فرض باجماعت پڑھے بغیر و ترک باجماعت پڑھنا
 جائز ہے لیکن یہ بات علماء کی نص کے خلاف ہے
 رد مختار میں شرح نقایہ سے اور اس نے غیہ سے
 نقل کرتے ہوئے جو ذکر کیا ہے اگر اس کو گزشتہ
 مفہوم پر محمول نہ کیا جائے تو وہ اس و جم کا بہترین
 رد ہے اور یہ بیان کہ و تراویح صاحب کے نزدیک
 عشاء کے تابع نہیں ہیں، ہاں یہ درست ہے۔ اور
 اس کا بہترین جواب وہ ہے جس کو آقا محسن بن علی
 نے بیان فرمایا ہے کہ و تراویح ذاتہ اصل ہیں اور ان کی
 جماعت کا عشاء کے تابع ہونا فی ذاتہ اصل ہونے
 کے منافی نہیں ہے۔ میں کہتا ہوں کیا آپ نے نہیں
 دیکھا کہ عمر اہد مصر کے فرض عظیم اصل اور مستقل ہیں
 لیکن اس کے باوجود ان دونوں فرضوں کو معتام
 عرفات کے تابع قرار دے کر جمع پڑھا جاتا ہے خواہ
 فصل حج ہی کیوں نہ ہو۔ غور کہ علامہ شامی نے مانع
 کی اس عبارت پر کہ و تراویح کے بعد باجماعت
 پڑھنے کی افضلیت میں اختلاف ہے۔ پر فرمایا

ای فکات جماعته ادون حالامی جماعۃ
 التراویح المنونة عند الجمهور حتی
 لو ترکها اکل اشوا فکیف بجماعۃ الفرض
 الواجبة علی الصحیح الرجیح فما یخ
 انت یكون تبعا فی الجماعۃ وانت
 کانت اصلا فی الذات حتی
 افسد تذکرة السکوبات قلت علی
 انت التعلیل بالقضیة المذکورة
 تعلیل بالنفی وهو عندنا من
 التعلیلات الفاسدة کما صرحوا
 به فی الاصول و حصر العلة فی التبعية
 منبر محتاج الی البیان هذا
 والاخر انت من صلی الفرض
 بجماعۃ یجوز له الدخول فی جماعۃ
 الوتر سواء صلی الفرض خلف هذا الامام
 او خلف غیره کما قررنا فی السابق وسواء
 صلی التراویح وحده او
 خلف هذا الامام او غیره کما
 فہوا علیہ قلت بل ومن لم
 یصلها یا ما کما یشملہ اطلاق
 قوله ولو لم یصلها بالامام
 له انت یصلی الوتر معه
 فانه یصدق بانقاء القید و
 المقيد جميعا و لیحسروا اما ما ذکرنا
 انت جماعۃ الوتر هل ہی تبع

یعنی وتر کی جماعت تراویح کی جماعت سے ادنیٰ ہے
 کیونکہ تراویح کی جماعت جموع کے ہاں منون ہے حتیٰ کہ
 اگر تمام لوگ تراویح کی جماعت کے تارک ہوں تو سب
 گنہگار ہوں گے، تو جماعت وتر کا فرض کی جماعت سے
 جو کہ رائج قول کے مطابق واجب ہے، کیا مقابلہ ہے
 پس یہ بات ظاہر ہو گئی کہ وتر اگرچہ فی ذاتہ مستقل نماز ہیں
 لیکن ان کی جماعت عشا کی نماز فرض کے تابع ہے اس
 لئے اگر وتر کی جماعت میں یا د آئے کہ عشا کے فرض
 باقی ہیں تو وتر فاسد ہو جائیں گے۔ میں کہتا ہوں کہ علامہ
 شامی کا متن کے قول مذکور کو علت قرار دینا یہ تعلیل بالنفی
 ہے جبکہ ہم احناف کے ہاں تعلیل بالنفی فاسد ہے
 جیسا کہ اصول فقہ میں اس کی اخصوں نے تصریح کی ہے
 پھر اس کلام کو وتر کی جماعت کا فرض کے تابع بنانے
 کے لئے ہی علت ماننا محتاج بیان ہے، اس کے
 محفوظ ذکر اس بحث سے حاصل شدہ دوسری چیز ہے
 کہ جس نے فرض باجماعت ادا کئے ہوں خواہ کسی دوسرے
 امام کے ساتھ جماعت میں پڑھے تو اس کو اس امام کے
 ساتھ باجماعت وتر پڑھنا جائز ہے جیسا کہ علامہ شامی
 نے اس کی تقریر کی ہے غرض اس نے تراویح باجماعت
 اس امام یا کسی دوسرے امام کے ساتھ پڑھی ہوں یا
 تراویح اکیلے پڑھی ہوں جیسا کہ فقہائے اس کو صراحت
 بیان فرمایا۔ قلت (میں کہتا ہوں کہ) خواہ اس نے
 تراویح سرے سے پڑھی ہی نہ ہوں کیونکہ اس کا یہ قول
 کہ اگر اس نے تراویح امام کے ساتھ نہ پڑھی ہوں تو بھی وتر
 باجماعت پڑھ سکتا ہے مطلق ہے، اور اس صورت کو

لجماعة التراويح امر لا، بفتح الفاضلان
الحطبي والطحاوي في حواشي
الدرر الى الثاني كما سمعت واستظهر
الشامح الاول قائلا ان سنة
الجماعة في الوتر انما عرفت
تأبعة لتراويح قلقت وهذا
هو الاظهر فان مشروعية
جماعته لو كانت لاصالة فاصالته
دائمة لا تختص برمضان، ثم
سأيت العلامة البرجندی
نعم في شرحه للنقاية ان
الجماعة فيه لما كانت
بتبعية التراويح على ما هو
المشهور انه فقد ثبت روایتہ
واعترضه درایتہ و ترجیح
شهوة فانا قطع النزاع، فاعلم
ان هذا حمله فيما لو ترك
الحكل جماعة التراويح
كما قد مناهت الغنية
عن القنية، اما اذا جمع

بھی شامل ہے کیونکہ مقید کلام کی نفی سے قید اور مقید
دونوں کی نفی بھی ہو سکتی ہے (جس سے تراویح نہ پڑھنے
کی صورت بھی سمجھی جاتی ہے)، اس کو نوٹ کر۔ لیکن علما
کا یہ بیان کہ وتر کی جماعت کیا تراویح کی جماعت کے
تابع ہے یا نہیں، تو حطبی اور طحاوی دونوں کا وجہ ان
یہ ہے کہ تابع نہیں ہے یہ بات انھوں نے درمختار کے
حاشیہ میں بھی ہے جیسا کہ تو سماعت کر چکا ہے، اور
علامہ شامی نے پچھ احتمال یعنی تابع ہونے کو ظاہر
قرار دیا ہے یہ کہتے ہوئے کہ وتر کی جماعت کا سنت
معلوم ہونا تراویح کے تابع ہونے کی وجہ سے ہے۔
میں کہتا ہوں کہ یہ علامہ شامی کا قول یا ظاہر ہے کیونکہ
اگر وتر کی جماعت خود اصل ہوتی تو پھر یہ جماعت پورا
سالی ہوتی صرف رمضان کی تفصیل نہ ہوتی، پھر اس کے
بعد میں نے یہی بات علامہ برجندی سے صراحت پائی
کہ انھوں نے اپنی نقایہ کی شرح میں کہا کہ وتر کی
جماعت تراویح کے تابع ہے جیسا کہ یہی مشہور ہے اور
اس کی روایت ثابت اور ان کی روایت مضبوط اور
شہرت کو ترجیح ہے لہذا یہ اختلاف ختم ہو گیا ہے،
معلوم ہوتا چاہئے کہ یہ ساری بحث اس صورت میں
تمتی جبکہ تمام نے تراویح کی جماعت کو ترک کیا ہو جیسلم

عہ جواب اما فی قوله اما ما ذکره (۱۲۱) (م)

سہ رد المحتار باب الوتر والنوافل
شرح النقایۃ للبرجندی فصل فی التراويح
مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی
۴۸/۶ - منشی ذکھشور فکھشو
۱/۱۱۱

القوم و تخلف عنهم
 ناسب ثم ادركوا الوتر مع الامام
 فلا شك ان لهم الدخول في
 جماعة الوتر اذا كانوا اصلوا الفرض
 بجماعة كما سمعت ، نعم ذهب
 بعض كالامام علي بن احمد
 وعين الانمة الكراييسي الى
 تبعية لجماعة التراويح في حق
 كل متصل بمعنى ان من لم
 يدركها مع الامام لا يتبعه في
 الوتر ، لكنه كما علمت قول مرجوح ،
قلت وبهذا التحقيق ظهر التوفيق
 بين كلام العلامة البرجندی المذکور
 وكلام الفاضل شیخ زادہ فی
 مجمع الانهر شرح ملتقى الابحر حیث
 قال لو لم يصلها (یعنی التراویح)
 مع الامام صلی الوتر به لانه تابع
 لمضات وعند البعض لانه تابع
 للتراویح عنده ، وفي القهسائی و یجوز
 ان یصلی الوتر بها لجماعة وان
 لم یصل شیئا من التراویح مع الامام
 او صلاها مع غیره وهو الصحیح ثم ما فی
 المجموع فانه صریح فی ان القول

کہ ہم نے فقیر سے فقیر کے حوالے سے پہلے بیایا
 کر دیا ہے لیکن اگر لوگوں کی جماعت تراویح سے
 کچھ لوگ رہ گئے ہوں اور یہ لوگ بعد میں آکر امام کو وتر
 کی جماعت میں پاتیں تو کوئی شک نہیں کہ یہ لوگ وتر کی
 جماعت میں شریک ہو سکتے ہیں بشرطیکہ انہوں نے فرض
 باجماعت پڑھے ہوں جیسا کہ توسن چکا ہے ، ہاں
 بعض حضرات جیسا کہ علی بن احمد اور عین الانمہ کراچی
 اس طرف گئے ہیں کہ وتر کی جماعت تراویح باجماعت کے
 ساتھ لہذا ہر نمازی کے لئے ضروری ہے کہ وہ تراویح باجماعت
 پڑھے بغیر وتر کی جماعت میں شامل نہ ہو لیکن تو معلوم
 کر چکا ہے کہ یہ بات مرجوح ہے ۔ میں کہتا ہوں کہ اس
 تحقیق سے ، علامہ برجندی کے کلام اور فاضل شیخ زادہ
 کی مجمع الانهر شرح ملتقى الابحر میں ذکر کردہ کلام میں
 موافقت واضح ہوگئی فاضل نے کہا کہ اگر اس
 لئے تراویح امام کے ساتھ زمیمی پڑھی ہوں تو وہ امام کے
 ساتھ وتر پڑھ سکتا ہے کیونکہ وتر کی جماعت رمضان کے
 تابع ہے ، بعض کے نزدیک وہ وتر امام کے ساتھ نہیں
 پڑھ سکتا کیونکہ ان کے نزدیک وتر کی جماعت تراویح کے
 تابع ہے ۔ اور قسمی میں ہے کہ اگر کسی نے تراویح
 جماعت سے نہ پڑھی ہوں یا کسی اور امام کے ساتھ
 پڑھی ہوں تو وہ بھی وتر امام کے ساتھ باجماعت پڑھ
 سکتا ہے ، یہی صحیح ہے اور ۔ مجمع کا بیان اس بات
 میں صریح ہے کہ وتر کی جماعت کا تراویح کے تابع ہونے

بتبعية للتراویح قول مرجوح خلاف
الجمهور وصريح ما في البرجندی
انه هو القول المشهور ووجه التوفيق
ان التبعية في كلام المجمع ما خوزة
بالنظر الى كل احد في خاصة نفسه
ولذا بنى عليه متعم لم يدركها
مع الامام عن دخوله في الترتيب وفي
كلام البرجندی بمعنى وقوعه بعد
اقامة الناس جماعة التراویح وان
لم يدركها بعض النجوم فليكن التوفيق
وبالله التوفيق ثم انما المعنى
بتبعيته لم مضات ان جماعته
غير مشروعة الا فيه لاسب تبعيته
عما سواه مطلقا حتى ياتي بتبعيته
لجماعة التراویح بل والفرض
فان فيه ما قد علمت ، فاذن لا خلاف
بين التبعتين الاعلى قول البعض
المرجوح ، هكذا ينبغي التحقيق و
الله تعالى وفي التوفيق ، نعم
وقسم في شرح المنية الصغير ،
ما نصه اذا لم يعمل الفروض
مع الامام قيل لا يتبعه في
التراویح ولا في الترتيب وكن اذا لم
يصل مع التراویح لا يتبعه في الترتيب
والصحيح انه يجوز ان يتبعه

لا قول مرجوح ہے اور جمهور کے خلاف ہے اور برجندی
کا بیان یہ ہے کہ یہ قول مشہور ہے اور موافقت کی
وجہ یہ ہے کہ مجمع کے کلام میں جس تابع کو مرجوح کہا ہے
اس سے مراد وہ صورت ہے جبکہ تراویح کی جماعت
بالکل نہ ہوئی ہو اور کسی نے بھی تراویح کی جماعت سے
نہ پرستی ہوئی اسی لئے اس نے وتر کی جماعت میں شامل
ہونے کی جماعت کی بنیاس بات کو بنایا ہے کہ امام
کے ساتھ تراویح نہ پرستی ہوں ، جبکہ علامہ برجندی کا
یہ کہنا کہ وتر کی جماعت تراویح کے تابع ہونا مشہور
قول ہے اس سے مراد وہ صورت ہے کہ جب بعض
نے تراویح کی جماعت کی ہو اور بعض لوگ اس جماعت
سے رہ گئے ہوں ، تو توفیق ہوگئی اللہ کی دی ہوئی
توفیق سے پھر وتر کی جماعت کا رمضان کے تابع
ہونے کا مطلب یہ ہے کہ رمضان کے بغیر وتر کی
جماعت جائز نہیں یہ مطلب نہیں کہ کسی اور چیز کے
تابع نہیں تاکہ اس کا تراویح اور فرض کے تابع
ہونے کی نفی ہو سکے ، کیونکہ یہ مطلب اپنے میں اعتراض
ہے ، لہذا دونوں کے تابع ہونا ایک دوسرے کے
منافی نہیں ہے ماسوا سے ایک مرجوح قول کے ،
تحقیق تو یہی ہے ، اور اللہ تعالیٰ ہی توفیق کا مالک ہے
ہاں خیر صغیر میں یہ بات مذکور ہے کہ جس نے فرض
باجاماعت نہ پرستی ہوں وہ تراویح اور وتر کی جماعت
میں ایک قول کے مطابق شریک نہ ہو اور وہ بھی
جو اس امام کے ساتھ تراویح کی جماعت میں شریک
نہ ہو تو وہ بھی اس امام کے ساتھ وتر کی جماعت میں ،

فی ذلك كله حتى لو دخل بعد ما حصل
 الامام الفرض وشرع في التراويح
 فانه يصل الفرض اولاً وحده ثم يتابعه
 في التراويح وفي القنينة
 لو تركوا الجماعة في الفرض ليس
 لهم ان يصلوا التراويح جماعة امر
 فاهم ذلك عند بعض الناس ابن
 العربي صححه جواز اتباع الامام في
 التراويح لم يثبت في الفرض ، وانا
 اقول ليس هو رحمه الله تعالى
 من اصحاب التصحيح وانما
 وظيفته النقل عن ائمة الترجيح
 ومعلوم ان شرحه الصغير انما
 هو ملخص من شرحه الكبير و
 هذا عبارة الكبير بمراي عين منكر
 لا ترى فيه تصحيحاً اصلاً ناظراً الى هذا
 المتوهم وانما فيه تصحيحات الاول من
 الامام الفقيه ابى الليث بجواز اتباع
 الامام في التراويح سواء صلى التراويح
 كلها او بعضها معه او مع غيره او وحده
 منفرداً وهذا مجمل قوله يجوز ان
 يتبعه في ذلك كله والثاني
 عن الامام ظهير الدين
 المرغيناني لجواز اتباع
 في التراويح وان لم يتبعه في الفرض
 له في شرح غنية الصلي

شریک نہ ہو (لیکن یہ بات درست نہیں) کیونکہ ان
 مذکور تمام صورتوں میں وہ وتر امام کے ساتھ باجماعت
 پڑھ سکتا ہے، حتیٰ کہ امام کے فرض سے فارغ ہونے کے
 بعد اگر مسجد میں آیا ہو تو اس کو چاہئے کہ وہ پہلے
 اکیلے فرض پڑھ کر پھر تراویح کی جماعت میں شریک ہو جائے
 اور فقیر میں سب کہ اگر لوگ فرض کی جماعت کے تارک
 ہوں تو وہ تراویح باجماعت امام کے ساتھ نہ پڑھیں۔
 اس سے بعض حضرات کو یہ وہم ہوا ہے کہ علمی نے
 فرض باجماعت کے بغیر ترکی جماعت میں شرکت کو
 صحیح قرار دیا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ علمی رحمۃ اللہ علیہ
 اصحاب تصحیح میں سے نہیں، ان کا کام صرف ائمہ
 ترجیح کے قول کو نقل کرنا ہے اور یہ بات بھی واضح ہے
 کہ ان کی شرح صغیرہ ان کی کبیر شرح کا خلاصہ ہے
 اور کبیر شرح کی عبارت آپ کے سامنے ہے اس میں
 اس وہم کے متعلق کوئی تصحیح نظر نہیں آتی، اس مسئلہ
 میں صرف دو صحیحین موجود ہیں ایک امام فقیہ ابواللیث
 کی جو کسی طرح بھی تراویح پڑھ لینے والے کو خواہ
 اکیلے یا جماعت کے ساتھ اس امام یا کسی دوسرے
 امام کے ساتھ پھر یہ کہ تمام تراویح یا بعض باجماعت
 پڑھی ہوں، و ترکی جماعت میں شرکت کے جواز کے
 بارے میں ہے اور اس کو بطور اجمال علمی نے اپنے
 اس قول سے تعبیر کیا کہ اس و ترکی جماعت میں شرکت
 کی ان تمام صورتوں میں جائز ہے۔ اس بارے میں
 دوسری تصحیح امام ظہیر الدین مرغینانی کی ہے جو کہ امام
 کے ساتھ تراویح کی جماعت میں شرکت کے جواز سے

وعليه يتفصح الفصح المذكور في
 الشرحين معا حتى لو دخل بعد ما حصل
 الامام الفرض "فالتوهم الحاصل
 في عبارة الشرح الضمير انما منشوء
 ما وقع فيه ههنا من الاختصاص
 المخيل الا ترى انه اقتصر في التفسير
 المذكور كاصلة الكبر على قوله يتابعه
 في التراويح ، ولو كانت مرادة بقوله
 في ذلك كله ما يشمل المتوهم لزيد
 ايضا والوتر ، بالجملة فالمعروف والمعلوم
 من تصحيحات الاثمة هو الذي بينه
 في الشرح الكبير ، وهذا المتوهم
 لا يعرف له تصحيح ولا ترجيح ، فلا
 يعارض ما نص عليه في منية
 الفقهاء وحكمه حكما حبان مسا
 من دون ذكر خلاف فعليك بالتبصر
 والانصاف ولقد انت تقول ان الامام
 معروف باللام وضمير يتبعه تراجع
 اليه والمعرفة اذا وجدت معرفة
 كانت المراد عين الاول غالبا ، فالحق
 اذا لم يصل الفرض مع
 هذا الامام فله ان يتبعه
 في التواضع لا يجب لاتباعه
 في التواضع يكومت اتباع هذا
 الامام بعينه في الفرض ،

متعلق ہے اس شخص کے بارے میں جس نے اس امام
 کے ساتھ فرض نہ پڑھے ہوں ، اسی تصحیح پر صغیر و کبیر
 شرحوں کی تفریع مرتب ہے کہ کوئی شخص امام کے فرض سے
 فارغ ہونے کے بعد مسجد میں آیا لہذا الشرح صغیر کی
 عبارت سے جو دم پیدا ہوا اس اعتبار کی وجہ سے
 پیدا ہوا ، کیا آپ نہیں دیکھ رہے کہ انھوں نے تفریع کیا
 کہتے ہوئے صرف اتنا کہا کہ وہ فرض پڑھنے کے بعد امام
 کے ساتھ تراویح میں شامل ہو جائے ، اور شرح کبیر میں بھی
 اتنا ہی ذکر ہے ، اور اگر اس کے قول "ان سب موردہ
 میں وہ صورت بھی شامل ہوتی جس کا دم جو اسے تو
 پھر تفریع میں تراویح میں شامل ہونے کے ساتھ وتر
 میں شامل ہونے کو بھی ذکر کرتے ، الحاصل اتنا کرام کی
 تصحیحات سے صرف وہی بات معلوم ہوتی ہے جو کہ
 شرح کبیر میں ہے حالانکہ دم شدہ کی اس میں
 کوئی تصریح یا ترجیح نظر نہیں آتی ، لہذا شرح کبیر کی عبارت
 ختم الفقہاء کی صریح عبارت کے معارض نہیں ہو سکتی
 جبکہ اس جگہ میں جزمی حکم ہے اور اس میں کسی اختلاف
 کا اس بارے میں کوئی ذکر نہیں ہے ، بلکہ غور و فکر میں
 انصاف چاہئے ، اور تو یہ بھی کہہ سکتا ہے کہ شرح صغیر
 کی عبارت میں لفظ "الامام" معروف باللام ہے اور لفظ
 "تبعہ" میں ضمیر کا مرجع وہی امام ہے ، اور اکثر طوے پر
 معروف کو جب دوبارہ معروف ذکر کیا جائے تو وہی ایک مراد
 ہوتا ہے ، تراویح قادمہ کے مطابق معنی یہ ہو گا کہ جب
 اس خاص امام کے ساتھ فرض نہ پڑھے تو اس امام مذکور
 کے ساتھ وتر باجماعت پڑھ سکتا ہے یعنی کسی امام کے

وهذا صحيح لا شك ويؤيد هذا
الفهرات القهستاني لما قال
اذا لم يحصل الفرض معه لا يتبعه
في الوثر احتاج الشايع الى
ايافه مراده وان المقصود
مع امام ما لامع خصوص
هذا الامام، وان حبال
مجادل فنقول الشرح الصغير
مطالب تصحيح نقل هذا
التصحيح الذي لا يعلم
له اشواص في كتاب قبله
حتى في الكبير الذي كان
اصله، والله الموفق فقد
تحرر بما تقر، ان جماعة
الوثر تبع لجماعة الفرض في
حق كل واحد من المصلين،
ولجماعة التراويح في
الجملة لا في حق كل
ولرمضان بمعنى انها
شكرت في غيره لو علم
سبيل التداحم بان
يقتدى اربعة بواحد
كما في الدرر عند الدد

ساتھ وتر پڑھنے کے لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ فرض
بھی اسی کے ساتھ باجماعت پڑھے ہوں، اور یہ مفہوم
بوشک وشہ صحیح ہے، اس مفہوم کی تائید قسستانی کے
اس قول سے ہوتی ہے جس کی مراد کو علامہ شامی نے
واضح کیا ہے، وہ یہ کہ جب قسستانی نے کہا جب امام
کے ساتھ فرض نہ پڑھے ہوں تو وتر اس کے ساتھ نہ پڑھے
اس پر علامہ شامی نے مراد کو واضح کرتے ہوئے کہا کہ اس
امام سے مراد کوئی امام ہے یعنی اگر کسی بھی امام کے ساتھ
فرض نہ پڑھے تو پھر وتر بھی جماعت سے نہ پڑھے، اگر
کوئی اس وہم پر بحث کا اصرار کرتا ہے تو اس کو یہ گہر دیا
جاسے کہ تصغیر شرح کا یہ صحیح کہنا باعث مطالبہ ہے کہ
اس نے یہ کیوں کہا جبکہ اس سے قبل کسی کتاب میں اس
صحیح کا نام و نشان نہیں ہے حتیٰ کہ ان کی اپنی کتاب
کبیر میں بھی نہیں اس تصغیر کا اصل ہے، واللہ العرف،
پس اس تقریر سے یہ بات صاف ہو گئی کہ وتر کی جماعت
فرض کی جماعت کے تابع ہے تمام نمازیوں کے لئے
اور وتر کی جماعت تراویح کی جماعت کے تابع ہے
کچھ نمازیوں کے لئے (یعنی بعض حضرات نے بھی تراویح
باجماعت پڑھ لیں تو دوسروں کو وتر کی جماعت میں شرکت
جائز ہے) اور وتر کی جماعت رمضان کے بھی تابع ہے
لیکن اس معنی میں کہ غیر رمضان میں یہ جماعت مکروہ ہے
جب یہ غیر رمضان میں وتر کی جماعت بطور وجوب و
اہتمام ہو یعنی چار افراد ایک امام کی اقتدار کریں تو مکروہ ہے

جیسا کہ درختار میں دُور سے منقول ہے، حتیٰ کہ اگر تین آدمی دُور کی جماعت میں ایک امام کی اقتداء کریں تو یہ اصح قول کے مطابق بلا کراہت جائز ہے، جیسا کہ علامہ طحاوی نے مرقاۃ الفلاح شرح نور الایضاح کے حاشیہ میں ذکر کیا ہے۔ نور الایضاح علامہ شرنبلالی کی کتاب ہے۔ اللہ تعالیٰ تمام علماء پر رحمت فرمائے۔ اس تحریر کو مضبوط کر ہو سکتا ہے کہ سچے دوسری جگہ یہ مفصل بحث نہ ملے و ما توفیقی الا باللہ العظیم الخیر واللہ تعالیٰ بخیر اعلم وعلیہ جل مجدہ اتم۔ (د ت)

مسئلہ دو رکعت تراویح کی نیت کی قہۃ اولیٰ مجہول گیتیں پڑھ کر چٹھا اور سجدہ کیا تو نماز ہوئی یا نہیں اور ان رکعتوں میں جو قرآن شریف پڑھا اس کا اعادہ ہو یا نہیں اور چار پڑھ لیں تو یہ چاروں تراویح ہوئیں یا نہیں؟ بینوا تو جڑا

الجواب

صورت اولیٰ میں مذہب اصح پر نماز نہ ہوئی اور قرآن عظیم جس قدر اس میں پڑھا گیا اعادہ کیا جاسکتا ہے،

رد المحتار میں ہے کہ اگر کسی نے تین نفل ایک قہۃ کے ساتھ پڑھے مغرب کی نماز پر قیاس کرتے ہوئے جائز نہ رہا چاہئے لیکن صحیح یہ ہے کہ یہ نفل جائز نہیں کیونکہ اس کی آخری رکعت جس کے بعد قہۃ کیا ہے وہ فاسد ہے کیونکہ وہ دو پر زائد ایک رکعت نفل رہ گئی جبکہ ایک رکعت نفل جائز نہیں لہذا اس آخری رکعت کے فساد سے پہلے دو رکعت بھی فاسد ہو جائیں گی۔ (د ت)

حتیٰ جائز اقتداء بثلاثة یا ماہر بلا کراہۃ فی الاصحح کما فی حاشیۃ العلامة الطحطاوی علی مرقاۃ الفلاح شرح نور الایضاح للعلامة الشونبلالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علی العلماء جمیعاً اتقن هذا خلعتك لا تجهد هذا التصریر فی غیر هذا التصریر وما توفیقی الا بالعلیم الخیر واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم وعلیہ جل مجدہ اتم۔ (د ت)

فی رد المحتار لو تظوع بثلاث بقعدة واحدة کان ینبغی الجواز اعتباراً بعملیۃ المفسرین لکن الاصح عدمہ لانه قد فسد ما اتصلت به القعدة وهو المركة الاخيرة، لان التثفل بالمركة الواحدة غیر مشروح فیضسب ما قبلها۔

اور چار پڑھ لیں اور قہۃ اولیٰ نہ کیا تو مذہب مفتی پر یہ چاروں دو ہی رکعت کے قائم مقام گنی جائیں گی باقی اور پڑھ لے

کما صرح به رد المحتار عن النہی الفائق عن النہی اھدی (جیسا کہ رد المحتار میں نہر الفائق اس نے زائد ہے
وفاحت کر دی گئی ہے۔ ت) اور دونوں قدسے کے تو قطعاً چاروں رکعتیں ہو گئیں۔

ولا کراہۃ ایضاً کما یفیدہ التعلیل المذکور چار رکعت نفل دو قعدوں اور ایک سلام سے جائز ہیں
فی رد المحتار نعم الا فضل مثنی مثنی کما اور کوئی کراہت نہیں ہے جیسا کہ رد المحتار کی بنا پر وہ
لا یخفی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ عقت سے حاصل ہے تاہم نفل دو دو پڑھنا افضل
ہے جیسا کہ واضح ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۱۲ از حوالہ بالا پر ضلع سہارن پور مرسلہ سید یا علی صاحب ۱۹ اشوال ۱۳۰۰ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امام جماعت تراویح میں مشغول ہے اب چہ آدمی آئے وہ فرض
جماعت سے پچیس تو کوئی حرج ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

صحیح ہے کہ کوئی حرج نہیں،

ولو فی مسجد محلۃ حیث لہ یکبر والاذان ولو فی مکان السحاب کما ہو معلوم
اگر چہ محلہ کی مسجد ہی میں جبکہ دو بار اذان نہ دیں اور خواب سے ہٹ کر جماعت کرائیں جیسا کہ معلوم و
معروف ہے۔ (ت)

تلاویہ میں ہے:

اذا کدرت بغیر اذان فلا کراہۃ مطلقاً و علیہ المسلمون
جب تو جماعت کا تکرار اذان کے بغیر کرے تو کوئی کراہت
نہیں ہے، مسلمانوں کا یہی عمل ہے۔ (ت)

غیر میں ہے:

عن ابی یوسف اذا لم یکن علی المینۃ الاولی
لا یکبر والا یکبر و هو الصحیح و بالحدود
عن المحدث اب مختلف الہیئۃ کسذا فی
فتاویٰ البزاریہ۔
امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ سے مروی ہے کہ جب دوسری
جماعت پہلی جماعت کی طرز پر نہ ہو تو مکروہ نہیں ورنہ مکروہ
ہے، یہی صحیح ہے، اور خواب سے ہٹ کر کرنے سے پہلی
جماعت کی طرز پر نہ جاتی ہے۔ فتاویٰ بزاز میں ایسے ہی ہے (ت)

مگر یہاں تک ممکن ہو جماعت تراویح سے دور جماعت کریں اور ان کا امام ضرورت سے زیادہ آواز بلند نہ کرے تاکہ غلط
تعلیم سے ایمن رہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

سلسلہ حاشیہ الطحاوی علی الدر المختار باب الامارۃ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۲۴۰/۱
سلسلہ غنیۃ المستشرقین فی شرح نیت المصلی فصل فی احکام المسجد رسیلی اکیڈمی لاہور ص ۶۱۵

۱۳ انہار الانوار من یوصلوہ الاسرار

(صلوۃ الاسرار کے پانی سے انوار کی نہریں)

(نماز غوثیہ کے ثبوت میں تحقیق رضوی)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مسئلہ ۱۱۳ از دہلی کھڑکی فرامش خانہ مسجد حضرت عاقلہ عبدالعزیز صاحب قدس سرہ مرسلہ جناب مستطاب مولانا مولوی عاقلہ شاہ سیدنا اخی محمد عمر صاحب قادری اور فریق الاولی شریفین ۱۳۰۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دینی اس مسئلہ میں کہ صلوۃ الاسرار یعنی نماز غوثیہ حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی اور شرع میں جائز ہے یا نہیں؟ نیز اس کی روایت کو پہلے اصل اور اسے بوجہ الاسرار میں کسی فاسق جھٹکا کا الحاق بتانا اور تصانیف شیخ اکبر و امام شعرانی کی نظیر دیتا ہے کہ ان میں الحاق جو ہے۔ اور کتا ہے کہ نماز فرض کے بعد قبلے سے انحراف اور کسی حرا و ولی کی تعبیری سمیت اور ہیأت نماز یا تعظیم اُس طرف چلنا تذلل و خشر تمام کرنا ہرگز درست نہیں، اور کتا ہے آنجناب یعنی حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کتاب و سنت و سیرت صحابہ کے اتباع اور احکام شرع پر قیام اور محدثات سے اجتناب تمام اور طاعات میں اخلاص اور ہر حال میں خدا پر توکل و اعتماد میں استقامت کا ملہ تھی وہ ان امور کے خلاف کیونکر فرما سکتے کہ بعد نماز مغرب عراق کی طرف بتعظیم تمام چلو اور دل سے متوجہ ہو کر میرا نام لے کر حاجت چاہو یہ فعل کتاب و سنت و طریقہ خلفائے راشدین کے خلاف ہے اور سیرت و عمل صحابہ کے موافق نہیں اور تابعین و تبع تابعین و دیگر اسلاف کرام و ائمہ عظام سے اس کا مثل منقول نہیں، حوام کہ اسے عمل مشائخ کہتے ہیں قابل التفات نہیں مشائخ میں جو اہل علم فقہاء و ائمہ ہوتے کسی نے اس کے مثل تصریح نہ کی اور قولی و فعلی بعض غیر موثق پر عمل نہ چاہئے بلکہ سواد اعظم کا اتباع

چاہئے، صحابہ محبت و تعظیم و محضر علی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں ہم سب سے زیادہ اور گراں و حسنات پر بہت بڑھیں گے
 اگر یہ عمل موجب ثواب و قربت الی اللہ ہوتا تو سلف کرام بلکہ خود حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمۃ یدینہ منورہ کی
 طرف کرتے، آیا یہ کلام اس کا غلط ہے یا صحیح؟ بینوا تو جھروا

الجواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں اس کے اچھے
 امتحان پر، زمین و آسمان کو عجائبات سے بھر لے اور
 اپنی قدرت و قضا میں جیسے چاہے بھرنے پر اور شکر
 مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے ان کے انعامات
 پر ایسا شکر جو ان کی بہترین نعمتوں کو پورا پورا اور ان
 کی مزید عطاؤں کو ہماری طرف سے کفایت کرنے
 اللہ تعالیٰ ان پر اور ان کے صاحبزادوں اور ازواج
 اور اصحاب اور آپ کے علم، بزرگی اور بلندی کے
 وارث ہمارے خوفِ اعظم پر جو آپ کے جنت سے کو
 بلند کرنے والے ہیں اور تمام اولیاء پر رحمت نازل فرمائی
 ایسی رحمت جو ہمارے لئے اسرار کو کھول دے اور
 شریر لوگوں کی اذیت کو ہم سے پھیرے، اور اللہ تعالیٰ
 کے ہاں حاضری کے دن کے لئے ذخیرہ بنے، اور میں
 گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ وحدۃ لا شریک ہے
 ایسی گواہی جو اس کی رضا کی موجب ہو، اور گواہی دیتا
 ہوں کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کے بندہ ہے
 اور رسول ہیں جو حق کو خفا سے ظاہر کرنے والے ہیں
 صلی اللہ تعالیٰ وسلم آپ پر اور اس کے دربار میں
 تمام پسندیدہ بندوں پر، وہ صلوة جو اس کی کبریائی
 کے شایانِ شان ہو اور وہ سلام جو اس کی بقا اور

الحمد لله على حسن بلائه ، ملا
 ارضيه وملا سمائه ، وملا ماشاء
 في قدرة وقضائه ، والشكر
 للمصطفى على نعمائه ، شكرا يوافي
 حسن الاثمه . ويكافي عنما مزيد عطائه ،
 صلى الله تعالى عليه وعلى
 ابناؤه ، وازواجه واصحابه و
 احبائه وارث علمه ومجده و
 سنائه ، غوثنا الاعظم سراجهم
 لوائه ، ومشاينتنا الكرام وسائر
 اوليائه ، صلوة تكشف لنا الاسرار ،
 وتصور عنا اذى الاشعار ، وتكوي حدة
 ليوم لقاءه ، واشهد ان لا اله الا
 الله وحده لا شريك له شهادة
 موجبة لرضائه ، واشهد ان
 محمدا عبده ورسوله الصادق
 بالحق بعد خفاؤه ، صلى الله
 تعالى وسلم عليه ، وعلى كل عبد مرضى
 لدينه ، صلوة تأتي على قدر كبريائه ،
 وسلام يمد ومبدوا منه و

دو لہم کمک دائم ہو، آمین آمین اسے اللہ برحق آمین
بندے پر رحم کرنے اور اس کی دعا کو سننے والے،
اپنے حبیب القدر آقا کے سامنے حقیر اور ناتواں بندہ
ابو محمد عبد المصطفیٰ احمد رضا محمدی سنی حنفی قادری برکاتی بریلوی
و اللہ تعالیٰ اس کی شدت و سہولت میں لطف و
مہربانی فرمائے، منے اللہ تعالیٰ سے امداد چاہتے ہوئے
اور حق و صواب کے چہرے سے پردہ اٹھاتے اور شک کے
دور کرتے ہوئے جواب کا ایسا نام جو اس کی تحریر کے
سال کو ظاہر کرے انہار الانوار من یم صلوة الاسرار
رکتے ہوئے لکھا کہ اللہ تعالیٰ اس کو ذخیرہ اور ذریعہ
اپنے دہار میں بنائے جس دن زمین اپنے رب کے
قرے سے چمک جائے۔۔۔۔۔ اور غرب
وہ شخص ہو جائے، آمین، الحمد للہ رب العالمین، اسے
اللہ حق و صواب کی رہنمائی فرما۔ (دست)

فی الواقع یہ مبارک نماز حضرات عالیہ مشائخ کرام قدس سرہم العسزیزہ کی معمول اور قضا سے
عاجات و حصول مرادات کے لئے عمدہ طریق مرضی و مقبول اور حضور پر نور غوث الکونین خیانت الثقلین
صلوات اللہ وسلامہ علیٰ جبرہ الکریم و علیہ سے مروی و منقول، اجل علی و اکابر کلا اپنی تصانیف علیہ میں آئے
روایت کرتے اور مقبول و مقرر و مسلم معتبر رکھتے آئے۔ امام اجل جام اجل سیدی ابو الحسن نور الدین علی
بن جریر نجی شطرنوی قدس سرہ العزیز بندہ خود ہجرت الاسرار شریف میں اور شیخ شیوخ علماء المندھج محقق مولانا
عبدالحق محدث دہلوی نور اللہ مرقدہ زبدۃ الآثار لطیف میں اور دیگر علما سے کرام و مکمل سے عظام رحمہم اللہ تعالیٰ
اپنے اپنے اسفار و تصانیف میں اس جناب کا نام و کتب علیہ رضوان العزیز الارباب سے راوی و ناقل کر ارشاد فرمایا،
جو بعد مغرب دو رکعت نماز پڑھے ہر رکعت میں بعد
فاتحہ سورۃ اخلاص یا تزدہ بار پھر بعد سلام نبی صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم پر صلوة و سلام عرض کرے پھر عراق شریف
کی طرف گیا رہت دم چلے اور میرا نام یاد اور اپنی حالت

بقائه، آمین، آمین، اللہ الحق آمین
یا ساحم العبد و سامع دعائہ، قال
العبد القلیل، للمولیٰ الحبیل،
ابو محمد عبد المصطفیٰ احمد رضا
المحمدی السنی الحنفی القادری البرکاتی
البریلوی، لطف بہ اللہ فی شدتہ و
سہولتہ، مستعینا باللہ فی دفع الارتياب،
ورفع الحجاب، عن وجہہ الصواب،
مسمیا للجواب، یصلو لعلہ عام اعلاتہ،
انہار الانوار من یم صلوة الاسرار، جعلہا
اللہ ذخیرۃ لدیہ، و ذریعۃ الیہ،
یوم تشق الارض بنور ربہا و جمیل
ضیائہ، آمین، و الحمد للہ رب العالمین،
اللہم ہدایۃ الحق و الصواب۔

من صلی رکعتین (نہید فی سوا یہ) بعد
المغرب (و زاد) یقرأ فی کل رکعة بعد
الفاتحة سورة الاخلاص احدى عشرة مرة
ثم اتفقوا فی السعی واللفظ للامام ابی الحسن

قال ثم يصل على رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم بعد السلام ويسلم عليه وينكسوف ثم يخطو الى جهة العراق احدى عشرة خطوة وينكسوف وينكسوف حاجته فانها تقضى (مراد الشيعه) بفضل الله وكرمه (وقال آخر) قضى الله تعالى حاجته.

ذکر کرے اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اس کی مراد پوری ہو۔ اس عبارت میں مغرب کے بعد ایک روایت میں زائد ہے اور صاحب ہجو الا سر اور صاحب ہجو الار نے ہر گزت میں فاتحہ کے بعد سورہ اخلاص گیارہ مرتبہ زائد ذکر کیا، پھر شیخ عبد الحی نے بفضل اللہ و کرم کو بھی اور دوسرے نے صرف "قضى الله تعالى حاجته" ذکر کیا۔ (ت)

اسی طرح امام جلیل علامہ نبیل امام عبد الشریفی مکی طیب اللہ ثراء صاحب خلاصۃ الفاہ حسرتی انصار مناقب الشیخ عبد القادر نے روایت کی کہ یونہی فاضل کامل مولانا علی قادری ہروی تزیل مکتہ معظمہ صاحب شروع فقہ اکبر و مشکوٰۃ اکرم اللہ نے زلزلے نے تربتہ الخاطر میں ذکر فرمایا زبدہ مبارکہ میں اپنے شیخ و استاذ احسن اللہ مشواہ کا اس نماز کی اجازت دینا اور اپنا اجازت لینا بیان کیا اور حضرت شیخ محقق فقہ اللہ رحمۃ اللہ سے اس نماز مبارکہ میں خاص ایک رسالہ نفیس شجرہ ہے اُس سے ثابت کہ حضرت ذریع سراپا سعادت عامل بشریت کامل طریقت سیدی عبد الوہاب متقی مکی برد اللہ مضجعہ نے کتاب مستطاب ہجو الار اور کرامتہ و معتبر اور اس مبارکہ روایت کو مسلم و مقرر فرمایا اور مولانا شیخ وجیہ الدین دہلوی احمد آبادی علیہ رحمۃ الرحمن الہادی کہ سالہ وفات امام اجل علامہ سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ میں متولد ہوئے، حضرت شیخ غوث گواہیاری علیہ رحمۃ الملک الباری کے مرید سعید اور حضرت شیخ محقق کے استاذ مجید اور شاہ ولی اللہ دہلوی کے شیخ سلسلہ اور صاحب مقامات رفیعہ و تصانیف کثیرہ پر ہیں، بیضاوی و ہدایہ و تلویح و مشرق و قایہ و مطول و مختصر و

علہ نقہا برمتھا مولانا سراج الحق محمد طر قادری ابن فاضل جلیل القادری حفظہ اللہ تعالیٰ ابن الفاضل الجلیل مولانا فرید الدین الدہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ فی کتابہ ریاض الانوار من شاء فلیرجع الیہا علیہ یعنی سلسلہ و وفاتہ سلسلہ صفر ۱۲۹۹ھ ۱۲ منہ

یہ تمام مولانا سراج الحق محمد طر قادری ابن فاضل جلیل مولانا نسیر الدین دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب "ریاض الانوار" میں نقل کیا ہے جو چاہے اسے دیکھے (ت)

یعنی ۱۹۱۱ء اور ان کی وفات ماہ صفر کے آخر ۱۳۹۹ھ (ت)

شروح عقائد مراقف وغیرہ پر حاشی مفید رکھتے ہیں اور کبر اسے منکر ہیں یہی اپنے رسائل میں اُن سے استناد کیا
 نہایت شہود سے اس نماز مبارک کی اجازت دیتے اور اس پر بتا کید اکید تحریریں وتر غیب فرماتے، یونہی شیخ نے
 اخبار اُلاخیر شریف اور مولانا ابوالحسن علی محمد سلی عالمہ اللہ تعالیٰ بطنہ نے جنہیں رسائل مذکورہ شیخ محقق میں علمائے
 سلسلہ علیہ سے شمار کیا تحفہ شریف اور حضرت سیدنا مولانا اسد الرحمن جیل العلم والیقین حضرت سید شاہ حمزہ عینی
 قادری فاضل حیدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کاشت اُلاستار شریف میں اسے نقل وارشاد فرمایا اور امام یاقعی بل اللہ
 توبہ (اللہ تعالیٰ ان کی قبر کو ٹھنڈا رکھے۔ ت) تصریح فرماتے ہیں کہ حضور پر نور غوث اعظم صل اللہ تعالیٰ علیہ جدد
 الاکرم وعلیہ وسلم کے اصحاب کرام عظمی اللہ ضروا ثمہم العادسۃ (اللہ تعالیٰ ان کی قبروں کو معطر فرمائے۔ ت)
 اس نماز کو محل میں لگتے آدہ زبدۃ الآئد میں اولیا سے طریقہ علیہ عالیہ روحت اور احیاء (ان کی رو میں معطر
 ہوں۔ ت) کے آداب میں فرمایا، و ملائمتہ صلوۃ الاسرار التی بعد ہا التخلی احدی عشرۃ
 خطوط یعنی اس خاندان پاک کے آداب سے ہے صلوۃ الاسرار کی مدامت کرنی جس کے بعد گیارہ قدم چلنا ہے۔
 ہائیںہ اس کا احوال مشائخ کرام سے ہونا نہ ماننا آفتاب روشن کا انکار کرتا ہے آدہ خود کو ن سی راہ ہے کہ ان اللہ و
 اکابر کو ناہی خواہی جھٹلائے اور عیاذ باللہ جنتی و ناجی کو شکر ائیے، پھر یہ مقبرہ ان خد امرف اپنی طرف سے نہیں
 کھتے بلکہ اُسے خاص حضور پر نور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد ہوتا ہے ہیں اللہ غور کے ارشاد واجب الانقیاد پر
 زد و ایراد اگر انجانی سے نہ ہوتو معاذ اللہ وہ آتش سوزاں و بلا سے بے دریاں و قہر بے اماں ہے جس کا مزہ اس
 دار الفرور والاقباس میں نہ کھلے تو کل کیا دور ہے " ان موعدهم الصبح الیس العیام بقربیت "۔
 (بیشک ان کا وہ صبح کا وقت ہے کیا صبح قریب نہیں۔ ت) حضور خود ارشاد فرماتے ہیں ا
 تکذب بیکم لی سم قاتل لاویا نکم و سبب لذهب میرے ارشاد کو خلاف بتانا تمہارے دین کے لئے زہر
 قاتل اور تمہاری دنیا و عقبی دونوں کی بربادی ہے۔
 دنیا کھ و آخر اکھ۔
 والیاء باللہ تعالیٰ۔

اور ان اکابرانِ وقت و علمائے اُمت کو قتل و روایت میں بھی غیر موثق بتانا اسی دار الفتن ہندوستان میں
 آسان ہے جہاں نہ کسی مٹنے کو لکھم نہ کسی زبان کی روک تھام۔ یہ امام ابو الحسن نور الدین علی شطنوفی قدس سرہ

کہ بھجۃ الاسرار شریف کے مصنف اور بزرگ حدیث بستہ متصل اس روایت جلیلہ کے پہلے مرتب ہیں اجلہ علماء و ائمہ قراءت اکابر اولیاء و سادات طریقت سے ہیں امام اجل شمس الدین ابن الجزری رحمہ اللہ تعالیٰ کہ اجلہ محدثین و علمائے قراءت سے ہیں جن کی حصین مشہور و معروف دیار و اصهار ہے اُس جناب کے سلسلہ تلامذہ میں ہیں انھوں نے یہ کتاب بھجۃ الاسرار شریف اپنے شیخ سے پریمی اور اس کی سند و اجازت حاصل کی اپنے رسالہ طبقات المستدار میں فرماتے ہیں :

انی قرأت هذا الكتاب اعني بھجۃ الاسرار
بمصر وكان في خزانة سلطان مصر علي
الشيخ عبد القادر وكان من اجلة مشايخ
معروفين في رواية الف
يعني میں نے یہ کتاب بھجۃ الاسرار مصر میں خزانہ شاہی
سے حاصل کر کے شیخ عبد القادر سے کرا پر مشایخ
مصر سے تھے پریمی اور انھوں نے مجھے اس کی روایت
کی اجازت دی الہ۔

امام شمس الدین ذہبی مصنف میزان الاعتدال کہ عظیم حدیث و نقد رجال میں اُن کی جلالت شان عالم آسما
اُس جناب کے معاصر تھے اور بآئیکہ حضرات صوفیہ کرام کے ساتھ اُن کی روشنی معلوم ہے سادھنا اللہ تعالیٰ
والہام (ہم پر اور ان پر اللہ تعالیٰ نازل فرمائے۔) امام ابو الحسن مدوح کی حقائق کو اُن کی مجلس تدریس میں گئے اور اپنی
کتاب طبقات المقرنین میں اُن کی مدح و ستائش سے رطب اللسان ہوئے فرماتے ہیں :

علي بن جبريل بن الحسن الشافعي الامام الاول
لموالدين شيخ القراء بالديار المصرية
او الحسن اصله من الشام ولد بالقاهرة
سنة اربع مائة وثمانية و تسع
للقراء بجامع الاندلس وغيره تكثر
عليه الطلبة وحضر مجلس اقرانه
فاعجبني سمته وسكوته وكان ذا عزم
يعني علی بن جبریل بن الحسن شافعی امام اول
ابو الحسن کنیت بحد مصر میں علمائے قراءت کے استاد
ہیں اصل اُن کی شام سے ہے ۶۳۲ھ میں قاہرہ
مصر میں پیدا ہوئے اور جامع ازہر وغیرہ میں سنہ اقران
پر صدر نشینی کی بکثرت طلبہ ان کے پاس جمع ہوئے
میں اُن کی مجلس درس میں حاضر ہوا ان کی نیک روش
و کم سخن مجھے پسند آئی حضور شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ

عہ بعینہ اسی طرح امام اجل جلال اللہ والدین سیوطی نے حسن الحاضریۃ فی اخبار مصر و القاہرۃ میں اُس جنت
کو الامام الاول کھائی ہے مثل امام ۱۲۱۲ھ غفرلہ (م)

بالتیغ عبد القادر الجیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ و
جسم الخمار و مناقبہ فی ثلث مجلدات الحمد للہ

تین مجلد کے قریب میں جمع کئے ہیں۔
پُرغاکر امام ذہبی رحمہ اللہ تعالیٰ کے مثل سے یہ کلمات جلیلہ اُس جناب کی کمال وثاقت و عدالت و وفور علم و جلالت
پر شاہ عدل و دلیل فصل ہیں اور خود امام احمد یعنی بے مثل امام یحییٰ کا لفظ اجل و اعظم تمام فضائل و مناقب جلیلہ کا
یکجا جامع اکمل و اتم ہے وہ جناب سند عالی رکھتے اور زمانہ اقدس حضور پُر نور غوث الثقلین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے
نہایت قریب ہیں انھیں حضور اقدس تک صرف دو واسطے ہیں قاضی القضاۃ امام اجل حضرت سیدنا ابو صالح نصر
قدس سرہ کے اصحاب سے ہیں اور وہ اپنے والد ماجد حضرت سیدنا ابوبکر تاج الملہ والدین عبد الرزاق رحمہ اللہ تعالیٰ
اور وہ اپنے والد ماجد حضور پُر نور سید السادات غوث الافراد قطب اور شاہ غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلیفہ و
مرید و صاحب دستغیبہ ہیں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔ شیخ محقق رحمہ اللہ تعالیٰ زبدۃ الانار شریفین میں فرمایا
ہیں یہ کتاب بھجۃ الاسرار کتاب عظیم و شریف و مشہور ہے اور اس کے مصنف علمائے قراءت سے عالم معروف
و مشہور اور ان کے احوال شریفہ کتابوں میں مذکور و مسطور۔ پیر ذہبی و ابن الجوزی کے وہ اقوال نقل فرمائے اور رسالہ
مذکورہ شیخ محقق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ میں اسی نماز مبارک کے بارے میں مرقوم،

اتقوا دلائل و اوضح مسائل وریں باب کتاب مسند
بھجۃ الاسرار معدن الانوار کہ مقبرہ و مقرر و مشہور و مذکور
ست و مصنف اس کتاب از مشاہیر مشائخ و علمائے
میان و سے و حضرت شیخ یعنی حضرت غوث الاعظم
رضی اللہ تعالیٰ عنہ دو واسطہ است و مقدم است
بر امام جید اللہ یا فی رحمۃ اللہ علیہ کہ ایشان نیز از
منقبان سلسلہ شریفہ و مہمان جناب غوث الاعظم
رضی اللہ تعالیٰ عنہ یجلی مطلقاً،

ہیں، امام یافعی و علامہ علی قاری و حضرت شیخ محقق و بیرونی و غیر ہم اکابر کی امامت و جلالت و وثاقت عدالت
سے کون آگاہ نہیں۔

لے طبعات المرقمہ

سنہ رسالہ متعلق بصلوۃ الاسرار عبد الحق الحدیث الدہلوی

۵ دیکھتے ہیں فی الایمان شیء اذا احتاج النهار الى دليل

(جب روزِ روشنی دلیل کا محتاج ہو جائے تو پھر کسی چیز کا وجود کیسے ثابت ہو سکتا ہے)

بالجملہ ایسے اکابر کی روایات معتدہ کو بے وجہ و حیرانہ کر دینا یا سخت جہالت ہے یا خبیثہ و ضلالت و العیاذ باللہ سبحنہ و تعالیٰ اور بے دلیل و غرضی الحاق محض مردود اور نہ تصانیف ائمہ سے امان اٹھ جائے اور نظامِ شریعت و رہم و برہم نظر آئے جو سنہ پیش کیجئے مخالفت کہہ دے یہ الحاقی ہے چلے تسکد و استسنا و کا دروازہ ہی بند ہو گیا "جیسا کہ" کیا بزر و بزبان کچھ کہہ دینا قابل قبول ہو سکتا ہے، احشاد کلاؤ عاٹے بے دلیل مطرود و دلیل ہاں ہم کو مسئلہ کہ بعض کتابوں میں بعض الحاق بھی جوئے مع اس سے ہر کتاب کی ہر عبارت تو مطرود یا مشکوک نہیں ہو سکتی کسی خاص عبارت کی نسبت یہ دعویٰ زہارِ مسوع نہیں جب تک کہ جو وجہ اُس میں الحاق ثابت نہ کر دیں جس کے لئے امثال مقام میں صرف دو طریقے متصور، ایک تو یہ کہ اُس کتاب کے صحیح معتدہ عمدہ قارئین نے اس عبارت سے خالی ملیں یا خاص مستغنی کا اصل مسودہ پیش کیا جائے جس میں اس عبارت کا نشان نہ ہو، حضرت

یہ اس طرف اشارہ ہے کہ الحاق کبھی خود مکمل کی طرف رجوع کرنے پر اور اس کا ایسے شخص کے سامنے الحاقی عبارت سے انکار کرنا جس کو کذب سے تہم نہیں کیا جاسکتا اور کبھی خود اقرار کرنے والے کے اعتراف سے معلوم ہوتا ہے جیسا کہ بعض ایسے لوگوں سے اعتراف واقع ہوا ہے اور کبھی ایسی معکم اور افضل شخصیت جس کے لغوی اور عدلیٰ بنا پر اس کی بات کا انکار نہیں کیا جاسکتا کی تصریح سے معلوم ہوتا ہے اور کبھی الحاق کا حکم تب کیا جاتا ہے جب کہ اس بات کو صرف خبرِ ثبوت برہنہ میں مشہور شخص ہی بیان کرے جیسا کہ محدثین کہہ دیتے ہیں کہ یہ حدیث موضوع ہے کیونکہ اس کی سند میں من گھڑت اور کذاب راوی ہے، یہ آخری وجہ صرف عدمِ یوم کا فائدہ دیتی ہے اور جرمِ بالعدم کا نہیں کیونکہ خبرِ ثبوت کبھی سچ بول دیتا ہے ہاں اگر کوئی اور دلیل سے کہہ کر جھوٹ ہے تو پھر جرمِ بالعدم کا فائدہ ہو سکتا ہے واللہ تعالیٰ اعلم بحدوت،

عنہ اشارة الى انه قد يعلم ذلك بالرجوع الى المتكلم والكامر عند من لا يشهد او يعرف تاسرة باعتراف المفتري كما وقع لبعض المواضع، ويقبل اخرى اذا نص على ذلك من يرجع اليه لعظمه وفضله، ولا يتكر عليه لشقته وعدله وكذا لك يحكم به اذ العیات ذلك الا من طريق من عرف بالكذب كقول المحققين ان هذا موضوع اى فى سنده وضاع اد كذا اب وهذا انما يعلى عدم الجزم لا الجزم بالعدم الا اذا ضم اليه دليل اخر فالذوب قد يصدق والله تعالى اعلم

صرف عدمِ یوم کا فائدہ دیتی ہے اور جرمِ بالعدم کا نہیں کیونکہ خبرِ ثبوت کبھی سچ بول دیتا ہے ہاں اگر کوئی اور دلیل سے کہہ کر جھوٹ ہے تو پھر جرمِ بالعدم کا فائدہ ہو سکتا ہے واللہ تعالیٰ اعلم بحدوت،

الفصل الثانیۃ منہ بخط یدای وکاتب
 الفراغ منہ بکرة يوم الاربعاء الرابع و
 العشرون من شهر ربيع الاول سنة ست و
 ثلثین وستمائة وكتبه منشور

خط سے دو مرقعہ ہے اس کی تحریر سے روز چار شنبہ
 وقت صبح بتاریخ بست وچہارم ماہ مبارک ربیع الاول
 ۶۳۹ھ فراغ لکھا ہوا ہے اس کے مصنف نے،
 رحمۃ اللہ تعالیٰ

اور سید مصروف نے یہ بھی بیان فرمایا کہ سفتیش جملہ میں ہے اور اس میں اس فلسفے سے جس میں محدوں نے
 عقائد شیعہ الحاق کئے جہارت زیادہ ہے اور اس کی پشت پر نام کتاب بخط مصنف علیہ الرحمہ لکھا ہے اس کے نیچے
 شیخ صدر الدین قزوئی رحمۃ اللہ تعالیٰ کے خط سے یہ جہارت تحریر ہے،

انشاء مولانا شیخ الاسلام و صفوة الانساب
 محی الدین بن عربیؒ
 یہ کتاب ہمارے آقا سردار مسلمانان برکاتہ جہاں
 محی الدین بن عربی کی تصنیف ہے۔

اور اس کے نیچے لکھا ہے، فہذا المجلد المصنف بن اسحق القزوينی یہ جملہ محمد بن اسحق قزوئی کی ہلک
 میں آیا۔ اس کے نیچے شیخ صدر الدین نمودر کے خط سے محمد بن ابی بکر تبریزی کی روایت کہ ان سے بطریق سماع حاصل
 ہوئی مکتوب ہے اور محمد بن اسحق قزوئی کی شرح و تفسیر ہے،

انتقل الی خادہ و ربیب لطفہ محمد بن
 اسحق سنۃ سبعین و ثلثین و ست مائة
 یہ کتاب مصنف کے خادم و لطف پروردہ محمد بن اسحق
 قزوئی کی طرف ۶۳۷ھ میں منتقل ہوئی۔

انتہی ظاہر ہے کہ اس سے زیادہ کون سا نسخہ معتبر ہوگا خود قلم خاص حضرت مصنف قدس اللہ تعالیٰ سرور المعزین کی
 تحریر اور اس کے اول و آخر میں خود مصنف و دیگر علماء و علماء کے دستخط کثیر، جب یہ نسخہ ان جہارات شیعہ سے خالی
 بلا تو الحاق و افترا میں کیا شک رہا، الحمد للہ سب الغلوین و لهذا مفتی سلطنت عثمانیہ حمدہ علامتہ دوم علامہ
 ابوالسعود علیہ رحمۃ الملک الحمد للہ نے اپنے فتوے میں تصریح فرمائی کہ متفقنا ان بعض الیہود افتراھا علی
 الشیخ قدس اللہ سرہ ہمیں یقین ہے کہ بعض یہودیوں نے یہ کلمات شیخ قدس سرہ پر افترا لکھے ہیں۔
 کما نقلہ فی الدر المختار عن معص و ضاتہ۔

اب کلام امام شہرانی کا حال سنئے، خود امام مصروف رحمۃ اللہ تعالیٰ حلیر میزان میں فرماتے ہیں،
 وقع لی ذلک من بعض الاعداد فانہم دسوا
 فی کتابی المسسم بالبحر المورود فی المواثیق
 یعنی تجھ پر واقع بعض اعدا کے ساتھ پیش آچکا ہے
 انہوں نے میری کتاب البحر المورود فی المواثیق والہود

والعہود اموراً تخالف ظاہر الشریعة و داروا بہا فی الجامع الانہر وغیرہ و حصل بذلک فتنۃ عظیمة و ما خمدت الفتنۃ حتی ارسلت لہم نسخۃ الحق علیہا خطوط العلماء ففتشہا العلماء فلم یجدوا فیہا شیئاً مما ینتہی خلاف ظاہر الشریعة معادسہ الاعداء فانہ تعالیٰ یغفر لہم ویسا محبتکم ام۔

میں خلافت شرع باتیں الحاق کرویں اور اسے جامع ازہر وغیرہ میں نے پھرے اور اس کے سبب بڑا فتنہ اٹھا اور فرو نہ ہوا یہاں تک کہ میں نے ان کے پاس اپنا نسخہ جس پر علماء کے دستخط تھے بھیج دیا اہل علم نے نکاشش کی تو اس میں وہ امور مخالف شریعت جو دشمنوں نے طوطے تھے وہاں نہ پائے اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت کرے اور درگزر فرمائے۔

خیر ایک طریقہ تو ثبوت الحاق کا یہ ہے دوسرے یہ مصنف کا امام معتقد و عالم متدین مستند ہونا معلوم ہے اور یہ کلام کہ ہے تو اثر حقیقی اس کی طرف نسبت کیا گیا مرید معصیت یا بد مذہبی و خلافت میں ہیں اصلاً تاویل و توجیہ کی گنجائش ہی نہیں تو اس وجہ سے کہ علماء تو علماء عام اہل اسلام کی طرف سے تحقق تو اثر و ثبوت قطعی کسی کبرہ کی نسبت مقبول نہیں کہا نص علیہ الامام الاجل حجة الاسلام محمد الغزالی قدس سرہ العالی فی الاحیاء (جیسا کہ امام غزالی قدس سرہ نے "احیاء العلوم" میں اس کی تصریح کی ہے۔ ت) ذکر کریں گے اور تمہیداً للفقہ الحاقی کہیں گے اور اسی سے ملتی ہے بات کا ایسا ضعیف و ردی ہو نا کہ کسی طرح عقل سلیم اس امام عظیم سے اس کا صدق منظور نہ کرے جیسے باب ذوی الارحام میں قبیل فصل مصنف اولیٰ سراجیہ میں یہ مہمل عبارت لا عندہما کل واحد منہم اولیٰ من فرعہ و فرعہ وان سفل اولیٰ من اصلہ (کیونکہ ان دونوں کے نزدیک ان میں سے ہر ایک اپنی فرع سے اولیٰ ہے اور اس کی فرع اگرچہ بھل ہو اصل سے اولیٰ ہے۔ ت) جس کے لئے اصلاً کوئی محصل نہیں و لہذا ملازم سید شریف نے شرح میں نقل فرمایا،

لعمریہ حصل منہا معنی فی من ملحقات بعض الطلبة القاصدین الخ اس کا کوئی معنی نہیں بنتا لہذا یہ بعض نا لائق طلباء کی الحاق کردہ عبارت ہے الخ (ت)

اور اسی قبیل سے ہے وہ عبارت جس میں کسی طائفہ زائفہ کے لئے کوئی عرض فاسد ہو اور امام مصنف اس

۱/۹ سلم المیزان الکبریٰ مقدرة الكتاب مطبوعہ مصطفیٰ ابا بی مصر

۳۹ ص السراجی فی المیراث باب ذوی الارحام ایچ ایم سعید کمپنی کراچی
۶ مکہ حاشیہ ضیاء السراج مع السراج بخوار شریعہ شریعت مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی

سے بڑی اور بجا بخود اُس کا کلام اُس عرض مردود کے خلاف پر شاید جیسے بعض خدا تارسوں کا امام حجت الاسلام محمد غزالی قدس سرہ العالی کی طرف سے اذات کلمات مذمت امام الامام مالک الازہر کاشف الغمہ سراج الائمہ سینہ امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ عنہ نسبت کرنا حالانکہ اُن کی کتب متواترہ احیاء وغیرہ مناقب امام کی شاید عدل ہیں اور مثل آفتاب روشن و بے نقاب کہ مانحن فیہ میں ان صورتوں سے کوئی شکل نہیں والحمد للہ رب العالمین، اگر منکر بھجہ الاسرار شریف کے نسخہ قدیر صحیح معتبرہ اُس روایت سے خالی دکھا دیتا یا زبانی انکار کے سوا کوئی دلیل معقول قابل قبول ارباب عقل اُس کے لفظی خلاف و مخالفت عقیدہ اہل سنت ہونے پر قائم کر لیتا تو اُس وقت دعویٰ الحاقِ زبیب و یتا نہ کہ علی الرغم اُس کے علاوے باہر طبقہ طبقہ اُس روایت کو نقل فرماتیں اور مقررہ و مسلم رکھتے آئیں اور بھجہ کا ایک نسخہ معتبرہ بھی اُس کے خلاف نہ ملے اور محض براہِ سینہ زوری الحاق کا ادعا نہ باطل کر دیا جائے فنِ اصول میں جسے ادنیٰ مداخلت ہے اس پر کاشمیں واضح کہ مجرد امکان منافی قطع و یقین بالمعنی الامم نہیں بسبب تک احتمال ناشی عن دلیل نہ ہو۔ تاہم قصور قرآن و حدیث سے ہاتھ دھو بیٹھے، اور یہیں سے ظاہر ہو گیا کہ منکر کا تصانیف شریفہ جناب شیخ اکبر و امام شوالہ قدس سرہما کی نظیر دینا کس دھو لہو و بے عمل تھا کہاں وہ روشن وقائع قطعی ثبوت کہاں یہ زبانی شہ سے جیدہ بہوت، کاش منکر نے جہاں تصانیف نہ کر وہ کا نام لیا تھا وہاں امام شعرانی کے اقوال مسطورہ بھی نقل کر لانا کہ دعویٰ مدلل و ادعا سنے

عنه ما ينسب الى الامام الغزالي يسود	امام اعظم کے بارے میں جو امام غزالی کی طرف منسوب ہے
ما ذكره في احياؤه المتواتر عنه حديث	اُس کا وہ خود امام غزالی کا ذکر کردہ وہ کلام ہے جو
ترجم الامامة الامربعة وقال واما	انہوں نے تواتر سے مروی احیاء العلوم میں ائمہ
ابو حنيفة فليقد كامن ايضا عابدا	اربعہ کے تراجم میں بیان کیا ہے اور انہوں نے وہاں
ما اهدا عارضا بالله خائفنا منه	فرمایا کہ بیشک امام ابو حنیفہ بھی عابد زائد عارف پائے
مريد اوجه الله تعالى يعلمه الخاء و مختار	اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے، اپنے علم کی بنا پر اللہ تعالیٰ
	کی رضا کے طالب تھے الخاء و مختار (ت)

یعنی امام حجت الاسلام احیاء العلوم میں فرماتے ہیں ابو حنیفہ خدا کی قسم عابد زائد عارف باللہ تھے اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے اور اپنے علم سے وجہ اللہ کا ارادہ رکھنے والے؟

بے دلیل کافری کھل جاتا و اللہ العلیٰ العزیز العظیم .

اور اس نماز کو قرآن و حدیث کے خلاف بتانا محض بہتان و افتراء، ہرگز ہرگز قرآن و حدیث میں کہیں اس کی مخالفت نہیں، نہ مخالفت کوئی آیت یا حدیث اپنے دعوے میں پیش کر سکا، ہر جگہ صرف زبانی ادعا سے کام لیا مگر یہ وہی بھالنت قبیلہ و سفاہتہ فقیر ہے جس میں فرقہ جدیدہ و طائفہ حادثہ قدیم سے بدلتا یعنی قرآن و حدیث میں جس امر کا ذکر نہیں وہ ممنوع ہے اگرچہ اس کی مخالفت بھی قرآن و حدیث میں نہ ہو، اُن ذی ہوشوں کے نزدیک اِروغیٰ میں کوئی واسطہ ہی نہیں اور عدم ذکر ذکر عدم ہے پھر خدا جانے سکوت کس شے کا نام ہے! ترمذی و ابن ماجہ و حاکم سنیینا مسلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

الحلال ما احل الله في كتابه والمحرام ما حرم الله في كتابه وما سكت فهو مما عفا عنه
حلال وہ ہے جو خدا نے اپنی کتاب میں حلال کیا اور حرام وہ ہے جو خدا نے اپنی کتاب میں حرام بتایا اور جس سے سکوت فرمایا وہ عفو ہے۔

یعنی اس میں کچھ مواخذہ نہیں، اور اس کی تفسیر قرآن عظیم میں موجود ذکر فرماتا ہے جل ذکرہ :
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتْلُوا هَٰذَا مِن بَدَنِكُمْ
تَسْوَكُمُوهُ وَأَن تَكُونُوا مِثْلَ نَذِيرٍ
القرآن تبدلکم عفا اللہ عنہا و اللہ غفور رحیم
اے ایمان والو! وہ باتیں نہ پڑھو کہ تم پر کھول دی جائیں تو تمہیں بُرائی لگے اور اگر قرآن اُترتے وقت پڑھو گے تو تم پر ظاہر کر دی جائیں گی اللہ نے اُن سے معافی فرمائی ہے اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔

ف : یہاں سے المصنفت علیہ الرحمۃ ایک فائدہ نفیسہ کا بیان شروع کر رہے ہیں جو چار احادیث اور ایک آیت قرآنی پر مشتمل ہے جس سے بہت سی فروعات مثل عید میلاد النبی، گیارہویں شریف، نیجا، دسواں، چہلم اور منکوة الاسرار وغیرہ کے جواز کا ثبوت ملتا ہے۔ نذیر احمد سعیدی

لے جامع الترمذی ابواب البیاس باب ما جاء فی بیس القرآن مطبوعہ میں کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۲۰۶/۱
سنی ابن ماجہ باب اکل الجبن والسمن مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲۴۹/۲
لے القرآن ۱۰۱/۵

بہت سی باتیں ایسی ہیں کہ ان کا حکم دیتے تو فرض ہو جاتیں اور بہت ایسی کو منع کرتے تو حرام ہو جاتیں پھر جو انہیں چھوڑنا یا کرتا گناہ میں پڑتا، اُس مانک مہربان نے اپنے احکام میں اُن کا ذکر نہ فرمایا یہ کچھ بھول کر نہیں کہ وہ تو بھول اور ہر عیب سے پاک ہے بلکہ ہمیں پر مہربانی کے لئے کہ یہ مشقت میں نہ پڑیں تو مسلمانوں کو فرماتا ہے تم بھی اُن کی چھیڑ نہ کرو کہ پوچھو گے حکم مناسب دیا جائے گا اور تمہیں کو دقت نہ ہوگی۔ اسی آیت سے صاف معلوم ہوا کہ جن باتوں کا ذکر قرآن و حدیث میں نہ نکلتے وہ ہرگز منع نہیں بلکہ اللہ کی معافی میں ہیں، وار قطنی ابو القلیبہ خراسانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا،

ان الله تعالى فرض فرائض فلا تضيعوها
وحرم حرما فلا تنهكوها، وحد
حدودا فلا تقعدوها، وسكت عن اشياء
من غير نسيان فلا تبغضوا عنها
بیشک اللہ تعالیٰ نے کچھ باتیں فرض کیں انہیں بائیس
نہ بنانے دو اور کچھ حرام فرمائیں اُن کی حرمت نہ توڑو
اور کچھ حدیں باندھیں اُن سے آگے نہ بڑھو اور کچھ
چیزوں سے بے جھگڑے سکوت فرمایا اُن میں کاوش
نہ کرو۔

احمد و بخاری و مسلم و نسائی و ابن ماجہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں،

ذروني ما تركتكم فانما هلك صفتك
قبلكم بكثره سؤلهم واختلافهم
على انبيائهم فاذا نهيتكم عن شئ
فاجنبوه واذا امرتكم بامر فأتوا منه
ما استطعتم
یعنی جس بات میں میں نے تم پر قیض نہ کی اُس میں
مجھ سے قیض نہ کرو کہ اگلی امتیں اسی بلا سے ہلاک
ہوئیں میں جس بات کو منع کروں اس سے
بچو اور جس کا حکم دوں اس سے بقدر قدرت
بجالاتو۔

احمد و بخاری، مسلم سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں،

۱۸۴/۴	باب الرضا	مطبوعہ نشر السنۃ طہان	سنن الدارقطنی
۴۲۲/۱	باب فرض الحج مرة في العمر حدیث ۴۱۲	مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی	صحیح مسلم
۲/۱	باب اتباع سنت رسول اللہ	مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	سنن ابن ماجہ
۲۴۶/۲	دار الفکر بیروت	از منہ ابو ہریرہ	مسند احمد بن حنبل

اِنَّ اعظمَ المسلمين في المسلمين جرماً من سأل عن شيء لم يحرم على الناس فحرمه : بیشک مسلمانوں کے بارے میں اُن کا بڑا گناہ ہے کہ جو ایسی چیز سے سوال کرے کہ حرام نہ تھی اُس کے سوال کے بعد حرام کر دی گئی۔

یہ احادیث باطنی نہ انسانی کہ قرآن و حدیث میں جن باتوں کا ذکر نہیں نہ اُن کی اجازت ثابت نہ ممانعت وارد، اصل جواز پر ہیں ورنہ اگر جس چیز کا کتاب و سنت میں ذکر نہ ہو مطلقاً ممنوع و نادرست ٹھہرے تو اس سوال کو نہ واسطے کیا غلط اُس کے بغیر پوچھے بھی وہ چیز ناجائز ہی رہتی۔ بالکل یہ قاعدہ نفیہ ہمیشہ یاد رکھنے کا ہے کہ قرآن و حدیث سے جس چیز کی بھلائی یا برائی ثابت ہو وہ بھلی یا بُری ہے اور جس کی نسبت کچھ ثبوت نہ ہو وہ معاف و جائز و مباح و زوا اور اس کو حرام و گناہ و نادرست و ممنوع کہنا شریعت مطہرہ پر افتراء۔

قال سبنا تبارك وتعالى لا تقولوا لما تصفون السنتكم الكذب هذا احلال و هذا احرام لتفتروا على الله الكذب ان الذين يفعلون على الله الكذب لا يفلحون ہمارے رب تعالیٰ نے فرمایا اپنی زبانوں کا من گھڑت جھوٹ مت کہو کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے، اللہ تعالیٰ پر جھوٹ افتراء کرتے جو بیشک جو لوگ اللہ تعالیٰ پر افتراء کریں وہ نکل کر نہیں پائیں گے۔ (ت)

اسی طرح اس نماز کو طریقت خلفائے راشدین و صحابہ کرام کے خلاف گناہ بھی اُسی سبب مستحکم پر مبنی کہ جو فعل اُن سے منقول نہ ہو مگر اُن کے نزدیک ممنوع تھا حالانکہ عدم ثبوت فعل و ثبوت عدم جواز میں زمین و آسمان کا فرق ہے، امام علامہ راجح بن محمد قسطلانی شارح صحیح بخاری مواہب لدنیہ و فتح محمدی میں فرماتے ہیں، الفصل يدل على الجواز وعدم الفعل لا يدل على المنع۔ کرنا تو جواز کی دلیل ہے اور نہ کرنا ممانعت کی دلیل نہیں۔

رافضیوں نے اس طائفہ جبریتہ کی طرح ایک استدلال کیا تھا اُس کے جواب میں شاہ عبدالعزیز صاحب ہدای تحفہ اثنا عشریہ میں لکھتے ہیں،

نكروا عن چیز سے دیگر است و منع فرمودن چیز سے دیگر است مگر است مخصصاً۔ ذکرنا اور چسپنا ہے اور منع کرنا اور چسپنا ہے مخصصاً (ت)

سہ صحیح بخاری باب ما يكره من كثرة السؤال مطبوعہ دار المطابع الكرامی ۱۰۸۲/۲

سہ القرآن ۱۶/۱۱۹

سہ مواہب لدنیہ

سہ تحفہ اثنا عشریہ باب دہم مطاعن الجبروتی منہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۲۶۹

لی والمعنی تکون سببا لحصول حاجتی
 ودصول مرادی فالاسناد مجازی ^{الہ}
 اور یہ حدیث نفیس بیچ بذیل بطراز گراں بہا ہے تصحیح امام الاموال القاسم سلیمان رحمہ اللہ طبرانی کے پاس یوں ہے
 ان رجلا کان یتخلعن الی عثمان بن عفان
 رضی اللہ تعالیٰ عنہ فی حاجۃ لہ
 فكان عثمان لا یتخلعن الیہ ولا ینظرف
 حاجتہ ، فلتی عثمان بن حنیف رضی اللہ
 تعالیٰ عنہ فشکا ذلک الیہ ، فقال لہ عثمان
 بن حنیف ، ائت المیضۃ فتوضأ ثم ائت
 المسجد فوصل فیہ رکعتین ثم قل
 اللہم انی اسألك واتوجه الیک بتبیینا محمد

فرما اور معنی یہ ہے کہ آپ میری حاجت روائی کا سبب
 بنیں۔ میں یہ اسناد مجازی ہے (د)
 یعنی ایک حاجتمند اپنی حاجت کے لئے امیر المومنین
 عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں آتا امیر المومنین
 نہ اس کی طرف التفات کرتے نہ اس کی حاجت پر
 نظر فرماتے ، اس نے عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ
 عنہ سے اس امر کی شکایت کی انھوں نے فرمایا وضو
 کر کے مسجد میں دو رکعت نماز پڑھ پھر فریاد دعا مانگ
 الہی ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیری طرف اپنے
 نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نبی رحمت کے وسیلے سے

علیہ امام منذری ترغیب میں فرماتے ہیں ، قال الطبرانی بعد ذکر طریقہ والحدیث صحیح طبرانی نے اس حدیث
 کی متعدد اسنادیں ذکر کر کے کہا حدیث صحیح ہے ۱۲ منہ (م)
 علیہ حکذا ہو ہذا یثبت الصلوۃ فی نفس الحدیث
 فی النسخۃ الصحیحۃ للترغیب النبی من اللہ
 تعالیٰ بہا علی ہذا المحتاج ولعل عثمان بن
 حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ اذا روی الحدیث
 اتی بہ کما ہو واذا علم الرجل انہ الصلوۃ
 کما ہو المطلوب فی امثال المقام ، واللہ
 تعالیٰ اعلم ۱۲ منہ (م)

یوں ہی وہ یہاں نماز کا ثبوت نفس حدیث میں ہے ترغیب
 کے صحیح نسخہ میں ہے یہ نسخہ اللہ تعالیٰ نے اس محتاج کو
 بطور احسان عطا فرمایا ہے ہو سکتا ہے کہ عثمان بن حنیف
 رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب روایت کیا تو انھوں نے حدیث
 کو درست بیان فرمایا اور جب انھوں نے آدمی کو
 ترغیب دی ہو تو نماز کا لفظ زائد کر دیا ہو جیسا کہ
 ایسے معتمد میں مطلوب ہوتا ہے ۔ واللہ
 تعالیٰ اعلم ۱۲ منہ (د)

سلفہ حرز ثلثین شرح حصین مع حصین صلوۃ الحاجۃ افضل المطالبین اندلیا ص ۱۲۵
 سلفہ الترغیب والترہیب فی الصلوۃ الحاجۃ ودعاہا مطبوعہ مطبعۃ البابی مصر ۱/۲۷۶

وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی الوحمة یا محمد
انی اتوجه بک الی ربی فتقضی لی حاجتی
وتذکر حاجتک وروح الی حق اروح معک ،
فانطلق الرجل فقص ما قال له ، ثم
اقی یاب عشمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فجاء
البواب حتی اخذ لا بیدہ فادخله علی
عشمی بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ
فاجلسہ معہ علی الطنفہ ، فقال
حاجتک ، فذکر حاجتہ فقضی اھالہ ، ثم
قال ، ما ذکرت حاجتک حتی کانت
ھذہ الساعۃ وقال ما کانت لک من
حاجۃ فاذکرھا ثم ان الرجل خسر
من عندہ فلقی عشمی بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ
عنہ ، فقال لہ جزاک اللہ خیرا ما کان یظن
فی حاجتی ولا یلتفت الی حق کلمتہ فی ، فقال
عشمی بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ واللہ حب
کلمتہ ، ولکن شہدت من رسول اللہ صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم واماہ رجل ضعیف فاشکا
الیہ ذھاب بصیرۃ ، فقال لہ النبی صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم انت البیضاۃ فتوضأ ثم
صل رکعتین ثم ادع بھذہ الدعوات : فقال
عشمی بن حنیف رضی اللہ عنہ ما تقر قنا و طال بنا العذ
حق و دخل علینا الرجل کانه لعل ین بہ ضرر قط

توجہ کرتا ہوں یا رسول اللہ! میں حضور کے توسل سے
اپنے رب کی طرف متوجہ ہوتا ہوں کہ میری حاجت روا
فرمائے اور اپنی حاجت کا ذکر کشام کو پھر میرے
پاس آنا کہ میں بھی تیرے ساتھ چلوں ، حاجت مند نے
یوں ہی کیا پھر آستان خلافت پر حاضر ہوا دربان آیا
اور ہاتھ پکڑ کر امیر المومنین کے حضور لے گیا امیر المومنین
نے اپنے ساتھ مسند پر بٹھایا مطلب پوچھا عرض کیا
خوفاً روا فرمایا اور ارشاد کیا اتنے دلوں میں اس وقت تم
نے اپنا مطلب بیان کیا پھر فرمایا جو حاجت تمہیں
پیش آیا کر سہ ہمارے پاس چلے آیا کرو۔ یہ شخص
وہاں سے نکل کر عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے
طا اور کہا اللہ تمہیں جو اسے خیر دے امیر المومنین کی
حاجت پر نظر اور میری طرف التفات نہ فرماتے تھے
یہاں تک کہ آپ نے اُن سے میرے بارے میں عرض
کی عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ نے فرمایا خدا کی قسم
میں نے تیرے معاملے میں امیر المومنین سے کچھ بھی
نہ کہا ، مگر ہوا یہ کہ میں نے سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم کو دیکھا حضور کی خدمت اقدس میں ایک نابینا حاضر
ہوا اور نابینائی کی شکایت کی حضور نے یوں ہی اسے
ارشاد فرمایا کہ وضو کر کے دو رکعت پڑھے پھر یہ دعا
کرے خدا کی قسم ہم اُسے بھی نہ پاسے تھے ہاتھ ہی
کر رہے تھے کہ وہ ہمارے پاس آیا گویا کبھی اندھا
ہی نہ تھا۔

تسلیم : ایہا المسلمون حضرات منکرین کی غایت دیانت سخت محل افسوس و عبرت! اس حدیث جلیل کی عظمت رفیعہ و جلالت رفیعہ اور پر معلوم ہو چکی اور اس سبب میں ہم اہل منت و جماعت کے لئے جو اثر استمداد و التواء ہر شکام تو ملے، نہ اے محبوبانِ خدا کا بکھڑاؤ نہ کیسا روشن و واضح دین و طائر ثبوت جس سے اہل انکار کو کہیں مفر نہیں اس بات کے ایک بڑے عالم مشہور نے باوجود اس قدر دھڑی بلند علم و تدبیر کے اپنے مذہب کی حمایت بجا میں جس صریح بیباکی و شوقِ حقیقی کہ کام فرمایا ہے! انہیں اس سے شرم چاہئے تھی حضرت نے حسن حصین شریف کا ترجمہ لکھا، جب اس حدیث پر آئے اُس کی قیاسی شریعتِ عظیم عزت سے جرات نہ کرنے دی کہ نفسِ حق میں اُس پر طعن فرمائیں اور ادھر پائس مشربِ ناخن بہل جوشِ عصیبت تاپ گسل، ناچار عاشیہ کتاب پر یوں ہجومِ هجوم کی تسکین فرمائی کہ!

ایک راوی اس حدیث میں عثمن بن خالد بن عمر بن عبید متروک الحدیث است چنانکہ در تقریب موجود است
ایک راوی اس حدیث میں عثمن بن خالد بن عمر بن عبید متروک الحدیث است چنانکہ در تقریب موجود است
اور متروک الحدیث راوی کی حدیث بحکم قابل نہیں ہوتی۔

انا لله وانا اليه راجعون۔ انصاف و دیانت کا تو یہ مقتضی تھا کہ جب یہی واضح ہو گیا تھا تسلیم فرماتے اور شاہِ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور پر نور سید الانبیاء صلوات اللہ وسلامہ علیہ وعلیٰ آلہ الامجاد کی طرف رجوع لاتے نہ کہ خواہی بخواہی بزر و بزرگین ایسی صحیح راجع حدیث کو جس کی اس قدر ائمہ محدثین نے ایک زبان تصحیح فرمائی معاذ اللہ ساقط و مردود قرار دیجئے اور انتقامِ خدا و مطالبہ حضور سیدہ روز جزا علیہ افضل الصلوٰۃ و الشان کا کچھ خیال نہ کیجئے اب حضرات منکرین کے تمام ذلیلوں سے انصاف طلب کہ اس حدیث کا راوی عثمن بن خالد بن عمر بن عبید متروک الحدیث ہے جس سے ابن ماجہ کے سوا کتب مستندہ میں کہیں روایت نہیں ملی، یا عثمان بن عمر بن فارس عبدی بصری ثقہ جو صحیح بخاری و صحیح مسلم وغیرہ تمام صحاح کے رجال سے ہیں، کائنات اتنا ہی نظر فرمائیے کہ جو حدیث کئی صحاح میں مروی اُس کا مدار روایت وہ شخص کیونکر ممکن جو ابن ماجہ کے سوا کسی کے رجال سے نہیں، وائے بیباکی! مشہور و متداول صحاح کی حدیث جن کے لاکھوں نسخے ہزاروں بلاد میں موجود اُن کی اسانید میں صاف صاف عن عثمن بن عمر مکتوب، پھر کیا کہا جائے کہ ابن عمر کا ابن خالد بنا لینا کس درجہ کی حیا و دیانت سے لاجول و لا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

اور سنئے ابن ابی اسنی عبد اللہ بن مسعود اور بزار عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے راوی

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اذا اظلمت دابة احدكم باس مرض فليناد
يا عباد الله احبوا فان الله تعالى عبادا في
الارضين تحبسه
جب تم میں کسی کا جانور جنگل میں چھوٹ جائے تو چاہئے
یوں ندا کرے اے خدا کے بندو! روک لو کہ اللہ
تعالیٰ کے کچھ بندے زمین میں ہیں جو اُسے روک
لیں گے۔

بزار کی روایت میں ہے یوں کہ: اعینوا یا عباد الله مدد کرو اے خدا کے بندو!۔ سیدنا عسبد اللہ
بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما ان لفظوں کے بعد مرحوم اللہ (اللہ تم پر رحم کرے۔ ت) اور زیادہ فرماتے
رواہ ابن شیبہ فی مصنفہ (اسے ابن شیبہ نے اپنی مصنف میں روایت کیا۔ ت) امام نووی رحمہ اللہ
تعالیٰ اذکار میں فرماتے ہیں: ہمارے بعض اساتذہ نے کہ عالم کبیر تھے ایسا ہی کیا، چھوٹا ہوا جانور فوراً رک گیا۔
اور فرماتے ہیں: ایک بار ہمارا ایک جانور پھٹ گیا لوگ عاجز آ گئے ہاتھ نہ لگائیں نہ یہی کلمہ کہا فوراً رک گیا
جس کا اس کلمے کے سوا کوئی سبب نہ تھا نقلہ سیدی علی القادری فی الحوز الثمین (ملاحظہ فرمائیے)
اسے حرمین میں نقل کیا۔ ت) امام طبرانی سیتنا عقبہ بن غزو ان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور پر نور
سیدنا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اذا اضل احدكم شيئا وادعونا و هو با مرض
ليس بها انيس فليقل يا عباد الله اعيونوني
يا عباد الله اعيونوني يا عباد الله اعيونوني
فان الله عباد الايراهم
جب تم میں سے کوئی شخص سسٹان جنگل میں بے گم
جھولے یا کوئی چیز گم کر دے اور مدد مانگنی چاہے
تو یوں کہے: اے اللہ کے بندو! میری مدد کرو
اے اللہ کے بندو! میری مدد کرو! اے اللہ کے
بندو! میری مدد کرو کہ اللہ کے کچھ بندے ہیں جنہیں یہ نہیں دیکھتا۔

عہ جن کے سید و مولد و سند و ماویٰ حضور پر نور سیدنا عبد القادر جیلانی ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہ،
(باقی پر صفحہ آئندہ)

سکۃ المعجم الکبیر مردی از عبد اللہ ابن مسعود حدیث ۱۰۵۱ مطبوعہ مکتبہ فیصلیہ بیروت ۱۰/۲۶۷
المطالب العالیہ بزوائد المسانید الثمانیہ ۲/۲۳۹ - کشف الاستار عن زوائد البزار ۲/۲۲
مجمیع الزوائد ۱۰/۱۳۲ اذکار للنووی ص ۱۰۱

سکۃ المصنف لابن ابی شیبہ مایعوبہ الریاض حدیث ۹۷۹ مطبوعہ دار الفکر کراچی ۱۰/۳۹۰
سکۃ الاذکار للنووی باب ما یقول اذا اظلمت دابة
سکۃ المعجم الکبیر ماسند عقبہ بن غزو ان حدیث ۲۹۰ مکتبہ فیصلیہ بیروت ۱۰/۱۱۷ و ۱۱۸

عقبہ بن غزوہ ان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، قد جرتب ذلک بالیقین یہ بات آزمائی ہوئی ہے۔
رواہ الطبرانی ایضاً (اسے طبرانی نے بھی روایت کیا ہے۔ ت) فاضل علی قاری علامہ میرک سے وہ
بعض علمائے ثقات سے ناقل ہذا حدیث حسن یہ حدیث حسن ہے۔ اور فرمایا مسافروں کو
اس کی ضرورت ہے، اور فرمایا مشائخ کرام قدست اسرارہم سے مروی ہوا نہ مجرب قرن بہ
النجاشی یہ مجرب ہے اور مراد مٹی اس کے ساتھ مقرون۔ ذکرہ فی الحوزۃ الثمین (اس کو حرز ثمین
میں ذکر کیا ہے۔ ت) ان احادیث میں جو بند گاہ خدا کو وقت حاجت پکارنے اور ان سے مدد مانگنے
کا صاف حکم ہے وہ ابدال ہیں کہ ایک قسم ہے اولیائے کرام سے قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم و افاضہ
علینا انوارہم یہی قول اظہر واشہر ہے کما فی علیہ فی الحوزۃ الوضیعیۃ (جیسا کہ
حرز الوضیعی میں اس کی تصریح کی گئی ہے۔ ت) اور ملکی کہ طنگی یا مسلمان صالح جن افراد ہوں و کیفما کان الخ
توسل و نہ اکو شرک و حرام اور منافی توکل و اخلاص جاننا معاذ اللہ شرع مطہر کو اصلاح دینا ہے۔
تنبیہ یہاں تو حضرت منکرین کے انھیں عالم نے یہ خیال فرما کر کرم طبرانی بلاد ہند میں متداول نہیں
بے خوف و خطر خاص متن ترجمہ میں اپنے زود علم و دیانت و جوش تقویٰ و امانت کا جلوہ دکھایا فرماتے ہیں و اس حدیث
کے راویوں میں سے عقبہ بن غزوہ ان بحول الحال جعفری او عدالت اس کی معلوم نہیں جیسا کہ کما ہے تقریب میں کہ نام ایک
کتاب کا ہے اسماء الرجال کی کتابوں سے۔

اقول بحوالہ آپ کا تقویٰ و عدالت تو معلوم کیسا طشت از بام ہے خدا کی شان کہاں عقبہ بن غزوہ ان رفاشی
کہ طہرہ ثانیہ سے یہ شخص تقریب میں مجہول الحال اور میزای میں لا یعرف کہا اور کہاں اس حدیث کے راوی عقبہ
بن غزوہ ان بن جابر مازنی بدری کہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صحابی جلیل القدر مجاہد و مجاہد غزوہ بدر میں جی
کی جلالت شان بدر سے روشن مہر سے آئینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ دارشاہ مترجم صاحب دیباچہ ترجمہ میں معروف کہ حرز ثمین

(بقیہ مائید صفحہ گزشتہ)

کما فی علیہ سیدنا الخضر علیہ الصلوٰۃ
والسلام سواہ و نقلہ فی البہجۃ و
الزبدۃ و التحفۃ و غیرہا ۱۲ منہ (م)
جیسا کہ سیدنا خضر علیہ السلام نے اس کی تصریح
کی اور بیہجۃ الاسرار، الزبدۃ اور التحفۃ وغیرہ میں
اس کی روایت کیا اور نقل کیا ۱۲ منہ (ت)

سید عالم اکبر ماسند عقبہ بن غزوہ ان حدیث ۲۹۰ مطبوعہ مکتبہ قیومیہ بیروت
۱۱۸/۱۰ دار الکریم فی البجہ افضل المطابع اندیا
۲۶ ص ۲۶ ص

اُن کے پیش نظر ہے، شاید اس حزم میں یہ عبارت تو نہ ہو گی،

رواہ الطبرانی عن نرید بن علی عن عتبۃ بن
غزو ان رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن نبی صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم

یا جس تقریب آپ نے عوالہ دیا اس میں خاص برابر کی سطر میں یہ تحریر تو نہ تھی،

عتبۃ بن غزو ان بن جابر الصنفی صحابی جلیل
مہاجر مدنی مات سنۃ سبعۃ عشرۃ
۱۰۰ ملخصاً۔ (ت)

پھر کون سے ایمان کا مقتضی ہے کہ اپنے مذہب فاسد کی حمایت میں ایسے صحابی رفیع الشان عظیم المکان کو بزور
زبان و زورِ جہان درجہ صحابیت سے بطور کمال میں لگا دے اور محسوس عدالت و ہدایت کو مٹا دے اور اللہ عز و جل روایت
و مطہر جہالت بنانے کی ہدایت نکالے

ولکن صدق نبینا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
اذا لو تستحق فاصنع ما شئت بہ

یہی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تجھے
جیانیں تو پھر جو چاہے کہ۔ (ت)

مسلمان و یحییٰ کہ حضرات منکرین اسرار حق و اصرار باطل میں کیا کہ کر گزرے پھر دعائے حقانیت گویا تمیز کا
وضوئے حکم ہے لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم، خیر یہ توحید شیں تھیں اب شاہ ولی اللہ صاحب
کی سننے اپنے قصیدۃ الطیب النغم کی شرح میں پہلی بسم اللہ یہ لکھتے ہیں کہ،

و بدست از استمدادِ روح آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم یہ

اسی میں ہے،

بنظر فی آید مرا عطر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہ
بجے تو ہر مصیبت میں اور ہر پریشانی حال کے لئے حضور

۱۔ حوزہ شریعہ صحنہ صحنہ صحنہ و دارالکتاب فی البحر
۲۔ تقریب التہذیب ترجمہ ۴۵۴
۳۔ العجم الجبیر مروی از ابو مسعود حدیث ۶۵۸
۴۔ شرع قصیدۃ الطیب النغم فصل اول و تہذیب بزرگوار

۵۔ افضل المطابع اٹلیا
۶۔ دارالکتب العلمیہ بیروت
۷۔ مطبوعہ مکتبہ فیصلیہ بیروت
۸۔ مطبع مجتہبی دہلی

ص ۲۵
۱/۵۳
۱۶/۲۳۶
ص ۲

جہاں دست زدوں اذو گلیں ست در ہر شدہ ست
علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دست قصوت ہی نظر آتا ہے (ت)
اسی میں ہے،

بہترین خلق خدا ست در غصت و در شکل و ناخ ترین ایمنی
زمانے کے حادث میں لوگوں کے لئے آپ سے بڑھ کر
ست مردمان راز و یک نجوم حوادث زمانے
کئی ناخ نہیں ہے۔ (ت)
اسی میں ہے،

فصل یازدہم در اہتہال بکتاب آں حضرت مصلی اللہ
عجلوہ فیصل حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مدح میں ہے
تعالی علیہ وسلم رحمت فرستہ بر تو خدا سے تعالیٰ ہے بہترین
اسے بہترین مددگار اور جاسے امید اور بہترین عطیہ
کسیکہ امید داشتہ شود اسے بہترین عطا کنندہ
اسی میں ہے،

اسے بہترین کسیکہ امید داشتہ شود برائے از ملا میبستہ
اسے بہترین امید گاہ مصیبتوں کے ازالہ کے لئے۔ (ت)
اسی میں ہے،

تو پناہ و ہندہ منی از نجوم کراہی مصیبت و قشیکہ بکشد
آپ مجھے ہر ایسی مصیبت میں بودلی میں بدترین اضطراب
در دل بدترین چنگلا ہمارا
پیدا کسے پناہ دیتے ہیں۔ (ت)
اور اپنے قصیدہ ہمزیر کی شرح میں قیامت ہی توڑ گئے، لکھتے ہیں،

آخر حالتی کہ ثابت است مادی آں حضرت راصل اللہ
مائی علیہ وسلم و قشیکہ احساس کند نارسائی خود را از
تعالی علیہ السلام و قشیکہ احساس کند نارسائی خود را از
حقیقت شناختہ تباہی غواری و زاری، اہتہال
و اخلاص و ردعا آنست کہ نہ کند زار و غوار شدہ
بشکستگی دل و اظہار ہے قدری خود با خلاص و رونابا
و پناہ گرفتن بایں طریق اسے رسول خدا اسے بہترین
مخلوقات عطا سے ترا میخاہم روز فیصل کردہ ہے
یابوسی کے وقت مدح کرنے والے کی آخری حالت میں
یہ دعا اور ثنا ہونی چاہئے کہ وہ اپنے کو انتہائی گریہ
زاری اور دل جمعی اور اظہار ہے قدری میں خلوص کے
ساتھ پناہ حاصل کرتے ہوئے یہ مناجات کرے اور
کہے کہ اسے رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، اسے
اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں بہترین ذات، قیامت کے روز
میں آپ کی عطا کا خواست نگاہوں۔ (ت)

۳	مطبوعہ مطبع مجتہدانی دہلی	فصل اول در تشبیب بزرگوار	۱
۶	"	فصل چہارم	۲
۲۲	"	فصل یازدہم	۳
۳۳	"	فصل ششم	۴

اسی میں ہے :
 وقتیکہ فرود آید کار حکیم در غایت تاریکی پس توفی پہنچے
 جب کوئی کام تاریکی کی گہرائی میں گرجائے تو آپ ہی ہر
 بل میں پناہ دیتے ہیں۔ (ت)

اسی میں ہے :
 بسوئے توست آوردن می ویر توست پناہ گرفتن می
 میری جائے پناہ، میری جائے امید اور میرے
 دور توست امیدداشتن می کیجیے۔
 مرجع آپ ہی ہیں۔ (ت)

بالجملہ بندہ گناہ سے نسل کو اخلاص توکل کے خلاف نہ جانے کا منکر سخت جاہل محروم یا ضال مسکا بر علوم
 رہا اس نماز مبارک کے افعال پر کلام، اولاً جب اس کی ترغیب خود حضور پر نور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے
 ارشاد سے ثابت تو بدعی تسنی کو کیا گنجائش انکار، خود منکرین کی زبانیں اس شہادت میں ہمارے دل و زبان کی
 شریک ہیں کہ وہ جناب اتباع قرآن و حدیث و ائمہ کرام و مراجع سیرت صحابہ و ائجناب مجددات
 شیعہ و ائمہ اہل سنت و اجماع پر استغاثت کاملہ رکھتے تھے رضی اللہ تعالیٰ عنہ و اس ضلالت و اعدائے
 الدارین بنصحاء امین (اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہو اور اس کو راضی کرے اور اپنی نعمتوں سے دونوں جہان
 میں ہماری امداد فرمائے آمین۔ ت)

ثانیاً دو علماء اولیاء جن میں بعض کے اسمائے طیبہ فقیر فقیر اللہ تعالیٰ لہم نے ذکر کئے جنہوں نے
 یہ نماز پسند کی اہانت دی سنہ لی خود پر بھی منکرین ہیں کون ان کے پائے کا ہے؟ پھر ان کے کہے سے یہ منکر مسلم ہر
 کر حکم شرع پر یہی چلے اور وہ سب معاذ اللہ گناہگار، فاسق، بدعتی گزرے اور ان اکابر کو غیر بروثق کہہ کر استبعاد
 سواد اعظم کی طرف بلانا وہی پرانی قبیس ہے سواد اعظم کا خلاف جب ہو کہ جہود رائے دین، فقہاء و محدثین، عرفائے
 محدثین رحمۃ اللہ علیہم ان نماز سے مخالفت کرتے آئے ہوں جب منکرین دوچار ائمہ معتمدین سے صحیح طور پر
 (جو دیکھ و دانستہ کذب و افتراء وضع اسمائے کتب و علماء استناد بجا چیل و اجر اے خاطر سے کہ داب قدیم
 اکابر منکرین ہے غالی ہو، اس نماز کریم کی مخالفت کا ثبوت نہ دے سکے نہ ان شمار اللہ تعالیٰ قیام قیامت
 سے سکے تو سواد اعظم کا نام لینا صرف حرام کو دھوکا دینا ہے۔

ثالثاً ان صاحبوں کے اصول پر تو اس نماز کے جواز و باہمت اور منع و انکار کی قباحت و شناہت

پرتے طور سے (جسے معارضہ باقطب کہتے) سواد اعظم ائمہ و علماء محدثین و فقہاء کا اجماع قطعی ثابت ہو گا، پہلے معلوم ہو چکا کہ ان حضرات کے مذہب میں عدم ذکر عدم ہے اور خود یہاں شکرین کے احوال سواد اعظم کا یہی طبعی کسما لا ینفکی (جیسا کہ مخفی نہیں۔ ت) اب ہم کہتے ہیں کلمات ائمہ میں اس نماز پر انکار جہاں ہونا ہرگز مذکور نہیں، ومن ادعی فعلیہ البیان ولا یتطیعہ حتی یرجم القامضات (جو دعویٰ کرے اس پر بیان لازم ہے جبکہ یہ اس کی استطاعت سے خارج ہے۔ ت) اور عدم بیان بیان عدم تو لاجرم اس کے یہ معنی ہوں گے کہ اُن سب ائمہ کے نزدیک اس نماز مبارک پر انکار رد انہیں اور جس پر انکار نا جائز ہو گا وہ اقل درجہ مبارک ہو گا فثبت المقصود وبہت العنود والحمد لله العلی المودود (مقصود ثابت ہوا، مخالفت مہربان ہوا، الحمد لله العلی المودود۔ ت)

اس ایضاً ان حضرات کی عجیب عادت ہے جواز کے عقلاء و قلاء حجاج و دلیل نہیں بلے دلیل خاص قبول نہیں کرتے اور عدم جواز کے لئے ان کے زبانی دعوے نہایت کاشش ہیں کاشش یہاں یہ کہتے ہیں کہ توجہ بعراق و روش باہر سب درست نہیں وہاں اس پر کوئی دلیل شرعی بھی قائم کرتے اور جب کچھ نہیں تو ہمارے لئے اہل جرایب وہی ہے جو مدعیان ہے ثبوت کے مقابل قرآن عظیم نے تعظیم فرمایا کہ قل ھا قوا برہانکم ان کنتمو صدادقین شیخ (فرمادیجئے اگر سچے ہو تو دلیل پیش کرو۔ ت) اور منکر نے اٹھائے تقریر میں جو اپنے لئے بات آسان کرنے کو ہیأت نماز و تذلل تام وانہائے تعظیم کی قیدیں بڑھائیں وہ خود اسی پر مردود کہ ہرگز ترکیب صلوة الاسرار میں ان باتوں کا نشان نہیں، ہاں محبوبان خدا کی نفس تعظیم بیشک اہم واجب است و اعظم قربات سے ہے۔

قال الله تعالى ومن يعظم حرمت الله
فهو خير له عند ربہ۔ وقال تعالى
من يعظم شعائر الله فانہ امن تقوی
القلوب ۵ وقال تعالى انا ارسلک شاحدا و
مبشرا و نذیرا ۵ لتؤمنوا بالله ورسوله
الله تعالیٰ نے فرمایا جو شخص اللہ تعالیٰ کی حرمت والی
چیزوں کی تعظیم کرے گا تو یہ اس کے لئے اللہ تعالیٰ
کے ہاں بہتر ہے۔ اور نیز فرمایا جو شخص اللہ تعالیٰ کی
نشانیوں کی تعظیم کرے گا تو یہ قلبی تقویٰ ہو گا۔ اور نیز
فرمایا ہم نے آپ کو مشاہدہ کرنے والا، بشارت سنانے

۱۱/۲ سورہ القرآن

۳۰/۲۲ سورہ القرآن

۳۲/۲۲ سورہ القرآن

وتعزروا وتوقروا۔

واللہ اور ڈر سنانے والا بنا کر بھیجا ہے تاکہ اسے ڈرنا

تم اللہ اور اس کے رسول کی تعظیم و توقیر بجالاؤ (ت)

خود منکر نے کہا کہ صحابہ کرام تعظیم سید عالم علیہ وعلیہ الصلوٰۃ والسلام میں بہت زیادہ تھے بلکہ شاید اسی منکرین کو خبر نہیں کہ علمائے دیوبند نے روضۃ منورہ کے حضور خاص ہیأت نماز قائم کرنے کا حکم دیا تو منکر کو اس قید کا اضافہ بھی کام نہ آیا بلکہ گناہ بے لذت ٹھہرا۔ لباب و شرح لباب کی عبارت عنقریب مذکور ہوگی بالفعل اختیار بشرح مختار و فتاویٰ عالمگیری کی تصریح لیجئے فرماتے ہیں،

یتوجه الی قبرہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
ویقف کما یقف فی الصلوٰۃ ویمثل صورۃ
الکرمۃ البھیة اہ ملقطا۔
یعنی قبر شریف سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی
طرف توجہ کرے اور ٹیٹ کھڑا ہو جیسے نماز میں کھڑا
ہوتا ہے اور حضور کی صورت مبارک کا تصور پاندھے۔

اہ ملقطا۔

اسے عزیز! اصل کاریہ ہے کہ محبوبانِ خدا کے لئے جو تواضع کی جاتی ہے وہ درحقیقت خدا ہی کے لئے تواضع ہے ولہذا بکثرت احادیث میں اُستاد و شاگرد و علما و عام مسلمان کے لئے تواضع کا حکم ہوا جنہیں جمع کیجئے تو دفتر طویل ہوتا ہے طبرانی معجم اوسط اور ابن عدی کامل میں البربرید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں،

تعلموا العلم و تعلموا العلم السکینۃ والوقار
وتواضعوا لمن تعلمون منہ۔
علم سیکھو اور علم کے لئے سکون و مہابت (وقار)
سیکھو اور جس سے علم سیکھتے ہو اُس سے علم
تواضع کرو۔

سلف القرآن ۱۰۸/۴

سلف فتاویٰ ہندیہ کتاب المناکب مطلب زیلۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۲۶۵
سلف الکامل فی شفاء الرجال ص ۱۵۵ عباد عباد بن کثیر ثقفی بصری مطبوعہ دار الفکر بیروت ۲/۱۶۴

فت : محبوبانِ خدا (مثلاً انبیاء، اولیاء، علما، استاد اور شاگرد کہ وہ اللہ کے نبی، یہ اللہ کے ولی۔ وہ دین الہی کے قیم ہیں اور ملت الہیہ پر قائم) کی تواضع اور تعظیم کرنا درحقیقت خدا ہی کی تواضع اور تعظیم کرنا ہے ورنہ محض کسی دنیا دار یا کافر کی تعظیم جائز نہیں۔ تہذیر احمد

اور خطیب نے کتاب الجامع لاخلاق الراوی والسامع میں اُن سے یوں روایت کی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا،

تواضعوا لمن تعلمون منه وتواضعوا لمن تعلمونه ولا تكونوا جبابرة العلماء فيغلب جهلكم علىكم
جس سے علم سیکھتے ہو اُس کے لئے تواضع کرو اور جسے علم سکھاتے ہو اُس کے لئے تواضع کرو اور حکیم عالم نہ بنو کہ تمہارا جہل تمہارے علم پر غالب ہو جائے۔

بانیہمد ملانے تصریح فرمائی کہ غیر خدا کے لئے تواضع حرام ہے، فتاویٰ ہندیہ میں ہے، التواضع للغير الله حرام كذا في المطلة (غیر خدا کے لئے تواضع حرام ہے جیسا کہ مطلعہ میں ہے۔ ت) قربات وہی ہے کہ انبیاء و اولیاء و مسلمین کے واسطے تواضع اس لئے ہے کہ وہ اللہ کے نبی ہیں وہ اللہ کے ولی ہیں وہ دین الہی کے قیم ہیں یہ طلب الہیہ پر قائم ہیں تو علت تواضع اسب و نسبت ہے جو انہیں بارگاہ الہی میں حاصل تو یہ تواضع بھی درحقیقت خدا تعالیٰ کے لئے ہوتی جیسے

پر کائنات ضرور ملاحظہ ہو عہد عجیب تر بشنو (نسایت عجیب بات سن۔ م)۔ دامنظر جانناں صاحب اپنے ملفوظات میں فرماتے ہیں،

ایشان بجناب پر خود نوشتند کہ محبت شہا بر محبت خدا و رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غالب است موجب الاعمال میشود در جواب برنگاشتند کہ محبت پریر ہمیں محبت خدا و رسول است و بسبب جذب کمالات الہیہ کہ در باطن پریر ثابت است می شود
انہوں نے اپنے پیر کی خدمت میں لکھا کہ آپ کی محبت اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت پر غالب ہے جو کہ فضیلت ہو نے کا سبب ہے پیر پر کیا نے جواب میں لکھا کہ پیر کی محبت بھی اللہ تعالیٰ اور رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت ہے جو کہ پیر کے باطن میں ثابت شدہ اللہ تعالیٰ کے کمالات کو جذب کرنے کا باعث ہے۔

چوں دیدہ عقل آمد احوال
معبود تو سری سبت اول

انتہی بلطفہ (۱۲۷۵)

لسات الجامع لاخلاق الراوی باب ذکر ما یجبی الراوی والسامع دارالکتب العلمیہ بیروت ص ۹۱

اکمال فی صفات الرجال من احمد عباد جہاد بن کثیر ثقفی بصری مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۹۴۳/۴

فتاویٰ ہندیہ الباب الثامن والعشرون فی طاعات الملوک لا - نورانی کتب خانہ پشاور ۳۶۸/۵

ملفوظات مرزا مظہر جان جاناں مجتہبائی دہلی ص ۱۸۲

صحابہ کرام و اہل بیت عظام کی تعظیم و محبت جینہ محبت و تعظیم سید عالم ہے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم،

کما انھن علیہ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جیسا کہ حضور طیر الصلوٰۃ والسلام نے اس پر تصریح
فی غیر ما حدیث و نہن فی غنی عن سرورھا ہننا
فما فی شوارہ بل معلومۃ الموارد۔

ہیں ان کا مورد سب کو معلوم ہے۔ (ت)

تواضع لیس اللہ کی شکل یہ ہے کہ عیاذ اللہ کسی کافر یا دنیا دار غنی کے لئے اس کے سبب تواضع ہو کر یہاں وہ نسبت موجود
ہی نہیں یا موجود ہے تو ملحوظ نہیں، اسے عزیز کیا وہ احادیث کثیرہ و غیرہ جن میں صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین
کا حضور اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے خشوع و خضوع بجا لانا مذکور اس درجہ اشتہار پر نہیں کہ فقیر کو ان کے
جمع و استیعاب سے غنا ہو، ابو داؤد و نسائی ترمذی ابن ماجہ اسامہ بن شریک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی،

قال اقیمت النسب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
واصحابہ حولہ کأن علی رؤسہم الطیث
گویا اہل کے سروں پر پرندے بیٹھے ہیں یعنی سر جھکا کے گردنیں خم کئے بے حس و حرکت کر پرندے ٹکڑی یا پتھر جان کر
سروں پر آ بیٹھیں اس سے بڑھ کر شہ شوش کیا ہوگا؟

ہند بن ابی دارہ صاف اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و رضی عنہ کی حدیث جلیلہ اقدس میں ہے،

اذا تکلم اطلق جلاؤ لا کانت علی رؤسہم
الطیث۔

جب حضور اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کلام فرماتے

تو جتنے حاضران مجلس ہوتے سب گردنیں جھکا لیجئے گویا ان
کے سروں پر پرندے بیٹھے
عجب ست باوجودت کہ وہ بھی ماند
تو جفتن اندر آئی و مرا سخی بماند
(عجب ہے کہ تیرے وجود سے میرا وجود باقی ہے تیری گفتگو نافذ ہے اور میری بات باقی ہے)

مولانا جامی قدس سرہ السامی نجات الانس شریف میں لکھتے ہیں،

یکے از مشایخ گوید کہ میں و شیخ علی ہمدانی در در سند شیخ عبد المجاہد
رضی اللہ تعالیٰ عنہم کہ یکے از اکابر عین واد پیش آمد و

ملہ سنن ابو داؤد کتاب الطب باب الربل یتراوہ

مسند احمد بن حنبل حدیث اسامہ بن شریک

ملہ المعجم الکبیر حدیث ہند بن ابی دارہ

ملہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱۸۳/۲

دار الفکر بیروت ۲۷۸/۴

مکتبہ فیصلہ بیروت ۱۵۸/۲۲

گفت یا سیدی قال جلدك رسول الله صلى
الله تعالى عليه وسلم من دعي فليجب
وهانا اذا دعوك الى مستغنى گفت اگر مرا اذن کنند
پیام زمانے سرور پیش از انست پس گفت سے ایم
و برادر سوار شد شیخ علی بنی رباب راست ہی گرفت
و من رکاب چپ تا بر اسے آن شخص رسیدیم ہر شاخ
بعد از دو علماء اعیان آنجا بودند سلسلے بر کشیدند بروی
الوانق نعمتھا و سلسلے بزرگ سر پوشیدہ دو کس برداشتہ
پیش آوردند و در آخر ساطع نما دند بعد از آن شخص کہ
صاحب دعوت بود گفت القیلا و شیخ رضی اللہ تعالی
عنه سرور پیش از گذر بود ایچ خورد و اذن نیز نداد و یکس
ہم خورد و اهل المجلس کاف علی رؤسہم
الطیور ہیبتہ

ایک بزرگ تشریف لائے اور انھوں نے عرض کی اسے
آقا (خوش اعظم) آپ کے بڑا بھائی رسول اللہ صلی اللہ
تعالی علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو دعوت دے اس کی
دعوت قبول کی جائے، میں آپ کو اپنے گھر کے لئے
دعوت دیتا ہوں تو آپ نے فرمایا اگر مجھے اجازت ملی
تو آؤں گا، یہ فرما کر آپ نے کچھ دیر سہارا رک کو کھنکایا
پھر فرمایا میں آ رہا ہوں آپ گھوڑے پر سوار ہو سنے
شیخ علی بنی نے دایاں رکاب اور میں نے بایاں رکاب
پکڑا، حتی کہ ہم سب اس شیخ کے گھر پہنچے تو وہاں پر
بعد از کے مشائخ اور علماء و خاص رگ موجود تھے دسترخوان
بچھایا گیا جس پر مختلف قسم کی نعمتیں موجود تھیں اور ایک
بھاری بھلل تابوت کو دس آدمی اٹھائے ہوئے تھے
جو اوپر سے ڈھانپا ہوا تھا وہ دسترخوان کے قریب

ایک طرف رکھ دیا گیا، اس کے بعد صاحب خانہ شیخ نے کھانا کھانے کو کہا تو حضرت خوش اعظم نے سہارا رک کھنکایا نہ
خورد کھانا تناول فرمایا اور نہ ہی میں کھانے کی اجازت دی، اور کسی نے بھی نہ کھایا جبکہ تمام اہل مجلس ایسے خاموش
سر جھکائے ہوئے تھے جیسے کہ ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہوں۔ (ت)

یعنی اہل مجلس کہ تمام اولیاء و علماء و علما بعد از تھے ہیبت سرکار قادریہ کے سبب ایسے بیٹھے تھے گویا
اللہ کے سروں پر پرندے ہیں۔ مقصود اسی قدر تھی مگر ایسی جانفزا بات کا ناقص رہنا دل کو نہیں بھاتا لہذا
تفریح قلوب سنت و فیض صد و ربعت کے لئے تہذیب ایت فعل کردوں، فرماتے ہیں،
حضرت نے مجھے اور شیخ علی بنی کو اشارہ فرمایا کہ اس
تابوت کو میرے سامنے لاؤ، وہ بھاری تابوت ہم
نے اٹھا کر آپ کے سامنے رکھ دیا پھر آپ نے فرمایا
اس پرستہ کپڑا ہٹاؤ، جب ہم نے دیکھا وہ اس شخص کا

شیخ رضی اللہ تعالیٰ عنہ و شیخ علی بنی اشارت کر دیاں
سلسلے را پیش آرید برناستیم و آن را پیش برداشتیم
و بس گراں بود در پیش شیخ نہادیم فرمود تا سر آرا
بکشادیم و دیدیم کہ خزندہ آن شخصے بود نابینا سے مادر زاد

لاکھا تھا جو مادرِ روضہ نایبہ اور مفلوح تھا تو حضرت نے اس لڑکے کو حکماً فرمایا قم باذن اللہ معافی (اللہ کے حکم سے کھڑے ہو جاؤ عافیت والے ہو کر) وہ لاکھا فوراً تندرست حالت میں کھڑا ہو گیا جیسا کہ اسے کوئی تکلیف ہی نہ تھی۔ اس کے بعد حضرت حافرن میں سے اُنٹھ کر فوری جماعت کے ساتھ باہر تشریف لے گئے اور کچھ نہ کھایا۔ اس سے بعد یہ شیخ ابوسعید قیلوی کے پاس گیا اور ان کو میں سے یہ تمام قصہ سنایا تو انہوں نے فرمایا کہ شیخ عبد القادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مادرِ زادانہ سے اور کوڑھی کو تندرست اور مُردے کو

برجائے ماندہ و مجزوم و مفلوح گشتہ شیخ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وی را گفت قم باذن اللہ معافی اُن کو دیکر برخاستہ دواں و بینا و براں پیچ آفتے نے مندر یاد از حضرات برخاست شیخ رضی اللہ تعالیٰ عنہ در انہوہ مردم بیرون آمد و مع نور و پیش شیخ ابوسعید قیلوی رقم و آن قصہ باو سے نقلت گفت شیخ عبد القادر رببری الانکسہ و الابریس و یحییٰ الصوفی باذن اللہ عز و جیل ست انتہی۔

زندہ اللہ کے اذن سے کرتے ہیں۔ (ت)

تو ادا قدرت تو داری ہرچہ خواہی کنی

مردہ را جانے وہی و در و در ماں کنی

(اسے قدرت والے تجھے قدرت ہے جو پاس ہے تو کرے۔ مُردہ کو جان دیتا ہے اور مرد کو

آرام دیتا ہے)

امام ابو ابراہیم کہیں رحمت اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کتاب الشفاء میں ہے:

ہر مسلمان پر واجب ہے جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یاد کرے یا اس کے سامنے حضور کا ذکر آئے حضور و غشور بجلائے اور با وقت ر ہو جائے اور احضار کو حرکت سے باز رکھے اور حضور کے لئے اُس ہیبت و تعظیم کی حالت پر ہو جائے جو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ثوبہ اس پر ملدی ہو تو اور ادب کرے جس طرح خدا تعالیٰ نے ہیں ان کا ادب سکھایا ہے۔

واجب علی کل مومن حتی ذکرہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم او ذکر عندہ ان یخضع و ینحس و یتوقد و یسکی من حرکتہ و یاخذ فی ہیبتہ و اجلالہ بما کان یاخذ بہ نفسہ لو کان بین ید یدہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و یتأدب بما ادبنا اللہ تعالیٰ بہ لعلہ ملدی ہو تو اور ادب کرے جس طرح خدا تعالیٰ نے ہیں ان کا ادب سکھایا ہے۔

نہ نفحات اقدس حالات ابو عمر و لقیی رحمت اللہ علیہ مطبوعہ انتشارات کتاب فروشی ایران ص ۵۲۰
کتاب الشفاء فصل و اعلم ان حررتہ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بعد موتہ مطبوعہ مطبعۃ شرکتہ صحافیہ ترکی ۳۲/۲

میں یہاں غسک ترسٹ اور اس کی شرح مسلک متعسط کی ایک نفیس عبارت کہ بہت خواندہ جلیلہ پر مشتمل تھیں اور ذکر کرتا ہوں مولانا رحمۃ اللہ سندی عقی اور فاضل علی قاری شرح میں فرماتے ہیں،

یعنی جب مقدمات زیارت سے فارغ ہو قیام اور ذکر
توجہ کا قصد اور دل کو تمام خیالات و نیویں سے خارج کر
اور محض اس طرف متوجہ ہو جائے تاکہ اس کا قلب
حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے استمداد کے
لائی ہو یا انہما جو خیال مجبورانہ دل میں باقی رہے جس کے
ازالہ پر قادر نہ ہو اس کی معافی کے لئے نبی صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم کی کمالی مغفرت و مہربانی و رافت اور تمام بندوں
پر حضور کی شدت رحمت سے مدد مانگے پھر دل بدن
دوئی سے نہایت ادب کے ساتھ سوا جہ شریف میں
حاضر ہو تواضع و خضوع و خشوع و تذلل و انکسار و خوف
و قار و حیثیت و اعتیاج کے ساتھ آنکھیں بند کئے اعضا
کو حرکت سے روکے دل اس مقصد مبارک کے سوا سب
سے فارغ کئے ہوئے ادب و تعلیم حضور کے لئے رہنا
ہمہ بامیں پر رہنے حضور کی طرف منہ اور قلب کو پیوستہ کرے
نہجہ زمین پر جاسے رہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم کی صورت کبریا کا تصور باندھے اور ہوشیار ہو کہ
حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کی حاضری و
قیام و سلام بلکہ تمام افعال و احوال اور منزل و منزل کے
قیام و ارتحال پر مطلع ہیں اور حضور کی عظمت و جلال و
شرف و منزلت کو خوب خیال کرے پھر نہ تو آواز بلند نہ
کہ اللہ تعالیٰ ان کے حضور پست آواز کا حکم دیتا ہے
نہ بالکل آہستہ جس میں سنانے کی شست فوت ہو اگرچہ
سرکار پر کچھ پوشیدہ نہیں اس طرح حضور قلب شرم و حیا

فاذا فرغ من ذلك قصد التوجه الى القبر
المقدس وفرغ القلب من كل شئ من امور
الدنيا، واقبل بقلبك لما هو بعدد له ليصلك
قلبه للاستمداد منه صلى الله تعالى عليه
وسلم، وليلاحظ مع ذلك الاستمداد من
سعة عفوہ صلى الله تعالى عليه وسلم
واعطفه ورافته (ای شدت رحمتہ علی
سائر العباد) انہ یسامح فیما یجز عن امر الله
من قلبه، ثم توجه ای بالقلب والقالب
هم رعاية غاية الادب فقام تجاه الوجه
الشریف متواضعا خاضعا خاشعا مع الذل
والانكسار والخشعة والوقار والهيبة والافتقار
فاض الطوفان مكفوف الجوارح (من الحركات)
فاجل القلب (عن سوى مقصوده ومرامه)
واضعا يمينه على شماله (تأدباً في حال اجلاله)
مستقبلاً للوجه الكريم مستنداً بالقبلة ناظراً الى
الارض متبشراً بصوته الكريمه فت خيالک
مستشعر بانته صلى الله تعالى عليه وسلم عالم
بمحضورك وقيامك وسلامك بل یجمع افعالک
واحوالک وارتحالک ومقامک) متحضراً
بعظمتہ وجلالہ وشرفہ وقد صلى الله تعالى
عليه وسلم ثم قال من غیر رفع صوت (فقل له قل)
ان الذين یغفون اصواتهم عند رسول الله (الایة)

ولا اخفاء (ای بالمرقۃ لغوت الاسماع الذی
هو السنة وان کان لا یخلق شیء علی الخصسوة)
یحضور (قلب واستحیاء) السلام علیک ایہا
النبی ورحمة اللہ وبرکاتہ شریفی قول یا رسول
اللہ اسألك الشفاعة تکتا (لأنہ اقل مراتب
الانحاح لتحصیل المنال فی مقام الدعاء
والسؤال) ۳۳۸

کے ساتھ عرض کرے السلام علیک ایہا النبی و
رحمة اللہ وبرکاتہ پھر کہ یا رسول اللہ! میں حضور
سے شفاعت مانگتا ہوں یا رسول اللہ! میں حضور
سے شفاعت مانگتا ہوں یا رسول اللہ! میں حضور
سے شفاعت مانگتا ہوں، تین بار اس لئے کہ یہ دعا
و سوال میں حصول مقصود کے واسطے ادنیٰ مرتبہ الخارج
لا ہے۔ (م)

و جعل اللہ تعالیٰ علی قاضی حاجاتنا و معطر
مواد اتنا سیدنا و مولانا محمد و آلہ
و صحبہ اجمعین۔

اللہ تعالیٰ ہمارے حاجت روا اور مرادوں کو پورا کرنے
والے ہمارے آقا و مولیٰ محمد اور آپ کی آل و صحابہ کرام
سب پر رحمت نازل فرمائے۔ (ت)

ای احادیث و روایات و کلمات طیبات سے کالشمس فی وسط السماء روشنی و آشکار ہو گیا کہ ہنگام
توکل مجربان خدا کی طرف منہ کرنا چاہئے اگرچہ قبلہ کو پیٹھ ہو، اور دل کو ای کی طرف خوب متوجہ کرے یہاں تک کہ ہر
ایں دامن خاطر سے غور ہو جائے اور ان کے لئے شہادت و شہادہ محمود و مشرور، اور اس میں اُن کا زمانہ وفات
ظاہری و حضور مرقدہ ذکر و سب برابر ہے اور ای کے سوا عبارت اخیر سے جو اور خواندہ جمیلہ و خواندہ جمیلہ حاصل ہو
بیان سے غنی ہیں والحمد للہ رب العالمین پس زید مشک نے کہ توبہ قلب و خشوع و بیہات نماز و غیبرہ کی
قیدی بڑھا کر گمان کیا تھا کہ اب اُسے اثبات عدم جواز کی طرف راہ آسانی ہوگی۔ بھگ اللہ ثابت ہوا کہ اُس کا بعض
خیال ہی خیال تھا اللہ یحق الحق بکلمتہ و لو کوہ المعجومون (اور اللہ تعالیٰ حق کو اپنے کلمے سے ثابت
فرماتا ہے اگرچہ باطل والے ناپسند کریں۔ ت، فقیر حیاں ہے کہ اس نماز مبارک میں اول تو صلوٰۃ مفروضہ کے بعد
قبلے سے انحراف کہاں اور جو بھی تو اس میں کیا گناہ ہے، ہر نماز مفروضہ کے بعد نام کو قبلے سے انحراف سنت معلوم
ہے پھر اسے مانعت میں کیا مداخلت، ہاں جو کچھ غیظ و غضب کرنا ہو تعین سمت پر کیجئے اور اس کا جواب مرزا
منظر جانناں شہید سے لے لیجئے جنہیں شاہ ولی اللہ دہلوی اپنے مکتوبات میں نفس زکیہ، قییم طریقہ احمدیہ مدعی سنت

۳۳۸ مسک متعسط شرح مشک متوسط مع ارشاد الساری، فصل ولو توجہ الی الزیادہ مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت ۳۳۸

سلفہ القرآن ۱۰/۱۲

نبوی، متعلیٰ با نواح فضائل و غرائض لکھتے ہیں اور حاشیہ مکتوبات پر شاہ صاحب مذکور سے مرزا صاحب موصوف کی نسبت منقول :

ان کی جو قدر ہم جانتے ہیں تم کیا جانو، ہندوستان کے لوگوں کے احوال ہم سے مخفی نہیں کیونکہ ہندوستان فقیر کا جائے پیدائش و پرورش ہے اور عرب بھی میں نے دیکھا ہے اور اس کی سیر کی ہے اور ولایت کے لوگوں کے احوال بھی سنے ہیں، تحقیق کی ہے کہ ان صاحب عورت، جو کہ شریعت و طریقت کے مرتبہ پر فائز ہیں اور کتاب و سنت پر عمل پیرا ہیں اور طالب حضرت کی رہنمائی میں محنت اور مضبوطی رکھتے ہیں، جیسا بلاؤ مذکور میں فی زمانہ کوئی نہیں ہے گزشتہ لوگوں (اسلاف) میں ہو سکتا ہے، بلکہ ہر دور میں ان جیسے بزرگ بہت کم ہوتے ہیں اس پر فتنے زمانہ کی بات ہی کیا ہے (حدیث)

یہی جناب مرزا صاحب اپنے مکتوبات میں ایک مرید رشید کو (جن کی بی بی کی نسبت فرمایا، تھے پاک و خاں آں عینہ کا شہدائیم بروقت مقدر سرسبز خواہ شد) ہم نے اس پاکیزہ کی مٹی میں ایک پاک بچہ کاشت کیا ہے جو مقررہ وقت پر سرسبز ہو گا۔ (ت) تحریر فرماتے ہیں،

میں نے اور گھڑالوں نے شاہجہان آباد کی طرف جو خط لکھا ہے وہ بشرط امن مبارک ہے اور تمھارے پہنچنے تک ان شاء اللہ فقیر روزانہ ایک دو گھڑی حلقہ ذکر سے قبل یا بعد باہر آ کر آپ کی مستورہ بیوی کی طرف توجہ کرتا رہے ہو سکتا ہے تو روزانہ فیض کا متوقع ہو کر اس طرف مرنے کے صحیح کی نماز کے بعد جیسا کہ تاکہ اس پاکیزہ کی جو میری بیٹی ہے کی محبت کی تاثیر اس فقیر کے دل پر ہو۔ (ت)

انچہ قدر ایشان مامروں میدانیم شہاچہ دانید احوال مردم ہند بر ما مخفی نیست کہ خود مولد و مشاء فقیر ست و بلاد عرب را نیز دیدہ ایم و سیر نموده احوال مردم ولایت از ثلعات آنجا شنیدہ ایم و تحقیق کردہ عزیز سے کہ بر جادہ شریعت و طریقت و اتباع کتاب و سنت ہمچنین استوار و مستقیم باشد و در ارشاد طالبان شان عظیم و نفسہ قوی وارد و دریں حسد و زمان شل ایشان در بلاد مذکور یافتہ نمی شود و مگر در گزشتگان بلکہ در ہر جزو زمان و جود ایں چنین مسنیزاں کمتر جودہ است چہ جائے ایں زمان کہ پر فتنہ و فساد ست اتہی !

انچہ از قصہ خود و مردم خانہ بجانہ شاہجہان آباد نوشتہ اند بشرط امن مبارک ست و تا رسیدن شافعیہ ای شاہ اللہ تعالیٰ بعد نماز یک دو گھڑی روز بروز آمد پیش از حلقہ یا بعد آن بجانہ آن مستورہ شامو جہ خواہ شد باید کہ ہر روز غلط و متوقع فیض رو بایں طرف کردہ بعد نماز صبح بشنید کہ محبت ایں عینہ کہ فرزند ماست در دل فقیر تاثیر کردہ است (ت)

۱۔ حاشیہ مکتوبات شاہ ولی اللہ دہلوی از مجموعہ کلمات طیبات فصل چہارم کتاب تہذیب شاہ ولی اللہ مطبوعہ مجتہبی دہلی ۱۲۵۱
۲۔ مکتوبات مرزا مظہر جانجاناں از مجموعہ کلمات طیبات مکتوبہ سی و ہفتم مطبوعہ مطبع مجتہبی دہلی ص ۴۷

انہیں شاہ صاحب نے جماعت میں حدیث نفس کا یوں علاج بتایا،

باردِ اح طیبہ مشائخ متوجہ شد، و برائے ایشان فاتحہ
خواند یا زیارت قبر ایشان رو و از انجا انجذاب
در پوزہ کند
مشائخ کی ارواح کی طرف متوجہ ہو اور ان کے لئے
فاتحہ پڑھو اور ان کی قبروں کی زیارت کے لئے چاہو
اور وہاں سے فیض حاصل کرو۔ (ت)

تفسیر: امام علامہ ابن حجر کی مشافہی رحمة اللہ تعالیٰ علیہ الخیرات الحسان فی مناقب الامام
الاعظم ابی حنیفۃ النعمان میں فرماتے ہیں،

لعزیز العلاء و ذوو الحاجات یزددون
قبر الامام ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
و یتوسلون عنده فی قضاء حوائجہم و
یرون نبحہ ذلک منہم الامام الشافعی
رضی اللہ تعالیٰ عنہ فانه جاء عنہ انہ
قال انی لا تبرک ہا یہی حنیفۃ و اجئی الی قبرہ
فاذا عرضت لی حاجۃ صلیت رکعتین
وجئت الی قبرہ و سألت اللہ تعالیٰ
عندہ فقتضی سرئعا۔
یعنی ہمیشہ سے علماء و اہل حاجت امام ابو حنیفہ رضی
اللہ تعالیٰ عنہ کے حزار مبارک کی زیارت اور اپنی
حاجت روا یہوں کو بارگاہ الہی میں اُن سے توسل
کرتے اور اس سبب سے فوراً مرادیں پاستے ہیں
اُن میں سے ہیں امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ فرماتے
ہیں میں ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تبرک کرتا ہوں
اُن کی قبر پر جاتا ہوں اور جب مجھے کوئی حاجت پیش
آتی ہے دو رکعت نماز پڑھتا ہوں اور ان کی قبر کی طرف آکر
خدا سے سوال کرتا ہوں کچھ دیر نہیں ملتی کہ حاجت
ردا ہوتی ہے۔

فقیر کہتا ہے غفر اللہ تعالیٰ لہ یہاں نکاتِ فاضلہ ہیں کہ اُن پر مطلع نہیں ہوتے مگر توفیقِ واسلے، جب
معلوم ہو لیا کہ حق جل و علا عز مجہد کی طرف اُس کے محبوبوں سے توسل محرم و مقصود و سنت ماثورہ و طریقہ مامورہ
اور حکام توسل اُن کی جانب توجہ رکاز یہاں تک کہ جب خلیفہ ابو جعفر منصور عباسی نے سیدنا امام مالک
رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا: دعائیں قبلہ کی طرف منہ کروں یا حزار مبارک حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم کی طرف؟ فرمایا،

و لم تصرف وجهک عنہ و هو وسیلتک
کیوں اپنا منہ اُن سے پھیرتا ہے وہ قیامت کو تیرا

زیارت شریفہ مدینہ طیبہ میں وقت حاضری اس آیت کو پڑھ کر استغفار کا حکم دیتے ہیں تو ثابت ہوا کہ مجبوراً ہی خدا کی طرف
جانا اور بعد وصال اُن کی قبر کی طرف چلنا دونوں یکساں ہیں۔ سیدنا امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سیدنا امام ابو حنیفہ
کے مزار افضی الابرار کے ساتھ کیا کرتے، آپ یہ کہہ گئے کہ اسے سرکارِ قادریہ اُس آستان فیض نشان سے دور و مجبور سے
گو بعد نماز حزار اقدس تک جانے کی حقیقت اسے میسر نہیں تاہم دل سے توجہ کرنا اور چند قدم اُس سمت چل کر اُن چلنے
والوں کی شکل بنانا ہے کہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حدیثِ حسن میں فرمایا:

من تشبه بقوم فهو منهم۔ مخرجہ الطبرانی
جو کسی قوم سے مشابہت پیدا کرے وہ اُنہیں سے ہے۔
فی الاوسط عن حذیفۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ باسناد
اس کی تخریج طبرانی نے اوسط میں حضرت حذیفہ رضی اللہ
حسن و ان کان طریق ابی داود عن ابی حمزہ
تعالیٰ عنہ سے کی ہے یہ سند جید ہے اگرچہ ابو داؤد
رضی اللہ تعالیٰ عنہما یس بذلک۔
کے طریق پر ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی قوی
نہیں ہے۔ (ت)

ثانیاً ترسل میں توجہ باطن ضرور اور ظاہر عنوان باطنی لہذا یہ چلنا مقرر ہوا کہ حالتِ قالب حالتِ قلب پر شاہ
ہو جس طرح سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے استقامتِ قلب رواذ ما کہ قلب باس قلب احوال و کشف اس
کا غور سے، شاہ ولی اللہ نے قول الجیل میں تمنا سے عایت کے لئے سورۃ النبیوں کی ترکیب بھی جس کے آخر میں ہے
کہ پھر مگر ہی آثار سے آستین گلے میں ڈالنے پر پائش بارہ مار کے ضرور مستجاب ہوگا۔ اس پر اُن کے صاحبزادہ شاہ
عبد العزیز صاحب فرماتے ہیں: بعض نادانوں نے اعتراض کیا ہے آستین گردن میں ڈال کر نہ کرنا جائز ہو گا
حالانکہ اخیر ماثورہ میں یہ ثابت نہیں ہم جواب دیتے ہیں کہ قلب رواذ یعنی چادر کا اُلٹا پلٹنا نماز استقامت میں رسول
علیہ السلام سے ثابت ہے تاہم عالم کا بدل چلنے تو اس طرح آستین گردن میں ڈالنا امرِ مخفی کے اظہار کے واسطے
یعنی تضرع کے واسطے حصول شمارِ گردشِ حال کے یا مقصد کے کیونکہ ناجائز ہو گا۔ انتہی مترجما بترجمۃ
المولوی خرم علی البلمہوری فی شفاء العلیل ترجمۃ القول الجمیل۔ میں کہتا ہوں جب آستین
کھینچیں یا نہ صاف یا نہ طرزِ آثار میں وارد نہیں اس وجہ سے کہ اس میں تضرع مخفی کا اظہار شدید ہے اگرچہ نفس

سہ مسند احمد بن حنبل مروی از عبد اللہ ابن عمر
مطبوعہ دار الفکر بیروت ۲/ ۵۰ و ۹۲

مجمع الزوائد بحوالہ معجم اوسط کتاب الزجر
دار الفکر بیروت ۱۰/ ۲۸۱

سہ القول الجیل مترجم اردو پانچویں فصل صلوۃ کن فیکون۔ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی
ص ۷۳

سہ شفاء العلیل ترجمۃ القول الجیل
ص ۷۴

بہت نظر ہے اسی لئے استعمار میں قلب پر دواغرایا کہ تبدل حال کی خال ہو

الدارقطنی پسند صحیح علی اصولنا عن
 اکابر ابن الاکام ابن الامام جعفر بن
 محمد بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم عن ابیہ
 انہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم استقی و حول
 مردادہ للبت حول القحط

ہمارے اصول کے مطابق دارقطنی نے صحیح سند کے
 ساتھ امام ابن امام ابن امام جعفر بن محمد بن علی
 رضی اللہ تعالیٰ عنہم وہ اپنے والد سے راوی ہیں
 کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے (بارشش
 کے لئے دعا میں) حادہ مبارک الہی تاکہ قحط ختم

ہو جائے۔ (ت)

امام نووی شریع صحیح مسلم میں فرماتے ہیں،

قالوا والتحويل شريع تفاقوا لا بتغيير الحال
من القحط الى نزول الغيث والخصب و
من خصب الحال الى سعتها.

انہ کو کام نے فرمایا کہ چادر اٹا کر اس نے مشروع ہے کہ قلعہ سے بارش کی طرف اور تنگی سے خوشحالی کی طرف حالت کو تبدیل کرنے کے لئے نیک خیال بن سکے۔

اسی نے بے غزابی کے بعد جو اس کے دفعِ شرک و ماعتلیم فرمائی ساتھ ہی یہ بھی ارشاد ہوا کہ کروٹ بدل لے تاکہ اُس حال کے بدل جانے پر فانی حسی ہو۔

مسلمو وابوداؤد والنسائي وابن ماجه عن
جابر بن عبد الله رضي الله تعالى عنهم
مرفوعا انه رأى احدا كرويا يكرهها
فليصق عن يمينه ثلاثا وليستعذ بها لله
من الشيطان ثلاثا وليتحول عن جنبه
الذي كان عليه .

عسکرم، ابو داؤد، نسائی، ابن ماجہ نے جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ سب تم میں سے کوئی ناپسندیدہ خواب دیکھے تو تین مرتبہ بائیں جانب شکوے اور اعداۃ اللہ من الشیطان الیہم تین مرتبہ پڑھے اور اپنی کدوٹ دوسری جانب بدلے۔ (مت)

علامہ منادی تیسیر میں لکھتے ہیں، تفادؤ لا یتحول تلك الحال (تاکہ اس سے نجات کئے

۶۶/۲	مطبوعہ نشر السنۃ لمطان	۲	حدیث	کتاب الاستقار	۲	سنة سنن الدارقطنی
۲۹۲/۱	نور محمد اصح المطابع کراچی	۱	حدیث	کتاب صلوة الاستقار	۱	سنة شرح مسلم للنووی مع مسلم
۲۳۱/۲	" " " " "	۲	"	کتاب الردیا	"	سنة صحیح مسلم
۶۸۵/۲	" " " " "	۲	"	باب فی الردیا	"	سنة سنن ابوداؤد
۹۶/۱	مکتبۃ ام الشافعی: ریاض	۱	حدیث	حدیث اذ ارانی احمد کے تحت	۱	سنة التفسیر شرح الجامع الصغیر

نیک فال بن سکے۔ (ت) اسی لئے ہنگام استسقاء پشت دست جانب آسمان رکھے کہ ابر چھانے اور باران آنے کی فال ہو۔

مسلم عن النبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم استسقی فاشار بظہر کفینہ الی السماء
مسلم نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جب بارش کے لئے دعا فرماتے تو پتھری مبارک کی پشت سے آسمان کی طرف اشارہ فرماتے (ت)

اشعة اللغات شرح مشکوٰۃ میں ہے،
طبی گفتہ اس نیز پر اسے قفادل ست بقلب تبدیل
حال مثل صلیح و سے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم در تحویل
روا اشارت مست مطلوب کہ بٹری سحاب بجانب زمینی
گرد و پر زرد انچہ در دست از اسطر رو اللہ تعالیٰ اعلم
طبی نے فرمایا یہ عمل بھی حالت کو تبدیل کرنے کی نیک فال کے طور پر ہے جیسا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم چادر تبدیل کرتے تھے جس میں بادلوں کے پیٹ زمین کی طرف بر جانے اور بادلوں سے بارش ہونے کے مطلوب کی طرف اشارہ تھا واللہ تعالیٰ اعلم۔

اسی لئے علما نے مستقب رکھنا جب دفع بد کے لئے دعا بڑا پشت دست ٹوسنے سا ہو گو ہاتھوں سے آتش فتنہ کو بجھانا اور بوشش ہلا کر دیتا ہے۔ اشعر میں ہے،

گفتہ اند چون دما بجائے طلب و سوال چیزے از لہا بود
مستقب است کہ گردانیہ شود بطی کنھا بجانب
آسمان و ہر گاہ کہ راستے دفع و منع فتنہ و بلا باشد
پشت ہائے دست بجانب آسمان کند از برآ
اطفا سے نازک فتنہ و بلا و پشت کردن قوت حادثہ و غلبہ آن کیہ
علما نے فرمایا ہے کہ جب کسی نعمت کے حصول کو لئے دعا کی جائے تو مستقب یہ ہے کہ دعا میں ہاتھوں کی پتھریوں کو آسمان کی طرف کیا جائے اور اگر کسی دفع شر کے لئے دعا کی جائے تو پھر ہاتھوں کی پشت کو آسمان کی طرف کیا جائے تاکہ فتنہ اور مصیبت کی شدت کم ہو اور حادثہ کی قوت و غلبہ ہست ہو جائے۔ (ت)

۲۹۳/۱	مطبوعہ نور محمد جامع المطابع کراچی	۲۹۳/۱	صحیح مسلم	کتاب صلوٰۃ الاستسقاء
۶۲۳/۱	نور محمد رضویہ سکھر	۶۲۳/۱	اشعة اللغات	~ ~ ~
"	"	"	"	" ~ ~

ولا تكلوا بظهورها فاذا فرغتم فامسحوا
بها وجوهكم۔

نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے اپنے ہاتھوں کے باطن میں
سوال کرو اور ہاتھوں کی پشت میں سوال نہ کرو اور
جب دعا سے فارغ ہو جاؤ تو ہاتھوں کو چہرے
پر پھیر دو۔ (ت)

کے تحت میں لکھا،

تفاوتاً باصابت المطلوب وتبرکاً بايصاله
الى وجهه الذي هو اشرف الاعضاء و
منه يسرى الى بقية البدن۔

تاکہ نیک فال ہو سکے کہ مطلوب پایا اور اس کو
برکت کے لئے چہرے تک پہنچایا ہو کہ اعضا میں
افضل ہے اور اس سے تمام بدن میں سرایت
کرسے۔ (ت)

فاضل علی قاری نے حرمین میں فرمایا،

لعل وجهه انه ايماء الى قبول الدعاء و
تفاوتاً بخدمه البلاء وحصول العطاء
فان الله سبحانه يستحي ان يرد يد عبده
صفراً اي خالياً من الخير في الخلاء والملاءمة۔

ہو سکتا ہے کہ یہ اس بات کا اشارہ ہو کہ دعا
قبول ہو چکی ہے اور دفع بلا اور حصول عطا کے لئے
نیک فال بن سکے کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کے
ہاتھوں کو خلا اور طرا میں خیر سے خالی ٹھانے پر
میا فرماتا ہے۔ (ت)

اسی طرح صاحب شریع صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نائب جلیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مقاصد شریع پر
محاذ فرما کر خاص اُن کے برافقہ یہ چلنا مقرر فرمایا کہ لغی اعراف و عطائے قربت و حصول اغراض و اقبال اجابہ
کے لئے فال حسن ہو واللہ تعالیٰ الموفق۔

سادساً مع مسلم شریف میں بروایت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما ثابت کہ سید عالم
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عین نماز میں چند قدم آگے بڑھے جب جنت خدمت اقدس میں اتنی قریب حاضر کی گئی
کہ دیوار قبلہ میں نظر آئی یہاں تک کہ حضور بڑھے تو اسی کے خوشہ ہائے انگور دست اقدس کے قابو میں تھے

فتاویٰ مسطور میں ہلالین لکھ اندر اختلاف کی اپنی جگہ سجاد ہلالین سے باہر حدیث کی عبارت ہے۔ تخریج
سلف التیسیر شرح الجامع الصغیر حدیث سوا اللہ کے تحت مکتبہ اہم الشافعی الرافضی ۶/۶
سلف حرمین حاشی حصین مع حصین آداب الامار افضل المطالیح اندیا ۱۱/۱۱

اور یہ نماز صلوٰۃ الکسوف تھی۔

وذلك قوله (بعد ما وصفت صلوٰۃ النبي صلى الله تعالى عليه وسلم في الكسوف) ثم تأخر (يعني النبي صلى الله تعالى عليه وسلم) وتأخرت الصلوات خلفه حتى انتهينا (قال مسلم وقال ابو بكر لعنني ابن ابی شيبة شيخه حتى انتهني) الى النساء ثم تقدم وتقدم الناس معه حتى قام في مقامه فانصرف حين انصرف وقد اضت الشمس فقال (وقص الحديث حتى قال) ما من شيء توعدناه الا وقد سر آيته في صلوات هذه لقد جئت بالنار و ذلك حين سر آيتوني تأخرت (وساق الخبر الى ان قال) ثم جئ بالجنة و ذلك حين سر آيتوني تقدمت حتى قدمت في مقامى ولقد مددت يدي وانا اريد ان اتناول من شراها (الحديث مختصر)

ان کا قول یہ کہ سورج گرہن کی نماز کو بیان کرتے ہوئے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نماز میں پہنچے ہٹ گئے اور آپ کے پیچھے صفیں بھی ہٹ گئیں حتیٰ کہ ہم ہٹ گئے مسلم نے فرمایا کہ ان کے استاد ابو بکر ابن ابی شیبہ نے فرمایا یعنی ہم عورتوں کی صف تک پہنچے ہٹ گئے، پھر حضور علیہ السلام آگے بڑھے اور لوگ بھی آپ کے ساتھ آگے بڑھ گئے حتیٰ کہ حضور علیہ السلام اپنے پہلے مقام پر کھڑے ہوئے جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو سورج روشن ہو گیا، پس انھوں نے کہا کہ راوی نے پوری حدیث بیان کرتے ہوئے کہا کہ آپ نے فرمایا تھیں جن امور کا ذکر دیا گیا میں نے نماز میں ان سب چیزوں کو دیکھا ہے لہذا تھیں میرے سامنے آگ (جہنم) پیش کیا گیا یہ اس وقت ہوا جب تم نے مجھے پیچھے ہٹتے ہوئے دیکھا اور واقعہ بیان کرتے ہوئے راوی نے کہا، پھر آپ نے فرمایا میرے سامنے جنت کو پیش کیا گیا اور یہ اس وقت ہوا جب تم نے مجھے آگے بڑھتے ہوئے دیکھا حتیٰ کہ میں اپنی جگہ کھڑا ہوا اور میں نے اپنا ہاتھ بڑھایا اس خیال سے کہ میں جنت کا پہل حاصل کروں (الحديث مختصراً)۔ (ت)

اسی طرح جب بار بار باطن و اصحاب مشاہدہ یہ نماز پڑھ کر بروجر تو سل عواقب شریف کی طرف متوجہ ہوتے ہیں افراد و برکات و فیوض و غیرات اس جانب مبارک سے باہزاراں بخش و جہم پریم آتے نظر آتے ہیں، یہ بیتا پانہ ان خوشہائے انور جنات نور و باغات سرور کی طرف قدم شوق پر بڑھتے اور ان عزیز مہمانوں کے لئے رحم باجمالی تلقی و استقبال بجالاتے ہیں سبحان اللہ کیا جاسے انکار ہے اس نیک بندے پر جو اپنے رب کی برکات و غیرات کی طرف مسامحت کرے۔

ان جنت کو قاصداً اسی علی بصری

لہ اقص حق و ای الحق ادیت۔

(اگر میں تمہارے قصد سے آؤں تو آنکھوں کے بل دوڑتا ہوا آؤں، تو حق ادا کر سکوں اور کونسا حق ہے جو میں نے ادا کر دیا ہے)

رہے ہم عامی جن کا حصہ یہی شفقہ لسان واضطراب ارکان ہے ولس نسال اللہ العفو والعافۃ (ہم اللہ تعالیٰ سے عافیت کا سوال کرتے ہیں۔ ت) ہم اس امر تجلی میں اُن اہل بصائر کے طفیل ہیں مگر وللاضر من کانس الکرام نصیب (کریم حضرات کے پیالوں سے زمیں کا بھی حصہ ہے)

جیسے نماز کہ اس کے اکثر افعال و احکام ان اسرار و حکم پر مبنی جو حقیقت صرف احوال سنیہ اہل قلوب پر مستثنیٰ پھر عوام بھی صورت احکام میں اُن کے مشارک مثلاً نماز تہناری میں اخفاء واجب ہو اور تجلی میں جہر کہ لیل آیت لطف ہے اور اس کی بجلی طیف اور نہار آیت قہری ہے اور اس کی تجلی شدید پھر جلی جہری تجلی تہری سے بہت قوی و گرم تر، لہذا تعدیل کے لئے تجلی قہری کے ساتھ نرمی تجلی رکھی گئی اور لطف کے ساتھ گرم، جمعہ و عیدین میں باوجود نہاریت حکم جہر ہوا کہ جو کثرت حاضرین انس ماسل اور دہشت زائل اور قلب بوجہ شہود تجلی سے قدرے ذابل بھی ہو گا، مگر ایک ہفتہ کی تصویرات جمع ہو کر حجاب میں گو نہ قوت پیدا کرتی ہیں تو گاہے گاہے یہ معاملہ مناسب ہو اور اپنی حرارت سے اُسے گلا دے جیسے اہل باطل و دقیقہ دیکھنے سے منع کرتے اور نہار آیت فرض قہری اُسے علاج سمجھتے ہیں اور کثرت میں گوجا مت کثیر اور وقف طویل ہے پھر بھی اخفاء ہی رہا کہ وہ وقت نواہی و تجلی جلال اور وقف طویل ہے جہر نہ ہو سکے گا، اسی لئے ہمارے نزدیک نماز جنازہ میں اصلاً قرأت نہیں کہ یہ ہیبت عظیم و تجلی جلال تجلی شدید قرآنی سے جمع نہ ہو اور جو قرأت کہتے ہیں وہ بھی جہر نہیں رکھتے کہ شہادت بر شدت بڑھ جائے گی۔ شبہ کو آٹھ رکعت تک ایک نیت سے جائز اور دن کو چار سے زیادہ منع کہ سنت النہی ہے تجلی شینا فشینا وارہ کرتے اور ہر ثانی میں ادل سے قوی سمجھتے ہیں تو تجلی گرم نہاری کے ساتھ چار سے آگے تاب نہ آئے گی اسی لئے ہر دو رکعت پر جلسہ طویل کا حکم ہوا کہ خوب آرام پالے، اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یاد واجب ہوئی کہ لطف جمال سے حظ اٹھالے اور پچھلی رکعتوں میں قرأت معاف کہ تجلیات برمتی جائیں گی شاید و شواری ہو اور منفرد جہر واجب نہیں کہ بوجہ تنہائی دہشت و ہیبت زیادہ ہوتی ہے عجب نہیں کہ تاب نہ لائے تو اُسے اُس کے حال و وقت پر چوڑا مناسب رکوع و سجود میں قرأت قرآن ممنوع ہوئی کہ ان کی تجلی تجلی قیام سے سخت اشد دوسری تجلی شدید قرأت مل کر

افراط ہوگی نیز قہود میں قراست ممنوع ہوئی کہ وہ آرام دینے کے لئے رکھا گیا تجلی قرآنی کی شدت مل کر اسے مقصود سے غالی کر دے گی اسی لئے رکوع کے بعد قہود کا حکم ہوا کہ اس تجلی قوی سے آرام لے کر تجلی اتوی کی طرف جائے ورنہ تاب نہ لائے گا اسی بنا پر بین المسجدين الطینان سے بیٹھنا واجب کیا گیا کہ تجلی سجدہ ثانیہ اور اشہد واعظم ہوگی اشہد براشد کی قوالی سے بنیان بشری نہ منہدم ہو جائے۔ امام عارف باللہ عبدالحق باب شہرانی قدس سرہ الربانی میزان میں نقل فرماتے ہیں:

انہ وقع لبعض تلامذہ قاصیدی عبد القادر جیلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہ سجد فصار یضمہ حل حتی صارت قطرة ماء علی وجہ الامر من فاختہا سیدی عبد القادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بقطنة ودفنہا فی الامر من وقال سبحن اللہ مرجع الی اصلہ بالتعجب علیہ۔

یعنی حضور پر نور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعض مریدوں نے سجدہ کیا جسم ٹھٹھنا شروع ہوا یہاں تک کہ گوشت پوست پڑی پسلی کسی شے کا نشان نہ رہا صرف ایک بوند پانی کی زمین پر پڑی رہ گئی حضور پر نور نے دُئی کے پھوٹنے سے اٹھا کر زمین میں دفن کر دی اور فرمایا بسمل اللہ تجلی کے سبب اپنی اصل کی طرف پلٹ گیا۔

سے قسمت نگر کہ کشتہ شمشیر عشق یافت

مرگے کہ زندگان بدعا آرزو کنندہ

(قسمت دیکھ کر عشق کی تلواریں کے مقتول نے ایسی موت کو پایا جس کے لئے زندہ لوگ دعا کی آرزو کرتے ہیں)

سابعاً ویدہ انصاف بے غبار و صاف جو تو احادیث صحیحہ سے اس کا بھی پتا چلتا ہے کہ جہاں جانا چاہے اس طرف چند قدم قریب ہونا اور جہاں سے بُدائی مقصود ہو اس سے کچھ گام دور ہونا بھی نافع و بکار آمد ہوتا ہے جب کمال قریب و بُعد میسر نہ ہو۔ طبرانی نے معجم کبیر اور حاکم نے مستدرک میں بشرط شیخین ابو داؤد و ترمذی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: کل شیء یتکلم بہ ابن آدم فانہ مکتوب علیہ فاذا اخطا الخطیئة ثم احب ان یتوب الی اللہ عزوجل فلیأت بقعة

آدمی کا ہر بول اس پر لکھا جاتا ہے تو جو گناہ کرے پھر اللہ تعالیٰ کی طرف توبہ کرنا چاہے اسے چاہئے بلند جگہ پر جائے اور اللہ تعالیٰ کی طرف ہاتھ پھیلا کر

مرتفعۃ فلیسید و یدنیہ الی اللہ ثم یقول
اللہم افرغ لی انوب الیک منها لا ارجع الیہا ابدا
فانہ یغفر لہ ما لہ یرجع فی عملہ ذلک
کے الہی! میں اس گناہ سے تیری طرف رجوع لاتا
ہوں اب کبھی اوپر عود نہ کروں گا۔ اللہ تعالیٰ اس
کے لئے مغفرت فرمادے گا جب تک اس گناہ کو
پھرتے ہوئے۔

قریب کے لئے جندی پر جانے کی یہی حکمت ہے کہ حتی الوسع موضع مصیبت سے بُد اور محل طاعت و منزل رحمت یعنی
آسمان سے قُرب حاصل ہو، جب سیدنا موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نادر انتقال قریب آ یا بن میں تشریف
رکھتے تھے اور ارض مقدسہ پر جبارین کا قبضہ تھا وہاں تشریف لے جانا طیسرہ ہوا دعا فرمائی کہ اس پاک زمین
سے مجھے ایک سنگ پر تاب قریب کر دے۔ بخاری، مسلم، نسائی ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی،
ادسل ملک الموت الی موسیٰ علیہا الصلوٰۃ
والسلام (فلما ذکر الحدیث الی ان قال) نسأل
اللہ انت یدنیہ من الارض المقدسة
س مية بحجرۃ

شیخ محقق رحمہ اللہ تعالیٰ شرح مشکوٰۃ میں دیا ہے موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یوں ترجمہ کرتے ہیں،
نزدیک گردان مرا اذان اگرچہ بمقدار ایک سنگ
مجھے اس قدر نزدیک کر دے اگرچہ ایک پتھر کا
اندازہ ہا شد یکہ
اندازہ ہو۔ (ت)

ظاہر ہے کہ ہنگام حاجت سر و دست عراق شریف کی عاضری متعذر لہذا چند قدم اس ارض مقدسہ
کی طرف چلنا ہی مقرر ہو کہ ملا ید رک کلہ لای ترک صلاہ واللہ الحمد وقہ وجلہ (جو کل حاصل
نہ ہو سکے تو وہ مکمل چھوڑا بھی نہ جاتے، اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہر چیز فی اور بڑی عمدہ ہے۔ ت) یہی وہ
یازدہ کی تخصیص اس کی وجہ ظاہر کہ ان اللہ تعالیٰ وترحب الموتی اللہ تعالیٰ طاق ہے طلاق کو

سہ المستدک علی الصحیحین کتاب الدعاء دعا قضا الرین مطبوعہ دار الفکر بیروت ۵۱۶/۱
سہ صحیح بخاری باب وفات موسیٰ علیہ السلام الخ - قدیمی کتب خانہ کراچی ۳۸۴/۱
صحیح مسلم باب من فضائل موسیٰ علیہ السلام - نور محمد اصح المطابع کراچی ۲۶۴/۲
سہ اشعۃ اللمعات کتاب القتی باب بدائع الخ - فوریہ رضویہ سکھر ۴۵۳/۳
سہ جامع الترمذی ابواب الوتر مطبوعہ امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۶/۱
مسند احمد بن حنبل حردی اذاب بن عمر رضی اللہ عنہ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۲۴۴، ۲۶۶، ۲۵۸، ۵۵۱، ۱۰۶/۲

دوست رکھتا ہے قالہ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رواۃ الامام احمد عن ابن عمر
بسند صحیح والترمذی عن علی بسند حسن وابن ماجہ عن ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ
عنہم اجمعین (یہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد مبارک ہے، اس کو امام احمد نے عبد اللہ بن عمر
رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے اور ترمذی نے سند حسن کے ساتھ علی مرتضیٰ رضی اللہ
تعالیٰ عنہ سے اور ابن ماجہ نے عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ ت) اور افضل الاولیاء
اول الاولیاء ایک ہے مگر یہاں تکثیر مطلوب اور اس کے ساتھ تیسیر بھی ملحوظ، لہذا یہ عدد مختار ہوا کہ یہ افضل الاولیاء
کا پہلا ارتفاع ہے جو خود بھی وتر اور مشابہت زوج سے بھی بعید کہ سوا ایک کے اُس کے لئے کوئی کسر صحیح
نہیں اور اس سے ایک گنا دینے کے بعد بھی جو زوج حاصل ہوتا ہے زوج محض ہے نہ زوج الاولیاء کہ
اس کے دونوں حصص متساویہ خود افراد ہیں بلکہ خلوص تہ پر وہ بعینہ ایک ہے۔ مثلاً ولی اللہ حجۃ اللہ الباقی
میں لکھتے ہیں،

<p>الشرح لم یخص عدد الا لحکم ترجع الی اصول الاول ان الوتر عدد مبارک لا یجاوز عنہ ما کان فیہ کفایۃ۔ ثم الوتر علی مراتب، وتر لثبہ الزوج کالتسعة والخمسة فانہما بعد اسقاط الواحد ینقسمان الی زوجین والتسعة وان لم تنقسم الی عددین متساویین فانہما تنقسم الی ثلثة متساویۃ، واعام الاولیاء الواحد وحید اقضت الحکمة ان یؤمر باکثر منها اختار عدداً یحصل بالترفع کالواحد یترفع الی احد عشر او ملتقطاً۔</p>	<p>شرع شریعت میں عدد کی تخصیص صرف ایسے حکم کے لئے کی جاتی جو کئی معانی کی طرف راجع ہوتا ہے اول یہ کہ وتر ایسا مبارک عدد ہے کہ اس سے تجاوز اس وقت تک جائز نہیں جبکہ اس وتر میں کفایت موجود ہے پھر وتر کے کئی اقسام ہیں ایک وتر زوج کے مشابہ ہوتا ہے جیسا کہ نو اور پانچ کا عدد کہ یہ دونوں ایسے ہیں کہ ان دونوں میں سے ایک ایک کو ساقط کر دیا جائے تو یہ دونوں برا بر تقسیم ہو کر دو زوج بن جاتے ہیں، اور نو کا عدد خود اگرچہ دو جنس (زوج) پر تقسیم نہیں ہوتا مگر تین مساوی عددوں پر تقسیم ہوتا ہے، تمام وتروں کا امام (اصل) ایک کا عدد ہے اور حکمت کا تقاضا ہوتا ہے کہ وہ عدد بڑھ کر واحد کی طرح ہو جائے مثلاً گیارہ ہو جائے (او ملتقطاً)</p>
---	---

اس کے بعد فقیر گدائے سرکار قادریہ غفر اللہ لکل ذنب و خطیئۃ سرکار خوشیت مدار سے اس عدد مبارک کے
اختصاص پر بعض دیگر نکات جمید و حکیمہ جلیلہ پاتے ہیں کہ توفیق اللہ تعالیٰ رسالہ مبارک انہما را کا خوار من صبا
صلوۃ الاسرار میں ذکر کئے یہاں اُن کا بیان زخیر خود میں لگاواں

فمن شاء فليرجع الى ذاك التحذير والا ينق
والله سبحانه ولي التوفيق وبسبب ان
التحقيق وصلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا و
مولانا محمد وآلہ وصحبہ اجمعین۔

اگر کوئی چاہے تو اس صاف ستھری تحریر کی طرف رجوع
کر سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ پاک ہے، اور مجھے توفیق علی
بیکہ اللہ کے قبضہ میں ہی تحقیق کی لگام ہے۔ اور صلوة
وسلام ہو ہمارے آقا محمد اور ان کی آل و صحابہ

سب پر۔ (ت)

بالجملہ اس نماز مقدس میں اصلاً کوئی محذور شرعی نہیں، اور خود کوئی سا طریقہ دیانت و انصاف ہے کہ جو
امر حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم، ملاذ العلماء، معاذ العرفاء، وآرث الانبیاء، ولی اللہ، طبع الارشاد،
موجع الافراد، اہم الامم، مالک الازم، کاشف الغمر، طہا الامم، قلب الاعلم، فرقتنا الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ و
ارضاء و جعل حوزنا فی الداس بن سناہ (اللہ تعالیٰ ان کی رضا کو دونوں جہان میں ہماری جان کا موتی بنائے) (ت)
ارشاد فرمائیں اور حضور کے اصحاب اکابر انجباب قد است اسرار ہم و شہدت انوار ہم (ان کے اسرار
مقدس اور ان کے انوار نام کئے جائیں۔ ت) کہ یا یقیناً عالم علماء و اجلہ کلا تھے اُسے بجلائیں اور طبقہ
فعلیۃ اولیاء و علمائے سلسلہ عالیہ قادریہ روح ارواح اصحابہا و ادوی قلوبنا بناہل عبا بسنا
(اللہ تعالیٰ ان کی ارواح کو معطر فرمائے اور ہمارے دلوں کو ان کے ہماری چشموں سے سیراب فرمائے۔ ت)
اسے اپنا معمول بنائیں اور ثقات علماء و کبار اولیاء اپنی تصانیف میں اُسے نقل و روایت کریں (اجازتیں ہیں
اجازتیں ہیں اور منکرین مکابرین کو اس قدر قدرت نہ سمجھ کر آیت و حدیث تو بڑی چیز ہے کہیں دو چار علماء دیں و لکھائیں
مصدقین ہی سے اُمس کا نڈ و انکار بے اعانت کذب و اختلاق و مکابره و شقاق ثابت کر سکیں ایسی جلیل
چیز جلیل عزیز کو محض اپنی ہوائے نفسانی و اصول بہتانی کی بنا پر بلحاظ اصل مذہب بشرک قلعی اور فاعلون مجنون
کو معاذ اللہ مشرک جنمی اور بخوف اہل حق السبیل امر کو بارسے جی سے صرف فاسق بدعتی بتائیے اور انکار ارشاد
سید الاولیاء و تفسیل و تفسیق علماء و عرفا کا وبال حکیم گردن پر اٹھائیے و سیعلم الذین ظلموا ای منقلب
ینقلبون (اور اب جہاں جاینگے ظالم کس کروٹ پٹا کھائیں گے۔ ت) اور حضرات منکرین کا یہ کہنا کہ صحابہ

تابعین سے منقول نہیں، صحابہ مجتہد و عظیم میں ہم سے زیادہ تھے ثواب ہوتا تو وہی کرتے۔

اولاً وہی معمولی باتیں ہیں جن کے جواب علمائے اہلسنت کی طرف سے ہزار ہزار بار ہو چکے ہیں آفتاب روشن پر اطلاع منقول ہوا ان کی تصانیف شریفہ کی طرف رجوع کرنا ہے، علی الخصوص کتاب مستطاب "أصول الوشاد" القمہ صبا فی الفساد و کتاب لاجواب إذا ذاق الا شامہ لسان فی عمل المولد والقیامہ وغیرہما تصانیف طیبہ و تألیف خیر حضرت تاج الحقین سراج المدققین حامی السنن تاجی الفتن بقیۃ السلف تجلۃ الخلف۔ فردا المائل قرالاکابر و ارث العلم کابر آسمی کا بڑسیہ دی و والدی حضرت مولانا مولوی محمد تقی علی خان صاحب محمدی پٹی حنفی قادری برکاتی بریلوی اعظم اللہ اجرہ و ثور قبریہ و کدس سرہ و زقنایہ و اعطاک المسیرۃ و وقایہ المضیوۃ و کمل معرۃ بیجاہ المصطفیٰ و آلہ الشرفا علیہ و علیہم الصلوٰۃ و الثنا آمین آمین یا اہل التقویٰ و اہل السفیرۃ (اللہ تعالیٰ ان کا اجر بڑا کرے، ان کی قبر کو منور کرے، ان کے اسرار کو مقدس بنائے، ان کی بھلائی میں نصیب فرمائے اور ان کو سرور عطا فرمائے، اور ان کو ہر ضرورت تکلیف سے محفوظ فرمائے، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور ان کی آل کی وجاہت کی برکت سے عظیم الصلوٰۃ والسلام اسے تقویٰ اور مغفرت والی بات) اور فقیر غفر اللہ تعالیٰ بھی اس بحث اور اس کے امثال کو بروجر اجمال رسالہ آقاۃ القیامۃ علی حاشی القیامہ یعنی قیامۃ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و رسالہ ضیاء العین فی حکم تعبیل الایہامین وغیرہما اپنے رسائل و مسائل میں بقدر کفایت منع کر چکا و الحمد للہ رب العالمین۔

ثانیاً یہاں تو ان ہمالیات کا کوئی عمل ہی نہیں، یہ نماز ایک عمل ہے کہ قصائے حاجات کے لئے کیا جاتا ہے اور اعمال مشائخ میں تجویہ و احداث کی ہمیشہ اجازت، شاء ولی اللہ ہر اُمع میں لکھے ہیں، اجتہاد و ادراختراع اعمال تصریفیہ و اکشادہ است مانند اختراع اطبار نہما سے قرابادین و ایس فقیر را معلوم شدہ است کہ در وقت صبح مسادق تا اسفار مقابل صبح شمسین و چشم و آباں نور و فتن و یا نور و افق تا ہزار بار کیفیت ملکہ را قوت میدہد و احادیث نفس را می نشانید

جاری اعمال میں اجتہاد سے اختراع کا راستہ کشادہ ہے جیسا کہ طیب حضرات کے ہاں قرابادین کے فوہ میں ہے اس فقیر کو معلوم ہے کہ صبح صادق تا روشنی بیشت اور منہ مشرق کی طرف کرنا اور آنکھوں کو صبح کے نور پر لگانا اور یا نور ہزار بار تک پڑھنے سے قوت ملکہ حاصل ہوتی ہے اور دل کی باتوں پر لگا ہوا ہوتی ہے۔ (ت)

لے ہر اُمع شاء ولی اللہ

اسی میں ہے :

چند نوع از کرامت از بیچ ولی القاسم اللہ منکب
نہی شود از آنکہ ظهور تاثیر در اعمال تصرفیہ او تا حاصل
یغیض او منتفی شود نہ احدی مخلصاً۔
چند کرامتیں ایسی ہیں جو کسی لی سے مجہد نہیں ہو پاتیں
جی میں ایک یہ کہ اس کے جاری و عمال و وظائف
کی ایسی تاثیر جو ان پر عمل پیرا کو اس کے فیض سے نفع
دی ہے اس مخلصاً (ت)

خود شاہ ولی اللہ اور ان کے والد شاہ عبد الرحیم صاحب اور ان کے فرزند ارجمند شاہ عبد العزیز صاحب
نے ہر گونہ حاجات کے لئے صد ہا اعمال بتائے کہ تازہ بنے تھے جن کا پتا قرآن مجید میں اصلہ تھا بعض ان میں
فقیر نے اپنے رسالہ ہند العین فی حکو تقبیل الایہا میں ذکر کئے، اور خود ان کی قول الجیل ایسی
باتوں کی جائزہ کفیل۔ جامع تر شئے شاہ ولی اللہ کتاب الاختیاء فی سلاسل اولیاء اللہ میں تصریح کرتے
ہیں کہ انہوں نے جو اہر خمسہ شیخ محمد غوث گوالیاری علیہ رحمۃ الہا ربی کی سندیں اور اس کے اعمال کی اجازتیں اپنے
استاذ علم حدیث مولانا ابوطاہر دیوبندی و شیخ محمد سعید لاہوری مرحومین سے حاصل کیں، جیٹ قال :

اس فقیر نے شیخ ابوطاہر گودی کے ہاتھ سے غرقہ پنا
اور انہوں نے جو اہر خمسہ کے تمام وظائف کی اجازت
دی یہ اجازت ان کو اپنے والد علیہ السلام ابراہیم گودی سے
اور ان کو اپنے شیخ احمد قشاشی سے اور ان کو شیخ
احمد شہناوی اور ان کو سید صبغۃ اللہ سے ان کو شیخ
وجہ الدین علوی گجراتی سے ان کو شیخ محمد غوث
گوالیاری سے۔ نیز غرقہ پایا شیخ ابوطاہر نے احمد غوثی
سے ان کی آخری سند تک۔ اور نیز فقیر جب حج کے
سفر میں لاہور پہنچا تو وہاں شیخ محمد سعید لاہوری کی
دست بوسی کی تو انہوں نے مجھے دعا سے سیفی کی
اجازت مرحمت فرمائی بلکہ انہوں نے ان تمام وظائف

اس فقیر غرقہ از دست شیخ ابوطاہر گودی پوشیدہ
والیثاں مجمل انچہ در جو اہر خمسہ است اجازت دارند
عن ابیہ الشیخ ابراہیم الکرودی عن الشیخ
احمد القشاشی عن الشیخ احمد الشہناوی
عن السید صبغۃ اللہ عن الشیخ وجیہ
الدین علوی الکجراتی عن الشیخ محمد
غوث الکوالیاری وایضاً لیسہا الشیخ
ابوطاہر عن الشیخ احمد النخعی بسند
الی آخرہ وایضاً اس فقیر در سفر حج چون بلا ہوا
رسید و دست بوس شیخ محمد سعید لاہوری دریافت
الیثاں اجازت دعا سے سیفی دادند بل اجازت

سلاہ ہوامع شاہ ولی اللہ

سلاہ الاختیاء فی سلاسل اولیاء مترجمہ طریقہ شطاریہ مطبوعہ آرمی برقی پریس دہلی ص ۱۲۰

جميع اعمال جو اہر خمسہ و سند خود بیاں کردند و ایشان
دریں زمانہ یکی از اعیان مشائخ طریقه احسنیہ و
شطاریر بودند و چون کسی را اجازت می دادند او را
دعوت رجعت نمی نمودند و الله تعالی بسند قال
الشیخ المعصوم الشیخ حاجی محمد سعید
لاهوری اخذت النطریقة الشطاریرة و اعمال
الجواهر الخمسة من السیفی و غیره عن
الشیخ محمد اشرف لاهوری عن الشیخ
عبد الملک عن الشیخ البانزید الشافعی
عن الشیخ وجیه الدین الکجراتی عن
الشیخ محمد غوث الکوالیاری انتھیں۔

و اعمال کی اجازت دی جو اہر خمسہ میں ہیں، اور
انہوں نے اپنی سند بھی بیان کی اور آپ اس زمانہ
کے مشائخ شطاریر احسنیہ کے سلسلہ کے خاص بزرگوں
میں سے تھے، اور جب آپ کسی کو اپنے سلسلہ کی
اجازت دیتے تو پھر اس کو رجوع کی حاجت نہ رہتی
و الله تعالی ان پر رحم فرمائے، سند یہ شیخ بزرگ بادشاہ
حاجی محمد سعید لاهوری نے فرمایا کہ میں نے سلسلہ شطاریر
اور جو اہر خمسہ کے وظائف و اعمال سیفی وغیرہ، شیخ
محمد اشرف لاهوری انہوں نے شیخ عبد الملک بانزید
نامی سے انہوں نے وجیہ الدین کجراتی انہوں نے شیخ
محمد غوث کوالیاری سے حاصل کئے، انتھیں (ت)

حضرات منکرین ذرا مہربانی فرما کر جو اہر خمسہ پر نظر ڈالیں اور اس کے اعمال کا ثبوت قرونِ ثلثہ سے
وسے دیں بلکہ اپنے اصول مذہب پر ان اعمال کو بدعت و شرک ہی سے بچالیں جن کے لئے شاہ ولی اللہ جیسے
سستی موجدِ محمد ثناء سند لیتے اور اپنے مشائخ حدیث و طریقت سے اجازت حاصل کرتے ہیں زیادہ نہ سہی یہی
دعا ہے سیفی جس کی نسبت شاہ ولی اللہ نے لکھا کہ میں نے اپنے شیخ سے اخذ کیا اور اجازت لی اسی کی ترکیب
میں لا حکم ہو کر جو اہر خمسہ میں کیا لکھا ہے۔

ناد علی سات : یا تین بار یا ایک بار پڑھو اور
وہ یہ ہے : یا علی کو جو عجائب کے مظہر ہیں تو
ان کو اپنے صاحب میں دروکار پاسے گا ہر پریشانی
اور غم ختم ہو جو آپ کی مدد سے یا علی یا علی (ت)
اور جب خدا نے ہدیہ ان لوگوں سے جنہیں کتاب
دی گئی اسے صاف بیان کر دیں گے لوگوں سے

ناد علی ہفت بار یا سہ بار یا یکبار بخواند : آن
ایست ناد علیا مظهر العجایب تعجدا
عنوا لک فی التواہب کل ہم و غم سینجلی
بولایتک یا علی یا علی یا علی
مسلمہ : قال اللہ تعالی اذا اخذ
اللہ میثاق الذین او توالکتاب لتبیننہ

لہ الانتباہ فی سلسلہ ادب اللہ مترجم طریقه شطاریرہ مطبوعہ آرمی برقی پریس دہلی
سلسلہ فتوح الغیب ضخیمہ جو اہر خمسہ مترجم اردو ناد علی کا بیان : دارالاشاعت کراچی
ص ۱۳۸
ص ۴۵۳

اب کیا فرماتے ہیں علمائے ملت نجدیہ ہذا ہم اللہ تعالیٰ الی العلة المنخفضة (اللہ تعالیٰ انکوئی کی طرف
 جرح کو نزول ملت کی طرف نہائی کہے) کہ جو لوگ نادان عمل پر جانیں پڑ جائیں سیکھیں اس کی سندیں دین اجازتیں دین اس کے
 سلسلے کو سلاسل اولیاء اللہ میں داخل کر جائیں اس کے حکم دینے والوں کو دل کا مل بتائیں اپنا شیخ و مرشد و مرجع
 سلسلہ بتائیں ان میں بعض کو بلفظ ثقت و اعیان مشائخ اور ان کی ملاقات کر بیکلہ دستبرد سے تعبیر فرمائیں انھوں نے
 غم و مصیبت و رنج و آفت کے وقت یا اعلیٰ یا اعلیٰ کنارہ دار کھایا نہیں اور اسے درد و غلیظہ بسنا یا یا
 نہیں اور غیر خدا کا شریک فی العلم و شریک فی التصرف ٹھہرایا یا نہیں اور وہ اس عیب سے مشرک
 کافر ہے ایمان جہنمی ہوئے یا نہیں پھر جبر الیوں کو اپنا پر جانیں عالم امت عامی سنت و قطب زماں و
 مرشد دوراں مانیں (جیسے جناب شاہ عبد العزیز صاحب) انھیں مقتداست دین و پیشواست مسلمان بتائیں
 ان کے علم و افضال و عرفان و کمال پر سچے دل سے ایمان و یقین (جیسے تمام اصاغر و اکابر حضرات و بابیہ)
 انھیں ستید العلماء و ستید العالی و قطب المتقین و فخر العرفاء المکملین اعلمہم باللہ و قبلہ ارباب تحقیق و کعبہ
 اصحابہ تدقیق و قدوة اولیاء و زبده ارباب صفا بلکہ امام معصوم و صاحب وحی تشریفی ٹھہرائیں (جیسے میاں
 اسماعیل دہلوی) ان سب صاحبوں کی نسبت کیا حکم ہے یہ حضرات ایک مشرک بڑے مشرک پسند مشرک آموز کو
 پیرو پیشوا و امام و مقتدا بنا کر ستید العلماء و مقبول خدا بنا کر خود بھی کافر و مشرک و مستحق عذاب الیم و ملک
 ہوتے یا نہیں اور ان پر بھی مسئلہ الرضا ہاں لکھ کر کفر (کفر پر رضا مندی کفر ہے۔ ت) و مسئلہ
 من شک فی کفر و عذابہ فقد کفر (جس نے اس کے کفر اور اس کے عذاب پر شک کیا وہ کافر
 ہو گیا۔ ت) و حکم آیہ کریمہ و من یتولہم منکوفانہ منہم (تم میں سے جو جس سے محبت کرتا ہے وہ
 انھیں میں سے ہوگا۔ ت) و حدیث صحیحہ العراء مع من احب (آدمی اسی کھاتا ہے جو کس سے محبت کرتا ہے)
 جاری ہو گیا یا نہیں بینوا تو جہودا۔ خیر یہ تو جملہ معترضہ تھا پھر اصل بحث یعنی درباره اعمال تجرید و اختراع
 کی طرف چلے، یہی شاہ ولی اللہ صاحب اسی انتباہ میں قصائے حاجات کے لئے ختم خواجگان چشت
 قدس اسرار ہم کی ترکیب بتاتے اور اس کے آخر میں یوں فرماتے ہیں:

سہ القرآن ۱۸۴/۳

سہ القرآن ۵۱/۵

سہ صحیح البخاری کتاب الادب باب علائق الحب فی اللہ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۹۱۱/۲

وہ مرتبہ درود بخوانند و تم گندہ و برقعہ سے شیرینی
فاتحہ بنام خواجگانِ چشت عموماً بخوانند و حاجت
از خدا سے تعالیٰ سوال نمایند یہی طور ہر روز بخوانند
یا مشنہ ابن شامہ اللہ تعالیٰ در ایام معدودہ مقصود
بحصول انجامد۔

مرزا منکر جانناں صاحب اپنے طوفان میں فرماتے ہیں :

وہائے حزب البحر وظیفہ صبح و شام و خم حقارت
خواجگان قدس اللہ اسرار ہم ہر روز بجیت مسل
مشکلات باید خواندے

دوسرے مکتوب میں لکھتے ہیں :

حزب البحر شریعت کا وظیفہ صبح و شام اور روزانہ
خواجگان (قدس اسرار ہم) کا ختم مشکلات
کے حل کے لئے پڑھیں۔ (ت)

ختم خواجگان اور ختم حضرت مجدد صاحب (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) صبح حلقہ ذکر کے بعد ضروری کریں۔

مکتوب آخر میں کہتے ہیں:

ختم حضرت خواجہا ختم حضرت مجدد رضی اللہ تعالیٰ عنہم نیز اگر یاران جمع آئیں بعد از حلقہ صبح برائے موافقت نمایند کہ از معمولات مشایخ است و فائدہ بسیار و برکت بے شمار دارد۔

اول دست برداشته سورۃ فاتحہ کیا بخواند الخ پہلے دانتہ اشعار ایک بار سورۃ فاتحہ پڑھیں الخ (ت)

۱۰۰	ص	مطبوعہ آرمی برقی پریس دہلی	سکہ ۱۰۰
۷۴	ص	مطبوعہ مختاری دہلی	سکہ ۷۴
۴۶۵	ص	کتب بست و ہشتم	سکہ ۴۶۵
۹۲	ص	نصائح و وصایا	سکہ ۹۲
۷	ص	حاشیہ رجبارت مذکورہ	سکہ ۷

اخیر میں لکھا،

بعد ازاں از جناب خدائے عزوجل حصول مطالبہ برسر
ایں بزرگواراں باید خواست و تاسرا انجام مقصود امت
باید نمود الخ
اس کے بعد اللہ تعالیٰ سے اپنی حاجت کے حصول کیلئے
ایں بزرگوں کے توسل سے دعا کرتی چاہئے تاکہ انجام
میں دائمی طور پر مقصد ظاہر ہو جائے، (ت)

ایں صاحبوں سے کوئی نہیں کہتا کہ یہ طریقے قرونِ ثلثہ میں کہاں منقول ہیں، ان میں کچھ ثواب یا تقرب الی اللہ
کی امید ہوتی تو صحابہ ہی بجا لاتے اور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی فاتحہ شیری پر دلاتے والحمد للہ
جل و جلال الحق (حق کے واضح ہونے پر اللہ تعالیٰ کی حمد ہے۔ ت)

ثالثاً غیر معلوۃ الاسرار شریف تو ایک عمل لطیف ہے کہ مبارک بندہ اپنے حصول اغراض و دفع اضرار
کے لئے پڑھتا ہے مزاج نرسی ان حضرات کی ہے جو خاص امور ثواب و تقرب رب الارباب میں جو شخص اسی نیت سے
کئے جاتے ہیں ہمیشہ تجدد و اخراج کو جائز مانتے اور ان حدیثات کو ذریعہ وصول الی اللہ جانتے ہیں وہ کون، شاہ
ولی اللہ، شاہ عبد العزیز، مرزا مظہر جانجاناں، شیخ محمد داعت ثانی، مولوی اسماعیل دہلوی، مولوی خرم علی بلوچی
وغیر ہم جنہیں منکرین بدعتی و گمراہ کہیں تو کس کے ہر کر رہیں، خود مشاہد ولی اللہ قول الجلیل میں اپنے اور اپنے پیرانی
مشائخ کے آداب و طریقت و اشغال ریاضت کی نسبت صاف لکھتے ہیں۔

لغز شبت قصی الاداب ولا تملك الاشغال یہ
یہ خاص آداب و اشغال نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
سے ثابت نہ ہوئے۔ (ت)

شاہ عبد العزیز صاحب عاشیہ قول الجلیل میں فرماتے ہیں، اسی طرح پیشوایانِ طریقت نے جلسات و
ہیأت واسطے اذکار مخصوصہ کے ایجاد کئے ہیں مناسبات فقہیہ کے سبب سے جن کو مرد صالحی الذہن اور علوم حقہ کا عالم
دراخت کرتا ہے (انی قولہ) تو اس کو یاد رکھنا چاہئے انتھی بہ ترجمۃ البناہوری۔
مولوی خرم علی صاحب مصنف لغز المسلیں اسے نقل کر کے لکھتے ہیں، یعنی ایسے امور کو مخالف شرع
یاد داخل بہ عات سبب نہ سمجھنا چاہئے جیسا کہ بعض کم فہم سمجھتے ہیں انتھی۔

۱۲	۱۳	۱۴	۱۵	۱۶	۱۷	۱۸	۱۹	۲۰	۲۱	۲۲	۲۳	۲۴	۲۵	۲۶	۲۷	۲۸	۲۹	۳۰	۳۱	۳۲	۳۳	۳۴	۳۵	۳۶	۳۷	۳۸	۳۹	۴۰	۴۱	۴۲	۴۳	۴۴	۴۵	۴۶	۴۷	۴۸	۴۹	۵۰	۵۱	۵۲	۵۳	۵۴	۵۵	۵۶	۵۷	۵۸	۵۹	۶۰	۶۱	۶۲	۶۳	۶۴	۶۵	۶۶	۶۷	۶۸	۶۹	۷۰	۷۱	۷۲	۷۳	۷۴	۷۵	۷۶	۷۷	۷۸	۷۹	۸۰	۸۱	۸۲	۸۳	۸۴	۸۵	۸۶	۸۷	۸۸	۸۹	۹۰	۹۱	۹۲	۹۳	۹۴	۹۵	۹۶	۹۷	۹۸	۹۹	۱۰۰
۱۲	۱۳	۱۴	۱۵	۱۶	۱۷	۱۸	۱۹	۲۰	۲۱	۲۲	۲۳	۲۴	۲۵	۲۶	۲۷	۲۸	۲۹	۳۰	۳۱	۳۲	۳۳	۳۴	۳۵	۳۶	۳۷	۳۸	۳۹	۴۰	۴۱	۴۲	۴۳	۴۴	۴۵	۴۶	۴۷	۴۸	۴۹	۵۰	۵۱	۵۲	۵۳	۵۴	۵۵	۵۶	۵۷	۵۸	۵۹	۶۰	۶۱	۶۲	۶۳	۶۴	۶۵	۶۶	۶۷	۶۸	۶۹	۷۰	۷۱	۷۲	۷۳	۷۴	۷۵	۷۶	۷۷	۷۸	۷۹	۸۰	۸۱	۸۲	۸۳	۸۴	۸۵	۸۶	۸۷	۸۸	۸۹	۹۰	۹۱	۹۲	۹۳	۹۴	۹۵	۹۶	۹۷	۹۸	۹۹	۱۰۰
۱۲	۱۳	۱۴	۱۵	۱۶	۱۷	۱۸	۱۹	۲۰	۲۱	۲۲	۲۳	۲۴	۲۵	۲۶	۲۷	۲۸	۲۹	۳۰	۳۱	۳۲	۳۳	۳۴	۳۵	۳۶	۳۷	۳۸	۳۹	۴۰	۴۱	۴۲	۴۳	۴۴	۴۵	۴۶	۴۷	۴۸	۴۹	۵۰	۵۱	۵۲	۵۳	۵۴	۵۵	۵۶	۵۷	۵۸	۵۹	۶۰	۶۱	۶۲	۶۳	۶۴	۶۵	۶۶	۶۷	۶۸	۶۹	۷۰	۷۱	۷۲	۷۳	۷۴	۷۵	۷۶	۷۷	۷۸	۷۹	۸۰	۸۱	۸۲	۸۳	۸۴	۸۵	۸۶	۸۷	۸۸	۸۹	۹۰	۹۱	۹۲	۹۳	۹۴	۹۵	۹۶	۹۷	۹۸	۹۹	۱۰۰
۱۲	۱۳	۱۴	۱۵	۱۶	۱۷	۱۸	۱۹	۲۰	۲۱	۲۲	۲۳	۲۴	۲۵	۲۶	۲۷	۲۸	۲۹	۳۰	۳۱	۳۲	۳۳	۳۴	۳۵	۳۶	۳۷	۳۸	۳۹	۴۰	۴۱	۴۲	۴۳	۴۴	۴۵	۴۶	۴۷	۴۸	۴۹	۵۰	۵۱	۵۲	۵۳	۵۴	۵۵	۵۶	۵۷	۵۸	۵۹	۶۰	۶۱	۶۲	۶۳	۶۴	۶۵	۶۶	۶۷	۶۸	۶۹	۷۰	۷۱	۷۲	۷۳	۷۴	۷۵	۷۶	۷۷	۷۸	۷۹	۸۰	۸۱	۸۲	۸۳	۸۴	۸۵	۸۶	۸۷	۸۸	۸۹	۹۰	۹۱	۹۲	۹۳	۹۴	۹۵	۹۶	۹۷	۹۸	۹۹	۱۰۰
۱۲	۱۳	۱۴	۱۵	۱۶	۱۷	۱۸	۱۹	۲۰	۲۱	۲۲	۲۳	۲۴	۲۵	۲۶	۲۷	۲۸	۲۹	۳۰	۳۱	۳۲	۳۳	۳۴	۳۵	۳۶	۳۷	۳۸	۳۹	۴۰	۴۱	۴۲	۴۳	۴۴	۴۵	۴۶	۴۷	۴۸	۴۹	۵۰	۵۱	۵۲	۵۳	۵۴	۵۵	۵۶	۵۷	۵۸	۵۹	۶۰	۶۱	۶۲	۶۳	۶۴	۶۵	۶۶	۶۷	۶۸	۶۹	۷۰	۷۱	۷۲	۷۳	۷۴	۷۵	۷۶	۷۷	۷۸	۷۹	۸۰	۸۱	۸۲	۸۳	۸۴	۸۵	۸۶	۸۷	۸۸	۸۹	۹۰	۹۱	۹۲	۹۳	۹۴	۹۵	۹۶	۹۷	۹۸	۹۹	۱۰۰
۱۲	۱۳	۱۴	۱۵	۱۶	۱۷	۱۸	۱۹	۲۰	۲۱	۲۲	۲۳	۲۴	۲۵	۲۶	۲۷	۲۸	۲۹	۳۰	۳۱	۳۲	۳۳	۳۴	۳۵	۳۶	۳۷	۳۸	۳۹	۴۰	۴۱	۴۲	۴۳	۴۴	۴۵	۴۶	۴۷	۴۸	۴۹	۵۰	۵۱	۵۲	۵۳	۵۴	۵۵	۵۶	۵۷	۵۸	۵۹	۶۰	۶۱	۶۲	۶۳	۶۴	۶۵	۶۶	۶۷	۶۸	۶۹	۷۰	۷۱	۷۲	۷۳	۷۴	۷۵	۷۶	۷۷	۷۸	۷۹	۸۰	۸۱	۸۲	۸۳	۸۴	۸۵	۸۶	۸۷	۸۸	۸۹	۹۰	۹۱	۹۲	۹۳	۹۴	۹۵	۹۶	۹۷	۹۸	۹۹	۱۰۰
۱۲	۱۳	۱۴	۱۵	۱۶	۱۷	۱۸	۱۹	۲۰	۲۱	۲۲	۲۳	۲۴	۲۵	۲۶	۲۷	۲۸	۲۹	۳۰	۳۱	۳۲	۳۳	۳۴	۳۵	۳۶	۳۷	۳۸	۳۹	۴۰	۴۱	۴۲	۴۳	۴۴	۴۵	۴۶	۴۷	۴۸	۴۹	۵۰	۵۱	۵۲	۵۳	۵۴	۵۵	۵۶	۵۷	۵۸	۵۹	۶۰	۶۱	۶۲	۶۳	۶۴	۶۵	۶۶	۶۷	۶۸	۶۹	۷۰	۷۱	۷۲	۷۳	۷۴	۷۵	۷۶	۷۷	۷۸	۷۹	۸۰	۸۱	۸۲	۸۳	۸۴	۸۵	۸۶	۸۷	۸۸	۸۹	۹۰	۹۱	۹۲	۹۳	۹۴	۹۵	۹۶	۹۷	۹۸	۹۹	۱۰۰
۱۲	۱۳	۱۴	۱۵	۱۶	۱۷	۱۸	۱۹	۲۰	۲۱	۲۲	۲۳	۲۴	۲۵	۲۶	۲۷	۲۸	۲۹	۳۰	۳۱	۳۲	۳۳	۳۴	۳۵	۳۶	۳۷	۳۸	۳۹	۴۰	۴۱	۴۲	۴۳	۴۴	۴۵	۴۶	۴۷	۴۸	۴۹	۵۰	۵۱	۵۲	۵۳	۵۴	۵۵	۵۶	۵۷	۵۸	۵۹	۶۰	۶۱	۶۲	۶۳	۶۴	۶۵	۶۶	۶۷	۶۸	۶۹	۷۰	۷۱	۷۲	۷۳	۷۴	۷۵	۷۶	۷۷	۷۸	۷۹	۸۰	۸۱	۸۲	۸۳	۸۴	۸۵	۸۶	۸۷	۸۸	۸۹	۹۰	۹۱	۹۲	۹۳	۹۴	۹۵	۹۶	۹۷	۹۸	۹۹	۱۰۰
۱۲	۱۳	۱۴	۱۵	۱۶	۱۷	۱۸	۱۹	۲۰	۲۱	۲۲	۲۳	۲۴	۲۵	۲۶	۲۷	۲۸	۲۹	۳۰	۳۱	۳۲	۳۳	۳۴	۳۵	۳۶	۳۷	۳۸	۳۹	۴۰	۴۱	۴۲	۴۳	۴۴	۴۵	۴۶	۴۷	۴۸	۴۹	۵۰	۵۱	۵۲	۵۳	۵۴	۵۵	۵۶	۵۷	۵۸	۵۹	۶۰	۶۱	۶۲	۶۳	۶۴	۶۵	۶۶	۶۷	۶۸	۶۹	۷۰	۷۱	۷۲	۷۳	۷۴	۷۵	۷۶	۷۷	۷۸	۷۹	۸۰	۸۱	۸۲	۸۳	۸۴	۸۵	۸۶	۸۷	۸۸	۸۹	۹۰	۹۱	۹۲	۹۳	۹۴	۹۵	۹۶	۹۷	۹۸	۹۹	۱۰۰
۱۲	۱۳	۱۴	۱۵	۱۶	۱۷	۱۸	۱۹	۲۰	۲۱	۲۲	۲۳	۲۴	۲۵	۲۶	۲۷	۲۸	۲۹	۳۰	۳۱	۳۲	۳۳	۳۴	۳۵	۳۶	۳۷	۳۸	۳۹	۴۰	۴۱	۴۲	۴۳	۴۴	۴۵	۴۶	۴۷	۴۸	۴۹	۵۰	۵۱	۵۲	۵۳	۵۴	۵۵	۵۶	۵۷	۵۸	۵۹	۶۰	۶۱	۶۲	۶۳	۶۴	۶۵	۶۶	۶۷	۶۸	۶۹	۷۰	۷۱	۷۲	۷۳	۷۴	۷۵	۷۶	۷۷	۷۸	۷۹	۸۰	۸۱	۸۲	۸۳	۸۴	۸۵	۸۶	۸۷	۸۸	۸۹	۹۰	۹۱	۹۲	۹۳	۹۴	۹۵	۹۶	۹۷	۹۸	۹۹	۱۰۰
۱۲	۱۳	۱۴	۱۵	۱۶	۱۷	۱۸	۱۹	۲۰	۲۱	۲۲	۲۳	۲۴	۲۵	۲۶	۲۷	۲۸	۲۹	۳۰	۳۱	۳۲	۳۳	۳۴	۳۵	۳۶	۳۷	۳۸	۳۹	۴۰	۴۱	۴۲	۴۳	۴۴	۴۵	۴۶	۴۷	۴۸	۴۹	۵۰	۵۱	۵۲	۵۳	۵۴	۵۵	۵۶	۵۷	۵۸	۵۹	۶۰	۶۱	۶۲	۶۳	۶۴	۶۵	۶۶	۶۷	۶۸	۶۹	۷۰	۷۱	۷۲	۷۳	۷۴	۷۵	۷۶	۷۷	۷۸	۷۹	۸۰	۸۱	۸۲	۸۳	۸۴	۸۵	۸۶	۸۷	۸۸	۸۹	۹۰	۹۱	۹۲	۹۳	۹۴	۹۵	۹۶	۹۷	۹۸	۹۹	۱۰۰
۱۲	۱۳	۱۴	۱۵	۱۶	۱۷	۱۸	۱۹	۲۰	۲۱	۲۲	۲۳	۲۴	۲۵	۲۶	۲۷	۲۸	۲۹	۳۰	۳۱	۳۲	۳۳	۳۴	۳۵	۳۶	۳۷	۳۸	۳۹	۴۰	۴۱	۴۲	۴۳	۴۴	۴۵	۴۶	۴۷	۴۸	۴۹	۵۰	۵۱	۵۲	۵۳	۵۴	۵۵	۵۶	۵۷	۵۸	۵۹	۶۰	۶۱	۶۲	۶۳	۶۴	۶۵	۶۶	۶۷	۶۸	۶۹	۷۰	۷۱	۷۲	۷۳	۷۴	۷۵	۷۶	۷۷	۷۸	۷۹	۸۰	۸۱	۸۲	۸۳	۸۴	۸۵	۸۶	۸۷	۸۸	۸۹	۹۰	۹۱	۹۲	۹۳	۹۴	۹۵	۹۶	۹۷	۹۸	۹۹	۱۰۰
۱۲	۱۳	۱۴	۱۵	۱۶	۱۷	۱۸	۱۹	۲۰	۲۱	۲۲	۲۳	۲۴	۲۵	۲۶	۲۷	۲۸	۲۹	۳۰	۳۱	۳۲	۳۳	۳۴	۳۵	۳۶	۳۷	۳۸	۳۹	۴۰	۴۱	۴۲	۴۳	۴۴	۴۵	۴۶	۴۷	۴۸	۴۹	۵۰	۵۱	۵۲	۵۳	۵۴	۵۵	۵۶	۵۷	۵۸	۵۹	۶۰	۶۱	۶۲	۶۳	۶۴	۶۵	۶۶	۶۷	۶۸	۶۹	۷۰	۷۱	۷۲	۷۳	۷۴	۷۵	۷۶	۷۷	۷۸	۷۹	۸۰	۸۱	۸۲	۸۳	۸۴	۸۵	۸۶	۸۷	۸۸	۸۹	۹۰	۹۱	۹۲	۹۳	۹۴	۹۵	۹۶	۹۷	۹۸	۹۹	۱۰۰
۱۲	۱۳	۱۴	۱۵	۱۶	۱۷	۱۸	۱۹	۲۰	۲۱	۲۲	۲۳	۲۴	۲۵	۲۶	۲۷	۲۸	۲۹	۳۰	۳۱	۳۲	۳۳	۳۴	۳۵	۳۶	۳۷	۳۸	۳۹	۴۰	۴۱	۴۲	۴۳	۴۴	۴۵	۴۶	۴۷	۴۸	۴۹	۵۰	۵۱	۵۲	۵۳	۵۴	۵۵	۵۶	۵۷	۵۸	۵۹	۶۰	۶۱	۶۲	۶۳	۶۴	۶۵	۶۶	۶۷	۶۸	۶۹	۷۰	۷۱	۷۲	۷۳	۷۴	۷۵	۷۶	۷۷	۷۸	۷۹	۸۰																				

میاں جمیل دہلوی صراط مستقیم میں لکھتے ہیں،

اشغال مناسبہ ہر وقت و ریاضات طاکہ ہر قرن جداجدا
می باشند و لکن اعتقالات ہر وقت از اکابر ہر طسرق
در تجدید اشغال کوشش شاگرد اند بناء علیہ معلقت
وید وقت چنان اختصار کرد کہ یک باب از ہی کتاب
برائے بیان اشغال جدیدہ کہ مناسب ایس وقت
ست تعیین کردہ شود الخ۔

ہر وقت کے مناسب وظائف اور ہر زمانہ کے لائق
ریاضتیں جدا جدا ہیں لہذا ہر زمانہ کے محققین نے ہر سلسلہ
کے اکابرین سے نئے وظائف حاصل کرنے کی
کوشش کی جس بنا پر میں نے معلقت و دیگر وقت
کا تقاضا ہے کہ اس کتاب کا ایک باب نئے وظائف
احمال میں جو اس وقت کے مناسب ہوں، کے لئے
مصحح کروں الخ

اب خدا جانید حضرات بڑی کیوں نہ ہوئے اور انہیں خاص ای امور و غیرہ میں جو محض تقرب الی اللہ کے لئے
کئے جاتے ہیں نئی نئی باتیں جو قرآن میں نہ صریح ہیں نہ صحابہ میں نہ تابعین میں نکالنی اور عمل میں لانی اور ان سے امید
وصول الی اللہ رکھنی کس نے جانتی کی۔

مسئلہ قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم من سنل عن عبدہ فکتہمہ الجحیم
اللہ یومر القیمۃ بلجام من نار اخرجه
احمد و ابوداؤد و الترمذی و حنہ و النسائی
وابن ماجہ و الحاکم و صحیحہ حسن
ابن ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جس سے
کوئی علمی بات پرچھی جائے وہ اسے چھپائے اللہ تعالیٰ
روز قیامت اسے آگ کی لگام دے گا۔ اس حدیث
کو ابوداؤد، ترمذی نے تحسین کی۔ نسائی، ابن ماجہ،
حاکم نے ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اسے
صحیح روایت کیا۔ (۱)۔

اب کیا فرماتے ہیں علی سے ملت اسمعیلیہ ہذا مہم اللہ تعالیٰ الی الشریعۃ المحققة الابرہیمیۃ
(اللہ تعالیٰ شریعت حقہ ابراہیمیہ کی طرف ان کی رہنمائی فرمائے۔) کہ دین خدا میں ایسی نئی باتیں نکالنا اور
یہ اقرار کر کے کہ کتاب و سنت سے اس کا ثبوت نہیں ان پر عمل کرنا اور انہیں موجب ثواب و قرب رب الارباب
گنجانا بدعت سیئہ شفیعہ ہے یا نہیں اور یہاں حدیث میں احداث فی امورنا حالیمہ منہ فہو

صراط مستقیم	جمیل باب اول	مطبوعہ مکتبہ سلفیہ لاہور	ص
سنن ابوداؤد	باب کراہیۃ منع العلم	مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور	۱۵۹/۲
جامع الترمذی	باب ما جاز فی کتاب العلم	ابن کمین کتب خانہ رشیدیہ دہلی	۸۹/۲
مسند احمد بن حنبل	مروی از مسند ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ	دار الفکر بیروت	۲۹۵، ۲۵۲، ۳۳۳، ۳۵۵/۲

مراد (جس نے ہمارے دین میں نئی بات نکالی جو اس میں نہیں تو وہ مردود ہے۔ ت) و حدیث کل بدعة ضلالة (ہر بدعت گمراہی ہے۔ ت) و کل ضلالة في النار (اور ہر گمراہی جہنم میں ہے۔ ت) و حدیث شروا الامور محدثاتها (سب سے بُری بات نئے امور ہیں۔ ت) و حدیث اصحاب البدع كلاب اهل النار (بدعت والے جہنم کے گتے ہیں۔ ت) و ارد ہوں گی یا نہیں، اور جن صاحبوں نے یہ باتیں ایجا و قرآن میں آپ کیں اور ان سے کرائیں، کتابوں میں لکھیں، زبانی بتائیں، حسب تصریح تقوۃ الایمان اُن کے اصل ایمان میں خلل آیا یا نہیں، اور وہ بدعتی فاسق مخالف سنت قرار پائے یا نہیں، اور اُن سے بھی کہا جائے گا یا نہیں کہ صحابہ ثواب و حسنات پر تم سے زیادہ حریص تھے بھلائی بہتی تو وہی کر جاتے، اور میاں بشیر قنوجی یہاں بھی ہیأت مبادات کو تو قیسی بتائیں گے یا نہیں، پھر جو لوگ ان صاحبوں کو امام و پیشوا جانتے اور ان کی درج و شان میں حد سے زیادہ غلو کرتے ہیں (جیسے شاہ ولی اللہ دہلوی و معتقد مرزا مظہر صاحب اور شاہ عبد العزیز و صفات مرید شاہ ولی اللہ صاحب اور مولوی اسماعیل غلام و بادشاہ خان ہرود شاہ صاحب اور تمام حضرات و بابائے مداحین و معتقدین جمیع صاحبان مذکورین) ان سب کے بارے میں کیا حکم ہے، آیا بحکم حدیث من و قرع صاحب بدعة فقد اعلن على هدم الاسلام (جس نے بدعت والے کی تعظیم کی اس نے اسلام کو ڈھانسنے میں مدد کی۔ ت) یہ سب کے سب قصہ اسلام کے ڈھانے والے ہوتے یا نہیں، یا یہ احکام صرف مجلس میلاد

۳۷۱/۱	مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی	کتاب الصلح	سید محمد بخاری
۷۷/۲	نور محمد اصح المطابع کراچی	کتاب الاقصیہ	محمد مسلم
۱۱۹/۱۰	دار صادر بیروت	کتاب آداب القاضي	اسنی الکبری
۲۸۵/۱	نور محمد اصح المطابع کراچی	کتاب الجمع	سید محمد مسلم
۶/۱	ایک ایم سید کمپنی کراچی	باب اجتناب البدع والجدل	سنی ابن ماجہ
۱۳۷/۲	غشورات مکتبہ آیت اللہ قم ایران	تحت آیت من یدی اللہ فہم المتمدی	سید درغوث
۲۸۵ ص	نور محمد اصح المطابع کراچی	کتاب الجمع	سید محمد مسلم
۲۷ ص	مطبوعہ مطبع مجتہبی دہلی	مشکوۃ المصابیح، باب الاعتصام بالکتاب السنۃ فصل اول	مشکوۃ المصابیح
۲۱۸/۱	مطبوعہ موسستہ الرسالہ بیروت	فصل فی البدع حدیث ۱۰۹۲	کنز العمال
۳۱ ص	مطبوعہ مجتہبی دہلی	فصل سوم	مشکوۃ المصابیح، باب الاعتصام بالسنۃ
۲۱۹/۱	موسستہ الرسالہ بیروت	حدیث ۱۱۰۲	کنز العمال

وغیرہ انہیں امور کے لئے ہیں جن میں مجربانِ خدا کی محبت و تعظیم ہو باقی سب حلال و طیب، اور شاہ عبدالعزیز صاحب نے کہ تصورِ برزخ کو اتنا پسند کیا کہ اسے سب سے زیادہ قریب تر راستہ خدا کا بتایا اور مولوی خرم علی صاحب نے اسے نقل کر کے مسلم رکھایا یہ دونوں صاحب مع اصل کا تب یعنی شاہ ولی اللہ صاحب پھر ان صاحبوں کے معتقدین و مداح سب کے سب مشرک و مشرک پرست ٹھہرے یا نہیں، یا یہ حضرات احکامِ شرع سے مستثنیٰ ہیں، اور تقویۃ الایمان و تذکیر الاخوان وغیرہا کی آیتیں حدیثیں صرف ترمذی (اہل سنت کو جو خاندانِ عزیزی سے نہ ہوں معاذ اللہ مشرک بدعتی بنانے کے لئے اتری ہیں، بینوا اتوجدوا۔ بسطنہ ان صاحبوں کے یہ اعدا و اختراع سب مقبول ہوں، اور ناجائز و بدعت ٹھہرے تو وہ نماز جو حضور پر نور ﷺ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قضائے حاجات کے لئے ارشاد فرمائی تھی

بہیں تغلات رواز کہا ست تا بکھا

(دیکھو راستہ کسی سے کہاں تک ٹیڑھا ہے)

حق جل علاہ مسلمانوں کو نیک توفیق بخشے اور اپنے مجربوں کی جناب میں معاذ اللہ بدعتیہ ذکر کے خصوصاً حضور مسیحہ الطہورین مطلب الطہورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ و عنہم اجمعین آمین۔ یہ ہے جو اس گمراہ سرکار فیضیاد قادریہ پر برکات و نعمات حضور پر نور ﷺ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فائز ہوا، صر
مقبول افتد زہے عز و شرف

گمراہے یہ نواقیر نامز اپنے تاجدار عظیم الجود عظیم العطا کے لطف بے منت و کرم بے عدت سے اس صلی کا لب کہ حضور و عافیت و حسن عاقبت کے ساتھ اس دارنا پا عذار سے رخصت ہوتے مسطی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عزیز پسرتول نہرا کے لفت جگر علی مرتضیٰ کے نور نظر حسن و حسین کے قزو بصر، حق سنت الی بکر و عمر صلی اللہ تعالیٰ علیہم و علیہم و سلم تھے حضور ﷺ صمدانی قلب ربانی و آہب اقامال و تعالیٰ الامانی حضور پر نور ﷺ اعظم قلب عالم محی الدین ابو محمد عبدالقادر حسنی حسینی جلیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاء و جعل حرزنا فی الدارین رضاء کی محبت و عشق و حقیقت و امتداد و اطاعت پر جائے اور جس دن یوم ندموا کل اناس باصاھم (جس دن ہر جماعت کو ہم اس کے امام کے ساتھ جائیں گے۔ ت) کا ظہور ہو یہ سراپا گناہ زیر لو اسے بیکس پسند سرکار قادریہ ظل آلہ مجتہد پاسے،

فان ذلك على الله يسير ان الله على كل شئ
 قدير بحمد الله و قد افترغ من تسويد
 لثمان خلون للقرن الرابع من شهر ميتنا
 الفوت الفاضل آخري شهر ربیع الآخر فی
 ثلثة محاسن من ثلث غدوات عام الف
 و ثلث مائة و خمس من هجرة سيد
 الكائنات عليه وعلى آله و آبنه الوارث المجید
 و كماله افضل المخلوقات و اكمل التسليمات
 و آخری الخیات و انسى المبركات آمین آمین
 و الحمد لله رب العالمین و الله سبحانه و تعالی
 اعلم و علمه جل مجدته اتم و احکم۔

پس بیشک یہ اللہ تعالیٰ کے لئے آسان ہے اللہ تعالیٰ
 ہر چیز پر قادر ہے، بکمال اللہ تعالیٰ اس رسالہ کے
 مسودہ سے ۵ ربیع الثانی ۱۳۰۵ھ کو فراموش ہوئی
 یہ مسودہ بھی دن کی تین مجلسوں میں تیار ہوا۔ سید کا کتا
 پران کی آل پر اور آپ کے بیٹے جو آپ کی بزرگی اور
 کمال کے وارث ہیں پر افضل درود اور کامل سلام
 اور پاکیزہ تعریضیں اور بڑی برکات ہوں
 آمین آمین اور سب تعریضیں اللہ رب العالمین
 کے لئے ہیں اللہ سبحانہ و تعالیٰ زیادہ علم والا ہے
 اور اس کا علم بڑا ہے اور اس کی بزرگی مضبوط اور
 تام ہے۔ (ت)

۱۳ ازہار الانوار من صبا صلوۃ الاسرار

(صلوۃ الاسرار کی باد صبا سے غنچوں کے پھول)

(نمازِ غوثیہ سے متعلق اہم نکات اور اس کے پڑھنے کا طریقہ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تیرا شکر ہے اسے ایسی ذات جس کی طرف وسیلہ پیش کرنے سے کثیر کمزور معاف ہوتے ہیں اور تیری حمد ہے اسے وہ ذات کہ جس پر توکل سے شکستہ ولی ختم ہو جاتی ہے اسے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ رحمت، سلامتی اور برکتیں نازل فرما اس پر جو تیری کائنات کا سپر اسٹار اور تیری مخلوق کا عظیم اور تیرے حق کے لئے قائم لوگوں سے افضل اور تیری سہولت اور مہربانی کے کرم بھوٹ ہونے والے رحمتہ للعالمین اور شفیع المذنبین اور ڈرنے والوں کے لئے امان اور حاجت مندوں کی سہولت اور تانا امید ہونے والوں کے لئے بشارت روف رحیم نبی کریم وآلہ سخی، بلند مرتبہ، بڑے علم والے، غنی، تابندہ، حکمت والے، بُد و پار، نیکیوں کو بنانے والے، غلطیوں کو مٹانے والے، حاجتوں کو پورا کرنے والے، مرادیں

شکرا لک یا من بالتوصل الیہ یفسر
کثر الذنوب، وحمدک یا من
یا لتوصل علیہ یجبر کبرا لقلوب،
اسألك انت تعالیٰ و تسلم و تبارک
علی سراج افقک، و ملجأ خلقک،
وافضل قائم بعقک، البعث
بتیسیرک و مرفقک، مرحمة
للعالمین، و شفیع المذنبین،
و امانا للذخائفین، و یسرا
للہائسین حاجتہن، و بشری للأنسین،
محمد النبی الرؤف الرحیم، الجواد البکریم،
العلی العلیم، الفقی الحی المحکم الخلیف، مصحح
الحجرات، مقبل العثرات، قاضی الحاجات،

واهب المرادات ، صلى الله تعالى عليه
 وعلى آله الطاهرين ، واصحابه الطاهرين ،
 وانوار اوجه الطيبات امهات المؤمنين ،
 واولياد امته الكاملين الثمانيين ، وانوار
 ملتہ المرشدین الیمرشدین ، لاسیما
 علی هذا القری والقریب ، القوث المجید ،
 الغیث المجید ، واهب النعم ، سائب
 النعم ، کاسب القدر ، صاحب القدر ،
 جود الجود وکرم الکرم ، علاذ العرب ومعاذ
 العجم ، منار العطايا ، منار الرزایا ، القطب
 السرای ، القوث الصمدی ، سیدنا مولانا ابی محمد عبدالقادر
 المحسن الحسینی الجیلانی ، رضی الله تعالی عنه و
 امرطاه ، وجعل حوزة تانی الدارين ، آمین آمین ،
 یا ارحم الراحمین ، واشهد ان لا اله الا الله وحده
 لا شریک له ، واشهد ان محمدا عبده ورسوله الرحمة
 ارسله ، صلوات الله وسلامه علیه ، وعلى
 کل محبوب ومريض لديه ، اما بعد
 فقد بانی انفاضل الکامل ، جمیل المثائل ،
 جامع الفضائل ، والفخر الجسیم ، والشرف
 العظیم ، مولانا الشاه محمد ابراهیم القادری
 المدراس المجید ریادی ، جعله الله من اولی
 الایادی ، وحفظه من شر الاعدای ، اجازة الصلوة
 الطویة ، المبارکة المرقیة ، المعروف عندنا
 بصلوة الاسرار ، البجریة مراد القضاء الاوطار ،
 ودفن الاشرار ، تحسین ظن منه بهذا العبد

بزرگداشتے والے ، محمد صلی اللہ علیہ وآلہ الطاہرین اور حق کو
 ظاہر کرنے والے صحابہ اور اس کی پاک ازواج پر جو
 مومنین کی ماہیں ہیں اور اس کے کامل ، عارف اولیاء است
 ہدایت یافتہ ، رہنما ، اس کی اُمت کے ایمنوں پر خیر منہ
 ایسی کیا ، مغفرت ، غوث بزرگی والے ، برکت دینے والی
 بارش ، انعامات دینے والے ، محدودوں کو بنانے والے ،
 تسلط والے ، سختیوں کے سختی ، کریوں کے کریم ، عرب و
 عجم کی چلنے پناہ ، عطیات دینے اور مصیبتوں کو دفع کرنے
 والے ، قطب ربانی ، خدائی مدد ، ہمارے آقا و مولیٰ
 ابو محمد عبدالقادر حسینی جیلانی پر فیضانِ شہ غنیم اور جس
 کو وہ راضی کرے اور اس کو دونوں جہانوں میں ہمارے
 لئے محفوظ فرمائے بنائے آمین آمین یا ارحم الراحمین ،
 اور میں گواہ ہوں کہ اللہ تعالیٰ وحدہ لا شریک ہے اور
 گواہ ہوں کہ حبیب محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کے
 خاص بندے اور اس کے خاص رسول ہیں جن کو اس نے
 رحمت بنا کر بھیجا ہے اس پر اللہ کی رحمتیں اور رسوم
 ہر اور ہر اس پر جو اس کا محبوب اور پسندیدہ ہو۔ اما بعد
 کامل فاضل ، اچھے اخلاق والے ، فضائل کے جامع ، بڑے
 فخر ، حلیم شرف والے ، مولانا شاہ محمد ابراہیم قادری
 ہدای حیدر آبادی اللہ تعالیٰ ان کو صاحب قوت بنا
 اور ان کو دشمنوں کے شر سے محفوظ فرمائے ، اے محمد سے
 صلوٰۃ توشیحہ مبارک پسندیدہ جو کہ ہمارے ان صلوٰۃ
 الاسرار کے نام سے معروف ہے کی اجازت طلب کی ،
 یہ صلوٰۃ الاسرار تھنا سے حاجت اور دفع شر کے لئے بارگاہ
 مجرب ہے ، انھوں نے مجھ فقیر ، حقیر ، اپنے نفس پر ظلم

انظلام ، انکثیر الاثام ، الفقیر الاذل ، الحقیر
 الارذل ، عبد المصطفیٰ احمد رضا ، المحمدی النبی
 المحسنی ، القادری البرکاتی البریلوی ، نطق اللہ بہ ،
 وعقاعن ذنبہ ، واصلاح عملہ ، وحقوق املہ ،
 معافی لست هنالك ، ولا اهل لذلک ، لکنی
 اجبتہ بالانقیاد ، واجزته بالمراد ، سراج
 البرکۃ فی ولہ فی الدنیا والاخرۃ ، ان مرینا
 تعالیٰ ہواہل التقویٰ واهل المغفرۃ ، کما
 اجازتی بہا سیدی و مولای ، وسندی
 و مادی ، شیخی و مرشدی ، و کنزی
 و ذخری لیومی و غدی ، تاج الکاملین ،
 سراج الواصلین ، حضرة السيد الشاہ
 آل الرسول الاحمدی ، المارہروی ، رضی اللہ
 تعالیٰ عنہ بالرضی السرمندی ، بحق روایتہ
 لہا واجازتہ بہا عن شیخہ الاجل ، و عمہ
 الاجل ، الامام الاکمل ، والکرم الاشمل ،
 والنسر الاجمل ، فرد حصیرہ ، و قطب
 دہرہ ، ذی القیض العظیم والفضل المبین ،
 حضرة ابی الفضل شمس الملة والدين ، السيد
 الشاہ آل احمد اچھے میاں المارہروی ، رضی اللہ
 تعالیٰ عنہ بالرضوان الایدی ، عن ابیہ العزیز ،
 النبیہ القطریت ، البحر الطمطم ، والخبیر الصمصم ،
 ذی النقا ، والبقاء ، والوصول والنقا ، حفرة الیمن
 الشاہ حنرۃ العینی المارہروی علیہ الرضوان
 الدائم من العلل القوی ، یستندہ المسلسل کابرا

کونے والے ، نہایت گنج ، عبد المصطفیٰ احمد رضا ، نبوی
 شفی ، حنفی قادری برکاتی بریلوی کے بارے میں حسن ظن
 رکھتے ہوئے یہ سوال کیا (اللہ تعالیٰ ان پر مہربانی فرمائے
 اور ان کو معاف فرمائے اور ان کے اعمال کو درست فرمائے)
 حالانکہ میں اس قابل نہیں ہوں اور نہ ہی اس کا اہل ہوں
 لیکن ان کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے میں ان کو اس کی
 اجازت دیتا ہوں یہ امید کرتے ہوئے کہ دنیا و آخرت
 میں ہم دونوں کے لئے باعث برکت ہو (تقویٰ اور مغفرت
 کا مالک صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے) (ان کو میری طرف سے
 اجازت ہے جیسا کہ مجھے میرے آقا ، مولیٰ ، جلتہ اہمدا
 مآویٰ اور میرے شیخ ، مرشد ، سہارا ، خزانہ اور میرے
 آقا اور کل کے ذخیرہ اور کاملین کے تاج ، واصلین کے
 چراغ ، حضرت شاہ آل رسول احمدی ماریہ دی رضی اللہ
 عنہ نے مجھے اجازت دی جیسا کہ ان کو روایت اور اجازت
 ملی ، ان کے عظیم شیخ اور اُن کے بزرگوار چچا ، کامل امام ،
 وسیع کرم ، خوبصورت چاند ، اپنے زمانہ کے منفرد اور قطب
 حکیم فیض اور دافع نقیبت ، حضرت ابو الفضل ، ملت
 دین کے سورج ، سید شاہ آل احمد اچھے میاں ماریہ دی
 رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ، اور ان کو اپنے والد گرامی عارف
 کامل ، مضبوط فہم ، بحر بیکراں ، پختہ ماہر ، صاحب بے
 وقتاء ، صاحب وصول و حضور ، حضرت شاہ غفرہ
 عینی ماریہ دی (ان پر اللہ تعالیٰ کی دائمی رضا) سے
 اسلاف و راستہ سے ان کی مسلسل ، سند سے ،
 جوان کریمہ دربار ، مضبوط چوکھٹ ، مخلوق کے موجد
 دربار قادریہ (وہاں کے دہنے والوں اور وہاں کے

خادم پر اللہ تعالیٰ کی رضا ہے) سے حاصل ہوئی
کیونکہ "سلوة الاسرار" کا ثبوت متعدد طرق سے
منقول ہے برگزیدہ دربار سے جیسا کہ اس کو بہت
سے علمائے ذکر تسبیح و تہلیل میں امام ابو الحسن
نور الدین علی بن جریر نجفی صوفی شطنوفی نے بحوالہ الاسرار
میں، اور امام اجل عبد اللہ بن اسعد یافعی شافعی و
فاضل علی بن سلطان محمد القاری الہروی المکی
اور شیخ محقق علماء ہند کے شیوخ کے شیخ عبد الحق
بن سیف الدین محدث و بطوری و غیر ہم رحمۃ اللہ

عن کاتب، عن الحضرة الرقبة، والسند
المنبعة، مرجع البرية، الحضرة القادرية، علی
حضراتها و خدامها رضوان القادر، فان اصلها
ما ثور بطرق عديدة، عن الحضرة المجيدة،
كما ذكره العلماء منهم الامام ابو الحسن
نور الدین علی بن جریر النجفی الصوفی الشطنوفی
فی بهجة الاسرار والامام الاجل عبد الله بن
الاسعد الیافعی الشافعی، والفاضل علی بن سلطان
محمد القاری الہروی المکی، والشیخ المحقق شیخ

یاد رہے کہ یہ ابن جضم نہیں ہیں جن کے اولیاء کرام
کے بارے میں خصوصی نظریات پرچہ بی نے اعتراض کیا کیونکہ
"غوث اعظم" سے بہت پہلے کے ہیں اور یہ امام ذہبی
کے معاصر ہیں جبکہ ان کے اور غوث اعظم رضی اللہ
تعالیٰ عنہ کے درمیان دو واسطے ہیں، انہوں نے
قاضی القضاة نصر کی انہوں نے اپنے والد اور ان کے والد نے
حضرت عبد الرزاق کی انہوں نے اپنے والد حضرت
غوث اعظم کی صحبت پائی جن کو خود امام ذہبی نے
"طبقات القراء" میں ذکر تسبیح و تہلیل اور امام سیوطی
نے بھی "حسن المحاضرة" میں ذکر کیا، امام ذہبی کا
ابن جضم کی طرف کتاب بحوالہ الاسرار کو منسوب کرنا جب
درست ہو گا جب اس نام کی کوئی کتاب ان کی
وجود نہ نسبت درست نہیں ہے بلکہ ان کو
اشتباہ ہوا ہے ۱۲

(ت)

بکس يجب ان يعلم انه ليس بابن جضم
الذي تكلم فيه الذهبي عليه و ابيه مع
الصوفية الكرام في الميزان فانه مقدم
على سيدنا الغوث رضي الله تعالى عنه
بزمان و هذا معاصر الذهبي و بينه و
بين سيدنا واسطتان محب المولى ابا صالح
قاضى القضاة نصرا محب ابا سید محب
عبد الرزاق محب ابا سیدنا الغوث
الا عظم رضي الله تعالى عنهم و قد وصفه
الذهبي نفسه في طبقات القراء بالامام
الا واحد و كذلك الامام الجلال السيوطي في
حسن المحاضرة اما نسبة الذهبي كتاب
بهجة الاسرار الى ذلك فانت كاذب له
انها كتاب اسمه هذا فذلك والا فاشتباه

عظیم واجب التنبیہ ۱۲ (م)

شیوخ علماء ہند عید الحق بن سیف الدین المحدث
الذی ہلوی وغیرہم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین انہ
قال سیدنا و مولانا الفوت الاعظم فی اللہ تعالیٰ عنہ
من توصل فی شدة فرجت عنہ و من استغاث فی
فی حاجة قضیت لہ و من وصل بعد المغرب
س رکعتین ثم یصل ویسلم علی النبی صلی
اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ثم یخطو الی جهة
العراق احدی عشرة خطوة ینکرفہا س
قضى اللہ تعالیٰ حاجتہ قللت و فرجت
و قضیت تحتلانی صیفة المجهول لواحد
غائبة ، و صیفة المعلوم لواحد المتکلم
و علی هذه ترجمة الشاہ ابی المعالی رحمہ
اللہ تعالیٰ فی التحفة القدیة ، و ایما کان
طالعہ اصل واحد ، اولہما تحتل الحقیقة
الباطنة الذاتیة و الظاہرة المستفادۃ ،

علیم اجمعین سے منقول کہ فوت اعظم رضی اللہ عنہ نے
فرمایا کہ جس نے کسی معصیت میں میرا وسیلہ دیا تو اس
کی معصیت ختم ہوگی ، اور جس نے اپنی حاجت
کے لئے مجھ سے مدد مانگی تو اس کی حاجت پوری
ہوگی ، اور جس نے نماز مغرب کے بعد دو رکعتیں
پڑھ کر صلوٰۃ و سلام پڑھا اور پھر عراق کی جانب گیارہ
قدم میرا نام کہتے ہوئے چلا تو اللہ تعالیٰ اس کی
حاجت کو پورا فرمائے گا ۔ قللت "فرجت" اور
قضیت "دو رکعتیں" ، و احد غیب منہ مجهول او
واحد متکلم معلوم ہن سکتے ہیں ، اور شاہ
ابو المعالی نے "تحتلہ قادریہ" میں واحد متکلم
معلوم کا ترجمہ فرمایا ہے (یعنی میں اس کی
مشکل کشائی اور حاجت روائی کروں گا) بہر حال جو بھی
صیغہ ہو ما اصل ایک ہے کیونکہ پہلا صیغہ ہو تو یہ اللہ تعالیٰ
کی طرف سے ذاتی باطنی حقیقت کا احتمال ہے جبکہ دوسرا

عہ و ہی الحق تثبت بالذات من دون عطاء
ولا الاستناد الی جعل و هذا مختص بصفات
اللہ صبیحہ و تعالیٰ فحسب (م)

عہ و ہی الحق حصلت بالعطاء و لا بثبوت لہا
الا بالجعل و هكذا اجمیع صفات المخلوق
کا تعلم و القدرة و العطاء و الموت حق
الموجود = (م)

یہ بالذات ثابت ہے عطاء اور جعل کی طرف منسوب
نہیں ، اور یہ صرف اللہ تعالیٰ کی صفات سے مختص ہے
اور نہیں "۔ (ت)

یعنی عطاء سے حاصل ہے اس کا ثبوت اللہ تعالیٰ
کے عطا فرمانے پر ہے جیسا کہ مخلوق کی تمام صفات
ہیں مثلاً انسان کا علم ، قدرت ، عطاء ، امداد حتیٰ کہ
مخلوق کا وجود بھی عطائی ہے "۔ (ت)

والاخرى تعين للاخير والمرجح ما ذكره
 رضي الله تعالى عنه أخر بقوله قضى الله
 تعالى حاجته ان الى ربك المنتهى ، ثم
 ان لما يشاء قد صلت اسرارهم ورحمنا
 الله تعالى بهم في هذا الصلوة طريقتين ،
 صفري ، وكبرى ، والمعمول عندنا
 الاسهل الاشمل من حيث السخ لك احد
 من دون الاختصاص بالقائمين في محبة في
 المشهود الهائين في فيا في الوجود في الطريقة
 الاثنية الصفري ، صفتها بحيث يكون
 كالشرع لللفظ الكريم ويتضمن مختارات
 هذا العهد الاثني ، ان من عرضت له
 حاجة دينية او دنيوية صلى بعد صلوة
 المغرب بسنتها ركعتين من غير فريضة
 ناولا صلوة الاسرار تقربا الى الله تعالى و
 هدية لروح سيدنا الفوت الاعظم رضي الله
 تعالى عنه ، وان جئنا لهما الوضوء فهو
 اضواء ، وقد عهدنا ذلك من النبي صلى الله
 تعالى عليه وسلم في صلوة الحاجة ، والا
 فهو يسبيل من الرخصة فان توجها فليحسن
 وضوءه هكذا امر النبي صلى الله تعالى
 عليه وسلم ذلك المكفوف بغيره و احب
 الى ان يقدم صدقة فانها اسرع في

صيفة ، ظاهري حاصل کردہ حقیقت کا معین احتمال
 ہے لیکن بہتر وہ ہے جس کو خود حضور غوث اعظم نے
 بعد میں یوں ذکر فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی حاجت
 پوری کرے گا کیونکہ تیرے رب کی طرف ہر چیز کی انتہی
 ہے ۔ پھر ہمارے مشائخ (رحمہم اللہ تعالیٰ اور ان کے
 سبب ہم پر رحم فرمائے) نے اس نماز کے بارے میں
 دو طریقے بتائے ہیں ایک مختصر اور دوسرا طویل ہے ،
 اور ہمارے ہاں جو مروج ہے وہ آسان اور جامع
 اور ہر ایک کے مناسب ہے یہ مرتبہ شہود پر
 فائز لوگوں یا مرتبہ وجود میں طالبین کے لئے مخصوص
 نہیں ، یہ بہترین طریقہ اختصار والا ہے ۔ اس کا
 طریقہ ایسا ہے جو خود لفظ (صلوة الاسرار) کی شرح
 جیسا ہے اور اس عاجز بندے کا پسندیدہ ہے کہ
 جس شخص کو کوئی حاجت پیش ہو خواہ وہ دینی ہو یا
 دنیوی ، تو وہ مغرب کی نماز کے بعد سنتوں کے ساتھ
 دو رکعت صلوة الاسرار کی نیت سے اللہ تعالیٰ کی
 قربت اور حضور غوث اعظم کی روح کو باریک بینی سے دیکھے
 اور اگر اس کے لئے نیا دھڑ کرے تو یہ نور ہوگا کیونکہ حضور
 علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک تابع کو یہ فرمایا تھا کہ
 نیا دھڑ ضروری نہیں ، مجھے تو یہ پسند ہے کہ صلوة الاسرار
 پڑھنے سے پہلے کوئی حد قد کرے کیونکہ یہ عمل کامیابی
 جلدی لےتا ہے اور مصیبتوں کے دروازوں کو خوب بند
 کرتا ہے جبکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مناجات کیلئے

حد قد میں افضل یہ ہے کہ پوشیدہ شے کیونکہ قرآن کا
 (باقی بر صفحہ آئندہ)

کے افضل الاسرار بنص القرآن وہی

الانجاس واسد لا بواب البلاء وقد اصر الله
تعالى من ينال رسول الله ان يقدر موافق يدي
نحو لهم صدقة ، فنجوى الله احق مع ان
هذه الصلوة تشتمل على نجوى النبي صلى
الله تعالى عليه وسلم ايضا ، والوجوب
وان نسطر رحمة من الله تعالى فلا مربية
في الاستحباب هذا ويقرأ فيها بعد الفاتحة
ما تيسر من القرآن فان قرأ الاخلاص
احدى عشرة مرة فهو احسن حتى اذا سلم
حمد الله تعالى واشتفى عليه بما هو اهل له
فلا فضل العظيم الواردة عن النبي صلى الله

پہلے صدقہ دینے کو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا، تو اللہ تعالیٰ
سے مناجات میں اور زیادہ بہتر ہے باوجودیکہ اس
نماز میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بھی مناجات
موجود ہے، اگرچہ اس صدقہ کا وجوب منسوخ ہو چکا
ہے جس میں اُمت کی آسانی سے مگر استحباب کے
طور پر جواز میں کوئی شک نہیں ہے۔ اس نماز میں
فاتحہ کے بعد کوئی آسان سُورت پڑھے بہتر ہے کہ
سُورہ اخلاص گیارہ بار پڑھے تو بہت اچھا ہے،
نماز سے سلام پھیرنے کے بعد اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا
اس کی شان کے مطابق بجالائے اور اس میں بہتر
وہ الفاظ ہیں جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے

(بقیہ ماثیہ صفحہ گزشتہ)

تقی مصارع السوء كما في الحديث وانشائها
أكثر من ان تحصى والاحسن ان يتصدق
بزوجين بفضل ذلك ورد حديث وفسان
شوجان وخبزان شوجان ومن لم يجسد
فودحتان شوجان والودعة شرمهه ۱۲م)
عنه كقوله اللهم لك الحمد حمد ايواف
نعمك وبيكافي مزيد كرمك وقوله اللهم
لك الحمد انت قيم السموات والارض
ومن فيهن ولك الحمد انت
ملك السموات والارض ومن
فيهن ولك الحمد انت نور السموات

پر حکم ہے، اور یہی بُرے احتمال سے بچاؤ ہے، جیسا کہ
حدیث میں بیان کیا گیا ہے اور اس میں بہت زیادہ
فضیلت ہے اور بہتر ہے کہ صدقہ میں جو دسے دو
کو تہاد دے، دو پیسے، دو روٹیاں، اگر اور کچھ
نہ پاسے تو کم از کم دو غرمہر سے دسے ۱۲ (ت)

اور جیسے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے منقول ہے
اسے اشد تیر سے لے ایسی حمد و تیری نعمتوں کے برابر جو
اور مزید کرم کو کفایت کرے، اور حضور کا ارشاد
کہ تیری حمد کہ تو آسمانوں اور زمین کا نگران ہے، اور
تیری حمد کہ تو آسمانوں اور زمین میں ہر چیز کا مالک
ہے، اور تیری حمد کہ تو زمین اور آسمانوں اور ان میں
(باقی اگلے صفحہ پر)

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قانہ لایقصد
 احد ان یحمد الا احد کحمد ا حمد صلی
 اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ومن احسنها اللهم
 ربنا لک الحمد الحمد اکثیرا طیباً منزهاً
 فیه کما تحب ربنا ونرضی ملاً السموات
 و ملاً الارض و ملاً ما شئت من شئی بعد
 و معها اللهم لک الحمد الحمد ادا شئت
 و اهلك و لک الحمد الحمد ا خالداً
 مخلودک و لک الحمد الحمد الامنتھن لک
 و لک مشیتک و لک الحمد الحمد ادا شئت
 لا یرید قائلہ الا رضاک و لک الحمد الحمد ا
 حمد عطل طرفۃ عین و تنفس کل نفس ،

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

والارض ومن فیہن و لک الحمد و قولہ
 اللهم لک الحمد فی بلائک و منیعک الی
 خلقک و لک الحمد فی بلائک و منیعک الی
 اهل بیوتنا و لک الحمد فی بلائک و منیعک
 الی انفسنا خاصۃ و لک الحمد بما ھدیتنا
 و لک الحمد بما اکرمتنا و لک الحمد بما
 سخرتہ و لک الحمد بالقرآن و لک الحمد
 بالاہل و المال و لک الحمد بالمعافاة و
 لک الحمد حق ترضی و لک الحمد اذا
 مرضیت یا اهل التقوی و لک الحمد
 غیر ذلک من صیغہ کثیرۃ ۱۲ من (م)

بطور حمد و ثنا پڑھے ہیں کیونکہ حضور علیہ السلام سے
 بڑھ کر بہتر حمد اور اچھی ثنا کوئی نہیں کر سکتا ، حضور
 علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیان کردہ بہترین حمد میں
 ایک یہ ہے ، اے اللہ ! ہمارے رب ! تیرے لئے
 کثیر طیب ، مبارک حمد جیسے تجھے پسند ہے اور
 تو راغنی ہے ، زمینیں اور آسمان اور ہر وہ چیز بھر کر
 جس کو تو چاہے ۔ اور ان میں سے ایک اور یہ ہے ،
 اے اللہ ! تیرے لئے دائمی حمد جیسا کہ تیرا دوام ہے
 اور تیری حمد جو باقی رہنے والی ہو تیری بقا کے
 ساتھ ، تیری ایسی حمد جو تیری مشیت کے بغیر ختم نہ ہو
 اور ایسی دائمی حمد جس کو بیان کرنے والا صرف رضا کا
 طالب ہو ، اور تیرے لئے ایسی حمد جو آگے کی ہر ایک

ہر چیز کا نور ہے اور مالک حمد ہے ۔ اور آپ کا یہ قول !
 اے اللہ ! تیری مخلوق کے لئے تیرے امتحان اور تیرے
 حکمت والے عمل پر تیری حمد ۔ ہمارے گھر والوں کے لئے
 امتحان اور تیری کار سازی پر حمد ۔ اور خاص ہماری
 جانوں میں تیرے امتحان و کار سازی پر حمد ۔ یہیں
 ہدایت دینے پر تیری حمد ، اور ہمیں عزت دینے اور ہمیں
 مستور کرنے پر تیری حمد ، قرآن سے تیری حمد اہل مال کے
 پر ، عافیت دینے پر تیری حمد ، حتیٰ کہ تو راغنی ہو جائے ،
 تیرے لئے حمد ہے جب تو راغنی ہو ، اے تقویٰ اور
 مغفرت والو ۔ اور ان جیسے دیگر الفاظ کثیرہ سے
 حمد پڑھے ۱۲ من (ت)

اور ہر سانس کے وقت ہو، اور ایک اور یہ ہے : اے
اللہ! تیرے لئے تیری ذات کے جلال اور تیری عظیم
سلطنت کے شایان شایان حمد ہو، اور ایک یہ ہے :
اے اللہ! شکر بجا لانے کے لئے تیری حمد اور تیرا احسان
فصل ہے، اور ایک یہ ہے : اے تیرے لئے وہ حمد
جو تو نے فرمائی اور وہ بہتر جو ہم کہتے ہیں۔ ان کے
علاوہ دیگر احادیث میں مروی ہیں سب کو یا بعض
کو پڑھے۔ اور مجھے تو پسند ہے کہ آخر میں یہ حمد پڑھے۔
اے اللہ! میں تیری ثناء کو بجا نہیں لا سکتا جس طرح
تو نے خود اپنی ثناء فرمائی ہے کیونکہ یہ حمد بہت جامع
اور وسیع ہے۔ اور اگر کسی مذکورہ محامد میں سے کوئی
حمد یاد نہ ہو تو تین بار الحمد للہ پڑھے یا سورہ
فاتحہ یا آیۃ الکرسی حمد و ثنا کی نیت سے پڑھے، ان سے
بہتر ثناء نہ پاؤ گے، اور پھر آخر میں ہی پاک صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم پر درود سلام گیارہ مرتبہ پڑھے کیونکہ درود
شرعی کے بغیر کوئی دعا قبول نہیں ہوتی اور سلام کا بھی
حکم ہے تاکہ دونوں کی فضیلت ہو جائے، اور بعض علماء نے
دونوں میں سے ایک پر اکتفاء مکروہ قرار دیا ہے اس لئے
دونوں کو ملا کر پڑھنے سے اس خلاف سے بچے گا۔
پھر مجھ بندہ کو یہاں درود و خیر جو آپ سے مروی ہے

وَمِنْهَا اللَّهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ كَمَا يَنْبَغِي لَجَلَالٍ وَجَهْلٍ
وَعَظِيمٍ سُلْطَانِكَ وَمِنْهَا اللَّهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ
شُكْرًا وَلَكَ الْعَمَلُ فَضْلًا، وَمِنْهَا اللَّهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ
كَمَا نَقُولُ وَخَيْرًا مِمَّا نَقُولُ إِلَى غَيْرِ ذَلِكَ مِمَّا
وَرَدَتْ بِهِ الْأَحَادِيثُ فَلْيَجْمَعْهَا أَوْ لِيَكْتَفِ
بَعْضُهَا، وَلِيَعَجِبْنِي أَنْ يَخْتِمَهَا بِقَوْلِهِ اللَّهُمَّ
لَا أَحْمَدُكَ ثَنَاءً عَلَيْكَ أَنْتَ كَمَا أَثْنَيْتَ عَلَى نَفْسِكَ
فَإِنَّهُ مِنْ أَجْمَعِ حَمْدٍ وَأَوْسَمِ ثَنَاءٍ عَلَيْهِ
سَبِّحْنَهُ وَتَعَالَى وَمَنْ لَوْ يَحْسِنُ مِنْ ذَلِكَ
شَيْئًا فَلْيَقُلْ الْحَمْدُ لِلَّهِ تَلَا أَوْ لِيَقْرَأِ الْفَاتِحَةَ
أَوْ آيَةَ الْكُرْسِيِّ بِنِيَّةِ الثَّنَاءِ فَلَا يَجِدُ ثَنَاءً
أَفْضَلَ مِنْهَا ثَوْبِي وَبِسْمِ اللَّهِ عَلَى
الْمُتَّبِعِي صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحَدِي
عَشْرَةَ مَرَّةً أَذْكَاءَ مِنْ ثَنَاءٍ دَعَاءٍ إِلَّا بِالصَّلَاةِ
عَلَيْهِمْ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَمْرًا بِالسَّلَامِ
أَحْمَرًا مِنَ الْفَضْلِ وَأَحْمَرًا مِنْ الْخَلْفِ فَإِنَّ
مِنْ الْعُلَمَاءِ مَنْ كَرِهَ الْأَفْرَادَ ثُمَّ الْعَبْدُ
يَخْتَارُ هَذَا الصَّنُوعَ الْقَوِيَّةَ الْمَرْغُوبَةَ عَنْ
سَيِّدِنَا الْقَوِي الْأَعْظَمِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ،
وَهِيَ اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى (سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا) مُحَمَّدٍ

سیدنا مولانا کا لفظ اس فقیر نے بڑھایا ہے، یہ
لفظ ہمارے مشائخ کا نہیں، یہ اضافہ جائز ہے جیسا کہ
امیر المؤمنین عمر فاروق اور ان کے صاحبزادے عبداللہ
(باقی بر صفحہ آئندہ)

حکمہ اعلم ان لفظہ سیدنا و مولانا صرف
نویادات الفقیر علی ما بلغنا عن مشایخنا
وقد تراءى امیر المؤمنین عمر و ابنہ عبد اللہ

پسندیدہ ہے اور وہ یہ ہے: اے اللہ! ہمارے آقا و
مولیٰ محمدؐ خود و کرم کی کان پر رحمت نازل فرما اور آپ کی
آل پر اور سلامتی نازل فرما۔ جس کو یہ بندہ یوں پڑھتا
ہے اے اللہ! ہمارے آقا و مولیٰ محمدؐ خود و کرم کی کان
پر اور آپ کی برگزیدہ آل اور کریم بیٹے اور برگزیدہ امت
پر صلوة و سلام فرما اے برگزیدوں کے برگزیدہ! اس کے
بعد دینہ منورہ کی طرف دلی توجہ کر کے گیارہ مرتبہ یوں
پڑھے ایا رسول اللہ یا نبی اللہ! میری مدد کر، اور
اسے حاجات فوری کرنے والے! میری حاجت کے
برائے ہر نے میں مدد فرماؤ۔ اور بحر عراق کی طرف قدم
برجھانے، اور ہمارے ہاں عراق شمال مغرب میں ہے
یہ میرے آقا حضرت تہذیب رضی اللہ عنہ نے بیان کیے
اور یہی دینہ منورہ اور کربلا معلیٰ کی بہت ہے۔ اور
اس جہد ضعیف نے اپنے ملاقات بریلی سے دربار بغداد
کی جست جوی میٹری کی بنیاد پر متعین کی ہے یوں کہ بغداد
کا عرض لمصلحت اور اس کا طول مدح اور برکتی کا

معدن الجود والکرم وآلہ وسلم والعبد
يقول لها هكذا اللهم صل على سيدنا ومولانا
محمد معدن الجود والكرم وآلہ الكرام
واينہ الكريم وامتہ الكريمة يا اکرم
الاكرمين وبارک وسلم ثم ليتوجه
بقلبه الى المدينة الطيبة و
ليقل احدى عشرة مرة يا رسول الله
يا نبی الله اغثنی واميدونی فی قضاء
حاجتی یا قاضی الحاجات ثم یخطو
الى جهة العراق و هو من
بلاد نابین الشمال والمغرب افادة
سیدی حمزة رضي الله تعالى عنه
وهی ايضا جهة المدينة المنورة وكربلاء و
العبد الضعیف قد استخرج جهة حضور بغداد
من بلد تابر بل بالموافقة البرهانية على ان
خرجها المصنف و طولها مائة وعرض بریلی

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے تجلیہ کے الفاظ میں زائد الفاظ
شامل کئے، اور ہمارے علماء نے بھی درود شریف میں
”سیدنا“ کا لفظ بڑھایا جیسا کہ دو مختار میں ہے تو اس کے
غیر میں بھی جائز ہوگا، نیز دلائل الخیرات میں ترکی کا
قصہ معلوم ہے جبکہ ولایت بھی سیادت کے معنی میں ہے
تینتیس درجے اور یکے ثلث ۱۲ (ت)
پچاس درجے اور ۲۸ حقیقہ ۱۲ (ت)

رضی اللہ تعالیٰ عنہما علی تطبیۃ رسول اللہ
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم واجاز العلماء
تزیادۃ السیادة فی الصلوة کما فی در المنحصر
فکیف فی غیرها وقصة التركي فی قراة دلائل
الخیرات معلومة والولاية مثل السیادة ۳۳ (م)
علیه ثلاث وثلاثون درجة و ثلث ۱۲ (م)
ع ۲۵ اربعون درجة و ثانی وعشرون دقیقة ۱۲

عمر کا و طولہا عظم الرخاء الانحراف الشمالی
اعنی من نقطة المغرب الى نقطة الشمال
لحیح فیتخرج خط الزوال ویقیم علیہ
عمود الی المغرب ویبدر علیہما قوسا
یجعل من اس القاسمة مرکزاً فیجذبہا
اختصاصاً ویصل خطا بین الرأس والخمس
الاول مایل الی المغرب فهذا
الخط هو سمت حفرة
بفداد اما السدینة
انکریمة فاربع درج اعنی



عرض لمحہ اور اس کا طول عظم الرخاء اس سے شمالی
انحراف یعنی نقطہ مغرب سے نقطہ شمال کی طرف صحیح
حاصل ہوا، اب خط زوال نکال کر اس پر قائمہ کی صورت
میں عمود، مغرب کی طرف کھینچا جائے اور خط زوال اور عمود
پر اس طرح بنایا جائے کہ اس القاعدہ کو مرکز قرار دیا جائے
اور قوس کے پانچ جز بنائے جائیں اور اس القاعدہ اور



مغرب کی طرف سے پچھلے قوس کو خط
کے ذریعے طویا جائے تو یہ خط دربار
بفداد کی سمت ہوگی۔ لیکن مدینہ منورہ
نقطہ مغرب سے شمال کی جانب چار درج

سے جیسا کہ میں نے جو میثری کے متعدد طریقوں سے معلوم
کیا ہے بعد از شریف کی طرف گیارہ قدم ماد کے مطابق
درمیانہ قدم چلے کیا کلام سے یہی کھاجار با ہے اور
بعض خوانم کی طرح ذکر سے کہ وہ قدم چلنے کی بجائے
ہز تہ صرف تین یا چار انگشت آگے بڑھتے ہیں حالانکہ
یہ قدم کا فاصلہ نہیں کہلاتا، جبکہ میں گیارہ قدم کے بارے
میں حکم ہے اس نے بغیر ضرورت اور بلا عذر اس حکم سے
عدول نہیں کرنا چاہیے، اور یہ عدول غلط ہے۔ بلکہ اگر

مگر من نقطة المغرب الى الشمالی علی
ما استخرجت بعدة طرق برهانية أحادی
عشرية خطوط معتدلة متعاقبة فانه
المتبادر من الکلام لا ما يفعله بعض العوام
من انهم لا یرفعون قدم ما ولا یخطون
خطوة وانما یتقدمون کل مرة نحو ثلاث
اصابع اواربع فلس هذا من الخطوة فی شرف
وانما امرنا بالخطا فاحدول عنها بدون ضرورة

۲۸ درجے اور ۲۱ دقیقہ ۱۲ (ت)
۶۹ درجے اور ۲۰ دقیقہ، لندن کی قرینیں رصد گاہ
سے ۱۲ (ت)
۸۰ درجے اور ۱۸ دقیقہ ۱۲ (ت)
پانچ حصوں کو بیان کیا ہے کیونکہ دقیقہ بنانے میں وقت
۱۲ (ت)

عکس ثمان وعشرون درجة واحدى وعشرون دقيقة
عکس تسع وسبعون درجة وسبع وعشرون
دقيقة من قرینیں رصد لندن ۱۲ (م)
عکس ثانی عشرة درجة ومثلها الدقائق ۱۲ (م)
عکس اقصی علی التخمین لعدم الحاجة الی
تدقیق الدقائق مع ما فیہ من الدقة ۱۲ (م)

عين الخطا نعم ان كان في مضيق لا يجبر
مساغلا لخطوات المعهودة ولا الخروج
الى مندوحة فليأت بما استطاع واشهد
شاعة من هذا ما سأيت بعضهم من انه
يصلى ركعتين حتى اذا كان في آخر قراءة الاخرى
انصرف الى العراق فتخطى ثم عاد الى مكانه
فتوجه نحو القبلة واتم الصلوة ولا يدري
المسكين ان هذا هو مخالفة للوارد
مفسد لصلوته وابطال العمل حرام
ثم انقل يجب بالشروع فيلزمه القضاء
وهو لا يرمي داه ولا يدرى به
فياشم مرتين ^ب والمثل
هذا اوروف ^ب الحد يمش
المتحيد بغير فقد كالحمار
عليه في صفة هذا الصلوة من سيدنا الفومث
الاعظم رضي الله تعالى عنه كما سمعت ۱۲ (م)
عليه لان المشي عمل كثير ۱۳ (م)
عليه انما لا يبطال حاضرا الوقت وانما تسرك
القضاء يظهر عند الموت والبقاء يا شمس تعالى ۱۴ (م)
عليه اخرج ابو نعيم في الحلية عنه واثلة به
الاسبق رضي الله تعالى عنه ، ومثله قول
علي كرم الله وجهه نعم ظهري اشأت
جاہل متنتك وعالم متنتك نسأل الله
العفو والعافية ۱۵ (م)

عذر بوشی جگہ تنگ ہو اور پورا قدم چلنے کی گنجائش نہ ہو
اور کھلی جگہ نہ ملے تو پھر حسب گنجائش قدم کا خاصہ چبکا
اور اس سے بڑھ کر قابل اعتراض وہ صورت سے جو میں
نے بعض جہاں کو کرتے دیکھا کہ وہ دو رکعت پڑھتے تھے
دوسری رکعت کی قرأت کے آخر میں نماز میں ہی عراق
کی طرف منہ پھیر کر چلتے ہیں اور گیارہ قدموں کے بعد پھر
واپس پہلی جگہ پر لوٹ کر قبلہ ہو جاتے ہیں اور پھر نماز
کو مکمل کرتے ہیں ان غریبوں کو یہ معلوم نہیں کہ یہ طریقہ
مروءہ کے خلاف بھی ہے اور اس سے نماز بھی فاسد
ہو جاتی ہے، حالانکہ عبادت کو شروع کر کے توڑنا حرام
ہے۔ چونکہ نفل ہے اور نفل شروع کرنے سے لازم ہو جاتا
ہے اس لئے ان پر دو رکعتوں کی قضاء لازم ہے، جبکہ
اسے مسئلہ معلوم ہی نہیں تو قضا کیا کرے گا لہذا اس کو
دوسرا گناہ ہے۔ ایسے ہی شخص کے بارے میں حدیث میں
اس نماز کو فرشتہ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بیان کردہ طریقہ
میں جیسا کہ میں نے سنا ۱۲ (ت)
کیونکہ چلنا، کثیر عمل ہے ۱۳ (ت)
ایک جاری عبادت کو توڑنا وقتی گناہ اور دوسرا گناہ قضا
کا ترک جو صورت کے وقت ظاہر ہوگا البیاض باللہ تعالیٰ ۱۴ (ت)
اس کی تحریک امام ابو نعیم نے والٹرین الاستیعاب رضی اللہ
تعالیٰ عنہ سے اپنی کتاب حلیہ میں کی ہے، اور ایسا ہی
ایک قول حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی ہے
کہ وہ پیروں نے میری مکر توڑ دی ہے ایک جاہل عامل
نے اور دوسرے حشد و عالم نے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے
معا فی اور عافیت کے خواستگار ہیں ۱۵ (ت)

فی الطائفة "وأكبر انما منه شيخه
الذي علمه هذا ولا حول ولا قوة
الا بالله العلي العظيم هذا وليكن عند
التخل على هيئة الهيبة والخضوع والادب
والخشوع، وأنا احب ان يتخيل كانه حاضر
في بغداد وموقود رضى الله تعالى
عنه بين عينيه وهو راقد فيه
مستقبل القبلة الكريمة والعبد يتعمد
كرمه فيريد ان يتقدم اليه
اذ يعتريه الحياء من قبل المعاصي
فيقف حذران كانه يستأذن
ويستشفع اليه رضى الله تعالى
عنه بعبادة جسيمة و
ببشرى مقبلة "ان لم
يكن مريد عجيذا
فانا جيبنا هو

میں آیا ہے کہ بغیر طاعت کرنے والا اس گدے کی طرح ہے
جو آٹے کی چکی میں جتا ہو۔ ایسا عمل کرنے والے سے بڑھ کر
اس کا وہ شیخ مجرم ہے جس نے اسے یہ طریقہ بتایا ہے،
لا حول ولا قوة الا باللہ العلی العظیم، اور قدم پہلے وقت
خسوع، خضوع اور ادب و ہیبت کی کیفیت ہوئی چاہئے،
اور مجھے یوں پسند ہے کہ اس وقت یوں خیال کرے کہ
وہ بغداد شریف میں آپ کی مرقہ شریف کے سامنے حاضر
ہے اور اسے دیکھ رہا ہے اور یہ خیال کرے کہ حضور
خوش اعظم اپنی قربانوں میں قبلہ دوسوے سوئے ہیں اور
قدم پہلے والا بندہ آپ کے کرم پر اعتماد کرتے ہوئے آگے
بڑھنے کا ارادہ کئے ہوئے ہے گواپنے گناہوں کے
پیش نظر آگے جانے میں حیا کرتے ہوئے حیران کھڑا
ہو جاتا ہے اور گویا اب آپ سے بڑھنے کی اہازت طلب
کرتا ہے اور آپ سے شفاعت طلب کر رہا ہے کیونکہ
آپ کا بخود سما کیسے ہے اور آپ کی یہ بات بشابت
ہے کہ اگر میرا مرید خوب نہیں میں تو خوب تر ہوں۔ "مقام

امام شنطوفی نے بھجۃ الاسرار میں شیخ امام ابو الحسن علی
قرشی سے تحریر فرمائی ہے کہ میرے آقا حضرت شیخ
محمد الدین عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ
بدرہ ترک و از ایک دفتر مجھے عطا کیا گیا جس میں میرے
(باقی بر صفحہ آئندہ)

عہ اخیر الامام شنطوفی رضى الله تعالى عنه
في بهجة الاسرار عن الشيخ القدوة ابن الحصى
علي القرشي قال قال سيدى الشيخ محي الدين
عبد القادر الجيلي رضى الله تعالى عنه اعطيت

كذلك وهو رضى الله تعالى عنه ينظر اليه و
يعلم فقره وحياءه اذ ياتي الكرم العبيد
فيشفع للعبد الاثيو فلا نه رضى الله تعالى
عنه يقول اذنت لهذا الفقير المضطرب ان
ينظروا في تلك الخطوات، ويدكر فيها
المسمى ولا ينشئ المعاصي عندي فاني
انا ضيقه وكفيل مهماته في الدنيا
والآخرة فينشط العبد ويتقدم على
اقدام الوجد قاشلا على كل خطوة
يا غوث الثقلين ويا كريم الطرفين
فانه رضى الله تعالى عنه حسنى الابرار
حسينى الابرار اغثنى و امددنى في
قضاء حاجتى يا قاضى الحاجات

بڑھانے والے کی اس کیفیت کو آپ دیکھ رہے ہیں
اور اس کے فقر و حیا کو جان کر آپ وسیع کرم فرمائیں گے
اور اس بندے گنہگار کی شفاعت فرمائیں گے، اور
گویا یہ فرمائیں گے کہ میں اس فقیر تنگ دست کو اپنی طرف
قدم بڑھانے کی اجازت دیتا ہوں، یہ چلتے ہوئے میرا
نام ذکر کرے اور میرے پاس آکر اپنے گناہوں کا فکر
نہ کرے کیونکہ میں دنیا و آخرت میں اس کی مشکلات کا
کفیل اور ناسخ ہوں، تو بندہ یہ سن کر خوشی کا اظہار
کرتے ہوئے آگے بڑھتا ہے اور ہر قدم پر وجہ دانی
کیفیت میں یا غوث الثقلين، یا کریم الطرفین پکارتا
ہے (کریم الطرفین اس لئے کہ آپ والدہ کی طرف سے
حسنی اور والدہ کی طرف سے حسینى ہیں) اور کہتا ہے
میری حاجت بہت بڑی ہے میری مدد کرو اسے حاجات کو

(بقیہ ماثیلہ صفحہ ۶۴۷)

سجلا بعد البصر فی اسماء اصحابی و مریدیائی
یوم القیمة وقیل فی قد و هو انک سألت
ما لکا خانن الناس هل عندک صفت
اصحابی احد افعال لا و عسرة مرابط و
جلالہ ان یدی علی مریدی کا اسماء علی الارض
ان لوکن مریدی جید افا ناجید و عسرة دبی و
جلالہ لا یرحت قد ما یمن بین یدی دبی حق
ینطق بی و بکم الی الجنة ^ط الحمد لله رب العالمین
الکرم عظیم والرجاء عظیم (۱۱) آمین (۱۲)

ساتھیوں اور مریدی کے نام ہیں جو قیامت تک میرے
سلسلے میں داخل ہوں گے مجھے لکھا گیا ہے آپ کی حکمت ہے
اور میں نے جہنم کے غارت فرشتے سے پوچھا کہ کیا تیرے
پاس میرے اصحاب میں سے کوئی ہے؟ تو اس نے
نعمی میں جواب دیا۔ اس پر حضور فرشتہ الاعظم رضی اللہ عنہ
نے فرمایا کہ مجھے رب ذوالجلال کی عزت کی قسم کہ تمام مریدی
پر میرا ہاتھ ایسے ہے جیسے زمین پر آسمان سایہ علق ہے۔
اور فرمایا، اگر میرا مرد خوب نہیں تو میں خوب تر ہوں، اور
سب ذوالجلال کی عزت کی قسم میں اس وقت اللہ تعالیٰ کے
دربار سے حرکت نہ کروں گا جب تک مجھے اور تم سب کو جنت کا پیغام نہ مل جائے گا، الحمد للہ رب العالمین (۱۲) آمین (۱۳)

ثم ليبدع الله سبحانه وتعالى متوسلا اليه
بجاء سيد المرسلين صلى الله تعالى عليه
وسلم ثم بجاء ابنه هذا السيد الكريم غوثنا
الا عظم رضي الله تعالى عنه ، ولي اربع آداب
البدعاء المذكورة في كلمات العلماء كالصالحين
الطيبين وغيره ومن احسن من فضلها وجمع
شتاتها مقدما للمحققين امام المذققين
العالم الرباني سيدي والددي قدس
سره الزكي في كتابه الشريف احسن الدعاء
لا داب الدعاء وقد لخصها تلخيصا حسنا

پورا کرنے والے اس کے بعد اللہ تعالیٰ سے حضور علیہ
السلام اور ان کے صاحبزادے (غوث اعظم) کے
وسیطے دعا کرے ، مذکورہ دعائیں ان آداب کا
خیال رکھے جو علامہ کرام نے ذکر فرمائے جیسا کہ حصین
وغیرہ کتب میں مذکور ہے۔ مختلف دعاؤں کو جمع کرنے
اور فضیلت بیان کرنے والوں میں میرے والد گرامی
نے اپنی کتاب احسن الوعار لا داب الدعاء میں
بہترین دعاؤں کو ذکر فرمایا ہے اور پھر ان کا خلاصہ
محققین کے امام ، مدققین کے پیشوا ، عالم ربانی ، میرے
آقا والد گرامی قدس سرہ نے اپنی بہترین کتاب

حسن هو البهجة المزاجية بالهدى النجم
الجزاهر ، حاشي السخن ، مآحق الظنون انعام
الفاضل الفاضل كامل ، الحاج الزائر ، المجامع
المطابخ مولانا مولوی محمد تقی علی خان
السجدي السني الحنفی القادي البوكافي البريلوي
اجل خلفاء ، حضرة شيخنا ومرشدنا بحر
الرحمة مولانا النعمان حضرة السيد الشاه آل
الرسول الاحمدی مارہروی قدس اللہ تعالیٰ
سرہما و افاض حلینا برہما اولی رحمہ
اللہ تعالیٰ متھل رجب تکلمہ و نشانی مجبور
العلوم والعرفان تفسر علی ایہ الفاضل اجل
العارف الاكمل مولانا مولوی محمد رضا
علی خان قدس سرہ وصفت تعبا تیف

یہ گھر اسناد ، روشن چاند ، بچنے والا ستارہ ، سنت کی تھمت
والد اور نقوش کوٹھانے والا ، عالم باطل ، کامل فاضل
الحاج اور مدینہ منورہ کی زیارت والا ، فقر کا جامع ،
مولانا مولوی محمد تقی علی خان محمدی بشتی ، حنفی ، قادری ،
برکاتی ، بریلوی ، خلیفہ اجل حضرت ہمارے شیخ ، مرشد ،
رحمت کے دیبا ، نعمت کے مالک ، حضرت شاہ آل بریل
احمدی مارہروی (قدس اللہ سرہما) اللہ تعالیٰ ان کی
بھلائی کا ہم پر فیضان فرمائے ، آپ کی پیدائش ابتدائے
رجب ۱۲۴۶ھ میں ہوئی ، انھوں نے علمی اور عرفانی
ماحول میں پرورش پائی اور اپنے والد فاضل اجل عارف
اکمل ، مولانا مولوی محمد رضا علی خان قدس سرہ سے علم
حاصل کیا ، اور ۲۵ کے قریب تصنیفات جلیلہ تصنیف
فرمائیں ، اور ان کتب میں سے یہ کتاب جو اہل البیان
(باقی بر صفحہ آئندہ)

فی باب الحج من کتابہ المستطاب جواهر
البیان فی اسرار الارکان ولید آسیا اسرار
الراحمین ثلاثاً من قالہ ناداه ملک
موکل بہ ان اسرحم الراحمین قد اقبل
علیک ویتابدیع السموات والارض عنک
یا ذا الجلال والاکرام فانه اسم الله الاعظم
على قول وکن التبیح سیدنا ذی النون
على نبینا الکریم وعلیه الصلوٰۃ والتسلیم
ولیک ختمة یا مبین ثلاثاً فانه خاتمة الدعاء
ومخاصة الله تعالی به هذه الامة
المرحومة وبالصلوة والسلام على خاتمة
النبییین والمحمد ^ع الله رب العالمین لیکون
البداء وختم کلامها بالصلوٰۃ على واهب
الصلوٰۃ صلی الله تعالی علیہ وسلم فان
الدعاء طائر والصلوٰۃ جناحه فبدلک یتم
الجناحان ولان الصلوٰۃ علیہ الصلوٰۃ و

جو اسر البیان فی اسرار الارکان کے باب الحج میں بیان
فرمایا اور دعا کی ابتداء میں "یا ارحم الراحمین" تین
مرتبہ کہے کیونکہ جو شخص یہ کہتا ہے تو اس کو فرشتے
جواب میں کہتے ہیں کہ بیشک ارحم الراحمین تیری طرف
متوجہ ہے اور "یا بدیع السموات والارض یا ذا الجلال
والاکرام" بھی ابتداء میں پڑھے کیونکہ ایک قول کے
مطابق "یا مبین اعظم ہے، ایسے ہی حضرت سیدنا
ذی النون علیہ السلام کی قصیمات باری تعالیٰ کو، ابتداء
میں پڑھے اور دعا کے آخر میں تین مرتبہ آمین کہے کیونکہ
یہ دعا کی ختم ہے اور یہ خاص اس اُمت مرحومہ کو علیہ
ہے، اور دعا کے بعد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر
درود و سلام، اور الحمد للہ رب العالمین پڑھے تاکہ
دعا کی ابتداء اور اس کا خاتمہ نمازیں عطا کرنے والے
نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے درود شریف پر ہو جائے
یہ اس لئے کہ دعا ایک پرنوس ہے اور درود شریف اس کا
پرنس اور اس لئے بھی کہ درود شریف مقبول ہے،

(بقیہ حاشیہ سفر گزشتہ)

بے مثل ہے، اور ایک سورہ المسد منسوخ کی
تفسیر منہ مانی ہے اور ایک سرور القلوب فی
ذکر المحبوب، اور ایک اصول الرشاد
لقصص مبانی الفساد، اور اذاعة الشام لما فی عمل
المولد والقیام وغیرہ ذلک ہیں۔ اور آپ کی دعا
آخر ذیقعدہ ۱۲۹۷ھ میں چھوٹی، رحمۃ اللہ علیہ
رحمۃ واسعۃ (ت)

جلیلة تاقت خمسة وعشرين من اجلها هذا
الکتاب جواهر البیان الذی لم یزل فی بابہ
والتفسیر الکبیرة لسورة الانشراح وتسود
القلوب فی ذکر المحبوب و اصول الرشاد لقصص
مبانی الفساد و اذاعة الاشام لما فی عمل
المولد والقیام وغیر ذلک توفی سلخ ذی القعدہ
سنة ۱۲۹۷ھ رحمہ اللہ تعالیٰ برحمۃ واسعۃ (م)

السلام مقبولة لا شك فاذا استجيب الطرفان
فان الله تعالى احكم من ان يدع ما بينهما
وليكن الدعاء وتوافقات الله وترى حب الوتر
وليصل بعد كل مرة على النبي صلى الله
تعالى عليه وسلم فانه لو يرثي اجلب للاستجابة
من الصلوة والسلام على هذا النبي الكريم
عليه وعلى آله افضل الصلوة والتسليم
وليجهت هذا انت تخرج دعة فانها علم
الاجابة فانت لم يرك فليتبك فمن تشبه
بقوم فهو منهم ثم المختار عندك انت
يبقى حيث الدعاء ايضا كما هو مستقبل
الجهة العراقية فانها كما اسمعناك جهة
الشفعاء الكرام ولا عليه ان لا ينحرف
الى القبلة وقد سأل ابو جعفر المنصور
ثلاث الخلفاء العباسيين

ترجب دعاء کے ابتداء وانتهاء میں درود ہر گاہ تو اللہ
تعالیٰ کے کرم سے بعید ہے کہ وہ درمیان میں دعا کو قبول
نہ فرمائے، اور دعائیں ترک کا لحاظ ہونا چاہئے کیونکہ
اللہ تعالیٰ وتر ہے اور وتر کو پسند فرماتا ہے اور ہر بار
درود شریف پڑھے کیونکہ درود شریف سے بڑھ کر کوئی
چیز مقبولیت کو حاصل کرنے والی نہیں ہے صلی اللہ تعالیٰ
علیٰ النبی الکریم وآلہ افضل الصلوة والتسليم ۱۸ اور
کوشش کرے کہ دعائیں آفسوگلیں کیونکہ یہ بھی قبولیت
کی علامت ہے، اگر دنا آئے تو روئے والی صورت
بنائے کیونکہ جو کسی کی مشابہت اختیار کرتا ہے وہ بھی
انہی میں شمار ہوتا ہے پھر مجھے یہ پسند ہے کہ دعا کے
وقت بھی عراق کی طرف متوجہ رہے کیونکہ یہ جنت شفا
والوں کے سبب سے ہم پہلے بیان کر چکے ہیں، لہذا اس
دعائیں قبل کی طرف متوجہ نہ رہتے ہیں کوئی مضائقہ
نہیں ہے۔ ابو جعفر منصور خلیفہ ثانی خاندان عباسیہ نے

عنه قال الفقير احمد رضا غفر الله تعالى
له ابتائنا سواج الحنفية عبد الرحمن
بن عبد الله السراج المكي عن صفق الحنفية
بجمال بن عمر المكي عن المولى عابد السندی
المدني عن الشيخ مبالم الطلافي عن محمد
بن سنة عن الشرفين محمد بن عبد الله عن
محمد بن اركماش عن الحافظ ابن حجر العسقلاني
عن ابی اسحق القنوجي عن ابی المواهب مريم

فقير احمد رضا غفر له كتب في كماله خبري حنفیوں کے چراغ
عبد الرحمن بن عبد الله سراج مکی نے، انہوں نے حنفیوں
کے صفی جمال بن عمر مکی سے روایت کی، انہوں نے
آقا عابد سندی مدنی سے، انہوں نے شیخ صالح طلانی
سے، انہوں نے محمد بن سنہ سے، انہوں نے شرفین
بن عبد اللہ سے، انہوں نے محمد بن اركماش سے، انہوں
نے حافظ ابن حجر عسقلانی سے، انہوں نے ابواسحق
قنوجی سے، انہوں نے ابومواہب ریم بن ابی عامر
(بقیہ بر صفحہ آئینہ)

عالم المدینۃ مالک بن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ
یا ابا عبد اللہ استقبال القبلة وادعوا ما استقبال
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فقال
ولم تصرون وجهک عنہ وهو وسیلتک ووسيلة
ابیک آدم علیہ السلام الی اللہ عز وجل یوم
القیعة بل استقبالہ واستشفع بہ فیشفعک
اللہ تعالیٰ ان فیمن فعلہ لک موقنا بقلیہ
(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

بن ابی عامر یحییٰ بن عبد الرحمن بن ربیعہ انما
الحسن بن علی الغافق اجازنا القاضی عیاض
شنا القاضی ابی عبد اللہ محمد بن
عبد الرحمن الاشعری وابو القاسم
احمد بن یحییٰ الحاکم وغیرہ احد فیما اجازونہ
قالوا ابوجہاس احمد بن عمر بن طلہا
نا ابوالحسن علی بن فہر ابوبکر محمد
بن احمد بن فرج نا ابوالحسن عبد اللہ بن
صناب نا یعقوب بن احمق بن ابی اسرائیل
نا ابن حمید قال ناظر ابو جعفر اصیر
المؤمنین مالک فذاکر الحدیث وفیہ و
قال یا ابا عبد اللہ ما استقبال الحدیث
۱۲ منہ یحفظہ اللہ تعالیٰ
ابن ۱ - (م)

ایک دفعہ حضرت امام مالک عالم مدینہ رضی اللہ تعالیٰ
عنہ سے سوال کیا کہ میں قبلہ رو ہو کر دعا کروں یا حضور
علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف متوجہ رہوں، تو امام
مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ
والسلام سے اپنا چہرہ نہ پھیر کر کیونکہ تیرا دیر سے
باپ حضرت آدم علیہ السلام کا قیامت کے روز اللہ تعالیٰ
کے دربار میں وسیلہ ہیں بلکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی

یہی بن عبد الرحمن بن ربیعہ سے، انہوں نے کہا کہ مجھے
حسن بن علی غافق نے خبر دی، انہوں نے کہا کہ مجھے قاضی
عیاض نے اجازت دی، انہوں نے کہا کہ مجھے حدیث بیان
کی قاضی ابو عبد اللہ محمد بن عبد الرحمن اشعری اور ابوالقاسم
احمد بن یحییٰ حاکم وغیرہ نے مجھے اجازت دی اور انہوں
نے فرمایا کہ ہمیں بیان کیا ابو جہاس احمد بن عمر بن طلہا
نے انہوں نے کہا کہ مجھے بیان کیا ابو الحسن علی بن فہر ابوبکر
محمد بن احمد بن فرج نے انہوں نے کہا کہ مجھے بیان کیا ابوالحسن
عبد اللہ بن صناب نے، انہوں نے کہا کہ مجھے بیان کیا
یعقوب بن احمق بن ابی اسرائیل نے، انہوں نے کہا کہ مجھے
بیان کیا ابن حمید نے اور کہا کہ ابو جعفر امیر المؤمنین نے
امام مالک سے بحث کی اور پوری حدیث بیان کی اور اس
میں سہ کہ ابو جعفر نے کہا اسے ابو عبد اللہ (مالک) ہیں
کس طرف منہ کروں الحدیث ۱۲ منہ اللہ تعالیٰ اس کی
حفاظت فرمائے۔ (د)

ملہ کتاب الشفاء فصل واعلم ان حرۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مطبوعہ مطبعۃ شریکۃ صحافیۃ بلاد عثمانیہ ۲۵/۲
نسیم الریاض شرح شفاء - - - - - دار الفکر بیروت ۳۹۸/۲

غیر مستعجل من مر به یقول دعوت فلو
 یعبی فی قضی اللہ تعالیٰ حاجتہ ما لم
 یدع باثم او قطیعة رحم فہذہ صفتہا و
 اللفظ الکبریٰ مکتب فیہا بالحمرة ، و ما
 علیہ خط احمر فہو الذی یلفنا عن
 مشایخنا قد ست اسراس ہم ، و ما دون
 ذلک فہو من ہذا العبد الاثم غفر
 اللہ تعالیٰ لہ ولیعلمن العارف
 انت ما ذکرته لا یرکت الی خلاف
 لحدیث من الکلمات العلییۃ ، و لا
 فیہ علیہا زیادۃ اجنبیۃ ، و انما
 ہو تصریح مطوی ، او توضیح
 منوی ، او تبیین مجمل ، او تعیین
 افضل ، معتمد فی ذلک علی احادیث
 کثیرۃ ، اشترت الیہا فی جمل
 یسیرۃ ، یعرفہا الساہر کالشمس
 فی قف ، و یمرا لافل کانت
 لریکن شیئ ، فعبادت بہ حمد
 اللہ عروسا ملیحۃ ، مکشوفۃ
 النقاب عن عوارضہا الصبیحۃ ،
 بحلیتہا حلیمتہا ، ثم اجتلیتہا ،
 قال محمد للہ اولاد اخیسرا ، و باطنا
 وظاہرا ، و العا مول من نطف مولنا
 انشاء محمد ابراہیم ، و غیرہ من
 اخواننا القادریۃ سلمہم المولیٰ الکبریٰ ،

طرف متوجہ ہو کر ان کشفیج بن اللہ تعالیٰ تیرے لئے ان کی
 شفاعت قبول فرمائے گا ، جو شخص دل یقین سے یہ دعا
 کرے گا اللہ تعالیٰ اس کی حاجت کو پورا فرمائے گا
 بشرطیکہ عجلت سے کام لیتے ہوئے مایوسی کا اظہار نہ کرے
 کہ میں نہ دعا کی اور قبول نہ ہوئی یہ دعا قبول ہوگی جبکہ
 اس میں کسی غمناہ یا قطع رحمی کا سوال نہ ہو ۔ صلوة الاسرار
 کا یہ طریقہ ہے (آپ کی طرف بھی گئی تحریریں) اصل منقول
 الفاظ سرخ سیاہی سے لکھے گئے ہیں اور جن الفاظ پر
 سرخ خط ہے وہ الفاظ ہیں اپنے مشائخ کرام سے
 پہنچے ہیں ان کے علاوہ باقی الفاظ مجھ گنہگار بندے کے
 زائد کردہ ہیں اور عارف شخص ضرور جانے کہ میرے ذکر کردہ
 الفاظ اصل کلمات کے ذرہ بھر خلاف نہیں ہیں اور نہ ہی
 یہ کوئی اجنبی زیادتی ہے بلکہ یہ مخفی کی تصریح اور نیت میں
 مراد کی وضاحت ہے یا پھر مجمل کا بیان یا افضل کی
 تعیین ہے اور یہ سب کچھ کثیر احادیث سے اخذ کردہ ہے
 جن کی طرف میں نے مختصر جملوں میں اشارہ کیا ہے جن کو
 ماہر خوب جانتا ہے جس طرح دوپا اور سایہ کی معرفت
 دکھتا ہے اور غافل شخص کوئی توجہ کئے بغیر گزر جائے گا ،
 الحمد للہ ، صلوة الاسرار کا طریقہ ، دلکش و لمن جس کے
 خواہ صورت رخسار سے نقاب اٹھایا گیا ہو ، کی طرح
 واضح طور پر حاصل ہو گیا ، میں نے اس دلن کو زیورات
 سے آراستہ کر کے مزید چلا دی ہے ، الحمد للہ اولاد آفرین
 باطنا و ظاہرا ۔ مجھے مولانا شاہ محمد ابراہیم (سائل) کی
 مہربانی سے موقع اور امید ہے کہ وہ اور دوسرے بہادر
 قادری بھائی (اللہ تعالیٰ ان کو سلامت رکھے) اس

ان لا يتسوا هذا الفقير في صالح دعائهم ،
غيب هذا الصلوة وفي سائر انائهم ، و
يسمحو له بسؤال المغفرة ، وكمال
العافية في الدنيا والآخرة ، والعبيد
يدعونه ولهم ، والدعاء يغني عن ذرور
واظم ، لا سيما دعوة المسلم لا خيه بظهر
الغيب ، طهرنا الله جميعا من كل عيب ،
ووقانا شؤرا الجهل والريب ، وحشرنا
طرا في الامة المحمدية ، والجماعة
المباركة الشفعية الشفقة ، والزمرة
الكريمة القادسية القادرية ،
انه على ما يشاء قدير ، فنعم السموي
ونعم النصير ۔

لطيفة نظيفة : بامر رضى الله
تعالى عنه ان يخطوا احدى عشرة خطوة ،
علم ان هذا العدد مزينة اختصها
بالحضرة القادرية من من رضى الله
تعالى عنه وليس ان القادرية هم اختاروه لكون
العرس الشريف في المحادی حشرو لکن لم اکن اعلم
سوا في ذلك حق صلیت فی شاهیما ابدا

صلوة الاسرار کو پڑھنے کے بعد کسی محل پر بھی اس فقیر کو
اپنی دعاؤں میں نہ قبولیں گے ، اور اس کے لئے مہربانی
فرماتے ہوئے مغفرت اور دنیا و آخرت میں عافیت
کی دعا کریں گے ، اور یہ بندہ بھی ان کے لئے دعا گو
رہے گا۔ حقیقت یہ ہے کہ ہتھیاروں اور قلعوں سے
دعا مستغنی کر دیتی ہے خصوصاً وہ دعا جو پس پشت
مسلمان بھائی کے لئے کی جائے۔ میری دعا ہے کہ اللہ
تعالیٰ ہم سب کو ہر قسم کے عیب سے پاک فرمائے
اور جمالت کے شر و شک سے محفوظ فرمائے اور ہم سب
کو اُمت محمدیہ میں اٹھائے اور اہل سنت و جماعت
کی مبارک اور قیمتی جماعت اور سلسلہ کو حیرت انگیز میں شامل
رکھے ، اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے اس پر قادر ہے پس
وہ اچھا ہے اور اچھا آقا ہے ۔

پاکیزہ لطیفہ : حضور غوث اعظم کے حکم کے
مطابق گیارہ قدم چلے اور یہ یقین کرے کہ اس عدد کو
خاص خصوصیت دربار قادریہ سے حضور غوث اعظم
رضی اللہ عنہ کے ناز سے حاصل ہے ، اور یہ خیال
ذکر سے بعد میں قادری سلسلہ والوں نے گیارہویں مرتبہ
کی مناسبت سے ایسا کیا ہے۔ لیکن مجھے خود گیارہ
قدموں کا راز معلوم نہ تھا حتیٰ کہ ایک میں شش پچاس آباد

عنہ علی قاعدة دیا والمهند المعروفة بدھلی
وكان ذلك سنة اثنتين بعد الالف وثلاثمائة
حين شدت اليها رحلی قاصدا زيارة سيدي
سلطان الشايخ نظام الحق والدين قدس الله
تعالى سرور المكين ۱۲ منہ (م)

یہ ہندوستان کا مرکزی مقام (ضلع) ہے جو دہلی کے نام سے
معروف ہے اور یہ واقعہ ۱۳۰۲ھ کا ہے جب میں وہاں
سیدی سلطان الشایخ نظام الدین قدس سرہ کی
حاضری کے لئے وہاں گیا ۱۲ منہ (ت)

میں رات کے وقت صلوٰۃ الاسرار پڑھی اور میں پوری توجہ قلبی سے مصروف تھا اور میرا اللہ راز کی طرف ذرا بھی التفات نہ تھا کہ میرے دل پر ایک عظیم راز دار تجلی چلی، خدا کی قسم مجھے معلوم نہ ہو سکا کہ کب اور کس طرح یہ چمک آئی جبکہ وہ میرے دل میں سرایت کر چکی تھی میں نے نماز سے فارغ ہو کر غور و تأمل کیا تو وہ میری مراد اور خواہش میری تمنا کے مطابق تھی وہ قلبی تھا، یہ تھا کہ گیارہ کے عدد میں ایک دہائی اور ایک کا عدد ہے، اور ۱۶ بچہ کے حساب سے، دس کا حرف "ی" اور

فَات لَيْلَةَ صُلُوۡةِ الْاَسْرَارِ وَاِنَّا مُقْبِلٌ عَلَيْهَا بِشَرِّ النَّظَرِ قَلْبِي مَا كَانَتْ مَعِيَ التَّفَاتَةُ اِلَى ذٰلِكَ اِنَّ لَمَعْتَ بِاِسْرَاقَةِ سِرِّ جَلِيلٍ، فَبِخَاطِرِ كَلِيلٍ، وَاللّٰهُ اَعْلَمُ مَعْنَى جَاءَتْ وَكَيْفَتْ جَاءَتْ مَا شَهَرَتْ بِهَا الْاَدَهَى حَلِيْلَةً بِيَالِي فَتَأَمَّلْتُهَا بَعْدَ الْفَرَاحِ مِنَ الصُّلُوۡةِ فَاِذَا هِيَ كَمَا اُوْدِ وَاشْتَهَى، وَهِيَ اِنْ فَبِ اَحَدٍ مِّثْرٍ عَقْدًا وَوَحْدَةً، وَهُمَا بِالْحُرُوفِ يَاءُ وَالْعَبْدُ وَالْمَجْمُوعُ يَا اَسْتَ

یعنی مکمل طور پر ۱۲ منہ (ت)

جب کوئی عدد ایک حرف والا نہ ہو تو وہاں ترکیب ضروری ہے اور ترکیب حسب ضرورت ہوگی اگر ترکیب شنائی کافی ہو شلائی کی ضرورت نہیں اور شلائی کافی ہو تو رباعی کی ضرورت نہیں جیسا کہ ایک حرف والے کئے شنائی ترکیب کی ضرورت نہیں ہے پھر اکائیوں اور دہائیوں میں تنویم ہوگی، اور اسی طرح تنویم پر ہزار تک، لیکن خالص دہائیوں اور خالص سو کے لئے ترکیب کی ضرورت نہیں (کیونکہ ان کے لئے ایک ایک حرف ہے شلا ترکیب شنائی تمام اکائیوں کی آپس میں ہو سکتی ہے مثلاً طَبَّ، حَبَج، شَرَد، گیارہ میں جو کہ پہلے عدد ہے جس میں ترکیب شنائی کی ضرورت ہے اگرچہ کوئی دو حرف ملائے جا سکتے ہیں مگر ان حروف میں سے یہاں بعض کو لینا اور بعض کو نہ لینا بے مقصد ہے (باقی صفحہ آئندہ)

عَلَمَ اِیْ بِجَمِیْعِ اجزائہ ۱۲ (م)

عَلَمَ اَعْلَمَ اِنْ مَا لَا یُوجَدُ لَهُ حُرُوفٌ وَاَحْسَبُ فَاَلَمْ یَصِیْرْ فِیْهِ اِلَى التَّرْکِیْبِ وَیَجِبُ الْقَصْرُ عَلٰی اَقْلَمَ مَا یُمْکِنُ فَلَا یَخْتَارُ الثَّلَاثِیَّ مَا اَمَّ کَمَثَرِ الثَّنَائِیِّ وَلَا الرَّبَاعِیَّ مَا سَاغَ الثَّلَاثِیُّ کَمَا لَا یَخْتَارُ الثَّنَائِیُّ مَا وَجَدَ حُرُوفٌ وَاَحَدٌ ثُمَّ الْحَاجَةُ اِلَى التَّرْکِیْبِ اِنَّمَا تَقَعُ فِیْهَا بَیْنَ عَقْدٍ وَعَقْدٍ اِلَى مِائَةٍ وَفِی الْعُقُودِ غَیْرِ الْمِائَاتِ الْمُحْصَنَةِ اِیضًا مِنْ مِائَةٍ اِلَى اَلْفٍ ثُمَّ تَدْوِمُ اِلَى مَا لَا نَهَیَاةَ لَهُ وَذٰلِکَ لِاَنَّ الْعُقُودَ وَالْمِائَاتِ تَکُلُّ مِنْهُمَا حُرُوفٌ مَعْلُومَةٌ فَالْاِتْرَکِیْبُ الثَّنَائِیُّ مَثَلًا وَاَمَّا تَقْصُورُ بِجَمِیْعِ اَحَادٍ اِلَى اَحَادٍ کَمَثَلِ طَبَّ وَجَزَّ وَنَمَدَّ وَهُوَ فِیْ اَحَدٍ عَشْرٍ وَهُوَ اَوَّلُ مَا یَحْتَاجُ اِلَى ذٰلِکَ لَکِنْ اِخْتِیَارُ بَعْضِ مَتَّهَادُونَ یَعْنِیْ تَرْجِیْحُ بِلَا مَرْجَحِ

قدمت العقد و ای انت

ایک کا سمت الف تہ اور اگر وہ جاتی کو مقدم کریں تو وہ دونوں

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

والترکیب الطبعی ان یلحقش العقد فیوضع
حرفه ثم حروف ما تاراد علیه من الاتحاد و
هكذا یقدم الالف ثم الثانیات ثم العشرات ثم
الاتحاد ویکفی هذا الی الف وتسعة وتسعين
فلفظها غلطاً فاذا تاراد فیدور الامر فلفظان
یخ وثلثة آيات جمع ومائة الف فلفظان
الف ثم وهكذا الی ما لا نهاية له
یعرف ذلك من یعلم ارقام الهیاسة
والشجره ومن منافع هذا الوضوح
الامن من الالتباس فی غالب الصور
فان غلطاً المذكور مشققات کتب
من دون فقط لتعینت الحروف
بالوضع الطبعی فالاول لا یمکن ان یکون
ع مهمله لانه لا یتقدم ظ ولا الثانی
ظ مهمله لانها لا یتقدم من ولا الثالث
ض معجمة لانها لا تعقب ظ ولا الرابع
ظ معجمة لانها لا تعقب ض و تمام
الکلام فی رسالتنا الطیب
الاکسیر ۱۲ منہ (م)

اس نے طبعی ترکیب کو نظر رکھا ہو گا وہ یہ کہ جو وہ جاتی مقصد
ہو پہلے اسے پھر اکانی جو مقصود ہو، اگر ہزار ہو تو پہلے
ہزار پھر سو اور پھر وہ جاتی اور پھر اکانی کو ترتیب وار ذکر
کر کے ترتیب دی جائے گی یہ ترکیب ایک ہزار نو سو ننانو
سک کام دے گی، اس کے لئے حروف میں غلط
سے مرکب ہو گا، اور اس پر ایک زائد ہو تو دو ہزار ہو گا
جس کے لئے حروف میں بخ، اور تین ہزار جمع، لاکھ
کے لئے قح، اور دس لاکھ کے لئے فظ، اسی طرح
جتنا چاہے آگے جائے، جس کو علم نجوم اور ہیاسة کی
رقم کی معرفت سے خوب جانتا ہے۔ اس ترکیب کا
ایک فائدہ یہ ہے کہ انسانی ہندسوں میں غلطی سے بچ
جاتا ہے کیونکہ مثلاً غلط میں اگر لفظ د بھی یکے جلیں
تو ذکرہ حروف اپنی طبعی ترتیب کے لحاظ سے کچھ
جاسکتے ہیں کیونکہ غ کو ح اور ظ کو ح نہیں پڑ سکتے
کیونکہ اس ترکیب میں خط سے غ مقدم ہوتا ہے اور
ح مقدم نہیں ہو سکتا ہے، اسی طرح ض سے ظ
مقدم ہے خط مقدم نہیں ہو سکتا، اور آخری دو حروف
ض، ظ کو ض، ظ نہیں پڑھا جا سکتا یہ کیونکہ ض ظ
کے بعد نہیں ہو سکتا اور یہی خط بھی ض کے بعد نہیں
ہو سکتا ہے، اس لئے کہ ایک ترکیب میں بڑے عدد والا حرف
پہلے اور چھوٹے والا بعد ہوتا ہے یہی ترکیب طبعی ہے اور
یہ قدری بحث چارے رسالہ الطیب الاکسیر میں ہے (ت)

حقوں کا مجموعہ یا "سب اور اگر الٹ کریں تو مجموعہ ای" ہے جبکہ یا "نہ اور طلب کے لئے ہے اور ای" قبول منظور کے لئے ہے تو اس طرح گیارہ کے عہد میں حضور غوث اعظم کا سوال اور ادا و طلب کرنے کے گزروں سے معاملہ بھر آتا ہے ذکر جس طرح "یا" میں "ی" دہائی اور تحریر اور اس کے بعد "الف" وحدت ہے، یوں ہی سائین کثیر تعدد والے کثیر مطالبہ کرنے والے اپنے مطالبات کو دہارے میں پیش کرتے ہوئے تحریر سے وحدت کی طرف متوجہ ہوں گے (کیونکہ آپ واحد ہیں) نیز یوں بھی کر سائین اور جماعت کثیر تعدد میں ہونے کے باوجود غوث پاک کی طرف متوجہ ہونے میں کیساں ہیں خواہ وہ شہری ہوں یا دیہاتی، شہنشاہ ہوں یا گدا، ترقی یافتہ مختلف و کثیر گزروں کے ازالہ کا ڈھنگ ایک، لہذا کثرت

حکمت، و یا لنداء و ای لا یجاب فکانت فی ذلک اشارة الی معاملتہ مرضی اللہ تعالیٰ عنہ مع انسانیت و الفقراء المستغنیین فانہم فی مقام الکثرة مع کثرتہم فی انفسہم، و اذا ارادو سؤال حاجاتہم من الحضرة العلیة توجهوا الی الوحدة و کان علیہم افراغ القلوب من تشتت الخاطر مع کونہم ہنا علی منہج واحد، سواء منہم العاکف والہباد و عظیم الملک و عہدیم الزاد فقد انتخبوا ابو جہین من الکثرة الی الوحدة و

یہاں اس کا استعمال نصیحت کی طرح ہے جیسا کہ ایک قول ہے ورنہ اصل میں "اے میرے آقا! کیا آپ میری حاجت روائی فرمائیں گے، جواب میں ای واللہ ہے ۱۲ (ت)

یہ جعفری علم کی رقم کا طریقہ ہے جس میں اکائی کو دہائی پر مقدم کرتے ہیں مثلاً ہزار، سو کے بعد گیارہ کا ذکر ان کی رشتہ میں ایقہ "ہے اور نجومی رقم میں "غیا" ہے ۱۲ (ت)

یہ اضافت فضلی ہے یعنی اس کا ملک عظیم ہے اور اگر اضافت معنوی بنائی جائے تو عظیم معنی سلطان ہوگا جسے عظیم الروم ہے ۱۲ (ت)

علیہ وقوحہ ہنا علی قول انہ کنعم مطلقاً ظاہر و الا فالقدیر یا سیدی هل تقضی حاجتی الجواب ای واللہ ۱۲ (ت)

علیہ و ذلک طریق الاسقام الجفریة یقدمون فیہا الاتحاد ثم عشرات الن فالف ومائة واحد عشر یا رقاصہم ایقہ و بالاسقام النجومیة غیا ۱۲ (ت) علیہ الاضافة لفظیة ای عظیم مذکور معنویة فالعظیم بمعنی السلطان کعظیم الروم ای سلطانہ ۱۲ (ت)

هذا شأنه يا وحركة اليباء
لاضطرابهم في الطلب و تخصيصهم
الفتنة يذل ما لهم من فتنه و فيض
ببركة هذا النداء ، ثم هو راضى الله
تعالى عنه مستغرق في بحار الوحدة
رفيع مقامه عن مجامع الكثرة
فاذا نادى لكشف بلاء اورشف عطاء دعاء
انكسر الى التنزل من غيب الوحدة
الى مشاهد الكثرة و ذلك شأن
إي وانكسر يحكي التنزل و
سكون اليباء لتسكين قلوبهم فكان
المعنى انهم تحرروا من
مقام الكثرة مضطربين وهو
يونهمون متوجهين الى حضرة
الوحدة متعدين هنالك في
الرفقة والروبة و صفات
مراسى الله تعالى عنه ساكنين في
مقام الوحدة فتزل منه الى
نادى الكثرة لتسكين قلوبهم و
اصلاح خطوبهم والمخاض انه اذا ملك
يجيب و سائله لا يغيب و من عجائب

کے بعد وحدت جیسے "ی" کے بعد حالت ہے "دو طرفہ"
سے ثابت ہے۔ یہ "یا" کے لحاظ سے ہے پھر "ی" کی
حرکت، طالبین کے اضطراب، اور اس حرکت کا فتح ہونا
اس نذر کی برکت سے فتح و فیض کی علامت ہے، اور
"ای" کے اعتبار سے یہ کہ حضور غوث اعظم بحر وحدت
میں مستغرق ہیں اور کثیر اجتماعات سے آپ کا مقام
بلند و بالا ہے، جب آپ کو مصائب مٹانے اور عطیات
نچھار کر لینے کے لئے پکارا جاتا ہے تو آپ کو کرم و سخا
بحر برکت ہے کہ آپ وحدت غیب سے تنزل فرما کر
کثرت مشاہد پر توجہ فرمائیں دید وحدت سے کثرت کی
طرف رجوع ہے جیسا کہ "ای" میں آئے "اور پھر
"ی" ہے، اور "ای" کا کسر (ذیر) تنزل کی حکایت
ہے اور "ی" کا سکون طالبین کا پریشانی سے سکون ہے۔
معنی یہ تھا کہ حاجت مند و گم اضطراب کی حالت میں متفرق
طور پر مقام کثرت سے مقام وحدت کی طرف متوجہ
ہو رہے ہیں اور سب کے سب امید و خوف میں یکساں
ہیں اور آپ یعنی غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ مقام
وحدت پر ساکن ہیں، پھر آپ نداء کرنے والے کثیر لوگوں
کی طرف تنزل فرما کر ان کے دلوں کو تسکین دیتے ہیں
اور ان کی پرانہ حالت کی اصلاح فرماتے ہیں غرضیکہ
جب آپ نداء دی جانے تو آپ جواب دیتے ہیں اور

کیونکہ اس میں دہائی سے اکیائی کا انتقال
ہے ۱۲ (ت)
کیونکہ واحد کثیر پر مقدم ہے ۱۲ (ت)

علیہ فانه ينتقل فيها من العقد الى
الواحد ۱۲ (م)
علیہ فان الواحد مقدّم فیہ علی الکثیر ۱۲ (م)

سبحنہ اللہ سبحنہ وتعالیٰ ان اول الحروف
 فلا حروف فوقها وی اخر الحروف
 فلا حروف تحتها فمن ترقى من ی فلا مظهر
 له وراء ا ومن تنزل من ا فلا منزل
 له تحت ی فذلک انما سیدنا
 رضی اللہ تعالیٰ عنہ اخذ فی النظر فی بغایة
 الغایات فتقطع مطایا الکاملین دون
 سیرة فی اللہ فلذا کانست قد مر
 علی جمیع الرقاب ولذا
 قال رضی اللہ تعالیٰ عنہ الانس لهم
 مشایخ ، والجن لهم مشایخ ، وانملئکة
 لهم مشایخ ، وانشیخ کل شیء وبعثنا
 الکل کما بین السماء والارض لا تفسر فی باحد ولا
 تفسر سوا علی احدا وکن اما استکل الکملون
 سیرة من اللہ ولذا کانست
 علی ای یجمع اولهم و آخرهم ۱۲ (م)

علیہ ولا حاجة الی ابدار استثناء الانبیاء
 والرسلیین علیہم الصلوٰۃ والسلام فانہ
 مرکوز فی انھان السالین وکن العجایب
 والتابعون لهم باحسان لہا حروف فی
 محلہ وبالجملة فسیدنا رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 افضل الاولیاء الا من قائم الدلیل علی
 استثنائہ ۱۲ (م)

علیہ ہذا کنذ لك ۱۲ عنہ (م) یہ بھی اسی طرح ۱۲ منہ (ت)

علیہ ہذا کنذ لك ۱۲ عنہ (م) یہ بھی اسی طرح ۱۲ منہ (ت)

سائل کو محروم نہیں کرتے۔ اللہ تعالیٰ کے عجائبات
 میں سے سب سے بڑا کائنات پہلے حروف سے اور ثانی آخری
 حروف سے جس کے بعد کوئی حرف نہیں ہے، اگر کوئی "ی"
 سے آگے بڑھنا چاہے تو آگے الف ہی پائے گا، اور اگر
 کوئی الف سے آگے بڑھے گا تو "ی" سے آگے کوئی منزل
 نہ پائے گا تو گیارہ کے حرف یعنی "یا" سے پتا چلا کہ آپ
 دونوں طرف انتہائی مقاصد پر رسائی رکھتے ہیں اور تمام
 کالمیں حضرات سیر فی اللہ میں خوش الحظ کی سیر فی اللہ سے
 بہت پیچھے ہیں اسی لئے آپ کا قدم گردنوں پر ہے اور
 اسی لئے آپ نے فرمایا کہ انسان اور جن اور ملائکہ کے
 اپنے اپنے مشائخ ہیں جبکہ میں ان سب کا شیخ ہوں
 اور میرے اور تمام مخلوق کے درمیان زمین و آسمان کا
 فرق سب کے کسی دوسرے پر اور کسی دوسرے کو مجھ پر
 قیاس نہ کرنا اور ایسے ہی کوئی کامل شخص آپ کی سیر فی اللہ
 کو اللہ تعالیٰ سے کامل طور پر حاصل نہ کر سکا۔ یہی وجہ ہے کہ
 یعنی ان کے اول اور آخر سب کو جمع کریں گے ۱۲ (ت)
 یہاں دنیا و مرسلین کے استثناء کا اظہار ضروری
 نہیں کیونکہ یہ بات تمام مسلمانوں کے ذہنوں میں مرکوز
 ہے یوں ہی صحابہ و تابعین کا استثناء بھی معلوم ہے
 حاصل یہ کہ خوش الحظ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تمام اولیاء
 سے افضل ہیں مگر اس میں سے وہ لوگ
 مستثنیٰ ہیں جن کے بارے میں دلیل موجود
 ہے ۱۲ (ت)

ہدایتہ اتم و اوفر، و طریقہ انفع و
ایسر، و کراماتہ اکثر و اظہر، حتیٰ لحد
ینقل عشرہا ولا معشارہا عن احد من
الاولیاء قیما نعلم ذلك فضل الله یؤتیہ
من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم۔ و آخر
دعوانا ان الحمد لله رب العالمین،
والصلوة والسلام علی خاتم النبیین، محمد
و آلہ وصحبہ اجمعین، وابنہ هذا الفرد
المکین، والقوت البین، وعلینا بہم
یا ارحم الراحمین، و اوفیٰ غامد شائقین
من صفر الخیر یوم جمعہ المسلمین، سنۃ الف و
ثلثمائة و خمس، من ہجرة من اتی یا صناد
الخنس، و ردت لامرہ من المغرب استمس علی
اللہ علیہ و علی آلہ اجمعین، والحمد لله رب العالمین۔

آپ کی رہنمائی اتم اور اکل ہے اور آپ کا طریقہ آسان
و واضح ہے اور آپ کی کرامات کثیر اور غالب ہیں حتیٰ کہ کسی
ولی کی کرامات آپ کی کرامات کی نسبت عشر عشر بھی
منقوی نہیں جیسا کہ ہمیں معلوم ہے۔ یہ اللہ کا فضل ہے
جسے چاہتا ہے عطا فرماتا ہے اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا
ہے۔ ہمارا آخری اعلان ہے کہ سب قرعین اللہ رب العالمین
کے لئے ہیں اور صلوة و سلام خاتم النبیین محمد صلی اللہ علیہ
و سلم اور آپ کی آل و صحابہ پر اور آپ کے اس حاکم بیٹے
اور واضح خوش پر اور ان کے ساتھ ہم پر یا ارحم الراحمین۔
۱۳۰۵ سال کا اختتام ۲ صفر بروز جمعہ ۱۳۰۵ء کو ہوا
سن ہجری ۱۲۸۵ ذات کی ہجرت جس کو پانچ نمازیں عطا
کرائیں و تین کے حکم پر غریب سے سورت واپس پلٹنا
صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ و صحابہ اجمعین، الحمد لله
رب العالمین۔ (ت)

وصاف الرجیح فی بسملۃ التراویح

(تراویح میں بسم اللہ سے متعلق رائج قول کو بیان)

(تختم تراویح میں ایک بار جہر سے بسملہ پڑھنے کا بیان)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مسئلہ ۱۱۱ از او جہیں، مکان میر خادم علی صاحب اسسٹنٹ مرسلہ حاجی طاہر لیتوب علی خاں صاحب

۲۶ ربیع ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بیان تمام بلاد ہندوستان میں کہ سب اہل سنت و جماعت بفضلہ تعالیٰ خفی الذہب ہیں ہمیشہ سے یہی رواج دیکھا سنا کہ تمام حفاظ قرآن تراویح میں بسم اللہ شریف سارے قرآن مجید میں کسی نہ کسی سورت پڑھیں ایک بار آواز سے پڑھ لیتے ہیں اور بعض لوگ پیدائش سے کہ اس میں بہت جھگڑا اٹھاتے ہیں نیز کہ اس کا رسالہ مرسل خدمت والا ہے باتباع دو مولویوں گفتگو ہی و پانی پتی کے دعویٰ کرتا ہے کہ تراویح میں بسم اللہ بالجہر ہر سورت کے صوبے پر یا سوا سورہ برأت کے از بطن لازم ہے ورنہ ایک "سوتیرہ" اور کبھی کہتا ہے ایک "سودھ" آیت کا نقصان لازم آئے گا بسم اللہ کا جزویت اور غیر جزویت ہونا آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے آج تک تراویح منقول ہے حنفیہ کے نزدیک بھی علی سبیل القطع والتواتر ہے متفق علیہ، بلکہ اجماع امت متفق ہیں عمرو نے اس جہر سے انکار کیا اس پر زید نے اُسے کہا جسوئل نفسانی مشکک میات کے ہوا اور تحریب دین محمدی میں کر باندھ کر اصول و قواعد دینیہ سے برطرف ہوا، اس رسالہ میں ایک عبارت اور دو فتوے مولویین مذکورین سے نقل کئے صفحہ ۵ پر لکھا قاری عبد الرحمن صاحب پانی پتی قلعین الضاد ترجمہ تحفہ تذریع میں فرماتے ہیں جان لو کہ جب اہل قراءت کا اس امر میں اختلاف ہے کہ بسم اللہ ہر سورت کا جزو ہے یا نہیں، پس تمام قرآن کو تراویح میں پڑھنے

والے پڑھانے والوں کی قراءت پڑھے جو بسم اللہ کو ہر سورت کا جزو جانتے ہیں واجب ہے کہ بسم اللہ کو ہر سورت کے سرے پر پکار کر پڑھے ورنہ ختم قرآن مجید میں سے اس کو ایک سو چودہ آیتوں کا کم کرنا اور ترک کر دینا لازم آتا ہے اور جائز نہیں ہے، ان شہروں میں جہاں کے اکثر باشندے حنفی مذہب رکھتے ہیں اس کے خلاف دستور ہے، پس معلوم نہیں اس ترک و غفلت کا کیا سبب ہے فقط ہمنہ، اگر لکھا استغناء مولوی رشید احمد گنگوہی، بسم اللہ کا جہر سے پڑھنا تراویح میں مضائقہ نہیں اور نماز میں اس سے کوئی قیاحت نہیں ہوتی یہ بھی قرار کا مذہب ہے اگر حضرت شخص کی اقتداء کر دہ درست و مقبول ہے اور جو حسب مذہب حنفیہ نہ پڑھے تاہم کوئی حیب نہیں سب حق پر ہیں سبک مذہب صحیح و درست ہیں لیکن حقا قرآن مجید کو لازم ہے کہ پڑھا کریں ورنہ بموجب سند طایف مولوی عبدالرحمان صاحب کے عند الغرض ختم میں نقصان رہے گا فقط واللہ اعلم کتبہ رشید احمد گنگوہی، صفحہ ۱۰ پر لکھا استغناء قاری عبدالرحمن متا پانی پتی، زمانہ قراءت سب سے گزرا نہ اجتہاد و عمل بالسنن کا تھا نہ اجتہاد کا تھا اور مذہب مسائل اجتہاد میں ہوتا ہے نہ منقول میں اور نہ قراء کا فقط روایت و صحت پر ہے اور قرار سب اپنی اپنی قراءت کی روایت صحیح رکھتے ہیں اس میں دخل مذہب کو نہیں ہے لہذا قراءت میں کسی اہل ہوا کا خلاف نہیں ہے۔ ائمہ مذہب تا زمانہ قراءت محتاج الیہ و معصوم نہ تھے بلکہ بعد قراء کے تھے ائمہ قراءت کو پوچھنا کیا مذہب رکھتے تھے حق ہے بعد صحت روایت کے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پھر حاجت کسی مذہب اور کسی اجتہاد کی نہیں ہے اذ اصحاب الحدیث فہو مذہبی (جب حدیث صحیح ہو تو وہی میرا مذہب ہے۔) قول اخلاف کا ہے جب حدیث روایت پر مذہب اربعہ میں ہوا پھر جو کوئی کسی مذہب کا کسی قاری کی قراءت پڑھے گا اس کی قراءت میں جو ہو اس کی اتباع کرے جو کہ امام ماصم کی قراءت میں بروایت شخص بسم اللہ و میان ہر دو سورت کے ثابت ہے روایت اور کہیں حنفیہ کی کتب میں مخالفت قراءت ماصم و شخص کی استیجابا واقع نہیں ہے تو تراویح میں بسم اللہ پڑھنا جب نہ ہوا والا پڑا ختم روایت شخص میں نہ ہوا فقط واللہ اعلم بالصواب، العبد عبدالرحمان عفی عنہ، صفحہ ۲۱ پر لکھا صلوة مفروضة میں ختم مقصود نہیں اسی لئے وہاں جہر لازم نہیں وہاں اتباع ابو حنیفہ کا چاہئے اور تراویح میں مقصود ختم کامل قرآن ہے وہاں اتباع قرآن کے جہاں بسم اللہ کو جہراً پڑھنا سنا تھا تاکہ کے جائز ہے ورنہ ختم میں نقصان لازم آتا ہے چنانچہ یہی تحریر خاکسار نے بار بار قاری عبدالرحمان صاحب کی زبان بھی سنی ہے۔ اب علماء سے عرض ہے کہ یہ بیانات و فتاویٰ صحیح ہیں یا غلط اور یہاں مذہب حنفی میں کیا حکم ہے؟ بینوا تو جودوا۔

الجواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لله سرادجہارا و لیلہ و نہار احمداً سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں بہشت اور بلند دن اور

رات کو بڑی حدیں اور زیادہ بلند ہو دو اور اونچا
سلام اس ذات پر جس نے نماز میں بسم اللہ کو آہستہ
پڑھنا سنت فرمایا اور آپ کی آل و اصحاب پر جو کہ
خالص سنت کو عوام کے شورش سے محفوظ رکھنے
والے ہیں آمین آمین یا ارحم الراحمین۔ (ت)

بسم اللہ شریف کا تراویح میں ہر سورت پر جہز مذہب حنفی میں لازم و واجب ہونا محض بے اصل و
باطل صریح اور خفیہ کرام پر اقترار قبیح ہے تحصیل سنت ختم فی التراویح کے لئے صرف ایک بار کسی سورت پر
جہز کرنے کی ہماری کتب میں صاف تصریح ہے زید ہے علم اور اس کے دونوں طبقوں کی تحریر سر اسر بے تحسیر و
غیر صحیح ہے، مسلم الثبوت میں ہے:

البسلة من القرآن آية فتقرأ في
الختمة مرة واحدة

ہمک العلماء بحر العلوم اس کی شرح فرائح الرحمن میں فرماتے ہیں،
یعنی اس بنا پر چاہئے کہ بسم اللہ شریف تراویح میں
بہرے ایک بار پڑھی جائے بے اس کے سنت
ختم اور نہ ہوگی۔

یعنی جو علما بسم اللہ شریف کو جزو قرآن مجید مانتے ہیں
خواہ بے تعیین محل (جیسے علماء حنفیہ وغیرہم) یا یوں
کہ ہر سورت کی پہلی آیت ہے (جیسے علماء مشائخہ)
ان سب کے نزدیک جس نماز میں قرآن مجید کا ختم
کیا جائے جیسے تراویح، اس میں بسم اللہ شریف کا
پڑھنا ضرور ہے مگر ہمارے ائمہ و جہور علما کے نزدیک

کیا ارادہ و اکثر احوال والصلوات السامیة
والقیات النامیة علی من سن فی الصلوة
اصوار القسمیة وعلی الہ وصلیہ النفوس
الحامیة لبیضة السنة من الغوغاء العامیة
آمین آمین یا ارحم الراحمین۔

علی هذا ینبغی ان یقرأھا فی التراویح بالجہز
مرة ولا تتأدی سنة الختمة
وونہا۔

شرح مولانا ولی اللہ میں ہے:

من قال بكون البسلة جزء من القراءات
من غیر تعیین المحل او بجہز نہتھا لہ
فی اول کل سورة قال بوجوب قراءتھا
فیما یختم فیہ القرآن من الصلوة
کالتراویح الا ان الجماعة الاولی تقول
بوجوب قراءتھا جہراً مرة واحدة والثانیة

من قال بكون البسلة جزء من القراءات
من غیر تعیین المحل او بجہز نہتھا لہ
فی اول کل سورة قال بوجوب قراءتھا
فیما یختم فیہ القرآن من الصلوة
کالتراویح الا ان الجماعة الاولی تقول
بوجوب قراءتھا جہراً مرة واحدة والثانیة

فَقُولِ بِوَجوبِ قِرَآئَتِهَا جَهْدًا فِي أَوَّلِ كُلِّ سُورَةٍ
سُورَةُ الْبَرَاءَةِ يَلَهُ

قِرَآئَةُ الْقَارِئِ لَا تَجِدُ الْعَلِيمَ الْعَصَا فِي سَبْعَةٍ

اعْلَامَاتُ الْقِسْمِيَةِ آيَةُ مِنَ الْقِرَآءَةِ كُلِّهَا انْزَلَتْ
لِلْفَصْلِ بَيْنَ السُّورِ وَلَيْسَتْ جُزْءَ صَوْتِ
الْفَاتِحَةِ وَلَا مِنْ كُلِّ سُورَةٍ فَالْقِرَآنُ عِبَادَةٌ
عَنْ مَائَةِ وَارْبَعَةِ عَشْرَ سُورَةٍ آيَةُ وَهِيَ الْقِسْمِيَّةُ
فَلَا يَدْفَعُ خَتَمُ الْقِرَآنِ مِنْ قِرَآءَةِ الْقِسْمِيَةِ مَرَّةً
عَلَى حَبْدِ رَايَةِ سُورَةٍ كَانَتْ وَهَذَا كُلُّهُ عِنْدَنَا عَلَى
الْمُخْتَصَرِ الْمَذْكُورِ

صرف ایک بار پکارا اور شافعی مذہب میں سورۃ براءت کے
سوا ہر سُورۃ کی ابتدا پر۔

یعنی بسم اللہ شریف سارے قرآن مجید میں صرف ایک
آیت ہے کہ سورۃوں میں فصل کے لئے اتاری گئی نہ وہ
فاتحہ کی جُز ہے نہ ہر سُورۃ کی تو قرآنِ عظیم نام ہے
ایک سو چودہ سُورۃوں اور ایک آیت کا کہ وہ بسم اللہ
شریف ہے پس ختم قرآن میں بسم اللہ شریف کا کسی
سُورۃ کے سرے پر ایک بار پڑھنا ضرور ہے یہ سب
ہمارے ائمہ کا مذہب مختار ہے اور مختصر آ

جواب مسئلہ تو اسی قدر سے ہو گیا مگر فقیر غفر اللہ تعالیٰ بیوں رب قدیر جل جلالہ تحقیق حق نیج و تخلص قول
ربیع کے لئے چند افادات عالیہ لکھے جن سے توفیقہ تعالیٰ احکام مسئلہ کو نور انکشاف اور اہدام باطلہ کو ظہور انکشاف
ملے واللہ المعین وہ نستعین (اللہ تعالیٰ مدد فرما رہے اور اسی سے ہم مدد طلب کرتے ہیں۔ ت)

أَفَادَةُ أُولَى: بسم اللہ شریف کے باب میں ہمارے ائمہ کرام بلکہ جمہور ائمہ صحابہ و تابعین و فہمید ہم
رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا مذہب حق و محقق یہ ہے کہ وہ کسی سُورۃ قرآن کی جُز نہیں بلکہ آگاہ آیت واحدہ ہے کہ تبرک و
فصل بین السُّور کے لئے مکرر نازل ہوئی۔ امام جہد العزیز بن احمد بن محمد بخاری علیہ رحمۃ الہاری کہ اجلۃ اللہ خفیہ
ہیں کتاب التحقیق شرح حسامی میں فرماتے ہیں،

الصَّحِيحُ مِنَ الْمَذْهَبِ أَنَّهَا مِنَ الْقِرَآنِ
لَكِنَّهَا لَيْسَتْ جُزْءَ مِنْ كُلِّ سُورَةٍ عِنْدَنَا بَلْ
هِيَ آيَةُ مَنْزِلَةٍ لِلْفَصْلِ بَيْنَ السُّورِ كَمَا ذَكَرَ
أَبُو بَكْرٍ الرَّازِيُّ وَمِثْلُهُ رَوَى عَنْ مُحَمَّدٍ رَحِمَهُ اللَّهُ
تَعَالَى يَلَهُ

صحیح مذہب ہمارا یہ ہے کہ وہ قرآن کی جُز ہے مگر ہر
سُورۃ کی جُز نہیں بلکہ یہ ایسی آیت ہے جو سُورۃوں میں
فصل کے لئے نازل کی گئی ہے یوں ابو بکر رازی نے ذکر
کیا اور امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ سے بھی ایسے ہی
مروی ہے۔ (ت)

سہ شرح مسلم الثبوت ولی اللہ

سہ قرآ القار عاشر نوران
سہ کتاب التحقیق شرح حسامی

ص ۹ مطبوعہ مطبع علیی دہلی
ص ۶ غشی زکشتور لکھنؤ

امام محقق ابن امیر الحاج حلبی میں فرماتے ہیں،
المشہور عن اصحابنا انها ليست بأية من
الفاتحة ولا من غير هابل هي آية من القرآن
مستقلة نزلت للفصل بين السور

ہمارے اصحاب سے یہی مشہور ہے کہ بسم اللہ سورۃ
فاتحہ یا کسی اور سورۃ کی جز نہیں ہے بلکہ یہ قرآن کی
مستقل آیت ہے جو سورتوں میں فصل کسے نازل
کی گئی ہے (ت)

علامہ ابراہیم حلبی غنیہ میں فرماتے ہیں،
ان هذا هبنا ومذهب الجمهور ليست آية
من الفاتحة ولا من كل سورة

ہمارا اور جمهور کا مذہب یہ ہے کہ بسم اللہ سورۃ فاتحہ
یا کسی اور سورۃ کی جز نہیں ہے (ت)

امام ابو البرکات نسفی کنز الدقائق اور علامہ ابراہیم حلبی طبعی الاثر اور علامہ محمد بن عبد اللہ غزی قرطاشی تہذیب
میں فرماتے ہیں،

هي آية من القرآن انزلت للفصل بين السور
وليست من الفاتحة ولا من كل سورة

یہ قرآن کی آیت ہے جو سورتوں میں فصل کسے نازل کی گئی
ہے فاتحہ یا کسی اور سورۃ کی جز نہیں ہے (ت)

امام عینی عمدة القاری شریف بخاری میں فرماتے ہیں،

قال اصحابنا البسطة آية من القرآن انزلت
للفصل بين السور ليست من الفاتحة ولا من
اول كل سورة

ہمارے اصحاب نے فرمایا کہ بسم اللہ قرآن کی آیت ہے
جو سورتوں میں فصل کسے نازل کی گئی ہے نہ تو یہ
فاتحہ کی جز ہے اور نہ ہی کسی سورۃ کا یہ اول ہے (ت)

اسی طرح بہت کتب میں ہے۔

افادہ ثانیہ، مجرد کر زول ہرگز موجب تعدد نہیں در نہ قاطعاً تکرار زول فاتحہ قرآن عظیم میں
دوسرے فاتحہ ماننے کے نزدیک فاتحہ مکملہ میں نازل ہو کر بدینہ طبعہ میں دوبارہ اتری۔ علامہ حسینی حلبی حاشیہ طبری

سہ حلیہ لعلی شرح غنیہ الفصل

مطبوعہ سہیل الیڈمی لاہور ص ۲۰۶

سہ غنیہ المستقل شرح غنیہ الفصل

دار احیاء التراث العربی بیروت ۹۵/۱

باب صفۃ الصلوۃ

مطبع مجتبائی دہلی بھارت ۴۵/۱

در مختار فصل اذا اراد الشروع فی الصلوۃ

ادارۃ الطباعة المنیریۃ بیروت ۱۲/۱

سہ عمدة القاری شرح صحیح بخاری خطبۃ الكتاب

للمالك وغيرها كما فصله العلماء انكر ارف
تصانيفهم ولا حاجة الى ايرادها هنا فان
شهرة الكلام فيه اغتننا عن اعادته و
اطالة المقال بتذكاره.

عكس کی تیس آیتوں کا ذکر اور ان جیسی اور احادیث
جن کو علماء کرام نے مفصل طور پر اپنی تصانیف میں
ذکر کیا ہے یہاں ان کو بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے
کیونکہ اس بات کی شہرت نے ہمیں یہاں ذکر کرنے
سے مستغنی کر دیا ہے نیز ان کے ذکر سے بات لمبی ہوگی۔

اقادة رابعة، یعنی اُس پر اجماع اُمت کا بیان افتراء بتان، بلکہ علماء فرماتے ہیں صحابہ کرام
تابعین اعلام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا اجماع تھا کہ بسم اللہ شریف جُزء سور نہیں قول جزئیت اُن کے بعد
حادث و نو پسید ہوا، سیدی فقیہ مقرئ علی نوری سقا سی حیث النفع فی القراءات السبع میں فرماتے ہیں:

هذا ان قلنا ان البسمة ليست بأية ولا
بعض اية من اول الفاتحة ولا من
غيرها وانما كتبت في المصاحف للتيسر
والتبرك او انها في اول الفاتحة لا ابتد
الكتاب على عادة الله جل وعز في ابتد
كتبه وفي غير الفاتحة للفصل بين السور
قال ابن عباس رضي الله تعالى عنهما كانت
رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم لا يعرف
فصل السورة حتى ينزل عليه بسم الله
الرحمن الرحيم وهو من ذهب مالك وابي حنيفة
والثوري وحكى عن احمد وغيره وانما تنزل
مكي في كشفه وقال انه الذي اجمع عليه
الصحابه والتابعون والقول بغيره محدث
بعد اجماعهم و شنف
انما هو ابو بكر بن الطيب
بن الباقلان المالكي البصري
نزول بفساد على من خالفه

یہ تب ہے جب ہم یہ کہیں کہ بسم اللہ آیت نہیں اور
فاتحہ اور کسی سورۃ کی جزئ نہیں اور یہ صرف مشران میں
برکت کے طور پر لکھی گئی ہے یا اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کی
عادت کو یہ ہے کہ اس نے اپنی تمام کتابوں میں بسم اللہ
سے ابتدا فرمائی لہذا سورۃ فاتحہ کے ابتداء میں بھی ذکر
فرمائی اور باقی سورتوں کے ابتداء میں صرف سورتوں کے
درمیان فصل کے لئے ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ
تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام
دو سورتوں کا فصل بسم اللہ الرحمن الرحیم کے نازل ہونے
پر معلوم کرتے تھے، یہی امام مالک، ابو حنیفہ، ثوری
کا مذہب ہے اور امام احمد وغیرہ سے یہی بیان کیا گیا
ہے اور امام مکی نے اسی کو اپنی کتاب کشف میں اپنایا
ہے اور فرمایا کہ یہی وہ ہے جس پر صحابہ و تابعین کا
اجماع ہے، بسم اللہ کے بارے میں کوئی اور بات
اس اجماع کے بعد نئی چیز ہوگی، اور قاضی ابوبکر بن
طیب بن باقلان مالکی بصری نیز بغدادی نے اس
کی مخالفت کرنے والوں کی مذمت فرمائی ہے اور یہ

وكان يعرف الناس بالمناظر واد قهس
قاضي ابو بكر خود بحث کے ماہر اس میں وقت نظر
رکتے ہیں۔ (ت)

امام زبلی تبیین الحقائق پھر حق مرید ابو السواد زہری فتح اللہ المعین میں فرماتے ہیں،
قال بعض اهل العلوم من جعلها من كل
سورة في غير الفاتحة فقد خرق الاجماع
لانهم لم يختلفوا في غير الفاتحة بل
بعض علماء نے فرمایا کہ ہر شخص بسم اللہ کو فاتحہ کے علاوہ
کسی سورۃ کا جزو مانتا ہے وہ اجماع کا خلاف کرتا
ہے کیونکہ فاتحہ کے بغیر کسی سورۃ کے بارے میں اختلاف
نہیں ہے۔ (ت)

امام بدر الدین محمد عینی عمدة القاری شرح صحیح بخاری میں فرماتے ہیں،
قال قيل نحن نقول انها آية من غير الفاتحة
فكذلك لانها آية من الفاتحة قلت هذا قول
لم يقل به احد ولهذا قالوا ان عم الشافعي
انها آية من كل سورة وما سبقه الى هذا
القول احد لان الخلاف بين السلف انما هو
في انها من الفاتحة او ليست يا آية منها
ولم يعد لها احد آية من سائر السور

اگر اعتراض کیا جائے کہ ہم بسم اللہ کو آیت مانتے ہیں
تو اس کا معنی یہ ہوگا کہ فاتحہ کی آیت ہے اور کسی اور
سورۃ کی بھی آیت ہے، میں کہتا ہوں کہ یہ کسی کا قول
نہیں ہے اسی نے جمہور نے کہا کہ صرف امام شافعی
کا خیال ہے کہ یہ ہر سورۃ کی آیت ہے جبکہ امام شافعی
سے پہلے کسی نے یہ بات نہیں کی، کیونکہ اس سے پہلے
اسلاف میں صرف یہ تھا کہ بسم اللہ سورۃ فاتحہ کی آیت
ہے یا نہیں اور اس کو کسی نے باقی سورۃوں کا بغیر نہیں مانتا۔

افادۃ خاصہ: تمام مصاحف حنفیہ میں ہر بسم اللہ شریف پر نشان آیت موجود ہے وہ بلاشبہ
اُن کے نزدیک آیت تارہ ہے، اب سورۃ بقرہ سے لے کر سورۃ ناس تک تمام سوریں آیات حنفیہ کی گنتی
بتا رہے، دیکھئے تو نہیں بھی بسم اللہ شریف گنتی میں آتی ہے، مثلاً سورۃ اخلاص چار آیت ہے بسم اللہ سے الگ
ہی چار آیتیں ہیں، سورۃ کوثر میں تین آیتیں ہیں بسم اللہ سے بعد اسی تین آیتیں ہیں وعلیٰ هذا القیاس بخلاف سورۃ
فاتحہ کہ سات آیتیں ہیں اور ان کے نزدیک انصحت علیہم پر آیت نہیں و لہذا ہمارے مصاحف

۱۔ غیث النفع فی القراءات السبع باب البسلة مطبوعہ مطبعۃ البانی مصر ص ۵۷
۲۔ فتح المعین علی شرح الکنز فصل واذا اراد الدخول الخ - ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱۸۷/۱
۳۔ عمدة القاری شرح بخاری باب ما یقول بعد التکبیر مطبوعہ ادارۃ الطباعة النیریہ بیروت ۵/۲۹۲

میں اس پر نشانِ آیت عند التفریق لکھتے ہیں نہ ○ نیز صاف دلیل واضح ہے کہ ہمارے قراء کے نزدیک بسم اللہ بقراءے
ناسخ تک کسی سورت کی جز نہیں بلکہ ایک انھیں قاریوں کی کیا تخصیص سب کے نزدیک سوا فاتحہ کے کہ مختلف فیہا ہے
باقی تمام سورتوں کے شمار آیات سے بسم اللہ شریف خارج ہے یہ بھی اس ارشادِ علما کا پتہ دیتا ہے کہ قولِ جرئت
عادت و خلاف اجماع ہے، امام زکریا جبین پھر ملا مرزا ہری فتح المعین میں فرماتے ہیں:

ان کتاب المصاحف کلہم عد و آیات السور
قرآن پاک کے تمام کاتبوں نے سورتوں کی آیات کو شمار
کیا ہے اور انھوں نے بسم اللہ کو کسی سورت کی آیات
میں شمار نہیں کیا اور بعض علماء نے حرشتہ قول کا غلط
تلفظ ترک بیان کیا۔ (ت)

محمد بن امام عینی کا ارشاد گزرا، لہٰذا بعد ہا احد اية من سائر السور (اس کو کسی نے باقی سورتوں کی آیت
نہیں مانا۔ ت)

تبیین: شمار سے اخراج تو عدمِ جرئت میں صریح ظاہر ہے اور اجمال میں علامتے کرام نے جائز فرمایا کہ
صوف ظن کی طرف مستند ہو تو مفید قطعیتِ جرئت نہ ہو سکے گا، امام زکریا نصب الرایہ اور امام عینی علیہ السلام میں فرماتے ہیں:

لعل باہر یہ صریحاً مع انہی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
یقرأھا فظنھا من الفاتحة، فقال انھا احدی
ایاتھا ونحن لا نکرانھا من القراءات،
ولکن النزاع وقع فی مسئلتین احدهما انھا
ایة من الفاتحة، والثانیة ان لھا
حکم سائر آیات الفاتحة جہراً و سراً،
ونحن نقول، انھا اية مستقلة قبل السورة،
ولیست منها جمعا بین الأدلة، و ابوہریرة
لہ یخبر عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم انه قال، ہی احدی آیاتھا،

ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام
کو پڑھتے ہوئے سنا تو خیال فرمایا کہ بسم اللہ سورۃ فاتحہ
کی خبر سے قراءتوں نے کہہ دیا کہ یہ فاتحہ کی آیات میں
شامل ہے، بسم اللہ کا قرآن کی آیت ہونے سے ہمارا
اٹکار نہیں ہے صوف بحث و مسئلوں میں ہے ایک یہ کہ
کیا یہ سورۃ فاتحہ کی آیت ہے اور دوسرا یہ کہ کیا بسم اللہ کا
حکم فاتحہ کی دوسری آیات والا ہے کہ جہراً و سراً ان کی
طرح پڑھی جائے گی یا نہیں، جبکہ ہم یہ کہتے ہیں یہ ایک
مستقل آیت ہے یہ سورۃ فاتحہ کی آیات میں شمار نہیں،
یہ آیات و کمال کو مطابق بنانے کے لئے ہے و حالانکہ

وقرأتها قبل الفاتحة لا يدل على ذلك و
 إذا جاز ان يكون مستند إلى هدية قسوة
 النبي صلى الله تعالى عليه وسلم لها ، وقد
 ظهر ان ذلك ليس بدليل على محل النزاع ،
 فلا يعارض به ادلتنا الصحيحة الثابتة
 فاتحاً جازم ، ہونے پر دلیل نہیں ہو سکتی ، لہذا یہ روایت ہمارے صحیح ثابت شدہ دلائل کے مقابل نہیں ہو سکتی (۱۰۰ ت)
افادہ سادہ : جزئیہ بسم اللہ شریف کو قطعی کہنا محض جہالت اور تصریحات اللہ کرام علمائے
 عظام سے غفلت ہے بلکہ جزئیہ سورت درگناہ جزئیہ قرآن ہی خبر متواتر نہیں ،

ولذا انکرھا الامامہ الاوزاعی و الامامہ مالک و
 بعض مشایخنا و نسب المتقدمین بل وقدم
 فی التلویع و حواشی الکشاف و غیرہما انہ
 المشہور من مذهب ابی حنیفۃ مرفوع اللہ
 تعالی عنہ قال القہستانی ان ہذا امر یوجد
 قال الشافعی فی رد المحتار ای بل ہو قول ضعیف
 عندنا ۔
 علامہ حسن علی حاشیہ طریح میں فرماتے ہیں ،
 قال الجہد المحقق فی تفسیر الفاتحۃ قال
 ابو حنیفۃ و مالک و حمیمہما اللہ تعالی المعتمد
 التواتر فی قرآنیتہا لا فی نقلہ فقط و هو الحق ۔

بزرگ محقق نے سورۃ فاتحہ کی تفسیر میں فرمایا انا ابو حنیفہ اور
 مالک نے فرمایا ہے بسم اللہ کے قرآن کہنے کیلئے صرف نقل متواتر نہیں بلکہ
 اس کا قرآن ہونا متواتر چاہئے اور یہی معتبر اور حق ہے

۲۸۶/۵	مطبوعہ ادارۃ الطباعة المنيرية بیروت	۲۸۶/۵	مطبوعہ ادارۃ الطباعة المنيرية بیروت	۲۸۶/۵	مطبوعہ ادارۃ الطباعة المنيرية بیروت
۳۳۳/۱	المکتبة الاسلامیة ریاض الشیخ	۳۳۳/۱	المکتبة الاسلامیة ریاض الشیخ	۳۳۳/۱	المکتبة الاسلامیة ریاض الشیخ
۵۰	مکتبہ نوری کاشغری	۵۰	مکتبہ نوری کاشغری	۵۰	مکتبہ نوری کاشغری
۱۵۱/۱	مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کتب خانہ قاسم ایران	۱۵۱/۱	مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کتب خانہ قاسم ایران	۱۵۱/۱	مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کتب خانہ قاسم ایران
۴۹۱/۱	مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	۴۹۱/۱	مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	۴۹۱/۱	مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی

اذھن الظاہر ان النقل اذ العین علی
 انه قرآن لا یفید القرآنیۃ والتواتر فی نقل
 الباصل لیس علی انه قرآن والادعی مخالفت
 فیہ بل کتب فی المصاحف لفصل والتبرک
 بہا الخ

کیونکہ ظاہرات ہے کہ اگر قرآن ہونا منقول نہ ہو
 تو پھر بسم کا قرآن ہونا ثابت نہیں ہوگا، اور بسم اللہ
 کے نقل میں جو تواتر ہے وہ اس کے قرآن ہونے کا
 تواتر نہیں ورنہ اس میں اختلاف نہ ہوتا بلکہ بسم اللہ کو
 قرآن میں سورتوں کے فصل اور تبرک کے لئے لکھا
 گیا ہے الخ (ت)

ہمارے اندک اثبات فرماتے ہیں بوجہ اثبات فی المصاحف و امر بالتجریذ دلیل قطعی قائم فرماتے ہیں
 نہ تواتر سمعی یا بحدی یہ کہ بسم اللہ شریف کا جز قرآن عظیم ہونا تو ہمارے نزدیک دلیل قطعی سے ثابت ہے مگر جز سور
 ہونا ہرگز قطعا کسی طرح قطعی نہیں بلکہ ہمارے علمائے کرام اسے دلیل قطعی سے باطل اور بعض اخبار اعا و کوا کہ
 بسم جزئیہ واقع ہوئے مخالفت قاطع کے سبب نامقبول و مضحل بتاتے ہیں نہایت یہ کہ علمائے شافعیہ رحمہم اللہ
 تعالیٰ کہ قائلین جزئیہ میں خود منکر قطعیت ہیں، امام نووی شافعی فرماتے ہیں، یہی صحیح ہے۔ امام عبد العزیز بن
 احمد بخاری تحقیق میں فرماتے ہیں،

النقل المتواتر لعلہ یثبت انھا من السورۃ
 لہ یثبت ذلک شی

جب اصل متواتر بسم اللہ کو سورت کا جز ہونا ثابت
 نہیں کرتا تو اس کا جز ہونا ثابت نہ ہوگا۔ (ت)

علامہ بخاری مسلم الثبوت اور علامہ بخاری الخ الرکوت میں فرماتے ہیں،

(لہ یثبوت انھا جزء منها) فلا تثبت
 الجزئیۃ اذ قد سبق ان تواتر الجزئیۃ شرط
 لا ثبات تھا۔

اس کا جز ہونا تو اتسے ثابت نہیں، لہذا جزئیہ
 ثابت نہ ہوگی کیونکہ پہلے معلوم ہو چکا ہے جزئیہ
 کے اثبات کے لئے جزئیہ کا تواتر شرط ہے۔ (ت)

انہیں میں ہے،

(عارضہ القاطع) وهو عدم تواتر الجزئیۃ
 الدالی علی عدم ما فی الواقع فیضمحل المظنون

بسم اللہ کے جز ہونے کو ایک قطعی دلیل معارض ہے اور
 وہ جزئیہ کے تواتر کا نہ ہونا جو کہ فی الواقع جز نہ ہونے

۱۔ ترمذی حاشیہ جلی علی التوضیح والتلویح بیان اول الربیعہ حاشیہ ۲۶ متعلق ص ۵۰ مطبوعہ نیشنل لٹریچر کونسل لاہور ص ۵۵
 ۲۔ کتاب التحقیق شرح الحسامی مقدمۃ الکتاب مطبوعہ نیشنل لٹریچر کونسل لاہور ص ۶
 ۳۔ فرائع الرحمت شرح مسلم الثبوت بذیل المستصفی منہ الامتداد من القرآن مطبوعہ طبعہ لیمیۃ بولاق مصر ۱۳/۲

وهذا هو الجواب عن الاخبار الاحاد التي
توهم الجزئية بل يجب ان تكون هذه
الاخبار مقطوع السهو والتواترات الخ

کی دلیل ہے پس قطعی امر کے در قرار پائے گا، یہ جزئیت
کا وہم پیدا کرنے والی اخبار احاد کا جواب ہے لہذا
ان اخبار کا سہو قطعی ہے ورنہ اگر بسم اللہ سورۃ کا جز
ہوتی تو قرات سے ثابت ہوتی۔ (ت)

علامہ ابراہیم علی غیر شرح خیر میں فرماتے ہیں،
لا یثبت كونها آية من كل سورة من السور
بل دليل قطعي كما في سائر الايات واجماع
الصحابه على اثباتها في المصحف لا يلزم
منه انها آية من كل سورة بل اللازم منه
مع الاثر بالتجريد عن غير القرآن انها
من القرآن وبه نقول انها آية منه نزلت
للفصل بين السور۔

قطعی دلیل کے بغیر اس کا تمام سورتوں میں سے کسی کا جز
ہونا اور آیت ہونا ثابت نہیں ہو سکتا، جس طرح باقی
آیات کے بارے میں ہے، اور صحابہ کرام کا اس کو
مصحف میں لکھنے پر اجماع ہونا اس بات کو مستلزم
نہیں کہ یہ کسی سورۃ کی آیت ہے بلکہ قرآن کو غیر سے
مبارک رکھنے کے حکم سے اتنا لازم آتا ہے کہ یہ بسم اللہ قرآن
کی آیت ہے جو کہ فصل کے لئے نازل کی گئی ہے۔

علامہ بحر الفوائد بن نجیم مصری شرح منار پھر علامہ سید محمد آفندی شامی منحة الخالق حاشیۃ بحر الرائق میں
فرماتے ہیں،

هي قرآن لتواتر في محلها ولا كفرا بعد
تواتر كونها في الاوائل قرآنا۔

بسم اللہ قرآن ہے کیونکہ قرات سے قرآن میں شامل
چلی کر ہی ہے لیکن سورتوں کی ابتدائی آیت ہونے
کا انکار سے کفر لازم نہیں آئے گا کیونکہ یہ بات قرات سے
ثابت نہیں۔

علامہ سید ابراہیم السمرقانی شرح فتح اللہ الصغیر میں فرماتے ہیں،

ثبوت قرآنيها لا على سبيل التواتر ولهذا
علل في التمهيد من تكفير جاحدها بعد

بسم اللہ کے قرآن ہونے پر قرات نہ ہونے کی وجہ
سے اگر کوئی اس بات کا انکار کرے تو کفر

ملہ فوائد الرحمت شرح سلم الثبوت بذیل المستصفی مسئلۃ البسط من القرآن مطبوعہ مطبعة امیرية بلاق مصر ۱۵/۲
سکھ غنیۃ المستفی صنفہ الصلوة مطبوعہ سبیل الیذی ۵ ہجری ص ۳۰۷
سکھ منحة الخالق حاشیۃ علی البحر الرائق فصل اذا ادا الدعاء في الصلوة مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ کراچی ۱/۳۱۲

تواتر کو نہا قرآناً ہے
ذہب کا تہر میں عدم تکفیر کی یہی علت بیان کی گئی ہے (ت)
علامہ سیدی احمد طحاوی مصری حاشیہ مراقی الفلاح شرح نور الایضاح میں فرماتے ہیں،
لانہا وان تواتر کتابتھا فی المصاحف لیس
مصحف میں اس کو لکھنے کے تواتر سے اس کے قرآن ہونے
یتواتر کو نہا قرآناً ہے
کا تواتر ثابت نہیں ہوتا۔ (ت)

علامہ شہاب خفاجی عنایۃ العاشیہ کفایۃ الراعی میں فرماتے ہیں،
ولہذا تواتر تسبیحہا قرآناً وایۃ بالنقل عنہ
بسم اللہ کا نام قرآن یا سورۃ کی آیت، تواتر سے محض
علیہ الصلوۃ والسلام سے منقول نہیں اور اگر یہ بات
تواتر سے ثابت ہوتی تو اس کا انکار کفر ہوتا مگر
جاہد ہا وہو لا یکفر بالافتاق یہ
باتفاق یہ کفر نہیں ہے۔ (ت)

اُسی سے امام قرطبی بکراۃ سے ہے،
المسألة اجتہادية ظنية لا قطعية كما ظنه
یستلطنی اور اجتہادی ہے، قطعی نہیں ہے جیسا کہ
بعض ہاہل لوگوں کا خیال ہے۔ (ت)

اُسی میں تفسیر امام سین سکی بالوجہ سے ہے،
المطلوب هنا الظن لا القطع
اس مسئلہ میں ظن مطلوب ہے یقین مطلوب نہیں (ت)
اُسی میں امام حجر الاسلام محمد غزالی شافعی سے ہے،
انه اقام الدلیل علی الاکتفاء بالظن فیسما
ہماری بحث میں جو دلیل پیش کی گئی ہے وہ صرف ظن
نہیں ہے
کا فائدہ دیتی ہے۔ (ت)

امام ابن حجر کی شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں،

۱۸۷/۱	مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	فصل واذا اراد الذہن فی القنوة	فتح اللہ المبین علی شرح ابن کثیر
۱۲۱/۱	دار محمد کاغذات تجارت کتب کراچی	فصل فی بیان سنن الصلوۃ	حاشیہ الطحاوی علی مراقی الفلاح
۳۰/۱	دار صادر بیروت	بحث البعثة	حاشیہ الشہاب علی تفسیر البیضاوی
۳۰/۱	" "	" "	" "
۳۰/۱	" "	" "	" "
۳۰/۱	" "	" "	" "

البسملۃ آية من الفاتحة عملاً وظناً قطعاً
الح فقله عنه القاری فی المرقاۃ ۔

بسم اللہ کا سورہ فاتحہ کا جز ہونا قطعی ہے قطعی اور قطعی
نہیں ہے الخ اس کو طحا علی قاری نے مرقاۃ میں
ان سے نقل کیا ہے (ت) ،

علامہ سقا قس غیث النفع فی القراءات السبع میں فرماتے ہیں ،

ان المحققین من الشافعية وعزاه المأوردی
للجمهور علی انه آية حکماً لا قطعاً قال
النووی والصحیح انہا قرآن علی سبیل
الحکم ولو كانت قرآناً علی سبیل القطع
لکفرنا فیہا وهو خلاف الاجماع
محققین شافعی نے اور ماوردی کے بیان کے مطابق
ان کے جمہور نے کہا ہے کہ بسم اللہ کا فاتحہ کی جز ہونا
حکم بات ہے قطعی نہیں ہے ، اور امام نووی نے
فرمایا صحیح یہ ہے کہ بسم اللہ کا قرآن ہونا حکم ہے
اور اگر قطعی ہوتا تو ہم مخالف کو کافر کہتے جبکہ یہ بات
اجماع کے خلاف ہے ۔ (ت) ،

اسی میں شرح منہاج النووی تصنیف امام جلال الدین علی شافعی سے ہے ،

البسملۃ منہا ای من الفاتحة عملاً لانه
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وعدھا آية منها
صلی اللہ ابن خزیمۃ والمحاکم ویکفی فی ثبوتھا
من حیث الصلۃ النظم بک
بسم اللہ سورۃ فاتحہ کا حقہ ہے کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ و
السلام نے اس کو فاتحہ کی آیت شمار کیا ہے جس کی
ابن خزیمہ اور حاکم نے تصحیح کی ہے اور اس کے علی ثبوت
کے لئے قطعی ہی کافی ہے ۔ (ت) ،

اقادہ سابعہ ، اقول وبانہ التوفیق قرآن عظیم کے ختم میں لا اقل ایک بار بسم اللہ شریف
پڑھنے پر تمام قراء کا اجماع قطعی ہے کہ ابتداء تلاوت سورت خیر رات میں اتیان بسطہ جمع علیہ سے پھر ہر دو سورت
کے درمیان اثبات وضعت میں قراء مختلف ہیں امام تاج علی بروایت قالون اور امام جلالہ بن کثیر مکی و

حسن شروح تلاوت اگر ابتداء سورت کے بعد کہیں وسط سے ہو تو بسم اللہ کی حاجت نہیں بہتر ہے اور اگر ابتداء
سورت سوائے برات سے تلاوت آغاز کرے تو بسم اللہ بلا جہاں پڑھے پھر اثنائے تلاوت میں ہر سورتیں آتی جائیں
ان پر بسم اللہ پڑھنے نہ پڑھنے میں اختلاف ہے ۱۲ (م) ،

ملہ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ باب القراءۃ فی الصلوٰۃ فصل اول مطبوعہ مکتبہ اذیریہ طاب
ملہ وکے غیث النفع فی القراءات السبع علی ما شیر سراج القاری باب البسملۃ مطبوعہ مطبعۃ ابیانی مصر ص ۵۹

والمام عاصم بن بہلولہ کوئی و امام علی بن حمزہ کسائی کوئی پڑھتے اور امام عقیلی بروایت درلش اور امام عبد اللہ بن عامر شافعی و امام حمزہ بن حبیب زیات کوئی و امام ابو عمرو بن العلاء بصری حذف کرتے ہیں تو اگر جلسہ و احسنہ میں کوئی شخص مسترد آن عظیم یا بتدائے واحد ختم کرے تاہم ایک بار بسم اللہ شریف باجماع قرار پڑے گا اور تکرار میں اختلاف رہے گا۔ غیث النفع میں ہے :

لا خلاف بینہم فی ان القاری اذا افتتح
قراءتہ باول سورۃ غیر برادۃ انہ یبسم
سواء کان ابتداء عن قطع او وقف (الی
ان قال) : و اختلفوا فی اثباتہا بین السورتین
سواء کانتا متتبتین او غیر متتبتین فاثبتہما
قانون والمکمل و عاصم و علی و حذفہا
محضۃ و وصل السورتین (الی قوله) : و انما
اختلفوا فی الوصل و لو یختلفوا فی الابتداء
لانہا صومۃ فی الصماحت فمن یترکها
فی الوصل لو لعیات بها فی الابداء لخالفت
الصماحت و خرق الاجماع الخ۔

کے بارے میں یہ اختلاف کیا ہے، اور ابتداء کرتے وقت بسم اللہ پڑھنے میں اختلاف نہیں کیا، کیونکہ بسم اللہ قرآن میں نہیں ہے لہذا اگر کوئی دونوں سورتوں میں وصل کہے وقت بسم اللہ کو ترک کرے اور سورۃ سے ابتداء کرتے وقت بھی ترک کرے تو صماحت اور اجماع کے خلاف ہو کتاب کرے گا الخ (ت)

سراج القاری شرح شاطبیہ میں ہے :

اخبار ان سراجا لا یسلوا بین السورتین
وہم قالون و الکسائی و عاصم و ابن کثیر
و الباقین لا یبسمون بسم السورتین لان
هذا من قبیل الاثبات و الحذف احوط خصوصا۔
معلوم ہوا ہے کہ کئی لوگوں نے کوئی دو سورتوں میں
بسم اللہ پڑھنے کا قول کیا ہے اور وہ قالون، کسائی،
عاصم اور ابن کثیر ہیں اور باقی لوگوں نے ان دونوں سورتوں
میں بسم اللہ نہ پڑھنے کا قول کیا ہے کیونکہ یہ معاملہ اثبات
و حذف والا ہے احوط خصوصا (ت)

لغیث النفع فی القراءات السبع علی طائیفہ سراج القاری باب البسمۃ مطبوعہ مصطفیٰ انبائی مصر ص ۲۰
سراج القاری شرح شاطبیہ ابن القاصح مطبوعہ مصطفیٰ انبائی مصر ص ۲۰

عن اهل العلوم والفضل (یہ تمام اہل فہم اور اہل عقل کے ہاں واضح ہے کہ جانشیکہ اہل علم و فضل پر واضح نہ ہوتے) اور یہی ہے یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ اس مسئلہ میں مذہب کو دخل نہ ماننا محض جہالت و سخت سناہت ہے بلکہ حقیقتاً قرأت قراءتے جرنیت میں کچھ دخل نہ دیا و اثر کوں قصوں نے الٹا سمجھ لیا، آخر امام قرطبی وغیرہ کا ارشاد سن چکے کہ مسئلہ اجتہاد ہے۔ علامہ ہماری وعلامہ بکر فرماتے ہیں،

(ترکھا نصف القراء) وہم ابن عاصرون نافع بروایۃ الورش وحمزة وابوعسی و قال مطلع الاسرار الالهیة قدس سرہ فی غیر الفاتحة (وتواتر الہ) صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الہ واصحابہ وسلم (ترکھا) عند قراءۃ السورۃ قرأت القراء متواترۃ زولا صفی عند قصد قراءۃ سورۃ ابی یترک اولھا) فیجب ان لا تكون جزاء یشہد علیہ ما روى فی الخبر الصحیح عدم الجہر بہا فی الصلوۃ فان قلت قد قرأھا الباقون من القراء فتواتر قراءۃ تہ علیہ وعلی الہ واصحابہ الصلوۃ والسلام فیجب ان تكون جزاء قال (وتواتر قراءتھا عند) صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (بقراءۃ) القراء (الاخیرین لا یلتزم) کوئھا، جزاء (منھا) ليجوز ان يكون للتبلیغ کالاستعاذۃ۔

مجہد سے متواتر ہو گا، اس سے تو ثابت ہوتا ہے کہ یہ سورتوں کا جز ہے۔ تو جواب میں کہا کہ باقی قراء حضرات کی قرأت سے حضور علیہ السلام کی قرأت کے متواتر ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ یہ سورتوں کا جز ہو جائے، کیونکہ ہو سکتا ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے تبرک کے طور پر پڑھا ہو جیسا کہ احمد بائد کا حکم ہے۔ (ت) اسی طرح اور کتب میں ہے معنی جمالی زمانہ کو خبر نہیں۔

سہ فرائح الرحمت شرح مسلم البشت بذیل المستغنی مسئلۃ البطلۃ من القرآن مجہد مشہور الرضی قمی ای ۱/۲

اب نظر غائر کیجئے تو حذف مرادہ نافی و منافی جزئیت ہے کہ اگر جز ہی تو حذف کیونکر ہو سکتی، اور اثبات اصلاً مفید جزئیت نہیں کہ اثبات ائمہ پر بھی اجماع قرا ہے اور نہ بھی مثل اثبات لہلہ متواتر حالانکہ جامع مسلمین قرآن نہیں، غیث الشفع میں ہے:

خلافت بین العلماء ان القاری مطلوب منه
فی اول قیادۃ ان یتعود الخ
شرح الشاطبی لابن القاصح میں ہے،

الاستماع ذل قبل القراءة باجتماع وقوله مسجد
ای مطلقاً جمیع القراءۃ فی جمیع القراءۃ
احد باندر قراءت شروع کرنے سے قبل بالاجماع پڑھی
جائے، اس کے قول مسجد کا معنی تمام قراء کے نزدیک
تمام قرآن کے شروع میں۔ (دست)

تو مجرد اثبات و ردایت متواترہ قراء سے دونہا تصدیق جزئیت قرآن پر بھی جرم نہ ہو سکتا نہ کہ خاص جزئیت سورت پر
ولہذا علمائے عالم جیسا کہ اثبات و تواتر تفسیر پر اجماع کر کے اس کی عدم قرآنیت پر اجماع رکھتے ہیں یہی اثبات و
تواتر مسئلہ یک بار مطلقاً پر اجماع فرما کر اس کی قرآنیت میں اختلاف رکھتے ہیں تو مجرد اثبات قراء و تواتر وہایت سے
جزئیت پر دلیل لانی محض باطل ہے۔ ہاں قرآنیت لیسیم اللہ پر اس کے سوا ایک دلیل قطعی قائم ہوئی جس کا ذکر اوپر
مکمل ہوا ہے۔ قرآنیت ہونے اور جزئیت سورت پر کوئی دلیل قطعی نہیں لہذا جہور ائمہ جانب جزئیت نہ گئے، بلکہ اللہ
تعالیٰ اس تقریر سے مثل آفتاب روشن ہو گیا کہ ائمہ قراءت کا اثبات متواتر اصلاً مفید جزئیت نہیں، اس بنا پر حضور پر نور
سیہ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے قراءت جزئیت کا ادعا ہے باطل و دیگر قراء سے قراءت
قرآن بالجزئیت بھی ثابت نہیں ہو سکتا بلکہ یہ کہنا حق ہے کہ اثبات و حذف دونوں متواتر قطعی اور یہ کہنا باطل کہ جزئیت و
عدم دونوں القطع مروی کہ اثبات و جزئیت میں شرق و غرب کا فرق ہے اس پر ایک دلیل جلیل واضح و روشن یہ بھی ہے
کہ قائلین جزئیت بعض احادیث احماد سے احتجاج و استناد کی طرف جھکے اور اس بنا پر کہ ثبوت قطعی نہیں غفلت مسئلہ
کی تصریحیں کر گئے دفن احقر ارض کے لئے یہاں کفایت ظن کے قائل ہونے جیسا کہ بھی کلمات امام محمد رحمہ اللہ و امام
مادر موی و امام نووی و امام حلی و امام ابن حجر و غیر جمیع سے مذکور ہو ائمہ اثبات قراءت جزئیت ہوتا تو اسی پر تعمیل
کرتے قطعت چھوڑ کر ظہیرت کی طرف کیوں اترتے ہذا کلام جلی و اضح عند کل من لدہ فہم و عقل فضلاً

بقرات عالم نہیں پڑھتے بھلا ختم میں اتنا ہی ہے کہ سنت ناقص رہی یہاں تو واجب ترک ہو گیا ہے۔

افادہ تاسعہ **اقول** بطور منقولہ علی الترتیل اگنان مجھے کہ اختلاف قراء روایت جزئیت و عدم جزئیت ہے تاہم جس نے ختم میں ایک بار بسم اللہ شریف پڑھی اس نے یقیناً کلام اللہ ختم کیا نقص اگر ہوا تو روایت میں نہ کہ قرآن میں، تو دور سے قرآن کا ثواب نہ ملنا کیا معنی، کیا سنت یہ ہے کہ مثلاً امام عاکم کی روایت تراویح میں پوری کی جائے یا یہ کہ قرآن عظیم کا ختم کامل ہو، اگر اول بانو تو بعض باطل اور شرعاً مظہر پر کھلا فقرہ کس دلیل شرعی کا حکم ہے کہ خاص فلاں روایت کا اہتمام مسنون اور ثانی ماہر دور وہی حق ہے تو قرآن عظیم تو بالقطع والیقین یوں بھی ختم ہو گیا پھر کامل ثواب نہ ملنا معنی یہ کیا بعض روایات پر قرآن کامل ہے بعض پر معاذ اللہ ناقص، حاشا شرعاً ہر طرح تام و کامل ہے ورنہ لازم آئے کہ بعض جگہ ہر عرض میں حضور پر نور سید العالمین و حضرت جبریل روح الامیں صلی اللہ تعالیٰ علیہا وسلم میں ناقص قرآن کا دور ہوا ہر قاری کے پاس ناقص قرآن رہا کہ ہر قراءت میں یہ نسبت دوسری کے کچھ نہ کچھ اثبات و حذف ہے اپنے نزدیک تمامی عند اللہ تمامی کو مستلزم نہیں اور جب عند اللہ تمامی تو نقص ثواب کا زعم رب العزت کی جناب میں سوتے غن ہے **إِنَّ اللَّهَ لَا يُغْنِي عَنْكَ آخِرُ الْمُحْسِنِينَ** (بیشک اللہ تعالیٰ نیکی کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں فرماتا۔ ت) مگر کہنے کو یہ مستند قرآن فی نفسہ تام و کامل ہے مگر مثلاً امام عاکم کے نزدیک پورا نہ ہوا۔

اقول دو حال سے خالی نہیں یا تو قراء کے نزدیک روایات آخر بھی متواترہ نہیں اور ان میں ایک کا اعتبار اس بنا پر کہ اپنے اساتذہ پر یونہی پڑھا ان کے نزدیک اپنی ہی روایت متواتر ہوئی یا تو اتر باقی پر اطلاع نہ ملی علی الاطلاق بلاشبہ امام عاکم پر یہ اعتقاد فرض کرکلام الہی پورا ختم ہو گیا اگرچہ ان کی روایت پوری نہ ہوئی اور ثواب کامل اسی پر مشروط تھا نہ خاص ان کی روایت پر، علی الثانی جب ہم پر جسیر و زہد باہر نیم ماد کی طرح اسی روایات کا تواتر و مشور ہو گیا تو امام عاکم کا نہ جاننا مطلع نہ ہونا کچھ حجت نہیں، فرض نہ عاکم کی روایت پر ثواب محصور نہ عاکم کے خیال کی تقلید ضرور جبکہ بالقطع والیقین حضور پر نور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اس کا اختلاف بتواتر ماثور کیا مرنے کی بات ہے کہ امام مذہب بلکہ انصافاً امام الامم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذہب تو محض اپنے اس زعم باطل پر چھوڑا جائے کہ **اِذَا جَاءَ الْحَدِيثُ مِنْ هَذِهِ** (جب حدیث صحیح ہو تو وہی میرا مذہب ہے۔ ت) قول اختلاف ہے اور امام عاکم کا ایک خیال کہ مردم اطلاع پر مبنی ہوا اس پر جہود ایسا ضرور کہ اس کے مقابل حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے تواتر قطعی بھی نامعلوم۔

ہاں ائمہ کرام نے خطہ دین عوام کو یہ وصیت فرمائی کہ جاہلوں کے سامنے قرأتِ تفسیر و وجہ عجیبہ نہ پڑھیں کہ
مبادا وہ انکار یا طعن یا استہزاء کی آفت میں نہ پڑیں و در مختار میں ہے،

یجوز بالروایات السبع لکن الاولی ان
لا یقرء بالقریبة عند العوام صیانة
لدىٰ نھم
روا المختار میں ہے،

قولہ روایتِ سبعہ جائز ہے بلکہ عشرہ بھی جائز ہے
جیسا کہ اہل اصول نے تصریح کی ہے قولہ اجنبی یعنی
روایات اور املااتِ اجنبیہ کو نہ پڑھے کیونکہ بعض جاہل
لوگ لاعلمی کی وجہ سے باتیں بنائیں گے اور گناہ اور
بدی میں مبتلا ہوں گے، امامت کرانے والے حضرات
کو مناسب نہیں کہ لوگوں کو دینی نقصان میں ڈالیں
اور ان کے سامنے امام ابو جعفر، ابن حاتم، علی ہذا
کسانی جیسی قراءت ذکر کریں، ہو سکتا ہے کہ عوام لاعلمی
کی بنا پر ان کی قراءات کو حقیر جانتے ہوئے ان پر غصہ
شروع کر دیں اور ان کا دین محفوظ رکھنا ضروری ہے
اگرچہ یہ تمام قراءات قطعی طور پر صحیح ہیں، جبکہ
ہمارے مشائخ نے ابو جعفر کی عاصم سے
روایت کردہ قراءت کو اپنایا ہے اور یہ فتاویٰ
اچھے سے تفسیر خانہ کی روایت ہے۔ (دست)

قولہ یجوز بالروایات السبع، بل یجوز
بالعشر ایضا کما نص علیہ اہل الاصول
قولہ بالقریبة ای بالروایات الغریبة و
الامالات، لان بعض السفهاء یقولون
ما لا یصلون فیقولون فی الاثم والشقاء،
ولا ینبغی للائمة ان یحتموا العوام علی
ما فیہ نقصان دینہم، ولا یقرء عندہم
مثل قراءة ابن جعفر وابن حاتم وعلی
بن حمزة واکسائی صیانة لدىٰ نھم
فلعلہم لیستحقون ان یرضحکون وان کان
بکل القراءات والروایات صحیحة قطعیة
ومشائخنا اختاروا قراءة ابن حاتم وحفص
عن عاصم اذ عن التفسیر خانہ عن
فتاویٰ المعجزة

اسی طرح علیگیریہ وغیرہ میں ہے۔

افادۃ حادیہ عشر اقول جن مصلحت کے لئے یہاں علما نے پیش عوام روایت فرمائی

افتادہ عاشورہ اگر بعد طلوع فجر ساطع و ظہور حتی لا میں اپنی خطا پر مطلع ہو کہ دعوی نقصان
ثواب سے عدول کر کے اس راہ چلے کہ بلاشبہ قرآن بھی کامل ختم، ختم کامل کا ثواب بھی حاصل ہو گا جبکہ ہم قراءت
کلام باسم اختیار کئے ہوئے ہیں تو ہم پر شرعی ایسی واجب کہ انھیں کہ روایت پر قرآن ختم کریں۔

اقول یہ بھی محض باطل اتباع قراءت واحدہ صحت ہیچام روایت واجب ہے کہ روایت احد القراء کا
ہم کہ بعض حروف روایت دیگر پڑھے تو کذب فی التنبہ و تخلیط لازم آئے کہ اس تفسیر پر اس کا مفاد یوں
ہو گا کہ یہ لفظ اس طرح اس امام کی روایت ہے حالانکہ وہ اسی کی روایت نہیں، تلاوت میں تعین قراءت واجب
نہیں کہ آخر سب قرآن اور سب حق منزل من عند الرحمن ہے تو تخصیص بعض و انکار بعض کے کیا معنی، اختلاف
قراءت مثل اختلاف مذاہب نہیں کہ تعین واجب یا تفیق باطل ہو، یہاں اگر بعض سورہ ایک سورت کی بعض
آیات بلکہ ایک آیت کے بعض کلمات ایک قراءت کے مطابق پڑھے اور بعض دیگر بعض دیگر کے تو فہم التفتیح اصلاً
ممانعت نہیں جب تک وہ تفتیح موجب اختلاف العلم یا فساد معنی نہ ہو اور اگر ایک کلام ختم ہو کہ دوسری بات شروع
ہو جب تواتر و ادلی بالجزا ہے خصوصاً جبکہ مجلس تبدیل ہو، امام خاتم الخلفاء جلال الحق والہ بن یوسفی القائلین
میں امام سید القراء شیخ المقرئین شمس الملہ والہ بن ابوالخیر ابن الجوزی سے نقل فرماتے ہیں،

الغواب ان یقال ان کانت احدی القراءتین
مرتبة علی الاخری منہ ذلک منہ تحریر
کمن یقرأ فتلحق آدم من ربہ کلنت
برفعہما و نحبہما اخذاً رفع آدم من
قراءۃ غیر ابن کثیر و رفع کلمات من
قراءۃ و نہو ذلک مما لا یجوز فی العربیۃ
واللغة و ما لم یکن کذلک فہی فیہ
بین مقام الروایۃ و غیرہا فان کان علی
سبیل الروایۃ حرم ایضاً لانه کذب فی
الروایۃ و تخلیط وان کان علی سبیل
التلاوة جائزاً لہ

یہ کہنا درست ہو گا کہ دونوں قراءت میں ایک دوسری
پر مرتب ہے تو یہ ممنوع بطور تحویم ہے جیسا کہ فتاوی
آدم من ربہ کلنت میں لفظ آدم اور کلنت
دونوں پر پیش پڑھے یا دونوں پر زبر پڑھے، یوں کہ
"آدم" پر پیش کو غیر ابن کثیر کی قراءت سے اور کلنت
کی پیش ابن کثیر کی قراءت سے اخذ کر سکے، اس
طرح یہ عربی میں اور لغت میں جائز نہیں، اور اگر
ایسا نہ ہو تو پھر روایت اور غیر روایت کے مقام میں
فرق ہو گا، اور اگر روایت کے طور پر ہو تو بھی حرام
ہے کیونکہ یہ روایت میں خلط اور کذب ہو گا، اور اگر
برسبیل تلاوت ہو تو یہ جائز ہے۔ (دست)

تکلیف سے منع کیا، مسئلہ بسملہ میں انصافاً دیکھئے تو ہمارے بلاد میں خاص ضرورت افتخار میں ہے کہ یہاں کے تمام حفاظ و قراء و صاحبین عامہ مسلمین کے کان پر سورت پر جہر بسم اللہ سے آشنا نہیں وہ اسے سن کر مخالفت کریں گے طعن و اعتراض سے پیش آئیں گے تمہارے زعم میں یہ اعتراض اُس امر پر ہو گا جو قرآن فقرتاً حضور پر نور سید عالم الفکر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے متواتر ہے، اور دوسرا جس کے وہ عادی ہیں یعنی افتخار تم خود بھی مقرر ہو کہ وہ بھی حق و صحیح اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ایسا ہی متواتر ہے تو اُسی کو کیوں نہ لیجئے اور عکس کو کے مسلمانوں میں فقرتہ عوام میں شور و شکر کیوں پیدا کیجئے اب اپنے زعم باطل پر تم خود اس کے باعث ہوتے ہو کہ امر متواتر عن المصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر مسلمانوں سے انکار و اعتراض کروا دیا گیا اسی کا شریعت مطہرہ نے حکم دیا ہے، کیا اسی پر قاری یا مُذہب ہونا رہ گیا ہے، ہاں یہ ضرور ہے کہ جب تک بات نئی بیگانہ تازہ نہ آئے اکثر مسلمین کے گوش نا آشنا نہ ہو شہرت نام کا ذریعہ نہیں ہوتی مگر پناہم بخند لکھ قاریان قرآن اقرأت قرآن سے شہرت نام کی نیت رکھیں، علامہ کرام ایسے عمل پر ترک افضل کی رائے دیتے ہیں نہ کہ ترک مساوی، امام علامہ رحمان الدین زبیدی نصب الراية میں نقل فرماتے ہیں :

لنكون في تأييد قلابي اور ان کو جہت رکھنے کے لئے افضل کو ترک کرنا انسان کے لئے جائز ہے تاکہ لوگوں کو فقرتہ نہ ہو جائے جیسا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بیت اللہ شریعت کی طہارت کو اس لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بنیادوں پر قائم رکھا تاکہ قریشی نو مسلم ہونے کی وجہ سے اس کی نئی بنیادوں پر تعمیر فقرتہ کی نگاہ سے نہ دیکھیں تو آپ نے اجتماع کو قائم رکھنے کی مصلحت کو مقدم کیا، اور جیسا کہ حضرت ربیع نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نماز میں اختلاف کی بنا پر کہ انہوں نے فرایا کہ تلا کرنے میں شر ہے، اسی لئے امام احمد وغیرہ نے بسم اللہ اور وتر کے وصل وغیرہ کے بارے میں اس کی تصریح کی ہے، یہ وہ معاملات ہیں جن میں افضل سے عدول کر کے جائز مفضل کو

ليسوع لافسان ان يتحرك الا فضل لاجل تأييد القلوب واجتماع الكلمة فوفا من التفسير كما قوله النبي صلى الله تعالى عليه وسلم بناء البيت على قواعد ابراهيم لكون قریش كانوا حديثي عهد بالجاهلية ، وخشوا تطهيرهم بذلك ، وراى تقديم مصلحة الاجتماع على ذلك ، ولما انكر الجميع على ابن مسعود كما انه الصلوة خلف عثمان ، قال الخلاف شر ، وقد نص احمد وغيره على ذلك في البسملة وفي وصل الوتر وغير ذلك مما فيه العدول عن الافضل الى الجائز المفضل مراعاة لاختلاف المأمومين او لتعريفهم السنة وامثال ذلك وهذا اصل كيفية

الذرائع علیہ
 اختیار کیا گیا ہے تاکہ مقتدی حضرات کی تالیفات قلمی اور
 ان کی سنت مشنسی وغیرہ کا پاس کیا جاسکے، یہ بات فقہ کے سبب باب کے لئے بڑا ضابطہ ہے۔ (ت)
 یہ سب اس تقدیر پر تھا کہ فرض باطلی قطعیت جزئیت میں لی جائے ورنہ حق و تحقیق کا ایضاً پہلے برہنہ اس
 تقدیر پر قاری و قاری اس تغیر و اثرات فقہ کی حدیں بتائیں یہاں تو بارہ عوام اس غیر قصدی الزام سے بھی
 محفوظ اور تغیر و ایضاً اختلاف و لیے مستند معتد سے محفوظ رکھا کا یحییٰ واللہ الہادی (جیسا کہ
 مخفی نہیں، اور اللہ ہی ہدایت دینے والا ہے۔ ت)

اقادۃ ثانیہ عشر یہاں تک دعویٰ قطعیت جزئیت و لازم نقصان ختم کا رد و محنت کہ
 کہ اللہ جہاں وجود ظاہر ہوا اسبے بعونہ تعالیٰ جہر و اخفا کی طرف پہلے تراویح میں جہر مسند کا حضور پر نور سید عالم
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے متواتر کہنا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر صریح اخترا ہے تو اتر درکنار زہار
 کسی حدیث احادیث سے بھی اس کا ثبوت نہیں، جہر فی التراویح تو جہر مطلقا کسی نماز میں نہ ہو والا صلوات اللہ
 و سلامہ علیہ کا بسم اللہ شریف جہر سے پڑھنا ہرگز ہرگز متواتر نہیں، تو اتر کیسا نفس ثبوت میں سخت کلام و نزاع
 ہے، امام حافظ عقیلی کتاب الضعفاء میں لکھتے ہیں،

لا یصح فی الجہر بالبسملة حدیث
 مسند - ذکرہ فی عمدۃ القاری۔
 امام دارقطنی فرماتے ہیں،

لیر صح فی الجہر حدیث - ذکرہ فی
 حنایۃ القاضی۔
 جہر تسمیہ میں کوئی حدیث صحیح نہیں ہوئی۔ اے
 حنایۃ القاضی میں ذکر کیا گیا۔

یہی امام دارقطنی جب جہر شریف لے گئے کسی مصری کی درخواست سے دربارہ جہر ایک جہر
 تصنیف فرمایا بعض مالک نے قسم دے کر پوچھا کہ اس میں کون سی حدیث صحیح ہے آخر براہ انصاف
 اعتراف فرمایا کہ،

کل ما روی عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ
 یعنی نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے جہر میں جو کچھ

۳۲۸/۱	مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ ریاض الشیخ	۳۲۸/۱	بسم نصیب الراہ لا حدیث البدر	کتاب الصلوۃ
۲۸۸/۵	ادارۃ المطابع الخیر بکیر	۲۸۸/۵	باب ما یقول بعد التکبیر	کتاب الصلوۃ
۳۱/۱	دار صادر بیروت	۳۱/۱	بسم حنایۃ القاضی علی تفسیر البیضاوی	مبحث البسملة

امام شریکائی نے نیل الاوطار میں ذکر کیا ہے۔

فی نیل الاوطار۔

امام زلیخا تبیین الحقائق میں فرماتے ہیں،

الحاصل ان احادیث البہرہ نہ تثبت بشیئہ
السید الاثر ہری فی المفتاح۔

امام زلیخا تبیین الراہ میں فرماتے ہیں،

فہذہ الاحادیث کلہا لیس فیہا صریح صحیحہ
ولیس مخرجة فی شیئ من الصحیحہ ولا
المسانید ولا السنن المشہورۃ فی رواۃہا
الکذاجون والضعفاء والمجاہیل الخ

امام عینی عمدة القاری میں فرماتے ہیں،

احادیث البہرہ لیس فیہا صریح بخلاف
حدیث الاخفاء فانہ صحیحہ صریحہ ثابتہ
مخرجة فی الصحیحہ والمسانید المعروفة و
السنن المشہورۃ۔

خلاصہ یہ کہ جہر کی حدیثیں ثابت نہ ہوتیں۔ سید ازہری
نے اس کو فتح میں نقل کیا ہے۔

ای حدیثوں میں کوئی حدیث صریح و صحیح نہیں، نہ یہ
صراح و مسانید و سنن مشہورہ میں مروی ہوتیں
ان کی روایتوں میں کذاب، ضعیف، مجہول و گم
ہیں الخ

جہر کی حدیثوں میں کوئی حدیث صحیح و صریح نہیں بخلاف
حدیث اخفاء کہ وہ صحیح و صریح اور صراح و
مسانید و سنن مشہورہ میں ثابت ہے۔

امام اعظم ابو حنیفہ و امام مالک و امام شافعی و امام احمد چاروں ائمہ مذہب اور بخاری و مسلم و ابوداؤد
وترمیذی و نسائی و ابن ماجہ چھوں ائمہ حدیث اور دارمی و طحاوی و ابن خزیمہ و ابن جبران و دارقطنی و طبرانی و
ابو یعلیٰ و ابن ندی و بیہقی و ابوالفیم و ابن عبد البر اکابر حفاظ و اجل محدثین اپنی صحاح و سنن و مسانید و معاجم میں
باسانید کثیر و حضرت سیدنا انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ فرماتے ہیں،

صلیت خلف رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم و خلف ابی بکر و عمر و عثمان فلم اسمع
احدا منهم یقرأ بسم اللہ الرحمن
میں نے حضور اقدس رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم و ابوبکر صدیق و عمر فاروق و عثمان غنی کے پیچھے
نماز پڑھی ان میں کسی کو بسم اللہ شریف پڑھتے نہ سنا

۱۱۲/۱	مطبوعہ مکتبہ امیر یہ بولاق مصر	تبیین الحقائق فصل اولہ الارادہ الخول فی الصلوۃ
۲۵۵/۱	مکتبہ اسلامیہ ریاض الشیخ	نصب الراہی لاحادیث البدایہ کتاب الصلوۃ
۲۹۱/۵	ادارۃ الطباعت المنیریہ بیروت	عمدة القاری النور الرابع اختلاف الفقہاء فی البسملۃ

وسلم في الجهر فليس بصحيح - ذكره الامام
الزبلي عن التتبع عن مشايخه عن
الدارقطني والمحقق في الفتح -
امام ابن الجوزي نے کہا :

ليرى به عنه صلى الله تعالى عليه وسلم
في الجهر شيء بذكره العادي في السراقة .

یہاں تک کہ تتبع میں احادیث جہر کو کرنا جائز ہے :

هذه الاحاديث في الجملة لا تحسن بمن له
علم بالنقل ان يعارض بها الاحاديث
الصحيحة ، ولولا ان يعرض للشفقة شبهة
عند سماعها فيظن انها صحيحة لكأن
الاعراب من ذكرها اولى ، ويكفي في ضعفها
اعراض المصنفين للمسانيد والسخت
عن جسدوسها .

روایت کیا گیا ہے اس میں کچھ صحیح نہیں ۔ اس میں کوئی
امام زبلی نے اپنے مشائخ کی تتبع قرار دے کر دارقطنی
سے نقل کیا ہے اور محقق سند فتح القدير میں ذکر کیا ۔

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے جہر بسم اللہ میں کوئی
روایت صحیح نہیں ۔ اسے ملاحظہ قاری نے مرقاۃ میں
ذکر کیا ۔

ان احادیث کو صحیح احادیث کے معارض قرار دینا
نقل کے فن میں علم والے کو درست نہیں ۔ اگر ان روایات
کو فقہ شافعی کی بنا پر صحیح گمان کرنے کا عندی نہ ہو
تو ان کو ذکر نہ کرنا مناسب تھا ، اور ان روایات کے
ضعف پر دلیل تمام مسانید و سنن کے مصنفین کا ان
کو ذکر نہ کرنا ہی کافی ہے ۔

(ت)

خلاصہ یہ کہ وہ احادیث نہ احادیث صحیحہ کے مقابل نہ ذکر کے قابل ، ولہذا مصنفان مسانید و سنن نے
ان کے ذکر سے اعراض کیا نقلہ فی نصب النواہی (اس کو نصب الراہ میں ذکر کیا گیا ہے ۔ ت) خود پیشوائے دہلی
ابن القیم نے اپنی کتاب مسی بالہدیٰ میں لکھا :

فصحيح تلك الاحاديث غير صحيح وصحيحها
غير صحيح - نقله امام الوهابية الشوكافي
ای حدیثوں میں جو صحیح ہے وہ جہر میں صریح نہیں اور جو
جہر میں صریح ہے وہ صحیح نہیں ۔ اس کو وہابیوں کے

۳۵۹/۱	مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ ریاض الشیخ	لہ نصب الراہی لاحادیث الہدایہ	کتاب الصلوۃ
۲۸۶/۲	مکتبہ امدادیہ طمان	لہ مرقاۃ شرح مشکوۃ	باب القراءة فی الصلوۃ
۳۵۸/۱	مکتبہ اسلامیہ ریاض الشیخ	لہ نصب الراہی بحوالہ التتبع	کتاب الصلوۃ
۲۲۸/۲	مصحف البانی مصر	بکے نیل الادوار	باب ما جاء فی بسم اللہ الخ

وہ بسم اللہ شریف کا جہز فرماتے تھے وہ بسم شریف
 آہستہ پڑھتے تھے یہ امام مسلم کے الفاظ تھے، امام احمد
 نسائی اور ابن حبان اپنی صحیح میں اور دوسروں نے لہجہ
 صحیح سندوں کے ساتھ بیساک فتح القدر نے بیان کیا ہے
 جس کے الفاظ یہ ہیں کہ یہ حضرات بسم اللہ کا جہز فرماتے
 تھے بلور ابن خزیمہ، طبرانی، ابوالکیم کے الفاظ یہ ہیں کہ
 وہ بسم اللہ کو پوشیدہ پڑھتے تھے، اور ابن ماجہ کے
 الفاظ یہ ہیں کہ کہ وہ سب بسم اللہ کا اختصار
 فرماتے تھے۔ (ت)

الرحیم ^{لحم} هذه اللفظ مسند وفي لفظ للامام احمد
 والنسائي وابن حبان في صحيحه وغيرهم
 باسناد على شرط الصحيح كما افاده في الفتحة
 كانوا لا يجهرون ببسم الله الرحمن الرحيم
 وفي لفظ لابن خزيمة والطبراني وابن نعیم
 كانوا يسرون ببسم الله الرحمن الرحيم
 وابن ماجه فكلهم يخفون بسم الله
 الرحمن الرحيم

یہ وہ حدیث جلیل ہے جس کی تخریج پر چاروں ائمہ مذہب اور چھٹوں اصحاب صحاح متفق ہیں بلکہ طبرانی
 نے انھیں سے روایت کی،

ان رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم
 كان يسربسم الله الرحمن الرحيم وابا بكر
 وعمر وعثمان وعليه
 جبکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و ابو بکر و عمر
 و عثمان و علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم بسم اللہ شریف آہستہ
 پڑھتے تھے۔

امام احمد امام ابو حنیفہ و امام محمد و ترمذی و نسائی و ابن ماجہ و غیر ہم ابن عبد اللہ بن مغفل رضی اللہ تعالیٰ
 عنہ سے راوی، قال،

- مسند صحیح مسلم باب حجة من قال ويجبر بالبسطة مطبوعه نور محمد اصح المطابع كراچی ۱۴۲/۱
 مسند احمد بن حنبل مروي از انس بن مالك رضي الله عنه دار الفکر بيروت ۲۰۵، ۱۴۹/۲
 فتح القدر باب صفة الصلوة مکتبه نوريه رضويه سکر ۲۵۲/۱
 صحیح ابن خزیمہ معنی قول انس رضي الله عنه انهم كانوا يسرون الخ مطبوعه المكتبة الاسلامی بيروت ۲۳۹/۱
 سنن ابن ماجه باب افتتاح القراست مطبوعه ايجام سید کبیری کراچی ص ۵۹
 المعجم الكبير مروي از انس رضي الله عنه حديث ۳۹ مطبوعه مکتبه فیصلیه بيروت ۲۵۵/۱
 صحیح ابن خزیمہ معنی قول انس رضي الله عنه انهم كانوا يسرون الخ مطبوعه المكتبة الاسلامی بيروت ۲۵۰/۱
 فت، طبرانی کبیر اور صحیح ابن خزیمہ میں عثمان و علی رضی اللہ عنہما کا ذکر نہیں۔ تذکرہ احمد

سمعنی ابی وانا اقول بسم الله الرحمن الرحیم
فقال ای بنی ایاک والحدث قال ولم ارا احدا
من اصحاب رسول الله صلی الله تعالی
علیه وسلم کان ابغض الیه الحدث فی
الاسلام یعنی منہ قال وصلیت مع النبی
صلی الله تعالی علیہ وسلم ومع ابی بکر
ومع عمر ومع عثمان فلم اسمع احدا
منهم یقولها فلا تقلها، انت اذا صلیت
فقل الحمد لله رب العالمین۔

یعنی مجھے میرے باپ نے نماز میں بسم الله شریف
پڑھتے سنا، فرمایا اسے میرے بیٹے! بدعت سے
بچو۔ ابی عبد الله کہتے ہیں میں نے رسول الله صلی
علیہ وسلم کے صحابہ میں ان سے زیادہ کسی کو اسلام
میں نئی بات نکالنے کا دشمن نہ دیکھا، انھوں نے
فرمایا میں نے نبی صلی الله تعالی علیہ وسلم و ابو بکر
صدیق و عمر فاروق و عثمان غنی رضی الله تعالی عنہم کے
ساتھ نماز پڑھی کسی کو بسم الله شریف پڑھتے نہیں
سنا تم بھی نہ کہ جب نماز پڑھو الحمد لله رب العالمین
سے شروع کرو۔

انہی عبد الله رضی الله تعالی عنہ نے کسی امام کو بسم الله جہر سے پڑھتے سنا، پکار کر فرمایا،

یا عبد الله انی صلیت خلف رسول الله صلی
الله تعالی علیہ وسلم و ابی بکر و عمر
و عثمان رضی الله تعالی عنہم فلم اسمع
احدا منهم یجہر بہا۔ سواہ الامام
الاخظم ذکرہ فی الفتح۔

امام اعظم و امام محمد و امام احمد و امام طحاوی و امام ابو طریق عبد البر حضرت عبد الله بن عباس رضی الله
تعالی عنہما سے راوی :

اليجہر بسم الله الرحمن الرحیم قسواۃ
الاعراب کہ

بسم الله شریف آواز سے پڑھنی گنواروں کی
قراۃت ہے۔

۳۲/۱	مطبوعہ امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی	سنت جامع الترمذی باب ما جاء فی ترک الجہر بسم الله الرحمن الرحیم	۳۲/۱
۵۹	مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	سنتی ابن ماجہ باب افتتاح الخرات	۵۹
۵۸	نور محمد اصح المطابع کراچی	سنت مسند الامام الاعظم بیان عدم الجہر بالمسئلۃ	۵۸
۲۵۳/۱	مکتبہ نوریہ رضویہ سکس	فتح القدیر باب صفۃ الصلوۃ	۲۵۳/۱
۱۴۰/۱	ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	سنت شرح معانی الآثار باب قراۃت بسم الله	۱۴۰/۱
۳۱۱/۱	ادارۃ القرآن الہی کراچی	المستند دین ابی شیبہ من کان لا یجہر بسم الله	۳۱۱/۱

نیز اسی جناب سے مروی ہوا :

لہر بچھر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
بالبسملۃ حتی مات۔ ذکرہ المحقق فی
الفتح۔

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کسی بسم اللہ شریف کا جہر
نہ فرمایا یہاں تک کہ دنیا سے تشریف لے گئے۔ اسے
محقق نے فتح میں ذکر کیا۔

اثرم بسند صحیح مکرر تابعی شکر و خاص حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی،
انا اعدای ان جہرت ببسم اللہ الرحمن الرحیم۔
سید بن منصور اپنی سنن میں راوی،
میں گزارش ہوں اگر بسم اللہ شریف جہر سے پڑھوں۔

حدیثنا احمد بن حنبل بن کثیر بن شظیر انت
الحسن مثل عن البچھر بالبسملۃ فقال
انما یفعل ذلك الاحواب۔

حدیثنا ابن زید نے کثیر بن شظیر سے بیان کیا کہ امام حسن
بصری سے جہر بسم اللہ کا حکم پوچھا گیا، فرمایا یہ
گزارہوں کا کام ہے۔

ابن ابی شیبہ اپنے مصنف میں امام ابراہیم رحمہ اللہ سے راوی، البچھر ببسم اللہ الرحمن الرحیم
ہذا حدیث بسم اللہ شریف جہر سے کہنا بدعت ہے۔ اثرم انہیں سے راوی،
ما اذکمت احدایہ جہر ببسم اللہ الرحمن الرحیم
والجہر بہا بدعت۔

میں نے صحابہ و تابعین میں کسی کو بسم اللہ شریف کا جہر
کہتے نہ پایا اس کا جہر بدعت ہے۔

سبحان اللہ! حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے قرآن و کنارا ہی حضرات عالیہ کے نزدیک کچھ بھی
ثبوت ہوتا تو کیا یہ اجڑے صحابہ و تابعین ماذ اللہ سے بدعت بتاتے یا گزارشوں کا فعل کر سکتے تھے و لکن الجہلۃ
یقولون ما لا یصلحون (لیکن جاہل لوگ غیر معلوم باتیں کہتے ہیں۔ ت) نہایت کہ امام الفقہ امام المذہب
اودھ اللہ لہا اودھ المجتہدین سیدنا امام سفیان ثوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اختیار جہر بسم اللہ کا قول سخت مجہور
مجھ سنا اور اس کے اخفا کو افضل و اولیٰ سمجھا تو حق تعالیٰ اہل سنت جانا محدث لا کالی کتاب السنہ میں بسند
صحیح راوی،

سلفہ فتح القدیر باب صفۃ الصلوۃ مطبوعہ مکتبہ ترویج رضویہ سکھر ۱۵۴/۱

۳۵۸/۱ ۳۵۸/۱ ۴۱۱/۱ ۲۵۸/۱

نصب الرایۃ لامحدث الہدایہ بحوالہ سنن سید بن منصور کتاب الصلوۃ مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ ریاض الشیخ
مصنف ابن ابی شیبہ من کان ویجہر ببسم اللہ الخ مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی
نصب الرایۃ لامحدث الہدایہ بحوالہ اثرم کتاب الصلوۃ مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ ریاض الشیخ

سے نماز میں اخلاقی کرے اور بیرون نماز بھی اتنا ہی قاری خاص صرف ہو جو اولیت سے نہ بطور وجوب و لزوم و ضرورت۔

لما قد تناهنا القراءات كلها حقة باليقين
لا احتمال فيها للخطأ ولا ينافي بعضها بعضا
فلا يجرى في شيء منها لاجتماع ولا افراد مالم
يؤد التفريق الى التفسير بخلاف المجتهدات
الخلافة فان المجتهد يخطئ ويصيب فلا
نقد وعما اعتقدنا انه صواب يحتل الخطأ
الى ما ظننا انه خطأ يحتمل الصواب وليس
لفقت لوصفنا اتفق الا قول حل فساد العمل
کوہم خطا تبھیں گے اس کو نہیں اپنائیں گے کیونکہ ہم اعتقاد کے پابند ہیں اگرچہ فی الواقع اس کی خطا کا احتمال
ہے، اور یہاں اجتہادی مسائل میں مختلف مجتہدین کے اجتہاد کو اپنانا عمل میں فساد پیدا کر دے گا۔ (ت)
جبھی شرح قدوری پھر کفایہ شرح ہدایہ پھر رد المحتار حاشیہ در مختار میں ہے:

لا یجہر بها فی الصلوة عندنا خلافا لشافعی
وفی خارج الصلوة اختلاف الروایات و
المشایخ فی التعوذ والتسمیة قبل یخفی
التعوذ دون التسمیة والصحیح انه یتغیر
فیہما وکن یتیم امامہ من القراء
وہم یجہرون بہما الا حمزة فانہ
یخفیہما ام۔

ہمارے نزدیک نماز میں جہر نہیں ہے، امام شافعی
اس کے خلاف ہیں، اور خارج از نماز بسم اللہ اور
احوذ باللہ میں مشائخ اور روایات کا اختلاف ہے
ایک قول میں احوذ باللہ کو مخفی اور بسم اللہ کو جہر کے
ساتھ لیکن صحیح یہ ہے قاری کو اختیار ہے کہ دونوں
کو آہستہ پڑھے یا بلند پڑھے، لیکن ائمہ قراء میں
اپنے امام کی اتباع بہتر ہے امام حمزہ جہر کے قائل
نہیں ہیں باقی ائمہ جہر کے قائل ہیں (ت)

بحمد اللہ تعالیٰ یہ خیالات جدیدہ و ہدایہ کے رد میں ہمارے علماء کا قصص حریک ہے۔

افادۃ سابعہ عشر اقول وباللہ التوفیق حقیقت امر یہ ہے کہ روایات قراء

لہ رد المحتار بحوالہ الکفایۃ عن الجتبی فصل واذا اراد الشروع فی الصلوة الخ مطبوعہ جامع سید محمد علی گڑھی ۱۲۹۰

طبقة فطیقة قرآن فقرا بذکرہ تدریس و تعلیم و تلقی تلاذہ عن الشیوخ ہیں تو یہ جہر و اخفا اوقات تعلیم و اقران کی خبر دیتے ہیں نہ خاص حال نماز کی حضور پر نور سید العالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد تو طریقہ تعلیم قرآن عظیم معین رہا کہ تلاذہ پڑھتے استاذ سنتے تلامذہ کہ نمازوں میں سُنیں کہ سیکھتے جس میں سوال و جواب و تقسیم و تقسیم کا کوئی موقع نہیں، بیرون نماز بھی قراءت شیعہ کا دستور نہ تھا بلکہ اسے ناکافی سمجھتے اگرچہ یہاں ممکن تھا کہ جہر طرزاں تلمیذ کی کچھ میں نہ آتا اور یافت کر لیتا استاد و اعادہ کر دیتا، اتفاق شریف میں ہے،

اوجہ التحمل عند اهل الحديث السماع
من لفظ الشيخ والقراءة عليه، والسماع
عليه بقراءة غيره، والمناولة والاجازة
والمكاتبة والعرضية والاعلام والوجاهة،
فاما غير الاولين فلا ياتي ههنا يعلم مسما
سند كره، واما القراءة على الشيخ فهي
المستعملة سلفا وخلفا، واما السماع من
لفظ الشيخ فيحمل ان يقال به ههنا لان
الصحابة رضي الله عنهم انما اخذوا القرآن
من في النبي صلى الله تعالى عليه وسلم
لكن لم يأخذ به احد من القراء والمنم فيه
ظاهر لان المقصود ههنا كيفية الاداء و
ليس كل من سمع من لفظ الشيخ يقدر
على الاداء كهيأته، بخلاف الحدیث
فان المقصود فيه المعنى واللفظ لا بالهيأت
المعتبرة في اداء القرآن، واما الصحابة
فكانت فصاحتهم وطباعهم السليمة تفقوا
قد رتبهم على الاداء كما سمعوه من النبي
صلى الله تعالى عليه وسلم لانه نزل
بلغتهم، وما يدل للقراء على الشيخ

محدثین کے ہاں اپنے شیخ سے حدیث اخذ کرنے کے کئی
طریقے ہیں، شیخ کے الفاظ کو سننا، شیخ پر پڑھنا،
دوسرے شاگرد کو پڑھتے ہوئے سننا، لکھے ہوئے کو
لینا، مرویات کی اجازت لینا، لکھنا، وصیت کے طور
پر اپنا، اطلاع حاصل کرنا، شیخ کے لکھے ہوئے کو
پہچان کرنا یا دکرنا، لیکن قرآن کی قراست کے بارے
میں پہلے دو طریقوں کے علاوہ دوسرے طریقے جائز
نہیں جیسا کہ اس کی وجہ ہم بیان کریں گے، یہاں
قراست میں شیخ پر شاگرد کا پڑھنا ابتداء سے آج تک
مروج ہے اور شیخ سے سننا بھی یہاں جائز ہو سکتا
ہے کیونکہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم نے قسم آں کہ
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زبان مبارک سے سن کر
اخذ کیا ہے، لیکن قراء حضرات نے اس طریقہ کو
نہیں اپنایا اس کی وجہ یہ ہے کہ قراۃ میں ادائیگی
کی کیفیت حاصل کرنا مقصود ہوتا ہے، اور یہ
ضروری نہیں کہ استاذ کی ادائیگی کی کیفیت کو محض سننے
پر اخذ کرے، لہذا قراست میں یہ طریقہ منع ہے مگر حدیث
میں معاملہ اس کے برخلاف ہے کیونکہ یہاں معنی یا لفظ
مقصود ہوتے ہیں لیکن ادائیگی والی کیفیت قرآن کی
طرح یہاں معتبر نہیں ہے، ہاں صحابہ کرام کا معاملہ

حق یعلموا ما فی هذه من العلو والعمل فانما
علمنا العلو والعمل لیه
نہ سیکھ لیتے، یوں ہم علم اور عمل دونوں کو حاصل
کرتے۔ (د ت)

ابن سعد طبقات میں بطریق عبد اللہ بن جعفر عن ابی الملاح عن یحییٰ اور امام مالک مرطی میں بلاغاً راوی،
ابن ابی عمیر تعلیم البقرة فی ثمان سنین یہ
جیشک عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سورۃ بقرہ
کو آٹھ سال میں سیکھا۔ (د ت)

خطیب بغدادی کتاب رواد مالک میں عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی، قال،
تعلّم عمر البقرة فی اثنی عشر سنة خلا
سخت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سورۃ بقرہ کو بارہ سال
میں سیکھا۔ جب انہوں نے اسے ختم کیا تو ایک
اونٹ ذبح کیا۔ (د ت)

تو ظاہر ہو کہ یہ روایات جہود اخفاء قرأت خارج از نماز کی نقل ہیں اب بحوالہ تعالیٰ اُس ارشاد علماء کا راز واضح
ہوا کہ بیرون نماز اتباع امام قرأت مناسب ہے اس کی تفسیر نیز مسئلہ تعوذ ہے عامہ قرأت کا اُس کے جسم پر
اتفاق ہے۔ امام اجل ابو عمرو دانی نے اس پر اجماع اہل اداء نقل فرمایا۔ امام عارف باللہ شاطبی نے باوصف
حکایت خلافت تصریح فرمائی کہ ہمارے حفاظ و رواۃ اُس کا اخفاء نہیں مانتے۔ تیسرے باب ذکر الاستعاذہ
میں ہے :

لا أعلم خلافاً بين أهل الاداء في البهْر بها
عند اختتام القرآن وعند الابتداء برؤس
الاجزاء وغيرها في مذهب الجماعة اتباعاً
للنص واقتداء بالسنة۔
قرآنی نص اور سنت کی اتباع میں قرآن کی ابتداء میں
اور پاروں وغیرہ کی ابتداء میں تلاوت شروع کرتے
وقت جمیعاً کہ ایک جماعت کا مذہب ہے۔ اعوذ باللہ کہ
جس سے پڑھنے میں اہل اداء یعنی قراء حضرات کا اختلاف
نہیں ہے۔ (د ت)

عنه ای وان جاء من الرواية على انحاء فعلها ۱۲ من
اگرچہ تعوذ کے بارے میں مختلف صورتیں مروی ہیں ۱۲ مندرجہ

۱۔ مصنف ابن ابی شیبہ کتاب فضائل قرآن ۱، ۵۵ حدیث ۹۹، ۷۸ مطبوعہ دار القرآن کراچی ۱۰/۱۴۰

۲۔ مرطی امام مالک باب ما جاء في القرآن مطبوعہ میر محمد کتب خانہ کراچی ۱۰/۱۹۰

۳۔ رواد مالک الخطیب بغدادی
۴۔ تیسرے باب ذکر الاستعاذہ

حرز الامانی ووجہ التہائی میں ارشاد فرمایا :۔

اذا ما اردت اللہ ہر تقرب فاستعین

بجہار من الشیطان باللہ سبحانه

(تو زندگی بھر جب بھی قرآن کی قراءت کرے تو احوذ باللہ کو بلند آواز سے پڑھ، مستغوث نہ)

سراج القاری میں ہے،

”قولہ مسجد ای مطلقاً لجميع القراء و اس کا قول مسجد یعنی تمام قراء حضرات کے نزدیک
فی جمیع القراءت اللہ اور تمام قرآن میں۔ دت۔
پھر فرمایا :۔

واختفاؤه فصل آیات وعصائب

وكم من فوق كالمهدوی فیہ احصا

اس کی شرح میں ہے،

یعنی امام حمزہ اور تابع سے احوذ باللہ کا اختفاء مروی ہے
”فصل“ کے خاتمہ سے حمزہ کی طرف ”آیات“ کے الفاظ سے
تابع کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اور باقی قراء حضرات نے
احوذ باللہ کو جہر مانا ہے اور باقی حضرات یہ ہیں ابن کثیر،
ابو عمرو، ابن حاتم، حاکم اور امام کسائی۔ باطنی طور پر
اس نظم کا یہ مقصد ہے اور نظام میں انہوں نے یہ تنبیہ کی ہے
کہ جہر ائمہ کی طرف قراءت منسوب ہے انہوں نے اختفاء
کا انکار کیا ہے اور اس پر عمل نہیں کیا بلکہ انہوں نے
احوذ باللہ کا جہر کیا ہے اور یہاں اول میں مطلقاً کہہ کر تمام
قرآن میں قنود کے جہر کی طرف اشارہ کیا ہے (ت)

ای دو ای اختفاء القنود عن حمزة وناقله اشار
الی حمزة بالفاء من فصل والی ناقله بالالف
من آیات وجہریہ الباقون وهم ابن کثیر و
ابو عمرو و ابن حاتم و حاکم و الکسائی
هذا هو المقصود بهذا التظم بالباطن
ونبه بظاهر علی ان من ترجم قراء ته الميهم
من الائمة ابوا الاختفاء ولم ياخذوا به
اخذوا بالجهر للجميع ولذا لفظ امر به
مطلقاً فی اول الباب ملخصاً

۱۰ ص	مطبوعہ مصطفیٰ الیابی مصر	باب الاستعاذہ	سکھ حرز الامانی ووجہ التہائی
۳۱ ص	” ” ” ” ”	باب الاستعاذہ	سکھ سراج القاری المبتدی شرح منظومہ حرز الامانی
۱۰ ص	مطبوعہ مصطفیٰ الیابی مصر	باب الاستعاذہ	سکھ حرز الامانی ووجہ التہائی
۳۲ ص	” ” ” ” ”	باب الاستعاذہ	سکھ سراج القاری المبتدی شرح منظومہ حرز الامانی

اب کون مائل کے گا کہ یہ اطلاق جمہور روادۃ و اتفاق جمیع اہل ادا نماز و غیر نماز سب کو شامل وہ سب تمام قراء کے طور پر نماز میں بھی اعوذ بکھر پڑھتے تھے عائشا بکھر پڑھتی تھیں روایات و فتوے سب محل روایت و تلامذت بیرون نماز سے متعلق ہیں و جرم شرع میں فرمایا،

قوله فاستعد جہاراً اھو المختار لما اثر القراء
و هذا فی الاستعاذۃ القاری علی المقسودی
او بحضرة من یسمع قرأته اما من قراء
خالیاً او فی الصلوة فالأخفاء او فی
انام جلیل بلال سیوطی کتاب النسخ امام القراء محمد محمد ابی الجزری سے ناقل،

المختار عند اشعة القراءۃ الجہر بہا وقیل
یسر مطلقاً وقیل فیما بعد الفاتحة وقد
اطلقوا اختیار الجہر وقیدہ ابو شامہ
بقید لا بد منه وھو ان یکون بحضرة من
یسمعه لان الجہر بالتعود اظہار شعہا من
القراءة کالجہر بالتبلیغ و تکبیرات الصید
وصح فوائده ان المسموع ینصت للقرءۃ
من اولہا لا یفوتہ منہا شیء و اذا اخفی التقرء
لو یعلم المسموع بہا لا یعد امت فاتہ
من المقر و شیء و هذا المعنی ھو الفاسق
بین القراءۃ فی الصلوة و خارجہا
لا علم نہ ہونے کی وجہ سے کچھ سماج ابتداء وقت ہو جائے گا، نماز اور خارج نماز اعوذ باللہ کے بارے میں یہی
و بیفرق ہے۔ (ت)

افادہ خامسہ عشر قرآنیت بسم اللہ ضروری ہے مگر وہ ہرگز من حیث الودایہ ثابت

نہیں بلکہ کتابت مصاحف و اجماع علی التجرید سے ولید واجب امام ولی صالح قدس سرہ المجید نے قعیہ میں فرمایا:

وبسمل یمن السورتین بسنة

سجال نموها درية وتحملا

(دو سورتوں کے درمیان بسم اللہ سنت صحابہ سے ثابت ہے جس کو انھوں نے جاری رکھا، عقل نقل کے طور پر)

شارح علامہ نے صاف تصریح فرمادی کہ اراداً بالسنة القی نموها کتابۃ الصحابة لہا قی المصحف (سنة القی نموها سے مراد صحابہ کرام کا بسم اللہ کو مصحف شریف میں لکھا ہے۔ ت، پھر اس کا حاصل بھی صرف اس قدر کہ بسم اللہ کلام الہی ہے نہ یہ کہ ہر صحت کی چیز ہے یا ختم میں بر جہ اسی کا جہ لازم کما مسوف الا فادۃ السادسة (جیسا کہ چٹے افادہ میں گزارشات) اور جب اسے چھوڑ کر نفس روایت بمعنی متعارف کی راہ لیجئے اور صرف اس کی صحت کو مناط مان کر اثبات دعا کا حوصلہ کیجئے تو یہ محض باطل و جو بس عاقل فقط صحت روایت پر مدبر قراءت ہونے سے کیا مقصود ہے۔ آیا یہ کہ صرف اس قدر سے قرآنیت ثابت ہو جاتی ہے تو قطعاً مردود کہ قرآنیت بے دلیل قطعی یقیناً مفقود افادۃ ششم میں اس کا بیان موجود۔

اقول (میں کہتا ہوں) قرآن ہونا محض شہرت سے اگرچہ قراء سبعہ سے منقول ہو ثابت نہیں ہوگا جب تک قطعی قراء سے تمام اجزاء منقول نہ ہوں، اگرچہ قراء کا بعض اجزاء کے بارے میں علم نہیں تو متواتر ہونے کے لئے تیسے ہاں قراء ضروری بھی نہیں ہے۔ (ت)

اقول ولا نسلم انه في القرآن حق من السبعة ما لم يتواتر وان اشتهد بسبل القرآن متواتر قطعاً بجميع اجزائه وان لم تقفنا على قراءات بعضها فليس من شرط التواتر قراءه عندك۔

اقول میں ہے،

لا خلاف ان كل ما هو من القرآن يجب ان يكون متواتراً في اصله و اجزائه و اما في محله و وضعه و ترتيبه فلكذلك عند محقق اهل السنة للقطع بامانة العادة تقضى بالتواتر في تفاصيل مثله لامت هذا

اس بات میں کوئی اختلاف نہیں کہ جو کچھ قرآن کا حصہ ہے اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ خود اور اس کے تمام اجزاء متواتر ہوں، قرآنی حصہ کا محل، مقام اور ترتیب بھی اسی طرح متواتر ہونا اہل سنت کے محققین کے ہاں ضروری ہے کیونکہ اس معاملہ میں تفصیل عادتاً قراء سے ثابت ہوتی ہے اس لئے کہ

المعجز العظيم الذي هو اصل الدين القويم
والعراطة المستقيم ما توفر الدواعي على
فعل جملة وتفاصيله فنافل احاد اولاد
يتواتر يقطع بانته ليس من القرأت قطعاً الخ -
یہ عظیم معجزہ جو کہ دینِ توہم اور صراطِ مستقیم کی بنیاد ہے اس
کے اجمال و تفصیل کے دواعی و افرط پر پائے جاتے ہیں،
جو اجزاء و خبر و اصداغ غیر متواتر طور پر ثابت ہوں ان کے
قطعی طور پر قرآن ہونے کا یقین نہیں کیا جاسکتا الخ،
اور اگر یہ مراؤ کہ سب روایت صحیح ہو نہ کریں گے صرف اسی قدر پر پڑنا جائز سمجھیں گے تو اولاً یہ بھی چاروں
نزیب میں باطل تہمور محققین شہرہ و محدثین و فقہاء اصولیین اس کے بطلان کے قائل،

اقول كيف لا وانما الكلام في قراءته قرأنا و
هي موقوفة على ثبوت قرأنته الموقوفة
على تواترها والا فلا شك في جواز قسواء
الاحاد بل الشواذ للاحتجاج بها في حكم
كثير الاحاد الاستشهاد بها على مسئلة
ادبية مثلاً اذا لم يثبت قرأنتها و لم
يؤهمها و الاحرم باجماع مسلمين كما نص
عليه في غيث النفع عن
ابن القاسم النويري في شرح
طبعة النشر عن الامام ابن عمر
في التمهيد -

اقول یہ کیسے نہ ہو جبکہ بحث قرآن ہونے کے لحاظ سے
قرأت میں ہے، قرأت بطور قرآن کا ثبوت اس کے
قرآن ہونے پر اور قرآن ہونا موقوف ہے اس کے تواتر
پر ورنہ محض قرأت کا جواز تو احاد بلکہ شاذ سے بھی
ثابت ہو جاتا ہے جبکہ اس سے کسی حکم کا استدلال
کرنا ہو جیسا کہ خبر واحد کا حکم ہے یا اس کو کسی ادب کے
بارے مسئلہ پر شاہ بنانا مقصود ہو بشرطیکہ اسے قرآن
نہ سمجھا جائے اور نہ ہی اس سے قرآن ہونے کا وہم
پیدا ہو، ورنہ قرآن ہونے کا استناد کرنا تمام مسلمانوں
کے اجماع پر راجع ہے جیسا کہ اس کی تصریح غیث النفع
میں ابوالقاسم نویری کے حوالہ سے کی ہے کہ انھوں نے
طبعة النشر کی شرح میں امام ابو حنیفہ کے حوالہ سے کہ انھوں
نے تمہید میں ذکر کیا ہے۔ (ت)

غیث النفع میں ہے :

مذهب الاصولیین و فقہاء المذاہب
الاربعة و المحدثین و القسواء امن
التواتر شرط في صحة القراءة ولا تثبت
اہل اصول، چاروں فقہاء کرام، محدثین اور شہرہ
حضرات کا مذہب یہ ہے کہ قرآن کی قرأت کے طور پر
متواتر ہونا ضروری ہے، اور محض صحیح سند سے ثابت ہونا

ثانیاً اگر بالفرض یہ مسلم بھی ہو تو اس سے حاصل کتنا بڑا فرق نہ ہو جو قرآنیت، یہ محض ایک امر زائد و خارج ہے جس سے نہ لزوم و ضرورت ثابت ہو سکے نہ بحال ترک کسی عاقل کے نزدیک حکم نقصان ختم کی راہ ملے،
 اللهم الا عند معصون نابد العقل لا یسم
 اے اللہ! مگر جو معصون بد عقل جو جرات کو نہ تھے نہ جگہ
 ما یقال ولا یدعی ما یقول۔
 کہہ دیا کہ وہ ہے۔ (ت)

بالجہ یہاں تین چیزیں اثبات جہلیں کتابت معاصرت روایت منصوصہ۔
 اول قرآن بحث سے محض پر کران جس سے جزئیت سورہ در کنا قرآنیت کا اثبات بھی ظاہر البطلان۔
 ثانیاً وہ آیات جہر و اثبات سب بیرون نماز کی حکایات اُس سے مطلق نماز یا خاص تراویح پر حکم
 ناقابل التفات۔

ثالثاً بعض باطل بطور منظرہ ادعائے نقصان ختم میں یوں بھی کلام کہ غلو و اثبات انوں طور پر قرآن تمام۔
 دوم ثبوت قرآنیت پر ضرور دلیل مبین مگر عاشر جزئیت سورہ و جہر فی الصلوٰۃ سے علاقہ نہیں نہ تکرار نزول
 تعدد آیات پر دلیل معقول تو ایک بار پر اقتصار میں نقصان ختم کا زعم مخدول۔

سوم کی دو صورتیں ہیں، تو اگر یا مجروحیت اور ہر ایک دربارہ جہر فی التراویح یا در باب جزئیت
 بسم اللہ شریف میں تو انہیں تو سب سے دربارہ قرآنیت ہی نہیں بجزئیت پر سد اور جہر نہ کر و جزئیت سورہ میں
 نفس صحت معصوم تا بتاریخ کشد خود قائلین جزئیت صریح غلطی اور تا یقین غلطی اور عند تحقیق انتقائے غلطیت خود انتقائے جزئیت و انہما
 صحابہ و تابعین و جمہور المؤمنین کو اس سے انکار اور قول جزئیت کے محدث و فوید ہونے کا صاف انکار ہاں صرف
 دربارہ فاتحہ بعض اخبار آحادہ کہ کہ عند المحققین مخالفت قاطع کے سبب مجبور اور مجروحیت روایت پر اقتصار
 قناعت باطل و مقصور، پھر مل المقسّم ان سے ثابت ہو گا تو وہ امر جدید جو دوسرے مخالفت کے علوم و خصوص و دونوں کا
 مخالفت و زد شدیدی یعنی صرف جزئیت فاتحہ تو بر شریعت پر جہر کے لئے یہ تعلیم سورہ کار و ثبوت اور فاتحہ کے ساتھ قرآن
 جہر میں اخفاء کس وجہ سے اس نے تخصیص تراویح کو باطل کیا نہ تو امور ثابت تھے و لو بوجہ جن میں مخالفت کے لئے
 اصل سند نہ کوئی صورت کسی پہلو پر اُس کی مستند اور ہمیں سے واضح کہ مسئلہ کو منصوص قطعیہ اجماعیہ غیر اجتہادیہ
 ماننا مذہب کو اس میں دخل نہ جانتا محض جہل مستردایہ نہ ہا مگر یہ جا بلا نہ ظہر زاعم کہ جزئیت سورہ یا جہر فی التراویح
 مذہب عاصم اور ان کی قرأت کے آخہ پر جہر و اخفاء نماز میں ان کا اتباع لازم اول انہ قرأت رافقہ او تحت
 اور ثانی محض جہل و سفاہت مخالفت تصریح انہ حنفیت غرض حفاظت حنفیہ پر سر بر شریعت پر جہر جہر محض ظلم و قسمہ
 نہ شرع سے اس پر دلیل قائم بلکہ دلائل شرعیہ اصلہ و فرعیہ ہمارے قول پر حاکم ہمارے ہی قول کی ناصر و داعی معاصیہ شرعیہ
 ہمارے ہی قول کی طرف اُمی و لله الحمد والعنة والصلوة والسلام علی نبینا سید الانس والجنہ و آلہ وصحبہ
 سادات الجنۃ آمین!

تذییل

الحمد للہ آفتاب عالم تاب ہے حتیٰ و صواب ہے نقاب و حجاب شک و ارتباب جلوہ فرمائے منظر احباب ہوا اب
 کیا حاجت کہ حشویات زائدہ و لغویات بے فائدہ کے رد و ابطال میں تفسیر وقت کیجئے زید بے قید اپنی شدت جہالت و
 قوت سفاقت کے باعث خود اس قابل نہیں کہ اس کی بات قابل التفات ہو اس نے کوئی مطلب روشن علم پر تحریر
 نہ کیا نہ ورتناقص و شور و تعارض نہ بیا بیا اپنا ہی لکھا خود رو کر دیا یعنی دو اجتراد و مکابرہ و افتراسب و شتم علماء کرام
 بیت اللہ الحرام کے ماوراجو باتیں اصل مقصد میں لکھیں اپنے دونوں قبوحوں ہی کے کلام سے اخذ کیں قبوحن میں
 گنگوہی صاحب نے طرہ نماشا کیا کہ اول تو اپنے پیشوا جناب قاری صاحب کا صاف رد لکھ قاری صاحب نے
 فرمایا تھا اس مسئلے میں مذہب کو کچھ دخل نہیں شمس گوہی صاحب فرماتے ہیں قبلہ باطل میں دخل نہ ہونا کیا معنی
 صریح اجتہاد یہ ہے جس کا مذہب جسہ الامام اعظم کا مذہب اختفاء ہے جس کی پیروی نیچے درست و بجا ہے ،
 قاری صاحب پھر فی الختم اگر سب نماز میں جو شخص کی روایت ہے ، ماحکم کی قراءت ہے منقول من الرسول برجہ
 صحت ہے ، گنگوہی صاحب حضرت نہیں بلکہ شخص کی رائے ہے عقل اجتہاد سے ، ہاں مذہب سب بجا ہیں
 یوں ہی و رشاد ہے ، قاری صاحب یہ اُن امور سے جن میں نزاع کی گنجائش ہی نہیں یہاں تک کہ بد مذہب
 بھی خلاف سے کنارہ گزریں ، گنگوہی صاحب قبلہ یہ لاف ہے صاف گزاف ہے ، خود ائمہ سنت نزاع کر رہے
 ہیں ، خود امام اعظم کا ضریح خلاف ہے ، قاری صاحب یہاں چاروں مذہب میں صرف صحت روایت پر
 طرہ کار ہے ، گنگوہی صاحب حضرت چاروں و کنارہ خود اپنے مذہب میں اس سے انکار ہے ، قاری صاحب
 جب مسئلہ روایت صحیحہ نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے منقول ہو چکا خلاف ابوحنیفہ باقی ہی کب رہا ، اذا
 صحح الحدیث فهو مذہبی (جب حدیث صحیح ہو تو وہی میرا مذہب ہے ۔ ت) ، قول احناف ہے تو
 بعد صحت روایت خلاف و مخالف سے مطلق صاف ہے گنگوہی صاحب قبلہ یہ تو بدایت مردود خلاف امام اعظم
 قطعاً موجود ، قاری صاحب بعد صحت روایت کسی مذہب کی کیا حاجت یعنی کوئی خلاف کرے بھی تو کیا قابل
 سماعت ، گنگوہی صاحب واہ حضرت سب حق و ہدایت جس کی اقتداء کرو ابتداء کی بشارت ، عنس رض
 اولو قاری صاحب کے خیانت کا زنگی فرما کر اخیر میں سارا دھڑا قاری صاحب کے سر و ہر اکہ یہ شب کچھ ہے
 مگر حافظوں پر وہی ضرور جو حضرت قبلہ قاری صاحب کو منظور ، ملک خدا سے غالب کا حکم جناب قاری صاحب
 کا ، جو ہر صورت پر جبر لیس اللہ نہ کرے گا ختم کامل کے ثواب سے محروم پھرے گا ۔

اقول ای سب خرافاتوں کا ردِ بالغ و طرزِ بالغ و طرزِ بالغ سے افادات میں گزرا یہاں حضرت **اولاً** آیتہ دریافت کرنا ہے کہ جب سب مذہب حق تھے سب کا اتباع ہدایت سب کے اقتدا کی عام اجازت تو اب حفاظ پر خاص ایک ہی کا اتباع کیوں لازم و ضرور ہو گیا جنھیں کا خلافت تو پہلے بھی معلوم ہی تھا اُس وقت تو آپ یہی فرما رہے تھے کہ اس میں عیب نہ اُس میں حرج۔ اب قاری صاحب کے فرمان میں کیا کسی تانہ و حی نے نزول کیا جس نے ایک حق کو ناجی، ایک ہدایت کو ضلالت، ایک جائز کو ناجائز کر دیا۔

ثانیاً یہ آپ فتویٰ لکھ رہے ہیں یا کوئی اپنی خانگی نہایت، قاری صاحب کا فرمان حدیث ہے یا آیت یا فقہی روایت، کون سی شرعی حجت۔

ثالثاً ثبوت تو دیکھئے کہ مذہب جنھیں تمام سورتوں میں جزئیّت بسال تھا۔

رابعاً پہلے اسی سے پہلے کہ امام جنھیں کو منصب اجتہاد حاصل تھا۔

خامساً مسئلہ اجتہاد یہ ہے یا نہیں، اگر نہیں تو اپنے فتویٰ میں ذکر فرمان پانی پت تک جو کچھ لکھا سب پر پانی پھیر لیے اور اگر ہاں تو آپ اجتہادیات میں امام اعظم ملت امام ائمہ امت کے مقلد ہیں یا مجتہد العصر پانی پت کے، باتباع ہوا تقلید امام کو آگ دکھانا، پانی پت کی خاک پر دھونی رمانا، کس نے مانا اور یوں بھی سہی تو آپ کو اپنی ذات کا اختیار مسلم تنفیذ کو ان کے خلاف امام تہذیبی بتانا کیسا ستم، افسوس کہ آپ نے اول تو تقلید جنھیں کو ایسا پھیرا کہ سب مذہب بجا سب پر عمل روا، آخر میں پکڑا تو ایسا پکڑا کہ امام کا اتباع متروک و مہجور، اور تقلید پانی پت کی پست و کفنی ضرور، اس میں شہر گزری کی کیا سند، ضلت علی الکاسد و یکت عن النقد (شیر پر حملہ کیا اور بکری کے ڈر سے پیشاب آگیا۔ ت) خیر انھوں نے قوسبہ و حملی جڑی، قاری صاحب پر ڈھال کر ان کی ڈھال پکڑی۔ قاری صاحب کی کٹھن قرائی سے بہت کچھ کہنا ہے،

یہ کہ وہ بھی کوئی سند نہ لے سکے، ایک کتاب کی عبارت بھی نہ دکھا سکے، اور عاقل جانتا ہے کہ محلِ فتویٰ میں ادعا ہے دلیل و دلیل و دلیل۔

دوم سند دکھانا کہاں کا خوب چاہتے تھے کہ یہ مجھے خلافت مذہب کے، لہذا وہ راہ چلے کہ اتباع مذہب کا جملہ ای نہ رہے، اتنی عمر آئی غیر مقلدوں سے معرض ہیں، ترکِ تقلید پر معترض ہیں، انھیں گمراہ و مفسد بتایا کرتے ہیں، تحریر و تقریر اصل کٹی سنایا کرتے ہیں، اب کہ اپنا اجتہاد دکھایا، وہ کچھ فرمایا کہ انھیں بھی شرمایا، بعد صحبت روایت کسی مذہب کی کیا حاجت، حل و الحادیث ہی طاری اخصاف ہے، جب حدیث صحیح ہو پھر کیا خلافت ہے طہو و مذہبی حدیث صحیح ہی میرا مذہب ہے۔ ت، خود قول احناف ہے، زمانہ قراء زمانہ اجتہاد و عمل بالسنہ گزرا، تخصیص دلیل ہے کہ جب دورِ تقلید آیا عمل بالسنہ نے منہ پھپھایا، حالانکہ تقلید ائمہ ہی عمل بالسنہ ہے اُس کا خلافت صریح فقرہ ہے

ولا حول ولا قوة الا بالله العلی العظیم۔

سوم اذا صح الحديث تو نسى لیا عز وصحت فتح وصحت حدیثی میں فرق نہ کیا، خاص اس باب میں فقیر کا رسالہ الفضل الموهبی فی معنی اذا صح الحديث فهو مذہبی مطالعہ کیے کو مطلب کیلئے، شک و ریب کی ظلمت دھلتے۔

چہارم اگر تلقی و القائے بیرون نماز میں صحت روایت جہر مراد، چشم بار دشمن دل ماسدا، اس سے تراویح پر حکم غلط القاد، اور اگر خود مطلق نماز یا خاص تراویح میں روایت جہر کی صحت مقصود تو ممنوع و مردود، افادہ ۱۲۴م یاد کیجئے اور خدا انصاف دے اذا صح الحديث سے اپنے عکس مراد کا خرہ لیجئے کہ حدیث صحیح ہمارے ہی ساتھ اور خصوص تراویح میں تو آپ ایک دست خالی ہاتھ۔

پنجم مذہب کو دخل نہ ہونے کی بھی ایک ہی کئی بحر کسی روایت صحیحہ کا وجود، مسئلہ کو مجتہد فیہا نہ رکھے یہ تو یاد شدہ مردود و کتب مطلقہ خلاف دیکھتے ہزاروں مسائل اجتہادیہ میں ہر فرق یا ایک ہی کے پاس ایک یا چند روایات صحیحہ موجود، ہاں نص قطعی مشہور متواتر دیکھا گئے کہ بسم اللہ ہر سورت کا جہر سے یا ختم تراویح میں ہر سورت پر اس کا جہر چاہئے تو یہ کہنا ٹھکانے سے ہوتا کہ مذہب مسائل اجتہادیہ میں ہوتا ہے نہ ان منقولہ میں اور جب اس کی قدرت نہیں تو محض زبانی ادعاؤں سے مذہب خفیہ رد ہو جاتے ماشاءہ ہوس ہی ہوس ہے۔

ششم جزئیست جمیع سورتیں اختلاف اندہ قرات آپ نے کیس دیکھا یا محض جہت، افادہ ۱۲۵م ملاحظہ ہو کہ اور اسے فاتحہ میں قول جزئیست حادث ہے اصل ہے، افادہ ۱۲۶م معلوم ہو کہ سورۃ بقرہ سے سورۃ ناس تک بسم اللہ باتفاق قراءت سے خارج امارت فصل ہے۔

ہفتم ایک سو چودہ آیتوں کی کمی کس حساب سے جی، قرآن عظیم میں کل سورتیں اسی قدر ہیں اور ہر ایت میں بالاجماع بسم اللہ نہیں تو بسا اہل اول ایک سو تیرہ ہی رہیں، حفاظ باتفاق ایک بار جہر کے عامل، تو آپ کے طور پر بھی صرف ایک سو بارہ ہی کا نقصان حاصل، چودہ کس گھر سے آئیں، کیا خذ و خلع بھی دو سورتیں شمار فرمائیں، بالفرض کوئی جاہل حافظ مطلقاً تارک جہر ہی تاہم کیا برات مستثنیٰ ہو کر بھی گنتی چودہ کی چودہ ہی رہی، اس سے تو زید بچا رہ آپ کا مقلہ ہی اچھا رہا جس نے کہیں کہیں اپنے خیال سے تیرہ کہا۔

ہشتم یہ تو اہل اہل ابرا اگر ہاں باطنی کی خوب ہی عایتیں فرمائیں قرات امر منقول ہے نہ اجتہادی ہاں اس میں کسی بد مذہب کا خلاف نہیں، بسم اللہ مگر گراہوں کا خلاف فروعات ظنیہ اجتہادیہ سے مخصوص یا وہ اشتیاء صراحتہ ہر ایشہ منکر، صریح قواطع و نصراص و یحک یا معقہ کی کانک لانداری ماعلیٰ لسانک یا جہی سہ فانکنت لانداری الخ (افسوس ہے اسے استاد معلوم ہوتا ہے تجھے سچ نہیں جو تیری زبانی پر طریقی پس اگر تو سمجھ نہیں رکھتا اہل بیت

امۃ (یہ اُمت دوسری اُمت سے بڑی۔ ت) کلام اللہ نہیں اس میں تعریف نبوی اللہ تعالیٰ نے یوں اتارا تھا
 ائمة ہی انہی کی من ائمتہ (یہ ائمہ تمہارے ائمہ سے زیادہ پاکیزہ۔ ت) یہیں شاہ صاحب نے ان
 ملائمہ کا زعم نقل فرمایا کہ:

لفظ ویلک قبل از لا تحزن ان اللہ معنا نیز
 ساقط کردہ اند و لفظ عن ولایت علی بعد از
 آیت وقفوہم انہم مسئولون و معنکہ
 بنو امیہ بعد خیر من الف شہر و بعلی بن
 ابی طالب بعد و کفی اللہ المؤمنین القتال
 و آل محمد از لفظ و سیعلم الذین ظلموا
 آل محمد منقلب ینقلبون و لفظ علی بعد از
 و کل قوم ہاد و ذکر کل فلک ابن شہر
 آشوب العاصمہ رانی فی کتاب المصاب لہ و
 علی ہذا النقیاس کلمات بسیار و آیات بے شمار را
 کردہ اند بلفظاً

مترجم اللہ تعالیٰ اپنے علم کو ظالموں کے بارے میں ظاہر فرمائے گا کے بعد آل محمد پر ظلم کرنے والے بڑھا
 دیا۔ اور ہر قوم کے لئے پادے کے بعد لفظ علی بڑھا دیا۔ یہ سب کچھ ابن شہر آشوب العاصمہ رانی نے اپنی
 کتاب المصاب میں ذکر کیا، اور اسی طرح انہوں نے بہت سے کلمات اور بہت سی آیات بڑھا دیں۔ (ت)
 نیز کلینی نے امام جعفر صادق سے روایت کی انہوں نے امۃ ہی اسمی کی جگہ ائمة ہی انہی کی پڑھا۔
 راوی کہتا ہے میں نے عرض کی میں آپ پر قربان جاؤں کیا ائمة ہے، فرمایا ہاں خدا کی قسم، میں نے کہا لوگ تو
 اسمی پڑھتے ہیں، حکارت سے ہاتھ جھٹک کر فرمایا اسمی کیا۔

و ہم آپ کے زعم میں ہم اللہ شریف کا خبر ہر سورت ہر نامی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت صحیح ہر جگہ

۱۳۰ - ۱۳۱ - ۱۳۲ - ۱۳۳ - ۱۳۴ - ۱۳۵ - ۱۳۶ - ۱۳۷ - ۱۳۸ - ۱۳۹ - ۱۴۰ - ۱۴۱ - ۱۴۲ - ۱۴۳ - ۱۴۴ - ۱۴۵ - ۱۴۶ - ۱۴۷ - ۱۴۸ - ۱۴۹ - ۱۵۰ - ۱۵۱ - ۱۵۲ - ۱۵۳ - ۱۵۴ - ۱۵۵ - ۱۵۶ - ۱۵۷ - ۱۵۸ - ۱۵۹ - ۱۶۰ - ۱۶۱ - ۱۶۲ - ۱۶۳ - ۱۶۴ - ۱۶۵ - ۱۶۶ - ۱۶۷ - ۱۶۸ - ۱۶۹ - ۱۷۰ - ۱۷۱ - ۱۷۲ - ۱۷۳ - ۱۷۴ - ۱۷۵ - ۱۷۶ - ۱۷۷ - ۱۷۸ - ۱۷۹ - ۱۸۰ - ۱۸۱ - ۱۸۲ - ۱۸۳ - ۱۸۴ - ۱۸۵ - ۱۸۶ - ۱۸۷ - ۱۸۸ - ۱۸۹ - ۱۹۰ - ۱۹۱ - ۱۹۲ - ۱۹۳ - ۱۹۴ - ۱۹۵ - ۱۹۶ - ۱۹۷ - ۱۹۸ - ۱۹۹ - ۲۰۰ - ۲۰۱ - ۲۰۲ - ۲۰۳ - ۲۰۴ - ۲۰۵ - ۲۰۶ - ۲۰۷ - ۲۰۸ - ۲۰۹ - ۲۱۰ - ۲۱۱ - ۲۱۲ - ۲۱۳ - ۲۱۴ - ۲۱۵ - ۲۱۶ - ۲۱۷ - ۲۱۸ - ۲۱۹ - ۲۲۰ - ۲۲۱ - ۲۲۲ - ۲۲۳ - ۲۲۴ - ۲۲۵ - ۲۲۶ - ۲۲۷ - ۲۲۸ - ۲۲۹ - ۲۳۰ - ۲۳۱ - ۲۳۲ - ۲۳۳ - ۲۳۴ - ۲۳۵ - ۲۳۶ - ۲۳۷ - ۲۳۸ - ۲۳۹ - ۲۴۰ - ۲۴۱ - ۲۴۲ - ۲۴۳ - ۲۴۴ - ۲۴۵ - ۲۴۶ - ۲۴۷ - ۲۴۸ - ۲۴۹ - ۲۵۰ - ۲۵۱ - ۲۵۲ - ۲۵۳ - ۲۵۴ - ۲۵۵ - ۲۵۶ - ۲۵۷ - ۲۵۸ - ۲۵۹ - ۲۶۰ - ۲۶۱ - ۲۶۲ - ۲۶۳ - ۲۶۴ - ۲۶۵ - ۲۶۶ - ۲۶۷ - ۲۶۸ - ۲۶۹ - ۲۷۰ - ۲۷۱ - ۲۷۲ - ۲۷۳ - ۲۷۴ - ۲۷۵ - ۲۷۶ - ۲۷۷ - ۲۷۸ - ۲۷۹ - ۲۸۰ - ۲۸۱ - ۲۸۲ - ۲۸۳ - ۲۸۴ - ۲۸۵ - ۲۸۶ - ۲۸۷ - ۲۸۸ - ۲۸۹ - ۲۹۰ - ۲۹۱ - ۲۹۲ - ۲۹۳ - ۲۹۴ - ۲۹۵ - ۲۹۶ - ۲۹۷ - ۲۹۸ - ۲۹۹ - ۳۰۰ - ۳۰۱ - ۳۰۲ - ۳۰۳ - ۳۰۴ - ۳۰۵ - ۳۰۶ - ۳۰۷ - ۳۰۸ - ۳۰۹ - ۳۱۰ - ۳۱۱ - ۳۱۲ - ۳۱۳ - ۳۱۴ - ۳۱۵ - ۳۱۶ - ۳۱۷ - ۳۱۸ - ۳۱۹ - ۳۲۰ - ۳۲۱ - ۳۲۲ - ۳۲۳ - ۳۲۴ - ۳۲۵ - ۳۲۶ - ۳۲۷ - ۳۲۸ - ۳۲۹ - ۳۳۰ - ۳۳۱ - ۳۳۲ - ۳۳۳ - ۳۳۴ - ۳۳۵ - ۳۳۶ - ۳۳۷ - ۳۳۸ - ۳۳۹ - ۳۴۰ - ۳۴۱ - ۳۴۲ - ۳۴۳ - ۳۴۴ - ۳۴۵ - ۳۴۶ - ۳۴۷ - ۳۴۸ - ۳۴۹ - ۳۵۰ - ۳۵۱ - ۳۵۲ - ۳۵۳ - ۳۵۴ - ۳۵۵ - ۳۵۶ - ۳۵۷ - ۳۵۸ - ۳۵۹ - ۳۶۰ - ۳۶۱ - ۳۶۲ - ۳۶۳ - ۳۶۴ - ۳۶۵ - ۳۶۶ - ۳۶۷ - ۳۶۸ - ۳۶۹ - ۳۷۰ - ۳۷۱ - ۳۷۲ - ۳۷۳ - ۳۷۴ - ۳۷۵ - ۳۷۶ - ۳۷۷ - ۳۷۸ - ۳۷۹ - ۳۸۰ - ۳۸۱ - ۳۸۲ - ۳۸۳ - ۳۸۴ - ۳۸۵ - ۳۸۶ - ۳۸۷ - ۳۸۸ - ۳۸۹ - ۳۹۰ - ۳۹۱ - ۳۹۲ - ۳۹۳ - ۳۹۴ - ۳۹۵ - ۳۹۶ - ۳۹۷ - ۳۹۸ - ۳۹۹ - ۴۰۰ - ۴۰۱ - ۴۰۲ - ۴۰۳ - ۴۰۴ - ۴۰۵ - ۴۰۶ - ۴۰۷ - ۴۰۸ - ۴۰۹ - ۴۱۰ - ۴۱۱ - ۴۱۲ - ۴۱۳ - ۴۱۴ - ۴۱۵ - ۴۱۶ - ۴۱۷ - ۴۱۸ - ۴۱۹ - ۴۲۰ - ۴۲۱ - ۴۲۲ - ۴۲۳ - ۴۲۴ - ۴۲۵ - ۴۲۶ - ۴۲۷ - ۴۲۸ - ۴۲۹ - ۴۳۰ - ۴۳۱ - ۴۳۲ - ۴۳۳ - ۴۳۴ - ۴۳۵ - ۴۳۶ - ۴۳۷ - ۴۳۸ - ۴۳۹ - ۴۴۰ - ۴۴۱ - ۴۴۲ - ۴۴۳ - ۴۴۴ - ۴۴۵ - ۴۴۶ - ۴۴۷ - ۴۴۸ - ۴۴۹ - ۴۵۰ - ۴۵۱ - ۴۵۲ - ۴۵۳ - ۴۵۴ - ۴۵۵ - ۴۵۶ - ۴۵۷ - ۴۵۸ - ۴۵۹ - ۴۶۰ - ۴۶۱ - ۴۶۲ - ۴۶۳ - ۴۶۴ - ۴۶۵ - ۴۶۶ - ۴۶۷ - ۴۶۸ - ۴۶۹ - ۴۷۰ - ۴۷۱ - ۴۷۲ - ۴۷۳ - ۴۷۴ - ۴۷۵ - ۴۷۶ - ۴۷۷ - ۴۷۸ - ۴۷۹ - ۴۸۰ - ۴۸۱ - ۴۸۲ - ۴۸۳ - ۴۸۴ - ۴۸۵ - ۴۸۶ - ۴۸۷ - ۴۸۸ - ۴۸۹ - ۴۹۰ - ۴۹۱ - ۴۹۲ - ۴۹۳ - ۴۹۴ - ۴۹۵ - ۴۹۶ - ۴۹۷ - ۴۹۸ - ۴۹۹ - ۵۰۰ - ۵۰۱ - ۵۰۲ - ۵۰۳ - ۵۰۴ - ۵۰۵ - ۵۰۶ - ۵۰۷ - ۵۰۸ - ۵۰۹ - ۵۱۰ - ۵۱۱ - ۵۱۲ - ۵۱۳ - ۵۱۴ - ۵۱۵ - ۵۱۶ - ۵۱۷ - ۵۱۸ - ۵۱۹ - ۵۲۰ - ۵۲۱ - ۵۲۲ - ۵۲۳ - ۵۲۴ - ۵۲۵ - ۵۲۶ - ۵۲۷ - ۵۲۸ - ۵۲۹ - ۵۳۰ - ۵۳۱ - ۵۳۲ - ۵۳۳ - ۵۳۴ - ۵۳۵ - ۵۳۶ - ۵۳۷ - ۵۳۸ - ۵۳۹ - ۵۴۰ - ۵۴۱ - ۵۴۲ - ۵۴۳ - ۵۴۴ - ۵۴۵ - ۵۴۶ - ۵۴۷ - ۵۴۸ - ۵۴۹ - ۵۵۰ - ۵۵۱ - ۵۵۲ - ۵۵۳ - ۵۵۴ - ۵۵۵ - ۵۵۶ - ۵۵۷ - ۵۵۸ - ۵۵۹ - ۵۶۰ - ۵۶۱ - ۵۶۲ - ۵۶۳ - ۵۶۴ - ۵۶۵ - ۵۶۶ - ۵۶۷ - ۵۶۸ - ۵۶۹ - ۵۷۰ - ۵۷۱ - ۵۷۲ - ۵۷۳ - ۵۷۴ - ۵۷۵ - ۵۷۶ - ۵۷۷ - ۵۷۸ - ۵۷۹ - ۵۸۰ - ۵۸۱ - ۵۸۲ - ۵۸۳ - ۵۸۴ - ۵۸۵ - ۵۸۶ - ۵۸۷ - ۵۸۸ - ۵۸۹ - ۵۹۰ - ۵۹۱ - ۵۹۲ - ۵۹۳ - ۵۹۴ - ۵۹۵ - ۵۹۶ - ۵۹۷ - ۵۹۸ - ۵۹۹ - ۶۰۰ - ۶۰۱ - ۶۰۲ - ۶۰۳ - ۶۰۴ - ۶۰۵ - ۶۰۶ - ۶۰۷ - ۶۰۸ - ۶۰۹ - ۶۱۰ - ۶۱۱ - ۶۱۲ - ۶۱۳ - ۶۱۴ - ۶۱۵ - ۶۱۶ - ۶۱۷ - ۶۱۸ - ۶۱۹ - ۶۲۰ - ۶۲۱ - ۶۲۲ - ۶۲۳ - ۶۲۴ - ۶۲۵ - ۶۲۶ - ۶۲۷ - ۶۲۸ - ۶۲۹ - ۶۳۰ - ۶۳۱ - ۶۳۲ - ۶۳۳ - ۶۳۴ - ۶۳۵ - ۶۳۶ - ۶۳۷ - ۶۳۸ - ۶۳۹ - ۶۴۰ - ۶۴۱ - ۶۴۲ - ۶۴۳ - ۶۴۴ - ۶۴۵ - ۶۴۶ - ۶۴۷ - ۶۴۸ - ۶۴۹ - ۶۵۰ - ۶۵۱ - ۶۵۲ - ۶۵۳ - ۶۵۴ - ۶۵۵ - ۶۵۶ - ۶۵۷ - ۶۵۸ - ۶۵۹ - ۶۶۰ - ۶۶۱ - ۶۶۲ - ۶۶۳ - ۶۶۴ - ۶۶۵ - ۶۶۶ - ۶۶۷ - ۶۶۸ - ۶۶۹ - ۶۷۰ - ۶۷۱ - ۶۷۲ - ۶۷۳ - ۶۷۴ - ۶۷۵ - ۶۷۶ - ۶۷۷ - ۶۷۸ - ۶۷۹ - ۶۸۰ - ۶۸۱ - ۶۸۲ - ۶۸۳ - ۶۸۴ - ۶۸۵ - ۶۸۶ - ۶۸۷ - ۶۸۸ - ۶۸۹ - ۶۹۰ - ۶۹۱ - ۶۹۲ - ۶۹۳ - ۶۹۴ - ۶۹۵ - ۶۹۶ - ۶۹۷ - ۶۹۸ - ۶۹۹ - ۷۰۰ - ۷۰۱ - ۷۰۲ - ۷۰۳ - ۷۰۴ - ۷۰۵ - ۷۰۶ - ۷۰۷ - ۷۰۸ - ۷۰۹ - ۷۱۰ - ۷۱۱ - ۷۱۲ - ۷۱۳ - ۷۱۴ - ۷۱۵ - ۷۱۶ - ۷۱۷ - ۷۱۸ - ۷۱۹ - ۷۲۰ - ۷۲۱ - ۷۲۲ - ۷۲۳ - ۷۲۴ - ۷۲۵ - ۷۲۶ - ۷۲۷ - ۷۲۸ - ۷۲۹ - ۷۳۰ - ۷۳۱ - ۷۳۲ - ۷۳۳ - ۷۳۴ - ۷۳۵ - ۷۳۶ - ۷۳۷ - ۷۳۸ - ۷۳۹ - ۷۴۰ - ۷۴۱ - ۷۴۲ - ۷۴۳ - ۷۴۴ - ۷۴۵ - ۷۴۶ - ۷۴۷ - ۷۴۸ - ۷۴۹ - ۷۵۰ - ۷۵۱ - ۷۵۲ - ۷۵۳ - ۷۵۴ - ۷۵۵ - ۷۵۶ - ۷۵۷ - ۷۵۸ - ۷۵۹ - ۷۶۰ - ۷۶۱ - ۷۶۲ - ۷۶۳ - ۷۶۴ - ۷۶۵ - ۷۶۶ - ۷۶۷ - ۷۶۸ - ۷۶۹ - ۷۷۰ - ۷۷۱ - ۷۷۲ - ۷۷۳ - ۷۷۴ - ۷۷۵ - ۷۷۶ - ۷۷۷ - ۷۷۸ - ۷۷۹ - ۷۸۰ - ۷۸۱ - ۷۸۲ - ۷۸۳ - ۷۸۴ - ۷۸۵ - ۷۸۶ - ۷۸۷ - ۷۸۸ - ۷۸۹ - ۷۹۰ - ۷۹۱ - ۷۹۲ - ۷۹۳ - ۷۹۴ - ۷۹۵ - ۷۹۶ - ۷۹۷ - ۷۹۸ - ۷۹۹ - ۸۰۰ - ۸۰۱ - ۸۰۲ - ۸۰۳ - ۸۰۴ - ۸۰۵ - ۸۰۶ - ۸۰۷ - ۸۰۸ - ۸۰۹ - ۸۱۰ - ۸۱۱ - ۸۱۲ - ۸۱۳ - ۸۱۴ - ۸۱۵ - ۸۱۶ - ۸۱۷ - ۸۱۸ - ۸۱۹ - ۸۲۰ - ۸۲۱ - ۸۲۲ - ۸۲۳ - ۸۲۴ - ۸۲۵ - ۸۲۶ - ۸۲۷ - ۸۲۸ - ۸۲۹ - ۸۳۰ - ۸۳۱ - ۸۳۲ - ۸۳۳ - ۸۳۴ - ۸۳۵ - ۸۳۶ - ۸۳۷ - ۸۳۸ - ۸۳۹ - ۸۴۰ - ۸۴۱ - ۸۴۲ - ۸۴۳ - ۸۴۴ - ۸۴۵ - ۸۴۶ - ۸۴۷ - ۸۴۸ - ۸۴۹ - ۸۵۰ - ۸۵۱ - ۸۵۲ - ۸۵۳ - ۸۵۴ - ۸۵۵ - ۸۵۶ - ۸۵۷ - ۸۵۸ - ۸۵۹ - ۸۶۰ - ۸۶۱ - ۸۶۲ - ۸۶۳ - ۸۶۴ - ۸۶۵ - ۸۶۶ - ۸۶۷ - ۸۶۸ - ۸۶۹ - ۸۷۰ - ۸۷۱ - ۸۷۲ - ۸۷۳ - ۸۷۴ - ۸۷۵ - ۸۷۶ - ۸۷۷ - ۸۷۸ - ۸۷۹ - ۸۸۰ - ۸۸۱ - ۸۸۲ - ۸۸۳ - ۸۸۴ - ۸۸۵ - ۸۸۶ - ۸۸۷ - ۸۸۸ - ۸۸۹ - ۸۹۰ - ۸۹۱ - ۸۹۲ - ۸۹۳ - ۸۹۴ - ۸۹۵ - ۸۹۶ - ۸۹۷ - ۸۹۸ - ۸۹۹ - ۹۰۰ - ۹۰۱ - ۹۰۲ - ۹۰۳ - ۹۰۴ - ۹۰۵ - ۹۰۶ - ۹۰۷ - ۹۰۸ - ۹۰۹ - ۹۱۰ - ۹۱۱ - ۹۱۲ - ۹۱۳ - ۹۱۴ - ۹۱۵ - ۹۱۶ - ۹۱۷ - ۹۱۸ - ۹۱۹ - ۹۲۰ - ۹۲۱ - ۹۲۲ - ۹۲۳ - ۹۲۴ - ۹۲۵ - ۹۲۶ - ۹۲۷ - ۹۲۸ - ۹۲۹ - ۹۳۰ - ۹۳۱ - ۹۳۲ - ۹۳۳ - ۹۳۴ - ۹۳۵ - ۹۳۶ - ۹۳۷ - ۹۳۸ - ۹۳۹ - ۹۴۰ - ۹۴۱ - ۹۴۲ - ۹۴۳ - ۹۴۴ - ۹۴۵ - ۹۴۶ - ۹۴۷ - ۹۴۸ - ۹۴۹ - ۹۵۰ - ۹۵۱ - ۹۵۲ - ۹۵۳ - ۹۵۴ - ۹۵۵ - ۹۵۶ - ۹۵۷ - ۹۵۸ - ۹۵۹ - ۹۶۰ - ۹۶۱ - ۹۶۲ - ۹۶۳ - ۹۶۴ - ۹۶۵ - ۹۶۶ - ۹۶۷ - ۹۶۸ - ۹۶۹ - ۹۷۰ - ۹۷۱ - ۹۷۲ - ۹۷۳ - ۹۷۴ - ۹۷۵ - ۹۷۶ - ۹۷۷ - ۹۷۸ - ۹۷۹ - ۹۸۰ - ۹۸۱ - ۹۸۲ - ۹۸۳ - ۹۸۴ - ۹۸۵ - ۹۸۶ - ۹۸۷ - ۹۸۸ - ۹۸۹ - ۹۹۰ - ۹۹۱ - ۹۹۲ - ۹۹۳ - ۹۹۴ - ۹۹۵ - ۹۹۶ - ۹۹۷ - ۹۹۸ - ۹۹۹ - ۱۰۰۰

اور آپ تصریح کرتے ہیں کہ بالاتفاق مذاہب اربعہ یہاں صرف محدث روایت پر مدار ہے، ائمہ حنفیہ کا حال تو افادہ ۸ میں ظاہر ہو گیا کہ انہوں نے گزیر کر آپ کے اس مدار کا دمار نکالا۔ مالکیہ سے فرجئے وہ کیا فرماتے ہیں ہمارے یہاں تو باوصف چہر سوراخا ہی کا حکم تھا امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ عنہ کا مذہب مشہور یہ کہ فرضوں میں بسم اللہ ہرگز پڑھے ہی نہیں، نہ آواز سے نہ آہستہ، روایت اباحت ضعیف ہے، پڑھے گا تو نماز مکروہ ہوگی، ہاں نفلوں میں اختیار کیا انہیں اپنے شہر مبارک مدینہ طیبہ کے امام قراءت حضرت تاج کا حال معلوم نہ تھا کہ بروایت قانون بسم اللہ پڑھتے ہیں، علامہ زرقانی مالکی شرح موطائے امام مالک میں فرماتے ہیں:

المشہور من مذہب مالک کراہتہا فی امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کا مشہور مذہب یہ ہے کہ فرض پڑھنے

مقدّم على ما في المتن من قوله في

المشهور في البسطة والتعوذ الكراهية في البسملة والاعوذ بالله کے بارے میں مشہور ہے کہ ان کا پڑھنا فرضوں میں مکروہ ہے نفلوں میں مکروہ نہیں اور امام مالک سے ایک قول میں مباح ہے۔ (ت)

عمدة القاری میں ہے،

قال ابو عمر قال مالک لا تقر بالبسطة في الفرض معروا ولا جهرًا وفي النافلة ان شاء فعل واحد شاذ ترك يتك

ذرا اس تقری کو بھی اپنے مدار سے تطبیق دیجئے۔

یا زوہم تا شائز و ہم تقریر شرعی میں یہ فقرات عجیب ہیں کہ زمانہ قراء سبعہ زمانہ اجتہاد تھا زمانہ تابعین تھا ائمہ مذہب تا زمانہ قراء محتاج الیہ و معصومہ تھے بلکہ قبہ قراء کے تھے قراء کا مذہب پوچھنا جہش ہے۔ ان فقرات کو مقصود میں بھی کچھ دخل ہے یا برائے بیت ہیں جب آپ کے نزدیک اس مسئلے میں مذہب کو اصل و دخل ہی نہیں تو زمانہ قراء زمانہ اجتہاد ہو یا عصر تقلید، تہذیب تابعین ہو یا وقت جدید یہ، ائمہ مذہب اس وقت

سنة شرح الزرقانی علی الموطأ

سنة المقدّم فی الفروع المالکیة للشماوی

سنة عمدة القاری شرح بخاری باب ما یقول بعد التکبیر حدیث ۱۳۱ مطبوعہ دار الفکر النیرۃ بیروت ۲۸۴/۵

محتاج الیم ہوں یا بیکار، معدودے چند ہوں یا بے شمار، قراءے سامی ہوں یا لاحق، قاری مجتہد ہوں یا مقلد، ان امور سے علاقہ ہی کیا رہا اور ان کے خلاف بھی ماننے تو فتوات کیا، فتوائے سامی میں اس سے پہلے تین چار سطر کی تقریر اس کے متعلق کہ زمانہ تیس تا پچیس و محدثین تک چار میں عصر مذہب نہ تھا مجتہدین بکثرت تھے جب اور مذہب مند رہیں ہو گئے مذہب اہل حق ان چار میں محصور ہو گیا، اور بھی ہرک وہ بھی محل سے یوں ہی بیگانہ و اجنبی ہے۔

ہم مذہب ہم ثبوت تو دیکھتے کہ قراء سب سب مجتہد مطلق تھے اگر مجتہد فی الذہب بھی ہوئے تو مذہب پر چھنا کیوں طاقت ہونے لگا۔

یہ سید ہم اُس زمانہ میں عدم ضرورت کثرت مجتہدین مسلم مگر کیا اُس وقت کا ہر فرد بشر یا ہر عالم اگر کسی فی کاہر فقیہ و مجتہد تھا اس کا تو زعم نہ کرے گا مگر سخت حق جاہل یا انتساب کو عام نہ تھا اصل نہ تھا اس کا بھی مدعی نہ ہو گا مگر بے خبر غافل۔ کیا امام ابو یوسف، امام محمد و غیرہ حنفیہ اور امام اشعری و امام قاسم و غیرہ مالکیہ میں معدود و نہیں دکتب طبقات ملاحظہ ہوں) اور جب یقیناً قطعاً تقصید بھی تھی اختصاص بھی تھا تو اس وقت کے قاریوں کا مذہب پر چھنا کیوں حق ہوا۔

فوز و ہم در فن تاریخ ہم گائے دارند (فن تاریخ میں بھی کمال رکھتے ہیں۔ ت) ائمہ مذہب بعد قراء کے تھے شہب جانی دیکھتے بدو ربی میں کلام کیے سات میں چار ہمارے امام سے وفات متاخر ہیں، امام ابو الطرود بن العسار بصری نے ۵۵۱ھ یا ۵۵۵ھ، امام ترمذی زیدت نے ۵۴۳ھ یا ۵۵۶ھ، امام آفغہائی نے ۱۱۶۹ھ، امام مسلم کسائی نے ۱۱۸۹ھ، امام الکرم ابو حنیفہ نے ۱۵۰ھ میں انتقال فرمایا رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔ اور یہ امام کسائی تو ہمارے امام سے چالیس پچاس برس چھوٹے ہیں، امام کی ولادت ۸۰ھ یا ۸۵ھ میں ہے اور ان کی ۱۱۹ھ میں۔ یہ ہمارے امام کے صاحب صغیر سیدنا امام محمد کے اقران سے ہیں، دونوں صاحبوں نے ایک ہی سال انتقال فرمایا جس پر خلیفہ ہارون رشید نے کہا تھا میں نے نہ سے میں فقہ و لوہ و دونوں وفات کر دئے، اب کون جاہل کہے گا کہ امام عظیم امام محمد کے بعد ہوئے ہیں۔

بستم ائمہ مذہب محتاج الیہ محصور نہ تھے یہ خاص ائمہ اربعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی نسبت فرمایا یا مطلق اول تو بدایت عقل سے مطلق چار کہیں بھی نا محصور نہیں ہو سکتے اور ثانی اس سے بڑھ کر شیعہ و باطل، زمانہ صحابہ سے آج تک کوئی وقت ایسا نہ گزرا کہ ائمہ کی طرف احتیاج نہ ہو ہر زمانے میں مقلدین کا عدد مجتہدین سے بدرجہا زائد رہا ہے

عکس بلکہ ایک قول میں ولادت امام ۶۱ھ سے کماتی و خیانت الاعیان (جیسا کہ وفيات الاعیان میں ہے۔ ت) یوں تقریباً ۶۰ برس چھوٹے ہوں گے ۱۲ (م)

قرآن سے بے نیازی کیونکر ممکن بلکہ علما کی طرف حاجت و توجہت میں بھی بڑی علامت و ہدایا احکام تکلفی نہیں، حدیث میں ہے
 رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں،

ان اهل الجنة يحتاجون الى العلماء في الجنة
 وذلك انهم يزورون الله تعالى في كل جمعة
 فيقول لهم تمنوا على ما شئتم فيلتموتون الى
 العلماء فيقولون ماذا نتمنى فيقولون تمنوا
 عليه كذا وكذا فهم يحتاجون اليهم في الجنة
 كما يحتاجون اليهم في الدنيا۔ رواه ابن عساکر
 عن جابر بن عبد الله رضي الله تعالى عنهما۔

بد شک اہل جنت جنت میں علماء کے محتاج ہوں گے
 یوں کہ ہر جمعہ کو انھیں اللہ تعالیٰ کا دیدار نصیب ہو گا
 مولیٰ سبحانہ تعالیٰ فرمائے گا جو جی میں آئے مجھ سے
 مانگو (اہل جنت سے مکان میں جا کر کون سی حاجت
 باقی ہے کچھ مجھ میں نہ آئے گا کہ کیا مانگیں) علما کی طرف
 منہ کر کے کہیں گے ہم کیا تمنا کریں، وہ فرمائیں گے اپنے
 رب سے یہ مانگو تو لوگ جنت میں بھی علماء کے محتاج ہونگے۔
 اس کو ابن عساکر نے جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے
 ذکر کیا۔

اللهم اني اسألك بعلماء اممة جيبك محمد
 صلى الله تعالى عليه وسلم ان ترحم بهم
 في الدنيا والآخرة وترزقنا بحباهم
 عندك العلم النافع والقلب الخاشع والعفو
 والعافية والمغفرة وصل وسلم وبارك على
 سيدنا ومولانا محمد وآله وصحبه أجمعين
 والحمد لله رب العالمين۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

اے اللہ! میں تجھ سے تیرے جیب پاک صلی اللہ تعالیٰ
 علیہ وسلم کے علماء کے وسیلے سے دعا کرتا ہوں کہ تو ہم پر
 ان کے وسیلے سے دنیا و آخرت میں رحم فرما اور ان کو جو علم
 و کرامت تیرے پاس حاصل ہے اس کی برکت سے ہمیں
 نافع علم، خشوع والدلی، عافیت اور مغفرت
 عنایت فرما اور درود و سلام اور برکت ہمارے ساتھ
 مولیٰ محمد اور ان کی آل اور صحابہ پر فرما، آمین واللہ
 رب العالمین۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)

ماخذ ومراجع

سنة وفاته هجرية

مصنف كتاب

نাম کتاب

۱.

۳۱۶	عبد الرحمن بن عمر بن محمد البنداري المعروف بالعماس	۱- الاجزاء في الحديث
۳۳۲	ابو العباس احمد بن محمد النافعي الحنفی	۲- الاجناس في الفروع
۶۸۳	عبد الله بن محمود (ابن مردود) الحنفی	۳- الاختيار شرح المختار
۲۵۶	محمد بن سفيان البخاري	۴- ادب المفرد للبخاري
۹۲۳	شهاب الدين احمد بن محمد القسطلاني	۵- ارشاد الساري شرح البخاري
۹۵۱	ابو مسعود محمد بن محمد النجاشي	۶- ارشاد العقلي السليم
۱۲۲۵	مولانا عبد القادر بن محمد العلوم	۷- الاركان الادب
۹۴۰	شيخ زين الدين بن ابراهيم بن نجيم	۸- الاشباه والنظائر
۱۰۵۲	شيخ عبد الحق المحدث الديلمي	۹- اشعة اللمعات
۳۸۲	علي بن محمد البزدي	۱۰- اصول البزدي
۹۴۰	احمد بن سليمان بن كمال باشا	۱۱- الاصلاح للقاية في الفروع
۴۹۹	قاضي بدر الدين محمد بن عبد الله الشبل	۱۲- اكمام المرجان في احكام الجبان
۴۵۸	قاضي يربان الدين ابراهيم بن علي الطرسوسي الحنفی	۱۳- الفع الوسائل
۱۰۶۹	حسن بن محمد الشرنبلالي	۱۴- امداد الفتاح
۴۹۹	امام يوسف الاردوبي الشافعي	۱۵- ازار الائمة الشافعية
۹۴۰	احمد بن سليمان بن كمال باشا	۱۶- الايضاح للقاية في الفروع
۳۳۲	عبد الملك بن محمد بن بشران	۱۷- المال في الحديث
۳۶۴	احمد بن محمد المعروف بابن السني	۱۸- الايجاز في الحديث
۳۰۴	احمد بن عبد الرحمن الشيرازي	۱۹- القاب الرواة

ب

٢٠ -	بداية الصنائع	٥٨٤ -	علاء الدين ابى بكر بن مسعود الكاساني
٢١ -	ابداية (بداية المستندى)	٥٩٣ -	علي بن ابى بكر المرغيناني
٢٢ -	البحر الرائق	٩٤٠ -	شيخنا زين الدين بن ابراهيم بن نجيم
٢٣ -	البرهان شرح مواهب الرحمن	٩٢٢ -	ابراهيم بن موسى الطرابلسي
٢٤ -	بستان العارفين	٣٤٢ -	فقيه ابراهيم بن محمد السمرقندي
٢٥ -	البسيط في الفروع	٥٠٥ -	حجة الاسلام محمد بن محمد الغزالي
٢٦ -	البنية شرح الهداية	٨٥٥ -	امام بدر الدين ابو محمد البغلي

ت

٢٤ -	آثار العروس	١٢٠٥ -	سيد محمد مرتضى الزبيدي
٢٨ -	تاريخ ابن عساكر	٥٤١ -	علي بن الحسن بن مستقيل بن عساكر
٢٩ -	تاريخ البخاري	٢٥٩ -	محمد بن اسماعيل البخاري
٣٠ -	التفليس والمزيد	٥٩٣ -	برهان الدين علي بن ابى بكر المرغيناني
٣١ -	تحرير الاصول	٨٩١ -	كمال الدين محمد بن عبد الواحد بن الهمام
٣٢ -	تحفة الفقهاء	٥٢٠ -	امام علاء الدين محمد بن احمد السمرقندي
٣٣ -	تحقيق الحسامي	٤٣٠ -	عبد العزيز بن احمد البخاري
٣٤ -	الترجيح والاستيعاب على القادر	١٤٩ -	علاء الدين محمد بن قنبر بن الحنفى
٣٥ -	التقريبات لسيد شريف	٨١٩ -	سيد شريف علي بن محمد الجويني
٣٦ -	تفسير ابن جرير (ج ١ من البيان)	٣١٠ -	محمد بن جرير الطبري
٣٧ -	تفسير البضاوي	٦٩١ -	عبد الله بن عبد البضاوي
٣٨ -	تفسير الجلالين	٩١١ - ٨ -	علاء الدين جلال الدين السيوطي
٣٩ -	تفسير الجمل	١٢٠٣ -	سليمان بن عبد الحميد الشيباني
٤٠ -	تفسير القرطبي	٦٤١ -	ابو عبد الله محمد بن احمد القرطبي
٤١ -	التفسير الكبير	٢٦ -	امام فخر الدين الرازي

- ٢٢ - التفسير للنيسابوري
 ٢٣ - تقريب القريب
 ٢٤ - التقرير والتقرير
 ٢٥ - التفسير للنادي
 ٢٦ - تبیین الحقائق
 ٢٧ - تقريب التهذيب
 ٢٨ - تنوير المتباس
 ٢٩ - تنوير الابصار
 ٣٠ - تعليم الصلوة
 ٣١ - تاريخ بغداد
 ٣٢ - الترشيع في شرح الهداية
- تقارن الدين الحسن بن محمد بن حسين النيسابوري
 ٩١١ - البرزكريا يحيى بن شرف النواوي
 ٨٤٩ - محمد بن محمد بن امير الحاج الحلبي
 ١٠٣١ - عبد الرؤف المناوي
 ٤٣٣ - قز الدين عثمان بن علي الزيلعي
 ٨٥٢ - شهاب الدين احمد بن علي ابن حجر العسقلاني
 ٨١٤ - ابو طاهر محمد بن يعقوب الفيروز آبادي
 ١٠٠٣ - شمس الدين محمد بن عبد الله بن احمد التبريزي
 ٢٩٢ - محمد بن نضر الروزي
 ٣٦٣ - ابو بكر احمد بن علي الخطيب البغدادي
 ٤٤٣ - محمد بن اسحق السراج الهندي

ج

- ٥٣ - جامع الترمذي
 ٥٤ - جامع الرموز
 ٥٥ - الجامع الصحيح للبخاري
 ٥٦ - الجامع الصغير في الفقه
 ٥٧ - الجامع الصغير للمسلم
 ٥٨ - جامع الفقه (جامع الفقه)
 ٥٩ - جامع الفصولين
 ٦٠ - الجامع الكبير
 ٦١ - جواهر الانحلال
 ٦٢ - جواهر الزكية
 ٦٣ - جواهر النقاد
 ٦٤ - المجموع النيرة
 ٦٥ - المخرج والتعديل في بيان الحديث
 ٦٦ - الجامع الصغير في الحديث
- ٢٤٩ - ابو محمد محمد بن عيسى الترمذي
 ٩٩٢ - شمس الدين محمد الخراساني
 ٢٥٦ - امام محمد بن اسماعيل البخاري
 ١٨٩ - امام محمد بن حسن الشيباني
 ٢٦١ - مسلم بن حجاج القشيري
 ٥٨٦ - ابو نصر احمد بن محمد العسقلاني
 ٨٢٣ - شيخ بهرالدین محمد بن اسرائيل بابن قاضي
 ٣٣٠ - ابي الحسن عبيد الله بن حسين الكندي
 ٠ - برزك الدين ابراهيم بن ابو بكر الدغولي
 ٩٨٩ - احمد بن تركي بن احمد الفايومي
 ٥٦٥ - ربيع الدين ابو عبد الله محمد بن ابي المنصور
 ٨٠٠ - ابو بكر بن علي بن محمد الحمد اداي
 ٢٢٣ - يحيى بن معين البغدادي
 ٩١١ - عبد مزيل الدين عبد الرحمن بن ابي بكر السمرقاني

- ١١٤٦ محمد بن مصطفى أبو سعيد النعماني
 ١٠٢١ أحمد بن محمد الشبلي
 ١٠١٣ عبد الجبار بن محمد الرومي
 ٨٨٥ قاضي محمد بن فراموز ملا خسرو
 . علامه سفي
 ٩٢٥ سعد الله بن عيسى الأفندي
 ١١٢٢ عبد الفتاح النجاشي
 ٦٠٠ قاضي جمال الدين أحمد بن محمد نوح القابسي الحنفي
 ٢٤٢ امام أبو الليث نصر بن محمد السمرقندي الحنفي
 ٢٣٠ أبو فهد أحمد بن عبد الله الأصبهاني
 ٨٤٩ محمد بن محمد ابن أمير الحاج
- ٦٤ - حاشية على الدرر
 ٦٨ - حاشية ابن شبلي على التبيين
 ٦٩ - حاشية على الدرر
 ٤٠ - حاشية على الدرر للملاحضه
 ٤١ - حاشية على المقدمة العشماوية
 ٤٢ - الحاشية لسعدى أفندي
 ٤٣ - المحديقة النبية شرح طريقة محمدية
 ٤٤ - الحادى القدسى
 ٤٥ - حصر المسائل في الفروع
 ٤٦ - حلية الاولياء
 ٤٧ - حلية العبد

- قاضي جكن الحنفي
 ٥٢٢ طاهر بن أحمد عبد الرشيد البخاري
 ٥٢٠ حسين بن محمد الصمغاني السميقي
 ٥٢٨ حسام الدين علي بن أحمد الحلي الرازي
 ٥٢٢ طاهر بن أحمد عبد الرشيد البخاري
 ٩٤٢ شهاب الدين أحمد بن حجر المكي
- ٤٨ - فرائد الروايات
 ٤٩ - فرائد الفتاوى
 ٨٠ - فرائد المقتبين
 ٨١ - خلاصة الدلائل
 ٨٢ - خلاصة الفتاوى
 ٨٣ - خيرات الحسان

- ٨٥٢ شهاب الدين أحمد بن علي ابن حجر المستطاني
 ٨٨٥ قاضي محمد بن فراموز ملا خسرو
 ١٠٨٨ علاء الدين المصطفى
 ٩١١ علامه جلال الدين عبد الرحمن السيوطي
- ٨٢ - البداية في تخریج احاديث الهداية
 ٨٥ - الدرر (درر الحكم)
 ٨٦ - الدر المختار
 ٨٧ - الدر الثمينة

ذ

- ٨٨ - ذخيرة العقبة يوسف بن جنيده الجلي (جلي)
 ٨٩ - ذخيرة الفتاوى بربان الدين محمد بن احمد
 ٩٠ - ذم الغيبة عبيد الله بن محمد ابن ابى الدنيا القرشي

ح

- ٩١ - الرحمانية محمد ابن ابن عايد بن اشاعي
 ٩٢ - رد المحتار ابو عبد الله محمد بن عبد الرحمن الدمشقي
 ٩٣ - روضة الامة في اخلاص الامة ابو مروان عبد الملك بن عبيد السلي (القرطبي)
 ٩٤ - رغائب القرآن شيخ زين الدين باين نجم
 ٩٥ - رفع النشارة في وقت العصر العشاء عثمان بن سعيد الدارمي
 ٩٦ - رد على الجهمية

ز

- ٩٧ - زاد الفقهاء شيخ الاسلام محمد بن احمد الشيباني المتوفى اواخر القرن السادس
 ٩٨ - زوايد الفقهاء كمال الدين محمد بن عبد الواحد المعروف بابن البهام
 ٩٩ - زوايد الفقهاء محمد بن محمد القرطبي تقريباً
 ١٠٠ - زيادات امام محمد بن حسن الشيباني

س

- ١٠١ - السراج الموضح ابو بكر بن علي بن محمد الحداد الحنفي
 ١٠٢ - السنن لابن ماجه ابو عبد الله محمد بن يزيد ابن ماجه
 ١٠٣ - السنن لابن منصور سعيد بن منصور الخراساني
 ١٠٤ - السنن لابن داود ابو داود سليمان بن اشعث
 ١٠٥ - السنن للنسائي ابو عبد الرحمن احمد بن شعيب النسائي
 ١٠٦ - السنن للبيهقي ابو بكر احمد بن حسين بن علي البيهقي

١٠٤ - السنن لدارقطني

١٠٨ - السنن للدارقطني

ش

١٠٩ - المشافى

١١٠ - شرح الاربعة للنووي

١١١ - شرح الاربعة للنووي

١١٢ - شرح الاربعة للنووي

١١٣ - شرح الاربعة للنووي

١١٤ - شرح الاربعة للنووي

١١٥ - شرح الاربعة للنووي

١١٦ - شرح الاربعة للنووي

١١٧ - شرح الاربعة للنووي

١١٨ - شرح الاربعة للنووي

١١٩ - شرح الاربعة للنووي

١٢٠ - شرح الاربعة للنووي

١٢١ - شرح الاربعة للنووي

١٢٢ - شرح الاربعة للنووي

١٢٣ - شرح الاربعة للنووي

١٢٤ - شرح الاربعة للنووي

١٢٥ - شرح الاربعة للنووي

١٢٦ - شرح الاربعة للنووي

١٢٧ - شرح الاربعة للنووي

١٢٨ - شرح الاربعة للنووي

١٢٩ - شرح الاربعة للنووي

١٣٠ - شرح الاربعة للنووي

علي بن حنبل الدارقطني

عبد الله بن عبد الرحمن الدارقطني

٣٨٥

٢٥٥

شمس الدين عبد الله بن محمد الكروني

شهاب الدين احمد بن محمد الكروني

ابراهيم بن عتيق الكروني

ملا محمد احمد بن الحجازي

ابراهيم بن حسين بن احمد بن محمد بن البيهقي

احمد بن قاضي خان بن منصور

شيخنا شهاب الدين بن عبد الله الكروني

شيخنا عبد الله بن محمد بن عبد الله الكروني

حسين بن منصور الكروني

يعقوب بن سيدي قزويني

ابو نصر احمد بن منصور الكروني

٩٤٣

١١٠٩

٩٤٨

١٠٩٩

٥٩٢

١٠٩٢

١٠٥٣

٥١٦

٩٣١

٢٨٠

٩٤٩

٣٢١

٩٢١

١٢٥٢

٩٥٩

١١٢٣

١١٢٣

٩٤٩

٩٣٢

٤٢٤

شيخنا ابو زكريا يحيى بن شرف النووي

ابو جعفر احمد بن محمد الكروني

عبد البر بن محمد بن شامة

محمد بن احمد بن عابد بن الشامي

شيخنا محمد بن ابراهيم الكروني

علي بن محمد بن عبد الباقي الزرقاني

علي بن محمد بن عبد الباقي الزرقاني

شيخنا ابو زكريا يحيى بن شرف النووي

مروان بن علي الكروني

مروان بن علي الكروني

۱۳۱	شرح الهدایة	محمد بن محمد بن محمد ابی شحذہ	۸۹۰
۱۳۲	شجرة الاسماء	مہر اہل سہم محمد بن ابی نضر	۵۷۲
۱۳۳	شعب الایمان	ابو بکر احمد بن حسین بن علی البیہقی	۴۵۸
۱۳۴	شرح الجامع الصغير	محمد بن منصور الخفای الأسبجانی	۶۸۰
۱۳۵	شرح الایمان الصغير	عمر بن عبد العزیز الحنفی	۵۶۶

ص

۱۳۶	صالح الجہری	احمد بن حماد الجہری	۲۹۲
۱۳۷	صیح ابن حبان	محمد بن حبان	۳۵۴
۱۳۸	صیح ابن خزيمة	محمد بن اسحاق بن خزيمة	۳۱۱
۱۳۹	السنن	ابو فضل محمد بن عمر بن خالد القرشي	تقریباً ۶۹۰

www.alahadithstorework.org

ط

۱۴۰	الطحاوی علی الدر	سید احمد الطحاوی	۱۳۰۲
۱۴۱	الطحاوی علی الراقی	سید احمد الطحاوی	۱۳۰۲
۱۴۲	الطریقۃ المحمدیة	عمر بن علی السعدی بکرلی	۹۸۱
۱۴۳	طبہ العقبہ	محمد الدین عمر بن محمد السیسی	۵۳۷

ع

۱۴۴	عبد القادر	علامہ عبد الدین ابی محمد محمود بن احمد البغدادی	۸۵۵
۱۴۵	العنایة	اکمل الدین محمد بن محمد ابی بکر	۷۸۶
۱۴۶	حایة النبی	شہاب الدین التتائی	۱۰۶۹
۱۴۷	عمر بن الخطاب	ابو نعیم قسطنطین محمد السمرقندی	۲۷۸
۱۴۸	عقود النبیة	محمد امین ابن عابدین الشافعی	۱۶۵۲
۱۴۹	عقدہ	کمال الدین محمد بن احمد دمشقی بکاشکبری	۱۰۳۰

غ

- ١٥١ - غايۃ البیان
 ١٥٢ - غرر الاحکام
 ١٥٣ - غریب الحدیث
 ١٥٤ - غزیر حیات البصائر
 ١٥٥ - غنیة ذوالاحکام
 ١٥٦ - غنیة المستملی
- شیخ قوام الدین امیر کاتب ابن امیر الاتقان ٤٥٨
 قاضی محمد بن قرامرز قلا خسرو ٨٨٥
 ابو الحسن علی بن سفیر البغدادی المعروف باثرم ٢٢٠
 احمد بن محمد الحموی النکلی ١٠٩٨
 حسن بن عمار بن علی الشرنبلالی ١٠٦٩
 محمد ابراهیم بن محمد الخلیلی ٩٥٦

ف

- ١٥٧ - فتح الباری شرح البهاری
 ١٥٨ - فتح الفقیر
 ١٥٩ - فتاویٰ السننی
 ١٦٠ - فتاویٰ بزازیة
 ١٦١ - فتاویٰ نجد
 ١٦٢ - فتاویٰ خیریة
 ١٦٣ - فتاویٰ سراجیة
 ١٦٤ - فتاویٰ مطاری بن حمزه
 ١٦٥ - فتاویٰ فیاضیة
 ١٦٦ - فتاویٰ قاضی خان
 ١٦٧ - فتاویٰ ہندیہ
 ١٦٨ - فتاویٰ ظہیریہ
 ١٦٩ - فتاویٰ دولابجیہ
 ١٧٠ - فتاویٰ الکبری
 ١٧١ - فقہ الکبیر
 ١٧٢ - فتح المبین
- شہاب الدین احمد بن علی ابن محمد العسقلانی ٨٥٢
 کمال الدین محمد بن عبد الواحد بابن العام ٨٦١
 ابو نجم الدین النسفی ٥٣٤
 محمد بن محمد بن شہاب ابن بزاز ٨٢٤
 علامہ خیر الدین بن احمد بن علی الرملی ١٠٨١
 سراج الدین علی بن عثمان الادشی ٥٤٥
 عطارد بن حمزہ الصفدی
 داؤد بن یوسف الخطیب الحنفی
 حسن بن منصور قاضی خان ٥٩٢
 جمیعۃ علماء اہلک زب عالمگیر
 ظہیر الدین ابوبکر محمد بن احمد ٦١٩
 عبدالرشید بن ابی حنیفۃ الاولوالجی ٥٢٠
 امام صدر الشہید حسام الدین عمر بن عبد العزیز ٥٢٦
 الامام الاعظم ابی حنیفۃ نعمان بن ثابت الکوفی ١٥٠
 سید محمد ابی السعد الحنفی

٩٢٨	زين الدين بن علي بن احمد شافعي	١٤٣ - فتح المعين شرح قرّة العين
٩٣٨	محيي الدين محمد بن علي ابن عربي	١٤٣ - الفترحات المكيّة
١٢٠٥	عبد العلي محمد بن نظام الدين الكندي	١٤٥ - فواتح الرحمت
٤١٢	نظام بن محمد بن عبد الله النجاشي	١٤٧ - الفوائد
٢٥٢	محمد امين ابن عابد بن دمشقي	١٤٤ - فوائد الحقيقة
٠٣١	عبد الرؤف المناوي	١٤٨ - فيض القدير شرح اليا مع الصغير
٢٩٩	اسماعيل بن عبد الله الملقب بسمرية	١٤٩ - فوائد سموية

ق

٨١٤	محمد بن يعقوب الفيروز آبادي	١٨٠ - القاموس
٩٢٨	علاء الدين بن علي الملباري	١٨١ - قرّة العين
٩٥٨	نجم الدين مختار بن محمد الزاهد	١٨٢ - القنية
		١٨٣ - القرآن

ك

٣٣٢	حاکم شبيه محمد بن محمد	١٨٣ - الكافي في الفروع
٣٩٥	ابو محمد عبد الله بن عدي	١٨٥ - الكامل لابن عدي
٩٤٣	سيد عبد الوهاب الشعراي	١٨٩ - الكبريت الاحمر
١٨٩	امام محمد بن حسن الشيباني	١٨٤ - كتاب الآثار
١٨٢	امام ابو يوسف يعقوب بن ابراهيم الانصاري	١٨٨ - كتاب الآثار
	ابو الحاکم محمد بن علي	١٨٩ - كتاب الامام في آداب قول المأم
٢٣٠	ابو نعيم احمد بن عبد الله	١٩٠ - كتاب السواك
١٠٥٠	عبد الرحمن بن محمد عماد الدين بن محمد العمادي	١٩١ - كتاب الهدية لابن عماد
	لابي عبید	١٩٢ - كتاب الطهارة
٣٢٤	ابو محمد عبد الرحمن بن ابي حاتم محمد الرازي	١٩٣ - كتاب العلل على ارباب الفقه
١٨٩	امام محمد بن حسن الشيباني	١٩٣ - كتاب الاصل
	ابو بكر بن ابي داود	١٩٥ - كتاب الموسوعة

٢١٩	المحيط البرهاني	٦١٦	امام برهان الدين محمود بن تاج الدين
٢٢٠	المحيط الرضوي	٦٤١	رضي الدين محمد بن محمد السرخسي
٢٢١	مقارنات التوازل	٥٩٣	برهان الدين علي بن ابي بكر المرغيناني
٢٢٢	مختار الصالح	٦٦٠	محمد بن ابي بكر عبد القادر الرازي
٢٢٣	المختارة في الحديث	٦٢٣	ضياء الدين محمد بن عبد الواحد
٢٢٣	المختصر	٩١١	علامه بديع الدين السبيعي
٢٢٥	مدخل الشرح الشريف	٤٣٤	ابن الحاج ابي عبد الله محمد بن محمد العبدوي
٢٢٦	مدخل الفلاح بامداد الفلاح شرح نورالدين	١٠٦٩	حسن بن عمار بن علي الشربلاني
٢٢٦	مرقات شرح مشكوة	١٠١٣	علي بن سديد بن علي قاري
٢٢٨	مرقات الصدور	٩١١	علامه بديع الدين السبيعي
٢٢٩	مستفاد الحقائق		ابراهيم بن محمد الحنفي
٢٣٠	مستدرک الملک	٢٠٥	ابو عبد الله الحاكم
٢٣١	مستصفى	٤١٠	علاء الدين محمد بن محمد الفسفي
٢٣٢	مسلم الثبوت	١١١٩	محمد بن عبد الله البهاري
٢٣٣	مسند ابی داود	٢٠٤	سليمان بن داود الطيالسي
٢٣٣	مسند ابی يعلى	٣٠٤	احمد بن علي الموسلي
٢٣٥	مسند اسحق ابن ابراهيم	٢٣٨	عائفة اسحق ابن ابراهيم
٢٣٦	مسند امام احمد بن حنبل	٢٣١	امام احمد بن محمد بن حنبل
٢٣٤	مسند البزار	٢٥٢	ابو بكر احمد بن عمرو بن عبد الله بن البزار
٢٣٨	مسند عبد بن حميد	٢٩٢	ابو محمد عبد بن حميد الكشي
٢٣٩	مسند الفردوس	٥٥٨	شهر بن شيراز الديلمي
٢٤٠	مصابيح الغدير	٤٤٠	احمد بن محمد بن علي
٢٤١	المصنف	٤١٠	عائفة الدين عبد الله بن احمد الفسفي
٢٤٢	مصنف ابن ابي شيبة	٢٣٥	ابو بكر عبد الله بن محمد احمد الفسفي
٢٤٣	مصنف عبد الرزاق	٢١١	ابو بكر عبد الرزاق بن همام الصنعاني
٢٤٣	مصابيح البرقي	٦٥٠	امام حسن بن محمد الصفحاني الهندي

٢٢٥	معرفة الصحابة	٢٢٠	ابراهيم احمد بن عبد الله الصباني
٢٢٦	المعجم الاوسط	٢٢٠	سليمان بن احمد الطبراني
٢٢٧	المعجم الصغير	٢٢٠	سليمان بن احمد الطبراني
٢٢٨	المعجم الكبير	٢٢٠	سليمان بن احمد الطبراني
٢٢٩	معراج الدراية	٢٢٩	قوام الدين محمد بن محمد البخاري
٢٣٠	مشكاة المصابيح	٢٢٢	شيخ دول الدين العراقي
٢٣١	المغني في الاصول	٢٩١	شيخ عمر بن محمد الجازي الحنفي
٢٣٢	المغرب	٢١٠	ابو الفتح تاج الدين عبد السيد الطبراني
٢٣٣	مختصر القدوري	٢٢٨	ابو الحسين احمد بن محمد القدوري الحنفي
٢٣٤	منهاج الجنان	٩٢١	يعقوب بن سيري على
٢٣٥	الفردات للامام راجب	٥٠٢	حسين بن محمد بن مفضل الاصفهاني
٢٣٦	القدرة الشاوية		ابو العباس عبد الوارثي العشادي المالكي
٢٣٧	الملتقط (في فتاوى ناصري)	٥٥٦	ناصر الدين محمد بن يوسف الحسيني
٢٣٨	مجمع الزوائد	٨٠٤	قوام الدين علي بن ابي بكر البيهقي
٢٣٩	مناقب الكوردي	٨٢٤	محمد بن محمد بن شهاب ابن بزاز
٢٤٠	المفتي (في الحديث)	٣٠٤	عبد الله بن علي بن جازي
٢٤١	المفتي في فروع الفيز	٣٣٣	الحاكم الشهير محمد بن محمد بن احمد
٢٤٢	مختار الخلق	١٢٥٢	محمد بن ابن عايد بن الشامي
٢٤٣	منج الفقار	١٠٠٣	محمد بن عبد الله التمر تاشي
٢٤٤	مطلق الابحر	٩٥٦	امام ابراهيم بن محمد الحلبي
٢٤٥	منهاج	٦٤٦	شيخ ابو ذكريا يحيى بن شرف الزاوي
٢٤٦	مجمع البحرين	٦٩٢	منظر الدين احمد بن علي بن تليد الحنفي
٢٤٧	المفتي		شيخ عيسى بن محمد بن ايمان الحنفي
٢٤٨	المبسوط	٢٥٦	عبد العزيز بن احمد الحلواني
٢٤٩	مسند في الحديث	٥١٠	الحاكم ابو الفتح نصر بن ابراهيم الهروي

٢٦٢	يعقوب بن شعبة السدوسي	٢٤٠ - المسند الكبير
٤٠٥	سيد الدين محمد بن محمد الكاشغري	٢٤١ - غية المصل
١٤٩	امام مالك بن انس المدني	٢٤٢ - سوط امام مالك
٨٠٤	نور الدين علي بن ابي بكر البغلي	٢٤٣ - حوارد الظمان
٦٢٢	احمد بن مظفر الرازي	٢٤٣ - مشكلات
٢٤٦	ابي ابي بن محمد اشافعي	٢٤٥ - منب
٩٤٣	عبد الوهاب الشمراني	٢٤٦ - ميزان الشريعة الكبرى
٤٢٨	محمد بن احمد الذهبي	٢٤٤ - ميزان الاعتدال
٢١٠	احمد بن موسى ابن مردويه	٢٤٨ - المستخرج على الصحيح البخاري
٢٢٤	محمد بن يعقوب الخزازي	٢٤٩ - مكالم الاخلاق

www.alukah.net/bibliothèque

ن

٤٢٥	عبد الله بن مسعود	٢٨٠ - النفاية مختصر الرقاية
٤٦٢	ابو محمد عبد الله بن يوسف الحنفي الزبيدي	٢٨١ - نصب الراية
١٠٦٩	حسن بن عمار بن علي الشربلالي	٢٨٢ - نور الايضاح
٤١١	هشام الدين حسين بن علي السغفاني	٢٨٣ - النهاية
٦٠٦	محمد الدين مبارك بن محمد الجزري ابن اثير	٢٨٢ - النهاية لابن اثير
١٠٠٥	عسمر بن نعيم المصري	٢٨٥ - النهر الفائق
٢٠١	بشام بن حبيد الله المازني الحنفي	٢٨٦ - نوادر في الفقه
١٠٣١	محمد بن احمد المعروف ببشام بن زاهد	٢٨٤ - نور العين
٢٤٦	ابو الليث نصر بن محمد بن ابراهيم السمرقندي	٢٨٨ - النوازل في الفروع
٢٥٥	ابو عبد الله محمد بن علي الحكيم الترمذي	٢٨٩ - نوادر الاصول في معرفة اخبار الرسول

ز

٢٩٠	الزاني في الفروع	عبد الله بن أحمد الشافعي	٤١٠
٢٩١	الزحير في الفروع	ابو حامد محمد بن محمد الغزالي	٥٠٥
٢٩٢	الزكاية	محمد بن سعد الشافعي	٦٤٣
٢٩٣	الزسيط في الفروع	ابن ماجة محمد بن محمد الغزالي	٥٠٥

هـ

٢٩٣	الهداية في شرح البداية	برهان الدين علي بن ابي بكر المصنعي	٥٩٣
-----	------------------------	------------------------------------	-----

ي

٢٩٥	اليواقيت والجواهر	سيد عبد الوهاب الشعراني	٩٤٣
٢٩٦	ينابيع في معرفة الاسوي	ابن عبد الله محمد بن رمضان الرومي	٤٦٩